بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

اور ہم نے آپ کی طرف یہ نصیحت اتاری تا کہ آپ لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دیں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔ (النحل: 44)

قرآنی آیات اور صحیح احادیث

پر مشتمل

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد اوّل

سورۃ الفاتحۃ تا سورۃ النسآء

ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

تفسیر
ابو نعمان سیف اللہ خالد حفظہ اللہ

دعوت القرآن

نام کتاب

دعوۃ القرآن

جلد اول

سورۃ الفاتحۃ .... سورۃ النسآء

ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

تفسیر
ابو نعمان سیف اللہ خالد

ناشر

دار الاندلس

۴۔لیک روڈ، چوبرجی لاہور Ph: +92-42-37230549 Fax: +92-42-37242639

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

آیاتِ قرآنی اور احادیث صحیحہ پر مشتمل تفسیر

دعوت القرآن

جلد اوّل

سورۃ الفاتحۃ تا سورۃ النسآء

ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

تفسیر
ابونعمان سیف اللہ خالد حفظہ اللہ

دار الاندلس
۴۔لیک روڈ، چوبرجی لاہور
Ph: +92-42-37230549 Fax: +92-42-37242639

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

عرضِ مؤلف

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِينُهُ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ. أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.

قرآن وہ کتاب عظیم ہے جو ہر کلام سے اعلیٰ، ہر شک وشبہ سے بالا اور ہر نقص سے پاک ہے، یہ تمام الہامی کتابوں سے بڑھ کر شرف وعظمت اور فضیلت والی کتاب ہے۔ یہ خیر و برکت سے مالا مال، ہدایت وحکمت سے لبریز اور حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے، جہالت کے اندھیروں سے نکال کر توحید کے نور سے منور کرنے والی ہے۔ اسی میں امتِ مسلمہ کی زندگی، عزت اور سرفرازی پنہاں ہے۔ اس کے بغیر یہ امت محض ایک جسد بے روح ہے کہ جس میں حرکت ہے نہ حرارت، کوئی وزن ہے نہ وقار۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [الشوریٰ : ۵۲]

”اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے؟ اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟ اور لیکن ہم نے اسے ایک ایسی روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بلاشبہ تو یقیناً سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔“

قرآن مجید کی عظمت و اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے، جس میں قرآن مجید کے سیکھنے اور سکھانے والے کو سب سے بہتر قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔“ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیر کم من تعلّم القرآن و علمه: ۵۰۲۷]

قرآن مجید کے پڑھنے والے اور نہ پڑھنے والے میں جو فرق ہے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال سے واضح فرمایا

ہے، سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ مومن جو قرآن پڑھتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے، نارنگی (سنگترے) کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ بھی لذیذ ہے اور خوشبو بھی عمدہ ہے اور وہ مومن جو قرآن تو نہیں پڑھتا مگر اس کے مطابق عمل کرتا ہے، کھجور کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ تو اچھا ہے مگر اس میں خوشبو نہیں، اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے، ریحان (نازبو) کے مانند ہے کہ اس کی خوشبو تو عمدہ ہے مگر ذائقہ کڑوا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا، اندرائن (تمّہ) کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ کڑوا اور خبیث ہے اور اس کی بو ناپسندیدہ ہے۔'' [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب إثم من راءی بقراءۃ القرآن...... الخ : ۵۰۵۹]

مطلب یہ ہوا کہ قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والا مومن خوش رنگ اور خوش ذائقہ پھل کی طرح ہے، وہ عند اللہ بھی مقبول ہے اور لوگوں میں بھی اس کی عزت ہے، تاہم جو مومن قرآن نہیں پڑھتا مگر قرآن کا عامل ہے تو وہ بھی اللہ کے ہاں اور لوگوں کی نظروں میں اچھا ہے، جبکہ قرآن پڑھنے والے منافق (یا فاجر) کا ظاہر تو اچھا ہے، لیکن باطن گندا اور تاریک ہے اور وہ منافق جو قرآن نہیں پڑھتا، اس کا ظاہر اور باطن دونوں ناپاک ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کریں اور آپس میں اسے سیکھیں اور سکھائیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، انھیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان کا ذکر اللہ تعالیٰ ان (یعنی فرشتوں) میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن و علی الذکر : ۲۶۹۹]

واضح ہوا کہ قرآن کریم کی تلاوت کرنا، اسے حفظ کرنا، اس پر عمل کرنا، اس کی تفہیم و تدریس کے حلقے قائم کرنا، اس کی تعلیم و تعلم سے وابستہ ہونا، اس کی نشر و اشاعت اور تبلیغ و دعوت کا اہتمام کرنا، اس کے ساتھ راتوں کو قیام کرنا اور اس کا آپس میں دَور کرنا، یہ سب کام نہایت پسندیدہ اور بڑی فضیلت والے ہیں۔

الغرض، اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتوں میں سے ایک انس و جن کی فلاح کے لیے قرآن حکیم کا نزول بھی ہے، یہ رشد و ہدایت کی کتاب ہے۔ اس کی آیات وقت کے ہر مسئلہ اور زمانے کی ہر اجتماعی و انفرادی ضرورت کا تسلی بخش حل لیے ہوئے ہیں۔ اس میں سعادتِ دارین کے بے مثال اصول بیان کیے گئے ہیں۔ اسے پڑھنے، سمجھنے اور سیرت و کردار کو اس کے مطابق ڈھالنے والوں کو دنیا میں رفعتیں اور آخرت میں سعادتیں نصیب ہوتی ہیں اور اسے چھوڑ دینے والے ذلت و پستی اور قہر الٰہی کا نشانہ بنتے ہیں، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ اس کتاب (پر عمل کرنے) کی وجہ سے کچھ قوموں کو سر بلندی عطا کرتا ہے اور اس (سے اعراض کرنے) کی وجہ سے کچھ قوموں کو ذلیل و رسوا کرتا ہے۔'' [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل من یقوم بالقرآن و یعلمه : ۸۱۷]

تاریخ گواہ ہے کہ جن قوموں اور لوگوں نے اس پر عمل کیا، انھیں زندگی کے ہر میدان میں کامیابی حاصل ہوئی اور اللہ کے وعدے کے مطابق وہ آخرت کی نعمتوں کے بھی مستحق قرار پائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قرآن مجید کے ساتھ اس گہرے تعلق ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ ان تمام فیوض و برکات سے مالا مال تھے جن کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اپنی انفرادی زندگی میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان وتقویٰ، توکل و قناعت، امانت و دیانت، صداقت و شرافت اور صبر وشکر جیسے اوصاف حمیدہ سے وہ کچھ اس طرح متصف تھے کہ ان کے بعد دوبارہ ایسے انسان ڈھونڈے سے نہیں ملتے۔ عمل کرنے کے باعث قرآن مجید کے انوار و برکات سے ان کا معاشرہ عدل واحسان، ایثار و ہمدردی، اخوت و محبت، امن وسلامتی، خوشحالی وفراوانی اور دیگر بے شمار امور خیر وفلاح میں اپنی مثال آپ تھا، قرآن مجید پر عمل کرنے ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں عظمت وعروج اور ایسا غلبہ عطا فرمایا کہ جس کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ یہ قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل ہی کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے کفار کی بے پناہ طاقت و قوت اور اسلحہ کا خوف جاتا رہا تھا اور وہ پوری دنیا پر چھا گئے تھے۔

قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا تو نزول قرآن کے آغاز ہی سے اس کی تفسیر وتفہیم کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا تھا اور قیامت قائم ہونے تک ان شاء اللہ یہ جاری وساری رہے گا، اس سلسلے میں خاص طور پر محدثین نے کتب احادیث میں تفسیرِ قرآن، فضائلِ قرآن اور قراءتِ قرآن وغیرہ کے ابواب قائم کیے۔ یہ بات تو مسلمہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر کا سب سے بہتر، سب سے اعلیٰ اور سب سے مناسب طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر خود قرآن ہی سے کی جائے، کیونکہ کئی دفعہ قرآن مجید ایک چیز کو اگر ایک جگہ اختصار سے بیان کرتا ہے تو دوسری جگہ اسے تفصیل سے بیان کر دیتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ایک بڑا مقصد بھی قرآن کریم کی تفسیر بیان کرنا تھا، چنانچہ جہاں آپ اللہ تعالیٰ کی وحی کو لوگوں کے سامنے تلاوت فرماتے وہیں ساتھ ساتھ اس کی تشریح وتفسیر اور مفہوم ومطالب بھی بیان فرماتے اور پھر ان پر عمل پیرا ہو کر بھی دکھاتے، تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کو سننے اور سمجھنے کے ساتھ ساتھ عملی صورت میں بھی دیکھ سکیں۔ خود قرآن مجید نے صراحت فرمائی ہے: ﴿ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [النحل : ٤٤] ”اور ہم نے تیری طرف یہ نصیحت اتاری، تاکہ تو لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دے جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے اور تاکہ وہ غور وفکر کریں۔“

اگرچہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ان افراد میں نازل فرمایا جن کی مادری زبان عربی تھی اور وہ فصیح اللسان اور عقل وفہم میں کامل ہونے میں اپنی مثال آپ تھے، لیکن اس کے باوجود قرآن مجید کے بعض اشاروں اور کنایوں کے فہم میں انھیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جاتا، جن کا حل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر ہی سے ممکن ہوتا۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی : ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ [الأنعام : ۸۲] ''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا'' تو مسلمانوں پر اس آیت کا مضمون بہت شاق گزرا۔ صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کیا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس (ظلم) کا مطلب وہ نہیں جو تم سمجھے ہو، بلکہ اس کا مطلب وہ ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا: ﴿ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳] ''اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب صدق الإیمان وإخلاصه : ۱۲۴۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولم یلبسوا إیمانهم بظلم ﴾ : ۴۶۲۹]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل زبان ہونے کے باوجود '' بِظُلْمٍ '' کی تنوین کو تنکیر کے لیے سمجھ کر پریشان ہو گئے کہ کون ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو، تو نبی ﷺ نے لقمان کا قول ذکر کر کے انھیں بتایا کہ یہ تنوین تعظیم کے لیے ہے، تنکیر کے لیے نہیں اور اس سے مراد شرک ہے، عام ظلم نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ قرآن سمجھنے کے لیے صرف عربی زبان جاننا کافی نہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی تفسیر بھی ضروری ہے۔

اس سلسلے کی دوسری مثال وہ روایت ہے جسے سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ ﴾ [البقرة : ۱۸۷] تو میں نے ایک سیاہ اور ایک سفید دھاگا لیا اور انھیں اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو میں نے دھاگوں کو دیکھا مگر دونوں میں فرق نمایاں نہ ہو سکا، سو جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں نے تکیے کے نیچے (سفید اور سیاہ دھاگے تو) رکھے تھے (مگر بیان کردہ معاملہ نہیں ہوا)، اس پر رسول اللہ ﷺ نے (بطورِ مزاح) فرمایا: ''پھر تو تمھارا تکیہ بہت لمبا چوڑا ہوگا کہ سفید دھاگا (یعنی صبح کی سفیدی) اور سیاہ دھاگا (یعنی رات کی سیاہی) اس کے نیچے آ گئے تھے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وکلوا واشربوا...... الخ ﴾ : ۴۵۰۹، ۱۹۱۶]

دراصل عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ آیت کا مطلب یہ سمجھے کہ '' اَلْخَيْطُ الْاَبْيَضُ '' اور '' اَلْخَيْطِ الْاَسْوَدِ '' سے حقیقت میں سفید اور سیاہ دو دھاگے مراد ہیں، حالانکہ آیت میں ان سے رات کی تاریکی اور صبح کی روشنی مقصود تھی، جیسا کہ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! (آیت میں) '' اَلْخَيْطُ الْاَبْيَضُ '' اور '' اَلْخَيْطِ الْاَسْوَدِ '' سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے دو دھاگے مراد ہیں؟ فرمایا: ''پھر تو تمھاری گدی بہت چوڑی ہے، اگر تم نے رات کو ان دونوں دھاگوں کو دیکھ لیا ہے۔'' پھر فرمایا: ''نہیں! ان سے مراد دو دھاگے نہیں، بلکہ ان سے مراد رات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وکلوا واشربوا...... الخ ﴾ : ۴۵۱۰]

ان دلائل و براہین سے واضح ہوا کہ آپ ﷺ قرآن مجید صرف پڑھ کر سنانے والے نہ تھے، بلکہ اس کی تشریح و تفسیر

کرنے والے اور اس کے مفاہیم و مطالب کو نہایت شرح و بسط سے بیان کرنے والے بھی تھے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس منصب کے مطابق قرآنی آیات کی توضیح و تشریح بھی کی اور اس کے اجمالات کی تفصیل بھی بیان فرمائی، جیسے نمازوں کی تعداد، رکعات، اوقات اور وضع و ہیئت اور زکوٰۃ کا نصاب، اس کی شرح، اس کی ادائیگی کا وقت اور دیگر تفصیلات۔ قرآن کریم کے اجمالات کی یہ تفسیر و توضیحِ نبوی امت میں حجت سمجھی گئی اور قرآن کریم کی طرح اسے واجب الاطاعت تسلیم کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے لیے اصل الاصول ہمیشہ دو چیزوں کو تسلیم کرتے تھے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری نبی کریم ﷺ کی سنت کہ ہر دو آپس میں لازم و ملزوم ہیں اور اس سلسلے میں ان میں کچھ بھی فرق نہیں، جیسا کہ سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(لوگو!) سن لو! بے شک مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل بھی۔'' [مسند أحمد : ۱۳۱/٤، ح : ۱۷۱۷۹۔ أبو داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة : ٤٦٠٤]

رسول اللہ ﷺ کو قرآن کریم کے ساتھ اسی جیسی دی گئی چیز ''حدیث اور سنت'' ہے۔ قرآن کو وحی جلی اور وحی متلو کہا جاتا ہے، یعنی جس کی تلاوت ہوتی ہے، جبکہ حدیث اور سنت کو وحی خفی اور وحی غیر متلو کہتے ہیں، یعنی جس کی تلاوت نہیں ہوتی، لیکن وہ بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا اخلاق قرآن ہی ہے۔ [مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب جامع صلاة اللیل و من نام عنه أو مرض : ٧٤٦۔ مسند أحمد : ٢١٦/٦، ح : ٢٥٨٦٧]

دراصل اخلاق میں پوری سیرت آتی ہے، حیات رسول کے اعمال تفسیر قرآن ہیں، چنانچہ شریعت ہونے کے اعتبار سے قرآن مجید اور حدیثِ رسول ﷺ میں فرق روا رکھنے والوں کے لیے خود رسول اللہ ﷺ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم میں سے کسی آدمی کو اس کی چارپائی پر ٹیک لگائے ہوئے اس طرح نہ پاؤں کہ اس کے پاس میرے احکام میں سے کوئی حکم آئے کہ جسے بجا لانے کا میں نے کہا ہو، یا اس سے روکا ہو تو وہ کہہ دے کہ میں اسے نہیں جانتا، ہم تو جو قرآن میں پائیں گے صرف اسی کی پیروی کریں گے۔'' [أبو داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة : ٤٦٠٥۔ مسند أحمد : ٨/٦، ح : ٢٣٩٢٣۔ ترمذی، کتاب العلم، باب ما نهی عنه أن یقال عند حدیث رسول الله ﷺ : ٢٦٦٣]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے، وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ : ١٢١٨]

اس حدیث میں ''کتاب اللہ'' سے مراد صرف قرآن مجید ہی نہیں بلکہ حدیث نبوی بھی ہے، اس لیے کہ کتاب اللہ کا

اطلاق حدیث پر بھی ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا، یا رسول اللہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، آپ ہمارا فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق کر دیجیے۔ یہ سن کر اس کا فریق مخالف کھڑا ہوا، وہ اس کی نسبت زیادہ سمجھ دار تھا، اس نے کہا، یا رسول اللہ! یہ سچ کہتا ہے، بے شک میرا اور اس کا فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق کر دیجیے اور مجھے اجازت دیجیے کہ میں مسئلہ بیان کروں۔ آپ نے فرمایا: ''اچھا بیان کرو۔'' وہ کہنے لگا، میرا بیٹا اس کے گھر میں کام کاج کے لیے نوکر تھا، وہ اس کی بیوی کے ساتھ زنا کر بیٹھا۔ میں نے اس کے فدیہ میں ایک سو بکریاں اور ایک غلام دے دیا۔ مگر جب میں نے اہل علم سے مسئلہ پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے پڑیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن ہوگا اور اس کی بیوی سنگسار ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تم دونوں کا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کروں گا، سو بکریاں اور غلام تجھے واپس کیے جائیں گے، تیرے بیٹے پر سو کوڑے پڑیں گے اور وہ ایک سال کے لیے جلاوطن ہوگا اور اے انیس! تم کل صبح اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ، اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اس کو رجم کر دو۔'' انیس رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے، اس نے زنا کا اقرار کیا تو سیدنا انیس رضی اللہ عنہ نے اس کو سنگسار کر دیا۔ [بخاری، کتاب الحدود، باب هل یأمر الإمام رجلاً فیضرب الحد غائبًا عنه ؟ : ٦٨٥٩، ٦٨٦٠۔ مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنی : ١٦٩٧، ١٦٩٨]

اس واقعہ میں جو فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قرآن مجید میں نہیں ہے، تاہم آپ نے فیصلہ کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق کہا، جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے حدیث بھی مراد ہوتی ہے۔ اس سلسلے کی حتمی اور حقیقی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے بغیر سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے جسم گودنے اور گدوانے والیوں پر، چہرے کے بال اکھاڑنے اور اکھڑوانے والیوں پر اور خوبصورتی کے لیے دانت (رگڑ کر) کھلے کرنے والیوں پر، نیز اللہ تعالیٰ کی بناوٹ کو تبدیل کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔ یہ سن کر بنو اسد قبیلہ کی ایک عورت جس کا نام ام یعقوب تھا، وہ آپ کے پاس آئی اور پوچھا، کیا آپ نے اس طرح فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں! اور میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے؟ اور پھر یہ تو قرآن میں موجود ہے۔ اس نے کہا، میں نے (اپنے پاس محفوظ) پورا قرآن کہ جتنا بھی دونوں گتوں کے درمیان ہے، اول سے آخر تک پڑھا ہے، لیکن میں نے تو یہ حکم کہیں نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تو سوچ سمجھ کر پڑھتی تو ضرور پاتی، کیا تو نے یہ آیت: ﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ [الحشر : ٧] نہیں پڑھی؟ اس نے کہا، کیوں نہیں! (میں نے یہ آیت پڑھی ہے)۔ پھر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ما اتکم الرسول فخذوه ﴾ : ٤٨٨٦۔ مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة : ٢١٢٥]

اس سچے واقعہ سے معلوم ہوا کہ صحابیٔ رسول سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کو عین اللہ کا حکم قرار دیا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اوامر ونواہی کی پیروی ہم پر لازم ہے اور آپ ﷺ کے بتائے ہوئے احکامات اللہ تعالیٰ ہی کے احکام ہیں۔

قرآن مجید میں اس مفہوم کی کئی ایک آیات موجود ہیں جن سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ انسان کی رہنمائی کے لیے کتاب وسنت کے بیان کردہ احکامات ہی کافی وشافی ہیں اور یہ کہ ان کے مقابلے میں کسی اور کی بات کبھی حجت نہیں ہو سکتی، اسی منہج کو سلف صالحین میں سے بہت سے مفسرین کرام نے اختیار کیا ہے۔ عربی کے علاوہ اردو زبان میں بھی تفسیر بالماثور کی نمائندہ کئی کتب منظر عام پر آ چکی ہیں، جو کسی نہ کسی امتیازی خصوصیت کی حامل ہیں۔ گلشن کتاب وسنت کے ہر پھول کی اپنی مہک اور خوشبو ہے۔ لیکن افسوس کہ بعض جدید وقدیم مفسرین نے سنتِ رسول ﷺ کی آئینی حیثیت کو قبول ہی نہیں کیا اور قرآن کی تفسیر حدیثِ رسول سے کرنے کی بجائے اپنے خود ساختہ نظریات اور مخصوص آراء سے کی ہے۔ ان کتبِ تفاسیر میں قال اللہ اور قال الرسول ﷺ کی بجائے ''قال فلان، قال فلان'' (فلاں نے یہ کہا، فلاں نے یہ کہا) کی بھر مار ہوتی ہے۔ ان اقوالِ رجال میں جو ایک دوسرے سے مخالف ومتضاد ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا حکم گم ہو کر رہ جاتا ہے اور قرآن کا طالب علم حیران رہ جاتا ہے کہ وہ کس قول کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھے اور کس پر عمل کرے۔

ان حالات میں اس بات کی ضرورت تھی کہ کتاب الٰہی کی کوئی ایسی تفسیر ہو جو ادھر ادھر کے باہم الجھے اور پیچ در پیچ اقوال کی بجائے صرف اور صرف کتاب وسنت کے واضح اور صاف ستھرے دلائل و براہین سے مرصع ہو کہ ہر خاص و عام اس سے احکام الٰہی سمجھ کر اپنے لیے راہِ عمل متعین کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے قرآن کی تفسیر کا یہ سب سے بہتر، اعلیٰ اور برتر طریقہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس تفسیر میں میں نے ہر آیت کے ذیل میں اپنی طرف سے نہایت ضروری مگر مختصر تشریحی نوٹ لکھنے پر اکتفا کیا اور کتاب وسنت کے دلائل و براہین سے تفسیر پیش کر کے اس حقیقت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے کہ حدیثِ رسول ﷺ ہی کتاب الٰہی کی بہترین تفسیر ہے۔ نیز واضح کیا ہے کہ کتاب وسنت قیامت تک زندگی کے ہر مسئلے کا جامع حل پیش کرنے کے جوہر سے آراستہ ہیں۔

بنیادی طور پر یہ تفسیر درج ذیل خصوصیات پر مشتمل ہے:

- ❀ <u>ترجمۃ القرآن</u> : اس تفسیر میں قرآن مجید کا جو ترجمہ دیا گیا ہے وہ فضیلۃ الشیخ محترم حافظ عبد السلام بن محمد حفظہ اللہ کا ہے۔ تفسیر کے ضمن میں موجود آیات میں بھی اسی ترجمے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ علماء وطلباء اور عوام الناس کے ہر طبقہ کے لیے یقیناً مفید ہے۔ اس میں قدیم الفاظ ومحاورات اور اصطلاحات سے گریز کرتے ہوئے ہر لفظ کے ترجمے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ بعض اردو تراجم میں کئی ایک قرآنی الفاظ وحروف کے معانی نہیں ملتے، جبکہ اس ترجمہ کی

شان یہ ہے کہ اس میں ہر لفظ، حتیٰ کہ تنوین تک کا معنی بھی عیاں ملتا ہے، پھر ترجمہ پڑھتے وقت قاری ثقل محسوس نہیں کرتا، بلکہ تسلسل کے ساتھ پڑھتا اور سمجھتا چلا جاتا ہے۔

❀ **قرآن کی تفسیر قرآن کے ساتھ** : قرآن مجید میں بہت سی آیات ایسی ہیں کہ اگر وہ ایک موقع پر مختصر ہیں تو کسی دوسرے موقع پر مفصل، لہٰذا اس تفسیر میں ممکن حد تک ایک آیت کی تفسیر دوسری جگہ وارد تفصیلی آیات ہی سے کی گئی ہے۔

❀ **صحیح احادیث سے تفسیر** : بعض کتب تفاسیر میں احادیث کی صحت اور ضعف کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا، جبکہ اس تفسیر کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں صرف اور صرف صحیح اور حسن احادیث ہی سے قرآن کی تفسیر کی گئی ہے، کیونکہ ساری صحیح وحسن احادیث یا تو قرآنی آیات کے مضمون کی تائید کے طور پر ہیں یا قرآن کی تفسیر کے طور پر۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بعض صحیح حدیثیں قرآن کی آیتوں کے مضمون کے مخالف ہیں، تو جب ان سے اس طرح کی احادیث پیش کرنے کو کہا جائے تو یہ اپنے قول کی تائید میں ایک بھی صحیح حدیث پیش نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی صحیح حدیث کبھی قرآن کے مخالف نہیں ہوتی، ہاں ہماری سمجھ میں نہ آ سکے تو اس میں ہماری عقل کا قصور ہے نہ کہ قرآن و حدیث کا۔ بہر حال ہم نے اس تفسیر میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ صرف صحیح اور حسن احادیث بیان کی جائیں، تاکہ تفسیر پڑھتے وقت ہر شخص یہ اطمینان اور سکون محسوس کرے کہ وہ جو کچھ پڑھ رہا ہے وہ یقیناً صحیح ہے، بلکہ تفسیری احادیث میں بیشتر کا تعلق تو صحیحین سے ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ان دونوں کتابوں کے بارے میں فرماتے ہیں: ”صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بابت محدثین کا اتفاق ہے کہ ان میں جتنی بھی متصل و مرفوع احادیث ہیں، وہ قطعی طور پر صحیح ہیں اور وہ اپنے مصنفین تک متواتر ہیں، نیز یہ کہ جو شخص بھی ان دونوں (مجموعہ ہائے حدیث) کی شان گھٹاتا ہے، وہ بدعتی ہے اور مومنوں کا راستہ چھوڑ کر کسی اور راستے کا پیروکار ہے۔“ [حجة الله البالغة: ١/ ١٣٤]

❀ **اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سے تفسیر** : تفسیر میں حسب ضرورت کئی جگہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صحیح اور مستند اقوال بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو قرآن کی آیتیں پڑھنا سکھاتے تھے، بعینہ ان آیات کا مطلب اور تفسیر بھی سکھاتے تھے، یہی وجہ تھی کہ قرآن کی ایک ایک آیت سیکھنے کے لیے اگر انھیں طویل سفر بھی کرنا پڑتے تو بھی گریز نہ کرتے، جیسا کہ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نجران آیا تو وہاں کے لوگوں (یعنی نصاریٰ) نے مجھ سے سوال کیا کہ تم یہ پڑھتے ہو: ﴿ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ ﴾ (مطلب یہ کہ یہاں مریم علیہا السلام کو ہارون علیہ السلام کی بہن کہا گیا ہے، حالانکہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے) اور موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام سے اتنی مدت پہلے تھے تو پھر مریم علیہا السلام، ہارون علیہ السلام کی بہن کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ فرماتے ہیں: میں نے سفر کر کے (مدینہ منورہ پہنچ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بیان کی۔ جس پر آپ نے فرمایا: ”یہ وہ ہارون نہیں ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے،

بلکہ) بنی اسرائیل کی عادت تھی کہ وہ پیغمبروں اور اگلے نیک لوگوں کے نام پر نام رکھتے تھے۔" [مسلم، کتاب الأدب، باب النهی عن التکنی بأبی القاسم ...... الخ : ۲۱۳۵]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اس اللہ کی قسم، جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں! کتاب اللہ میں نازل ہونے والی ہر سورت کے بارے میں میں یہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی اور کتاب اللہ کی نازل شدہ ہر آیت کے متعلق میں جانتا ہوں کہ یہ کن کن کے بارے میں نازل ہوئی۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ کسی کو کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ علم ہے تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہونے سے قطعاً دریغ نہیں کروں گا، خواہ کتنا ہی طویل سفر کر کے کیوں نہ جانا پڑے۔ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب رسول ﷺ : ۵۰۰۲۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عبد الله بن مسعود و أمه رضی الله عنهما : ۲۴۶۳]

تفسیر قرآن میں خلفائے راشدین کا مقام بہت بلند ہے، ان کے علاوہ بھی رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اس عظیم مشن کے لیے تیار کر دی تھی۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: "قرآن مجید چار آدمیوں سے سیکھو: ① عبد اللہ بن مسعود، ② سالم (سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام)، ③ معاذ بن جبل، ④ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم۔ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب النبی ﷺ : ۴۹۹۹]

انھی مفسر صحابہ میں سے ایک بہت بڑا مقام سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی ہے جو "ترجمان القرآن" ہیں اور جن کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: "اے اللہ! انھیں کتاب کا علم عطا فرما۔" اور فرمایا: "اے اللہ! انھیں حکمت و دانش سکھا۔" نیز فرمایا: "اے اللہ! انھیں دین میں فقاہت نصیب فرما۔" [بخاری، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ ...... الخ : ۷۵، ۱۴۳، ۳۷۵۶]

❀ **ضعیف اور موضوع روایات سے اعراض** : ضعیف اور موضوع روایات نے دین پر عمل کرنے کے معاملے میں مسلمانوں میں بہت سی مشکلات اور الجھنیں پیدا کر دی ہیں۔ موضوع روایات نے تو امت میں ایسے ایسے گمراہ فرقوں کو جنم دیا ہے جنھوں نے امت مسلمہ کو بڑے بڑے فتنوں سے دوچار کر دیا ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ ہی میں امت کو ایسے دروغ گو اور کذاب لوگوں کے فتنے سے بچنے کی تاکید فرما دی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "آخری زمانے میں ایسے دجال اور جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے جو تمھارے پاس ایسی حدیثیں لے کر آئیں گے جو تم نے سنی ہوں گی نہ تمھارے باپ دادا نے، پس تم خود کو ان سے اور ان کو اپنے سے دور رکھو، تاکہ وہ تمھیں گمراہ نہ کرنے پائیں اور فتنوں میں مبتلا نہ کریں۔" [مسلم، المقدمة، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء والاحتیاط فی تحمّلها : ۷]

موضوع اس حدیث کو کہتے ہیں جو کلام نبوی نہ ہو، بلکہ لوگوں میں سے کسی نے حدیث کے نام سے وہ الفاظ بنائے ہوں، ایسے شخص کے متعلق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔'' [بخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلی اللہ علیہ وسلم : ١١٠]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جو کوئی میری نسبت وہ بات بیان کرے جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں تلاش کر لے۔'' [بخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلی اللہ علیہ وسلم : ١٠٩]

لہٰذا جہاں تک موضوع روایات کا تعلق ہے انھیں تو بلا تامل ہم نے اپنی تفسیر سے خارج رکھا ہے۔ ضعیف روایات کے بارے میں اگرچہ بعض اہل علم نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ ترغیب و ترہیب اور فضائل و مناقب جیسے موضوعات میں ان پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن ہم نے درج ذیل وجوہ کی بنا پر ان سے بھی اعراض ہی برتا ہے:

① ضعیف روایات سے استفادہ کا دروازہ اگر ایک دفعہ کھول دیا جائے، خواہ اس کی وجہ بظاہر بے ضرر ہی کیوں نہ ہو تو پھر اسے بند کرنا مشکل ہو جائے گا۔ سو امت میں پیدا ہونے والے بگاڑ کو روکنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس دروازے کو سرے سے کھولا ہی نہ جائے اور اسے مکمل طور پر بند ہی رہنے دیا جائے۔

② دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر و تفہیم میں صحیح احادیث اس کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ اگر ایک عام انسان ان پر پوری طرح عمل کر لے تو اس کی نجات کے لیے ان شاء اللہ وہی کافی ہیں، لہٰذا صحیح احادیث کی موجودگی میں ضعیف روایات لینے کی آخر ضرورت ہی کیا ہے؟

❀ <u>اسرائیلی روایات کے سلسلہ میں احتیاط</u> : وہ اسرائیلی روایات بیان کرنے میں تو کوئی حرج نہیں جن میں جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہوئی ہو اور وہ صحیح سند کے ساتھ ثابت ہوں، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ سے آگے پہنچاؤ، خواہ (تمھیں) ایک آیت ہی (معلوم) ہو اور بنی اسرائیل سے بیان کرو، اس میں بھی کوئی حرج نہیں، لیکن جس نے جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل : ٣٤٦١]

عموماً قرآن کی تفسیر میں سابقہ اقوام و ملل کے واقعات کے ضمن میں علماء و واعظین رطب و یابس سے بھرپور اسرائیلی روایات کو بیان کرنا معیوب نہیں سمجھتے، حالانکہ ترجمان القرآن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق کیوں پوچھتے ہو، حالانکہ تمھاری کتاب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی گئی ہے، وہ نئی و تازہ ہے؟ تم اس کی تلاوت کرتے ہو، یہ خالص ہے اور ہر قسم کی آمیزش سے پاک ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے (اس کتاب میں) اہل کتاب کے بارے میں یہ بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف و تبدیلی کر دی تھی، وہ اپنے

ہاتھوں سے کتاب لکھ کر کہنے لگے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، تاکہ وہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت (یعنی دنیوی منفعت) حاصل کر لیں۔ تمھارے پاس جو علم ہے کیا یہ تمھیں ان سے پوچھنے سے روکتا نہیں؟ اللہ کی قسم! ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان میں سے کسی شخص نے اس کے بارے میں تم سے پوچھا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة ، باب قول النبي ﷺ : لا تسئلوا أهل الكتاب عن شيء : ۷۳٦۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور مسلمانوں کے لیے اس کی تفسیر عربی میں کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اہل کتاب کو سچا کہو نہ جھوٹا، بس کہو: ﴿ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا ﴾ [آل عمران : ۸٤] ''ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب ما یجوز من تفسیر التوراۃ وغیرھا ...... الخ : ۷٥٤۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اہل کتاب تم سے بیان کریں تو نہ ان کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب، بلکہ کہو: ﴿ اٰمَنَّا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ ﴾ [العنكبوت : ٤٦] ''ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور تمھاری طرف نازل کیا گیا۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ : لا تسئلوا أهل الكتاب عن شيء : ۷۳٦۲]

لہٰذا ایسی اسرائیلی روایات جن کے بارے میں ہمیں معلوم ہوا کہ وہ صحیح ہیں، کتاب و سنت ان کے صحیح ہونے کی شہادت دیتے ہیں تو انھیں ہم نے اپنی تفسیر میں بیان کر دیا ہے، تاہم جن کے بارے معلوم ہوا کہ یہ جھوٹی روایات ہیں، کیونکہ کتاب و سنت سے ان کا جھوٹ ہونا ثابت ہے تو ہم نے ان سے کلیتاً اعراض برتا ہے اور جن روایات سے متعلق کتاب و سنت خاموش ہیں، ہم نہ ان کی تصدیق کرتے ہیں اور نہ تکذیب۔

❀ **تفسیر بالرائے کی بجائے تفسیر بالماثور** : شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب اصول التفسیر میں فرماتے ہیں کہ محض رائے کے ساتھ قرآن مجید کی تفسیر کرنا حرام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ﴾ [بني إسرائيل : ۳٦] ''اور اس چیز کا پیچھا نہ کر جس کا تجھے کوئی علم نہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ علم کو، اس کے بعد کہ تمھیں دے دیا ہے، ایک دم سے نہیں اٹھا لے گا، بلکہ اس کو اس طرح اٹھائے گا کہ علماء کو ان کے علم کے ساتھ اٹھا لے گا، پھر جاہل لوگ باقی رہ جائیں گے، ان سے فتویٰ پوچھا جائے گا اور وہ فتویٰ اپنی رائے کے مطابق دیں گے۔ پس وہ لوگوں کو گمراہ کریں گے اور خود بھی گمراہ ہوں گے۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام، بالکتاب والسنة، باب ما يذكر من ذم الرأي و تكلّف القياس : ۷۳۰۷]

ابو وائل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے (جنگ صفین کے موقع پر) کہا: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ !

اتَّهِمُوْا رَأْيَکُمْ عَلٰی دِیْنِکُمْ﴾ ''لوگو! اپنے دین کے معاملہ میں اپنی رائے کو بے حقیقت سمجھو۔'' (سیدنا سہل رضی اللہ عنہ مزید کہتے ہیں کہ) میں نے اپنے آپ کو ابو جندل رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے دن (صلح حدیبیہ کے موقع پر) دیکھا کہ اگر میرے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہٹنے کی طاقت ہوتی تو میں (اس دن) آپ سے انحراف کرتا (اور کفارِ قریش کے ساتھ ان شرائط کو قبول نہ کرتا)۔[بخاری، کتاب الاعتصام، بالکتاب والسنۃ، باب ما یذکر من ذم الرأی و تکلّف القیاس : ۷۳۰۸]

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسئلہ میں جب تک کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہ ہو تو اپنی رائے کو صحیح نہ سمجھو اور صرف رائے پر فتویٰ نہ دو، بلکہ کتاب وسنت میں غور کر کے اس میں سے اس کا حکم نکالو۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی مسئلہ محض رائے یا قیاس سے نہ بتلاتے تھے، بلکہ جب آپ سے کوئی ایسی بات پوچھی جاتی جس میں وحی نہ اتری ہوتی تو آپ فرماتے: ﴿ لَا اَدْرِیْ ﴾ ''میں نہیں جانتا'' یا وحی اترنے تک خاموش رہتے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کھیت میں چل رہا تھا۔ آپ کھجور کی ایک چھڑی کے سہارے چل رہے تھے۔ اتنے میں کچھ یہودی سامنے سے گزرے۔ وہ آپس میں کہنے لگے، ان سے پوچھو! روح کیا چیز ہے؟ پھر کسی نے کہا، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی ایسی بات کہیں جو تم کو ناگوار گزرے۔ مگر ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم ضرور پوچھیں گے، تو ان میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا، اے ابو القاسم! روح کیا چیز ہے؟ آپ کچھ دیر خاموش رہے، ان کو کوئی جواب نہیں دیا۔ میں سمجھ گیا کہ آپ پر وحی آ رہی ہے۔ تو میں اپنی جگہ کھڑا ہو گیا، جب وحی اتر چکی تو آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۵] ''اور وہ تجھ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمھیں علم میں سے بہت تھوڑے کے سوا نہیں دیا گیا۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب قول اللہ تعالٰی: ﴿ وما أوتیتم من العلم إلا قلیلاً ﴾ : ۱۲۵۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب سؤال الیہود النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الروح ...... الخ : ۲۷۹٤]

اس سلسلے کی دوسری دلیل وہ روایت ہے، جسے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ یہ دونوں بزرگ پیدل چل کر آئے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو مجھ پر بے ہوشی طاری تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا، اس سے مجھے افاقہ ہوا تو میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں اپنے مال کے بارے میں کس طرح فیصلہ کروں، میں اپنے مال کا کیا کروں؟ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ میراث کی آیت نازل ہوئی۔
[بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یُسأل مما لم ینزل علیہ الوحی ...... الخ : ۷۳۰۹]

خیر القرون یعنی عہد رسالت سے عہد تبع تابعین تک تفسیر تقریباً اسی شاہراہ پر چلتی رہی، یعنی تفسیر بالماثور۔ اس دور میں استنباط واجتہاد حدود شریعت میں ہوتا رہا، اپنے نظریات پر مشتمل مخصوص رائے کے دائرہ میں داخل نہیں ہوا تھا، یہاں

تک کہ اسلام میں فرقوں کا ظہور ہونے لگا۔ یہ فرقے بتدریج ایک دوسرے سے دور ہوتے گئے، یہاں تک کہ عباسی سلطنت کے دور میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے تباہی کا سامان بن گئے۔ علم تفسیر میں بھی انھوں نے ایسے اسالیب فراہم کیے جن سے قرآنی تعلیمات عجمی تاویلوں اور فلسفیانہ موشگافیوں کا مجموعہ یا چیستان بن گئیں، یا صاحب تفسیر کے اپنے ژولیدہ خیالات، افکارِ پریشان، اوہام باطلہ اور تاویلات رکیکہ کا پلندہ۔ ان فرقوں میں مشہور خوارج، روافض، جہمیہ، معتزلہ، قدریہ اور مرجیہ وغیرہ تھے۔ انھوں نے ایسے ایسے مذاہب اختیار کیے جو اس حق کے صریح مخالف تھے، جسے امت کے سلف صالحین، ائمۂ ہدیٰ اور ان کی راہ پر چلنے والوں نے اختیار کیا تھا۔ ان باطل فرقوں نے قرآن کی تاویل اپنی باطل آراء کے مطابق کی اور اپنے مذہب کی مخالف آیات میں تحریف تک کرنے سے باز نہ آئے۔ پس انھوں نے لوگوں کو گمراہ کیا اور خود بھی گمراہ ہوئے۔ [أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا]

❀ **مختصر حواشی کا اہتمام اور بنیادی ماخذ**: ''تفسیر دعوت القرآن'' کی تیاری کے لیے میں نے علمائے سلف کی سیکڑوں کتب کی ورق گردانی کی اور جو بھی گوہر نایاب ہاتھ آیا تو میں اسے اپنی اس تفسیر میں پرونے میں کوشاں رہا۔ حتی المقدور یہ کوشش کی کہ کانٹوں سے بچ کر پھولوں سے اس کا دامن بھر دوں۔ اپنی کم علمی کی وجہ سے میں نے اس بات کا خاص اہتمام کیا کہ حواشی مرتب کرتے وقت تفسیر بالماثور کے منہج سے وابستہ کتب تفاسیر ہی سے انتخاب کیا جائے۔ لہٰذا خاص طور پر امام ابن جریر طبری کی ''جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری''، امام ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی کی ''تفسیر قرطبی''، امام حافظ ابن کثیر کی ''تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر''، امام جلال الدین سیوطی کی ''الدرر المنثور فی التفسیر الماثور''، امام محمد بن علی الشوکانی کی ''فتح القدیر''، نواب صدیق حسن خان قنوجی کی ''فتح البیان''، مولانا سید احمد حسن محدث دہلوی کی ''احسن التفاسیر''، الشیخ عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی کی ''تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان المعروف تفسیر سعدی''، مولانا عبد الرحمٰن کیلانی کی ''تیسیر القرآن''، استاذ محترم مولانا عبدہ الفلاح کی تفسیر ''اشرف الحواشی''، حافظ عبد السلام بن محمد کی ''تفسیر القرآن الکریم''، حافظ صلاح الدین یوسف کی ''تفسیر احسن البیان''، ڈاکٹر محمد لقمان سلفی کی تفسیر ''تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن'' اور ڈاکٹر حکمت بن بشیر بن یاسین استاذ التفسیر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی '' التفسیر الصحیح'' میں سے بعض کو حسب ضرورت اور بعض کو بالاستیعاب پڑھا، بھرپور استفادہ کیا اور اکثر و بیشتر حواشی اور تشریحی نوٹ بھی انھی کتب تفاسیر سے جمع و ترتیب دیے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سلف صالحین اور اساتذۂ کرام کو اعلیٰ علیین میں بلندترین مقام عطا فرمائے کہ ان کی علمی میراث سے خوشہ چینی کر کے ہی ہم کچھ بیان کرنے یا لکھنے کے قابل ہوئے ہیں۔ [جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا]

❀ **شانِ نزول**: عموماً تفاسیر میں آیات اور سورتوں کی شان نزول بیان کرتے ہوئے صحت وضعف کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا، لیکن ہم نے یہ التزام بھی کیا ہے کہ شان نزول میں بھی صحیح اور مستند روایات ہی ذکر کی ہیں۔ [وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ]

❀ **متنِ قرآن کی کتابت** :قرآن مجید کے متن کی کتابت معروف خطاط مولانا عنایت اللہ کیلانی ﷾ کے حسن فن کی آئینہ دار اوران کے مُوقلم کی شاہکار ہے۔تفسیر کے ضمن میں آیات اور آیات کے قطعات بھی انھی کے قلم سے ہیں۔

❀ **آیات کی ذیلی عنوان بندی** : اپنی طرف سے اردو میں عنوانات قائم کرنے کی بجائے قرآنی آیات کے متعلقہ حصوں ہی کے جا بجا عناوین قائم کر دیے ہیں۔

❀ **موضوعات سے متعلق مستند مواد کی فراہمی** :آیات میں بیان کردہ موضوعات سے متعلق قرآن اور احادیث صحیحہ سے بھر پور مواد جمع کرنے کی سعی کی ہے، تاکہ اس سے عابد اپنی عبادت کے لیے، واعظ اپنے وعظ کے لیے، مفتی اپنے فتویٰ کے لیے، معلم اپنی تدریس کے لیے، قاضی اپنے فیصلے کے لیے، تاجر اپنے معاملات کے لیے، داعی اپنی دعوت کے لیے اور خطیب اپنے خطبہ کے لیے فائدہ اٹھا سکے۔

❀ **مسنون دعاؤں کا عربی متن** :طوالت کے پیش نظر احادیثِ رسول کا متن لگانے سے اعراض کیا ہے، البتہ تفسیر کرتے وقت جہاں بھی مسنون دعائیں وارد ہوئی ہیں تو ترجمہ کے ساتھ ساتھ ان کا اصل متن بھی دے دیا ہے، تاکہ قاری کو دعا یاد کرنے میں آسانی رہے۔

❀ **تحقیق وتخریج کا مکمل اہتمام** :ابن سیرین ﷫ بیان کرتے ہیں کہ پہلے زمانے میں جب کوئی حدیث بیان کرتا تو اس سے سند کے بارے میں نہیں پوچھا جاتا تھا، لیکن جب فتنہ پھیلا (یعنی گمراہی شروع ہوئی اور بدعتی گروہ نمودار ہوئے) تو لوگوں نے کہا، اپنی اپنی سند بیان کرو، پھر دیکھا جائے گا اگر روایت کرنے والے اہل سنت ہیں تو ان کی روایت قبول کی جائے گی اور جو بدعتی ہیں تو ان کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔
[مسلم، المقدمة، باب بيان أن الإسناد من الدين ...... الخ : ٢٧]

سیدنا ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ جو کچھ سنے اسے آگے بیان کر دے۔“ [مسلم، المقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع : ٨]

لہٰذا پوری تفسیر میں موجود تمام احادیث کی سند اور متن کے حوالے سے تحقیق وتخریج کر دی گئی ہے، اس کے لیے معیاری نمبرنگ کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور مکمل حوالوں کا التزام بھی کیا گیا ہے، تاکہ تفصیل کے خواہش مند اہل علم کو مراجعت میں آسانی رہے۔ صحیحین کی تمام احادیث کی صحت پر تو امت کا اتفاق ہے، ان کے علاوہ دیگر کتب احادیث سے صرف صحیح یا حسن روایات ہی کا انتخاب کیا گیا ہے۔ پھر بھی انسان خطا کا پتلا ہے، لہٰذا اہل علم سے درخواست ہے کہ اگر کوئی ضعیف حدیث نقل ہو گئی ہے اور وہ اس غلطی پر مطلع ہوں تو مجھے ضرور آگاہ فرمائیں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی کی جا سکے۔

اللہ شاہد ہے کہ کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ مجھے یہ کام کرنا ہے، یا میں یہ کام کرنے کی اہلیت رکھتا

ہوں، یا میں اپنے فہم و ادراک کے ناخن سے کسی پیچیدہ گرہ کو کھول سکتا ہوں، یا میرے قلم میں اتنا زور ہے کہ میری نگارشات قرآن فہمی کے راستہ کی رکاوٹیں دور کر سکتی ہیں، ان تمام کوتاہیوں کا پورا احساس ہوتے ہوئے یہ کچھ ہو گیا۔ اس کی توجیہ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ میں یہ کہوں کہ اللہ رب العزت نے چاہا اور یہ ہو گیا۔ بہر حال یہ ایک انسان کی کاوش ہے جس میں غلطی کا امکان بھی ہے۔ اس میں موجود ہر خوبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی غلطی رہ گئی ہے تو وہ میری یا شیطان کی طرف سے ہے جس پر میں اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار ہوں۔ میں ان حضرات کا شکر گزار ہوں گا جو اس کتاب میں کسی بھی غلطی کے بارے میں مجھے آگاہ فرمائیں گے، خواہ وہ علمی کوتاہی ہو یا طباعت کی غلطی، تاکہ اگلے ایڈیشن میں تصحیح کی جا سکے۔ [جَزَاكُمُ اللّٰهُ خَيْرًا]

آج اس عظیم کتاب کی اشاعت کے پر مسرت موقع پر مجھے بڑی شدت کے ساتھ والد محترم (حکیم محمد علی رحمہ اللہ) کی یاد تڑپا رہی ہے، جنھوں نے تنگ دستی و غربت کے باوجود مجھے دین کے لیے وقف کیا۔ والد محترم کا خلوص، محبت بھرا لہجہ اور شگفتہ و شاداب چہرہ میں کبھی نہ بھول پاؤں گا۔ رب کریم سے عاجزانہ التماس ہے کہ وہ میرے والد محترم کی قبر پر رحمت کی برکھا برسائے اور انھیں کروٹ کروٹ جنت کی بہاریں نصیب فرمائے کہ انھوں نے اپنی اولاد کے دلوں میں دین کی محبت کا بیج بونے کی مقدور بھر سعی فرمائی۔ (آمین!) سچی بات ہے کہ اگر میرے ساتھ میری والدہ محترمہ کی بے لوث محبت اور پر خلوص دعائیں نہ ہوتیں تو شاید میں یہ کام نہ کر پاتا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری والدہ کی عمر و عمل میں برکت عطا فرمائے، انھیں دین و دنیا کی ہر بھلائی عطا فرمائے اور مجھے ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىْ صَغِيْرًا .

میں ان تمام علمائے کرام، شیوخ الحدیث اور اساتذۂ کرام کا شکر گزار اور احسان مند ہوں جنھوں نے اسے پڑھا اور تحسین کے ساتھ ساتھ مفید مشورے بھی دیے۔ خصوصاً محترم پروفیسر حافظ محمد سعید، محترم حافظ عبد السلام بن محمد، محترم حافظ عبد المنان نور پوری، محترم حافظ صلاح الدین یوسف، محترم مفتی عبد الرحمٰن الرحمانی (رحمہ اللہ)، محترم الشیخ امین اللہ پشاوری، محترم مفتی مبشر احمد ربانی، محترم حافظ عبد اللہ رفیق، محترم الشیخ عبد العزیز آف کوئٹہ، محترم ابو سیف جمیل، محترم مفتی عبد الرحمٰن عابد، محترم مولانا گلزار احمد آف فیصل آباد حفظہم اللہ، ان میں سے بعض نے بالتفصیل اور بعض نے مختلف اجزا پڑھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

میں دار الاندلس کے رفیق ابو عمر محمد اشتیاق اصغر کا ممنون ہوں کہ جن کی نگرانی میں قرآن اور تفسیر کا یہ اہم ترین کام تکمیل کو پہنچا، نیز جنھوں نے بڑی لگن سے تہذیب و تصحیح کا کام سر انجام دیا۔ سید تنویر الحق بھائی کا سپاس گزار ہوں کہ جنھوں نے احادیث کی تحقیق و تخریج کا کام مکمل کیا اور محمد زاہد الرحمٰن بھائی کا ممنون ہوں کہ انھوں نے پروف خوانی کے

ساتھ ساتھ احادیث کی اصل کتب کے ساتھ مراجعت کا کام بھی کیا۔ ان کے علاوہ میں محمود الحسن اسد، حافظ یوسف سراج، حافظ سعید الرحمٰن اور فردوس جمال کا بھی سپاس گزار ہوں کہ جنھوں نے بڑی محنت سے پروف خوانی کا کام مکمل کیا۔ کمپوزنگ سیکشن کے رفقاء رضوان انس، محمد شفیق اور حافظ آصف رشید میرے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں کہ انھوں نے بڑی تیزی سے کمپوزنگ کے مختلف مراحل کو مکمل کیا۔ اسی طرح ڈیزائننگ سیکشن کے رفقاء ضیاء الرحمٰن، حافظ محمد احمد شاکر، عمر فاروق اور عمران ندیم کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنھوں نے شب و روز محنت کر کے قرآن حکیم کا بہترین متن تیار کیا اور پھر ہر لحاظ سے تفسیر کو جاذب نظر بنانے میں اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائے۔ [جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا]

دعا ہے کہ یہ تفسیر خیالوں کا رخ موڑے، دلوں میں انقلاب برپا کرے، ہر انسان کو قرآن کریم پڑھنے، سمجھنے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کا خوگر بنا دے اور اسے میرے لیے، میرے والدین اور اہل و عیال کے لیے اور جمیع مسلمانوں کے لیے اس دن کا زادِ راہ بنائے جب مال و دولت اور بیٹے کام نہیں آئیں گے، وہاں صرف وہی شخص سرخرو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قلبِ سلیم کے ساتھ حاضر ہوگا۔

﴿ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ١٥]

"اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جسے تو پسند کرتا ہے اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح فرما دے، بے شک میں نے تیری طرف توبہ کی اور بے شک میں حکم ماننے والوں سے ہوں۔"

« سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ »

« وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ »

الفقير إلى عفو ربه

ابونعمان سیف اللہ خالد

مرکز القادسیہ چوبرجی لاہور

٦ صفر المظفر ١٤٣١ھ۔ 22 جنوری 2010ء

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ، اَمَّا بَعْدُ !

حدیث رسول ﷺ میں کہا گیا ہے کہ اللہ جس شخص سے بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں، اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں۔ایک اور حدیث ہے کہ جس شخص سے اللہ بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں اسے دین کے لیے استعمال کر لیتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ جو بھی اخلاص اور احتساب کے ساتھ اللہ کے لیے کام کرنا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے توفیق عطا فرماتے ہیں، پھر جس قدر بندہ کوشش کرتا چلا جاتا ہے اسی قدر اللہ مدد کرتا ہے اور انسان ایسا کام کر جاتا ہے جس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ محترم بھائی سیف اللہ منکسر المزاج محنتی ساتھی ہیں۔اللہ نے انھیں منہج کی پختگی اور سوچ کی گہرائی عطا فرمائی ہے۔ہمیشہ مضبوط رائے پیش کرتے ہیں اور لگن سے کام کرتے ہیں۔اللہ ان کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے اور دین کا زیادہ سے زیادہ کام لے۔

جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے فارغ ہو کر لاہور آئے اور ایک مجلس میں خطاب فرمایا، مرکز الدعوۃ والارشاد کا دعوت و جہاد کا کام ابھی ابتدائی مراحل میں تھا، میں نے جب ان کا خطاب سنا تو بہت متاثر ہوا اور اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! اس بھائی کو ہمارا ساتھی بنا دے، تاکہ ہم مل کر تیرے دین کا کام کریں۔اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی اور جلد ہم اکٹھے کام کرنے لگے۔

سیف اللہ بھائی جماعت کے ہر مرحلے میں ساتھ چلے اور ہر مشکل میں آگے بڑھے۔اللہ نے ان سے کام لیا اور تفسیر قرآن کی بھی خاص توفیق عطا فرمائی۔اس عظیم کام پر اللہ ہم سب کو شکر کی توفیق عطا فرمائے اور بھائی کی محنت کو قبول فرمائے۔آمین!

سیف اللہ بھائی نے جب تفسیر کا کام شروع کیا تو چند اوراق دکھائے۔تفسیر کا اسلوب تو واضح تھا اور جس طرح انھوں نے کتاب کے مقدمہ میں اسلوب کی وضاحت کی ہے اسی کے مطابق تھا۔لیکن میں نے بھائی سے گزارش کی کہ عام اردو دان طبقے کے فائدے کے لیے استدلال کو زیادہ واضح کریں، تو انھوں نے اس کی طرف بھی خصوصی توجہ فرمائی اور جو حصے میں نے دیکھے ہیں، ان میں صاف نظر آتا ہے کہ جہاں خطباء کے لیے اس تفسیر میں آیات و احادیث کا اکٹھا مواد موجود ہے وہاں عام آدمی بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔مدلل بھی ہے اور جامع بھی۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک طویل تاریکی اور فکری کج روی کے بعد اب یہ سوچ پختہ ہوتی جا رہی ہے کہ اسلام کی اصل تعبیر وتفسیر صرف قرآن مجید اور حدیثِ رسول ہی سے ممکن ہے۔ چنانچہ اس عصری فکر وشعور کا بھی تقاضا ہے کہ مستند اور معیاری تفسیر اور تفہیم ہی کو عام کیا جائے، یہ اس لیے بھی ناگزیر ہے کہ آج کا تحقیقی ذہن غیر مستند چیز بالکل قبول نہیں کرتا۔ ایسے موقع پر تحقیق اور استناد کی حامل یہ تفسیر امید ہے بہت خیر کا باعث اور قبولیت کی حامل ثابت ہوگی۔ جہاں عوام الناس اس سے خاطر خواہ دینی اور شرعی رہنمائی لیں گے، وہیں علماء، خطباء اور طلباء بھی اس کی معاونت سے اپنے وعظ وتبلیغ اور درس وارشاد کے ذریعے سے معیاری مواد لوگوں تک پہنچا سکیں گے۔ مساجد میں دروسِ قرآن کے ذریعے دعوتِ دین کا فروغ بھی اس سے آسان ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ مسلمانوں کے عقیدہ وعمل میں اصلاح فرمائے اور اس کاوش کو نجات کا موجب بنائے۔ آمین!

پروفیسر حافظ محمد سعید

امیر جماعۃ الدعوۃ پاکستان

۲۹ ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ

تقدیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ قَالَ : ثُمَّ إِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَلَیْهِ قُرْآنَهٗ، وَ عَلٰی آلِهٖ وَ أَصْحَابِهٖ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا هُدَیَهٗ وَ تِبْیَانَهٗ . أَمَّا بَعْدُ !

اللہ تعالیٰ نے ذکر کتاب وحکمت قرآن وسنت کی صیانت وحفاظت کا ذمہ خود اٹھایا اور فرمایا: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر: ۹] ”بے شک ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔“ یہ حفاظت، حفاظت لفظی اور حفاظت معنوی دونوں کو شامل ہے، اللہ تعالیٰ کی خبر سچ ہی سچ ہوتی ہے: ﴿ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴾ ایک مقام پر فرمایا: ﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ﴾ تو آج تک ذکر کتاب وحکمت قرآن وسنت کے الفاظ بھی محفوظ ہیں اور معانی بھی محفوظ ہیں اور تا قیامت یہ دونوں محفوظ رہیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سال دو سال صدی دو صدی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھایا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے۔

الفاظ کے محفوظ ہونے کو تو عام لوگ بھی سمجھ رہے ہیں، معانی کا محفوظ ہونا اس طرح ہے کہ سنت وحدیث میں تفصیل وتوضیح ہوتی ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ جیسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے، ویسے ہی قرآن مجید کے معانی بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴾ یہ بیان، بیان الفاظ اور بیان معانی دونوں کو متناول ہے کچھ آیات کا بیان تو قرآن مجید میں موجود ہے باقی آیات کا بیان سنت وحدیث میں آ جاتا ہے اور سنت وحدیث بھی وحی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ ﴾ تو ﴿ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے جس بیان کا ذمہ اٹھایا تھا وہ ذمہ پورا پورا نبھا دیا اور قرآن مجید کو بیان فرما دیا ہم اگر اس بیان الٰہی کو جاننا پہچاننا چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح وحسن سنت وحدیث کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

ان دو طریقوں سے قرآن مجید کے بیان کو ہمارے بھائی اور دوست مولانا سیف اللہ خالد صاحب حفظه الله تعالیٰ و بارك في علمه و عمله و رزقه و عمره وولده نے اپنی اس تفسیر میں جمع فرما دیا ہے۔

اس فقیر الی اللہ الغنی نے اس تفسیر کے چوتھے پارے کے پہلے ربع کو از اول تا آخر لفظ بلفظ بغور پڑھا اور چند مقامات پر اصلاحی نوٹ بھی لکھے۔ خواص وعوام کو چاہیے کہ رطب ویابس پر مشتمل کتب کو چھوڑ کر اس جیسی تفاسیر وکتب کو زیر مطالعہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس تفسیر کو علماء، خطباء، طلباء، وکلاء، امراء، واعظین، صانعین، تاجرین، زارعین اور تمام خواص وعوام میں مقبول بنائے اور اس کے مؤلف کو دین حنیف کی نشر واشاعت اور خدمت کی مزید توفیق سے نوازے۔ آمین! یارب العالمین!

وَ یَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ آمِیْنَا

حافظ عبد المنان نورپوری

مدرس جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

١٧/٢/١٤٣١ھ

تقریظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ!

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی گمراہی کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی بیان فرمایا کہ وہ اللہ کی کتاب پڑھتے ہوئے، یا اس کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی طرف سے کئی باتیں اس میں شامل کر دیتے اور باور یہ کرواتے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں، حالانکہ وہ ہرگز اللہ کی طرف سے نہیں ہوتی تھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ٧٨] ”اور بے شک ان میں سے یقیناً کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب (پڑھنے) کے ساتھ اپنی زبانیں مروڑتے ہیں، تاکہ تم اسے کتاب میں سے سمجھو، حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں اور اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔“

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے بڑا ظالم اس شخص ہی کو قرار دیا جو اللہ تعالیٰ کے ذمے وہ بات لگائے جو اس نے نہیں فرمائی: ﴿ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴾ [الزمر : ٣٢] ”پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور سچ کو جھٹلایا جب وہ اس کے پاس آیا، کیا ان کافروں کے لیے جہنم میں کوئی ٹھکانا نہیں۔“

اس میں مشرک بھی شامل ہیں، کیونکہ شرک سب سے بڑا جھوٹ ہے اور اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول کے ذمے وہ بات لگانے والے بھی جو انھوں نے نہیں فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی کہ امت مسلمہ بھی اپنے پیشرو اہل کتاب کے نقش قدم پر چلے گی، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یقیناً تم اپنے سے پہلی امتوں کی ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ (یعنی تم ہر معاملہ) میں ان کی اتباع کرو گے، حتیٰ کہ اگر وہ کسی گوہ کے بل میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی پیروی کرو گے۔“ صحابہ نے پوچھا، یا رسول اللہ! کیا اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟ فرمایا: ”تو اور کون (ہو سکتے ہیں)؟“ [بخاری، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ : لتتبعن سنن من كان قبلكم : ٧٣٢٠]

چنانچہ قرآن کی تفسیر اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں بھی ایسا ہی ہوا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے صاف فرما دیا تھا: ''جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ : ۱۱۰]

مگر اس تہدید کے باوجود بہت سے بدعقیدہ مفسرین نے قرآن کو اپنے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ اہل کتاب کا فریب تو چل گیا مگر امت محمد ﷺ چونکہ آخری امت تھی، اس کے بعد کسی نبی یا کسی شریعت نے اصلاح کے لیے نہیں آنا تھا، سو رسول اللہ ﷺ پر اترنے والی وحی کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھا لیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر : ۹] ''بے شک ہم نے ہی یہ نصیحت نازل کی ہے اور بے شک ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لیے وہ انتظام فرمایا جو نہ پہلے کسی چیز کے لیے ہوا نہ بعد میں۔ چنانچہ ہر بات کے لیے سند کا مطالبہ، اسماء الرجال کا علم، اصول حدیث اور احادیث کی تدوین کے لیے محدثین کی محنت اسلام کا معجزہ ہے۔ اس لیے اگرچہ کتاب اللہ کی تفسیر میں یا حدیث رسول ﷺ میں بہت سے لوگوں نے بہت سی باتیں اپنی طرف سے شامل کرنے کی کوشش کی، مگر متقدمین مفسرین مثلاً امام المفسرین الطبری اور دوسرے مفسرین نے ہر بات سند سے بیان کی تھی، جس سے سچ اور جھوٹ کو الگ الگ کرنا آسان ہو گیا، پھر قرآن کی تفسیر کا سب سے بڑا ذریعہ خود قرآن مجید اور محدثین کے مرتب کردہ صحیح احادیث کے مجموعے تھے، اس لیے اہل علم کو صحیح تفسیر کی تلاش میں کوئی خاص مشکل پیش نہیں آئی۔

انھی خوش نصیب لوگوں میں ہمارے عزیز بھائی سیف اللہ خالد ہیں، جنھوں نے اپنی تفسیر میں قرآن مجید اور صحیح روایات کی پابندی کی ہے۔ ان کی اپنی تفہیم میں ممکن ہے کوئی اجتہادی خطا ہو گئی ہو، اس پر بھی وہ اپنی کوشش کی وجہ سے ایک اجر ضرور پائیں گے، مگر عوام اور خطباء کے لیے انھوں نے آیات اور صحیح احادیث کا جو ذخیرہ جمع کر دیا ہے، یقیناً وہ انھیں بہت سی کتابوں سے بے نیاز کر دے گا۔ یقیناً یہ تفسیر ان عوام اور اہل علم کے لیے ایک شاندار تحفہ ہے جو نہ زیادہ تفسیروں کا مطالعہ کر سکتے ہیں اور نہ صحیح اور ضعیف کی پڑتال کی استعداد رکھتے ہیں، یا رکھتے ہیں تو اتنا وقت نہیں نکال پاتے، ان سب کے لیے قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے اور کسی درس یا خطبہ یا تحریر کی تیاری کے لیے یہ تفسیر بہترین معاون ثابت ہو گی، باقی خطا سے کون پاک ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی خطائیں معاف فرمائے۔ (آمین!)

اپنی تفسیر کا تفصیلی تعارف خود مؤلف نے کروا دیا ہے اور وہ ان شاء اللہ کافی ہے۔

(حافظ) عبد السلام بن محمد
جامعۃ الدعوۃ الاسلامیہ مرکز طیبہ مریدکے

۲۵ ذوالحجة ، ۱۴۳۰ھ

تقریظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ !

مولانا سیف اللہ خالد ﷾ مدیر دارالاندلس کی زیر نظر تفسیر مشہور و متداول تفاسیر سے یکسر مختلف ہے۔ عام تفاسیر کا اسلوب اور طرز بالعموم یہ ہے کہ مفسر قرآن مجید کی آیت کی تفسیر اپنے علم وفہم کی روشنی میں کرتا ہے اور اس ضمن میں اس سے ملتی جلتی آیات قرآنی اور احادیث نبویہ سے بھی استدلال کرتا ہے۔ یہ ان مفسرین کا انداز ہے جو صحیح منہج وتعبیر کے حامل ہیں۔

دوسری قسم کے مفسرین وہ ہیں جو فکری زیغ وضلال کا شکار ہیں اور قرآن کریم کے مجموعی مفاہیم ومطالب اور احادیث سے یکسر بے پروا اور اپنی رائے اور اُپج کو سب سے زیادہ اہمیت دینے والے۔ ان کی تفاسیر " ضَلُّوْا وَ اَضَلُّوْا " کا مصداق ہیں۔ [اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا]

یہ تفسیر اگرچہ اول الذکر تفاسیر میں سے ہے، لیکن ایک اعتبار سے ان سے مختلف ہے کہ اس میں تفسیر کے طور پر صرف اور صرف وہ آیات واحادیث جمع کر دی گئی ہیں جو آیتِ زیر بحث سے متعلق ہیں اور فاضل مفسر کی طرف سے توضیح کا مختصر اہتمام کیا گیا ہے۔ گویا یہ تفسیر، تفسیر القرآن بالقرآن یا تفسیر القرآن بالاحادیث کی آئینہ دار ہے۔ اس اعتبار سے علماء وخطباء کے لیے بالخصوص یہ تفسیر بہت مفید ہے۔

دوسری خوبی اس تفسیر کی یہ ہے کہ یہ ضعیف اور موضوع اور اسی طرح کی بے سروپا اسرائیلی روایات سے پاک ہے اور اس میں صرف صحیح یا حسن روایات ہی کا التزام کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف ﷾ کی اس علمی کاوش کو قبول فرمائے اور عوام وخواص کے لیے اس کو زیادہ سے زیادہ مفید اور مؤثر بنائے۔ بلاشبہ اردو تفاسیر میں یہ تفسیر ایک اچھا اضافہ اور منفرد نوعیت کی حامل ہے۔

[جَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا وَ عَنْ جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرَ الْجَزَاءِ]

(حافظ) صلاح الدین یوسف

مدیر: شعبہ تحقیق وتالیف دارالسلام لاہور

ذوالحجة ۱۴۳۰ھ۔ نومبر ۲۰۰۹ء

ابتدائیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِینَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ، اَمَّا بَعْدُ !

قرآن حکیم وہ مقدس، لازوال اور لاریب کتاب ہے، جسے انسانوں کے لیے رشد و ہدایت بنا کر نازل کیا گیا ہے۔ اس کی مثل و نظیر لانے سے دنیا عاجز و درماندہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس میں تدبر و تفکر کی دعوت دی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا ﴾ [النساء : ۸۲] ”تو کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے اور اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔“ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ وَ لِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [صٓ : ۲۹] ”یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تاکہ وہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔“ ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴾ [محمد : ۲٤] ”تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے، یا کچھ دلوں پر ان کے قفل پڑے ہوئے ہیں؟“

اہل علم پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے کلام کے معانی و مفاہیم کی عقدہ کشائی کریں، اس کی صحیح نہج پر تفسیر بیان کریں اور اس کے علوم و معارف سے عامۃ الناس کو آگاہ کریں، کیونکہ اللہ کی کتاب علم و آگہی، اسرار و رموز، رشد و ہدایت اور تصفیہ و تزکیہ کا خزانہ ہے۔ کلام الٰہی کے بحر بے کنار میں غوطہ زنی کرنا اور اس کے انمول موتیوں سے عوام و خواص کی جھولیاں بھرنا اہل علم کے ذمے ہے۔

اس کتاب سے اعراض کرنا اور اس کی تفہیم و تعلیم سے دور رہنا اپنے آپ کو جہنم کے عمیق گڑھوں میں گرانے کے مترادف ہے۔ دنیا میں بے شمار اور ان گنت و لاتعداد افراد نے اس کلام کی تعبیر و توضیح کرنے کی سعی کی ہے، لیکن کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کے کلام کی تفسیر کو سلف صالحین کے منہج سے ہٹ کر اپنی آراء و قیاسات اور عقل نارسا کی بھینٹ چڑھا دیا اور احادیث صحیحہ اور آثار حسنہ کی پروا کیے بغیر اپنی من مانی کی۔

حالانکہ ہمارے اسلاف اللہ کی کتاب میں اپنی عقلی تعبیریں بیان کرنے سے اجتناب کرتے تھے، ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں: ” أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ سُئِلَ عَنْ آیَةٍ لَوْ سُئِلَ عَنْهَا بَعْضُكُمْ فَقَالَ فِیْهَا فَأَبٰی أَنْ یَقُوْلَ فِیْهِ “ [تفسیر طبری :

١/ ٦٢، ٦٣، رقم : ٩٨، ط دارالحديث العلمية بيروت] ’’بلاشبہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے اس کے بارے میں کچھ کہنے سے انکار کر دیا، اگر تم میں سے کسی سے اس کے بارے میں سوال کیا جاتا تو وہ اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ کہہ دیتا۔‘‘

یعنی قرآن حکیم کی جن آیات کے بارے میں انھیں صحیح علم ہوتا اس کی تفسیر بیان کرتے اور جن آیات کے بارے میں علم نہ ہوتا اپنی مرضی اور آراء سے ان کی تفسیر بیان نہیں کرتے تھے۔

قرآن حکیم کے تعلیم و تعلم کے لیے عقل و خرد سے کام لینے کا ضرور کہا گیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی کی عقل کو اپنی کتاب پر حاکم نہیں بنایا، عقل اللہ کے کلام کو سمجھنے کے لیے دی گئی ہے، اس کا معنی و مفہوم بدلنے کے لیے نہیں، چنانچہ اگر کوئی آیت سمجھ میں نہ آئے تو اس پر مزید تفکر و تدبر کیا جائے اور اہل علم سے رجوع کر کے اس کی تفسیر تو معلوم کی جائے لیکن اپنی عقلی تاویلوں کے ذریعے اللہ کی کتاب میں رائے زنی ہرگز نہ کی جائے۔ جب لوگ قرآن حکیم کی تفسیر اپنی آراء، قیاسات اور عقلی تاویلوں سے کرنا شروع کر دیتے ہیں تو اس سے گمراہی کے دروازے کھلتے ہیں اور ہر کوئی اپنی من مانی تفسیر اخذ کرنے لگتا ہے۔ ہمارے ملک میں کتنے ہی ایسے گروہ ہیں جو کتاب اللہ کی تفسیر صرف اپنی آراء سے کرتے ہیں اور اسے اللہ کی مراد گردانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے، اس کی تفسیر وہی کر سکتا ہے جو اس کے مساوی ہو یا اس سے اونچا ہو، جب اللہ کے نہ کوئی مساوی اور برابر ہے اور نہ اس سے کوئی اونچا ہی ہے تو پھر اللہ کی کتاب کی تفسیر بھی کوئی نہیں کر سکتا، صرف قرآن ہی قرآن کی تفسیر کرتا ہے۔ یہ کہہ کر ایسے لوگ اپنی عقل نارسا کے ساتھ قرآن کی تفسیر کرتے ہیں اور اسے اللہ کی تفسیر باور کراتے ہیں۔ اسی گمراہی اور ضلالت سے بچنے کے لیے اسلاف نے قرآن کی تفسیر کا جو سب سے احسن طریقہ ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر قرآن حکیم نے ایک مقام پر کوئی بات اجمالاً بیان کی ہے اور دوسرے مقام پر تفصیلاً ذکر کر دی ہے، تو ان آیات کو مدنظر رکھا جائے، تاکہ قرآن کی تفسیر قرآن سے ہو، پھر اس کے بعد اس آیت کی تفسیر کے لیے سنت و حدیث کی طرف رجوع کیا جائے، اس لیے کہ مستند حدیث قرآن کی شارح اور وضاحت کرنے والی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ﴾ [النساء : ١٠٥] ’’بے شک ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، تاکہ تو لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ نے تجھے دکھایا ہے۔‘‘ نیز فرمایا: ﴿ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ﴾ [النحل : ٦٤] ’’اور ہم نے تجھ پر کتاب نازل نہیں کی، مگر اس لیے کہ تو ان کے لیے وہ بات واضح کر دے جس میں انھوں نے اختلاف کیا ہے۔‘‘ سورۂ نحل میں فرمایا: ﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ﴾ [النحل : ٤٤] ’’اور ہم نے تیری طرف یہ نصیحت اتاری، تاکہ تو لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دے جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔‘‘

سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(لوگو!) سن لو! بے شک مجھے قرآن دیا گیا ہے اور

اس کے ساتھ اس کی مثل بھی۔'' [مسند أحمد : ١٣١/٤، ح : ١٧١٧٩۔ أبو داوٗد، کتاب السنة، باب في لزوم السنة: ٤٦٠٤]

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : " فَكَانَ السُّنَّةُ بِمَنْزِلَةِ التَّفْسِيرِ وَالشَّرْحِ لِمَعَانِي أَحْكَامِ الْكِتَابِ " [الموافقات : ١٠/٤] ''گویا کہ سنت اللہ کی کتاب کی تفسیر اور شرح کے مقام و منزلت پر ہے۔''

احادیث وسنن کے بغیر قرآن کے اجمال کو سمجھنا اور آیات کا موقع ومحل پہچاننا ایک صعب اور دشوار بلکہ ناممکن عمل ہے۔ علامہ عبدالجبار عمر پوری رحمہ اللہ نے کیا ہی خوب کہا: ''دل کی کوئی بات بغیر زبان کے ظاہر نہیں ہوسکتی اور زبان بغیر دل کے اشارہ وارادہ کے حرکت نہیں کرسکتی، یہی کیفیت قرآن وحدیث کی ہے، قرآن جہان میں ایسے ہے جیسے انسان کے اندر دل اور حدیث ایسے ہے جیسے منہ میں زبان۔ قرآن قانون وقاعدہ کلی مقرر کرنے والا ہے اور حدیث اس کی شرح و تفصیل کرنے والی اور اس کی جزئیات وفروعات کھولنے والی ہے۔'' [عظمت حدیث، ص : ٤٥، ٤٦]

لہٰذا قرآن وحدیث آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ہلاکت وگمراہی ہے، صاحب عقیدہ طحاویہ راقم ہیں: " كُلُّ مَنْ قَالَ بِرَأْيِهِ وَ ذَوْقِهِ وَ سِيَاسَتِهِ مَعَ وُجُودِ النَّصِّ أَوْ عَارِضِ النَّصِّ بِالْمَعْقُولِ فَقَدْ ضَاهِي إِبْلِيسَ حَيْثُ لَمْ يُسَلِّمْ أَمْرَ رَبِّهِ، بَلْ قَالَ : ﴿ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ﴾ [الأعراف : ١٢] وَ قَالَ تَعَالَى : ﴿ مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۖ وَمَن تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ﴾ [النساء : ٨٠] وَ قَالَ تَعَالَى: ﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ [آل عمران : ٣١] وَ قَالَ تَعَالَى : ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ [النساء : ٦٥] أَقْسَمَ سُبْحَانَهُ بِنَفْسِهِ أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوا نَبِيَّهُ وَ يَرْضَوْا بِحُكْمِهِ وَ يُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا " [شرح العقيدة الطحاويه : ص ٢٠٧، ٢٠٨] ''ہر وہ شخص جس نے نص کی موجودگی میں یا معقولات کے ساتھ نص کا معارضہ کرتے ہوئے اپنی رائے، ذوق اور سیاست سے بات کہی، اس نے ابلیس کے ساتھ مشابہت کی، اس نے اللہ کا امر تسلیم نہ کیا، بلکہ کہا: ''میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو رسول کی فرماں برداری کرے تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس نہیں! تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تجھے اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر

اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو فیصلہ کرے اور تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی قسم کھا کر فرما دیا ہے کہ جب تک لوگ اس کے نبی کا فیصلہ تسلیم نہیں کرتے اور اس کے حکم پر راضی نہیں ہوتے اور اچھے طریقے سے مان نہیں جاتے تو ایمان دار نہیں ہو سکتے۔''

لہٰذا نبی کریم ﷺ کے کیے ہوئے فیصلوں اور آپ کے ارشادات عالیہ اور افعال حسنہ اور تقاریر جیدہ کو جو لوگ تسلیم نہیں کرتے وہ اپنے ایمان کی فکر کریں، حدیث وسنت ہی سے قرآن کی صحیح تعبیر وتوضیح ہوتی ہے، اللہ کی کتاب کے بعد منبع رشد وہدایت یہی حدیث وسنت ہے۔ محض زبان دانی اور عربی کلام پر مہارت وقدرت تفسیر قرآن کے لیے کافی نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زبان ولسان سے اچھی طرح واقف تھے، ان کی مادری زبان عربی تھی، لیکن پھر بھی وہ قرآن کی تشریح و توضیح کے لیے سنت نبوی کے محتاج تھے اور اللہ کے رسول ﷺ ہی سے قرآن کی تفسیر وتوضیح معلوم کرتے تھے۔

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو احادیث رسول کو اخبار، احاد اور ظنیات سے تعبیر کر کے پس پشت ڈال دیتے ہیں اور اس کے بعد اپنی ناقص عقل کو حاکم بنا کر فیصلہ کرنے لگ جاتے ہیں اور اس سلسلۂ ضلالت میں کئی بڑے بڑے نام نہاد مفسروں کے نام آتے ہیں، جن کا کام ہی احادیث رسول پر تیشہ زنی کرنا اور عقلی گھوڑے دوڑا کر ضلالت و گمراہی کے دروازے کھولنا اور پھر وہ بزعم خود علامۃ الزماں بن کر اپنی آراء کے نشتر اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری جیسی کتب کو بھی معاف نہیں کرتے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے حدیث کی عقائد واحکام میں اہمیت پر ایک مختصر اور جامع کتاب مرتب کی ''اَلْحَدِيْثُ حُجَّةٌ بِنَفْسِهِ فِي الْعَقَائِدِ وَ الْأَحْكَامِ '' اور اس میں ناقابل تردید دلائل و براہین سے واضح کیا کہ جب کوئی حدیث وسنت رسول مکرم ﷺ سے اسانید صحیحہ وحسنہ سے ثابت ہو جائے تو اس سے عقیدہ بھی ثابت ہوتا ہے اور احکامات شرعیہ بھی۔ اسی طرح اس موضوع پر ان کی ایک دوسری کتاب بھی ہے'' مَنْزِلَةُ السُّنَّةِ فِي الْإِسْلَامِ وَ بَيَانِ أَنَّهُ لَا يُسْتَغْنَى عَنْهَا بِالْقُرْآنِ '' ''اسلام میں سنت کی قدر وقیمت اور اس بات کا بیان کہ قرآن کے ساتھ اس سے استغنا نہیں برتا جا سکتا۔''

سنت وحدیث قرآن کے اجمال کی تفصیل، اس کے عموم کی تخصیص اور مطلق کی تقیید کرتی ہے، اس کے بغیر فہم قرآن ممکن نہیں، تفصیل کا شائق و طالب ان کتب کا مطالعہ ضرور کرے۔ اللہ تعالیٰ صحیح فہم نصیب فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔ آمین!

اگر کسی آیت کریمہ کی تفسیر احادیث وسنن سے معلوم نہ ہو رہی ہو تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پھر ان کے معروف ترین تلامذہ سے رہنمائی لی جا سکتی ہے۔

بہر کیف سلف صالحین کے اسی منہج کو سامنے رکھ کر ہماری جماعت کے روحِ رواں، فاضل نوجوان، دارالاندلس کے مدیر،

محترم المقام سیف اللہ خالد ﷾ نے قرآن حکیم کی تفسیر مرتب کی ہے، جس میں مقدور بھر احادیث صحیحہ کو جمع کر دیا ہے۔ انداز اور اسلوب کی توضیح انھوں نے مقدمہ میں کر دی ہے۔ میں نے اس تفسیر کا تیسرا پارہ چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھ کر قرۃ العین حاصل کی ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف و جامع کی اس کوشش و کاوش کو درجۂ قبولیت پر فائز کرے اور انھیں مزید ایسے عالی شان اور بلند مرتبہ کام کرنے کی ہمت وتوفیق عنایت کرے۔ یہ قرآن کی خدمت میں ایک عظیم قدم اور تفسیر بالماثور کا عظیم شاہکار ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ان کے حق میں شافع بنائے اور تمام دیگر احباب کو اس سے کماحقہ فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے۔ آمین!

ابوالحسن مبشر احمد ربانی عفی اللہ عنہ

سورۃ الفاتحۃ مکیۃ

سورۂ فاتحہ کے شان نزول کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک دن جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے اپنے اوپر کی طرف سے بڑے زور سے دروازہ کھلنے کی آواز سنی، انھوں نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: ''آج آسمان کا وہ دروازہ کھلا ہے، جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا اور اس سے ایک فرشتہ اترا ہے۔'' پھر فرمایا: ''اس دروازے سے یہ فرشتہ زمین پر اترا ہے، یہ آج کے دن سے پہلے کبھی نہیں اترا۔'' اس فرشتے نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) سلام کیا اور کہا: ''آپ کو ان دو نوروں کی خوشخبری ہو جو آپ کو عنایت ہوئے ہیں یہ آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے، ان میں سے ایک سورۃ الفاتحہ ہے اور دوسرا نور ہے سورۂ بقرہ کی آخری آیات۔ آپ جب بھی ان دونوں میں سے کوئی حرف تلاوت کریں گے تو آپ کو مانگی ہوئی چیز ضرور عطا کر دی جائے گی۔'' [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل الفاتحۃ و خواتیم سورۃ البقرۃ ...... الخ : ۸۰۶]

سورۂ فاتحہ قرآنِ مجید کی سب سے زیادہ عظمت والی سورت ہے، جیسا کہ سیدنا ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، میں اسی وقت حاضر نہ ہوا (بلکہ نماز پڑھ کر گیا) اور عرض کی کہ یارسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا (اس وجہ سے دیر ہوئی) تو آپ نے فرمایا: ''کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿ اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ﴾ [الأنفال : ۲٤] ''تم اللہ کی اور رسول کی دعوت قبول کرو، جب وہ تمھیں بلائے۔'' پھر مجھ سے فرمایا: ''تیرے مسجد سے باہر جانے سے پہلے میں تجھے قرآن کی ایک ایسی سورت بتاؤں گا جو (اجر و ثواب میں) ساری سورتوں سے بڑھ کر ہے۔'' پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، جب آپ نے باہر آنے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میں تم کو ایک سورت بتلاؤں گا جو قرآن کی سب سورتوں سے بڑھ کر ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ سورت ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ہے، یہی السبع المثانی (یعنی سات آیتیں ہیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں) اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔'' [بخاری ، کتاب التفسیر، باب ما جاء فی فاتحۃ الکتاب : ٤٤٧٤]

اس سورۂ کریمہ کے پڑھ کر پھونکنے سے یعنی دم سے سانپ وغیرہ کے زہر کا اثر اللہ کے حکم سے ختم ہو جاتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرب کے ایک قبیلہ کے پاس سے کچھ صحابہ کا گزر ہوا، قبیلہ والوں نے صحابہ کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا، اسی اثنا میں ان کے سردار کو بچھو (یا سانپ) نے کاٹ لیا۔ قبیلہ والوں نے صحابہ سے کہا، تمھارے پاس کوئی دوا ہو، یا تم لوگوں میں کوئی دم جھاڑ کرنے والا شخص ہو؟ صحابہ نے کہا، تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، لہٰذا جب تک تم ہمیں کچھ مال نہ دو گے ہم علاج نہیں کریں گے۔ اس پر ان لوگوں نے کچھ بکریاں دینے کا وعدہ کیا تو ایک شخص نے سورۂ فاتحہ پڑھنی شروع کی اور ساتھ ساتھ وہ تھوک جمع کرتا اور (متاثرہ جگہ) تھتکارتا جاتا، تو یوں سردار اچھا ہو گیا۔ وہ بکریاں لے کر آئے تو بعض صحابہ نے کہا، ہم بکریاں نہیں لیں گے، جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہ کر لیں۔ واپسی پر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مسکرا دیے اور اس شخص سے فرمایا: ''تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ سورت رقیہ (دم) ہے؟ (تم نے ٹھیک کیا) یہ بکریاں لے لو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ نکالو۔''
[بخاری، کتاب الطب، باب الرقی بفاتحة الکتاب : ۵۷۳۶۔ مسلم، کتاب السلام، باب جواز أخذ الأجرة علی الرقیة بالقرآن والأذکار : ۲۲۰۱]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ رُقیہ ہے، اس کے ذریعے سے دم کر کے علاج کیا جا سکتا ہے۔ نیز واضح ہوا کہ وقتِ ضرورت قرآن مجید پر اجرت لینا جائز ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجرت کا مطالبہ اس لیے کیا تھا کہ اہل بستی نے ان کی مہمانی سے انکار کر دیا تھا، لہٰذا جائز دم کرنا اور اس کی اجرت لینا جائز ہے، لیکن اسے ایک مستقل پیشہ بنا لینا ثابت نہیں۔ پھر مہمل الفاظ سے تعویذ لکھنا، انھیں پانی میں گھول کر پلانا، گلے میں لٹکانا یا کسی دوسری جگہ باندھنا، تو ایسے کام شرعاً حرام ہیں۔

سورۂ فاتحہ ہی نماز ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے۔ بندہ جب کہتا ہے: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری تعریف کی ہے اور جب کہتا ہے: ﴿ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری ثنا کی ہے اور جب کہتا ہے: ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور یوں بھی فرماتا ہے کہ میرے بندے نے (اپنا معاملہ) میرے سپرد کر دیا۔ بندہ جب کہتا ہے: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے اور جب بندہ یہ کہتا ہے: ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ تو اللہ فرماتا ہے، یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے

لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے۔'' [مسلم ، کتاب الصلوۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ...... الخ : ۳۹۵]

تورات وانجیل اور قرآن مجید میں سورۂ فاتحہ کی مثل کوئی سورت نہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ میں تمھیں ایک ایسی سورت سکھاؤں کہ اس جیسی سورت نہ تورات میں نازل ہوئی، نہ زبور میں، نہ انجیل میں اور نہ قرآن میں۔'' ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ہاں! اے اللہ کے رسول! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں امید کرتا ہوں کہ تم اس دروازے سے نہ نکلنے پاؤ گے کہ وہ تمھیں سکھا دی جائے گی۔'' سیدنا ابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ سے بات کرنے لگے، میں آہستہ آہستہ چل رہا تھا، اس ڈر سے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بات ختم کرنے سے پہلے (دروازہ پر) نہ پہنچ جائیں۔ جب ہم دروازے کے قریب پہنچے تو میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! وہ کون سی سورت ہے جس کے بتانے کا آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نماز میں کیا پڑھتے ہو؟'' سیدنا ابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے سورۃ الفاتحہ پڑھ کر سنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ نے اس سورت کے مثل نہ تورات میں کوئی سورت نازل کی، نہ انجیل میں، نہ زبور میں اور نہ فرقان (قرآن) میں اور بے شک وہ سبع مثانی ہے۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۴۱۲، ۴۱۳، ح : ۹۳۶۴۔ ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل فاتحۃ الکتاب : ۲۸۷۵]

ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے، جیسا کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب وجوب القراءۃ للإمام والمأموم ...... الخ : ۷۵۶۔ مسلم، کتاب الصلوۃ ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ...... الخ : ۳۹۴]

ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا، جیسا کہ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب یقرأ فی الأخریین بفاتحۃ الکتاب : ۷۷۶]

امام کے پیچھے بھی سورۂ فاتحہ ضروری ہے، جیسا کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور آپ کے لیے تلاوت قرآن مشکل ہو گئی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''شاید تم اپنے امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے ہو؟'' ہم نے کہا، ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''سوائے فاتحہ کے اور کچھ نہ پڑھا کرو، کیوں کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے۔'' [ترمذی، کتاب الصلوۃ، باب ما جاء فی القراءۃ خلف الإمام : ۳۱۱۔ أبو داوٗد، کتاب الصلوۃ، باب من ترک القراءۃ فی صلٰوتہ بفاتحۃ الکتاب : ۸۲۳]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں سوچتا تھا کہ قرآن کا پڑھنا مجھ پر دشوار

کیوں ہوتا ہے (پھر میں نے جان لیا کہ تمھارے پڑھنے کی وجہ سے دشوار ہوا) پس جب میں جہراً پڑھوں (جہری نماز میں) تو قرآن سے سورۂ فاتحہ کے علاوہ کچھ بھی نہ پڑھو۔'' [أبو داؤد، کتاب الصلوۃ ، باب من ترك القراءة فی صلوته بفاتحة الکتاب : ۸۲٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ (نماز) ناقص ہے، ناقص ہے، ناقص ہے، نامکمل ہے۔'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں (تو کیا پھر بھی پڑھیں)؟ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، (ہاں!) تب تو اس کو دل میں پڑھ۔[مسلم، کتاب الصلوۃ، باب وجوب القراءة فی کل رکعة ...... الخ : ۳۹۵]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو نماز پڑھائی۔ فارغ ہو کر ان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: ''کیا تم اپنی نماز میں امام کی قراءت کے دوران میں کچھ پڑھتے ہو؟'' سب خاموش رہے۔ تین بار آپ نے ان سے یہی پوچھا، تو انھوں نے جواب دیا، جی ہاں! ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ایسا نہ کیا کرو، بلکہ تم صرف سورۂ فاتحہ دل میں پڑھ لیا کرو۔'' [ابن حبان : ۱۸٤٤۔ السنن الکبریٰ للبیهقی : ۱٦٦/۲]

ان صحیح احادیث کی رو سے ہر نمازی کے لیے ہر نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا لازمی ہے۔ نمازی خواہ امام ہو، یا مقتدی، یا منفرد، اگر وہ سورۂ فاتحہ نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد جگہ بندوں کو شیطان کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴾ [النحل : ۹۸] ''پس جب تو قرآن پڑھے تو مردود شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کر۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [الأعراف : ۲۰۰] ''اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بے شک وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴾ [المؤمنون : ۹۷، ۹۸] ''اور تو کہہ اے میرے رب! میں شیطانوں کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے میرے رب! میں اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آموجود ہوں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان مردود سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ شیطان انسان کا ایسا رذیل دشمن ہے جو کسی بھی بھلائی اور احسان کو نہیں مانتا اور ہر وقت اس کے خلاف سازش میں لگا رہتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ شیطان مردود کے شر سے پناہ مانگنے کے صحیح احادیث سے اخذ کردہ چند مقامات

درج ذیل ہیں۔

نماز شروع کرتے وقت شیطان کے شر سے پناہ طلب کرنا، جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو قیام فرماتے تو نماز شروع کرتے ہوئے ''اللہ اکبر'' کہتے، پھر یہ پڑھتے : « سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ تَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالٰى جَدُّكَ، وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ » ''میں پاکی بیان کرتا ہوں تیری اے اللہ! تیری ہی حمد و ثنا کے ساتھ، تیرا نام بہت برکت والا ہے، تیری شان بہت بلند و بالا ہے اور تیرے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں۔'' پھر آپ تین بار '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پڑھتے، پھر یہ پڑھتے : « أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَ نَفْخِهٖ »، پھر تین بار ''اللہ اکبر'' کہتے، پھر یہ پڑھتے : « اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ » ''میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں جو سننے والا، جاننے والا ہے شیطان مردود سے، یعنی اس کے وسوسے سے اور اس کی پھونک اور اس کے جادو سے۔'' [مسند أحمد : ۳/ ۵۰، ح : ۱۱۴۷۹۔ أبو داؤد، کتاب الصلوة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم و بحمدك : ۷۷۵۔ ترمذی ، کتاب الصلوة، باب ما يقول عند افتتاح الصلوة : ۲۴۲]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے : « اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ » ''اے اللہ! بے شک میں تیری پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے اور اس کے وسوسے سے، اس کے تکبر اور اس کے جادو سے۔'' [ابن ماجه، کتاب إقامة الصلوات، باب الاستعاذة في الصلوة : ۸۰۸]

غصہ کے وقت اللہ کی پناہ طلب کرنا، جیسا کہ سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ دو آدمیوں نے آپس میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ ایسا کرتے ہوئے ان میں سے ایک تو اس قدر غصے میں تھا کہ غصے کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ اسے پڑھ لے تو اس کا غصہ ختم ہو جائے اور وہ کلمہ یہ ہے: « اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ »'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس شخص سے کہا، کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں سنا؟ اس نے جواب دیا کہ میں مجنون نہیں ہوں۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب : ۶۱۱۵۔ مسلم، کتاب البر والصلة ، باب فضل من يملك نفسه عند الغضب...... الخ : ۲۶۱۰]

بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت اللہ کی پناہ طلب کرنا، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا میں داخل ہوتے تو فرماتے : « اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ » ''اے اللہ! میں ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب الوضوء، باب ما يقول عند الخلاء : ۱۴۲۔ مسلم، کتاب الحيض، باب ما يقول إذا أراد دخول الخلاء : ۳۷۵]

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ بیت الخلا (جنوں اور شیطانوں کے) حاضر ہونے کی جگہ ہے، لہٰذا جب تم میں سے کوئی بیت الخلا میں داخل ہو تو کہے: «اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ» ”میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ناپاک جنوں اور ناپاک جننیوں کے شر سے۔“ [أبو داوٗد، كتاب الطهارة، باب ما يقول الرجل إذا دخل الخلاء : ٦]

بیوی سے ہم بستری کے وقت شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ چاہنا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کے وقت یہ دعا پڑھ لے: «بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا» ”اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ! ہمیں شیطان کے شر سے محفوظ رکھ اور ہمیں تو جو اولاد عطا فرمائے اسے بھی شیطان سے بچانا“ تو اگر اس ملاپ سے بچہ پیدا ہوگا تو شیطان اسے کبھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔“ [بخاری، كتاب النكاح، باب ما يقول الرجل إذا أتى أهله : ٥١٦٥۔ مسلم، كتاب النكاح، باب ما يستحب أن يقوله عند الجماع : ١٤٣٤]

کسی وادی یا منزل پر پڑاؤ کے وقت اللہ کی پناہ میں آنا، جیسا کہ سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”جو شخص کسی جگہ پڑاؤ کرے اور یہ دعا پڑھے: «اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ» ”اللہ کے تمام کلمات کے ساتھ، ان سب چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جن کو اس نے پیدا کیا“ تو اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، یہاں تک کہ وہ وہاں سے کوچ کر جائے۔“ [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب في التعوذ من سوء القضاء ...... الخ : ٢٧٠٨]

مسجد میں داخل ہوتے وقت اللہ کی پناہ میں آنا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ جب آپ مسجد میں داخل ہوتے تو یہ فرماتے تھے: «اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ» ”میں عظمت والے اللہ اور اس کے کریم چہرے کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں، مردود شیطان سے۔“ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ”جو ایسا کہے تو شیطان کہتا ہے کہ تو مجھ سے آج پورا دن محفوظ رہے گا۔“ [أبو داوٗد، كتاب الصلوة، باب ما يقول الرجل عند دخوله المسجد : ٤٦٦]

مسجد سے نکلتے وقت اللہ کی پناہ طلب کرنا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام پڑھے اور یہ دعا پڑھے: «اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ» ”اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔“ اور جب مسجد سے نکلے تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام پڑھے اور یہ کہے: «اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ» ”اے اللہ! مجھے شیطان مردود کے شر سے محفوظ رکھ۔“ [ابن ماجه، كتاب المساجد، باب الدعاء عند دخول المسجد : ٧٧٣]

نماز میں شیطانی وسوسوں سے اللہ کی پناہ چاہنا، جیسا کہ سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے

رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے اور میری نماز اور قراءت کے درمیان شیطان حائل ہو جاتا ہے، وہ مجھ پر قراءت کو خلط ملط کرتا ہے، تو آپ نے فرمایا: "یہ شیطان ہے، جسے خنزب کہا جاتا ہے، جب تم اس کے حائل ہونے کو محسوس کرو تو اس (کے شر) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو (یعنی "أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ" پڑھو) اور تین بار اپنی بائیں جانب تھتکارو۔" عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ عزوجل نے اس شیطان کو مجھ سے دور کر دیا۔ [مسلم، كتاب السلام، باب التعوذ من شيطان الوسوسة في الصلوة : ۲۲۰۳۔ مسند أحمد : ۲۱٦/٤، ح : ۱۷۹۱۸]

بچوں کے لیے اللہ کی پناہ کے خواہاں ہونا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے لیے ان کلمات کے ذریعے پناہ طلب کیا کرتے تھے: « أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ » "میں اللہ کے تمام کلمات کے ساتھ (تم دونوں کے لیے) ہر شیطان سے اور اس مخلوق سے جو بدی کا ارادہ کرے اور ہر نظر لگانے والی آنکھ سے پناہ مانگتا ہوں۔" [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، بابٌ : ۳۳۷۱]

بیماری کے وقت اللہ کی پناہ مانگنا، جیسا کہ سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک بیماری کی شکایت کی جو اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے پہلی دفعہ محسوس کی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے ہاتھ کو اپنے جسم پر تکلیف والی جگہ رکھ کر تین مرتبہ "بِسْمِ اللّٰهِ" کہہ اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھ: « أَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَ أُحَاذِرُ » "میں اللہ تعالیٰ کی اور اس کی قدرت کی پناہ پکڑتا ہوں اس چیز کے شر سے جو میں پاتا ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں۔" [مسلم، كتاب السلام، باب استحباب وضع يده على موضع الألم ...... الخ : ۲۲۰۲]

برا خواب دیکھنے پر اللہ کی پناہ طلب کرنا، جیسا کہ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، پس اگر تم میں سے کوئی شخص برا خواب دیکھ کر اس سے ڈر جائے تو وہ اپنی بائیں جانب تھتکارے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے شر سے پناہ مانگے تو وہ اسے نقصان نہ پہنچائے گا۔" [بخاری، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده : ۳۲۹۲]

صبح و شام اور بستر پر لیٹتے وقت اللہ کی پناہ میں آنا جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! مجھے ایسی دعا سکھا دیجیے جو میں صبح و شام پڑھا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ کلمات پڑھا کرو: « اَللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ، وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ » "اے اللہ! ظاہر و پوشیدہ کو جاننے والے! آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے! ہر چیز کو پالنے والے اور اس کے مالک! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں اپنے نفس کے شر سے اور مردود شیطان کے شر اور شرک سے تیری پناہ چاہتا

ہوں۔‘‘ پھر آپ نے فرمایا: ’’اس دعا کو صبح و شام اور رات کو بستر پر جاتے وقت پڑھا کرو۔‘‘ [ترمذی، کتاب الدعوات، باب منه [دعاء " اللهم عالم الغيب والشهادة فاطر السموات والأرض] : ٣٣٩٢]

عقائد میں شیطانی وسوسوں سے اللہ کی پناہ طلب کرنا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم میں سے کسی ایک کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں اور فلاں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ فلاں چیز کس نے پیدا کی ہے؟ حتیٰ کہ یہ تک کہتا ہے کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟ لہٰذا جب ایسی سوچ آئے تو بندہ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے (یعنی ’’أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ‘‘ پڑھ لے) اور آئندہ ایسی سوچ سے باز رہے۔‘‘ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده : ٣٢٧٦۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الوسوسة فى الإيمان وما يقوله من وجدها : ٢١٤/ ١٣٤]

موت کے وقت شیطانی حملہ سے اللہ کی پناہ چاہنا، جیسا کہ سیدنا ابو الیسر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ التَّرَدِّيْ، وَالْهَدْمِ، وَالْغَرَقِ، وَالْحَرِيْقِ، وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ يَّتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ، وَاَعُوْذُبِكَ أَنْ اَمُوْتَ فِيْ سَبِيْلِكَ مُدْبِرًا، وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ اَمُوْتَ لَدِيْغًا » ’’اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کسی چیز کے نیچے آنے سے، اونچی جگہ سے گرنے سے، ڈوبنے اور جلنے سے، اور تیری پناہ مانگتا ہوں کہ موت کے وقت شیطان مجھے خبطی بنائے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تیری راہ میں جہاد سے بھاگتا ہوا مروں اور اس بات سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ کسی زہریلے جانور کے ڈسنے سے مجھے موت آئے۔‘‘ [نسائی، کتاب الاستعاذة، باب الاستعاذة من التردى والهدم : ٥٥٣٣]

صبح و شام کے وقت اللہ کی پناہ میں آنا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگر تم شام کو یہ کلمات پڑھ لیتے: « أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ » ’’میں اللہ کے مکمل کلمات کے ساتھ تمام چیزوں کے شر سے پناہ چاہتا ہوں جو اس نے پیدا کی ہیں‘‘ تو تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچتا۔‘‘ [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فى التعوذ من سوء القضاء و درك الشقاء وغيره : ٢٧٠٩]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورتوں کا فرق نہ پہچانتے تھے، یہاں تک کہ ’’بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ‘‘ نازل کی جاتی۔ [أبو داوٗد، کتاب الصلوٰة، باب من جهر بها : ٧٨٨]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مجھ پر ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے۔‘‘ پھر آپ نے یوں تلاوت فرمائی: ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ

شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾ ''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ بلاشبہ ہم نے تجھے کوثر عطا کی۔ پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ یقیناً تیرا دشمن ہی لاولد ہے۔'' [مسلم، كتاب الصلوة، باب حجة من قال البسملة آية من أول كل سورة، سوى براءة : ٤٠٠]

نعیم رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، انھوں نے سورۂ فاتحہ سے قبل '' بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ '' کی تلاوت کی ...... پھر فرمایا، قسم اس ذات کی ،جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نماز پڑھنے کے لحاظ سے تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں۔ [نسائی، كتاب الافتتاح، باب قراءة بسم الله الرحمن الرحيم : ٩٠٦]

اس مسئلہ میں کہ ''بسم اللہ'' کو جہراً پڑھا جائے یا سراً، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی بات معتدل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے کبھی جہراً پڑھتے تھے اور کبھی سراً، تاہم آپ کا سراً پڑھنا زیادہ ثابت ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم الفاظ کو کھینچ کر قراءت فرمایا کرتے تھے، پھر انھوں نے '' بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ '' کی اس طرح قراءت کر کے دکھائی کہ ''بِسْمِ اللّٰهِ'' کو کھینچ کر، پھر ''الرَّحْمٰنِ'' کو کھینچ کر اور پھر ''الرَّحِيْمِ'' کو کھینچ کر پڑھا۔ [بخاری، كتاب فضائل القرآن ، باب مد القراءة: ٥٠٤٦]

قرآن کریم کی کئی آیات اور صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کی زندگی میں ''بسم اللہ'' کی بڑی اہمیت ہے اور کوئی بھی کام کرنے سے پہلے ''بسم اللہ'' کہنا خیر و برکت کا باعث، اللہ کی نصرت و حمایت کا ذریعہ اور تائید و حفاظت کا سبب ہے۔ ''بسم اللہ'' کہنے سے شیطان ذلیل ہو جاتا ہے، جیسا کہ ابوالملیح ایک صحابی سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں گدھے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا، گدھا ذرا پھسلا تو میں نے کہا، شیطان کا برا ہو، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''یہ نہ کہو کہ شیطان کا برا ہو، کیونکہ اس سے شیطان پھول جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اپنی قوت کے ساتھ اسے گرایا ہے، سو اگر تم ''بسم اللہ'' کہو تو اس سے شیطان اپنے آپ کو نہایت چھوٹا اور حقیر سمجھتا ہے، یہاں تک کہ مکھی سے بھی زیادہ چھوٹا اور زیادہ حقیر۔'' [مسند أحمد : ٥٩/٥، ح : ٢٠٦١٦۔ السنن الكبرى للنسائی : ١٤٢/٦، ح : ١٠٣٨٨]

خط کتابت کا آغاز ''بسم اللہ'' سے کرنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کے نام ایک خط لکھا تھا، جب بادشاہ نے اس خط کو منگوایا تو اس کے شروع میں یہ لکھا تھا: ((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)) [بخاری، كتاب بدء الوحی، باب كيف كان بدء الوحی إلى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ : ٧۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب كتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ : ١٧٧٣]

سیدنا سلیمان علیہ السلام نے جو خط ملکہ سبا کو لکھا تھا اس کا آغاز یوں ہوتا ہے: ﴿ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

الرَّحِيْمِ ﴾ [النمل : ۳۰] ''بے شک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللہ کے نام سے ہے، جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

سیدنا مسور بن مخرمہ اور مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ لکھوانے کا ارادہ کیا تو آپ نے کاتب کو بلوایا اور اس سے فرمایا: ((اُكْتُبْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)) ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو۔'' [بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد......الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔ مسلم ، کتاب الجهاد، باب صلح حديبية : ۹۲/۱۷۸۳]

وضو سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنا ضروری ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((تَوَضَّأُوْا بِسْمِ اللّٰهِ)) ''اللہ کے نام کے ساتھ وضو کرو۔'' [نسائی، کتاب الطهارة، باب التسمية عند الوضوء : ۷۸]

بیوی سے مباشرت کرنے سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے تو یہ کہے: ((بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا)) ''اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو (اولاد) تو ہمیں دے اسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ'' تو اب اگر اس کے مقدر میں اولاد ہے تو شیطان اس کو کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب ما یقول الرجل إذا أتی أهلهٗ : ۵۱۶۵۔ مسلم، کتاب النکاح، باب ما یستحب أن یقوله عند الجماع: ۱۴۳۴]

کسی بیماری سے شفایابی کے لیے جو دعا پڑھ کر مریض کو دم کیا جاتا ہے، وہ بھی ''بسم اللہ'' سے شروع ہوتی ہے، جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا: ''اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں!'' تو جبریل علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی: ((بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ)) ''اللہ کے نام کے ساتھ، میں تمھارے لیے ہر اس چیز سے جو تمھیں تکلیف پہنچاتی ہے اور ہر نفس کی برائی سے یا حاسد کی نظر بد کی برائی سے شفا طلب کرتا ہوں۔ اللہ تمھیں شفا عطا فرمائے، میں اللہ کے نام کے ساتھ تمھارے لیے شفا طلب کرتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی : ۲۱۸۶]

جس جگہ درد ہو وہاں ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ ''بسم اللہ'' پڑھنا، جیسا کہ سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے جسم میں کسی جگہ درد ہونے کی شکایت کی، جو قبول اسلام کے بعد پہلی دفعہ ہوئی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنا ہاتھ درد کے مقام پر رکھو، پھر تین مرتبہ ((بِسْمِ اللّٰهِ)) اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھو: ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ)) ''میں اللہ کی اور اس کی قدرت کی پناہ طلب کرتا ہوں اس بیماری کی برائی سے جو

اس وقت مجھے لاحق ہے اور اس سے بھی جس کے آئندہ ہونے کا اندیشہ ہے۔'' [مسلم ، کتاب السلام، باب استحباب وضع یدہ علی موضع الألم مع الدعاء : ۲۲۰۲]

بیمار کی شفایابی کے لیے انگشت شہادت زمین پر رکھیے، پھر اسے اٹھا کر یہ دعا پڑھیے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ (مریض کی شفا کے لیے) یہ دعا پڑھتے تھے : « بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا وَرِيْقَةُ بَعْضِنَا، يُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا » ''اللہ کے نام کے ساتھ، ہماری زمین کی مٹی اور ہم میں سے بعض کے لعاب دہن سے ہمارے رب کے حکم سے ہمارا مریض شفایاب ہو جائے۔'' [بخاری، کتاب الطب، باب رقیة النبی ﷺ : ۵۷۴٦]

مسلم کے الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ اپنی انگشت شہادت زمین پر رکھتے، پھر اٹھاتے اور مذکورہ بالا دعا پڑھتے۔ [مسلم، کتاب السلام، باب رقیة المریض بالمعوذات والنفث : ۲۱۹۴]

کھانا کھانے سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جب بچہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں تھا اور (کھانا کھاتے وقت) میرا ہاتھ برتن میں چاروں طرف گھوما کرتا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « يَا غُلَامُ! سَمِّ اللّٰهَ، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ، وَ كُلْ مِمَّا يَلِيْكَ » ''اے لڑکے! بسم اللہ پڑھ کر اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔'' [بخاری، کتاب الأطعمة، باب التسمیة علی الطعام والأکل بالیمین : ۵۳۷٦۔ مسلم، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب و أحکامهما : ۲۰۲۲]

اگر کھانے سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنا بھول جائے تو یاد آنے پر درج ذیل دعا پڑھیے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو بسم اللہ کہے، اگر شروع میں ''بسم اللہ'' بھول جائے تو یہ دعا پڑھے: « بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ اَوَّلِهٖ وَآخِرِهٖ » ''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ (کھاتا ہوں) اس کے شروع اور اس کے آخر میں۔'' [ترمذی، کتاب الأطعمة، باب ما جاء فی التسمیة علی الطعام : ۱۸۵۸]

جانور ذبح کرتے وقت کی دعا، سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے دو چتکبرے، سینگوں والے مینڈھوں کی قربانی دی اور انھیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور آپ نے یہ دعا پڑھی: « بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ » ''اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ سب سے بڑا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأضاحی، باب التکبیر عند الذبح : ۵۵٦۵۔ مسلم، کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة ...... الخ : ۱۹٦٦]

شکار کے لیے شکاری جانور یا تیر چھوڑتے وقت ''بسم اللہ'' کہنا، جیسا کہ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم (شکار کے لیے) اپنا کتا چھوڑو تو ((بِسْمِ اللّٰهِ)) کہو اور اگر تم اپنا تیر پھینکو تو ((بِسْمِ اللّٰهِ)) کہو۔'' [مسلم، کتاب الصید، باب الصید بالکلاب المعلمة والرمی : ٦/۱۹۲۹۔ بخاری، کتاب الذبائح، باب ما جاء فی التصید : ۵۴۸۷]

جس ذبیحہ کے متعلق علم نہ ہو کہ اس پر ''بسم اللہ'' پڑھی گئی ہے یا نہیں تو خود ''بسم اللہ'' پڑھ لیجیے، جیسا کہ سیدہ عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ بعض لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں، ہمیں نہیں معلوم کہ انھوں نے اس پر « بِسْمِ اللّٰهِ » پڑھی ہے یا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم اس پر بسم اللہ پڑھ لو اور کھا لو۔“ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ لوگ ابھی اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے تھے۔ [بخاري، كتاب الذبائح، باب ذبيحة الأعراب و نحوهم : ٥٥٠٧]

گھر میں داخل ہوتے وقت ”بسم اللہ“ پڑھنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا ذکر کرے تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے، اب تمھارے لیے نہ ٹھکانا ہے نہ کھانا اور اگر وہ شخص داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہ لے تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے، اب تمھیں رہنے کے لیے ٹھکانا مل گیا۔“ [مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب و أحكامهما : ٢٠١٨]

سونے سے قبل ”بسم اللہ“ پڑھ کر انجام دیے جانے والے چند اعمال بیان کرتے ہوئے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم سونے لگو تو دروازوں کو اللہ کا نام لے کر بند کر دو، کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا، اللہ کا نام لے کر مشکیزوں کے منہ باندھ دو، اللہ کا نام لے کر اپنے برتنوں کو ڈھانک دو، خواہ کسی چیز کو چوڑائی میں رکھ کر ہی ڈھک سکو اور (اللہ کا نام لے کر) اپنے دیے بجھا دو۔“ [بخاري، كتاب الأشربة ، باب تغطية الإناء : ٥٦٢٣]

لشکر کو روانہ کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت، سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کو نصیحت فرماتے تو کہتے: « اُغْزُوْا بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ » ”اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔“ [مسلم، كتاب الجهاد ، باب تأمير الإمام ...... الخ : ١٧٣١/٣]

بستر پر لیٹتے وقت، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر پر آئے تو وہ اپنے تہ بند کے ایک کونے (یا کسی اور کپڑے) سے اپنے بستر کو اللہ کا نام لے کر (یعنی ”بِسْمِ اللّٰهِ“ کہہ کر) تین دفعہ جھاڑے۔“ [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب الدعاء عند النوم : ٢٧١٤ ـ بخاري، كتاب التوحيد، باب السؤال بأسماء الله تعالى والاستعاذة بها : ٧٣٩٣]

سواری پر سوار ہوتے وقت ”بسم اللہ“ پڑھنا، جیسا کہ علی بن ربیعہ کہتے ہیں، میرے سامنے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے سواری لائی گئی، جب انھوں نے رکاب میں پیر رکھا تو ”بسم اللہ“ کہا، پھر جب اس کی پیٹھ پر سیدھے بیٹھ گئے تو کہا ”الحمد للہ“ پھر کہا: ﴿ سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴾ ”اللہ تمام برائیوں سے پاک ہے، جس نے اس سواری کو ہمارے لیے مسخر کر دیا۔ حالانکہ ہم اس کو قابو میں نہ لا سکتے تھے اور بے شک ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ بھی ایسا

ہی کرتے تھے جیسا میں نے کیا۔[أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب ما يقول الرجل إذا ركب : ٢٦٠٢۔ ترمذی، كتاب الدعوات، باب ما جاء ما يقول إذا ركب دابة : ٣٤٤٦]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ

''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔''

ارشاد فرمایا : ﴿ وَ تَرَى الْمَلٰٓىِٕكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الزمر : ٧٥] ''اور تو فرشتوں کو دیکھے گا عرش کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

ثنائے رحمان پر بارگاہِ الٰہی سے جواب، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ فرماتا ہے، نماز کو میں نے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر لیا ہے اور میرے بندے کو وہ چیز مل جائے گی جس کا وہ سوال کرے گا۔ جب بندہ کہتا ہے: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری تعریف کی۔'' [مسلم، كتاب الصلوة ، باب وجوب قراءة الفاتحة فى كل ركعة ...... الخ : ٣٩٥]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسا کوئی نہیں جس کو اللہ سے زیادہ (اپنی) تعریف پسند ہو، اسی لیے اللہ نے خود بھی اپنی تعریف کی ہے۔'' [بخارى، كتاب التفسير ، باب قول الله عزوجل ﴿ قل إنما حرم ربى الفواحش ما ظهر منها وما بطن ﴾ : ٤٦٣٧۔ مسلم، كتاب التوبة، باب غيرة الله تعالى و تحريم الفواحش: ٢٧٦٠]

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ » ''الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے۔'' [مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء : ٢٢٣]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص آیا اس حالت میں کہ اس کا سانس چڑھا ہوا تھا، وہ صف میں داخل ہوا اور اس نے کہا: « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ » ''سب تعریف اللہ کے لیے ہے، ایسی تعریف جو بہت زیادہ ہو، پاک ہو اور اس میں برکت دی گئی ہو۔'' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو فرمایا: ''یہ کلمات کس نے کہے تھے؟''...... اس شخص نے کہا، میں آیا ، میرا سانس چڑھا ہوا تھا تو میں نے یہ کلمات پڑھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ جلدی کر رہے تھے کہ کون ان کلمات کو اوپر لے جائے۔'' [مسلم، كتاب المساجد، باب ما يقال بين تكبيرة الإحرام والقراءة : ٦٠٠]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی اثنا میں ایک

شخص نے یہ کلمات کہے: « اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَاَصِيْلًا » ''اللہ سب سے بڑا ہے، بہت بڑا، ساری تعریف اللہ کے لیے ہے، بہت زیادہ اور صبح و شام اللہ کے لیے تسبیح ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کلمات کہنے والا کون ہے؟'' لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے رسول! (یہ کلمات کہنے والا) میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے بڑا تعجب ہوا کہ ان کلمات کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب ما يقال بين تكبيرة الإحرام والقراءة : ٦٠١]

رات کو دیر تک « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ » پڑھنا، جیسا کہ سیدنا ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے قریب سویا کرتا تھا، کیونکہ میں آپ کے وضو کے لیے پانی مہیا کیا کرتا تھا، میں سنتا تھا کہ رات کو بہت دیر تک آپ « سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ » اور « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ » پڑھتے رہتے تھے۔ [ترمذی، کتاب الدعوات، باب منه [دعاء سمع الله لمن حمده] : ٣٤١٦۔ ابن حبان : ٢٥٩٤]

خطبے کا آغاز ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' سے کرنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کو خطاب فرماتے تو اس میں اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتے تھے۔ [مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفيف الصلوة والخطبة : ٤٥/٨٦٧]

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطاب کیا تو اللہ کی حمد بیان کی۔ [بخاری، کتاب الجمعة، باب من قال في الخطبة بعد الثناء، أما بعد! : ٩٢٢]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو خطبہ سیدنا ضماد رضی اللہ عنہ کے سامنے دیا تھا، اس کی ابتدا ان الفاظ سے کی تھی: « اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ » ''ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے اور ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں۔'' [مسلم، کتاب الجمعة ، باب تخفيف الصلوٰة والخطبة : ٨٦٨]

احرام باندھ کر سب سے پہلے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کہنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، جب رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے اور سواری آپ کو لے کر مقام بیداء پر کھڑی ہو گئی تو آپ نے '' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ '' اور '' اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کہنا شروع کر دیا۔ [بخاری، کتاب الحج، باب التحميد والتسبيح والتكبير قبل الإهلال عند الركوب على الدابة : ١٥٥١]

بیدار ہوتے وقت کلماتِ حمد ادا کرنا، جیسا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے: « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ » ''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف (بروز قیامت) اٹھ کر جانا ہے۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب وضع اليد تحت الخد اليمنى : ٦٣١٤۔ مسلم، کتاب الذكر والدعاء، باب الدعاء عند النوم : ٢٧١١]

سونے کے لیے بستر پر آ کر کلماتِ حمد ادا کرنا، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، بے شک رسول اللہ ﷺ جب

بستر پر آتے تو یہ دعا پڑھتے: « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَ اٰوَانَا، فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِیَ لَهُ وَلَا مُؤْوِیَ » ''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، ہمارے لیے کافی ہوا اور ہمیں ٹھکانا دیا، کتنے آدمی وہ ہیں کہ جن کا نہ کوئی کفایت کرنے والا ہے اور نہ ان کو کوئی ٹھکانا دینے والا۔'' [مسلم، کتاب الدعوات، باب ما یقول عند النوم : ۲۷۱۵]

کھانا کھانے کے بعد کی دعا میں کلماتِ حمد، سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دستر خوان اٹھاتے تو یہ دعا پڑھتے: « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا » ''سب تعریف اللہ کے لیے ہے، ایسی تعریف جو کثرت سے ہو، پاک ہو، بابرکت ہو، نہ کافی سمجھی گئی، نہ چھوڑی گئی اور اے ہمارے رب! کوئی بھی اس سے بے پروا نہیں۔'' [بخاری، کتاب الأطعمة، باب ما یقول إذا فرغ من طعامه : ۵۴۵۸]

چھینک آنے پر ''الحمد للہ'' کہنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ ''الحمد للہ'' کہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب إذا عطس کیف یشمت ؟ : ۶۲۲۴]

اچھا خواب دیکھنے پر ''الحمد للہ'' کہنا، جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے اچھا معلوم ہو تو وہ یقیناً اللہ کی طرف سے ہے، لہٰذا اسے اللہ کی حمد بیان کرنی چاہیے۔'' [بخاری، کتاب التعبیر، باب الرؤیا من اللہ : ۶۹۸۵]

بہتری یا بھلائی کی کوئی چیز دیکھنے پر ''الحمد للہ'' کہنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، جو شخص بھلائی پائے اسے اللہ کی حمد بیان کرنی چاہیے اور جو اس کے علاوہ کوئی چیز پائے تو وہ اپنے نفس کے علاوہ کسی کو ملامت نہ کرے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

جب ابر کھل جائے تو ''الحمد للہ'' کہنا چاہیے جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آفاق میں سے کسی افق میں بادل آتا دیکھتے تو آپ جس کام میں بھی مشغول ہوتے، خواہ نماز ہی میں کیوں نہ ہوتے، اسے چھوڑ کر بادل کی طرف مشغول ہو جاتے اور فرماتے: « اَللّٰهُمَّ ! اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اُرْسِلَ بِهِ » ''یا اللہ! ہم اس چیز کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں جو کچھ دے کر یہ (بادل) بھیجا گیا ہے۔'' اگر بارش شروع ہو جاتی تو دو بار یا تین بار فرماتے: « اَللّٰهُمَّ ! صَيِّبًا نَافِعًا » ''اے اللہ! اس بارش کو فائدہ مند بنا دے۔'' اور اگر اللہ ابر کھول دیتا اور بارش نہ ہوتی تو آپ اس پر بھی اللہ کی حمد بیان فرماتے۔ [ابن ماجه، کتاب الدعاء، باب ما یدعو به الرجل إذا رأی السحاب و المطر : ۳۸۸۹]

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

''بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

یہ دونوں نام ''رحم'' سے مشتق ہیں اور دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ رحمٰن میں رحیم کی نسبت زیادہ مبالغہ ہے، اسی لیے ''يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ !'' کہا جاتا ہے۔ وہ رحمٰن ہے، سو دنیا میں اس کی رحمت عام ہے جس سے کافر و مومن سب بلا تخصیص فیض یاب ہو رہے ہیں، تاہم آخرت میں وہ صرف رحیم ہے، یعنی اس کی رحمت صرف مومنین کے لیے خاص ہو گی۔ نیز اسم ''رحمٰن'' بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے، کسی اور کو اس نام کے ساتھ موسوم نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۱۰] ''کہہ دے اللہ کو پکارو، یا رحمان کو پکارو، تم جس کو بھی پکارو گے سو یہ بہترین نام اسی کے ہیں۔''

اسمائے حسنیٰ کو یاد کرنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو (یعنی ننانوے) نام ہیں، جو انھیں یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب إن لله مائة اسم إلا واحدة : ۷۳۹۲۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی أسماء الله تعالی و فضل من أحصاها : ۲۶۷۷]

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں، میں رحمٰن ہوں، میں نے ''رحم'' کو پیدا کیا اور اسے اپنے نام سے مشتق کیا ہے، جس نے اسے ملایا، میں اسے ملاؤں گا اور جس نے اسے توڑا میں بھی اسے توڑ دوں گا۔'' [ترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء فی قطیعة الرحم : ۱۹۰۷۔ ابن حبان : ٤٤٣]

ثنا کے کلمات پر رحمان کے عطیات کا تذکرہ کرتے ہوئے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے، بندہ جب کہتا ہے: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری تعریف کی ہے، بندہ جب کہتا ہے: ﴿ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ تو اللہ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری ثنا کی ہے۔'' [مسلم، کتاب الصلوة، باب وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعة ...... الخ : ۳۹۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مومن کو اللہ کے عذاب کے بارے میں صحیح علم ہو جائے تو کوئی بھی اس کی جنت کی خواہش نہ کرے اور اگر کافر کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے پاس کتنی رحمت ہے تو کوئی بھی اللہ کی جنت سے ناامید نہ ہو۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة الله تعالی و أنها تغلب غضبه : ۲۷۵۵]

اللہ کی رحمت کی بے اندازہ وسعت کا تذکرہ کرتے ہوئے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو ایک کتاب میں، جو اس کے پاس عرش پر ہے، یہ لکھ دیا، بے شک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی ﴿ ویحذرکم اللہ نفسہ ﴾: ۷۴۰۴۔ مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالی و أنھا تغلب غضبہ : ۲۷۵۱]

اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پناہ ہے، تاہم اللہ رب العزت کی رحمت کی وسعت پر تکیہ کر کے بے عملی کی راہ اختیار نہیں کرنی چاہیے، بلکہ محنت و کاوش اور عمل کی راہ کا راہی بن کر اپنے آپ کو امیدوارِ رحمت ثابت کرنا چاہیے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ رحمتِ الٰہی کا سمندر اسی کے لیے جوش میں آتا ہے جو خود کو اس کا طالب ثابت کرتا ہے اور جو حصولِ رحمت کے لیے آگے بڑھے اللہ تعالیٰ اس کی قدر دانی کرتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اگر میرا بندہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں، اگر بندہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں ایک باع (دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ جتنا) اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی ﴿ ویحذرکم اللہ نفسہ ﴾ : ۷۴۰۵۔ مسلم ، کتاب الذکر والدعاء، باب الحث علی ذکر اللہ تعالی : ۲۶۷۵]

دنیا میں تمام باہمی محبتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث ہیں، تاہم آخرت میں اس کی رحمت اور زیادہ وسیع ہوگی، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اللہ کے پاس سو رحمتیں ہیں، ان سو رحمتوں میں سے اس نے جن و انس، مویشی اور کیڑوں مکوڑوں میں ایک رحمت نازل فرمائی ہے۔ اسی ایک رحمت کی بدولت جنات، انسان اور حیوان ایک دوسرے پر مہربان ہوتے اور رحم کرتے ہیں اور اسی کی وجہ سے وحشی جانور تک اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں۔ ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھی ہیں، ان رحمتوں سے اللہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔“ [مسلم کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالی و أنھا تغلب غضبہ : ۲۷۵۲/۱۹۔ بخاری، کتاب الأدب، باب جعل اللہ الرحمۃ فی مائۃ جزء : ۶۰۰۰]

دنیا میں محبت و مہربانی کی انتہا ماں کی محبت ہے، لیکن اللہ کی اپنے بندے سے محبت و مہربانی اس سے بھی کہیں زیادہ اور بے انتہا ہے، جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی لائے گئے، ان قیدیوں میں ایک عورت کسی کو تلاش کر رہی تھی، جب اس نے ان قیدیوں میں ایک بچے کو پایا تو اسے اٹھا لیا، چھاتی سے لگایا اور دودھ پلانا شروع کر دیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: ”کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟“ ہم نے کہا، نہیں، اللہ کی قسم! وہ اسے آگ میں نہیں ڈال سکتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جتنی مہربان یہ عورت اپنے بچے پر ہے اس سے زیادہ مہربان اللہ اپنے بندوں پر ہے۔“ [مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ

رحمة الله تعالى و أنها تغلب غضبه : ۲۷۵٤ـ بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الولد و تقبیله و معانقته : ۵۹۹۹]
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، اس لیے وہ یہ تقاضا کرتا ہے کہ بندے بھی بندوں سے مہربانی ہی کا برتاؤ کریں، جیسا کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء فی قول اللّٰہ تعالی ﴿ إن رحمة الله قریب من المحسنین ﴾ : ۷٤٤۸ـ مسلم، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت : ۹۲۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو رحم نہیں کرے گا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الولد و تقبیله و معانقته : ۵۹۹۷]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دوسروں پر رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے، تم اہل زمین پر رحم کرو تو جو آسمان میں ہے وہ تم پر رحم فرمائے گا۔'' [ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة الناس : ۱۹۲٤]

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

''بدلے کے دن کا مالک ہے۔''

اللہ تعالیٰ جس طرح قیامت کے دن کا مالک ہے، اسی طرح وہ دوسرے تمام دنوں کا بھی مالک ہے۔ یہاں قیامت کے دن کا ذکر بالخصوص اس لیے آیا کہ اس دن تمام مخلوقات کی بادشاہت ختم ہو جائے گی، تمام شاہانِ دنیا اور ان کی رعایا، سب آزاد و غلام اور چھوٹے بڑے برابر ہو جائیں گے اور صرف ایک اللہ کی ملوکیت و بادشاہت باقی رہے گی۔ سبھی اس کے جلال و جبروت کے سامنے سرنگوں ہوں گے، سبھی اس کی جنت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہوں گے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے اس دن اپنے اختیار اور انسان کی بے اختیاری کی کیفیت کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَ الْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴾ [الانفطار : ۱۷ تا ۱۹] ''اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ جزا کا دن کیا ہے؟ پھر تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ جزا کا دن کیا ہے؟ جس دن کوئی جان کسی جان کے لیے کسی چیز کا اختیار نہ رکھے گی اور اس دن حکم صرف اللہ کا ہو گا۔'' اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴾ [الواقعة : ۵۱ تا ۵٦] ''پھر بے شک تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کے پودے میں سے کھانے والے ہو۔ پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہو۔ پھر اس پر کھولتے پانی سے پینے والے ہو۔ پھر پیاس کی بیماری والے اونٹوں کے پینے کی طرح پینے والے ہو۔ یہ جزا کے دن ان کی مہمانی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝ وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ

﴿ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآىِٕمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴾ [المعارج: ۱۹تا۲۸]

''بلاشبہ انسان تھڑ دلا بنایا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جانے والا ہے۔ اور جب اسے بھلائی ملتی ہے تو بہت روکنے والا ہے۔ سوائے نماز ادا کرنے والوں کے۔ وہ جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔ اور وہ جن کے مالوں میں ایک مقرر حصہ ہے۔ سوال کرنے والے کے لیے اور (اس کے لیے) جسے نہیں دیا جاتا۔ اور وہ جو جزا کے دن کو سچا مانتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ یقیناً ان کے رب کا عذاب ایسا ہے جس سے بے خوف نہیں ہوا جا سکتا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « يَا فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ! سَلِيْنِيْ مَا شِئْتِ مِنْ مَالِيْ لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا » ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ! میرے مال میں سے تو جو چاہے مجھ سے مانگ لے، مگر میں (روز قیامت) اللہ تعالیٰ کے حضور تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکوں گا۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ۴۷۷۱۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله تعالى: ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ۲۰۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ جب ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔'' [مسلم، كتاب الصلوة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة ...... الخ : ۳۹۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت کے دن بدترین نام اس شخص کا ہوگا جو اپنا نام ''ملك الاملاك'' (یعنی شہنشاہ) رکھے۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب أبغض الأسماء إلى الله : ۶۲۰۵۔ مسلم، كتاب الآداب، باب تحريم التسمي بملك الأملاك أو بملك الملوك : ۲۱۴۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روز قیامت اللہ تعالیٰ زمین کو پکڑے گا اور آسمان کو لپیٹ کر اپنے دائیں ہاتھ میں لے لے گا اور فرمائے گا: ''میں ہوں بادشاہ، کہاں ہیں دنیا کے بادشاہ؟'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب يقبض الله الأرض يوم القيامة : ۶۵۱۹۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار : ۲۷۸۷]

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝

''ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔''

اِيَّاكَ نَعْبُدُ : ''عبادت'' کا لغوی معنی ہے بطورِ تعظیم معبود کے لیے عجز و انکسار، خشوع و خضوع اور بندگی و پرستش۔ شریعت اسلامیہ میں عبادت اس عمل کو کہتے ہیں، جو اللہ کے لیے ہو اور اس میں اللہ سے محبت کے ساتھ خشوع و خضوع اور

خوف شامل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تعلیم دی ہے کہ انسان اپنے آپ کو ہر ایک کی غلامی سے آزاد کر کے ایک اللہ کا بندہ بن جائے، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے، نہ اس کی محبت جیسی کسی سے محبت کرے اور نہ اس سے ڈرنے جیسا کسی سے ڈرے، نہ اس کی سی کسی سے امید رکھے۔ صرف اسی پر توکل کرے، نذر و نیاز، خشوع و خضوع، تذلل و تعظیم اور سجدہ و تقرب سب کا مستحق صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے، جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا ﴾ [النساء : ٣٦] ''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴾ [الکھف : ١١٠] ''تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ [النحل : ٣٦] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ [الذاریات : ٥٦] ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

عبادت صرف اللہ کا حق ہے، جیسا کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گدھے پر سوار تھا، جسے عفیر کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: ''اے معاذ! جانتے ہو کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟'' میں نے عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ جو شخص شرک نہ کرے وہ اسے عذاب نہ دے۔'' [بخاری، کتاب الجھاد، باب اسم الفرس والحمار : ٢٨٥٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ جب کہتا ہے: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے۔'' [مسلم ، کتاب الصلوۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ...... الخ : ٣٩٥]

<u>وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ</u> : ''استعانت'' کا مفہوم یہ ہے کہ حصول نفع اور دفعِ ضرر کے لیے اللہ تعالیٰ پر پورا پورا بھروسا کیا جائے اور اسی سے مدد چاہی جائے، اس یقین کے ساتھ کہ وہ اسے ضرور پورا کرے گا اور اللہ تعالیٰ نہ صرف کی گئی دعا سنتا ہے اور اس پر عطا فرماتا ہے، بلکہ انسانی حاجات پوری کرنے کے لیے خود صدا لگاتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ہمارا بزرگ و برتر رب آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے، کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے اپنی حاجات مانگے اور میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے بخشش چاہے اور میں اسے بخش دوں؟'' [بخاری،

کتاب الدعوات، باب الدعاء نصف اللیل : ۶۳۲۱]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں نبی ﷺ کے پیچھے سوار تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لڑکے! یقیناً میں تجھے کچھ باتیں سکھا رہا ہوں، (وہ یہ کہ) تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت کر، وہ تیری حفاظت کرے گا، جب تو اللہ کی حفاظت کرے گا، تو اس کو اپنے روبرو پائے گا، تو جب سوال کرے تو اللہ تعالیٰ (ہی) سے سوال کر اور جب مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ (ہی) سے مدد مانگ اور اس حقیقت کو جان لے کہ اگر ساری امت تجھے کچھ نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو تجھے وہ نفع ہی پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے تحریر کر دیا ہوا ہے اور اگر تمام امت تجھے کچھ نقصان پہنچانے کے لیے متحد ہو جائے تو تجھے اتنا ہی ضرر پہنچا سکیں گے جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہوا ہے، قلموں کو اٹھا لیا گیا ہے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔'' [ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب [حدیث حنظلۃ ......] : ۲۵۱۶۔ مسند أحمد : ۱/ ۳۰۳، ح : ۲۷۶۶]

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ

''ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔''

صراط مستقیم سے مراد اللہ تعالیٰ کا وضع کردہ وہ سیدھا اور صاف راستہ ہے جسے دین اسلام کہتے ہیں اور ﴿ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ﴾ اس استقامت والے راستے پر استقامت سے گامزن رہنے کی دعا ہے، یعنی اے اللہ! ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھ، کہیں ہم تھک کر نہ بیٹھ جائیں، راستہ میں کہیں ڈگمگا نہ جائیں، کہیں ادھر ادھر نہ بھٹک جائیں، ہمیں شیطان کے راستوں سے بچا اور خیریت اور ایمان کی عافیت کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچا۔ یہ کامیابی بغیر اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ناممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ جو لوگ صراط مستقیم پر گامزن ہوتے ہیں وہ بھی استقامت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ رسول مکرم ﷺ نے بھی اللہ کے حکم سے یہی کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلۡ اِنَّنِيۡ هَدٰىنِيۡ رَبِّيۡۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۚ دِيۡنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝ قُلۡ اِنَّ صَلَاتِيۡ وَ نُسُكِيۡ وَ مَحۡيَايَ وَ مَمَاتِيۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرۡتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴾ [الأنعام : ۱۶۱ تا ۱۶۳] ''کہہ دے بے شک مجھے تو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر دی ہے، جو مضبوط دین ہے، ابراہیم کی ملت، جو ایک ہی طرف کا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔ کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمۡ كَثِيۡرًا مِّمَّا كُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡكِتٰبِ وَ يَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ ۬ؕ قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ ۝ يَّهۡدِيۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ بِاِذۡنِهٖ وَ يَهۡدِيۡهِمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴾ [المائدۃ : ۱۵، ۱۶]

’’اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے ان میں سے بہت سی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے، جو تم کتاب میں سے چھپایا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔ بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔ جس کے ساتھ اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیچھے چلیں، سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے اور انھیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انھیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔‘‘

قرآن کریم ہی اللہ کی کتاب ہے، یہی اس کی مضبوط رسی ہے اور یہی اس کی سیدھی راہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی کمال مثال بیان فرمائی ہے۔ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی اس طرح مثال بیان کی ہے جیسے ایک راستہ ہو اور اس کے دونوں طرف دیواریں ہوں، ان میں کئی ایک کھلے دروازے ہوں اور دروازوں پر پردے لٹک رہے ہوں، راستے کے دروازے پر ایک پکارنے والا مقرر ہو، جو یہ اعلان کر رہا ہو کہ اے لوگو! تم سب سیدھے راستے پر چلو اور دائیں بائیں مت جھانکو اور ایک پکارنے والا راستے کے وسط میں ہو، جب کوئی ان میں سے کسی دروازے کو کھولنا چاہے تو وہ کہہ دے، تجھ پر افسوس! اسے نہ کھولنا، اگر تو نے اسے کھول دیا تو تو اس میں داخل ہو جائے گا۔ اس مثال میں صراط (راستہ) سے مراد اسلام ہے، دیواریں حدود الٰہی ہیں، کھلے ہوئے دروازوں سے مراد اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ راستے کے دروازے پر پکارنے والا قرآن کریم ہے اور راستے کے وسط میں پکارنے والا اللہ تعالیٰ کا وہ خوف ہے جو ہر مسلمان کے دل میں ہوتا ہے۔‘‘ [مسند أحمد : ۱۸۲/٤، ۱۸۳، ح : ۱۷٦۵۲۔ ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی مثل اللہ عزوجل لعبادہ : ۲۸۵۹]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے ایک خط کھینچا، پھر فرمایا: ’’یہ اللہ کا راستہ ہے۔‘‘ پھر اس کے دائیں اور بائیں چند خطوط کھینچے اور فرمایا: ’’یہ (شیطان کے) راستے ہیں، ان میں سے ہر ایک راستے پر ایک شیطان ہے، جو اپنی طرف بلا رہا ہے۔‘‘ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۳] ’’اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔‘‘ [مستدرك حاكم : ۲۳۹/۲، ح : ۲۹۳۸۔ مسند أحمد : ٤۳۵/۱، ح : ٤۱٤۲]

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ

’’ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا۔‘‘

اس آیت کو گزشتہ آیت سے ملا کر معنی یہ ہوئے کہ اے اللہ! ہم کو صراط مستقیم پر چلا کر منزل مقصود پر پہنچا دے، یعنی

اس صراط مستقیم پر جس پر وہ لوگ چلتے رہے جن پر تو نے اپنا فضل و کرم کیا تھا۔ قرآن مجید نے اس ضمن میں چار قسم کے لوگ بیان فرمائے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴾ [النساء : ٦٩، ٧٠] ”اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کافی ہے سب کچھ جاننے والا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب بندہ کہتا ہے: ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو وہ مانگے۔“ [مسلم، کتاب الصلوۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ...... الخ : ٣٩٥]

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ۠

”جن پر نہ غصہ کیا گیا اور نہ وہ گمراہ ہیں۔“

اس آیت میں ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم عمومی حیثیت سے تمام مغضوب اور گمراہ قوموں کے راستے سے بچنے کی دعا کریں، لیکن خصوصیت سے جن قوموں کی طرف اشارہ ہے وہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ ”مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ“ سے مراد خاص طور پر یہود ہیں۔ قرآن مجید میں بار بار ان پر غضب نازل ہونے کا ذکر ملتا ہے، مثلاً ارشاد فرمایا: ﴿ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ [البقرۃ : ٦١] ”اور ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کی طرف سے بھاری غضب کے ساتھ لوٹے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ﴾ [البقرۃ : ٩٠] ”پس وہ غضب پر غضب لے کر لوٹے۔“ اور فرمایا: ﴿ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ ﴾ [آل عمران : ١١٢] ”ان پر ذلت مسلط کر دی گئی جہاں کہیں وہ پائے جائیں مگر اللہ کی پناہ اور لوگوں کی پناہ کے ساتھ۔“

”ضَآلِّيْنَ“ سے بالخصوص عیسائی مراد ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴾ [المائدۃ : ٧٧] ”کہہ دے اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق حد سے نہ بڑھو اور اس قوم کی خواہشوں کے پیچھے مت چلو جو اس سے پہلے گمراہ ہو چکے اور انھوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا اور وہ سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔“

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں عقرب میں مقیم تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر نے میری پھوپھی اور چند لوگوں کو گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ جب یہ سب لوگ ایک قطار میں آپ کے سامنے کھڑے کر دیے گئے

تو میری پھوپھی نے کہا، اے اللہ کے رسول! میری خبر گیری کرنے والا دور جا چکا ہے، اولاد جدا ہو چکی ہے اور میں عمر رسیدہ بڑھیا ہوں، میرا کوئی خدمت کرنے والا نہیں، آپ مجھ پر احسان کیجیے، اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے گا۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''تیری خبر گیری کرنے والا کون ہے؟'' اس نے جواب دیا، عدی بن حاتم۔ فرمایا: ''وہی جو اللہ اور اس کے رسول سے بھاگتا پھرتا ہے؟'' اس خاتون کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے مجھ پر احسان (فرماتے ہوئے مجھے آزاد) کر دیا۔ جب آپ لوٹ کر دوبارہ تشریف لائے تو آپ کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا، ان کے خیال میں وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے فرمایا: ''ان سے سواری طلب کر لو۔'' چنانچہ میری پھوپھی نے سواری طلب کر لی جو اسے دے دی گئی۔ (عدی بیان کرتے ہیں کہ) میری پھوپھی میرے پاس آئی تو اس نے کہا کہ تو نے ایسا کام کیا ہے جو تیرا باپ کبھی نہ کرتا، تو ان کے پاس خوف و رغبت رکھتے ہوئے جا، کیونکہ فلاں آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے اسے اس قدر عطا فرمایا اور فلاں آیا تو آپ نے اسے اس قدر نوازا۔ بہرحال یہ سن کر میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اس وقت آپ کی خدمت میں ایک عورت اور کچھ بچے بھی موجود تھے۔ سیدنا عدی نے نبی ﷺ سے ان کی قرابت داری بھی بیان کی۔ (عدی کہتے ہیں) آپ سے ملاقات کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ آپ قیصر و کسریٰ کی طرح کے بادشاہ نہیں (بلکہ اللہ کے نبی ہیں)، آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: ''اے عدی بن حاتم! کیا تو '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' کہنے سے بھاگ رہا ہے؟ کیا اللہ کے سوا بھی کوئی الٰہ ہے؟ کیا تو ''اللہ اکبر'' کہنے سے راہ فرار اختیار کر رہا ہے؟ کیا اللہ عزوجل سے بڑا بھی کوئی اور ہے؟'' (آپ ﷺ کے یہ ارشادات سن کر) میں مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کو اس قدر مسرت ہوئی کہ چہرۂ انور گلنار ہو گیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ ﴿الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ یہود اور ﴿الضَّآلِّيْنَ﴾ نصاریٰ ہیں۔'' [مسند أحمد : ٤/ ٣٧٨، ٣٧٩، ح : ١٩٤٠٠]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طور طریقے اپنا لو گے بالشت برابر بالشت کے اور ہاتھ برابر ہاتھ کے (یعنی ہر چیز میں ان کی پیروی کرو گے)، حتیٰ کہ اگر وہ کسی سانڈھے کے بل میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی اتباع و پیروی کرو گے۔'' ہم (صحابہ) نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا ان لوگوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو اور کون ہیں؟'' [بخاری، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ لتتبعن سنن من كان قبلكم : ٧٣٢٠۔ مسلم ، كتاب العلم، باب اتباع سنن اليهود والنصارىٰ : ٢٦٦٩]

آمِيْن ! سورۂ فاتحہ کے آخر میں آمین کہنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، نبی کریم ﷺ نے اس کی بڑی تاکید اور فضیلت بیان فرمائی ہے، اس لیے امام اور مقتدی ہر ایک کو باآواز بلند آمین کہنی چاہیے۔ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پڑھا تو آمین (کہا اور اس) کے ساتھ اپنی آواز کو لمبا کیا۔ [ترمذی، كتاب الصلوة باب ما جاء في التأمين : ٢٤٨۔ أبو داوٗد، كتاب الصلوة،

باب التأمين وراء الإمام : ٩٣٢]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ کی تلاوت کرتے تو آمین کہتے، حتیٰ کہ آپ کے ساتھ ملنے والی پہلی صف والے اسے سن لیتے تھے۔ [أبوداوٗد، کتاب الصلوة، باب التأمين وراء الإمام : ٩٣٤۔ ابن ماجه، کتاب إقامة الصلوات، باب الجهر بآمين : ٨٥٣]

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے مقتدیوں نے اس قدر بلند آواز سے آمین کہی کہ مسجد گونج اٹھی۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين، قبل الحديث : ٧٨٠]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہودی جس قدر تمھارے ساتھ آمین اور سلام پر حسد کرتے ہیں اس قدر کسی اور چیز پر حسد نہیں کرتے۔'' [ابن ماجه، کتاب إقامة الصلوات، باب الجهر بآمين : ٨٥٦۔ مسند أحمد : ١٣٤/٦، ١٣٥، ح : ٢٥٠٨٢]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل گئی تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين : ٧٨٠۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب التسميع والتحميد والتأمين : ٤١٠]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب امام ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ کہے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمھاری دعا کو قبول فرمائے گا۔'' [مسلم، کتاب الصلوة، باب التشهد في الصلوة : ٤٠٤]

سورۃ البقرہ مدنیۃ

سورۂ بقرہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث ہیں، چند ایک درج ذیل ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، بے شک شیطان اس گھر سے نکل جاتا ہے جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔'' [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلوة النافلة في بيته ...... الخ : ۷۸۰]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو جگمگانے والی سورتیں یعنی بقرہ اور آل عمران پڑھا کرو، کیونکہ وہ دونوں قیامت والے دن اس طرح آئیں گی گویا وہ دو بادل ہوں، یا دو سائبان، یا صف باندھے ہوئے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہوں، وہ اپنے اصحاب کی طرف سے حجت پیش کریں گی۔ سورۂ بقرہ پڑھا کرو، اس لیے کہ اس کا حاصل کرنا برکت ہے، اس کا چھوڑ دینا باعث حسرت ہے اور (یہ ایسی سورت ہے کہ) جادوگر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔'' [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل قراءة القرآن و سورة البقرة : ۸۰٤]

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت والے دن قرآن اور اہل قرآن جو اس پر عمل کرتے تھے، انھیں لایا جائے گا اور سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران آگے آگے ہوں گی۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سورتوں کی تین مثالیں دیں، میں ان مثالوں کو تب سے کبھی نہیں بھولا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ دو بادل ہیں، یا دو سیاہ سائبان ہیں جن کے درمیان خوب روشنی ہو رہی ہے، یا قطار باندھے ہوئے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہوں۔ یہ دو سورتیں اپنے اصحاب کے لیے حجت پیش کریں گی (یعنی اپنے اصحاب کے لیے اللہ سے بخشش طلب کریں گی)۔'' [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل قراءة القرآن وسورة البقرة : ۸۰۵]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر چیز کا ایک کوہان ہوتا ہے اور قرآن کا کوہان سورۂ بقرہ ہے۔ شیطان جب سورۂ بقرہ کی آواز سنتا ہے تو اس گھر سے نکل جاتا ہے جس گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جا رہی ہو۔'' [السلسلة الصحيحة : ۱۳٥/۲، ح : ۵۸۸]

سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رات کو وہ سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے کہ ان کا گھوڑا جو پاس ہی

بندھا ہوا تھا، اس نے بدکنا شروع کر دیا۔ وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی پرسکون ہو گیا، انھوں نے پھر تلاوت شروع کی تو گھوڑے نے پھر بدکنا شروع کر دیا، تو انھوں نے تلاوت ختم کر دی، کیونکہ ان کا بیٹا یحییٰ قریب ہی سو رہا تھا اور انھیں خدشہ لاحق ہوا کہ گھوڑا اسے نقصان نہ پہنچا دے۔ جب بچے کو اٹھا لیا تو آسمان کی طرف دیکھا (فرماتے ہیں) میرے سر کے اوپر بادل سا تھا جس میں قندیلیں تھیں اور وہ فضا میں اوپر جا رہا تھا، یہاں تک کہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ صبح ہوئی تو انھوں نے نبی ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابن حضیر! آپ پڑھتے رہتے، اے ابن حضیر! آپ پڑھتے رہتے (تو بہتر تھا)۔'' عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں اس سے ڈر گیا کہ کہیں گھوڑا (میرے بیٹے) یحییٰ کو نقصان نہ پہنچا دے، جو قریب ہی لیٹا ہوا تھا، میں نے سر اوپر اٹھایا اور پھر بچے کے پاس آ گیا، پھر میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سائبان کی طرح ایک چیز ہے جس میں چراغوں کے مانند کوئی شے ہے۔ پھر جب میں دوبارہ باہر آیا تو میں نے اسے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: ''آپ جانتے ہیں یہ کیا چیز تھی؟'' عرض کی، جی نہیں! فرمایا: ''یہ تو فرشتے تھے جو آپ کی تلاوت سننے کے لیے آئے تھے، اگر آپ پڑھتے رہتے تو لوگ بھی صبح کے وقت انھیں دیکھتے اور وہ لوگوں سے چھپتے نہیں۔'' [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب نزول السكينة والملائكة عند قراءة القرآن : ۵۰۱۸۔ مسلم ، كتاب صلاة المسافرين، باب نزول السكينة لقراءة القرآن : ۷۹٦]

عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، اس نے انھیں دیکھا کہ انھوں نے جمرہ کبریٰ کی سات کنکریوں کے ساتھ رمی کی تو بیت اللہ ان کے بائیں ہاتھ اور منیٰ دائیں ہاتھ تھا، پھر فرمایا، یہ اس شخص کے رمی کرنے کی جگہ ہے جس پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی (یعنی رسول اللہ ﷺ)۔ [بخاری، كتاب الحج، باب من رمى جمرة العقبة ...... الخ : ۱۷٤۹۔ مسلم، كتاب الحج، باب رمى جمرة العقبة من بطن الوادى : ۱۲۹٦]

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کچھ سستی دیکھی تو آپ نے مجھے حکم دیا: ''اے عباس! اعلان کرو، اے اصحاب سمرہ! (یعنی اے کیکر کے درخت کے نیچے بیعت رضوان کرنے والو!) اے اصحاب سورۂ بقرہ!'' [مسند الحميدى : ۲۱۸/۱، ح : ٤٥۹۔ مسند أحمد : ۲۰۷/۱، ح : ۱۷۸۰، ۱۷۸۰]

عروہ بیان کرتے ہیں کہ یمامہ کے دن جب مسیلمہ کذاب کے ساتھیوں سے جنگ ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو ''يَا أَصْحَابَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ !'' کہہ کر پکارنے لگے۔ [مصنف عبد الرزاق، باب الشعار : ۲۳۲/۵، ح : ۹٤٦٥۔ سنن سعيد بن منصور : ۳۵۲/۳، ح : ۲۹۰۸۔ مصنف ابن أبى شيبة : ۵۳۳/٦، ح : ۳۳۵٦۰]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء اس زمانہ میں نازل ہوئیں جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی۔ [بخاری، كتاب فضائل القرآن، باب تأليف القرآن : ٤۹۹۳]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

الٓمّٓ ۝

بعض سورتوں کے شروع میں جو حروف آئے ہیں انھیں حروفِ مقطعات کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ الگ الگ کر کے پڑھے جاتے ہیں۔ یہ حروف سورتوں کے شروع میں کیوں لائے گئے ہیں، اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے صحیح سند کے ساتھ کوئی بات منقول نہیں۔ یہ حروف بھی قرآن مجید کا حصہ ہیں، ان کی تلاوت پر بھی وہی ثواب ملتا ہے جو باقی قرآن مجید کی تلاوت پر ملتا ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ کی کتاب میں سے ایک حرف پڑھے تو اس کے لیے ایک نیکی (لکھی جاتی) ہے اور ہر نیکی کا اجر اس کا دس گنا ہوتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ "الٓمّٓ" ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔" [ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی من قرأ حرفًا من القرآن ما له من الأجر : ۲۹۱۰]

ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۛۚ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۝

"یہ کتاب، اس میں کوئی شک نہیں، بچنے والوں کے لیے سراسر ہدایت ہے۔"

ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ : قرآن مجید کے آغاز میں نہایت جزم سے یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اللہ ذوالجلال والاکرام کا کلام ہے، اس کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں، اس امر کی وضاحت قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ملتی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴾ [السجدة : ۲] "اس کتاب کا نازل کرنا جس میں کوئی شک نہیں، جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ اَنۡ يُّفۡتَرٰى مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلٰكِنۡ تَصۡدِيۡقَ الَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَتَفۡصِيۡلَ الۡكِتٰبِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴾ [یونس: ۳۷] "اور یہ قرآن ہرگز ایسا نہیں کہ اللہ کے غیر سے گھڑ لیا جائے اور لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور رب العالمین کی طرف سے کتاب کی تفصیل ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔"

هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ : ہدایت کا ایک معنی راستہ دکھانا ہے، اس لحاظ سے تو قرآن تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ دوسرا معنی منزل تک پہنچا دینا ہے، اس لحاظ سے یہ صرف متقین کے لیے ہدایت ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوۡعِظَةٌ لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۸] "یہ لوگوں کے لیے ایک وضاحت ہے اور بچنے والوں کے لیے سراسر ہدایت اور نصیحت ہے۔" اور فرمایا: ﴿ قُلۡ هُوَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ فِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرٌ وَّهُوَ عَلَيۡهِمۡ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوۡنَ مِنۡ مَّكَانٍۢ بَعِيۡدٍ ﴾ [حم السجدة : ٤٤] "کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے

جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا ہونے کا باعث ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں بہت دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔" اور فرمایا: ﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ١ۙ۬ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [یونس : ۵۷] "اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے عظیم نصیحت اور اس کے لیے سراسر شفا جو سینوں میں ہے اور ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت آئی ہے۔"

لِلْمُتَّقِيْنَ : اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا یعنی متقی وہ شخص ہے جو نہ صرف حرام چیزوں کو چھوڑ دے، بلکہ ان چیزوں کو بھی چھوڑ دے جن کا حرام ہونا یقینی نہیں، بلکہ مشکوک ہو۔ جب تک کوئی شخص شک و شبہ والی چیزوں کو نہیں چھوڑتا متقی نہیں کہلا سکتا اور نہ وہ اپنا دین محفوظ رکھ کر نجات حاصل کر سکتا ہے، جیسا کہ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "حلال واضح ہے، حرام واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے، تو جس نے اپنے آپ کو شبہ والی چیزوں سے بچا لیا اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچا لیا اور جو مشکوک چیزوں میں جا پڑا وہ اس چرواہے کی مثل ہے جو (شاہی) چراگاہ کے گرد (اپنے مویشی) چرائے تو قریب ہے کہ وہ (شاہی چراگاہ میں) اپنے مویشی داخل کر دے۔ خبردار! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔" [بخاري، كتاب الإيمان، باب فضل من استبرأ لدينه : ٥٢۔ مسلم، كتاب المساقاة، باب أخذ الحلال وترك الشبهات : ١٥٩٩]

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ﴿۳﴾

"وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے اور اس میں سے، جو ہم نے انھیں دیا ہے، خرچ کرتے ہیں۔"

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ : ایمان بالغیب سے مراد یہ ہے کہ انسان ایسی چیزوں پر ایمان لائے جو پوشیدہ ہیں، نظروں سے اوجھل ہیں، جیسے جنت اور دوزخ وغیرہ۔ حدیثِ جبریل میں ایمان کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر، یوم آخرت پر اور اچھی یا بری تقدیر پر ایمان لائے۔ یہ سب چیزیں غیب میں شامل ہیں، ان تمام چیزوں پر بغیر دیکھے ایمان لانا ضروری ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ١ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [المائدة : ٩٤] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً اللہ تمھیں شکار میں سے کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائے گا، جس پر تمھارے ہاتھ اور نیزے پہنچتے ہوں گے، تاکہ اللہ جان لے کون اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے، پھر جو اس کے بعد حد سے بڑھے تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَ ضِيَآءً

﴿ وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ هُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ٤٨، ٤٩] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون کو خوب فرق کر دینے والی چیز اور روشنی اور نصیحت عطا کی ان متقی لوگوں کے لیے۔ جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے ڈرنے والے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [الحديد : ٢٥] ’’اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور لوگوں کے لیے بہت سے فائدے ہیں اور تا کہ اللہ جان لے کہ کون دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۝ جَنّٰتِ عَدْنِ اِۨلَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴾ [مريم : ٦٠، ٦١] ’’مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔ ہمیشگی کے باغات میں، جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے (ان کے) بن دیکھے وعدہ کیا ہے۔ بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر رہنے والا ہے۔‘‘

ابو محیریز رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو جمعہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث بیان کریں جسے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو؟ تو انھوں نے کہا، ہاں! میں تمھیں ایک بہت اچھی حدیث سناتا ہوں، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا، ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے، انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا ہم سے بھی کوئی بہتر ہو سکتا ہے (اس کے باوجود کہ) ہم آپ پر ایمان لائے اور ہم نے آپ کے ساتھ مل کر جہاد بھی کیا ہے؟ فرمایا: ’’ہاں! وہ لوگ جو تمھارے بعد ہوں گے اور مجھ پر ایمان رکھتے ہوں گے، حالانکہ انھوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا۔‘‘ [مسند أحمد : ١٠٦/٤، ح : ١٦٩٧٩۔ سنن الدارمي، كتاب الرقاق، باب في فضل آخر هذه الأمة : ٧٦٤/٢، ح : ٢٦٤٢]

وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ : متقین یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کی دوسری نشانی نماز قائم کرنا ہے، نماز قائم کرنے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز ادا کرنا ہے، یعنی متقی لوگ جب نماز ادا کرتے ہیں تو اس کے تمام ارکان و شروط کا پورا پورا خیال رکھتے ہوئے اسے خشوع و خضوع اور حضور قلب کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ یہ دراصل اللہ سے محبت اور اس پر سچے ایمان کا امتحان ہے، اللہ تعالیٰ آزمانا چاہتا ہے کہ کون بن دیکھے اسے مانتا ہے اور کون نہیں۔ خشوع و خضوع کے ساتھ ساتھ نماز پر دوام بھی نہایت لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق کامیابی والا انسان وہی ہے جو نماز پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ١، ٢] ’’یقیناً کامیاب ہو گئے مومن۔ وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝

﴿ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴾ [المعارج : ١٩ تا ٢٣] ''بلاشبہ انسان تھڑدلا بنایا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جانے والا ہے اور جب اسے بھلائی ملتی ہے تو بہت روکنے والا ہے، سوائے نماز ادا کرنے والوں کے۔ وہ جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴾ [المعارج : ٣٤] ''اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ﴾ [التوبة : ١١] ''پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمھارے بھائی ہیں۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: ① اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ ② نماز قائم کرنا۔ ③ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ④ بیت اللہ کا حج کرنا۔ ⑤ اور رمضان کے روزے رکھنا۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب دعاء كم إيمانكم ...... الخ : ٨۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أركان الإسلام ...... الخ : ١٦]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، پھر جب وہ ایسا کریں تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور اپنے اموال کو بچا لیا، سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگا۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا الصلوة و آتوا الزكاة فخلوا سبيلهم ﴾ : ٢٥۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله ...... الخ : ٢٢]

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے بدترین حکمران وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں، تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔'' صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا ایسی حالت میں ہم انھیں تلوار سے نہ ہٹا دیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں! جب تک وہ تمھارے درمیان نماز قائم رکھیں۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب خيار الأئمة وشرارهم : ١٨٥٥]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب تم پر ایسے امیر مقرر کیے جائیں گے جن کی بعض باتیں تمھیں اچھی لگیں گی اور بعض باتیں بری معلوم ہوں گی، تو جس شخص نے ان کی بری باتوں سے کراہت اختیار کی وہ بری ہو گیا اور جس شخص نے انکار کیا وہ سلامت رہا، لیکن جو شخص ان سے راضی ہوا اور ان کی پیروی کی (وہ گمراہ ہو گیا)۔'' صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب الإنكار على الأمراء فيما يخالف الشرع ...... الخ : ١٨٥٤]

﴿ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ : متقی لوگوں کی تیسری نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں سے کچھ نہ کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾ [الحديد : ۷] ''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن میں اس نے تمھیں (پہلوں کا) جانشین بنایا ہے، پھر وہ لوگ جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے خرچ کیا ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴾ [إبراهيم : ۳۱] ''میرے بندوں سے جو ایمان لائے ہیں، کہہ دے کہ وہ نماز قائم کریں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا ہے، پوشیدہ اور ظاہر خرچ کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الأنفال : ۲ تا ٤] ''(اصل) مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا، خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں، انھی کے لیے ان کے رب کے پاس بہت سے درجے اور بڑی بخشش اور با عزت رزق ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَاَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [البقرة : ۱۹۵] ''اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت ڈالو اور نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۳، ۱۳٤] ''اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دوڑو اپنے رب کی جانب سے بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے، ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

احادیث میں انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا گیا ہے، جیسا کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا: ''خرچ کرتی رہو، گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ بھی گن گن کر دے گا، ہاتھ نہ روکو، ورنہ اللہ بھی تم سے ہاتھ روک لے گا۔'' [بخاري، كتاب الهبة، باب هبة المرأة لغير زوجها ...... الخ : ۲۵۹۱۔ مسلم ، كتاب الزكوة، باب الحث

علی الإنفاق و کراھة الإحصاء : ۱۰۲۹]

انفاق فی سبیل اللہ ایسی پرعظمت صفت ہے کہ اس پر رشک کیا جانا چاہیے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو آدمیوں کے علاوہ کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیے، ایک تو وہ جس کو اللہ نے مال دیا اور پھر اسے حق (کے کام) میں خرچ کرنے کی توفیق بخشی اور ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے حکمت دی، پھر وہ اس حکمت کے ذریعے فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمة : ۷۳۔ مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل من یقوم بالقرآن و یعلمه ...... الخ : ۸۱۶]

فی سبیل اللہ خرچ کرنے والوں کے لیے فرشتوں کی دعا، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انسانوں پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں دو فرشتے نہ اترتے ہوں، ان میں سے ایک فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! جس نے تیری راہ میں خرچ کیا اسے بہترین نعم البدل عطا کر اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! ہاتھ روک لینے والے کا مال تلف فرما دے۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ تعالی ﴿ فأما من أعطی واتقی ﴾ : ۱۴۴۲۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی المنفق والممسك : ۱۰۱۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی النفقة و تبشیر المنفق بالخلف : ۹۹۳]

رب کی راہ میں تھوڑا خرچ بھی نار جہنم سے آزادی کا باعث بن جاتا ہے، سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آگ سے بچو! اگرچہ آدھی کھجور ہی کا صدقہ میسر ہو۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرة ...... الخ : ۱۴۱۷۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقة ...... الخ : ۱۰۱۶]

وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ١ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَؕ۰۰۴

''اور وہ جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا اور آخرت پر وہی یقین رکھتے ہیں۔''

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ : متقین کی چوتھی صفت یہ بتائی کہ وہ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئیں۔ البتہ اب عمل صرف اسی پر ہو گا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، باقی سب منسوخ ہو چکیں اور پھر قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہے، سو یہ ہمیشہ باحفاظت رہا ہے اور رہے گا، جبکہ دیگر کتب آج اصلی حالت میں موجود ہی نہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴾ [محمد : ۲] ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کیا گیا اور وہی ان کے رب کی

طرف سے حق ہے، اس نے ان سے ان کی برائیاں دور کر دیں اور ان کا حال درست کر دیا۔“ اور فرمایا: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ﴾ [النساء : ١٣٦] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی اور اس کتاب پر جو اس نے اس سے پہلے نازل کی۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب اہل کتاب تم سے کوئی چیز بیان کریں تو نہ ان کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب، بلکہ کہو کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمھاری طرف نازل کیا گیا۔“ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لا تسئلوا أهل الکتاب عن شیء : ٧٣٦٢۔ مسند أحمد : ١٣٦/٤، ح : ١٧٢٣٠۔ أبو داوٗد ، کتاب العلم، باب روایة حدیث أهل الکتاب : ٣٦٤٤]

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ : آخرت سے مراد ہر وہ بات ہے جو موت کے بعد وقوع پذیر ہو گی۔ اس کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا گیا کہ یہ ایمان کا ایک رکن ہے۔ آخرت پر یقین ہی آدمی کو عمل صالح پر ابھارتا اور عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴾ [النمل : ١ تا ٥] ”طٰسٓ ، یہ قرآن اور واضح کتاب کی آیات ہیں۔ مومنوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہیں۔ وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین بھی وہی رکھتے ہیں۔ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے ان کے اعمال مزین کر دیے ہیں، پس وہ حیران پھرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے اور وہ آخرت میں، وہی سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ الٓمّٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۙ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [لقمان : ١ تا ٥] ”الٓمّٓ۔ یہ کمال حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔ نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہیں۔ وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین بھی وہی رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے سراسر ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے کہ نہایت سفید کپڑوں میں ملبوس، نہایت سیاہ بالوں والا ایک شخص حاضر ہوا، اس پر سفر کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے اور ہم میں سے کوئی اسے جانتا بھی نہ تھا، وہ اپنے زانو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو سے ملا کر بیٹھ گیا، اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے زانوؤں پر رکھ لیے اور پوچھنے لگا: ”اے محمد!...... مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے

(کہ ایمان کیا ہے)؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، یوم آخرت پر اور اچھی یا بری تقدیر پر ایمان لائے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان والإسلام والإحسان...... الخ : ۸]

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵

''یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے بڑی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں۔''

یعنی وہی لوگ متقی ہیں جن میں یہ اوصاف ہوں گے۔ وہی رب تعالیٰ کی طرف سے سیدھے راستے پر قائم رہیں گے اور مکمل کامیابی سے سرفراز ہوں گے۔ قرآن مجید نے خوب وضاحت فرمائی ہے کہ کامیابی کا مدار صرف اور صرف 'تقویٰ' پر ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۸۹] ''اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [المائدة : ۱۰۰] ''پس اللہ سے ڈرو اے عقلوں والو! تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۶

''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، ان پر برابر ہے، خواہ تو نے انھیں ڈرایا ہو، یا انھیں نہ ڈرایا ہو، ایمان نہیں لائیں گے۔''

نبی ﷺ کی شدید خواہش تھی کہ سب لوگ مسلمان ہو جائیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی کرتوت اور اعمال کے باعث کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ ایمان ان کے نصیب ہی میں نہیں۔ اس سے سب کافر مراد نہیں، کیونکہ بے شمار کافر مسلمان ہوئے اور ہو رہے ہیں، اس لیے یہاں مراد وہ لوگ ہیں جو پچھلی آیات میں مذکور سب چیزوں کا یا ان میں سے بعض کا انکار کر دیتے ہیں اور ہٹ دھرمی کی اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ اگر یہ حق بھی ہو تو ہم اسے نہیں مانیں گے، جیسے بعض یہود مدینہ اور ابوجہل اور اس کے ساتھی وغیرہ، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴾ [یونس : ۹۶، ۹۷] ''بے شک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ خواہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ﴾ [البقرة : ۱۴۵] ''اور یقیناً اگر تو ان لوگوں کے پاس جنھیں کتاب دی گئی ہے، ہر نشانی بھی لے آئے وہ تیرے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے۔'' نیز فرمایا: ﴿ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴾ [القمر: ۳ تا ۵] ''اور انھوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام انجام کو پہنچنے والا ہے اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس کئی خبریں آئی ہیں، جن میں باز آنے کا سامان ہے۔ کامل دانائی کی بات ہے، پھر (بھی) ڈرانے والی چیزیں کوئی فائدہ نہیں دیتیں۔''

﴿ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ ع ۷

’’اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی اور ان کی نگاہوں پر ایک پردہ ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔‘‘

کفر و معصیت کے مسلسل ارتکاب کی وجہ سے ان کے دلوں سے قبول حق کی استعداد ختم ہو چکی ہے۔ ان کے کان حق بات سننے کے لیے آمادہ نہیں اور ان کی نگاہیں کائنات میں پھیلی ہوئی رب کی نشانیاں دیکھنے سے محروم ہو چکی ہیں، تو اب وہ کس طرح ایمان لا سکتے ہیں؟ یہ مہر اگرچہ اللہ نے لگائی ہے مگر اس کا باعث ان کا عمل اور ہٹ دھرمی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الجاثیة : ۲۳] ’’پھر کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو بنا لیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔ پھر اللہ کے بعد اسے کون ہدایت دے، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴾ [النحل : ۱۰۸] ’’یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں اور ان کے کانوں اور ان کی آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہی لوگ ہیں جو بالکل غافل ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [المطففین : ۱۲ تا ۱۴] ’’اور اسے کوئی نہیں جھٹلاتا مگر ہر حد سے نکل جانے والا، سخت گناہ گار۔ جب اس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ ہرگز نہیں، بلکہ زنگ بن کر چھا گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔‘‘

یہ مہر کیسے لگتی ہے؟ اس کی وضاحت حدیث میں ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے، پھر جب وہ اس گناہ سے دور ہو جاتا ہے، معافی مانگ لیتا اور توبہ کر لیتا ہے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ اس گناہ کو دوبارہ کرتا ہے تو اس نقطے کو بڑھا دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے وہ سیاہی پورے دل پر چھا جاتی ہے اور یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ نے (اس آیت میں) کیا ہے: ﴿ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [المطففین : ۱۴] ’’ہرگز نہیں، بلکہ زنگ بن کر چھا گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔‘‘ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ویل للمطففین : ۳۳۳۴۔ ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر الذنوب : ۴۲۴۴۔ کتاب التوبۃ لابن أبی دنیا : ۱۹۱]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دلوں پر فتنے اس طرح وارد ہوں گے (ایک کے بعد ایک) جیسے چٹائی کے تنکے ایک کے بعد ایک ہوتے ہیں۔ جو دل انھیں قبول کر لے گا اس میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو

جائے گا اور جو دل انھیں قبول کرنے سے انکار کر دے گا اس میں ایک سفید نقطہ پیدا ہو جائے گا، حتیٰ کہ دل دو طرح کے ہو جائیں گے، یا تو دل چٹان کی طرح سفید ہو گا کہ جب تک آسمان و زمین باقی رہیں گے کوئی فتنہ اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یا دل سیاہ ہو کر الٹے کوزے کی طرح ہو جائے گا کہ وہ نیکی کو نیکی اور برائی کو برائی نہیں سمجھے گا۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب رفع الأمانة والإيمان ...... الخ : ١٤٤]

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے: ((يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ! ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ)) ''اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔'' [ابن حبان : ٩٤٣۔ ترمذی ، كتاب القدر ، باب ما جاء أن القلوب بين أصبعي الرحمن : ٢١٤٠]

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۸

''اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ہرگز مومن نہیں۔''

یہاں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر فرما رہے ہیں جو موقع پرست ہوتے ہیں۔ دنیوی فائدہ حاصل کرنے کے لیے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن دل سے ایمان قبول نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کو منافق کہا جاتا ہے۔ ان کے جھوٹ اور فریب کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بار بار کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [المنافقون : ١] ''جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم شہادت دیتے ہیں کہ بلاشبہ تو یقیناً اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ بلاشبہ تو یقیناً اس کا رسول ہے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہ یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ قَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَ هُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴾ [المائدة : ٦١] ''اور جب وہ تمھارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے، حالانکہ یقیناً وہ کفر کے ساتھ داخل ہوئے اور یقیناً اسی کے ساتھ وہ نکل گئے اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو وہ چھپاتے تھے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ ہوں وہ خالص منافق ہوتا ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں سے کوئی ایک ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہو گی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (وہ خصلتیں یہ ہیں) جب اسے امانت دار سمجھا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے اور جب جھگڑے تو بد زبانی کرے۔'' [بخاری، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ٣٤۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ٥٨]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منافق کی مثال اس بکری کی ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ماری ماری پھرتی ہو، کبھی اس ریوڑ میں آتی ہو اور کبھی اس میں۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين و أحكامهم : ٢٧٨٤]

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ؕ۝۹

’’اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔‘‘

یعنی وہ دل میں کفر چھپائے ہوئے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں کو دھوکا دینے میں کامیاب ہیں، حالانکہ دھوکا ان کے ساتھ ہو رہا ہے کہ دنیا میں ان کو مسلمان قرار دیا گیا اور انھیں مسلمانوں والے حقوق و فوائد حاصل رہے مگر آخرت میں وہ آگ کے سب سے نچلے حصے میں ہوں گے اور انھیں اس خود فریبی کا شعور ہی نہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ﴾ [النساء : ۱٤۲] ’’بے شک منافق لوگ اللہ سے دھوکا بازی کر رہے ہیں، حالانکہ وہ انھیں دھوکا دینے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴾ [المجادلة : ۱۸] ’’جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو وہ اس کے سامنے قسمیں کھائیں گے جس طرح تمھارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اور گمان کریں گے کہ بے شک وہ کسی چیز پر (قائم) ہیں، سن لو! یقیناً وہی اصل جھوٹے ہیں۔‘‘

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ۬ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۝۱۰

’’ان کے دلوں ہی میں ایک بیماری ہے تو اللہ نے انھیں بیماری میں اور بڑھا دیا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔‘‘

یہ اس سوال کا جواب ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کوئی شخص اللہ کو دھوکا دے جو عالم الغیب ہے اور مومنوں کو دھوکا دے جن سے زیادہ فراست والا کوئی ہو نہیں سکتا اور سمجھے کہ میں دھوکا دینے میں کامیاب ہوں۔ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دل ہی ایک ایسے مرض میں مبتلا ہیں جس نے انھیں خود فریبی کی آخری حد تک پہنچا دیا ہے۔ وہ مرض نفاق ہے جو کفر چھپانے کی کوشش کا نام ہے۔ اس بیماری سے بے شمار مزید نفسیاتی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور پھر بڑھتی چلی جاتی ہیں، مثلاً جھوٹ، خیانت، وعدہ خلافی، بدعہدی، خود پسندی اور دو رخی وغیرہ۔ جنھیں رسول اللہ ﷺ نے منافق کی نشانیاں قرار دیا ہے۔ پھر اگر توبہ نہ کی جائے اور آدمی باز نہ آئے تو ان بیماریوں میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ۝ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ ﴾ [التوبة: ۱۲٥،۱۲٤] ’’پس جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو تو اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی میں زیادہ کر دیا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [الأحزاب : ۱۲] ’’اور

جب منافق لوگ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے، کہتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے محض دھوکا دینے کے لیے وعدہ کیا تھا۔‘‘

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں تھے، اتفاق سے وہاں ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات مار دی۔ انصاری پکار اٹھا، اے انصاریو ! دوڑو۔ مہاجر پکارنے لگا، اے مہاجرو ! ادھر آؤ۔ دونوں کی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لی، آپ نے پوچھا: ’’یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے؟‘‘ لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ ! ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات مار دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایسی باتیں (جن سے باہمی فساد اور خانہ جنگی ہو) چھوڑ دو، یہ ناپاک باتیں ہیں۔‘‘ عبداللہ بن ابی منافق نے اس تکرار کی خبر سنی (جو مہاجر اور انصاری میں ہوگئی تھی) تو کہنے لگا، مہاجرین اپنی حکومت جتانے لگے ہیں، اللہ کی قسم ! اگر ہم واپس مدینہ پہنچے تو جو عزت والا ہے وہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ یہ بات جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ ! حکم دیجیے ! میں اس منافق کی گردن اتار دوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اسے چھوڑیے ! لوگ کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خود ہی اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔‘‘ جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تھے اس وقت انصار مہاجرین سے زیادہ تھے، پھر اس کے بعد مہاجرین زیادہ ہوگئے۔ [بخاری، کتاب التفسیر ، باب قولہ: ﴿ سوآء علیھم أستغفرت لھم ﴾ : ۴۹۰۵]

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت ڈالو تو کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ سن لو! یقیناً وہی تو فساد ڈالنے والے ہیں اور لیکن وہ نہیں سمجھتے۔‘‘

جب منافقین سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ یعنی کفر و معاصی کا ارتکاب نہ کرو، کافروں کے ساتھ دوستی نہ کرو، مسلمانوں کے بھید ان کے دشمنوں کو نہ دو اور کافروں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر جنگ کی آگ نہ سلگاؤ، تو کہتے ہیں کہ دراصل ہم ہی لوگ تو اصلاح کرنے والے ہیں کہ مسلمانوں اور کافروں سے مدارات سے کام لیتے ہیں اور ان کے درمیان اصلاح کرتے ہیں۔ مسلمان کیا اصلاح کریں گے؟ اس طرح انھوں نے حقائق کو تبدیل کر کے زمین میں فساد پھیلایا اور ظاہر کیا کہ ان کا عمل فساد فی الارض نہیں، بلکہ اصلاح بین الناس ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے زعم باطل کی تردید کی کہ ان سے بڑھ کر فسادی کون ہو سکتا ہے اور اس سے بڑا فساد اور کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا جائے، اس کے دین سے لوگوں کو روکا جائے، اللہ اور اس کے اولیاء کو دھوکا دیا جائے اور اس کے دشمنوں سے دوستی کی جائے۔ اب بھی مسلمانوں میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے ساتھ شرک کو اولیاء کا

ادب، بدعات کو قربِ الٰہی کا ذریعہ، کفار سے دوستی اور ان کے غلبے کے لیے کوشش کو حالات کا تقاضا قرار دیتے ہیں، مسلمانوں کی نسل کشی کو خاندانی منصوبہ بندی کہتے ہیں، بدکاری و بے حیائی پھیلاتے ہیں اور اسے عورتوں کے حقوق کا تحفظ قرار دیتے ہیں۔ ہر برے سے برا کام نام بدل کر خوش نما بنا لیتے ہیں، کچھ لوگوں نے زنا کو متعہ اور حلالہ کا، باجوں گاجوں اور موسیقی کو قوالی اور روح کی غذا کا اور نشہ آور مشروبات کو نبیذ کا نام دے کر حلال کر رکھا ہے۔ یہ سب نفاق کے مختلف مظاہر ہیں۔

منافقین اپنے اسلام کے جھوٹے دعوے کی بنیاد پر مومنوں سے میل جول رکھتے تھے، لیکن ان کی اصل دوستی یہودیوں سے تھی، وہ یہودیوں کو جنگ پر اکساتے تھے، ان کی پوری کوشش تھی کہ اسلام مٹ جائے اور اہلِ ایمان نیست و نابود ہو جائیں۔ اپنے ان مذموم مقاصد کے لیے وہ دیگر لوگوں کو بھی تیار کرتے، انھیں اپنی تائید و نصرت کی یقین دہانیاں کرواتے رہتے، حالانکہ وہ اپنے اس دعوے میں بھی جھوٹے اور قطعی کھوکھلے تھے، جیسا کہ قرآن مجید نے خبر دی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىِٕنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا١ۙ وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ١ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [الحشر : ۱۱] ”کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے منافقت کی، وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنھوں نے اہل کتاب میں سے کفر کیا، یقیناً اگر تمھیں نکالا گیا تو ضرور بالضرور ہم بھی تمھارے ساتھ نکلیں گے اور تمھارے بارے میں کبھی کسی کی بات نہیں مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ضرور بالضرور ہم تمھاری مدد کریں گے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ﴾ [الأعراف : ۵۶] ”اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ يَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ١ٞ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ١ؕ وَ اللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ﴾ [النساء : ۸۱] ”اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی، پھر جب تیرے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو اس کے خلاف مشورے کرتا ہے جو وہ کہہ رہا تھا اور اللہ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں۔“

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں شریک تھا، میں نے عبداللہ بن ابی کو یہ کہتے ہوئے سنا، لوگو! تم ایسا کرو کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں انھیں کچھ نہ دو، تو وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اس کے پاس سے الگ ہو جائیں گے اور اگر ہم اس لڑائی سے لوٹ کر مدینہ پہنچے تو جو عزت والا ہے وہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ میں نے عبداللہ بن ابی کی یہ بات اپنے چچا (سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ) یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی۔ انھوں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور میں نے یہ واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے عبداللہ بن ابی اور اس

کے ساتھیوں کو بلوایا مگر وہ مکر گئے اور قسمیں کھانے لگے کہ ہم نے ہرگز ایسا نہیں کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جھوٹا اور عبداللہ بن ابی کو سچا جانا، مجھے اتنا رنج ہوا کہ کبھی ویسا رنج نہیں ہوا تھا۔ پھر میں گھر میں بیٹھ گیا، میرے چچا نے کہا، میرا خیال نہیں تھا کہ آپ ﷺ تمھاری تکذیب کریں گے اور تم پر ناراض ہوں گے۔ پھر اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورۂ منافقون نازل کی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور سورۂ منافقون پڑھ کر سنائی۔ فرمایا: ''زید! اللہ نے تجھ کو سچا کیا۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿ إذا جاء ك المنافقون قالوا نشهد إنك لرسول الله ﴾ : ٤٩٠٠ـ مسلم ، كتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين و أحكامهم : ٢٧٧٢]

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے ایمان لاؤ جس طرح لوگ ایمان لائے ہیں، تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جیسے بے وقوف ایمان لائے ہیں؟ سن لو! بے شک وہ خود ہی بے وقوف ہیں اور لیکن وہ نہیں جانتے۔''

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ : اس آیت میں ''النَّاسُ'' سے مراد سچے مومن ہیں، یعنی مہاجرین و انصار وغیرہ اور منافق انھیں ''بے وقوف'' اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سچے مومن تھے، ان کی طرح مفاد پرست نہیں تھے، بلکہ دین کی خاطر کٹھن سے کٹھن حالات کا مقابلہ کرنے حتیٰ کہ جان تک دینے کو بھی تیار رہتے تھے۔ اس آیت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے کہ منافقین کو ان کے ایمان جیسا ایمان لانے کا حکم دیا گیا اور ایمان لانے کے سلسلے میں انھیں معیار قرار دیا گیا۔

قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ : رسول اللہ ﷺ جب انھیں ایمانِ خالص کی دعوت دیتے، تو وہ لوگ اپنی نجی مجلسوں میں کہتے کہ ''کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جیسے بے وقوف ایمان لائے ہیں۔'' صحابہ کرام کو سفیہ اور بیوقوف سمجھتے کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئے، اپنا گھر بار چھوڑا اور کافروں سے دشمنی مول لی۔ حالانکہ ان کے نزدیک عقل کا تقاضا اس کے برعکس تھا، اس لیے صحابہ کرام کو کم عقلی اور بیوقوفی کی طرف منسوب کیا اور اپنے آپ کو دنیا والوں کے سامنے اربابِ عقل وخرد باور کرایا۔ وہ لوگ صحابہ کرام کو اس لیے سفیہ کہتے تھے کہ اس زمانے میں اکثر مسلمان غریب وفقیر اور منافقین وکفار اصحابِ ریاست وثروت تھے، ان کا یہ کام صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تحقیر کی غرض سے تھا۔

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾

''اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب اپنے شیطانوں کی طرف

اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں بے شک ہم تمھارے ساتھ ہیں، ہم تو صرف مذاق اڑانے والے ہیں۔“

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا : اہل ایمان سے ان کی ملاقات سرسری ہوتی ہے، کبھی کسی مجلس میں کبھی سرراہ، مگر اپنے شیطانوں کے ساتھ اہتمام کے ساتھ خلوت ہوتی ہے۔ یہاں ان کے کردار و گفتار میں تناقض اور تباین کو انھی کی زبانی بیان کیا گیا ہے کہ جب مسلمانوں کے ساتھ ہوتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم مسلمان ہیں، تاکہ مسلم معاشرہ کے منافع اور مصالح سے مستفید ہوں اور جب اپنے سرداروں کی مجلسوں میں جاتے ہیں تو انھیں یقین دلاتے ہیں کہ ہم تو آپ لوگوں کے ساتھ ہیں، ہم تو یونہی مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہی منافقت ہے، آج تو وہ بظاہر بڑے خوش ہیں، دراصل یہ کل کے اپنے انجام سے بے خبر ہیں کہ اس منافقت کا انجام کیا ہے؟ ان کا بھیانک انجام حدیث میں یوں بیان ہوا ہے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے بدتر اس شخص کو پاؤ گے جو دو رخا ہوگا، ان کے پاس آیا تو ان کا سا بن گیا اور ان کے پاس گیا تو ان کا سا بن گیا۔“ [بخاري، كتاب الأدب، باب ما قيل في ذي الوجهين : ۶۰۵۸۔ مسلم ، كتاب فضائل الصحابة ، باب خيار الناس : ۲۵۲۶]

وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ : شیاطین سے مراد کافروں کے سردار ہیں، خواہ وہ مشرکین و یہود سے ہوں، یا خود ان منافقین سے۔ شیطان ہر سرکش اور مفسد شخص کو کہتے ہیں، شیاطین جنوں اور انسانوں دونوں سے ہوتے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں صراحت ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ﴾ [الأنعام : ۱۱۲] ”اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا، ان کا بعض بعض کی طرف ملمع کی ہوئی بات دھوکا دینے کے لیے دل میں ڈالتا رہتا ہے۔“

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾

”اللہ ان کا مذاق اڑاتا ہے اور انھیں ڈھیل دے رہا ہے، اپنی سرکشی ہی میں حیران پھرتے ہیں۔“

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ : اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ منافقین تم لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کا مذاق اڑائے گا، یعنی ان سے انتقام لے گا، انھیں دنیا میں ذلت و پستی میں مبتلا کرے گا اور آخرت میں ان سے مذاق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مومن جب اپنے نور لے کر چلیں گے تو اچانک منافقوں کا نور بجھ جائے گا اور وہ ظلمت و تاریکی میں بھٹکتے رہ جائیں گے۔ اس سے بڑھ کر ان کا استہزا اور کیا ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴾ [الحديد : ۱۳] ”جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ان لوگوں سے کہیں گے جو ایمان لائے ہمارا انتظار کرو کہ ہم تمھاری روشنی سے کچھ روشنی حاصل کر لیں۔ کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پس کچھ روشنی تلاش کرو، پھر ان کے درمیان ایک دیوار بنا دی جائے گی

جس میں ایک دروازہ ہوگا، اس کی اندرونی جانب، اس میں رحمت ہوگی اور اس کی بیرونی جانب، اس کی طرف عذاب ہوگا۔“

﴿وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾ : یہ بھی منافقین کے ساتھ اللہ کا استہزا ہی ہے کہ وہ انھیں ڈھیل دیتا ہے اور انھیں کفر و فجور میں آگے بڑھنے کی مہلت دیتا ہے، درآں حالیکہ وہ حیران و پریشان ہوتے ہیں اور اس سے باہر نکلنے کا انھیں کوئی راستہ نہیں ملتا، ارشاد فرمایا: ﴿وَ نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَ اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ [الأنعام : ١١٠] ”اور ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے، جیسے وہ اس پر پہلی بار ایمان نہیں لائے اور انھیں چھوڑ دیں گے، اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں گے۔“ اور فرمایا: ﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ﴾ [الأنعام : ٤٤] ”پھر جب وہ اس کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ خوش ہوگئے جو انھیں دی گئی تھیں، ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا تو اچانک وہ ناامید تھے۔“

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾

”یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی، تو نہ ان کی تجارت نے نفع دیا اور نہ وہ ہدایت پانے والے بنے۔“

اللہ نے ان کی تجارت کو گھاٹے اور خسارے والی بتایا، تو یہاں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بدنصیب تجارت کے اصولوں سے واقف ہی نہ تھے۔ ان کے اندر سے یہ صلاحیت مسلوب تھی کہ وہ نفع و نقصان، خیر و شر، نور و ظلمت اور ہدایت و گمراہی میں تمیز کر پاتے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّاۤ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾

”ان کی مثال اس شخص کی مثال کی سی ہے جس نے ایک آگ خوب بھڑکائی، تو جب اس نے اس کے ارد گرد کی چیزوں کو روشن کر دیا تو اللہ ان کے نور کو لے گیا اور انھیں کئی طرح کے اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ نہیں دیکھتے۔“

منافقین کی تشبیہ اس شخص سے کس طرح دی گئی جس نے ایک آگ خوب بھڑکائی پھر اس کی آگ بجھ گئی اور اللہ ان کا نور لے گیا؟ جواب یہ ہے کہ دو وجہ سے۔ پہلی یہ کہ یہ لوگ پہلے ایمان لائے تو نورِ ایمان سے ان کے لیے ہر چیز روشن ہوگئی، پھر نفاق میں مبتلا ہوگئے تو وہ نور بجھ گیا اور وہ کفر و نفاق اور شکوک و شبہات کے اندھیروں میں بھٹکتے رہ گئے۔

تشبیہ کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بظاہر ایمان لانے سے دنیا میں انھیں مسلمان ہونے کی عزت حاصل ہوئی، مسلمانوں کے ساتھ ان کے رشتے ناتے رہے، وہ ایک دوسرے کے وارث رہے، مالِ غنیمت اور دوسرے بے شمار فوائد حاصل کرتے رہے، مگر جب فوت ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ عزت چھین لی، جیسے اس آگ والے سے اس کی روشنی

چھین لی اور انھیں اندھیروں یعنی قبر، یوم محشر اور جہنم کے عذاب میں چھوڑ دیا۔

صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡيٌ فَهُمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ ۙ﴿۱۸﴾

''بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، پس وہ نہیں لوٹتے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں بتایا کہ دراصل ان کا دل، ان کی بصیرت اور سوجھ بوجھ ہی اندھی ہو چکی ہے کہ وہ خیر کی باتیں سننے سے بہرے ہیں، انھیں اپنی زبان سے ادا کرنے سے عاجز ہیں اور نعمت بصیرت سے محروم ہیں، اس لیے اب وہ لوگ حق کی طرف کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ﴾ [الحج : ٤٦] ''پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَلَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ‌ۖ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ بِهَا وَلَهُمۡ اَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ بِهَا وَلَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا يَسۡمَعُوۡنَ بِهَا‌ؕ اُولٰٓـئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ‌ؕ اُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ﴾ [الأعراف : ۱۷۹] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بہت سے جن اور انسان جہنم ہی کے لیے پیدا کیے ہیں، ان کے دل ہیں جن کے ساتھ وہ سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں جن کے ساتھ وہ سنتے نہیں، یہ لوگ چوپاؤں جیسے ہیں، بلکہ یہ زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں، یہی ہیں جو بالکل بے خبر ہیں۔''

اَوۡ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيۡهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعۡدٌ وَّبَرۡقٌ‌ۚ يَجۡعَلُوۡنَ اَصَابِعَهُمۡ فِىۡٓ اٰذَانِهِمۡ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الۡمَوۡتِ‌ؕ وَاللّٰهُ مُحِيۡطٌۢ بِالۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الۡبَرۡقُ يَخۡطَفُ اَبۡصَارَهُمۡ‌ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمۡ مَّشَوۡا فِيۡهِ ۙ وَاِذَآ اَظۡلَمَ عَلَيۡهِمۡ قَامُوۡا ‌ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمۡعِهِمۡ وَاَبۡصَارِهِمۡ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۲۰﴾ ع ۲

''یا جیسے آسمان سے اترنے والی بارش، جس میں کئی اندھیرے ہیں اور گرج اور چمک ہے، وہ کڑکنے والی بجلیوں کی وجہ سے موت کے ڈر سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں اور اللہ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔ بجلی قریب ہے کہ ان کی نگاہیں اچک کر لے جائے، جب کبھی وہ ان کے لیے روشنی کرتی ہے اس میں چل پڑتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا کر دیتی ہے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور ان کی سماعت اور ان کی نگاہیں لے جاتا، بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک دوسری مثال دی کہ ان کی مثال آسمان سے نازل ہونے والی بارش کی سی ہے جس میں تاریکیاں ہوں، کڑک ہو اور بجلی ہو۔ جب اس بجلی سے ذرا روشنی ہوتی ہے تو وہ چلنے لگتے ہیں اور جب تاریکی عود کر آتی ہے تو گھبرا کر ٹھہر جاتے ہیں۔

یہی حال منافقین کا تھا کہ جب قرآن کریم میں مذکور اوامر ونواہی اور وعدہ و وعید سنتے، تو مارے ڈر کے اور رعب و

خوف کی وجہ سے اپنی انگلیوں کو کانوں میں ڈال لیتے، جتنا ان کے لیے ممکن ہوتا اتنا قرآن اور اس کی تعلیمات سے اعراض کرتے اور اسے برا جانتے۔ بالکل اس آدمی کی طرح جو بارش میں کڑک کی وجہ سے، موت کے ڈر سے، اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں ٹھونس لیتا ہے، وہ سوچتا ہے کہ شاید اس طرح موت کا خطرہ اس سے ٹل جائے گا، لیکن منافقین کو کہاں سے نجات مل سکتی ہے، اللہ تعالیٰ انھیں ہر طرف سے اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں ان کے کرتوتوں کا پورا پورا بدلہ دے کر رہے گا۔

بارش سے مراد اسلام ہے، اندھیروں اور گرج سے مراد وہ تکلیفیں اور مصیبتیں ہیں جو اسلام کی راہ میں پیش آتی ہیں۔ چمک سے مراد مسلمانوں کو حاصل ہونے والی کامیابیاں ہیں اور کڑکنے والی بجلیوں سے مراد جہاد کے احکام ہیں، جن میں منافقوں کو موت دکھائی دیتی ہے۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہدایت اور علم جو اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسی مثال اس بارش کی جو کثرت سے ہو، وہ بارش جب زمین پر پہنچتی ہے تو زمین کا وہ حصہ جو صاف ہوتا ہے پانی جذب کر لیتا ہے، پھر اس سے گھاس اور سبزہ اگتا ہے اور زمین کا جو حصہ سخت ہوتا ہے وہ پانی کو روک لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، لوگ اس سے پیتے ہیں، پلاتے ہیں اور کھیتی میں آبپاشی کرتے ہیں اور زمین کا بعض حصہ بالکل چٹیل میدان ہوتا ہے، نہ پانی کو روکتا ہے اور نہ اس پر گھاس اگتی ہے۔ بس یہی مثال اس شخص کی ہے جو اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کرے اور جس چیز کو دے کر مجھے اللہ نے بھیجا ہے وہ اس کو نفع پہنچائے، پھر وہ شخص اس کو پڑھے اور پڑھائے اور (چٹیل میدان کی) مثال اس شخص کی سی ہے جو ہدایت اور علم دین کی طرف متوجہ نہ ہو اور جس ہدایت کو دے کر میں مبعوث کیا گیا ہوں اسے قبول نہ کرے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم و علّم : ۷۹]

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾

''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم بچ جاؤ۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے انسانو! دیکھو، دھوکے میں نہ آؤ اور اپنی تخلیق کے مقصد کو فراموش نہ کرو، کبر و غرور سے کام نہ لو اور اس اللہ کی بندگی کے لیے جھک جاؤ جس نے تمھیں پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ یہی تقویٰ کی راہ ہے اور یہی ذریعہ ہے اللہ کی ناراضی اور اس کے عذاب سے بچنے کا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ﴾ [النساء : ۳۶] ''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ﴾ [الکھف : ۱۱۰] ''تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا

ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ [الذاريات : ٥٦] ’’اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ’’احسان کیا ہے؟‘‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے دیکھنے کی کیفیت پیدا نہ کر سکو تو (یہ تصور پیدا کر لو کہ) وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔‘‘ [بخاری، كتاب الإيمان، باب سؤال جبريل عليه السلام عن الإيمان ...... الخ : ٥٠۔ مسلم ، كتاب الإيمان ، باب بيان الإيمان و الإسلام...... الخ : ٨]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اے معاذ! کیا جانتے ہو کہ اللہ کا اس کے بندوں پر کیا حق ہے؟‘‘ معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: ’’یہ کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔‘‘ [بخاری، كتاب التوحيد، باب ما جاء في دعاء النبي ﷺ أمته إلى توحيد الله تبارك و تعالى : ٧٣٧٣۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا : ٣٠]

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۠ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

’’جس نے تمھارے لیے زمین کو ایک بچھونا اور آسمان کو ایک چھت بنایا اور آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر اس کے ساتھ کئی طرح کے پھل تمھاری روزی کے لیے پیدا کیے، پس اللہ کے لیے کسی قسم کے شریک نہ بناؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔‘‘

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا : یعنی اللہ وہ ذات ہے جس نے تمھارے اوپر نعمتوں کی بارش کی، زمین کو تمھارے لیے فرش بنایا، جس پر تم مکان بناتے ہو، کاشت کرتے ہو اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴾ [الذاريات : ٤٨] ’’اور زمین، ہم نے اسے بچھا دیا، سو (ہم) اچھے بچھانے والے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [الزخرف : ١٠] ’’وہ جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور اس میں تمھارے لیے راستے بنائے، تاکہ تم راہ پاؤ۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴾ [نوح : ١٩] ’’اور اللہ نے تمھارے لیے زمین کو ایک فرش بنا دیا۔‘‘

وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً : یعنی آسمان کو تمھارے لیے چھت بنایا، اس میں شمس و قمر اور ستاروں کو بسایا، تاکہ وہ تمھیں فائدہ پہنچائیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰىهَا ﴿27﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴾ [النازعات : ٢٧، ٢٨] ’’کیا پیدا کرنے میں تم زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اس نے اسے بنایا۔ اس کی چھت کو بلند کیا، پھر اسے برابر کیا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ﴾ [ق : ٦] ’’تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان

کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے کیسے اسے بنایا اور اسے سجایا اور اس میں کوئی درزیں نہیں ہیں۔‘‘

وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً : ارشاد فرمایا : ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۵۷] ’’اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے بھیجتا ہے، اس حال میں کہ خوش خبری دینے والی ہیں یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل اٹھاتی ہیں تو ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف ہانکتے ہیں، پھر اس سے پانی اتارتے ہیں پھر اس کے ساتھ ہر قسم کے کچھ پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔‘‘

فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ : یعنی بادل سے پانی برسایا، جس کے ذریعے مختلف قسم کے پھل پیدا کیے، تاکہ تم انھیں استعمال کرو، ان سے قوت حاصل کرو اور زندہ رہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ﴾ [الأعراف : ۵۷] ’’پھر اس سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس کے ساتھ ہر قسم کے کچھ پھل پیدا کرتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ﴾ [الفاطر : ۲۷] ’’کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ کئی پھل نکالے، جن کے رنگ مختلف ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ النَّخِيْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [النحل : ۱۰، ۱۱] ’’وہی ہے جس نے آسمان سے کچھ پانی اتارا، تمھارے لیے اسی سے پینا ہے اور اسی سے پودے ہیں جن میں تم چراتے ہو۔ وہ تمھارے لیے اس کے ساتھ کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بڑی نشانی ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔‘‘

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا : ذکر کردہ تمام نعمتوں کا تقاضا ہے کہ تم اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک نہ بناؤ، جو تمھاری طرح مخلوق ہیں اور آسمان و زمین کے درمیان ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں ہیں اور تم یہ جانتے بھی ہو کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں، وہ تنہا پیدا کرنے والا ہے، روزی دینے والا ہے اور وہی آسمان و زمین کے درمیان سارے امور کی تدبیر کرنے والا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اے اللہ کے رسول! سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(سب سے بڑا گناہ یہ ہے) کہ تم اللہ کا شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تمھیں پیدا کیا ہے۔‘‘ [بخاری، كتاب الأدب، باب قتل الولد خشية أن يأكل معه : ۶۰۰۱]

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں جو غصہ دلانے والی بات سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا ہو، بے شک لوگ (کسی کو) اس کا شریک بناتے ہیں، کسی کو اس کا بیٹا بناتے

ہیں، اس کے باوجود وہ (صبر کرتا ہے اور) ان کو رزق دیتا ہے، عافیت دیتا ہے اور (ہر قسم کی چیزیں) عطا فرماتا ہے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب فی الکفار: ۲۸۰۴/۵۰]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اس حالت میں مر گیا کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی شریک کو پکارتا تھا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿ و من الناس من يتخذ...... الخ ﴾ : ۴۴۹۷]

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾

''اور اگر تم اس کے بارے میں کسی شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے تو اس کی مثل ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمایتی بلا لو، اگر تم سچے ہو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی نبوت کی صداقت پر عقلی دلیل پیش کی ہے اور کہا ہے کہ اے میرے رسول کی مخالفت کرنے والو! اس دعوت کو رد کرنے والو اور اسے جھوٹا بتانے والو! اگر تمھیں اس بارے میں شبہ ہے کہ یہ قرآن ہم نے اپنے بندے پر نہیں اتارا ہے، تو جان لو کہ وہ تمھاری طرح ایک انسان ہے۔ تم اسے یوم پیدائش سے جانتے ہو کہ نہ وہ لکھتا ہے نہ پڑھتا ہے۔ وہ ایک کتاب لایا ہے اور تمھیں خبر دی کہ یہ اللہ کی کتاب ہے، تو تم نے کہا کہ اس نے خود گھڑا ہے اور اللہ پر افترا پردازی کی ہے۔ اگر بات ویسی ہی ہے جیسا تم کہتے ہو، تو اس کتاب جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا تمھارے جتنے معاون و مددگار ہوں ان سب کی مدد حاصل کر لو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر کافروں کو یہ چیلنج کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [یونس : ۳۸] ''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ کہہ دے تو تم اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [ھود : ۱۳، ۱۴] ''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے۔ کہہ دے پھر اس جیسی دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکتے ہو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ پس اگر وہ تمھاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم حکم ماننے والے ہو؟'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۸] ''کہہ دے اگر سب انسان اور جن جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہیں لائیں گے، اگرچہ ان کا بعض بعض کا مددگار ہو۔''

ہر زمانے میں جو چیز کمال کو پہنچی ہوئی تھی اس کے مطابق اس زمانے کے پیغمبر کو ایسا معجزہ دیا گیا جس کے سامنے انسانی کمال عاجز اور بے بس ہو، جیسے فرعون کے جادوگر اور عصائے موسیٰ، اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے باکمال طبیب اور عیسیٰ علیہ السلام کا مردہ کو زندہ کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اہل عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت پر فخر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ایسا معجزہ عطا فرمایا جس کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثال سیکڑوں برس گزرنے کے باوجود نہ کوئی پیش کر سکا، نہ کر سکے گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی نبی ایسا نہیں جس کو معجزے نہ دیے گئے ہوں، ان معجزوں کے مطابق لوگ ان پر ایمان لاتے رہے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ وحی (یعنی قرآن) ہے جو اللہ نے میری طرف کی ہے (اور یہ سب سے بڑا معجزہ ہے)، لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے فرماں بردار ان انبیاء کے فرماں برداروں کی نسبت بہت زیادہ ہوں گے۔“ [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم : بعثت بجوامع الكلم : ۷۲۷٤۔ مسلم ، كتاب الإيمان ، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا ...... الخ : ۱۵۲]

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝۲۴

”پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا اور نہ کبھی کرو گے تو اس آگ سے بچ جاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔“

یعنی اگر تم قرآن کی مثل نہیں لا سکتے (جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ آج تک کوئی شخص اس چیلنج کو قبول نہ کر سکا) تو یہ کھلی نشانی اور اس امر کی واضح دلیل ہوگی کہ میرا رسول سچا ہے اور وہ کتاب (قرآن) سچی ہے جو میں نے اس پر اتاری ہے، تمھارے عجز کا یہ اعتراف اس بات کا متقاضی ہے کہ تم اس کی اتباع کرو اور اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گا اور یہ آگ اللہ اور اس کے رسول کا انکار کرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ : عام آگ انسانی جسم اور پتھروں سے بجھ جاتی ہے یا مدھم ہو جاتی ہے، مگر جہنم کی آگ کی حرارت اس قدر ہے کہ انسان اور پتھر اس کا ایندھن بن کر اسے مزید بھڑکائیں گے، ارشاد فرمایا : ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ [التحريم : ٦] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر سخت دل، بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ [النساء : ٥٦] ”بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہم انھیں عنقریب ایک سخت آگ میں جھونکیں گے،

جب بھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی ہم انھیں ان کے علاوہ اور کھالیں بدل دیں گے، تاکہ وہ عذاب چکھیں، بے شک اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔"

اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ : یعنی جہنم اصلاً کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے، کوئی مومن اس میں جائے گا تو کسی کفریہ کام کے ارتکاب کی وجہ ہی سے جائے گا، اگرچہ ہمیشہ اس میں نہیں رہے گا، نیز یہ دلیل ہے کہ جنت اور جہنم اللہ کی مخلوق ہیں اور دونوں اب بھی موجود ہیں، احادیث سے جنت اور جہنم کا اس وقت موجود ہونا ثابت ہے۔ اہل سنت اور سلف امت کا یہی عقیدہ ہے، ان کے وجود کا انکار صریح آیات و احادیث کا انکار ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زوردار آواز سنی، تو دریافت فرمایا: "کیا تم جانتے ہو یہ کس چیز کی آواز ہے؟" کہتے ہیں ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی بہتر جانتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ اس پتھر کی آواز ہے جسے ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا، وہ مسلسل گرتا رہا، اب اس کے پیندے تک پہنچا ہے۔" [مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ٢٨٤٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جہنم نے اپنے رب سے شکایت کرتے ہوئے عرض کی، اے میرے رب! میرے ایک حصے نے دوسرے کو کھا لیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اسے ایک سردی کے موسم اور ایک گرمی کے موسم میں، دو سانس لینے کی اجازت عطا فرما دی۔" [بخاری، كتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ٣٢٦٠۔ مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الإبراد بالظهر ...... الخ : ٦١٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمھاری یہ (دنیا کی) آگ جسے ابن آدم جلاتا ہے، جہنم کی آگ کی گرمی کا سترواں حصہ ہے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، واللہ! یا رسول اللہ! (انسانوں کو جلانے کے لیے تو) یہی دنیا کی آگ کافی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیکن وہ تو دنیا کی آگ سے انہتر (٦٩) درجے زیادہ گرم ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔" [مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ٢٨٤٣]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(نماز کسوف کے دوران میں) جہنم میرے سامنے لائی گئی اور یہ اس وقت لائی گئی جب تم نے (دوران نماز میں) مجھے (اپنی جگہ سے) پیچھے ہٹتے دیکھا، میں (اس وقت) اس ڈر سے پیچھے ہٹا کہ کہیں مجھے جہنم کی لو نہ لگ جائے۔" [مسلم، كتاب الكسوف، باب ما عرض على النبي صلی اللہ علیہ وسلم في صلوة الكسوف من أمر الجنة والنار : ٩٠٤]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس آدمی کو ہو گا جسے آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی، ان جوتیوں کی وجہ سے اس کا دماغ کھولنے لگے گا۔" [مسلم، كتاب الإيمان، باب أهون أهل النار عذابًا : ٢١١]

وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ١ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا١ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ١ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا١ؕ وَ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ١ۙۗ وَّ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۠ ﴿۲۵﴾

''اور ان لوگوں کو خوش خبری دے دے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے کہ بے شک ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، جب کبھی ان سے کوئی پھل انھیں کھانے کے لیے دیا جائے گا، کہیں گے یہ تو وہی ہے جو اس سے پہلے ہمیں دیا گیا تھا اور وہ انھیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا، اور ان کے لیے ان میں نہایت پاک صاف بیویاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ : ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اقرار اور اس کے مطابق عمل کا نام ہے یہاں ایمان کے بعد عمل صالح کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا گیا ہے کہ عموماً اس میں کوتاہی کی جاتی ہے، حالانکہ عمل سے خالی ایمان کافی نہیں اور عمل صالح کیا ہے؟ ایسا عمل جو سنت کے مطابق ہو اور خالص رضائے الٰہی کی نیت سے کیا جائے۔ خلافِ سنت عمل بھی نامقبول اور نمود و نمائش اور ریا کاری کے لیے کیے گئے عمل بھی مردود و مطرود ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ١ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ [البقرة : ٨٢] ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے وہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا١ؕ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ١ٞ وَّ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا﴾ [النساء : ٥٧] ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ہم انھیں عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں ہمیشہ، ان کے لیے ان میں نہایت پاک صاف بیویاں ہوں گی اور ہم انھیں بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے۔''

اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ : جنت میں صاف پانی اور خالص دودھ، شہد اور شراب کی نہریں ہوں گی، ارشاد فرمایا: ﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ١ؕ فِيْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ١ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ١ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ١ۚ۬ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى﴾ [محمد : ١٥] ''اس جنت کا حال جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں کئی نہریں ایسے پانی کی ہیں جو بگڑنے والا نہیں اور کئی نہریں دودھ کی ہیں، جس کا ذائقہ نہیں بدلا اور کئی نہریں شراب کی ہیں، جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور کئی نہریں خوب صاف کیے ہوئے شہد کی ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ١ؕ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ﴾

’’ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں، اللہ کے پاس سے مہمانی کے طور پر اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے بہتر ہے۔‘‘ [آل عمران : ۱۹۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سیحان، جیحان، فرات اور نیل جنت کی نہروں میں سے ہیں۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب ما فی الدنیا من أنهار الجنة : ۲۸۳۹]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا، کوثر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یہ ایک نہر ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ نے جنت میں عطا فرمائی ہے، جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، اس میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹوں کی سی ہیں۔‘‘ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، وہ پرندے تو خوب مزے میں ہیں، آپ نے فرمایا: ’’ان پرندوں کو کھانے والے زیادہ مزے میں ہیں۔‘‘ [ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة طير الجنة : ۲۵٤۲]

حکیم بن معاویہ اپنے باپ سیدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جنت میں پانی، شہد، دودھ اور شراب کی نہریں ہیں اور ان نہروں سے (چھوٹی) نہریں نکلیں گی (جو جنتیوں کے محلات میں جائیں گی)۔‘‘ [ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة أنهار الجنة : ۲۵۷۱]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جس جس کو چاہے گا جنت میں داخل فرما دے گا اور آگ والوں کو بھی آگ میں داخل فرما دے گا، پھر (جتنی مدت بعد چاہے گا) ارشاد فرمائے گا، دیکھو! جس شخص کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہو اس کو آگ سے نکال لو۔ چنانچہ وہ لوگ اس حال میں نکلیں گے کہ ان کے جسم کوئلے کی طرح جلے ہوئے ہوں گے، تب وہ نہر حیات یا نہر حیا میں ڈالے جائیں گے اور وہ لوگ اس میں اس طرح اگ پڑیں گے (یعنی بالکل صحیح سالم ہو جائیں گے) جس طرح بیج سیلاب کی ایک جانب اگتا ہے۔ کبھی تم نے دیکھا نہیں وہ بیج کیسا زرد لپٹا ہوا اگتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإيمان، باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحدين من النار : ۱۸٤]

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا : جنت میں ہر قسم کے پھل اور میوے ہوں گے۔ ’’مُتَشَابِهًا‘‘ کا مطلب یا تو جنت کے تمام میووں کا آپس میں ہم شکل ہونا ہے، یا دنیا کے میووں کے ہم شکل ہونا، تاہم یہ مشابہت صرف شکل یا نام کی حد تک ہی ہو گی، ورنہ جنت کے میووں کے مزے اور ذائقے سے دنیا کے میووں کو کوئی نسبت نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ﴾ [محمد : ۱۵] ’’اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ﴾ [الرحمٰن : ٦٨] ’’ان دونوں میں پھل اور کھجوروں کے درخت اور انار ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ؕ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۙ﴾

﴿ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۝ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۝ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۝ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴾ [الواقعة : ٢٧ تا ٣٣] ''اور دائیں ہاتھ والے، کیا (ہی اچھے) ہیں دائیں ہاتھ والے۔ (وہ) ایسی بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے ہوئے ہیں۔ اور ایسے کیلوں میں جو تہ بہ تہ لگے ہوئے ہیں اور ایسے سائے میں جو خوب پھیلا ہوا ہے۔ اور ایسے پانی میں جو گرایا جا رہا ہے اور بہت زیادہ پھلوں میں۔ جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان سے کوئی روک ٹوک ہوگی۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نماز کسوف کی حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو (دوران نماز میں) دیکھا کہ آپ نے اپنی اس جگہ کوئی چیز لی ہے، پھر ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ (وہ چیز لینے سے) رک گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے جنت دیکھی اور اس کے ایک خوشہ کو لینا چاہا، اگر میں اسے توڑ لیتا تو جب تک دنیا رہتی تم لوگ اسے کھاتے رہتے۔'' [مسلم ، كتاب الكسوف ، باب ما عرض على النبي ﷺ في صلاة الكسوف من أمر الجنة والنار : ٩٠٧]

﴿ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ﴾ : یعنی وہ ہر قسم کی ظاہری آلائشوں مثلاً پیشاب، پاخانہ، تھوک، حیض ونفاس وغیرہ سے اور باطنی آلائشوں مثلاً جھوٹ، کینہ، حسد اور بغض وغیرہ سے پاک ہوں گی، ارشاد فرمایا: ﴿ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴾ [الرحمٰن : ٥٦] ''ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں، جنھیں ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ کسی جن نے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۝ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۝ عُرُبًا اَتْرَابًا ۝ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴾ [الواقعة : ٣٥ تا ٣٨] ''بلاشبہ ہم نے ان (بستروں والی عورتوں) کو پیدا کیا، نئے سرے سے پیدا کرنا۔ پس ہم نے انھیں کنواریاں بنا دیا۔ جو خاوندوں کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں۔ دائیں ہاتھ والوں کے لیے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی راہ (جہاد) میں پہلے پہر یا پچھلے پہر نکلنا دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے اور اگر جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت دنیا میں (لمحہ بھر کے لیے) جھانک لے تو شرق وغرب کے درمیان ہر چیز کو روشن کر دے اور فضا کو خوشبو سے بھر دے، جنتی عورت کے سر کا دوپٹا دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہے۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب الحور العين وصفتهن : ٢٧٩٦]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی عورت اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے تو موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے اس (آدمی) کی بیوی کہتی ہے، اللہ تجھے ہلاک کرے! اسے تکلیف نہ دے، یہ چند روز کے لیے تیرے پاس ہے، عنقریب تجھے چھوڑ کے ہمارے پاس آنے والا ہے۔'' [ابن ماجه، كتاب النكاح، باب في المرأة تؤذي زوجها : ٢٠١٤]

﴿ وَهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ : اہل جنت ہمیشہ ہمیش جنت میں رہیں گے اور خوش رہیں گے اور اہل دوزخ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے اور مبتلائے عذاب رہیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ

وَلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [یونس : ۲۶] ”جن لوگوں نے نیکی کی انھی کے لیے نہایت اچھا بدلہ اور کچھ زیادہ ہے اور ان کے چہروں کو نہ کوئی سیاہی ڈھانپے گی اور نہ کوئی ذلت، یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو (اس حالت میں) لایا جائے گا (گویا کہ وہ ایک چتکبرا مینڈھا ہے) اسے جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا، پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی آواز لگائے گا، اے اہل جنت ! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ ! اب موت نہیں آئے گی (ہر شخص ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا جس میں وہ اب ہے) یہ سن کر جنتیوں کی خوشی اور بڑھ جائے گی اور دوزخیوں کے غم میں اضافہ ہو جائے گا۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٤٨۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء : ٢٨٥٠/٤٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص جنت میں داخل ہو گا وہ ہمیشہ عیش میں رہے گا، رنج و غم سے اسے کبھی واسطہ نہیں پڑے گا، اس کے کپڑے کبھی پرانے نہیں ہوں گے اور اس کی جوانی کبھی زائل نہیں ہو گی۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في دوام نعيم أهل الجنة : ٢٨٣٦]

سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک منادی ندا کرے گا (اے اہل جنت!) بے شک (اب) تم تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہیں پڑو گے، تم زندہ رہو گے، تمھیں کبھی موت نہیں آئے گی، تم جوان رہو گے، تمھیں بڑھاپا کبھی نہیں آئے گا، تم عیش میں زندگی گزارو گے، تمھیں حزن و ملال کبھی نہیں ہو گا، یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا: ﴿ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٤٣] ”اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في دوام نعيم أهل الجنة : ٢٨٣٧]

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ ﴿۲۶﴾

”بے شک اللہ اس سے نہیں شرماتا کہ کوئی بھی مثال بیان کرے، مچھر کی ہو پھر اس کی جو اس سے اوپر ہے، پس لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے سو جانتے ہیں کہ بے شک ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور رہے وہ جنھوں نے کفر کیا تو وہ کہتے ہیں اللہ نے اس کے ساتھ مثال دینے سے کیا ارادہ کیا؟ وہ اس کے ساتھ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور اس کے ساتھ

بہتوں کو ہدایت دیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ فاسقوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔‘‘

کفار اور منافقین جب قرآن کے چیلنج کا جواب نہ دے سکے تو اعتراض جڑ دیا کہ اللہ تعالیٰ کو ایسی مثالوں کی کیا ضرورت تھی۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کو بطور مثال بیان کر سکتا ہے، یہ کوئی عیب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے حیا کرے وہ مچھر کی ہو یا پھر اس کی جو اس سے بھی بڑھ کر حقیر ہو، مثلاً مچھر کا پر یا ایک ذرہ۔ مچھر سے بڑھ کر ہونے سے مراد اس سے بڑی چیزیں، مثلاً مکھی، مکڑا وغیرہ بھی ہو سکتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح بڑی سے بڑی مخلوق اللہ کی قدرت پر اور غیر اللہ کی بے بسی پر دلالت کرتی ہے، چھوٹی سے چھوٹی مخلوق بھی اسی طرح اللہ کی قدرت کا شاہکار ہے، پھر بات سمجھانے کے لیے اگر چھوٹی مخلوق کی مثال زیادہ موزوں ہو تو اس میں حیا کی کیا بات ہے؟ آیت زیر تفسیر میں مچھر کی مثال کا ذکر ہے، لیکن قرآن میں مچھر کی مثال کہیں نہیں ہے، البتہ حدیث میں مچھر کی مثالیں ملتی ہیں، کیونکہ حدیث بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے، لہٰذا ہو سکتا ہے کہ حدیث میں بیان کی ہوئی مچھر کی مثالوں ہی پر کفار نے اعتراض کیا ہو، ایسی چند ایک حدیثیں درج ذیل ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت کے دن ایک بڑا اور موٹا آدمی آئے گا، اللہ کے نزدیک اس کی وقعت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہو گی۔‘‘ [بخاري، کتاب التفسير، باب ﴿ أولئك الذين كفروا بآيات ربهم ولقائه فحبطت أعمالهم ﴾ : ۴۷۲۹]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اگر دنیا کی وقعت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔‘‘ [ترمذي، كتاب الزهد، باب ما جاء في هوان الدنيا على الله عزوجل : ۲۳۲۰]

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ﴾ [الأحزاب : ۵۳] ’’اور اللہ حق سے شرم نہیں کرتا۔‘‘ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے ایک موقع پر عرض کیا تھا، بے شک اللہ حق بات سے نہیں شرماتا۔ [بخاري، كتاب الغسل، باب إذا احتلمت المرأة : ۲۸۲۔ مسلم، كتاب الحيض، باب وجوب الغسل على المرأة بخروج المني منها : ۳۱۳]

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۲۷

’’وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو، اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس چیز کو قطع کرتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔‘‘

اہل فسق کی صفت یہ ہوتی ہے کہ یہ اپنے رب سے اور دوسرے انسانوں سے کئے گئے عہد و میثاق کی پروا نہیں کرتے اور اللہ کے اوامر کو پس پشت ڈال کر نواہی کا ارتکاب کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ

﴿ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴾ [الرعد : ۲۵] ''اور وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس چیز کو کاٹ دیتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے اس گھر کی خرابی ہے۔''

وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ : یعنی اہل فسق تمام ہی رشتوں کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، دینِ حق کا مذاق اڑاتے ہیں اور لوگوں کو ایمان لانے سے روکتے ہیں۔ درحقیقت یہی لوگ گھاٹا اٹھانے والے ہیں، اس لیے کہ انھوں نے نقضِ عہد، قطع تعلقات اور فساد فی الارض کو اپنا شیوہ بنا لیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ﴾ [محمد : ۲۲] ''پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم حاکم بن جاؤ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل ہی قطع کر دو۔''

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رشتہ داری کو کاٹنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب إثم القاطع : ۵۹۸۴۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها : ۲۵۵۶]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صلہ رحمی کرنے والا شخص وہ نہیں جو برابر کا معاملہ کرتا ہے، بلکہ اصل صلہ رحمی کرنے والا شخص وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ داری قطع کی جائے تو وہ اسے ملائے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب ليس الواصل بالمكافئ : ۵۹۹۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے رشتہ داری ملاتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع تعلقی کرتے ہیں، میں ان سے احسان کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بدسلوکی کرتے ہیں اور میں ان سے حلم و بردباری کا معاملہ کرتا ہوں اور وہ مجھ سے جہالت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر ایسے ہی ہے جس طرح تم کہہ رہے ہو تو گویا کہ تم ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہے ہو اور جب تک اس عمل پر قائم رہو گے، ہمیشہ ان کے مقابلے میں اللہ کی طرف سے ایک مددگار تمھارے ساتھ رہے گا۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها : ۲۵۵۸]

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾

''تم کیسے اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تمھیں زندگی بخشی، پھر وہ تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

اللہ کے ساتھ تمھارے کفر پر تعجب ہے جس نے تمھیں اس وقت زندگی بخشی جب تم بے جان تھے، یعنی موجود ہی نہ

تھے، پھر وہ تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں قیامت کے دن زندہ کرے گا، پھر اس کی طرف لوٹ کر جاؤ گے، تاکہ تمھارے اعمال کا بدلہ تمھیں دے، زندگی اور موت کا یہ سلسلہ جو تمھارے سامنے ہے، یہ اللہ کے وجود و توحید کی بھی دلیل ہے اور تمھیں دوبارہ زندہ کر کے اپنے سامنے حاضر کرنے کی بھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الجاثیة : ٢٦] ''کہہ دے اللہ ہی تمھیں زندگی بخشتا ہے، پھر تمھیں موت دیتا ہے، پھر تمھیں قیامت کے دن کی طرف (لے جا کر) جمع کرے گا، جس میں کوئی شک نہیں اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴾ [الطور : ٣٥، ٣٦] ''یا وہ کسی چیز کے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں، یا وہ (خود) پیدا کرنے والے ہیں؟ یا انھوں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین نہیں کرتے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے، حالانکہ یہ اس کو زیبا نہیں، ابن آدم مجھے گالی دیتا ہے، حالانکہ یہ اس کو زیبا نہیں، اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ وہ یہ گمان کرتا ہے کہ میں اس کو دوبارہ اسی طرح پیدا کرنے پر قادر نہیں جس طرح وہ پہلے تھا اور رہا اس کا مجھے گالی دینا تو یہ اس کا وہ قول ہے کہ میری اولاد ہے، حالانکہ میں اس بات سے پاک ہوں کہ میں کسی کو بیوی یا اولاد بناؤں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وقالوا اتخذ الله ولدًا سبحانه ﴾ : ٤٤٨٢]

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۲۹ ع

''وہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے سب تمھارے لیے پیدا کیا، پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا، پس انھیں درست کر کے سات آسمان بنا دیا اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

انسان پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل و احسان کے باوجود انسان کے کفر پر تعجب کا اظہار ہوا، اب اس کی بصیرت کے لیے چند مزید احسانات ذکر ہوئے کہ زمین میں جو کچھ ہے سب اس اکیلے نے پیدا کیا ہے، پھر اسی نے آسمانوں کو درست کر کے سات آسمان بنائے، ایسے محسن سے تم کس طرح کفر کرتے ہو؟ اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے، تمھارا کفر بھی اس سے مخفی نہیں، سو اپنا انجام خود سوچ لو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَىِٕنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآىِٕلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآىِٕعِيْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ

الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴾ [حم السجدة : ۹ تا ۱۲] ''کہہ کیا بے شک تم واقعی اس کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور اس کے لیے شریک بناتے ہو؟ وہی سب جہانوں کا رب ہے۔ اور اس نے اس میں اس کے اوپر سے گڑے ہوئے پہاڑ بنائے اور اس میں بہت برکت رکھی اور اس میں اس کی غذائیں اندازے کے ساتھ رکھیں، چار دن میں، اس حال میں کہ سوال کرنے والوں کے لیے برابر (جواب) ہے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے کہا کہ آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ دونوں نے کہا ہم خوشی سے آگئے۔ تو اس نے انھیں دو دنوں میں سات آسمان پورے بنا دیا اور ہر آسمان میں اس کے کام کی وحی فرمائی اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت دی اور خوب محفوظ کر دیا۔ یہ اس کا اندازہ ہے جو سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴾ [الأنعام : ۱۰۱، ۱۰۲] ''وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسے ہوگی، جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ یہی اللہ تمھارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ سو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ''مٹی کو اللہ تعالیٰ نے ہفتہ والے دن پیدا کیا، پہاڑوں کو اتوار کے دن، درختوں کو پیر کے دن، مکروہ و ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن، نور کو بدھ کے دن، جانوروں کو جمعرات کے دن اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد، سب مخلوقات کے آخر میں، جمعہ کی آخر ساعت میں عصر کے بعد سے رات تک۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب ابتداء الخلق و خلق آدم عليه السلام : ۲۷۸۹]

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۳۰

''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا بے شک میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔ انھوں نے کہا کیا تو اس میں اس کو بنائے گا جو اس میں فساد کرے گا اور بہت سے خون بہائے گا اور ہم تیری تعریف کے ساتھ ہر عیب سے پاک ہونا بیان کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ فرمایا بے شک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً : خلیفہ وہ ہے جو کسی کی موت کے بعد یا اس کے غائب ہونے کی صورت میں اس کا جانشین بنے، یا تمام امور خود سر انجام نہ دے سکنے کی صورت میں بعض معاملات میں اس کا نائب ہو، یہاں خلیفہ سے اللہ کا خلیفہ مراد لینا درست نہیں، کیونکہ نہ اللہ تعالیٰ پر موت آئے گی نہ وہ غائب ہے اور نہ وہ

اپنے کاموں میں کسی کا محتاج ہے، بلکہ اس سے ایسے لوگ مراد ہیں جو نسل بعد نسل ایک دوسرے کے جانشین بنیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الأنعام : ١٦٥] ''اور وہی ہے جس نے تمھیں زمین کے جانشین بنایا اور تمھارے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کر دیا، تاکہ وہ ان چیزوں میں تمھاری آزمائش کرے جو اس نے تمھیں دی ہیں۔ بے شک تیرا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴾ [ص : ٢٦] ''اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، سو تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور خواہش کی پیروی نہ کر، ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ یقیناً وہ لوگ جو اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے، اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [النور : ٥٥] ''اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ : سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا کلام سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں اور اپنے بندوں کے لیے چنا: «سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ»'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل سبحان اللہ وبحمدہ : ۲۷۳۱]

قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فرشتے تمھارے پاس یکے بعد دیگرے آتے ہیں، کچھ رات کو اور کچھ فرشتے دن کو اور یہ سب فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں، پھر جو فرشتے رات کو تمھارے پاس رہے ہیں وہ (آسمان پر) چڑھ جاتے ہیں، تو تب ان سے ان کا پروردگار پوچھتا ہے، حالانکہ وہ خود اپنے بندوں سے خوب واقف ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے انھیں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا اور (جب) ہم ان کے پاس پہنچے تھے (تب بھی) وہ نماز پڑھ رہے تھے۔'' [بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب فضل صلوۃ العصر : ۵۵۵۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظۃ علیہما : ۶۳۲]

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾

''اور آدم کو سب کے سب نام سکھلا دیے، پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا، پھر فرمایا مجھے ان کے نام بتاؤ، اگر تم سچے ہو۔''

فرشتوں کے سوال میں اس طرف اشارہ تھا کہ وہ آدم سے افضل ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں بتانا چاہا کہ آدم اس علم کی بدولت جو اللہ نے انھیں دیا ان سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے متعلق ضروری علم انھیں ودیعت کر دیا۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن مومن جمع ہو کر کہیں گے کہ اگر ہم کسی سے اللہ کے سامنے سفارش کروائیں (تو اس مشکل مرحلہ سے نجات مل جائے)، چنانچہ وہ آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ آپ تمام انسانوں کے جد امجد ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا اور آپ کو تمام اشیا کے نام سکھائے، سو اپنے رب کے سامنے ہماری سفارش فرمائیے، تاکہ ہمیں اس مرحلے سے نجات نصیب ہو۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب قول الله تعالى: ﴿ وعلم آدم الأسماء كلها ﴾ : ٤٤٧٦ـ مسلم، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ١٩٣]

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾

''انھوں نے کہا تو پاک ہے، ہمیں کچھ علم نہیں مگر جو تو نے ہمیں سکھایا، بے شک تو ہی سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

فرشتوں کو اپنی غلطی اور علمی کم مائیگی کا احساس ہوا تو انھوں نے فوراً اللہ کے حضور توبہ کی اور کہا اے اللہ! ہم تو اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا تو نے ہمیں عطا فرمایا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ﴾ [البقرة : ٢٥٥] ''اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرتے مگر جتنا وہ چاہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ [آل عمران : ٢٩] ''کہہ دے اگر تم اسے چھپاؤ جو تمھارے سینوں میں ہے، یا اسے ظاہر کرو اللہ اسے جان لے گا اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾

''فرمایا اے آدم! انھیں ان کے نام بتا، تو جب اس نے انھیں ان کے نام بتا دیے، فرمایا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ

بے شک میں آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں جانتا ہوں اور جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے تھے۔‘‘

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْۤ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ : اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کا علم جزوی ہے اور وہ مقرب ہونے کے باوجود علم غیب نہیں رکھتے، اور غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٥] ’’کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔‘‘

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو شخص تمھیں کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے تو بلاشبہ اس نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالٰی : ﴿ عالم الغيب فلا يظهر على غيبه أحدًا ﴾ ...... الخ : ٧٣٨٠]

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ١ؕ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ١ٞۗ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۰۰۳۴

’’اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں سے ہو گیا۔‘‘

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ : یہ عبادت کا سجدہ نہیں تھا، کیونکہ غیر اللہ کی عبادت تو شرک ہے، جس کی اجازت کسی بھی امت میں نہیں تھی، پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو شرک کا حکم کیسے دے سکتا تھا؟ بلکہ یہ تعظیم کا سجدہ تھا جو پہلی امتوں میں جائز تھا، لیکن ہماری امت میں یہ بھی حرام ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ١ۖۗ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ١ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ۰۰ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ١ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ١ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴾ [الأعراف : ١١، ١٢] ’’پھر ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، وہ سجدہ کرنے والوں سے نہ ہوا۔ فرمایا تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہیں کرتا، جب میں نے تجھے حکم دیا؟ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ١ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴾ [بنی إسرائيل : ٦١] ’’اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، اس نے کہا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ١ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ﴾ [الكهف : ٥٠] ’’اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، وہ جنوں میں سے تھا، سو اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔‘‘

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت کے دن سب مومن جمع ہو کر

آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، آپ تمام انسانوں کے جدِ امجد ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا اور آپ کو تمام اشیا کے نام سکھائے، تو آپ ہمارے لیے اپنے رب کے حضور میں سفارش فرما دیں، تاکہ ہمیں آج کی اس مصیبت سے نجات مل جائے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالٰی: ﴿ وعلم آدم الأسماء كلها ﴾ : ٤٤٧٦۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ١٩٣]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی، اے اللہ! مجھے وہ آدم دکھا جنھوں نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے نکلوا دیا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو آدم علیہ السلام کا دیدار کروا دیا۔ تو انھوں نے کہا، کیا آپ ہی ہمارے باپ آدم ہیں؟ آدم علیہ السلام نے جواب دیا، ہاں! موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے، وہ آپ ہی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی تھی اور آپ کو تمام (چیزوں) کے نام سکھائے اور جنھیں اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا؟'' [أبو داؤد، كتاب السنة، باب في القدر : ٤٧٠٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب آدم کا بیٹا سجدہ کی آیت تلاوت کرتا ہے اور پھر سجدہ کرتا ہے تو شیطان ایک طرف ہو کر رونے لگتا ہے اور کہتا ہے، ہائے افسوس! ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کر لیا، اس لیے اسے جنت ملے گی، مجھے سجدہ کرنے کا حکم ملا تھا مگر میں نے نافرمانی کی تو مجھے جہنم ملے گی۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلوٰة : ٨١۔ مسند أحمد : ٤٤٣/٢، ح : ٩٧٢٦]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب یمن سے لوٹے تو انھوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میں نے یمن میں دیکھا کہ وہاں کے لوگ لوگوں (یعنی اپنے پیشواؤں اور علماء) کو سجدہ کرتے ہیں، کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں! اگر میں کسی انسان کو حکم دیتا کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔'' [مسند أحمد : ٢٢٧/٥، ٢٢٨، ح : ٢٢٠٤٦۔ ترمذی، كتاب الرضاع، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة : ١١٥٩]

مگر افسوس کہ جاہل صوفی اور عوام جب پیروں کے پاس حاضری دیتے ہیں تو انھیں سجدہ کرتے ہیں اور وہ بھی اس پر خاموش رہ کر ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ : ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور راندۂ درگاہ ہو گیا۔ ابلیس حسب صراحتِ قرآن جنات میں سے تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اعزازاً فرشتوں میں شامل کر رکھا تھا۔ بحکم الٰہی اس کے لیے بھی سجدہ کرنا ضروری تھا، لیکن اس نے حسد اور تکبر کی بنا پر سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ گویا حسد اور تکبر وہ گناہ ہیں جن کا ارتکاب دنیائے انسانیت میں سب سے پہلے کیا گیا اور ابلیس اسی کا مرتکب تھا۔ ابلیس کے انکار کا باعث اس کا کبر تھا، تکبر سے متعلق چند احادیث ملاحظہ ہوں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے دل میں رائی کے دانے

جتنا بھی تکبر ہوا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر وبیانہ : ۹۱]

سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عزت اللہ کا ازار ہے اور کبریائی اس کی چادر اور (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جو شخص ان دونوں میں سے کسی کو بھی مجھ سے چھینے گا میں اسے عذاب میں مبتلا کر دوں گا۔'' [مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الکبر : ۲۶۲۰]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تکبر حق کو جھٹلانے اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھنے کا نام ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر وبیانہ : ۹۱]

سیدنا حارثہ بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں جہنمیوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ ہر اکھڑ مزاج، حرام خور موٹا اور غرور و تکبر کرنے والا جہنمی ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ عتل بعد ذلك زنیم ﴾ : ۴۹۱۸]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسی اثنا میں ایک شخص اپنا تہ بند گھسیٹتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ تا قیامت زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔'' [بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبہ من الخیلاء : ۵۷۹۰]

وَ قُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۞

''اور ہم نے کہا اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور دونوں اس میں سے کھلا کھاؤ جہاں چاہو اور تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جانا، ورنہ تم دونوں ظالموں سے ہو جاؤ گے۔''

اللہ نے آدم کو پیدا کیا، ان کو عزت دی اور پھر ان کی بیوی کو ان کی پسلی سے پیدا کیا، تاکہ آدم ان کے ذریعے سکون حاصل کریں اور اللہ نے اپنی نعمت ان پر تمام کر دی کہ دونوں کو حکم دیا کہ جنت میں رہیں اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۹] ''اور اے آدم! تو اور تیری بیوی اس جنت میں رہو، پس دونوں کھاؤ جہاں سے چاہو اور اس درخت کے قریب مت جاؤ کہ دونوں ظالموں سے ہو جاؤ گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ لَا تَعْرٰى ۞ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰى ﴾ [طٰہٰ : ۱۱۸، ۱۱۹] ''بے شک تیرے لیے یہ ہے کہ تو اس میں نہ بھوکا ہوگا اور نہ ننگا ہوگا اور یہ کہ بے شک تو اس میں نہ پیاسا ہوگا اور نہ دھوپ کھائے گا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورتوں سے حسن سلوک کی نصیحت قبول کرو، کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور سب سے ٹیڑھی پسلی وہ ہے جو سب سے اوپر والی ہے، اگر تو اسے سیدھا کرنا چاہے گا تو اسے

توڑ بیٹھے گا اور اگر اسے چھوڑ دے گا تو ٹیڑھی رہے گی، اس لیے عورتوں سے حسن سلوک کی نصیحت قبول کرو۔'' [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم و ذريته : ۳۳۳۱۔ مسلم، كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء : ۱۴۶۶/۶۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوا جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم کو پیدا کیا گیا، اسی دن انھیں جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن انھیں جنت سے نکالا گیا۔'' [مسلم، كتاب الجمعة، باب فضل يوم الجمعة : ۸۵۴۔ نسائی، كتاب الجمعة، باب ذكر فضل يوم الجمعة : ۱۳۷۴]

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾

''تو شیطان نے دونوں کو اس سے پھسلا دیا، پس انھیں اس سے نکال دیا جس میں وہ دونوں تھے اور ہم نے کہا اتر جاؤ، تمھارا بعض بعض کا دشمن ہے اور تمھارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔''

شیطان ان کے پیچھے لگا رہا، انھیں طرح طرح سے بہکاتا رہا، ان کے دل و دماغ میں یہ بات ڈالتا رہا کہ وہ اس شجر ممنوعہ کا پھل کھا لینے کے بعد ہمیشہ کے لیے جنت میں رہیں گے اور کبھی اس سے نہ نکلیں گے، الغرض وہ اس کے دھوکے میں آ گئے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴾ [طٰهٰ : ۱۱۵] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آدم کو اس سے پہلے تاکید کی، پھر وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں ارادے کی کچھ پختگی نہ پائی۔'' اور فرمایا: ﴿ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ﴾ [طٰهٰ : ۱۲۰، ۱۲۱] ''پس شیطان نے اس کے دل میں خیال ڈالا، کہنے لگا، اے آدم! کیا میں تجھے دائمی زندگی کا درخت اور ایسی بادشاہی بتاؤں جو پرانی نہ ہو؟ پس دونوں نے اس میں سے کھا لیا تو دونوں کے لیے ان کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں اور وہ دونوں اپنے آپ پر جنت کے پتے چپکانے لگے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ﴾ [الأعراف : ۲۰ تا ۲۲] ''پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا، تاکہ ان کے لیے ظاہر کر دے جو کچھ ان کی شرم گاہوں میں سے ان سے چھپایا گیا تھا اور اس نے کہا تم دونوں کے رب نے تمھیں اس درخت سے منع نہیں کیا مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ، یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور اس نے دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ بے شک میں تم دونوں کے لیے یقیناً خیر خواہوں سے ہوں۔ پس اس نے دونوں کو دھوکے سے نیچے اتار لیا، پھر جب دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کے لیے ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور دونوں جنت کے پتوں سے (لے لے کر) اپنے آپ پر چپکانے لگے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر حوا نہ ہوتیں (یعنی غلط مشورہ نہ دیتیں) تو کبھی عورت اپنے شوہر کی خیانت نہ کرتی۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم و ذریته : ۳۳۳۰۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب لو لا حواء لم تخن أنثی زوجها الدھر : ۱٤٦۸]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام جنت میں نماز عصر سے لے کر غروب آفتاب تک رہے۔[مستدرک حاکم : ۵٤۲/۲، ح : ۳۹۹۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدم کو جمعہ کے دن پیدا کیا گیا اور اسی دن انھیں جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن نکالا گیا۔“ [مسلم ، کتاب الجمعة، باب فضل یوم الجمعة : ۸۵٤]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو آپ کو ہر چیز بنانا سکھایا اور جنت کے کچھ پھل عطا فرمائے، تمھارے یہ (زمینی) پھل جنت کے پھلوں میں سے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ان میں تبدیلی آتی ہے (خراب بھی ہو جاتے ہیں) اور ان میں تبدیلی نہیں آتی۔[مستدرک حاکم : ۵٤۳/۲، ح : ۳۹۹٦۔ تفسیر الطبری : ۳۹۳/۱، ح : ۵۳۷]

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ : یعنی ابلیس اور اس کی اولاد آدم اور ان کی اولاد کے دشمن ہوں گے اور یہ معلوم ہی ہے کہ ہر شخص اپنے دشمن کو ہر ممکن طریقے سے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے، تا کہ اس کا دشمن ہر نعمت سے محروم ہو جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ [فاطر : ٦] ”بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے تو اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے گروہ والوں کو صرف اس لیے بلاتا ہے کہ وہ بھڑکتی آگ والوں سے ہو جائیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾ [الکھف : ۵۰] ”تو کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمھارے دشمن ہیں، وہ (شیطان) ظالموں کے لیے بطور بدل برا ہے۔“

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾

”پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے، تو اس نے اس کی توبہ قبول کر لی، یقیناً وہی ہے جو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

وہ کلمات جو اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو سکھائے، تا کہ ان کے ذریعے اپنی توبہ کا اعلان کریں، یہ دعا تھی: ﴿ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۳] ”دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم ضرور خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَ هَدٰى ﴾ [طٰہٰ : ۱۲۲] ”پھر اس کے رب نے

اسے چن لیا، پس اس پر توجہ فرمائی اور ہدایت دی۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ﴿ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ ﴾ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ آدم نے کہا: "یا رب! کیا تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا؟" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کیوں نہیں!" آدم علیہ السلام نے کہا: "اے میرے رب! کیا تو نے مجھ میں اپنی روح نہیں پھونکی؟" اللہ نے فرمایا: "کیوں نہیں!" آدم علیہ السلام نے کہا: "اے میرے رب! کیا تو نے مجھے اپنی جنت میں نہیں بسایا؟" فرمایا: "کیوں نہیں!" آدم علیہ السلام نے کہا: "اے میرے رب! کیا تیری رحمت تیرے غصے پر غالب نہیں ہے؟" فرمایا: "کیوں نہیں!" آدم علیہ السلام نے کہا: "اگر میں توبہ کروں اور اپنی حالت درست کرلوں، تو کیا تو مجھے دوبارہ جنت میں لوٹا دے گا؟" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہاں!" [مستدرك حاكم : ۲/ ۵٤٥، ح: ٤٠٠٢]

فَتَابَ عَلَيۡهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ : خالص توبہ کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں۔ اپنے گناہوں کے نقصان کا احساس، اس پر ندامت اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم۔ ﴿ فَتَابَ عَلَيۡهِ ﴾ سے معلوم ہوا کہ گناہ کے اثرات لازمی اور طبعی نہیں کہ لامحالہ ان کے نتیجے میں سزا ہی مل کر رہے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، چاہے تو گناہ کی سزا دے اور چاہے تو معاف کر دے۔ انسان توبہ کرلے تو گناہ کا اثر ختم کر دیا جاتا ہے۔

قُلۡنَا اهۡبِطُوۡا مِنۡهَا جَمِيۡعًا ۚ فَاِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ مِّنِّىۡ هُدًى فَمَنۡ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۳۸﴾

"ہم نے کہا سب کے سب اس سے اتر جاؤ، پھر اگر کبھی تمھارے پاس میری طرف سے واقعی کوئی ہدایت آ جائے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا سو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

توبہ کی قبولیت کے بعد پھر پہلا حکم دہرایا، مقصد یہ تھا کہ گناہ کی معافی کے باوجود اب تمھیں اور تمھاری اولاد سب کو زمین ہی پر رہنا ہوگا جس کی خلافت کے لیے تمھیں پیدا کیا گیا ہے۔ جنت میں واپسی کے لیے تمھیں اس ہدایت کے راستے پر چلنا ہوگا جو میری طرف سے تمھارے پاس آئے گی۔

قُلۡنَا اهۡبِطُوۡا مِنۡهَا جَمِيۡعًا : یہاں مراد آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہے کہ اب تمھیں اور تمھاری اولاد سب کو زمین ہی پر رہنا ہوگا، ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ اهۡبِطُوۡا بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيۡنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيۡهَا تَحۡيَوۡنَ وَفِيۡهَا تَمُوۡتُوۡنَ وَمِنۡهَا تُخۡرَجُوۡنَ ﴾ [الأعراف : ۲٤، ۲٥] "فرمایا اتر جاؤ، تمھارا بعض بعض کا دشمن ہے اور تمھارے لیے زمین میں ایک وقت تک ایک ٹھکانا اور کچھ (زندگی کا) سامان ہے۔ فرمایا تم اسی میں زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے نکالے جاؤ گے۔" اور فرمایا: ﴿ قَالَ اهۡبِطَا مِنۡهَا جَمِيۡعًۢا بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ ﴾ [طٰهٰ : ۱۲۳] "فرمایا تم دونوں اکٹھے اس سے اتر جاؤ، تم میں سے بعض بعض کا دشمن ہے۔"

﴿ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ : مخاطب آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی ہیں، مگر مراد ان کی اولاد ہے، یعنی تمھارے پاس میری طرف سے انبیاء و رسل بذریعہ وحی ہدایت لے کر آتے رہیں گے، تو جو لوگ میری بھیجی گئی ہدایت کی اتباع کریں گے وہ آخرت میں نہ دنیا کی زندگی پر افسوس کریں گے، جیسا کہ کفار کو افسوس ہوگا اور نہ قیامت کے دن کی سختی سے انھیں کوئی ڈر ہوگا، ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴾ [طٰہٰ : ۱۲۳] ”پھر اگر کبھی واقعی تمھارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کے پیچھے چلا تو نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ مصیبت میں پڑے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۵] ”اے آدم کی اولاد! اگر کبھی تمھارے پاس واقعی تم میں سے کچھ رسول آئیں، جو تمھارے سامنے میری آیات بیان کریں تو جو شخص ڈر گیا اور اس نے اصلاح کر لی تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔“

ہدایت کا یہ سلسلہ آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، قرآن مجید اور حدیث نبوی آخری وحی الٰہی ہے۔ آج ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ دونوں ہی چیزیں ہیں۔

ع ۴

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

”اور جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو (اس حالت میں) لایا جائے گا (گویا کہ وہ ایک چتکبرا مینڈھا ہے) اسے جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا، پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی ندا دے گا، اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! اب موت نہیں آئے گی (ہر شخص ہمیشہ ہمیش اس حالت میں رہے گا جس میں وہ اب ہے، یہ سن کر) جنتیوں کی خوشی میں اور دوزخیوں کے غم میں اضافہ ہو جائے گا۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ۶۵۴۸۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء : ۲۸۵]

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾

”اے بنی اسرائیل! میری نعمت یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور تم میرا عہد پورا کرو، میں تمھارا عہد پورا کروں گا اور صرف مجھی سے پس ڈرو۔“

﴿ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ ﴾ : اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو گوناگوں نعمتیں دیں۔ ان کی

ہدایت کے لیے بڑے بڑے انبیاء و رسل بھیجے، کتابیں نازل کیں، انھیں فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دی، زمین پر بادشاہت دی، پتھروں سے پانی کے چشمے جاری کیے اور کھانے کے لیے من و سلویٰ اتارا وغیرہ وغیرہ، رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے بنی اسرائیل کو یہ چیزیں یاد دلائی گئیں، حالانکہ یہ سب کچھ پہلے بنی اسرائیل پر گزرا تھا۔ "نِعْمَتِيَ" اگرچہ لفظ واحد ہے مگر جنس مراد ہے، جس میں تمام نعمتیں شامل ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الدخان : ۳۲] "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں علم کی بنا پر جہانوں سے چن لیا۔" اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴾ [الدخان : ۳۰] "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ذلیل کرنے والے عذاب سے نجات دی۔" اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ ﴾ [البقرۃ : ۵۰] "اور جب ہم نے تمھاری وجہ سے سمندر کو پھاڑ دیا، پھر ہم نے تمھیں نجات دی۔" اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۵۳] "اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور (حق و باطل میں) فرق کرنے والی چیز عطا کی، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔" اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۵۶] "پھر ہم نے تمھیں تمھارے مرنے کے بعد زندہ کیا، تاکہ تم شکر کرو۔" اور فرمایا: ﴿ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ ﴾ [البقرۃ : ۵۷] "اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا۔" اور فرمایا: ﴿ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴾ [البقرۃ : ۵۷] "اور ہم نے تم پر من اور سلویٰ اتارا۔" اور فرمایا: ﴿ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ﴾ [البقرۃ : ۶۰] "تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔" اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [المائدۃ : ۲۰] "اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تمھیں بادشاہ بنا دیا اور تمھیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں سے کسی کو نہیں دیا۔"

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِيْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ : اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد کیا تھا کہ اگر انھوں نے اللہ سے کیے گئے عہد و پیمان کو پورا کیا تو اللہ انھیں جنت میں داخل کرے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۶۳] "اور جب ہم نے تمھارا پختہ عہد لیا اور تمھارے اوپر پہاڑ کو بلند کیا۔ پکڑو قوت کے ساتھ جو ہم نے تمھیں دیا ہے اور جو اس میں ہے اسے یاد کرو، تاکہ تم بچ جاؤ۔" اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۫ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۸۳] "اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے اور ماں باپ اور قرابت والے اور یتیموں اور مسکینوں سے احسان کرو گے اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، پھر تم پھر گئے مگر تم میں سے تھوڑے اور تم منہ پھیرنے والے تھے۔" اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ

اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴾ [البقرة : ٨٤] ''اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ تم اپنے خون نہیں بہاؤ گے اور نہ اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نکالو گے، پھر تم نے اقرار کیا اور تم خود شہادت دیتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ﴾ [الأعراف : ١٦٩] ''کیا ان پر کتاب کا عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ پر حق کے سوا کچھ نہ کہیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴾ [النساء : ١٥٤] ''اور ہم نے ان سے کہا کہ ہفتے کے دن میں زیادتی مت کرو اور ہم نے ان سے ایک مضبوط عہد لیا۔'' اسی عہد و پیمان کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴾ [المائدة : ١٢] ''اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ہم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کیے اور اللہ نے فرمایا بے شک میں تمھارے ساتھ ہوں، اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور انھیں قوت دی اور اللہ کو قرض دیا، اچھا قرض تو یقیناً میں تم سے تمھارے گناہ ضرور دور کروں گا اور یقیناً تمھیں ایسے باغوں میں ضرور داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، پھر جس نے اس کے بعد تم میں سے کفر کیا تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔''

وَ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَ لَا تَكُوْنُوْۤا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۠ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۫ وَّ اِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝۴۱

''اور اس پر ایمان لاؤ جو میں نے اتارا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمھارے پاس ہے اور تم سب سے پہلے اس سے کفر کرنے والے نہ بنو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت مت لو اور صرف مجھی سے پس ڈرو۔''

وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا : تھوڑی قیمت کا مطلب یہ نہیں کہ زیادہ قیمت لے لو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ آیات الٰہی کے بدلے میں پوری دنیا بھی ملے تو متاع قلیل ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [البقرة : ٧٩] ''پس ان لوگوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے، تاکہ اس کے ساتھ تھوڑی قیمت حاصل کریں، پس ان کے لیے بڑی ہلاکت اس کی وجہ سے ہے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا اور ان کے لیے بڑی ہلاکت اس کی وجہ سے ہے جو وہ کماتے ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اس علم کو جس سے اللہ کی رضا مندی حاصل

ہوتی ہے، اس لیے سیکھے کہ اس سے دنیا کمائے تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔" [أبو داوٗد، كتاب العلم، باب في طلب العلم لغير الله : ٣٦٦٤۔ ابن ماجه ، المقدمة ، باب الانتفاع بالعلم والعمل به : ٢٥٢]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے اہل صفہ کے کچھ افراد کو قرآن پڑھایا اور لکھنا سکھایا تو ان میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان تحفہ میں دی، میں نے (دل میں) کہا، یہ کوئی اہم مال نہیں ہے اور میں جہاد میں اس کے ذریعے تیر اندازی ہی کر سکتا ہوں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتا ہوں اور اس کے متعلق پوچھتا ہوں۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! مجھے ایک آدمی نے ایک کمان ہدیہ کی ہے، جسے میں نے لکھنا سکھایا اور قرآن پڑھایا ہے اور یہ کوئی اہم مال بھی نہیں، میں اس کے ذریعے جہاد میں تیر اندازی ہی کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: "اگر تمھیں یہ پسند ہو کہ تمھیں آگ کا طوق پہنایا جائے تو اسے قبول کر لو۔" [أبو داوٗد، كتاب البيوع، باب في كسب المعلم : ٣٤١٦۔ ابن ماجه ، كتاب التجارات، باب الأجر على تعليم القرآن : ٢١٥٧]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک اجرت مقرر کی اور ایک شخص پر قرآن پڑھ کر دم کیا، جسے سانپ نے ڈس لیا تھا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ قصہ پیش ہوا تو آپ نے فرمایا: "جس چیز پر تم سب سے زیادہ اجرت لینے کے حق دار ہو، وہ اللہ کی کتاب ہے۔" [بخاري، كتاب الطب، باب الشروط في الرقية بفاتحة الكتاب : ٥٧٣٧]

سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا نکاح ایک عورت سے کیا اور فرمایا: "جاؤ! میں نے تمھارا نکاح ان سے اس قرآن پر کیا جو تم کو یاد ہے۔" [بخاري، كتاب النكاح، باب التزويج على القرآن و بغير صداق : ٥١٤٩۔ مسلم، كتاب النكاح، باب الصداق وجواز كونه تعليم قرآن و خاتم حديد ...... الخ : ١٤٢٥]

یہاں دونوں قسم کی احادیث کا بیان ہوا ہے۔ بعض میں قرآن مجید کی تعلیم دینے والے کی اجرت سے سختی سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس سے مراد ایسے لوگ ہیں جن کا پیشہ ہی مانگنا ہوتا ہے۔ بھیک کے لیے قرآن کو استعمال کرنا، چونکہ یہ قرآن کی عظمت و حرمت کے منافی ہے، اس لیے واقعی یہ انداز مذموم اور حرام ہے، لیکن دوسری روایات سے اس کا جواز ثابت ہے۔ بہر حال قرآن مجید کی تعلیم مسلمان معاشرے کی اجتماعی ذمہ داری ہے، تمام ایسے لوگ جو قرآن مجید کا علم رکھتے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے کام کاج سے وقت نکال کر قرآن مجید کی تعلیم دیں۔ یہ عمل خالصتاً لوجہ اللہ ہونا چاہیے۔ اس پر کسی طرح کی اجرت لینا مستحسن نہیں، لیکن اگر کوئی حکومت یا ادارہ محسوس کرے کہ قرآن مجید کی تعلیم کے لیے عمومی کوششیں ناکافی ہیں اور وہ ایسے لوگوں کی خدمات حاصل کریں جو دیگر ذرائع معاش کو ترک کر کے صرف اسی کام میں مشغول ہو جائیں تو ان کے لیے مناسب وظیفۂ معاش مقرر کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم!

وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ : سب سے پہلے کافر بننے سے مراد یہ ہے کہ تم جانتے ہو کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ تمھیں تو سب سے پہلے ایمان لانا چاہیے تھا، اس کے برعکس اگر تم ان کے ساتھ کفر کرتے ہو تو تم پہلے کافر ہوئے جو جانتے بوجھتے ہوئے کفر کر رہے ہو۔ اس سے پہلے مشرکین مکہ نے جو کفر کیا تھا وہ جہالت کی وجہ سے تھا۔ اس لیے اشکال لازم نہیں آتا۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾

’’اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور نہ حق کو چھپاؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔‘‘

یہاں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حق و باطل کو خلط ملط کرنے اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کتمانِ حق سے منع فرمایا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ﴾ [البقرۃ : ۱۵۹] ’’بے شک جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح دلیلوں اور ہدایت میں سے اتارا ہے، اس کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے، ایسے لوگ ہیں کہ ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں۔‘‘

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے گزرا۔ حالت اس شخص کی (زنا کی پاداش میں) کچھ اس طرح تھی کہ اسے راکھ اور کوئلے سے سیاہ کیا گیا تھا اور وہ جسم پر کوڑے کھائے ہوئے تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو اپنے پاس بلا لیا اور فرمایا: ’’کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی یہی سزا پاتے ہو؟‘‘ یہودیوں نے کہا، جی ہاں! رسول اللہ ﷺ نے علمائے یہود میں سے ایک شخص کو بلا کر فرمایا: ’’میں تجھے قسم دیتا ہوں اس اللہ کی، جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی! تم یہ بتاؤ کہ کیا تمھاری کتاب میں زنا کی یہی حد ہے؟‘‘ یہودی عالم نے کہا، نہیں! اگر آپ مجھے اللہ کی قسم نہ دیتے تو میں حق بات نہ کہتا (مگر اب سچ کہنا ہی پڑے گا اور وہ یہ ہے کہ) ہماری کتاب میں زنا کی حد تو ’’رجم‘‘ ہی ہے، لیکن جب ہمارے شرفا میں زنا بہت زیادہ پھیل گیا، تو پہلے یہ ہوا کہ جب ہمارے شرفا اور معززین جرم زنا میں پکڑے جاتے تو ہم انھیں چھوڑ دیتے اور جب کوئی غریب اور کمزور پکڑا جاتا تو ہم اس پر حد جاری کر دیتے۔ پھر ہم نے جمع ہو کر باہمی مشورہ سے طے کیا کہ امیر اور غریب کے لیے ایک درمیانی سزا مقرر کر لی جائے (اور سب کو وہی سزا دی جائے) چنانچہ پھر ہم نے ’’رجم‘‘ کے بدلے زنا کی سزا منہ کالا کرنا اور کوڑے لگانا مقرر کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہودی عالم کی بات سنی، پھر کہا: ’’اے اللہ! سب سے پہلے میں ہی تیرے حکم ’’رجم‘‘ کو زندہ کرتا ہوں، جبکہ ان لوگوں (یہودیوں) نے اسے مردہ کر ڈالا تھا۔‘‘ پھر آپ کے حکم سے یہودی مجرم کو رجم کیا گیا۔

[مسلم، کتاب الحدود، باب رجم الیهود، أهل الذمة فی الزنٰی : ۱۷۰۰]

﴿ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝۴۳ ﴾

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''

اپنے عہد کے مطابق نبی ﷺ پر ایمان لا کر یہ تینوں کام اہتمام سے کرو، اس آیت سے با جماعت نماز کی تاکید ظاہر ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [التوبۃ : ۵] ''پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے ارادہ کیا کہ ایندھن کا حکم دوں، وہ اکٹھا کیا جائے، پھر نماز کا حکم دوں اس کے لیے اذان کہی جائے، پھر کسی آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کروائے، پھر ان آدمیوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان سمیت ان کے گھروں کو جلا دوں۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب وجوب صلاۃ الجماعة : ۶۴۴، ۶۵۷۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاۃ الجماعة : ۶۵۱]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، پھر جب وہ ایسا کریں تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور اپنے اموال کو بچا لیا سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا الصلوۃ ...... الخ ﴾ : ۲۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس حتی یقولوا لا إله إلا الله ...... الخ : ۲۲]

﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۴۴ ﴾

''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟''

بنی اسرائیل کے بارے میں سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے اللہ نے فرمایا کہ تمھارے اندر ایک اور بہت ہی بری صفت ہے کہ تم لوگوں کو تو ایمان اور بھلائی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم تورات پڑھتے ہو جس میں خیانت، ترک خیر اور قول و عمل میں تضاد پر بہت شدید وعید آئی ہے۔ دوسرے مقام پر اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ [الصف : ۲، ۳] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک ناراض ہونے کے اعتبار سے بڑی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم نہیں کرتے۔''

اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ جو شخص خود عمل نہ کرے وہ دوسروں کو بھی نیکی کا حکم نہ دے، کیونکہ یہود کو اس بات پر

عار دلائی ہے کہ وہ عمل نہیں کرتے، اس پر نہیں کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور جو شخص دعوت دے کر خود عمل نہ کرے اسے دوسری سزا ملے گی، جیسا کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کی انتڑیاں آگ میں نکل پڑیں گی اور وہ اس کے گرد اس طرح گھومے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ دوزخی اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے، اے فلاں! تمھارا کیا حال ہے؟ کیا تم ہمیں نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور بری بات سے روکتے نہیں تھے؟ وہ شخص جواب دے گا کہ دراصل میں تمھیں نیک کام کا حکم تو دیتا تھا لیکن وہ کام خود نہیں کرتا تھا، میں تم کو بری بات سے منع کرتا تھا لیکن خود وہی کام کرتا تھا۔“ [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ٣٢٦٧۔ مسلم، كتاب الزهد، باب عقوبة من يأمر بالمعروف ولا يفعله : ٢٩٨٩]

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝۴۵

”اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو اور بلاشبہ وہ یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔“

یعنی کسی بھی مصیبت کے برداشت کرنے میں ان دو چیزوں کا سہارا لو، صبر کے بغیر تو کوئی کار خیر وجود میں نہیں آسکتا، اور نماز کا لب لباب اللہ کے حضور دل کا جھکاؤ ہے، جو ایمان و عمل کے میدان میں ثابت قدمی کے لیے سب سے بڑی مدد گار ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ [الكهف : ٢٨] ”اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھ جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ [النحل : ٤١، ٤٢] ”اور جن لوگوں نے اللہ کی خاطر وطن چھوڑا، اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا، بلاشبہ ہم انھیں دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے اور یقیناً آخرت کا اجر سب سے بڑا ہے۔ کاش! وہ جانتے ہوتے۔ وہ لوگ جنھوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [البقرة : ١٥٣] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝ وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴾ [المعارج : ١٩ تا ٢٣] ”بلاشبہ انسان تھڑدلا بنایا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جانے والا ہے۔ اور جب اسے بھلائی ملتی ہے تو بہت روکنے والا ہے۔ سوائے نماز ادا کرنے والوں کے۔ وہ جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سفر کر رہے تھے، راستہ میں کسی نے خبر دی کہ آپ کے گھر میں کوئی فوت ہو گیا ہے، تو یہ سن کر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دو رکعت نماز ادا کی اور کہا کہ ہم نے اللہ کا حکم سمجھ کر ایسا کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ﴾ ''اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو۔'' [مستدرك حاكم : ۲/ ۲۶۹، ۲۷۰، ح : ۳۰۶۷]

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ ع ۵ ۵

''وہ جو یقین رکھتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور یہ کہ بے شک وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

نماز کی پابندی ویسے تو ایک نہایت مشکل ذمہ داری ہے مگر جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف، اس کی ملاقات کا شوق اور آخرت کا یقین ہو ان پر یہ بھاری نہیں، البتہ جو شخص رب کی ملاقات پر یقین نہیں رکھتا، روز قیامت اللہ تعالیٰ سے ملاقات اسے بڑی بھاری ہوگی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ (روز قیامت) ایک بندے سے فرمائے گا، اے فلاں! کیا میں نے تجھے عزت نہیں بخشی تھی؟ تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ کیا میں نے گھوڑے اور اونٹ کو تیرے لیے مسخر نہیں کر دیا تھا؟ اور کیا میں نے تجھے حکومت کرنے اور چوتھا حصہ بطور ٹیکس وصول کرنے کی مہلت نہیں دی تھی؟ بندہ عرض کرے گا، کیوں نہیں! (اے میرے پروردگار!) تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تجھے یقین تھا کہ ایک دن تو میری ملاقات کے لیے آئے گا؟ بندہ عرض کرے گا نہیں، تو اللہ فرمائے گا، (آج) میں تجھے بھلا رہا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر : ۲۹۶۸]

يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾

''اے بنی اسرائیل! میری نعمت یاد کرو جو میں نے تم پر کی اور یہ کہ بلاشبہ میں نے ہی تمھیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔''

''جہانوں پر فضیلت بخشی'' سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے زمانوں کے لوگ ہیں، یعنی اللہ نے ان میں رسولوں کو بھیجا، کتابیں اتاریں اور انھیں بادشاہت عطا فرمائی، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الجاثية : ۱۶] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور انھیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الدخان : ۳۲] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں علم کی بنا پر جہانوں سے چن لیا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [المائدة : ۲۰] ''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تمھیں بادشاہ بنا دیا اور تمھیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں سے کسی کو نہیں دیا۔''

وَ اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا

عَدۡلٌ وَّ لَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۸﴾

''اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔''

نعمت یاد دلانے کے بعد انھیں قیامت کے عذاب سے ڈرایا، بنی اسرائیل میں فساد کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے انبیاء اور علماء پر ناز رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ہم خواہ کتنے ہی گناہ کر لیں ہمارے بزرگ اور آبا و اجداد ہمیں بخشوا لیں گے۔ ان کے اسی باطل گمان کی تردید کی ہے۔

کسی گرفتار شخص کو چھڑانے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں، کسی کی سفارش کام آ جائے یا فدیہ دے کر چھڑا لیا جائے یا زبردستی حملہ کر کے چھڑا لیا جائے۔ قیامت کے دن ان میں سے کوئی بھی ممکن نہیں۔

وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا لَّا تَجۡزِىۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَيۡـًٔـا : قیامت کا دن بہت ہولناک ہے، اس دن سب کو اپنی اپنی پڑی ہو گی، ارشاد فرمایا: ﴿ لِكُلِّ امۡرِیٴٍ مِّنۡهُمۡ يَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ يُّغۡنِيۡهِ ﴾ [عبس : ۳۷] ''اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہو گی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا دے گی۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ وَاخۡشَوۡا يَوۡمًا لَّا يَجۡزِىۡ وَالِدٌ عَنۡ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوۡلُوۡدٌ هُوَ جَازٍ عَنۡ وَّالِدِهٖ شَيۡـًٔـا ؕ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا ٚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمۡ بِاللّٰهِ الۡغَرُوۡرُ ﴾ [لقمان : ۳۳] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو کہ نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ایسا ہو گا جو اپنے باپ کے کسی کام آنے والا ہو۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچ ہے، تو کہیں دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دغا باز اللہ کے بارے میں تمھیں دھوکا نہ دے جائے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَيۡـًٔـا ؕ وَالۡاَمۡرُ يَوۡمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴾ [الانفطار : ۱۹] ''جس دن کوئی جان کسی جان کے لیے کسی چیز کا اختیار نہ رکھے گی اور اس دن حکم صرف اللہ کا ہو گا۔''

وَلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا شَفَاعَةٌ : قیامت کے دن کوئی شخص کسی کو اپنا سفارشی بنا کر پیش نہیں کر سکتا اور نہ اس قسم کی کوئی سفارش قبول کی جائے گی، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا بَيۡعٌ فِيۡهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالۡكٰفِرُوۡنَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۵۴] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہو گی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ ءَاَتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنۡ يُّرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغۡنِ عَنِّىۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَيۡـًٔـا وَّلَا يُنۡقِذُوۡنِ ﴾ [یٰس : ۲۳] ''کیا میں اس کے سوا ایسے معبود بنا لوں کہ اگر رحمان میرے بارے میں کسی نقصان کا ارادہ کرے تو ان کی سفارش میرے کسی کام نہ آئے گی اور نہ وہ مجھے بچائیں گے۔''

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کوئی سفارش قبول نہ ہوگی، مگر دوسرے مقامات پر وضاحت فرمائی ہے کہ جس شفاعت کی نفی کی گئی ہے وہ کفار کے لیے شفاعت ہے، ہاں جس کے لیے اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اس کے لیے سفارش ہوگی اور اسے نفع بھی دے گی۔ قیامت کے دن اہل ایمان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کی احادیث متواتر ہیں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، ① مجھے رعب سے مدد دی گئی ہے کہ ایک مہینا کی مسافت سے میرا دشمن مجھ سے مرعوب ہو جاتا ہے۔ ② میرے لیے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنا دی گئی ہے، میرے امتی کو جہاں نماز کا وقت آ جائے نماز پڑھ لے۔ ③ میرے لیے اموال غنیمت حلال کر دیے گئے ہیں۔ ④ ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ ⑤ اور مجھے شفاعت دی گئی ہے۔“ [بخاری کتاب الصلوۃ، باب قول النبی ﷺ : جعلت لی الأرض مسجدًا و طهورًا : ٤٣٨]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”میں سفارش کے لیے روانہ ہوں گا، یہاں تک کہ میں اپنے رب سے اجازت لوں گا، مجھے اجازت دے دی جائے گی۔ جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر پڑوں گا، پھر اللہ مجھے سجدہ میں پڑا رہنے دے گا، جب تک وہ چاہے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا، اپنا سر اٹھاؤ اور سوال کرو، تمھیں وہ چیز عطا کر دی جائے گی جس کا تم سوال کرو گے، کہو، تمھاری بات سنی جائے گی، سفارش کرو تمھاری سفارش قبول کی جائے گی۔ تب میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور پھر اللہ کی تعریف ان الفاظ میں کروں گا جن الفاظ کی تعلیم اللہ مجھے اس وقت دے گا اور پھر میں سفارش کروں گا، پھر اللہ میرے لیے ایک حد مقرر کر دے گا تو میں ان لوگوں کو (سفارش کر کے) جنت میں داخل کراؤں گا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالی: ﴿ و علم ادم الأسماء كلها ﴾ : ٤٤٧٦]

وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ : قیامت کے دن کوئی شخص کسی قسم کا فدیہ دے کر اپنے آپ کو دوزخ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا، وہاں فدیہ قبول نہیں ہوگا اور بدلہ یا معاوضہ بھی نہیں لیا جائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [المائدۃ : ٣٦] ”بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، اگر واقعی ان کے پاس زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو، تاکہ وہ اس کے ساتھ قیامت کے دن کے عذاب سے فدیہ دے دیں تو ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴾ [آل عمران : ٩١] ”بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، سو ان کے کسی ایک سے زمین بھرنے کے برابر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، خواہ وہ

اسے فدیے میں دے۔ یہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىٕذٍۭ بِبَنِيْهِ ۝ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ اَخِيْهِ ۝ وَ فَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۝ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ﴾ [المعارج : ١٠ تا ١٥] ''اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہیں پوچھے گا۔ حالانکہ وہ انھیں دکھائے جا رہے ہوں گے۔ مجرم چاہے گا کاش کہ اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے خاندان کو، جو اسے جگہ دیا کرتا تھا۔ اور ان تمام لوگوں کو جو زمین میں ہیں، پھر اپنے آپ کو بچا لے۔ ہرگز نہیں! یقیناً وہ (جہنم) ایک شعلہ مارنے والی آگ ہے۔''

وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ : قیامت کا دن ایسا دن نہیں کہ وہاں ایک شخص اپنی مرضی سے دوسرے کی سفارش و مدد کر سکے، کسی کو کسی دوسرے کے معاملہ میں ذرا سا بھی اختیار نہیں ہوگا، ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴾ [النساء : ١٢٣] ''جو بھی کوئی برائی کرے گا اسے اس کی جزا دی جائے گی اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [الشوریٰ : ٤٦] ''اور ان کے لیے کوئی حمایتی نہیں ہوں گے جو اللہ کے سوا ان کی مدد کریں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے فاطمہ! محمد (ﷺ) کی بیٹی! (اپنی جان کو دوزخ سے بچا لو) جو مال مجھ سے مانگنا ہو یہیں مانگ لو کہ (آخرت میں) اللہ کے سامنے میں تمھارے چنداں کام نہیں آ سکتا۔''

[بخاری، کتاب التفسیر، بابٌ : ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ...... الخ ﴾ : ٤٧٧١۔ مسلم، کتاب الإيمان باب فی قوله تعالٰی : ﴿و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ٢٠٦]

وَ اِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝۴۹

''اور جب ہم نے تمھیں فرعون کی قوم سے نجات دی، جو تمھیں برا عذاب دیتے تھے، تمھارے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتے اور تمھاری عورتوں کو زندہ چھوڑتے تھے اور اس میں تمھارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔''

یہاں سے بنی اسرائیل پر کیے جانے والے انعامات اور انھیں دی جانے والی فضیلت کی تفصیل شروع ہو رہی ہے۔

آل فرعون سے مراد فرعون، اس کا لشکر اور اس کے پیروکار ہیں، قرآن کریم کے ذکر کردہ واقعے کے مطابق فرعون نے ایک خواب دیکھا، جس کی تاویل اسے یہ بتائی گئی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے ذریعے اس کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا، اس نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر لڑکے کو ذبح کر دیا جائے، بنی اسرائیل ان پریشانیوں سے گزرتے رہے، یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے اور انھیں فرعون کے عذاب سے نجات دلائی۔ ارشاد فرمایا:

﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴾ [إبراهيم : ٦] ''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب اس نے تمھیں فرعون کی آل سے نجات دی، جو تمھیں برا عذاب دیتے تھے اور تمھارے بیٹے بری طرح ذبح کرتے اور تمھاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمھارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ [الشعراء : ٢٢] ''اور یہ کوئی احسان ہے جو تو مجھ پر جتلا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔''

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝۵۰

''اور جب ہم نے تمھاری وجہ سے سمندر کو پھاڑ دیا، پھر ہم نے تمھیں نجات دی اور ہم نے فرعون کی قوم کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر یہ احسان جتایا کہ اس نے ایک خطرناک موقع پر ان کے لیے سمندر پھاڑ دیا اور بنی اسرائیل نے سمندر کو پار کر لیا، لیکن جب فرعون اور اس کی فوج نے جو بنی اسرائیل کا پیچھا کر رہے تھے، سمندر کو پار کرنا چاہا اور وہ بیچ راستہ میں پہنچے تو سمندر کا پانی دونوں طرف سے مل گیا اور فرعون مع اپنی فوج کے اس میں غرق ہو گیا، ارشاد فرمایا: ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴾ [الأعراف : ١٣٦] ''تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس انھیں سمندر میں غرق کر دیا، اس وجہ سے کہ بے شک انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [يونس : ٩٠] ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا تو فرعون اور اس کے لشکروں نے سرکشی اور زیادتی کرتے ہوئے ان کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ جب اسے ڈوبنے نے پا لیا تو اس نے کہا میں ایمان لے آیا کہ بے شک حق یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرماں برداروں سے ہوں۔''

یہ واقعہ عاشوراء (دس محرم) کے دن پیش آیا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا: ''تم اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟'' انھوں نے جواب دیا، یہ بڑی عظمت والا دن ہے، کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی، سو موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمھاری نسبت موسیٰ علیہ السلام کا زیادہ حق دار ہوں۔'' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دن کا روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو

بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔[بخاري، كتاب الصوم، باب صوم يوم عاشوراء : ٢٠٠٤۔ مسلم، كتاب الصيام، باب صوم يوم عاشوراء : ١١٣٠]

پھر رمضان کے روزے فرض ہونے پر عاشوراء کا روزہ نفل قرار دے دیا گیا اور وفات سے پہلے آپ نے فرمایا: ''اگر آئندہ سال میں زندہ رہا تو میں ضرور نو (محرم) کا روزہ رکھوں گا۔'' مگر آپ اس سے پہلے فوت ہو گئے۔[مسلم، كتاب الصيام، باب أي يوم يصام في عاشوراء ؟ : ١١٣٤]

وَ اِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾

''اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کی میعاد مقرر کی، پھر اس کے بعد تم نے بچھڑے کو پکڑ لیا اور تم ظالم تھے۔''

فرعون سے نجات پانے کے بعد جب بنی اسرائیل صحرائے سینا میں پہنچے تو وہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات دینے کے لیے چالیس راتوں کے لیے کوہِ طور پر بلایا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ﴾ [الأعراف : ١٤٢] ''اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کی میعاد مقرر کی اور اسے دس راتوں کے ساتھ پورا کر دیا، سو اس کے رب کی مقررہ مدت چالیس راتیں پوری ہوگئی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ﴾ [الأعراف : ١٤٣] ''اور جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر آیا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا۔''

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ : موسیٰ علیہ السلام کے جانے کے بعد بنی اسرائیل نے سامری کے پیچھے لگ کر بچھڑے کی پوجا شروع کر دی، اسی بنا پر یہاں ان کو ظالم قرار دیا گیا ہے۔ وہ صریح طور پر شرک کے مرتکب ہوئے تھے، سو شرک سے بڑھ کر اور کون سا ظلم ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَ لَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ١٤٨] ''اور موسیٰ کی قوم نے اس کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنا لیا، جو ایک جسم تھا، جس کی گائے جیسی آواز تھی۔ کیا انھوں نے یہ نہ دیکھا کہ بے شک وہ نہ ان سے بات کرتا ہے اور نہ انھیں کوئی راستہ بتاتا ہے۔ انھوں نے اسے پکڑا اور وہ ظالم تھے۔''

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾

''پھر ہم نے اس کے بعد تمھیں معاف کر دیا، تاکہ تم شکر کرو۔''

ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ﴾ [النساء : ١٥٣] ''پھر انھوں نے بچھڑے کو پکڑ لیا، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکی تھیں، تو ہم نے اس سے درگزر کیا۔''

وَ اِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ الْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

''اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور (حق و باطل میں) فرق کرنے والی چیز عطا کی، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔''

ممکن ہے کتاب یعنی تورات ہی کو فرقان سے بھی تعبیر کیا گیا ہو، کیونکہ ہر آسمانی کتاب حق و باطل کو واضح کرنے والی ہوتی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأنعام: ١٥٤] ''پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اس شخص پر (نعمت) پوری کرنے کے لیے جس نے نیکی کی اور ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت کے لیے، تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لے آئیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَ اَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّ ذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾ [المؤمن : ٥٣، ٥٤] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔ جو عقلوں والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔''

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! بے شک تم نے بچھڑے کو اپنے پکڑنے کے ساتھ اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، پس تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو، پس اپنے آپ کو قتل کرو، یہ تمھارے لیے تمھارے پیدا کرنے والے کے نزدیک بہتر ہے، تو اس نے تمھاری توبہ قبول کر لی، بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

بچھڑے کو معبود بنانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دنیا میں سخت سزا دی، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴾ [الأعراف: ١٥٢] ''بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو پکڑا عنقریب انھیں ان کے رب کی طرف سے بڑا غضب پہنچے گا اور بڑی رسوائی دنیا کی زندگی میں اور ہم جھوٹ باندھنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔''

فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ : بنی اسرائیل نے ایک دوسرے کو قتل کیا، وہ اپنے کیے پر نادم ہوئے اور مغفرت کی دعائیں کرنے لگے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَ يَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [الأعراف: ١٤٩] ''اور جب وہ پشیمان ہوئے اور انھوں نے دیکھا کہ بے شک وہ تو گمراہ ہو گئے ہیں، تو انھوں نے کہا یقیناً اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں نہ بخشا تو ہم ضرور ہی خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ : بنی اسرائیل میں جس طرح شادی شدہ زانی کی سزا رجم تھی، اسی طرح شرک کے ارتکاب پر

بھی انھیں قتل کی سزا سنائی گئی اور اس پر عمل ہوا۔ ہماری امت میں بھی ارتداد کی سزا قتل ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص (اپنا دین بدل لے) یعنی مرتد ہو جائے اسے قتل کر دو۔“ [بخاری، کتاب الجہاد، باب لا یعذب بعذاب اللہ : ۳۰۱۷]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے مگر تین میں سے ایک سبب سے، (قصاص میں) جان کے بدلے جان، شادی شدہ زانی، اپنے دین کو چھوڑنے والا، جماعت کو ترک کر دینے والا۔“ [بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالٰی : إن النفس بالنفس ...... الخ : ۶۸۷۸]

مگر اتنی تخفیف کر دی گئی کہ مرتد توبہ کر لے تو اسے معاف کر دیا جائے گا۔ البتہ رجم کی حد توبہ کے باوجود جاری کی جائے گی۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

”اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم ہرگز تیرا یقین نہ کریں گے، یہاں تک کہ ہم اللہ کو کھلم کھلا دیکھ لیں، تو تمھیں بجلی نے پکڑ لیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ پھر ہم نے تمھیں تمھارے مرنے کے بعد زندہ کیا، تاکہ تم شکر کرو۔“

بنی اسرائیل نے کوہِ طور پر پہنچ کر مطالبہ کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو علانیہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے اس مطالبہ پر اللہ تعالیٰ نے ایک عذاب بھیجا۔ وہ عذاب زلزلہ اور صاعقہ کی صورت میں تھا۔ زلزلہ آیا، بجلی گری تو زلزلہ اور بجلی کے گرنے سے وہ لوگ ہلاک ہوئے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۵۵] ”اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی ہمارے مقررہ وقت کے لیے چنے، پھر جب انھیں زلزلے نے پکڑا تو اس نے کہا اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو انھیں اس سے پہلے ہلاک کر دیتا اور مجھے بھی، کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو ہم میں سے بے وقوفوں نے کیا ہے؟ یہ نہیں ہے مگر تیری آزمائش، جس کے ساتھ تو گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت بخشتا ہے جسے چاہتا ہے، تو ہی ہمارا یار و مددگار ہے، سو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو بخشنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔“

معلوم ہوا کہ ایمان لانے کی شرط کے طور پر اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا مطالبہ بہت بڑی گستاخی ہے۔

وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾

''اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور ہم نے تم پر من اور سلویٰ اتارا، کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمھیں دی ہیں اور انھوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ اپنے آپ ہی پر ظلم کیا کرتے تھے۔''

صحرائے سینا میں ان کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ تھا اور صحرا کی دھوپ انھیں جلائے دیتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر خاص قسم کے بادل کا سایہ کر دیا اور کھانے کے لیے 'من و سلویٰ' کا انتظام فرما دیا۔

من و سلویٰ کا ذکر ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ اس طرح کرتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَ وٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ۝ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ [طٰہٰ: ۸۰، ۸۱] ''اے بنی اسرائیل! بے شک ہم نے تمھیں تمھارے دشمن سے نجات دی اور تمھیں پہاڑ کی دائیں جانب کا وعدہ دیا اور تم پر من اور سلویٰ اتارا۔ کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمھیں دی ہیں۔''

''اَلْمَنَّ'' کی تفسیر میں سب سے صحیح رسول اللہ ﷺ کی تفسیر ہے، جسے سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کھمبی ''اَلْمَنَّ'' (کی قسم) سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفا ہے۔'' [بخاري، كتاب الطب، باب المن شفاء للعين : ۵۷۰۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عجوہ (مدینہ منورہ کی اعلیٰ کھجور) جنت سے ہے اور یہ زہر سے شفا ہے اور کھمبی ''اَلْمَنَّ'' سے ہے، اس کا پانی آنکھ کے لیے شفا ہے۔'' [ترمذي، كتاب الطب، باب ما جاء في الكمأة والعجوة : ۲۰۶۶]

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ''اَلْمَنَّ'' متعدد چیزیں تھیں، جو صحرا میں خود بخود پیدا ہوتی تھیں ان میں سے ایک ''کھمبی'' بھی تھی۔ اسی طرح وہ میٹھی گوند بھی ''اَلْمَنَّ'' کی ایک قسم تھی جو ابن عباس اور مجاہد سے ''اَلْمَنَّ'' کی تفسیر میں آئی ہے۔

''اَلسَّلْوٰى'' اسم جنس ہے واحد ''سلواۃ'' آتا ہے، بٹیر یا بٹیر سے ملتا جلتا پرندہ ہے۔ صحرا میں اللہ کے حکم سے بے شمار پرندے آ جاتے اور وہ انھیں پکڑ کر کھا لیتے تھے۔

وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۚ وَ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۸ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝۵۹ ع ۶

''اور جب ہم نے کہا اس بستی میں داخل ہو جاؤ، پس اس میں سے کھلا کھاؤ جہاں چاہو اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور کہو بخش دے، تو ہم تمھیں تمھاری خطائیں بخش دیں گے اور ہم نیکی کرنے والوں کو جلد ہی زیادہ دیں گے۔ پھر ان لوگوں نے جنھوں نے ظلم کیا، بات کو اس کے خلاف بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی، تو ہم نے ان لوگوں پر جنھوں نے ظلم کیا تھا، آسمان سے ایک عذاب نازل کیا، اس لیے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔''

بیت المقدس فتح ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ اس فتح کی شکر گزاری میں اللہ تعالیٰ کے عاجز بندوں کی طرح سجدہ ریز ہو کر اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہوئے شہر میں داخل ہو جاؤ اور "حِطَّةٌ" کہتے جاؤ، لیکن وہ اپنے سرینوں کے بل "حِطَّةٌ" کی بجائے "حَبَّةٌ فِيْ شَعْرَةٍ" کہتے ہوئے داخل ہوئے۔ چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی غایت درجہ اہانت تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں طاعون میں مبتلا کر دیا۔

اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر اس طرح بیان کرتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَ كُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَ قُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ﴾ [الأعراف : ۱۶۱، ۱۶۲] "اور جب ان سے کہا گیا اس بستی میں رہو اور اس میں سے جہاں چاہو کھاؤ اور کہو بخش دے اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو تو ہم تمھارے لیے تمھاری خطائیں معاف کر دیں گے، عنقریب ہم نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے۔ تو ان میں سے جنھوں نے ظلم کیا، انھوں نے بات کو اس کے خلاف بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی، تو ہم نے ان پر آسمان سے ایک عذاب بھیجا، اس وجہ سے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بنی اسرائیل کو حکم تو یہ ہوا تھا کہ وہ سجدہ کرتے ہوئے اور "حِطَّةٌ" (ہمیں بخش دے) کہتے ہوئے داخل ہوں لیکن وہ اپنی سرینوں کو گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئے اور "حِطَّةٌ" کو بدل کر "حَبَّةٌ فِيْ شَعْرَةٍ" کہنے لگے (یعنی ہم گندم کے دانے چاہتے ہیں)۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و إذ قلنا ادخلوا هذه القرية ...... الخ ﴾ : ۴۴۷۹]

فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ : چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی حد درجہ نافرمانی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں طاعون میں مبتلا کر دیا۔ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "طاعون کا مرض رجز (یعنی عذاب) ہے، تم سے پہلے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے اسے عذاب کے طور پر نازل فرمایا تھا۔" [مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة و نحوها : ۲۲۱۸۔ السنن الکبریٰ للنسائی : ۳۶۳/۴، ح : ۷۵۲۳۔ ابن حبان : ۲۹۵۲]

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم کسی علاقہ کے بارے میں یہ سنو کہ وہاں طاعون کا مرض پھیلا ہوا ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب یہ مرض کسی ایسے علاقے میں پھیل جائے جہاں تم موجود ہو تو تم اس علاقے کو چھوڑ کر نہ جاؤ۔" [بخاری، کتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون : ۵۷۲۸۔ مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطيرة ...... الخ : ۲۲۱۸/۹۷]

وَ اِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا

عَشۡرَةَ عَيۡنًا ؕ قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ ؕ كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ اللّٰهِ وَ لَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ ۝۶۰

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے کہا اپنی لاٹھی اس پتھر پر مار، تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، بلاشبہ سب لوگوں نے اپنی پینے کی جگہ معلوم کر لی، کھاؤ اور پیو اللہ کے دیے ہوئے میں سے اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ۔''

بنی اسرائیل ایسی سرزمین میں آباد تھے، جہاں نہ پانی کے چشمے تھے نہ دریا، موسیٰ علیہ السلام نے پانی کے لیے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ پتھر پر اپنی لاٹھی مارو۔ انھوں نے ماری تو بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَطَّعۡنٰهُمُ اثۡنَتَىۡ عَشۡرَةَ اَسۡبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰۤى اِذِ اسۡتَسۡقٰىهُ قَوۡمُهٗۤ اَنِ اضۡرِبْ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ ۚ فَانۡۢبَجَسَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا ؕ قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ ؕ وَظَلَّلۡنَا عَلَيۡهِمُ الۡغَمَامَ وَاَنۡزَلۡنَا عَلَيۡهِمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰى ؕ كُلُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ ؕ وَمَا ظَلَمُوۡنَا وَلٰـكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ﴾ [الأعراف: ۱٦۰] ''اور ہم نے انھیں بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا، جو کئی گروہ تھے اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی، جب اس کی قوم نے اس سے پانی مانگا کہ اپنی لاٹھی اس پتھر پر مار تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، بلاشبہ سب لوگوں نے اپنی پانی پینے کی جگہ معلوم کر لی اور ہم نے ان پر بادل کا سایہ کیا اور ان پر من اور سلویٰ اتارا، کھاؤ ان پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمھیں عطا کیں اور انھوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ اپنے آپ ہی پر ظلم کرتے تھے۔''

وَ لَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖۤ اَنۡجَيۡنَا الَّذِيۡنَ يَنۡهَوۡنَ عَنِ السُّوۡٓءِ وَاَخَذۡنَا الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا بِعَذَابٍۢ بَـئِيۡسٍۢ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ﴾ [الأعراف: ۱٦۵] ''پھر جب وہ اس بات کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے منع کرتے تھے، اور ان کو سخت عذاب میں پکڑ لیا جنھوں نے ظلم کیا تھا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔''

وَ اِذۡ قُلۡتُمۡ يٰمُوۡسٰى لَنۡ نَّصۡبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادۡعُ لَنَا رَبَّكَ يُخۡرِجۡ لَنَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ مِنۡۢ بَقۡلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوۡمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِىۡ هُوَ اَدۡنٰى بِالَّذِىۡ هُوَ خَيۡرٌ ؕ اِهۡبِطُوۡا مِصۡرًا فَاِنَّ لَـكُمۡ مَّا سَاَلۡتُمۡ ؕ وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ ۝۶۱ ع ۷

''اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ کریں گے، سو ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر، وہ ہمارے

لیے کچھ ایسی چیزیں نکالے جو زمین اپنی ترکاری اور اپنی ککڑی اور اپنی گندم اور اپنے مسور اور اپنے پیاز میں سے اگاتی ہے۔ فرمایا کیا تم وہ چیز جو کمتر ہے، اس چیز کے بدلے مانگ رہے ہو جو بہتر ہے، کسی شہر میں جا اترو تو یقیناً تمھارے لیے وہ کچھ ہوگا جو تم نے مانگا، اور ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کی طرف سے بھاری غضب کے ساتھ لوٹے۔ یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے اور نبیوں کو حق کے بغیر قتل کرتے تھے، یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے۔‘‘

من اور سلویٰ کو ایک کھانا اس لیے قرار دیا کہ روزانہ یہی کھانے کو ملتا اور اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی تھی، پرندوں کا گوشت اور صحرا کی فطری خود رو چیزیں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور صحت کے لیے بہترین غذا تھیں، پھر انھیں آزادی اور فراغت حاصل تھی جس میں وہ علم حاصل کر سکتے تھے اور جہاد کی تیاری کر کے عزت و اقتدار حاصل کر سکتے تھے۔ مگر انھوں نے ان نعمتوں کی قدر نہ کی اور ان چیزوں کا مطالبہ کرنے لگے جن کے وہ زمانۂ غلامی میں عادی تھے۔ اور جو ’’من وسلویٰ‘‘ کے مقابلے میں بالکل ہیچ تھیں، پھر اس کے لیے کھیتی باڑی میں مشغول ہونا پڑتا تھا، جو ہمیشہ فاتح قومیں مفتوح قوموں سے کرواتی ہیں اور جس میں مکمل مشغولیت کا نتیجہ ذلت و مسکنت ہے۔

سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے ہل اور کھیتی باڑی کا کوئی اوزار دیکھا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: ’’یہ چیزیں کسی گھر میں داخل نہیں ہوتیں مگر اللہ تعالیٰ اس گھر میں ذلت داخل کر دیتا ہے (یعنی جو حد سے زیادہ کھیتی باڑی میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اپنے دینی فرائض سے بھی غافل ہو جاتے ہیں تو ذلت ان کا مقدر بن جاتی ہے)۔‘‘ [بخاری، کتاب المزارعة، باب ما یحذر من عواقب الاشتغال بآلة الزرع ...... الخ : ۲۳۲۱]

اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ ۗ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖۗ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴾ [المائدة : ۲۱، ۲۲] ’’اے میری قوم! اس مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ جو اس نے تمھارے لیے لکھ دی ہے اور اپنی پیٹھوں پر نہ پھر جاؤ، ورنہ خسارہ اٹھانے والے ہو کر لوٹو گے۔ انھوں نے کہا اے موسیٰ! بے شک اس میں ایک بہت زبردست قوم ہے اور بے شک ہم ہرگز اس میں داخل نہ ہوں گے، یہاں تک کہ وہ اس سے نکل جائیں، پس اگر وہ اس سے نکل جائیں تو ہم ضرور داخل ہونے والے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [المائدة : ۲۶] ’’فرمایا پھر بے شک وہ ان پر چالیس سال حرام کی ہوئی ہے، زمین

میں سر مارتے پھریں گے، پس تو ان نافرمان لوگوں پر غم نہ کر۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴾ [آل عمران : ۱۱۲] ’’ان پر ذلت مسلط کر دی گئی جہاں کہیں وہ پائے جائیں مگر اللہ کی پناہ اور لوگوں کی پناہ کے ساتھ اور وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی، یہ اس لیے کہ بے شک وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو کسی حق کے بغیر قتل کرتے تھے، یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے۔‘‘

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ : سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تکبر یہ ہے کہ ہٹ دھرمی کی بنا پر حق بات کو نہ مانا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔‘‘ [مسلم ، کتاب الإیمان ، باب تحریم الکبر وبیانہ : ۹۱]

وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ : سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’روز قیامت سب سے زیادہ سخت عذاب اس شخص کو ہوگا جسے کسی نبی نے قتل کیا، یا جس نے کسی نبی کو قتل کیا، دوسرا اس شخص کو جو ضلالت و گمراہی کا امام ہو اور تیسرا تصویریں بنانے والے کو۔‘‘ [مسند أحمد : ۱/۴۰۷، ح : ۳۸۶۷۔ کشف الأستار عن زوائد البزار : ۲/۲۳۸، ح : ۱۶۰۳]

یہود قتل انبیاء میں بہت بے باک تھے، خود ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کے ہاتھوں شہادت نصیب ہوئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الموت میں مبتلا تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اے عائشہ! خیبر میں کھایا ہوا (زہر آلود) لقمہ مسلسل مجھے تکلیف دیتا رہا، حتیٰ کہ اب میری شہ رگ کٹنے کا وقت (آ گیا) ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم و وفاتہ ......الخ : ۴۴۲۸، بعد الحدیث : ۴۴۳۰]

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۶۲﴾

’’بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی بنے اور نصاریٰ اور صابی، جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔‘‘

اس آیت سے پہلی آیات اور اس کے بعد والی آیات میں بنی اسرائیل پر انعامات اور ان کے مقابلے میں ان کی بداعمالی کا تذکرہ ہے۔ یہ آیت درمیان میں ایک خاص مناسبت کی بنا پر آئی ہے، وہ یہ کہ جب بات ان پر ذلت و مسکنت مسلط ہونے اور اللہ کے غضب کا نشانہ بننے تک پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق ان کے لیے اپنی رحمت کا تذکرہ ضروری سمجھا کہ بنی اسرائیل کا ہر فرد اس ذلت و مسکنت اور غضب الٰہی کا نشانہ نہیں، پہلے بھی اللہ تعالیٰ بے حد مہربان تھا

اور توبہ کا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایمان اور عمل صالح سے متصف ہو گا، خواہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہو، جیسے آپ سے پہلے اپنے اپنے انبیاء پر ایمان لا کر عمل صالح کرنے والے لوگ ہوں، یا آپ کے زمانے میں یہود و نصاریٰ میں سے ایمان لانے والے ہوں، مثلاً عبد اللہ بن سلام، صہیب اور سلمان رضی اللہ عنہم سب کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾ [حٰم السجدۃ : ۳۰] ”بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۳۸] ”تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا سو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری اس امت میں جو شخص بھی میری بابت سن لے، وہ یہودی ہو یا عیسائی، پھر وہ اس چیز پر ایمان نہ لائے جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں تو وہ جہنم میں جائے گا۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ : ۱۵۳]

﴿ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۶۳ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۶۴ ﴾

”اور جب ہم نے تمھارا پختہ عہد لیا اور تمھارے اوپر پہاڑ کو بلند کیا۔ پکڑو قوت کے ساتھ جو ہم نے تمھیں دیا ہے اور جو اس میں ہے اسے یاد کرو، تاکہ تم بچ جاؤ۔ پھر تم اس کے بعد پھر گئے تو اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوتے۔“

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے تورات پر عمل کا عہد لیتے ہوئے ایک ہیبت ناک منظر پیدا فرما دیا، تاکہ وہ یہ عہد دل سے کریں۔ اس وقت وہ کوہ طور کے دامن میں تھے، زلزلے کے ساتھ پہاڑ ان پر جھکا اور سائبان کی طرح ان پر سایہ فگن ہو گیا، حتیٰ کہ انھیں یقین ہو گیا کہ وہ ان پر گرنے ہی والا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۷۱] ”اور جب ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان کے اوپر اٹھایا، جیسے وہ ایک سائبان ہو اور انھوں نے یقین کر لیا کہ بے شک وہ ان پر گرنے والا ہے۔ جو کچھ ہم نے تمھیں دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کرو، تاکہ تم بچ جاؤ۔“

اگلی آیت میں فرمایا کہ اس سارے عہد و پیمان کے بعد انھوں نے بہت سی باتوں میں تورات سے کنارہ کشی اختیار

کی۔ چنانچہ انھوں نے تورات میں تحریف کی، اس کی آیات کو چھپایا، انبیاء کے احکام کی نافرمانی کی، بعض کو قتل کیا۔ میدان تیہ میں عجیب وغریب نعمتوں کے مشاہدے کے باوجود موسیٰ علیہ السلام پر بار بار اعتراض کیے، ان کی حکم عدولی کی، انھیں سخت ایذا پہنچائی، ارضِ مقدس میں داخلے کا حکم ہوا تو صاف انکار کر دیا، حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام نے خود کو ان نافرمانوں سے الگ کر دینے کی دعا کی، لیکن ان تمام نافرمانیوں کے باوجود فوراً عذاب کے ساتھ ہلاک کرنے کی بجائے تمھیں توبہ واستغفار کی مہلت دی گئی۔

وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۶۵﴾
فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَ مَا خَلْفَهَا وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۶﴾

”اور بلاشبہ یقیناً تم ان لوگوں کو جان چکے ہو جو تم میں سے ہفتے (کے دن) میں حد سے گزر گئے تو ہم نے ان سے کہا ذلیل بندر بن جاؤ۔ تو ہم نے اسے ان لوگوں کے لیے جو اس کے سامنے تھے اور جو اس کے پیچھے تھے، ایک عبرت اور ڈرنے والوں کے لیے ایک نصیحت بنا دیا۔“

یہاں یہود کی ایک بستی والوں کی بدعہدی اور حیلہ سازی کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار حرام کر دیا تھا۔ اس دن ان کی آزمائش کے لیے مچھلیاں زیادہ آتی تھیں۔ انھوں نے حیلہ سے کام لیا، ہفتہ کے دن وہ گڑھے کھود کر اور جال لگا کر آجاتے اور مچھلیاں آکر ان کے جالوں اور گڑھوں میں پھنس جاتی تھیں۔ بستی والے ہفتہ کا دن گزر جانے کے بعد ان کا شکار کر لیتے۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں حیلہ سازی اور بدعہدی کی یہ سزا دی کہ ان کی صورتوں کو بندر کی صورت میں بدل دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾ [النساء : ١٥٤] ”اور ہم نے ان سے کہا کہ ہفتے کے دن میں زیادتی مت کرو اور ہم نے ان سے ایک مضبوط عہد لیا۔“ لیکن بنی اسرائیل نے اس عہد کو توڑا اور حکم الٰہی سے سرتابی کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ سْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ يَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾ [الأعراف : ١٦٣] ”اور ان سے اس بستی کے بارے پوچھ جو سمندر کے کنارے پر تھی، جب وہ ہفتے کے دن میں حد سے تجاوز کرتے تھے، جب ان کی مچھلیاں ان کے ہفتے کے دن سر اٹھائے ہوئے ان کے پاس آتیں اور جس دن ان کا ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہ آتی تھیں، اس طرح ہم ان کی آزمائش کرتے تھے، اس کی وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے۔“ حکم الٰہی کی مسلسل خلاف ورزی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو بندر بنا دیا اور اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ﴾ [الأعراف : ١٦٦] ”پھر جب وہ اس بات میں حد سے

بڑھ گئے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہہ دیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴾ [النساء : ۴۷] ’’اے لوگو جنھیں کتاب دی گئی ہے! اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمھارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں، پھر انھیں ان کی پیٹھوں پر پھیر دیں، یا ان پر لعنت کریں، جس طرح ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم ہمیشہ (پورا) کیا ہوا ہے۔‘‘

اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ اس وقت موجود لوگوں اور بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت بنا دیا۔ ڈرنے والوں کے لیے نصیحت میں یہ بھی شامل ہے کہ امت محمد ﷺ بنی اسرائیل کی ان نافرمانیوں اور ان پر ملنے والی سزاؤں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّ لَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَ اِنَّاۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَ لَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَ مَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع ۸

’’اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو، انھوں نے کہا کیا تو ہمیں مذاق بناتا ہے؟ کہا میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں کہ میں جاہلوں سے ہو جاؤں۔ انھوں نے کہا ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر، وہ ہمارے لیے واضح کرے وہ (گائے) کیا ہے؟ کہا بے شک وہ فرماتا ہے بے شک وہ ایسی گائے ہے جو نہ بوڑھی ہے اور نہ بچھڑی، اس کے درمیان جوان عمر کی ہے، تو کرو جو تمھیں حکم دیا جاتا ہے۔ انھوں نے کہا ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر، وہ ہمارے لیے واضح کرے اس کا رنگ کیا ہے؟ کہا بے شک وہ فرماتا ہے کہ بلاشبہ وہ گائے زرد رنگ کی ہے، اس کا رنگ خوب گہرا ہے، دیکھنے والوں کو خوش کرتی ہے۔ انھوں نے کہا ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر، وہ ہمارے لیے واضح کرے وہ (گائے) کیا ہے؟ بے شک گائیں ہم پر ایک دوسری کے مشابہ ہو گئی ہیں اور یقیناً ہم

اگر اللہ نے چاہا تو مقصد کو پہنچنے ہی والے ہیں۔کہا بے شک وہ فرماتا ہے کہ بے شک وہ ایسی گائے ہے جو نہ جوتی ہوئی ہے کہ زمین میں ہل چلاتی ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہے، صحیح سالم ہے، اس میں کسی اور رنگ کا نشان نہیں۔ انھوں نے کہا اب تو صحیح بات لایا ہے۔ پس انھوں نے اسے ذبح کیا اور وہ قریب نہ تھے کہ کرتے۔"

مصر میں غلامی کے زمانے میں غالب قوم کے اثر سے بنی اسرائیل میں گائے کی تقدیس کا عقیدہ سرایت کر گیا تھا۔ اس کا ظہور اس وقت بھی ہوا جب موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کے لیے طور پہاڑ پر گئے، تو انھوں نے بچھڑا بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی۔ اب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اس عقیدے کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے کوئی گائے ذبح کرنے کا حکم دیا۔ اس پر انھوں نے اسے مذاق سمجھا کہ بھلا گائے بھی ذبح کی جا سکتی ہے۔ کہنے لگے کیا تو ہم سے مذاق کرتا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں کہ جاہلوں سے ہو جاؤں۔ معلوم ہوا مذاق اور ٹھٹھا جاہلوں کا کام ہے، البتہ مزاح اور خوش طبعی الگ چیز ہے، اس میں کوئی بات حقیقت کے خلاف نہیں ہوتی، نہ اس میں کسی کی تحقیر و تنقیص ہوتی ہے، بلکہ جس سے خوش طبعی کی جائے وہ خود بھی خوشی محسوس کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مزاح کیا کرتے تھے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً : "بَقَرَةً" کی تنوین سے ظاہر ہے کہ وہ کوئی گائے ذبح کر دیتے تو کافی تھا، مگر وہ تو گائے ذبح کرنے پر آمادہ ہی نہ تھے اور موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے سرتابی بھی نہیں کر سکتے تھے، اس لیے انھوں نے پے در پے سوال کیے، جن کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ کسی طرح جان چھوٹ جائے، مگر وہ جتنے سوال کرتے گئے پھنستے گئے، آخر اس شوخ زرد رنگ کی گائے پر بات آ پہنچی جو عبادت کے لیے مثال سمجھی جاتی تھی۔

اس واقعہ سے بیجا سوالات کی قباحت بھی ظاہر ہے۔ عمل پر آمادہ انسان زیادہ سوالات کرتا ہی نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خاص طور پر بچنے کی تاکید بھی فرمائی ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم مجھے چھوڑے رکھو جب تک میں تمھیں (کسی چیز کا حکم دینے میں) چھوڑے رکھوں، کیونکہ تم سے پہلے لوگ کثرت سے سوال اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے برباد ہو گئے۔ میں جب تمھیں کوئی حکم دوں تو اپنی استطاعت کے مطابق اسے لے لو اور جب میں تمھیں کسی چیز سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔" [مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر : ۱۳۳۷]

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ مجھے لکھ دیجیے، تو انھوں نے لکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے فائدہ بہت سوال کرنے سے منع کرتے تھے اور مال ضائع کرنے اور ماؤں کی نافرمانی کرنے سے منع کرتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے اور اپنا حق محفوظ رکھنے اور دوسروں کا حق نہ دینے سے اور بلا ضرورت مانگنے سے منع فرماتے تھے۔ [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما يكره من كثرة السؤال ...... الخ : ۷۲۹۲۔ مسلم، كتاب الأقضية، باب النهي عن كثرة المسائل ...... الخ : ۵۹۳، بعد الحديث : ۱۷۱۵]

وَ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَ اللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۚ﴿۷۲﴾ فَقُلْنَا
اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾

’’اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا، پھر تم نے اس کے بارے میں جھگڑا کیا اور اللہ اس بات کو نکالنے والا تھا جو تم چھپا رہے تھے۔ تو ہم نے کہا اس پر اس کا کوئی ٹکڑا مارو، اس طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا اور تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، تاکہ تم سمجھو۔‘‘

بنی اسرائیل کے کسی شخص نے دوسرے کو قتل کر دیا اور جو لوگ قاتل کو جانتے تھے انھوں نے اس پر پردہ ڈال دیا، اب وہ ایک دوسرے پر الزام دھرنے لگے اور جھگڑا شروع ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے ذبح شدہ گائے کا کوئی حصہ مقتول پر مارنے کا حکم دیا، جس سے اس نے زندہ ہو کر مقتول کی نشاندہی کر دی۔ شروع سے یہودیوں کی عادت بد ہے کہ وہ پہلے قتل و غارت اور فتنہ و فساد کرتے ہیں اور پھر حقائق کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے پتھر سے ایک لڑکی کا سر کچل ڈالا اور وہ اس کے چاندی کے زیور اتار کر لے گیا، پھر اس لڑکی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو اس کے جسم میں جان ابھی باقی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ’’کیا تجھے فلاں نے مارا؟‘‘ اس نے سر کے اشارے سے کہا کہ نہیں، آپ نے دوبارہ پوچھا (کہ کیا فلاں نے مارا؟) تو اس نے سر کے اشارے سے انکار کیا۔ آپ نے جب تیسری مرتبہ (ایک یہودی کے بارے میں) پوچھا تو اس نے سر کے اشارے سے اقرار کیا، چنانچہ آپ نے اس یہودی کو دو پتھروں میں کچل کر قتل کر دیا۔ [بخاري، كتاب الديات، باب من أقاد بالحجر : ٦٨٧٩۔ مسلم، كتاب القسامة، باب ثبوت القصاص في القتل بالحجر وغيره …… الخ : ١٦٧٢]

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى : اس سے صاف ظاہر ہے کہ گائے کا ٹکڑا مارنے سے وہ مقتول زندہ ہو گیا، فرمایا، اس طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، تاکہ تم سمجھو۔ یعنی یہ واقعہ قیامت کے دن مردوں کو زندہ کرنے کی بھی دلیل اور ایک نشانی ہے۔ کیونکہ جو ایک مردہ کو زندہ کر سکتا ہے وہ تمام مردوں کو بھی زندہ کرنے پر قادر ہے۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ
لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ
مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

’’پھر اس کے بعد تمھارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں جیسے ہیں، یا سختی میں (ان سے بھی) بڑھ کر ہیں اور بے شک پتھروں میں سے کچھ یقیناً وہ ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بے شک ان سے کچھ یقیناً وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں، پس ان سے پانی نکلتا ہے اور بے شک ان سے کچھ یقیناً وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ اس سے ہرگز

غافل نہیں جو تم کر رہے ہو۔‘‘

اس چشم دید واقعے کا تقاضا تھا کہ ان کے دلوں میں نرمی پیدا ہوتی اور اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاتے، لیکن ان کے دلوں کی سختی کی گواہی اللہ نے دے دی کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں اور ان کے دل کی سختی کی مثال پتھر کی سختی سے اس لیے دی کہ پتھر لوہے اور سیسے سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے، کیونکہ لوہا تو آگ میں پگھل جاتا ہے، پتھر نہیں پگھلتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ پتھر ان کے دلوں سے بہتر ہے، اس لیے کہ بعض پتھر تو ایسے ہوتے ہیں جن سے نہریں جاری ہوتی ہیں، بعض پھٹ جاتے ہیں اور ان سے چشمے جاری ہو جاتے ہیں اور بعض پتھر تو ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ کے ڈر سے اپنی جگہ سے لڑھکتے ہوئے نیچے آ جاتے ہیں۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اہل کتاب کا رویہ اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ لَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ [الحدید : ١٦] ’’کیا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لیے اور اس حق کے لیے جھک جائیں جو نازل ہوا ہے اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں، جنھیں ان سے پہلے کتاب دی گئی، پھر ان پر لمبی مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔‘‘

مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ : معلوم ہوا کہ پتھروں سے نہروں کا پھوٹ نکلنا، ان کا پھٹ جانا اور ان سے پانی کا نکلنا اور ان کا گر پڑنا اللہ کے خوف کی وجہ سے ہے۔ اگر کوئی کہے کہ پتھر تو بے جان چیز ہیں، وہ کیسے ڈرتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل والی مخلوقات کے علاوہ ان میں بھی ایک حد تک شعور اور فہم رکھا ہے، جس کی حقیقت وہی جانتا ہے۔ فلسفے کا مارا ہوا شخص انکار کرے تو کرے اہل یقین اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن کے علاوہ احادیث میں بھی اس کی کئی مثالیں ہیں، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یہ (احد) پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب فضل الخدمة فى الغزو : ٢٨٨٩۔ مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدينة ...... الخ : ١٣٦٥]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یقیناً میں مکہ کے اس پتھر کو جانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا، بلاشبہ میں اسے اب تک پہچانتا ہوں۔‘‘ [مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ : ٢٢٧٧]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس پتھر (حجر اسود) کو قیامت کے دن لایا جائے گا، اس کی دو آنکھیں ہوں گی، جن سے یہ دیکھے گا اور زبان ہو گی جس سے کلام کرے گا اور جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے اسے بوسہ دیا ہو گا قیامت کے دن یہ اس کے حق میں گواہی دے گا۔‘‘ [ترمذی، کتاب الحج،

باب ما جاء فی الحجر الأسود : ٩٦١۔ ابن ماجه، کتاب المناسك، باب استلام الحجر : ٢٩٤٤]

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

”تو کیا تم طمع رکھتے ہو کہ وہ تمھارے لیے ایمان لے آئیں گے، حالانکہ یقیناً ان میں سے کچھ لوگ ہمیشہ ایسے چلے آئے ہیں جو اللہ کا کلام سنتے ہیں، پھر اسے بدل ڈالتے ہیں، اس کے بعد کہ اسے سمجھ چکے ہوتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔“

یہود کے دلوں کی سختی بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خطاب کیا کہ کیا اب بھی تم لوگ امید کرتے ہو کہ یہ لوگ تمھارے دین میں داخل ہو جائیں گے؟ ان کے آبا و اجداد کی تاریخ یہ ہے کہ تورات سنتے تھے، اچھی طرح سمجھتے تھے اور پھر اسے بدل دیتے تھے، حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دیتے تھے، ارشاد فرمایا: ﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ﴾ [المائدة : ١٣] ”تو ان کے اپنے عہد کو توڑنے کی وجہ ہی سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا کہ وہ کلام کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَ اِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ [آل عمران : ٧٨] ”اور بے شک ان میں سے یقیناً کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب (پڑھنے) کے ساتھ اپنی زبانیں مروڑتے ہیں، تاکہ تم اسے کتاب میں سے سمجھو، حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں اور اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔“

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْۤا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾

”اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب ان میں سے بعض بعض کی طرف اکیلا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کیا تم انھیں وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولی ہیں، تاکہ وہ ان کے ساتھ تمھارے رب کے پاس تم سے جھگڑا کریں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟“

یہود کی اخلاقی پستی اور اللہ تعالیٰ سے بے خوفی کا یہ عالم تھا کہ جب وہ مسلمانوں سے ملتے تو کہتے کہ ہم لوگ آپ ہی کی طرح مسلمان ہیں، لیکن جب آپس میں مل بیٹھتے تو ایک دوسرے کو تنبیہ کرتے کہ تم ان مسلمانوں کو وہ باتیں کیوں بتاتے ہو جو اللہ نے صرف تم کو بتائی ہیں، کیا تم نہیں سمجھتے کہ یہ مسلمان آخرت میں اللہ کے پاس تمھاری اپنی دی ہوئی معلومات کی بنا پر تم پر حجت قائم کریں گے کہ تم نبی آخر الزمان کو جاننے اور پہچان لینے کے باوجود ان پر ایمان نہیں لائے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اس امت میں جو شخص بھی ہے، خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، اگر وہ میرے متعلق سنے اور میری لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ دوزخی ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم إلی جمیع الناس...... الخ : ۱۵۳]

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا، آپ ایک یہودی لڑکے کی عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے اس کے باپ کو اس کے سرہانے تورات خوانی کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا: ''اے یہودی! میں تجھے اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ پر تورات نازل کی! کیا تو تورات میں میری تعریف، میری صفتیں اور میرے ہجرت کرنے کے تذکرہ کو پاتا ہے؟'' اس نے سر کے ساتھ اشارہ کیا کہ نہیں! تو لڑکا فوراً بول اٹھا، ہاں، اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! ہم تورات میں آپ کی تعریف، آپ کی صفتیں اور آپ کا ہجرت کرنا پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا: ''اس یہودی کو اس کے سرہانے سے اٹھا دو۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے وارث بنے، اسے کفن دیا، خوشبو لگائی اور اس پر نماز جنازہ ادا کی۔ [دلائل النبوۃ للبیہقی : ۶/ ۲۷۲۔ مسند أحمد : ۵/ ۴۱۱، ح : ۲۳۵۵۳]

اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾

''اور کیا وہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں؟''

ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [آل عمران : ۲۹] ''کہہ دے اگر تم اسے چھپاؤ جو تمھارے سینوں میں ہے، یا اسے ظاہر کرو اللہ اسے جان لے گا اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اور فرمایا: ﴿ اَلَاۤ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ [ہود : ۵] ''سن لو! بلاشبہ وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں، تاکہ اس سے چھپے رہیں، سن لو! جب وہ اپنے کپڑے اچھی طرح لپیٹ لیتے ہیں وہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔''

وَ مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِيَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ نصف

''اور ان میں سے کچھ ان پڑھ ہیں، جو کتاب کا علم نہیں رکھتے سوائے چند آرزوؤں کے اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ گمان کرتے ہیں۔''

لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِيَّ : یہود میں ایک طبقہ جو ان پڑھ اور عوام کا ہے، انھیں تورات کا تو کچھ علم نہیں، مگر وہ اپنے سینوں میں بغض اور بے بنیاد قسم کی آرزوئیں پالے ہوئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان کے بزرگوں کی وجہ سے اللہ انھیں ضرور بخش دے گا، یا یہ کہ جنت میں یہود کے سوا کوئی نہیں جائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۗ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۱۱، ۱۱۲] ''اور انھوں نے کہا جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے مگر جو یہودی ہوں گے یا نصاریٰ۔ یہ ان کی آرزوئیں ہی ہیں، کہہ دے لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔ کیوں نہیں، جس نے اپنا چہرہ اللہ کے تابع کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو تو اس کے لیے اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۲۳] ''نہ تمھاری آرزوؤں پر (موقوف ہے) اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر، جو بھی کوئی برائی کرے گا اسے اس کی جزا دی جائے گی اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔''

وَ مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ : اُمّی وہ ہے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو، جیسا کہ حدیث میں ہے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم اُمّی اور ان پڑھ لوگ ہیں، نہ لکھنا جانیں اور نہ حساب کتاب، مہینا کبھی اتنا اور کبھی اتنا ہوتا ہے۔'' ایک دفعہ آپ نے ہاتھ کے اشارے سے ۲۹ دن اور دوسری دفعہ ۳۰ دن بتائے۔ [بخاری، كتاب الصوم، باب قول النبي ﷺ لا نكتب ولا نحسب : ۱۹۱۳۔ مسلم، كتاب الصيام، باب وجوب صوم رمضان ...... الخ : ۱۵/۱۰۸۰]

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

''پس ان لوگوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے، تاکہ اس کے ساتھ تھوڑی قیمت حاصل کریں، پس ان کے لیے بڑی ہلاکت اس کی وجہ سے ہے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا اور ان کے لیے بڑی ہلاکت اس کی وجہ سے ہے جو وہ کماتے ہیں۔''

علمائے یہود کے لیے وعید کا ذکر ہو رہا ہے جو تورات کی آیات اور اس کے احکام کو دنیا کی حقیر متاع کی خاطر بدل دیتے تھے اور تحریف کردہ کلام کے بارے میں لوگوں کو باور کراتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ حق بات کو ظاہر نہیں کرتے تھے کہ مبادا ان کے عقیدت مند ان سے متنفر ہو جائیں اور ان کے نذرانے بند ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیے بڑی خرابی اور عذاب کی وعید سنائی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ

ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾

[البقرۃ : ۱۷٤] ''بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب میں سے اتارا ہے اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھا رہے ہے اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن بات کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

اس آیت پر ان حضرات کو خاص طور پر غور کرنا چاہیے جو قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے صحیح احادیث کو چھوڑ کر تورات، انجیل اور تلمود کے ساتھ شوق فرماتے ہیں، جن میں تحریف کی اللہ تعالیٰ نے شہادت دی ہے اور جن میں انبیاء پر تہمتیں، بے سروپا باتیں اور آیات کا باہمی تضاد، لفظی تحریف کے واضح ثبوت ہیں، جیسا کہ ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق کیوں پوچھتے ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب نازل فرمائی ہے وہ سب سے آخر میں آنے والی ہے، تم اس کی تلاوت کرتے ہو، یہ خالص ہے اور ہر قسم کی آمیزش سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں اہل کتاب کے بارے میں یہ بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف اور تبدیلی کر دی تھی، وہ اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھ کر کہنے لگے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، تاکہ وہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت، (یعنی دنیوی منفعت) حاصل کر لیں۔ تمھارے پاس جو علم ہے کیا یہ تمھیں ان سے پوچھنے سے روکتا نہیں؟ اللہ کی قسم! ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان میں سے کسی شخص نے اس کے بارے میں تم سے پوچھا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لا تسئلوا أهل الكتاب عن شيء : ۷۳٦۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور مسلمانوں کے لیے اس کی تفسیر عربی میں کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اہل کتاب کو سچا کہو اور نہ جھوٹا، بس کہو کہ ہمارا اللہ پر ایمان ہے اور اس چیز پر جو ہماری جانب نازل کی گئی۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب ما یجوز من تفسیر التوراة وغيرها ...... الخ : ۷۵٤۲]

وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸۰

''اور انھوں نے کہا ہمیں آگ ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنے ہوئے چند دن۔ کہہ دے کیا تم نے اللہ کے پاس کوئی عہد لے رکھا ہے تو اللہ کبھی اپنے عہد کے خلاف نہیں کرے گا، یا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔''

اس آیت میں یہود کی ہمہ گیر گمراہی کا بیان ہے جس میں عوام اور علماء سبھی مبتلا تھے، یعنی ہم اللہ کے محبوب اور پیارے ہیں۔ ہم چاہے جتنے بھی گناہ کریں جہنم میں نہیں ڈالے جائیں گے اور اگر ڈالے بھی گئے تو چند دن وہاں رکھ کر

نکال لیے جائیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ﴾ [المائدة : ١٨] ''اور یہود ونصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتا دیا کہ نجات کا دارومدار ایمان اور عمل صالح پر ہے۔ گناہ کر کے اس خوش فہمی میں رہنا کہ ہمارا نسب یا کسی بزرگ سے نسبت معافی کا سبب بن جائے گی، صریح دھوکا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴾ [النساء : ١٢٣، ١٢٤] ''نہ تمھاری آرزوؤں پر (موقوف ہے) اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر، جو بھی کوئی برائی کرے گا اسے اس کی جزا دی جائے گی اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مدد گار۔ اور جو شخص نیک کاموں میں سے (کوئی کام) کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کھجور کی گٹھلی کے نقطے کے برابر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے زہر آلود گوشت کا تحفہ دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہاں جو یہودی موجود ہیں، انھیں میرے پاس جمع کرو۔'' جب وہ سب جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: ''میں تم سے کچھ پوچھنے لگا ہوں، کیا تم مجھے سچ سچ بتا دو گے؟'' انھوں نے کہا، جی ہاں! اے ابوالقاسم! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''تمھارا باپ کون ہے؟'' انھوں نے کہا، فلاں۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں تم جھوٹ کہتے ہو، تمھارا باپ تو فلاں ہے۔'' انھوں نے جواب دیا کہ آپ سچ فرماتے ہیں، آپ درست فرماتے ہیں۔ پھر آپ نے ان سے فرمایا: ''اگر میں تم سے کوئی بات پوچھوں تو کیا تم سچ سچ بتا دو گے؟'' انھوں نے جواب دیا، ہاں، ابوالقاسم! ہم سچ بتائیں گے اور اگر ہم نے جھوٹ بولا تو آپ اسی طرح ہمارے جھوٹ کو پہچان لیں گے جس طرح ہمارے باپ کے بارے میں ہمارے جھوٹ کو پہچان لیا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ''یہ بتاؤ کہ جہنمی کون لوگ ہیں؟'' کہنے لگے کہ تھوڑی مدت کے لیے ہم لوگ جہنم میں رہیں گے، پھر ہمارے بعد تم آ جاؤ گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ تم ذلیل وخوار ہو کر جہنم ہی میں رہو گے، ہم کبھی تمھارے جانشین نہیں بنیں گے۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: ''اگر میں تم سے کچھ پوچھوں تو کیا سچ سچ بتاؤ گے؟'' انھوں نے جواب دیا، ہاں، ابوالقاسم! آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے؟'' انھوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا: ''تم نے ایسا کیوں کیا؟'' انھوں نے جواب دیا کہ ہمارا ارادہ یہ تھا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہم آپ سے نجات حاصل کر لیں گے اور اگر آپ اللہ کے نبی ہیں تو پھر یہ زہر آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ [بخاري، کتاب الطب، باب ما یذکر في سم النبي صلی اللہ علیہ وسلم : ٥٧٧٧]

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا

ع ۹ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾

''کیوں نہیں! جس نے بڑی برائی کمائی اور اسے اس کے گناہ نے گھیر لیا تو وہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے وہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

اس آیت میں ان کے گزشتہ دعویٰ کی تردید ہے کہ وہ آگ میں ہمیشہ کے لیے نہیں رہیں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ جس آدمی کے گناہ اسے چہار جانب سے گھیرے میں لے لیں، حتیٰ کہ اس کے پاس کوئی نیکی باقی نہ رہے تو اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جہاں وہ ہمیشہ کے لیے رہے گا، اور یہی حال یہود کا ہے، ان کے گناہوں نے بھی انھیں ہر طرف سے گھیر لیا ہے، اس لیے وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔ اس رسوا کن عذاب سے ایمان اور عمل صالح ہی بچاؤ کا ذریعہ ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴾ [طٰہٰ : ۷٤ تا ۷٦] ''بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئے گا تو یقیناً اسی کے لیے جہنم ہے، نہ وہ اس میں مرے گا اور نہ جیے گا۔ اور جو اس کے پاس مومن بن کر آئے گا کہ اس نے اچھے اعمال کیے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب سے بلند درجے ہیں۔ ہمیشگی کے باغات، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۡ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدۃ : ۱۹] ''لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، مہمانی اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۲۳، ۱۲٤] ''نہ تمھاری آرزوؤں پر (موقوف ہے) اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر، جو بھی کوئی برائی کرے گا اسے اس کی جزا دی جائے گی اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مدد گار۔ اور جو شخص نیک کاموں میں سے (کوئی کام) کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کھجور کی گٹھلی کے نقطے کے برابر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چھوٹے اور حقیر گناہوں سے بھی بچو (کیونکہ یہ بھی جمع ہو کر آدمی کی ہلاکت و بربادی کا سبب بن جاتے ہیں)۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال دے کر فرمایا: ''جیسے کچھ لوگ جنگل میں جمع ہوں اور (جب کھانا پکانے کا وقت ہو تو) ہر آدمی ایک ایک لکڑی لے آئے، حتیٰ کہ وہ اپنی

روٹیاں پکا لیں، لہٰذا جب آدمی کو اس کے چھوٹے گناہوں کی وجہ سے پکڑا جائے گا تو یہ گناہ اسے ہلاک کر دیں گے۔‘‘ [مسند أحمد : ۵/ ۳۳۱، ح : ۲۲۸۷۵]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ’’اے عائشہ! چھوٹے اور حقیر گناہ کے کاموں سے بھی بچنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے بارے میں بھی جواب طلبی ہو گی۔‘‘ [ابن حبان : ۵۵۶۸]

اگلی آیت میں گناہگاروں کے لیے وعید کے بعد نیک لوگوں کو جنت کی خوش خبری دی گئی ہے، تاکہ اللہ کا عدل و انصاف ظاہر ہو کہ اگر وہ کفر پر اصرار کرنے والوں کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دے گا، تو ایمان پر قائم رہنے والوں کو ہمیشہ کے لیے جنت اور اس کی بے بہا نعمتوں سے نوازے گا۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ١۫ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ١ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ۝۸۳

’’اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے اور ماں باپ اور قرابت والے اور یتیموں اور مسکینوں سے احسان کرو گے اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، پھر تم پھر گئے مگر تم میں سے تھوڑے اور تم منہ پھیرنے والے تھے۔‘‘

گزشتہ آیات میں بنی اسرائیل کو وہ تاریخی احسانات یاد دلائے گئے ہیں جو ان کے آبا و اجداد پر کیے گئے اور انھوں نے شکر گزاری کی بجائے کفر کیا جس کے نتیجہ میں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئی بار عتاب نازل ہوا۔ اب ان کو وہ عہد یاد دلایا جا رہا ہے جو بنیادی احکام (عبادات و معاملات) دیتے وقت ان سے لیا گیا تھا اور بتایا جا رہا ہے کہ بنی اسرائیل نے اس عہد کی پابندی نہ کی اور اس سے سراسر بے پروائی اختیار کی۔

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ : اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اس بات کا عہد لیا تھا کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ دوسروں کو عبادت میں شریک نہ بنائیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ [الأنبياء : ۲۵] ’’اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ [النحل : ۳٦] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔‘‘

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا : ماں باپ کے ساتھ نیکی سے پیش آنے کو اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں عبادت الٰہی کے

ساتھ بیان فرمایا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴾ [لقمان : ١٤] ''میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٢٣] ''اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، اے اللہ کے رسول! کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وقت پر نماز ادا کرنا۔'' میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ''والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔'' میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ''جہاد فی سبیل اللہ۔'' [بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب فضل الصلوٰۃ لوقتها : ٥٢٧۔ مسلم ، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان باللہ تعالٰی أفضل الأعمال : ٨٥]

وَذِي الْقُرْبٰى : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴾ [النساء : ٣٦] ''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور قرابت والے کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت والے ہمسائے اور اجنبی ہمسائے اور پہلو کے ساتھی اور مسافر (کے ساتھ) اور (ان کے ساتھ بھی) جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یقیناً اللہ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو اکڑنے والا، شیخی مارنے والا ہو۔''

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے، جو مجھے جنت میں داخل کر دے ...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب فضل صلة الرحم : ٥٩٨٣۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان الذی یدخل به الجنة ...... الخ : ١٣]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کر دی جائے اور اس کی عمر دراز کر دی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم : ٥٩٨٦۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها : ٢٥٥٧]

وَالْيَتٰمٰى : یتیم وہ ہے جس کا والد بچپن میں فوت ہو جائے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ؕ وَ اَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴾ [الضحٰی : ٩، ١٠] ''پس لیکن یتیم، پس (اس پر) سختی نہ کر۔ اور لیکن سائل، پس (اسے) مت جھڑک۔''

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں

اس طرح (قریب) ہوں گے۔'' اور آپ ﷺ نے شہادت اور درمیانی انگلیوں کے اشارہ سے (قرب کو) بتایا۔[بخاری، كتاب الأدب، باب فضل من يعول يتيمًا : ٦٠٠٥]

وَ الْمَسٰكِيْنِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے گرد چکر کاٹتا پھرتا ہے اور اسے ایک یا دو لقمے، یا ایک یا دو کھجوریں دے دی جاتی ہیں، بلکہ مسکین تو وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ وہ اسے کافی ہو جائے اور نہ اس کے بارے میں (عام لوگوں کو) علم ہوتا ہے کہ اسے صدقہ دیا جائے اور نہ وہ خود کھڑا ہو کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔''[بخاری، كتاب الزكوة، باب قول الله عزوجل: ﴿ لا يسئلون الناس إلحافًا﴾ ...... الخ : ١٤٧٩]

وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا : سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''معمولی سی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو، خواہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا ہو۔''[مسلم ، كتاب البر و الصلة، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء : ٢٦٢٦]

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بھی مجھے دیکھا تو آپ مجھ سے خندہ پیشانی سے ملے۔[بخاری، كتاب مناقب الأنصار، باب ذكر جرير بن عبد الله البجلي رضي الله عنه : ٣٨٢٢۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل جرير بن عبد الله البجلي رضي الله عنه : ٢٤٧٥]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! بے شک اللہ نرم خو ہے اور نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرم رویہ کی وجہ سے وہ کچھ عطا فرما دیتا ہے جو سخت روی پر نہیں دیتا۔''[مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل الرفق : ٢٥٩٣]

اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ : اس سے مراد بنی اسرائیل کے وہ تھوڑے سے لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اس عہد پر قائم رہے یا آپ کے تشریف لانے کے بعد آپ پر ایمان لائے، باقی سب نے اس عہد و پیمان کو پس پشت پھینک دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حد درجہ انصاف ہے کہ ان کی عہد شکنی کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی سب کو مجرم قرار نہیں دیا، بلکہ عہد پر قائم رہنے والوں کو خواہ وہ تھوڑے تھے، عہد توڑنے والوں سے الگ ذکر فرمایا۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾

''اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ تم اپنے خون نہیں بہاؤ گے اور نہ اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نکالو گے، پھر تم نے اقرار کیا اور تم خود شہادت دیتے ہو۔''

لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ : ''ایک دوسرے کا خون نہیں بہاؤ گے اور ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے نہیں نکالو گے'' کی بجائے فرمایا کہ ''تم اپنے خون نہیں بہاؤ گے اور نہ اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نکالو گے'' کیونکہ امت مسلمہ کے

افراد ایک جسم کی طرح ہیں، کسی بھی مسلم کا خون بہانا اپنا خون بہانے کے مترادف ہے۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مومنوں کی مثال آپس کی محبت، رحمت وشفقت اور صلہ رحمی کے اعتبار سے ایک ہی جسم کی طرح ہے کہ اگر کسی ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم بخار اور بیداری کے باعث بے قرار ہو جاتا ہے۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم : ٦٠١١۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين ...... الخ : ٢٥٨٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی آبرو حرام ہے۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم ظلم المسلم ...... الخ : ٢٥٦٤]

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ۫ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ؕ وَ اِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۫ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ ع

ع۱۰

''پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ اپنے آپ کو قتل کرتے ہو اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو، ان کے خلاف ایک دوسرے کی مدد گناہ اور زیادتی کے ساتھ کرتے ہو، اور اگر وہ قیدی ہو کر تمھارے پاس آئیں تو ان کا فدیہ دیتے ہو، حالانکہ اصل یہ ہے کہ ان کا نکالنا تم پر حرام ہے، پھر کیا تم کتاب کے بعض پر ایمان لاتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ تو اس شخص کی جزا جو تم میں سے یہ کرے اس کے سوا کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور اللہ ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے خریدی، سو نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔''

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے تورات میں یہ عہد لیا تھا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہیں کریں گے، گھروں سے نہیں نکالیں گے اور غلام نہیں بنائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے یہودِ مدینہ کو وہی عہد یاد دلایا جا رہا ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم لوگوں نے اس عہد کا پاس نہ رکھا، ایک دوسرے کو قتل کیا اور ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکال دیا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ اوس اور خزرج والے عہد جاہلیت میں بت پرست لوگ تھے اور آپس میں جنگ کرتے رہتے تھے۔ قبیلہ بنو قینقاع اور قبیلہ بنو نضیر خزرج کے حلیف ہوتے تھے اور بنو قریظہ اوس کے۔ جب لڑائی چھڑتی تھی تو ہر فریق اپنے حلیف کا ساتھ دیتا تھا اور یہود جہاں اپنے دشمنوں کو قتل کرتے تھے وہاں اپنے حریف اور عربوں کے حلیف

یہودیوں کو بھی قتل کرتے تھے، ان کو گھروں سے نکال دیتے تھے اور تمام مال و متاع لوٹ لیتے تھے، حالانکہ ایسا کرنا تورات میں ان پر حرام قرار دیا گیا تھا اور جب جنگ کے بادل چھٹ جاتے تو تورات کے ایک حکم پر عمل کرتے ہوئے غالب فریق کے پاس سے یہودی قیدیوں کو چھڑا کر آزاد کر دیتے تھے۔

ان کے اسی مبغوض عمل کی وجہ سے اللہ نے ان کے اوپر دنیا میں ذلت و رسوائی مسلط کر دی اور اپنے رسول ﷺ کو ان کے خلاف جہاد کا حکم دیا، جس کے نتیجہ میں یہود قتل، قید و بند اور جلا وطنی کی مصیبتوں میں مبتلا ہوئے اور آخرت میں بھی شدید عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے۔

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ قَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ؗ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ؗ وَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد پے در پے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو واضح نشانیاں دیں اور اسے پاک روح کے ساتھ قوت بخشی۔ پھر کیا جب کبھی کوئی رسول تمھارے پاس وہ چیز لے کر آیا جسے تمھارے دل نہ چاہتے تھے، تم نے تکبر کیا تو ایک گروہ کو جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے۔“

بنی اسرائیل کے بعض دوسرے جرائم کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ اللہ نے انھیں تورات دی جسے بدل ڈالا، موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان میں دیگر انبیاء و رسل بھیجے، تاکہ تورات کو نافذ کریں، لیکن بنی اسرائیل نے ان کے ساتھ بدترین معاملہ کیا، ان کو جھٹلایا، اور بعض کو قتل کیا اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا، جنھوں نے اللہ کے حکم سے تورات کے بعض احکام میں تبدیلی کی، تو بنی اسرائیل نے ان کو جھٹلایا اور ان کے خلاف حسد و عناد کا شیوہ اختیار کیا، انبیاء کے ساتھ ان کا ایسا معاملہ اس لیے رہا کہ ان کی خواہشات نفس کے مطابق ان کی باتیں نہیں ہوتی تھیں، حالانکہ وہ انھیں تورات کے صحیح احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیتے تھے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ﴾ [المائدۃ : ۴۴] ”بے شک ہم نے تورات اتاری، جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے انبیاء جو فرماں بردار تھے، ان لوگوں کے لیے جو یہودی بنے اور رب والے اور علماء، اس لیے کہ وہ اللہ کی کتاب کے محافظ بنائے گئے تھے اور وہ اس پر گواہ تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآىِٕهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ [السجدۃ : ۲۳]

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، پس تو اس کی ملاقات سے شک میں نہ ہو اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے

لیے ہدایت بنایا۔“
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جنت میں) آدم و موسیٰ علیہما السلام کی آپس میں بحث کے متعلق بیان کرتے ہوئے آدم علیہ السلام کا کلام بیان کیا کہ آدم علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ”اللہ نے تمھارے لیے تورات اپنے ہاتھ سے لکھی۔“ [أبو داؤد، کتاب السنة، باب فی القدر : ۴۷۰۱۔ مسند الحمیدی : ۴۷۵/۲، ح : ۱۱۱۵]

وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا ﴾ [السجدة : ۲۴] ”اور ہم نے ان میں سے کئی پیشوا بنائے، جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ﴾ [المؤمنون : ۴۴] ”پھر ہم نے اپنے رسول پے در پے بھیجے۔“
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بنی اسرائیل میں سیاست کے فرائض انبیاء سرانجام دیا کرتے تھے، جب ایک نبی کا انتقال ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہو جاتا تھا۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بنی إسرائیل : ۳۴۵۵۔ مسلم ، کتاب الإمارة ، باب وجوب الوفاء ببیعة الخلیفة، الأول فالأول : ۱۸۴۲]

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ : اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کے مسجد میں شعر پڑھنے پر اعتراض کیا تو سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تصدیق کرواتے ہوئے کہا کہ کیا اللہ کے رسول نے یہ نہیں فرمایا: « اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ » ”اے اللہ! حسان کی روح القدس (یعنی جبریل علیہ السلام) کے ساتھ مدد فرما۔“ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة صلوات اللہ علیھم : ۳۲۱۲]

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الموت میں مبتلا تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے عائشہ! خیبر میں کھایا ہوا (زہر آلود) لقمہ مسلسل مجھے تکلیف دیتا رہا، حتیٰ کہ اب میری شہ رگ کٹنے کا وقت (آ گیا) ہے۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاته ...... الخ : ۴۴۲۸، بعد الحدیث : ۴۴۳۰]

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝۸۸

”اور انھوں نے کہا ہمارے دل غلاف میں (محفوظ) ہیں، بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی، پس وہ بہت کم ایمان لاتے ہیں۔“

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود مدینہ کو دعوت اسلام دی، تو انھوں نے آپ کو ناامید کرنے کے لیے، تاکہ آپ دوبارہ ان کو دعوت نہ دیں، یہ بات کہی۔ اللہ نے ان کے قول کی تردید کی اور کہا کہ ایسی بات نہیں کہ ان کے دل قبول حق کی صلاحیت نہیں رکھتے، بلکہ اللہ نے ان کے کفر و عناد کی وجہ سے ان کے دلوں پر لعنت بھیج دی ہے اور ان پر مہر لگا دی ہے، اسی لیے ان کا حال یہ ہے کہ تورات کے تھوڑے احکام پر ایمان رکھتے ہیں۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ : یہود کہا کرتے تھے کہ ہمارے دل غلاف میں محفوظ ہیں، ان پر تمھاری باتوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۵] ''اور انھوں نے کہا ہمارے دل اس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [النساء : ۱۵۵] ''پھر ان کے اپنے عہد کو توڑ دینے ہی کی وجہ سے (ہم نے ان پر لعنت کی) اور ان کے اللہ کی آیات کا کفر کرنے اور ان کے انبیاء کو کسی حق کے بغیر قتل کرنے اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دل غلاف میں محفوظ ہیں، بلکہ اللہ نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے مہر کر دی تو وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم۔''

حق کو تسلیم نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا تکبر ہے اور تکبر جس شخص میں بھی ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو۔'' ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے رسول! بے شک آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اس کی جوتی اچھی ہو (تو کیا اچھی چیز کو پسند کرنا بھی تکبر میں داخل ہے)؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو یہ ہے کہ انسان حق کو تسلیم نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه : ۹۱]

وَ لَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۸۹

''اور جب ان کے پاس اللہ کے ہاں سے ایک کتاب آئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے ان لوگوں پر فتح طلب کیا کرتے تھے جنھوں نے کفر کیا، پھر جب ان کے پاس وہ چیز آ گئی جسے انھوں نے پہچان لیا تو انھوں نے اس کے ساتھ کفر کیا، پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جب یہودی عرب کے مشرکین سے مغلوب ہوتے تو کہتے کہ عنقریب آخری نبی مبعوث ہونے والا ہے، ہم اس کے ساتھ مل کر تم سے جنگ کریں گے اور غلبہ حاصل کریں گے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس آخری نبی کو عربوں میں مبعوث کیا تو حسد کے مارے کہ یہ نبی بنی اسرائیل میں کیوں نہ ہوا، ان پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کے واقعہ میں یہودیوں کو خطاب کر کے کہا تھا کہ اے قوم یہود! اللہ سے ڈرو، اس اللہ کی قسم، جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! تم جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور وہ دین حق لے کر آئے ہیں۔ [بخاری، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ و أصحابه إلى المدينة : ۳۹۱۱]

یہود کے اس صریح کفر اور انکار حق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت بھیج دی، ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ [النساء : ٥٤] ”یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ﴾ [البقرۃ : ١٠٩] ”بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق خوب واضح ہو چکا۔“

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۹۰

”بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انھوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا کہ اس چیز کا انکار کر دیں جو اللہ نے نازل فرمائی، اس ضد سے کہ اللہ اپنا کچھ فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔ پس وہ غضب پر غضب لے کر لوٹے اور کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔“

یعنی انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان لینے کے باوجود کہ یہ وہی نجات دلانے والا ہے جس کے آنے کی وہ دعائیں کرتے تھے، انکار کیا تو اس کی وجہ صرف ان کی یہ ضد، نسلی تعصب اور حسد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری نبی ان میں کیوں نہیں بھیجا اور اپنے فضل سے ایک ان پڑھ قوم عرب کو کیوں نوازا؟ یہ نہ سوچا کہ اللہ اپنے فضل کا خود مالک ہے، وہ جسے چاہے نواز دے۔ ان کے اس حسد کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ غضب پر غضب لے کر پلٹے۔ پہلے جرائم جن کا گزشتہ آیات میں ذکر ہے، ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث تھا، مثلاً بچھڑے کی عبادت، تورات میں تحریف، رسولوں کا قتل، عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب وغیرہ، اب آخر الزماں نبی ﷺ کو جھٹلایا تو مزید غضب کا نشانہ بنے۔ چنانچہ ﴿ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ﴾ کا معنی پہلا اور دوسرا غضب نہیں، بلکہ بار بار اور بڑا غضب ہے، جس کی وجہ سے انھیں ﴿ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ ﴾ قرار دیا گیا ہے اور چونکہ انھوں نے کبر و حسد کی وجہ سے ایسا کیا، اس لیے غضب الٰہی کے ساتھ جہنم کا رسوا کن عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے، جو فخر و تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ [المؤمن : ٦٠] ”اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔“

سیدنا عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے کہ تم لوگ تواضع اختیار کرو، یہاں تک کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر فخر نہ کرے۔“ [مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ

نعیمها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا، أهل الجنة و أهل النار : ۲۸٦٥/٦٤]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب ما ینهی عن التحاسد …… الخ : ٦٠٦٤۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم التحاسد …… الخ : ۲۵۵۹، عن أنس رضی الله عنه]

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ : عمرو بن شعیب نے اپنے باپ اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تکبر کرنے والوں کو آدمیوں کی شکل میں چیونٹیوں کی مثل اٹھایا جائے گا اور ان پر ہر طرح کی ذلت و رسوائی چھائی ہوئی ہوگی، حتیٰ کہ انھیں جہنم کے ایک قید خانے میں داخل کیا جائے گا، جس کا نام ''بولس'' ہوگا۔ آگوں کی آگ ان پر مسلط ہوگی اور انھیں جہنمیوں کا لہو اور پیپ پینے کو دیا جائے گا۔'' [مسند أحمد : ۱۷۹/۲، ح : ٦٦٨٦۔ ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب ما جاء فی شدة الوعید للمتکبرین : ۲٤۹۲]

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ يَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۹۱ وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝۹۲

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس پر ایمان لاؤ جو اللہ نے نازل فرمایا ہے تو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو اس کے علاوہ ہے اسے وہ نہیں مانتے، حالانکہ وہی حق ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو ان کے پاس ہے۔ کہہ دے پھر اس سے پہلے تم اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کیا کرتے تھے، اگر تم مومن تھے؟ اور بلاشبہ یقیناً موسیٰ تمھارے پاس واضح نشانیاں لے کر آیا، پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو پکڑ لیا اور تم ظالم تھے۔''

جب یہود مدینہ سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب اتاری ہے، اس پر ایمان لے آؤ، تو وہ کہتے کہ ہم تو صرف تورات پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی کے مکلف ہیں، اس کے سوا ہم کوئی چیز نہیں مانتے، اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا، اول تو تمھارا قرآن کو نہ ماننا بے معنی بات ہے، کیونکہ وہ تورات کی تصدیق کرنے والی ہے اور جیسا کہ پچھلی آیت میں ذکر ہے تم پہچان بھی چکے ہو کہ یہ وہی رسول ہے جس کی آمد کا تم شدت سے انتظار کر رہے تھے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ان کے قول و عمل میں تضاد کو بیان کیا کہ اگر تم اور تمھارے آبا و اجداد اپنے دعویٰ میں صادق ہو کہ تم لوگ تورات پر ایمان رکھتے ہو تو پھر انبیاء کو کیوں قتل کرتے تھے، جو تورات کے احکام نافذ کرنے کے لیے بھیجے جاتے تھے؟ اور تورات میں تمھیں انبیاء کے قتل سے منع کیا گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ تم اپنے نفس کے غلام ہو اور صرف اپنی خواہشات نفس کی پرستش کرتے ہو۔

﴿وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ﴾ : قرآن مجید حق و صداقت سے لبریز کتاب ہے، ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ﴾ [محمد : ۲] ”اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کیا گیا اور وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اس نے ان سے ان کی برائیاں دور کر دیں اور ان کا حال درست کر دیا۔“ اور فرمایا: ﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ﴾ [ق : ۵] ”بلکہ انھوں نے سچ کو جھٹلا دیا جب وہ ان کے پاس آیا۔“

﴿قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ [آل عمران : ۱۸۳] ”جنھوں نے کہا بے شک اللہ نے ہمیں تاکیدی حکم دیا ہے کہ ہم کسی رسول کی بات کا یقین نہ کریں، یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی لائے جسے آگ کھا جائے، کہہ دے بے شک مجھ سے پہلے کئی رسول تمھارے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے اور وہ چیز لے کر بھی جو تم نے کہی ہے، پھر تم نے انھیں کیوں قتل کیا، اگر تم سچے تھے۔“

اگلی آیت میں ایک اور وجہ سے ان کے تورات پر ایمان کے دعوے کا رد ہے کہ تم نے موسیٰ علیہ السلام سے کیا سلوک کیا، جو اپنی نبوت کی واضح نشانیاں اور نا قابل تردید دلائل لے کر تمھارے پاس آئے؟ جیسے عصا، ید بیضاء، طوفان، ٹڈی، جوئیں، مینڈک، خون، سمندر کا پھٹنا، من و سلویٰ، پتھر سے بارہ چشموں کا نکلنا اور بادل کا سایہ وغیرہ، پھر ان نشانیوں کے آنے کے بعد تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر پوجنا شروع کر دیا تو کیا یہ تمھارا تورات پر ایمان تھا؟

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اسْمَعُوْا قَالُوْا سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَ اُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

”اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور تمھارے اوپر پہاڑ کو بلند کیا، پکڑو قوت کے ساتھ جو ہم نے تمھیں دیا ہے اور سنو۔ انھوں نے کہا ہم نے سنا اور نہیں مانا، اور ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں اس بچھڑے کی محبت پلا دی گئی۔ کہہ بری ہے وہ چیز جس کا حکم تمھیں تمھارا ایمان دیتا ہے، اگر تم مومن ہو۔“

یعنی اس سے بھی بڑا ان کا عناد اور نفس پرستی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ہیبت پیدا کرنے کے لیے طور پہاڑ کو ان کے سروں کے اوپر اٹھا دیا اور ان سے کہا کہ تورات کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو، اس میں موجود اوامر و نواہی کو غور سے سنو اور ان پر عمل کرو، تو انھوں نے کہا کہ ہم نے تمھاری بات سن لی اور تمھارے حکم کی نافرمانی کی۔ یہ کفر و انکار کی

انتہا ہے کہ زبان سے تو اقرار کہ سن لیا، یعنی اطاعت کریں گے اور دل میں یہ نیت کہ ہم نے کون سا عمل کرنا ہے۔

وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ : ایک تو محبت خود ایسی چیز ہوتی ہے کہ انسان کو اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے، دوسرے اس کو ''اُشْرِبُوْا'' (پلا دی گئی) سے تعبیر کیا گیا کہ پانی انسان کے رگ و ریشہ میں خوب دوڑتا ہے، جب کہ کھانے کا گزر اس طرح نہیں ہوتا، سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی چیز کی ''اندھی'' محبت تمھیں اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔[شعب الإيمان للبيهقي : ۱/۳۶۸، ح : ۴۱۲]

قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِيْمَانُكُمْ : ان کا دعویٰ تھا کہ وہ تورات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ ایمان پر نقد کرتے ہوئے کہا کہ اگر تمھارا ایمان تمھیں ان کاموں کا حکم دیتا ہے جو تم کرتے آ رہے ہو، تو تمھارا ایمان تمھیں بڑی بری باتوں کا حکم دیتا ہے۔ آگے فرمایا: ﴿ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اگر تم مومن ہو'' یہ ان کے اس دعویٰ پر مزید چوٹ ہے کہ ''ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل کیا گیا'' یعنی حقیقت میں تم تورات پر بھی ایمان نہیں رکھتے ورنہ تورات پر ایمان تمھیں ﴿ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا ﴾ کہنے کا اور بچھڑے کی عبادت جیسے صریح شرک کا حکم کیسے دے سکتا ہے؟ اور اگر دیتا ہے تو تمھارا ایمان تمھیں بہت بری باتوں کا حکم دیتا ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَ لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾

''کہہ دے اگر آخرت کا گھر اللہ کے ہاں سب لوگوں کو چھوڑ کر خاص تمھارے ہی لیے ہے تو موت کی آرزو کرو، اگر تم سچے ہو۔ اور وہ ہرگز اس کی آرزو کبھی نہیں کریں گے، اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔''

یہودی دعویٰ کرتے تھے کہ جنت صرف ان کے لیے ہے، دوسرے لوگ اس میں داخل نہیں ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو، تاکہ تم جلد از جلد دنیا کی پریشانیوں سے نجات پا کر جنت کی راحتوں کو پا لو، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ﴾ [البقرۃ : ۱۱۱] ''اور انھوں نے کہا جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے مگر جو یہودی ہوں گے یا نصاریٰ۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَ لَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الجمعۃ : ۶ تا ۸] ''کہہ دے اے لوگو جو یہودی بن گئے ہو! اگر تم نے گمان کر رکھا ہے کہ بے شک تم ہی اللہ کے دوست ہو (دوسرے) لوگوں کے سوا تو موت کی تمنا کرو، اگر تم سچے ہو۔ اور

وہ کبھی اس کی تمنا نہیں کریں گے، اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔ کہہ دے بلاشبہ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو، سو یقیناً وہ تم سے ملنے والی ہے، پھر تم ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔"

اگلی آیات میں فرمایا کہ وہ بھلا موت کی تمنا کیسے کر سکتے تھے؟ وہ تو طویل عمر کی حد درجہ خواہش رکھتے تھے، کیونکہ موت کے بعد انھیں اپنے برے انجام کا پتا تھا۔ وہ تو چاہتے تھے کہ جتنے دن ہو سکے موت ان سے ٹلی رہے، تاکہ وہ عذاب سے بچے رہیں۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ ع ۱۱

"اور بلاشبہ یقیناً تو انھیں سب لوگوں سے زیادہ زندہ رہنے پر حریص پائے گا اور ان سے بھی جنھوں نے شرک کیا۔ ان کا (ہر) ایک چاہتا ہے کاش! اسے ہزار سال عمر دی جائے، حالانکہ یہ اسے عذاب سے بچانے والا نہیں کہ اسے لمبی عمر دی جائے اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔"

اس آیت میں فرمایا کہ آپ یہود کو زندہ رہنے پر سب لوگوں سے زیادہ حریص پائیں گے، خواہ انھیں کسی بھی طرح زندہ رہنا پڑے، غلام بن کر یا عزت و آبرو کی بربادی کے ساتھ۔ مشرکین بھی زندہ رہنے کے بہت خواہش مند ہیں، کیونکہ ان کے سامنے صرف دنیا ہی کی لذتیں ہیں، آخرت پر ان کا یقین نہیں، نہ آخرت سے انھیں کچھ خوف ہے اور نہ امید۔ مگر یہودی زندہ رہنے کے ان سے بھی زیادہ حریص ہیں، کیونکہ مشرکین مرنے کے بعد زندہ ہونے کا عقیدہ ہی نہیں رکھتے، اس لیے وہ موت سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا یہودی ڈرتے ہیں۔ جنھیں خوب علم ہے کہ نبی آخر الزماں ﷺ کو جاننے پہچاننے کے باوجود ان کے ساتھ کفر کے نتیجے میں انھیں کیا رسوائی اٹھانا پڑے گی، اس لیے ان کا ہر شخص ہزار برس زندہ رہنے کی خواہش رکھتا ہے، خواہ کیسی ہی ذلیل زندگی ہو، کیونکہ آخرت کے عذاب سے تو بہر حال وہ بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے کسی شخص کو لمبی عمر مل بھی جائے تو وہ اسے عذاب سے بچانے والی ہرگز نہیں۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾

"کہہ دے جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو بے شک اس نے یہ کتاب تیرے دل پر اللہ کے حکم سے اتاری ہے، اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور مومنوں کے لیے سراسر ہدایت اور خوشخبری ہے۔ جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں

اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکال کا دشمن ہو تو بے شک اللہ کافروں کا دشمن ہے۔“

یعنی اے محمد (ﷺ)! آپ ان یہودیوں سے کہہ دیجیے جو گمان کرتے ہیں کہ وہ آپ پر اس لیے ایمان نہیں لاتے کہ آپ کے دوست جبریل ہیں کہ تمھارا یہ خیال بکواس ہے اور کبر و عناد پر مبنی ہے۔ اس لیے کہ جبریل اللہ کے پیغامبر ہیں اور اللہ کے حکم سے آپ کے قلب مبارک پر قرآن اتارتے ہیں، جو گزشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے۔ جبریل سے عداوت درحقیقت اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور اس کے تمام رسولوں سے عداوت ہے، اس لیے کہ جبریل سے ان کی عداوت اس حق کی وجہ سے ہے جو وہ اللہ کی طرف سے تمام رسولوں پر نازل کرتے رہے ہیں اور سن لو کہ جو ان سب کا دشمن ہے تو ایسے کافروں کا اللہ بھی دشمن ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی رکھی تو میں اس کے ساتھ جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع : ۶۵۰۲]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے بارے میں سنا تو اس وقت وہ اپنی زمین میں پھل چننے کے لیے گئے ہوئے تھے، آپ جب تشریف لے آئے تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ میں آپ سے تین سوال پوچھتا ہوں کہ جن کے جواب نبی کے علاوہ اور کسی کو معلوم نہیں ہیں: ① قیامت کی سب سے پہلی نشانی کیا ہے؟ ② اہل جنت کو سب سے پہلے کیا کھانا دیا جائے گا؟ ③ اور وہ کون سی چیز ہے جو بچے کو کبھی باپ کے مشابہ بنا دیتی ہے اور کبھی ماں کے؟ آپ نے فرمایا: ”ان سوالوں کے جواب ابھی ابھی مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتائے ہیں۔“ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا، جبرائیل نے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں!“ تو انھوں نے کہا کہ فرشتوں میں سے یہ یہود کا دشمن ہے، تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ ”جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو بے شک اس نے یہ کتاب تیرے دل پر اللہ کے حکم سے اتاری ہے۔“ پھر آپ نے ان سوالوں کے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ”① قیامت کی پہلی نشانی وہ آگ ہے جو لوگوں کو جمع کر کے مشرق سے مغرب کی طرف لے آئے گی۔ ② اہل جنت جو سب سے پہلے کھانا کھائیں گے وہ مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا حصہ ہو گا۔ ③ اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جائے تو بچے کی مشابہت باپ سے ہوتی ہے اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو بچے کی مشابہت ماں سے ہوتی ہے۔“ یہ جواب سن کر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پکار اٹھے: « اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ » پھر انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! یہودی بڑی بہتان باز قوم ہے، اگر اس سے پہلے کہ آپ میرے متعلق ان سے پوچھیں، انھیں میرے مسلمان ہونے کا علم ہو گیا تو یہ مجھ پر جھوٹی تہمت لگانے لگ جائیں گے۔ بعد میں یہود آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ”تم میں

عبداللہ بن سلام کیسے ہیں؟'' وہ کہنے لگے، ہم میں سب سے بہتر ہیں اور سب سے بہتر کے بیٹے ہیں، ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر عبداللہ بن سلام مسلمان ہو جائیں تو تمھارا کیا خیال ہے؟'' کہنے لگے، اللہ انھیں اس سے بچائے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو باہر آ گئے اور کہنے لگے : ((اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ)) یہودی کہنے لگے کہ یہ تو ہم میں سے بہت برے ہیں اور بہت برے انسان کے بیٹے ہیں، اور وہ ان کی برائیاں کرنے لگ گئے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں اسی بات سے ڈرتا تھا۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ من کان عدوا لجبریل ﴾ : ۴۴۸۰]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن یہودیوں کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اے ابوالقاسم! ہم آپ سے چند سوال کرتے ہیں، جن کے صحیح جواب نبی کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا (اگر آپ سچے نبی ہیں تو ان کے جوابات دیجیے)، آپ نے فرمایا: ''مجھ سے جو چاہو پوچھو، مگر میں تم سے اللہ تعالیٰ کا عہد لیتا ہوں اور وہ عہد جو یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے لیا تھا کہ اگر میں ٹھیک ٹھیک جواب دوں گا تو تم میری نبوت کا اقرار کر لو گے اور میری فرماں برداری کے پابند ہو جاؤ گے۔'' انھوں نے آپ سے وعدہ کیا اور عہد کیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: ''مجھ سے جو چاہتے ہو سوال کرو۔'' انھوں نے کہا، پہلے تو یہ بتائیے کہ تورات نازل ہونے سے پہلے اسرائیل (یعنی یعقوب علیہ السلام) نے اپنے نفس پر کس چیز کو حرام کیا تھا؟ دوسرا ہم پوچھتے ہیں کہ عورت اور مرد کے پانی کی کیا کیفیت ہے؟ اور کیوں کبھی لڑکا پیدا ہوتا ہے اور کبھی لڑکی؟ تیسرا یہ بتائیے کہ تورات میں جس نبی اُمی کی خبر ہے اس کی خاص نشانی کیا ہے؟ اور اس کے پاس کون سا فرشتہ وحی لے کر آتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''مجھے تم عہد دے چکے ہو نا کہ اگر میں نے صحیح جواب دیے تو تم میری پیروی کرو گے؟'' ان یہودیوں نے وہ عہد اور میثاق دے دیا جو آپ چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی تھی! کیا تم نہیں جانتے کہ جب یعقوب علیہ السلام عرق النساء کی بیماری میں سخت تکلیف میں تھے تو نذر مانی کہ اگر اللہ مجھے اس مرض سے شفا دے گا تو میں اپنے کھانے کی سب سے مرغوب چیز اور پینے کی سب سے زیادہ محبوب چیز چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ جب تندرست ہوئے تو انھوں نے اونٹ کا گوشت کھانا اور اونٹنی کا دودھ پینا، جو آپ کے پسند خاطر تھا، چھوڑ دیا۔'' ان سب نے قسم کھا کر کہا کہ ہاں! یہ سچ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ! ان پر گواہ ہو جا، میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی! کیا تم جانتے ہو کہ مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زردی مائل ہوتا ہے، جو بھی غالب آ جائے اس کے مطابق پیدائش ہوتی ہے اور شکل و صورت بھی، جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جائے تو حکم الٰہی سے اولاد نرینہ ہوتی ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو حکم الٰہی سے اولاد مؤنث ہوتی ہے۔''

سب نے قسم کھا کر کہا، بے شک آپ نے بجا فرمایا۔ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! ان پر گواہ ہو جا۔ میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی، کیا تم جانتے ہو کہ اس اُمی نبی کی خاص نشانی یہ ہے کہ اس کی آنکھیں تو سوتی ہیں مگر اس کا دل جاگتا رہتا ہے۔'' سب نے قسم کھا کر کہا، آپ نے بالکل صحیح جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! ان پر گواہ ہو جا۔'' انھوں نے کہا، اب ایک اور سوال کا جواب بھی عنایت فرما دیجیے، اسی پر بحث کا خاتمہ ہے، ہم آپ سے مل جائیں گے یا جدا ہو جائیں گے، وہ یہ کہ فرشتوں میں سے آپ کا ولی کون ہے (یعنی کون وحی لے کر آتا ہے)؟ آپ نے فرمایا: ''میرا ولی جبریل ہے اور وہی تمام انبیاء کے پاس پیغام باری تعالیٰ لاتا رہا۔'' انھوں نے کہا کہ ہم آپ سے جدا ہوتے ہیں، اگر آپ کے پاس کوئی دوسرا فرشتہ وحی لے کر آتا تو ہم آپ کی فرماں برداری اور تصدیق کرتے۔ آپ نے فرمایا: ''اس کی تصدیق کرنے سے تمھیں کس چیز نے روکا؟'' انھوں نے جواب دیا کہ یہ ہمارا دشمن ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ [مسند أحمد : ۱/ ۲۷۸، ح : ۲۵۱۸۔ مسند أبی داوٗد الطیالسی : ۲۸۵۴۔ ترمذی ، کتاب تفسیر القرآن ، باب و من سورۃ الرعد : ۳۱۱۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرے کسی دوست سے دشمنی رکھے میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔'' [بخاری ، کتاب الرقاق ، باب التواضع : ۶۵۰۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو قیام فرماتے تو یہ دعا پڑھا کرتے: « اَللّٰهُمَّ ! رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ ، فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ، اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ » ''اے اللہ! اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! پوشیدہ اور ظاہر کا علم رکھنے والے! جن باتوں میں تیرے یہ بندے اختلاف کر رہے ہیں تو ہی ان کا فیصلہ فرمائے گا۔'' [مسلم ، کتاب صلوۃ المسافرین ، باب صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودعاءہ باللیل : ۷۷۰]

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَاۤ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تیری طرف واضح آیات نازل کی ہیں اور ان سے کفر نہیں کرتے مگر جو فاسق ہیں۔''

اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ : اس سے مراد قرآن کریم کی وہ آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے مخفی علوم و اسرار، بنی اسرائیل کے آبا و اجداد کی خبریں، تورات اور ان کی دیگر کتب سماویہ کی وہ باتیں بیان کی ہیں جنھیں ان کے علماء کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا اور جنھیں قدیم و جدید یہودیوں نے بدل ڈالا تھا، نیز ان سے مراد وہ کھلی نشانیاں بھی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا واضح ثبوت موجود ہے۔ قرآن کریم کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام معجزات اس کے تحت آ سکتے ہیں۔ ان آیات و معجزات کے سننے اور دیکھنے کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتے، لیکن وہ اس نعمت

سے محروم رہے، یہاں ﴿ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ سے مراد یہود ہیں۔

اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰۰

''اور کیا جب کبھی انھوں نے کوئی عہد کیا تو اسے ان میں سے ایک گروہ نے پھینک دیا، بلکہ ان کے اکثر ایمان نہیں رکھتے۔''

یہاں سے یہود کی ایک اور قبیح عادت کا بیان ہو رہا ہے۔ یہودیوں سے نبی آخر الزمان ﷺ کی مدد کرنے اور اس پر ایمان لانے کا بھی عہد لیا گیا تھا مگر وہ اس عہد سے پھر گئے اور کہنے لگے ہم سے اس قسم کا کوئی عہد نہیں لیا گیا۔ اس آیت میں آپ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ ان لوگوں کا پرانا شیوہ ہے۔ جب بھی ان سے کوئی عہد لیا گیا ان میں سے ایک گروہ نے اسے پس پشت ڈال دیا، بلکہ ان میں سے بہت سے لوگ تو تورات پر سرے سے ایمان ہی نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ اگر اب عہد شکنی کرتے ہیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۰۱

''اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک رسول اس کی تصدیق کرنے والا آیا جو ان کے پاس ہے تو ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے، جنھیں کتاب دی گئی تھی، اللہ کی کتاب کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا، جیسے وہ نہیں جانتے۔''

یعنی اسی بری عادت کا نتیجہ تھا کہ جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے اور قرآن نے تورات کی تصدیق کی تو یہود کی بدنصیبی کہ انھوں نے آپ ﷺ کو جھٹلا کر تورات کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا۔ گویا انھیں اپنی کتاب کا بھی پتا نہیں۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ : یعنی رسول اللہ ﷺ میں وہ تمام اوصاف بدرجۂ اتم موجود تھے جو تورات اور دوسری کتب میں نبی آخر الزماں کے مذکور تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ﴾ [الأعراف : ۱۵۷] ''وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۰] ''وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی وہ اسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، سو وہ ایمان نہیں لاتے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴾ [المائدۃ : ۱۲] ''اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ہم نے

ان میں سے بارہ سردار مقرر کیے اور اللہ نے فرمایا بے شک میں تمھارے ساتھ ہوں، اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور انھیں قوت دی اور اللہ کو قرض دیا، اچھا قرض تو یقیناً میں تم سے تمھارے گناہ ضرور دور کروں گا اور یقیناً تمھیں ایسے باغوں میں ضرور داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، پھر جس نے اس کے بعد تم میں سے کفر کیا تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔"

وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ ؕ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ؕ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ۫ وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع ۱۲

"اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جو شیاطین سلیمان کے عہد حکومت میں پڑھتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا اور لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور (وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتاری گئی، حالانکہ وہ دونوں کسی ایک کو نہیں سکھاتے تھے، یہاں تک کہ کہتے ہم تو محض ایک آزمائش ہیں، سو تو کفر نہ کر۔ پھر وہ ان دونوں سے وہ چیز سیکھتے جس کے ساتھ وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے اور وہ اس کے ساتھ ہرگز کسی کو نقصان پہنچانے والے نہ تھے مگر اللہ کے اذن کے ساتھ۔ اور وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو انھیں نقصان پہنچاتی اور انھیں فائدہ نہ دیتی تھی۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً وہ جان چکے تھے کہ جس نے اسے خریدا آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں اور بے شک بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انھوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا۔ کاش! وہ جانتے ہوتے۔ اور اگر واقعی وہ ایمان لاتے اور بچتے تو یقیناً اللہ کے پاس سے تھوڑا ثواب بھی بہت بہتر تھا، کاش! وہ جانتے ہوتے۔"

<u>وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ</u> : رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری پر یہودیوں نے جاننے پہچاننے کے باوجود حسد اور عناد کی بنا پر آپ کی پیروی سے انکار کر دیا۔ میدان میں وہ آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ حق پر ہونے کا عقیدہ و عمل ہی قوت کی بنیاد ہوتا ہے، جس سے ان کے ہاتھ خالی تھے۔ چنانچہ وہ ہر اس قوم کی طرح جو عقیدہ اور عمل کی قوت سے خالی ہوتی ہے، جادو، ٹونے اور عملیات کے پیچھے پڑ گئے اور ایسی تدبیریں ڈھونڈنے لگے جن سے کسی

مشقت اور جد و جہد کے بغیر سارے کام بن جایا کریں۔

آیت میں اسی طرف اشارہ ہے کہ یہودیوں نے ان شیاطین سے وہ سیکھا جو جھوٹ تھا اور جسے انھوں نے سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا تھا، اس طرح یہود نے انبیاء و رسل کے علوم و انوار کو چھوڑ کر شیاطین سے جادو سیکھا۔

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ : یہودیوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ سلیمان علیہ السلام (نعوذ باللہ) جادوگر تھے اور ان کی حکومت کا مدار جادو پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید فرمائی اور بتایا کہ جادو تو کفر ہے، سلیمان علیہ السلام صاحب معجزہ پیغمبر تھے، انھوں نے کفر نہیں کیا، بلکہ شیاطین نے ان کے عہد میں کفر کا یہ کام کیا کہ وہ خود بھی جادو کرتے اور لوگوں کو بھی جادو سکھاتے۔ یہود ایک تو اس علم سحر کے پیچھے لگ گئے اور ایک اس علم کے پیچھے لگ گئے جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا، جو سحر سے الگ ایک علم تھا اور جسے عمل میں لانا بعض اوقات کفر تھا۔ وہ فرشتے بھی کسی کو وہ علم نہیں سکھاتے تھے جب تک اسے اچھی طرح آگاہ نہ کر دیتے کہ ہم تو محض ایک آزمائش ہیں، لہٰذا تم اس علم کو کفر کے لیے استعمال نہ کرنا۔ مگر یہود کی اخلاقی پستی کا یہ حال تھا کہ وہ ان سے وہ علم ضرور سیکھتے اور اس میں سے بھی وہ باتیں سیکھتے جو سراسر نقصان پہنچانے والی ہیں اور جنھیں عمل میں لانا کفر ہے اور جن پر شیطان سب سے زیادہ خوش ہوتا ہے، یعنی ایسے عملیات جن سے وہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے۔ فرشتوں کا آزمائش کے لیے بھیجا جانا کچھ تعجب کی بات نہیں، افسوس مسلمان بھی جب پستی کا شکار ہوئے تو جادو کے پیچھے پڑ گئے۔ اس کے علاوہ انھوں نے قرآن کی آیات مثلاً، ﴿ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ ﴾ وغیرہ کو بھائیوں کے درمیان اور میاں بیوی کے درمیان عداوت ڈالنے کے لیے عمل میں لانا شروع کر دیا، حالانکہ یہودی جانتے تھے اور یہ مسلمان بھی جانتے ہیں کہ یہ فعل کفر ہے اور ایسا کرنے والے کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ : اسلام نے جادو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کو کفر قرار دیا اور اسے کبائر میں شمار کیا ہے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سات ہلاک کر دینے والے گناہوں سے بچو!“ صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! وہ کون کون سے گناہ ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، اللہ نے جس جان کا قتل کرنا حرام کیا ہے اسے ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاک دامن، غافل و مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔“ [بخاری، کتاب الحدود، باب رمی المحصنت ...... الخ : ٦٨٥٧۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الکبائر و أکبرھا : ٨٩]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قبیلہ بنو زریق سے تعلق رکھنے والے ایک شخص لبید بن الاعصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا (جس سے آپ متاثر ہوئے) چنانچہ آپ کا خیال ہوتا کہ آپ نے فلاں کام کر لیا ہے، حالانکہ آپ نے

نہیں کیا ہوتا تھا۔ (یہ معاملہ ایسے ہی چلتا رہا) یہاں تک کہ آپ ایک دن (یا ایک رات) میرے پاس تھے اور بار بار اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے، اس کے بعد مجھ سے فرمانے لگے: ''اے عائشہ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ بتا دیا ہے جو میں نے اس سے پوچھا، میرے پاس دو آدمی آئے تھے جن میں سے ایک میرے سر اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا اور ایک نے دوسرے سے پوچھا، اس شخص کو کیا ہوا ہے؟ دوسرے نے کہا، اس پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے پوچھا، کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا، لبید بن الاعصم نے۔ اس نے پوچھا، کس چیز میں کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا، کنگھی، بالوں اور کھجور کے خوشے کے غلاف میں۔ اس نے پوچھا، جس چیز میں اس نے جادو کیا ہے وہ کہاں ہے؟ دوسرے نے جواب دیا، بئر ذروان میں۔'' چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ اس کنویں کے پاس گئے اور پھر واپس آ گئے اور فرمانے لگے: ''اے عائشہ! اس کا پانی ایسے (سرخ) تھا جیسے مہندی کا نچوڑ ہوتا ہے اور اس کی کھجوروں کے سر ایسے تھے جیسے شیطان کے سر ہوں (یعنی وہ بڑی بدشکل تھیں)۔'' میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ نے جادو کو نکالا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے عافیت دی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ لوگ کسی شر اور فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔'' اس کے بعد آپ نے حکم دیا اور اس (کنویں) کو بھر دیا گیا۔ [بخاری، کتاب الطب، باب السحر ...... الخ : ۵۷۶۳۔ مسلم، کتاب السلام، باب السحر : ۲۱۸۹]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ستاروں کا علم سیکھا، گویا اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھ لیا، پھر وہ ستاروں کے علم میں جتنا آگے جائے گا، اتنا اس کے جادو کے علم میں اضافہ ہوگا۔'' [أبو داوٗد، کتاب الطب، باب فی النجوم : ۳۹۰۵۔ ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب تعلّم النجوم : ۳۷۲۶]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے صبح سات عجوہ کھجوریں کھا لیں تو اس دن اس پر زہر اور جادو کا اثر نہیں ہو سکتا۔'' اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ''جو شخص سات کھجوریں، جو مدینہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان ہیں، صبح کے وقت کھا لے تو شام تک اس کو کوئی زہر نقصان نہیں پہنچا سکتا۔'' [بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعجوۃ للسحر : ۵۷۶۹۔ مسلم، کتاب الأشربۃ، باب فضل تمر المدینۃ : ۲۰۴۷]

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ : یہ آیت دلیل ہے کہ جادو حقیقت ہے اور وہ اللہ کے ارادہ کے مطابق نقصان پہنچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صراحت کر دی ہے کہ جادوگر دنیاوی تعلقات میں سب سے قوی رشتہ یعنی میاں بیوی کے تعلقات کو بھی توڑنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ابلیس اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے اور (لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے) اپنے لشکر روانہ کرتا ہے۔ شیطان کے دربار میں سب سے زیادہ تقرب اسے حاصل ہوتا ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ فتنہ و فساد میں مبتلا کر دے۔

(مثلاً) ان میں سے ایک آ کر کہتا ہے کہ میں نے یہ یہ کیا۔ ابلیس کہتا ہے، نہیں! تجھ سے کچھ نہیں بن پڑا۔ پھر ایک اور شیطان آ کر اسے یہ کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کے پیچھے پڑ گیا اور اس وقت تک میں نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا جب تک اس میں اور اس کی بیوی میں جدائی نہیں ڈال دی، تو ابلیس خوش ہو کر اسے اپنے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں واقعی تو نے بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔" اعمش کہتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ فرمایا تھا: "تو (ابلیس) اسے گلے لگا لیتا ہے۔" [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان وبعثه سرایاه ...... الخ : ٢٨١٣/٦٧]

قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے پوچھا، اگر کسی شخص پر جادو کیا گیا ہو، یا اسے اس کی بیوی کے پاس جانے سے باندھ دیا گیا ہو تو کیا اس کا دفعیہ کرنا اور جادو کو باطل کرنے کے لیے دم کرنا درست ہے یا نہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا، اس میں کوئی قباحت نہیں، جادو کو باطل کرنے والوں کی نیت اچھی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع نہیں فرمایا جس سے فائدہ ہو (جب تک اس میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں اور نہ کوئی شرکیہ طریقہ ہو)۔ [بخاری، کتاب الطب، باب هل یستخرج السحر ؟ قبل الحدیث : ٥٧٦٥]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم "رَاعِنَا" (ہماری رعایت کر) مت کہو اور "اُنْظُرْنَا" (ہماری طرف دیکھ) کہو اور سنو۔ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتے اور کوئی بات آپ سے دوبارہ سمجھنا چاہتے تو "رَاعِنَا" کا لفظ استعمال کرتے، جس کا معنی ہے "ذرا ہمارا خیال کیجیے اور دوبارہ ارشاد فرما دیجیے" ان مجلسوں میں یہود بھی ہوتے تھے، جب یہ لفظ انھوں نے سنا تو ان کا خبث باطن حرکت میں آ گیا اور انھوں نے اپنی زبان موڑ کر اس لفظ کو "رَاعِيْنَا" بنا دیا، یعنی ہمارا چرواہا اور خود عبرانی زبان میں "رَاعِنَا" کا معنی احمق یا نہایت درجے کا جاہل آدمی ہے تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ایسا کلمہ استعمال کرنے سے منع فرمایا، جس سے کسی شر کا دروازہ کھلتا ہو اور قول و فعل میں کافروں سے مشابہت ہوتی ہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِي الدِّيْنِ ﴾ [النساء : ٤٦] "وہ لوگ جو یہودی بن گئے، ان میں سے کچھ لوگ بات کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا (ہم نے سنا اور نہیں مانا) اور اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ (سن اس حال میں کہ تجھے نہ سنایا جائے) اور رَاعِنَا (ہماری رعایت کر) (یہ الفاظ) اپنی زبانوں کو پیچ دیتے ہوئے اور دین میں طعن کرتے ہوئے (کہتے ہیں)۔" اور فرمایا: ﴿ وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ ۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [النساء : ٤٦] "اور اگر بے شک وہ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا (ہم نے سنا اور مانا) اور اِسْمَعْ وَانْظُرْنَا (سن اور ہماری طرف دیکھ) کہتے تو یقیناً ان کے لیے بہتر اور

زیادہ درست ہوتا اور لیکن اللہ نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کی، پس وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم۔''

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے الفاظ جن میں بے ادبی یا گستاخی کا شبہ بھی پیدا ہوتا ہو، استعمال کرنا درست نہیں۔ یہودیوں کی اسی طرح کی ایک اور کمینگی کا ذکر حدیث میں آیا ہے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہودی نبی ﷺ کے ہاں آتے اور ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ'' کے بجائے ''اَلسَّامُ عَلَيْكَ'' کہتے (یعنی نعوذ باللہ آپ پر موت طاری ہو)...... تو رسول اللہ ﷺ فرماتے: ''وَعَلَيْكُمْ'' (یعنی جو بھی کہا ہے وہ خود تمھی پر ہو)۔[بخاری، کتاب الاستیذان، باب کیف الرد علی أهل الذمة بالسلام ؟ : ٦٢٥٦]

اس سے یہودیوں کی دشمنی، ان کی طبیعت کی کمینگی اور شرارت صاف واضح ہے۔ مسلمانوں کو ان کے اعمال کے علاوہ ان کے الفاظ و اقوال کی مشابہت سے بھی منع فرمایا گیا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے قیامت سے پہلے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے، تاکہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کی جائے، میرا رزق میرے نیزے کے سائے تلے رکھ دیا گیا ہے، نیز ذلت و رسوائی اس کے مقدر میں لکھ دی گئی ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرے اور جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انھی میں سے ہے۔''[مسند أحمد : ٢/ ٥٠، ح : ٥١١٤، ٥١١٥ ـ شعب الإيمان : ٢/ ٧٥، ح : ١١٩٩]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طور طریقے (اس طرح کامل طور پر) اپنا لو گے کہ بالشت برابر بالشت کے اور ہاتھ برابر ہاتھ کے ہو جاؤ گے، حتیٰ کہ اگر وہ لوگ گوہ کے بل میں گھسے تھے تو تم بھی ان کے پیچھے جاؤ گے۔'' پوچھا گیا اے اللہ کے رسول! کیا یہود و نصاریٰ کے؟ آپ نے فرمایا: ''تو اور کون؟''[بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ : لتتبعن سنن من کان قبلکم : ٧٣٢٠ـ مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیهود و النصاریٰ : ٢٦٦٩]

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ١ؕ وَ اللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ١ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۰۰۱۰۵

''اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، نہ وہ پسند کرتے ہیں اور نہ مشرکین کہ تم پر تمھارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی اتاری جائے اور اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔''

مشرکینِ عرب اپنے کسی عظیم سردار کی بجائے ان کی نگاہ میں ایک عام آدمی پر وحی کا نزول ماننے کے لیے تیار نہ تھے اور اہل کتاب اللہ کی اس رحمت (نبوت) کو اپنی نسل سے باہر نہیں دیکھ سکتے تھے، فرمایا کہ اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہے خاص کرے، ارشاد فرمایا: ﴿اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ [النساء : ٥٤] ''یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَلَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ١ؕ قُلْ

اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۚۖ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ [آل عمران : ۷۳، ۷۴]

''اور کسی کے لیے یقین نہ کرو، سوائے اس کے جو تمھارے دین کی پیروی کرے۔ کہہ دے اصل ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے، (یہ یقین نہ کرو) کہ جو کچھ تمھیں دیا گیا ہے اس جیسا کسی اور کو بھی دیا جائے گا، یا وہ تم سے تمھارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے۔ کہہ دے بے شک سب فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ اسے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ [الحدید : ۲۹] ''تاکہ کتاب والے یہ نہ جانیں کہ وہ اللہ کے فضل میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے اور (جان لیں) کہ یقیناً فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔''

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾

''جو بھی آیت ہم منسوخ کرتے ہیں، یا اسے بھلا دیتے ہیں، اس سے بہتر، یا اس جیسی (اور) لے آتے ہیں، کیا تو نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ کیا تو نے نہیں جانا کہ اللہ ہی ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔''

''نسخ'' کا معنی ہے بعد میں آنے والے شرعی حکم کے ساتھ پہلے کسی شرعی حکم کو ختم کر دینا، جیسے پہلے بیت المقدس قبلہ مقرر ہوا، پھر بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا اور جیسے ہماری شریعت میں پہلی شریعتوں کے بہت سے احکام منسوخ کر دیے گئے۔ یہود نسخ کے منکر تھے، اس لیے انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا کہ انھوں نے تورات کے بعض احکام کیوں منسوخ کیے؟ قرآن پر بھی انھوں نے اعتراض کیا کہ جب پہلا حکم اللہ کا تھا اور درست تھا تو وہ کیوں منسوخ ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے کئی جواب دیے۔ پہلے جواب کی تفصیل یہ ہے کہ پہلا حکم درحقیقت ہوتا ہی اتنی مدت کے لیے ہے، نسخ اس مدت کے ختم ہونے کا اعلان ہے۔ اس وقت وہ پہلا حکم عین حکمت تھا، بعد میں اس جیسے یا اس سے بہتر دوسرے حکم کی ضرورت تھی تو وہ جاری کر دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلا حکم غلط تھا۔

ایک جواب اس اعتراض کا یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ اگر اپنا حکم منسوخ نہ کر سکتا ہو تو وہ عاجز ٹھہرا، کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

مزید فرمایا کہ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ زمین و آسمان کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ بادشاہ ہی کیا ہوا جو پہلے حکم کی جگہ نیا حکم نافذ نہ کر سکے۔ وہ جو مناسب سمجھے کرے، جس وقت جو حکم اس کی مصلحت و حکمت کے مطابق ہو، اسے نافذ کرے اور جسے چاہے منسوخ کر دے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [النحل : ۱۰۱] ’’اور جب ہم کوئی آیت کسی دوسری آیت کی جگہ بدل کر لاتے ہیں اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو وہ نازل کرتا ہے، تو وہ کہتے ہیں تو تو گھڑ کر لانے والا ہے، بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔‘‘ بعض آیات و احکام جنھیں باقی رکھنا مقصود نہ تھا اللہ تعالیٰ نے بھلا دیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ۙ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ﴾ [الأعلی : ۶، ۷] ’’ہم ضرور تجھے پڑھائیں گے تو تو نہیں بھولے گا۔ مگر جو اللہ چاہے۔‘‘

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝۱۰۸

’’یا تم ارادہ رکھتے ہو کہ اپنے رسول سے سوال کرو، جس طرح اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کیے گئے اور جو کوئی ایمان کے بدلے کفر کو لے لے تو بے شک وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔‘‘

اس آیت میں مسلمانوں کو ایسی چیزوں کے بارے میں کثرتِ سوال سے منع کیا گیا ہے، جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئیں، نیز مسلمانوں یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم یہودیوں کی طرح اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ازراہِ سرکشی سوالات مت کیا کرو، گستاخانہ سوالات کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے بدلے کفر لے لینا قرار دیا ہے۔ اہل کتاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسی ہی گستاخی کا رویہ اختیار کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ﴾ [النساء : ۱۵۳] ’’اہل کتاب تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ان پر آسمان سے کوئی کتاب اتارے، سو وہ تو موسیٰ سے اس سے بڑی بات کا مطالبہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے کہا ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھلا، تو انھیں بجلی نے ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑ لیا۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے گستاخی پر مشتمل سوالات کے علاوہ وحی اترنے کے زمانہ میں ایسی چیزوں کے متعلق سوال سے بھی منع فرما دیا، جو اگر ظاہر کر دی جائیں تو ناگوار ہوں۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴾ [المائدۃ : ۱۰۱، ۱۰۲] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان چیزوں کے بارے میں سوال مت کرو جو اگر تمھارے لیے ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں بری لگیں اور اگر تم ان کے بارے میں اس وقت سوال کرو گے جب قرآن نازل کیا جا رہا ہے تو تمھارے لیے ظاہر کر دی جائیں گی۔ اللہ نے ان سے درگزر فرمایا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت

بردبار ہے۔ بے شک تم سے پہلے ان کے بارے میں کچھ لوگوں نے سوال کیا، پھر وہ ان سے کفر کرنے والے ہو گئے۔‘‘

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مسلمانوں میں سے سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جس نے کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو حرام نہ تھی مگر اس کے سوال کرنے کی وجہ سے حرام قرار دے دی گئی۔‘‘ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یکرہ من کثرة السؤال ...... الخ : ۷۲۸۹۔ مسلم ، کتاب الفضائل، باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم و ترك إكثار سؤاله : ۲۳۵۸]

سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عویمر بن حارث رضی اللہ عنہ بنی عجلان کے سردار عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا، آپ لوگوں کا ایسے آدمی کے بارے میں کیا خیال ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پالیتا ہے، کیا وہ اسے قتل کر دے؟ لیکن تم اسے قصاصاً قتل کر دو گے، آخر ایسی صورت میں انسان کیا طریقہ اختیار کرے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر مجھے بتاؤ۔ چنانچہ عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! (صورت مذکورہ میں خاوند کیا کرے؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسائل کو ناپسند کیا۔ جب عویمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تو انھوں نے بتا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسائل کو ناپسند کیا ہے۔ عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم! میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھوں گا۔ (چنانچہ انھوں نے سارا معاملہ گوش گزار کیا تو اس کے جواب میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے تمھارے اور تمھاری بیوی کے بارے میں قرآن نازل کیا ہے۔‘‘ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو لعان کا حکم دیا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله عزوجل : ﴿ والذين يرمون أزواجهم ولم يكن لهم شهداء ﴾ : ۴۷۴۵۔ مسلم ، کتاب اللعان : ۱۴۹۲]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم فضول گفتگو (قیل و قال)، کثرت سوال اور مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یکرہ من کثرة السؤال ......الخ : ۷۲۹۲۔ مسلم، کتاب الأقضیة، باب النهی عن کثرة المسائل ...... الخ : ۱۷۱۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے، تو تم حج کیا کرو۔‘‘ ایک آدمی نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ اس نے تین بار یہ پوچھا اور آپ خاموش رہے، پھر فرمایا: ’’نہیں! اگر میں ’’ہاں‘‘ کہہ دیتا تو حج ہر سال واجب ہو جاتا، تو تمھیں ہر سال کرنے کی استطاعت نہ ہوتی۔ مجھے چھوڑ دو جب تک میں تمھیں چھوڑے رکھوں، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو کثرت سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف ہی نے تباہ و برباد کر دیا تھا، لہٰذا میں جب تمھیں کوئی حکم دوں تو مقدور بھر اسے بجا لاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اس سے مکمل اجتناب کرو۔‘‘ [مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر : ۱۳۳۷۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة : ۳۰۵۵]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں منع کر دیا گیا تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے بارے میں سوال کریں، اس لیے ہماری خواہش ہوتی تھی کہ کوئی دیہاتی آدمی آئے، وہ آپ سے پوچھے اور ہم سنیں۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب السؤال عن أرکان الإسلام : ۱۲]

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾

”بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق خوب واضح ہو چکا۔ سو تم معاف کرو اور درگزر کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اہل کتاب کافروں کی راہ اپنانے سے منع فرمایا ہے اور انھیں خبر دی ہے کہ یہ اہل کتاب مسلمانوں سے زبردست عداوت رکھتے ہیں۔ ان سے حسد کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ مسلمان پھر سے کافر بن جائیں اور اس کے لیے انھوں نے ہر قسم کی سازش اور مکروفریب کو روا رکھا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عفو و درگزر اور تحمل سے کام لینے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا، یہاں تک کہ اللہ کا کوئی اور حکم ان کے بارے میں آ جائے۔ چنانچہ جہاد کا حکم نازل ہوا، تو بہت سے یہودی قتل ہو گئے، بہت سے غلام بنائے گئے اور بہت سے جلاوطن کر دیے گئے۔ قرآن میں دیگر کئی مقامات پر انھی امور سے متعلق اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ۵۹] ”کہہ دے اے اہل کتاب! تم ہم سے اس کے سوا کس چیز کا انتقام لیتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو اس سے پہلے نازل کیا گیا اور یہ کہ بے شک تمھارے اکثر نافرمان ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ [آل عمران : ۱۸۶] ”یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔“

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے، جس پر (شہر) فدک کی (بنی ہوئی) چادر پڑی تھی اور مجھے اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی حارث بن خزرج کے محلّہ میں، سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کو تشریف لے جا رہے تھے، یہ واقعہ غزوۂ بدر سے پہلے کا ہے۔ راستے میں ایک مجلس کے پاس سے گزرے،

جس میں (رئیس المنافقین) عبداللہ بن ابی ابن سلول بھی بیٹھا ہوا تھا، اس وقت تک عبداللہ بن ابی (بظاہر بھی) مسلمان نہیں ہوا تھا۔ اس مجلس میں ہر قسم کے لوگ تھے کہ کچھ مسلمان، کچھ مشرک، کچھ بت پرست اور کچھ یہودی۔ اس مجلس میں سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ جب گدھے کے پاؤں کی گرد مجلس والوں پر پڑنے لگی (یعنی سواری قریب آپہنچی) تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک چادر سے ڈھک لی اور کہا کہ ہم پر گرد مت اڑاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا، آپ ٹھہر گئے، سواری سے اتر پڑے اور ان کو قرآن پڑھ کر سنانے اور اللہ کی طرف بلانے لگے۔ اس وقت عبداللہ بن ابی نے کہا، اے شخص! اگرچہ تیرا کلام بہت اچھا ہے، تاہم اگر یہ سچ بھی ہے تو بھی ہماری مجلسوں میں آ کر ہمیں تکلیف نہ دیا کرو، اپنے گھر کو جا، وہاں جو تیرے پاس آئے اس کو یہ قرآن سنا۔ سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا، ہرگز نہیں یا رسول اللہ! آپ ہماری مجلس میں ضرور آیا کریں، ہمیں یہ بہت اچھا لگتا ہے۔ اس بات پر مسلمانوں، مشرکوں اور یہودیوں میں تو تکار ہونے لگی اور قریب تھا کہ لڑائی شروع ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کو چپ کرانے لگے، تو بالآخر وہ سب خاموش ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: ''اے سعد! تو نے ابوحباب کی باتیں نہیں سنیں!'' آپ کی ابوحباب سے مراد عبداللہ بن ابی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس نے ایسا ایسا کہا ہے۔'' سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ اسے معاف کر دیجیے اور اس سے درگزر فرمائیے، قسم اس ذات کی، جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے! اللہ کی طرف سے جو آپ پر اترا ہے وہ برحق اور سچ ہے، (وجہ یہ ہے کہ) اس بستی کے لوگوں نے (آپ کے آنے سے پہلے) یہ فیصلہ کیا تھا کہ عبداللہ بن ابی کو سرداری کا تاج پہنائیں گے اور اس کو اپنا والی اور رئیس بنائیں گے، لیکن جب اللہ نے یہ بات (عبداللہ بن ابی کا سردار ہونا) نہ چاہی، بوجہ اس حق کے جو آپ کو عطا کیا ہے تو اس کو آپ کا آنا ناگوار ہوا، اس لیے اس نے (آپ سے) ایسے برے کلمات کہے۔ آپ نے اس کا قصور معاف کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی عادت مبارکہ تھی کہ بت پرستوں اور یہودیوں سے درگزر کیا کرتے تھے، جیسے اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا تھا اور ان کی اذیتوں پر صبر کیا کرتے تھے۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ذی شان ہے: ﴿ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا ﴾ [آل عمران : ۱۸۶] ''اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے۔'' اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ ﴾ [البقرۃ : ۱۰۹] ''بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے۔'' آخر آیت تک، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کفار کو معاف کر دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ نے ان سے لڑنے کا حکم دیا۔ جب آپ نے بدر میں جنگ کی تو بڑے بڑے قریش کے رئیسوں کو اللہ نے قتل کرایا تو عبداللہ بن ابی ابن سلول نے اور جو اس کے ساتھ

مشرک اور بت پرست تھے، انھوں نے کہا کہ اب (تو اس دین میں شریک ہونے کا) موقع آن پہنچا (کہ اس کا غلبہ ہو گیا) تو رسول اللہ ﷺ سے اسلام پر بیعت کر لی اور وہ سب (ظاہری طور پر) مسلمان ہو گئے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و لتسمعن من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم ......الخ ﴾ : ٤٥٦٦]

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾

’’اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور جو بھی نیکی تم اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس پا لو گے۔ بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔‘‘

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [التوبة : ٥] ’’پس جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو ان مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انھیں پکڑو اور انھیں گھیرو اور ان کے لیے ہر گھات کی جگہ بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ﴾ [التوبة : ١١] ’’پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمھارے بھائی ہیں۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: ① اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ ② نماز قائم کرنا۔ ③ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ④ حج کرنا۔ ⑤ اور رمضان کے روزے رکھنا۔‘‘ [بخاری، کتاب الإيمان، باب : دعائكم إيمانكم...... الخ : ٨۔ مسلم، كتاب الإيمان ، باب بيان أركان الإسلام و دعائمه العظام : ١٦]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انھیں یمن روانہ کیا تو ان سے فرمایا: ’’تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو تو سب سے پہلے تم انھیں اس بات کی دعوت دو کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر جب وہ اللہ کو پہچان لیں تو انھیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، پھر جب وہ اس پر عمل کرنے لگیں تو انھیں بتانا کہ اللہ نے ان پر ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے، جو ان کے مال داروں سے لے کر ان کے محتاجوں کو دی جائے گی، پھر جب وہ یہ بھی مان لیں تو ان سے زکوٰۃ لے لینا، لیکن ان کے بہترین مال لینے سے بچنا۔‘‘ [مسلم، کتاب الإيمان، باب عاء إلى الشهادتين و شرائع الإسلام : ١٩۔ بخاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ : ١٣٩٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، مجھے ایسا عمل بتائیے کہ جب میں

وہ عمل کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو، فرض نماز قائم کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ و قول اللہ تعالی: ﴿ وأقيموا الصلوة وآتوا الزكوة ﴾ : ۱۳۹۷]

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ﴾ [المزمل : ۲۰] ''نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو قرض دو، اچھا قرض دینا اور جو نیکی بھی تم اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے کہ وہ بہتر اور ثواب میں کہیں بڑی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ۴۷] ''اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [الزلزال : ۸،۷] ''تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔''

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّھُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْھَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١١١﴾

''اور انھوں نے کہا جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے مگر جو یہودی ہوں گے یا نصاریٰ۔ یہ ان کی آرزوئیں ہی ہیں، کہہ دے لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔''

یہاں اہل کتاب کے اس غرور اور فریب نفس کو پھر بیان کیا جا رہا ہے جس میں وہ مبتلا تھے کہ صرف انھی کی ملت کے لوگ جنت میں جائیں گے، جیسا کہ سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ یہ کہا کرتے تھے: ﴿ نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ ﴾ [المائدۃ : ۱۸] ''ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ محض ان کی آرزوئیں ہیں، جن کے لیے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

بَلٰى ۤ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١١٢﴾ ع ۱۳

''کیوں نہیں، جس نے اپنا چہرہ اللہ کے تابع کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو تو اس کے لیے اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے دعویٰ کی دوبارہ تردید کی اور فرمایا کہ یہ محض تمھارا دعویٰ ہے کہ صرف تم لوگ ہی جنت میں جاؤ گے۔ جنت میں ہر وہ شخص داخل ہوگا جو موحد اور اپنے عمل میں مخلص ہوگا اور متبع سنت ہوگا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہود و نصاریٰ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، اس لیے کہ نہ وہ موحد ہیں، نہ اپنے عمل میں مخلص ہیں اور نہ متبع سنت ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ النَّصٰرٰى وَ الصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ١ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرة : ٦٢] ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی بنے اور نصاریٰ اور صابی، جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٤٨] ''پھر جو شخص ایمان لے آئے اور اصلاح کر لے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۙ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا١ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴾ [طٰهٰ : ٧٥، ٧٦] ''اور جو اس کے پاس مومن بن کر آئے گا کہ اس نے اچھے اعمال کیے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب سے بلند درجے ہیں۔ ہمیشگی کے باغات، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں موجود تھے، آپ نے ایک شخص کے متعلق جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا، فرمایا: ''یہ شخص دوزخ والوں میں سے ہے۔'' جب جنگ شروع ہوئی تو وہ شخص (مسلمانوں کی طرف سے) بڑی بہادری کے ساتھ لڑا اور وہ زخمی ہوگیا۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! جس کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخ میں جائے گا، وہ تو آج بڑی بے جگری سے لڑا ہے اور (زخمی ہو کر) فوت ہوگیا ہے۔ آپ نے اب بھی وہی جواب دیا : ''وہ جہنم میں گیا۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قریب تھا کہ بعض لوگوں کے دلوں میں کوئی شبہ پیدا ہوتا اور وہ اسی غور و فکر میں تھے کہ کسی نے بتایا کہ ابھی وہ مرا نہیں، البتہ زخم کاری ہے۔ پھر جب رات آئی تو اس نے زخموں کی تاب نہ لا کر خودکشی کر لی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: ''اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔'' پھر آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انھوں نے لوگوں میں یہ اعلان کر دیا: ''مسلمان کے سوا جنت میں کوئی اور داخل نہیں ہوگا اور کبھی اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد کسی فاجر شخص سے بھی لے لیتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب أن الله ليؤيد الدين بالرجل الفاجر : ٣٠٦٢۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه ...... الخ : ١١١]

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ١۪ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى

شَیْءٍ ۙ وَّ هُمْ یَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

’’اور یہودیوں نے کہا نصاریٰ کسی چیز پر نہیں ہیں اور نصاریٰ نے کہا یہودی کسی چیز پر نہیں ہیں، حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں، اسی طرح ان لوگوں نے بھی جو کچھ علم نہیں رکھتے، ان کی بات جیسی بات کہی، اب اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔‘‘

پہلے اہل کتاب نے اپنے علاوہ تمام اہل ادیان کی گمراہی کا دعویٰ کیا، اب ایک دوسرے پر گمراہی اور کفر کا الزام لگا رہے ہیں۔ اس سے ان کی آپس کی نفرت اور دشمنی کا بھی اندازہ ہوتا ہے، حالانکہ اہل کتاب ہونے کا تقاضا یہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کی تکذیب نہ کرتے، کیونکہ تورات وانجیل میں سے ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے۔ اسی طرح وہ تمام کتابیں جو اللہ نے بھیجی ہیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ حد یہ ہے کہ بت پرست، جن کے پاس نہ کوئی علم ہے نہ کوئی آسمانی کتاب، وہ بھی آسمانی ادیان والوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ صحیح راہ پر نہیں ہیں۔ افسوس! مسلمان بھی جب فرقوں میں تقسیم ہوئے تو ہر ایک نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ دوسرے فرقے کی بات کتاب وسنت کے مطابق ہے اسے غلط اور اپنے فرقے کی بات کو غلط جانتے ہوئے بھی درست قرار دیا، نتیجہ سب کے سامنے ہے۔

فَاللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ : جو لوگ ایمان نہیں لائے اور ضد وہٹ دھرمی سے اپنے اختلافات پر اڑے رہے، ان کا فیصلہ تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہی کرے گا، اس سے پہلے ممکن نہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ ۪ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ﴾ [البقرۃ : ۲۱۳] ’’لوگ ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے، اور ان کے ہمراہ حق کے ساتھ کتاب اتاری، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں انھوں نے اختلاف کیا تھا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴾ [الجاثیۃ : ۱۷] ’’اور انھیں (دین کے) معاملے میں واضح احکام عطا کیے، پھر انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس میں ضد کی وجہ سے، بے شک تیرا رب ان کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔‘‘

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰى فِیْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآىِٕفِیْنَ ؕ۬ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ لَهُمْ فِی

الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

’’اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں سے منع کرے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے؟ یہ لوگ، ان کا حق نہ تھا کہ ان میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کے لیے دنیا ہی میں ایک رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے پہلے یہود و نصاریٰ کی مذمت کی، پھر ان مشرکین کی بھی مذمت کی جنھوں نے رسول اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے روک دیا اور اپنے بتوں اور معبودانِ باطلہ کے ساتھ ان پر غلبہ حاصل کر لیا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأنفال : ۳٤] ’’اور انھیں کیا ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ دے، جب کہ وہ مسجد حرام سے روک رہے ہیں، حالانکہ وہ اس کے متولی نہیں، اس کے متولی نہیں ہیں مگر جو متقی ہیں اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴾ [التوبة : ۱۷، ۱۸] ’’مشرکوں کا کبھی حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں، اس حال میں کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ آگ ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ کی مسجدیں تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا۔ تو یہ لوگ امید ہے کہ ہدایت پانے والوں سے ہوں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [الفتح : ۲۵] ’’یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تمھیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو بھی، اس حال میں کہ وہ اس سے روکے ہوئے تھے کہ اپنی جگہ تک پہنچیں۔ اور اگر کچھ مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتیں جنھیں تم نہیں جانتے تھے (اگر یہ نہ ہوتا) کہ تم انھیں روند ڈالو گے تو تم پر لاعلمی میں ان کی وجہ سے عیب لگ جائے گا (تو ان پر حملہ کر دیا جاتا) تاکہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کر لے، اگر وہ (مومن اور کافر) الگ الگ ہو گئے ہوتے تو ہم ضرور ان لوگوں کو جنھوں نے ان میں سے کفر کیا تھا، سزا دیتے، دردناک سزا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ﴾ [العلق : ۹، ۱۰] ’’کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔ ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ابو جہل نے کہا، اگر میں نے محمد (ﷺ) کو کعبہ کے پاس

نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کی گردن کو روند ڈالوں گا۔ یہ بات نبی ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''اگر اس نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو فرشتے اس کو پکڑ لیں گے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی : ﴿ كلا لئن لم ينته لنسفعا بالناصية ...... الخ ﴾ : ٤٩٥٨]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے عقبہ بن ابی معیط کو دیکھا، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ نماز پڑھ رہے تھے، اس نے اپنی چادر آپ کی گردن میں ڈال کر شدت کے ساتھ آپ کا گلا دبانا شروع کر دیا، اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے، انھوں نے اسے ہٹایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [المؤمن : ٢٨] ''کیا تم ایک آدمی کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے ''میرا رب اللہ ہے'' حالانکہ یقیناً وہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے واضح دلیلیں لے کر آیا ہے۔'' [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب : ٣٦٧٨]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، ابوجہل اور اس کے ساتھی بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے، کسی نے کہا، کون ہے جو بنوفلاں کے اونٹ کی اوجھڑی لا کر، جب یہ سجدہ کریں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے؟ قوم کا بدبخت ترین شخص اٹھا اور اوجھڑی لے آیا، پھر وہ انتظار کرتا رہا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا تو اس نے اس اوجھڑی کو رسول اللہ ﷺ کی پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں دیکھ رہا تھا، لیکن میں انھیں روک نہیں سکتا تھا، کاش مجھ میں روکنے کی سکت ہوتی۔ وہ ایک دوسرے پر ہنسی کی وجہ سے جھکے جاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ سجدہ ہی میں رہے اور سر نہ اٹھایا، اتنے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور انھوں نے وہ اوجھڑی ہٹا دی، تو پھر رسول اللہ ﷺ اپنا سر مبارک اٹھا سکے۔ [بخاری، کتاب الوضوء، باب إذا ألقی علی ظهر المصلی قذر ...... الخ : ٢٤٠۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب ما لقی النبی ﷺ من أذى المشرکین والمنافقین : ١٧٩٤]

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآىِٕفِيْنَ : یعنی ایسے ظالم لوگوں کا اللہ کی مساجد کا متولی ہونا تو درکنار ان کو تو داخل بھی ڈرتے ہوئے ہونا چاہیے کہ انھوں نے کوئی شرارت کی تو سزا سے نہیں بچ سکیں گے۔ چونکہ مسجدیں اللہ کی ہیں اور حق یہ ہے کہ ان میں صرف اللہ کا نام لیا جائے، اس لیے تمام مشرکین کو مسجد حرام کے قریب آنے سے روک دیا گیا، خواہ وہ بت پرست ہوں یا عزیر و مسیح پرست، کیونکہ وہ اکیلے اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ منیٰ کے مقام پر حج کے موقع پر قربانی کے دن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اعلان کرنے والوں کے ساتھ مجھے بھی بھیجا، ہم اعلان کرتے تھے کہ ہرگز ہرگز اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔ [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب ما یستر من العورۃ : ٣٦٩۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبۃ : ٣٠٩١]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جزیرۃ العرب میں دو دین نہ رہنے دیے جائیں۔''

[مسند أحمد : ٦/٢٧٥، ح : ٢٦٣٠٦۔ موطأ إمام مالك، كتاب الجامع، باب ما جاء فی إجلاء اليهود من المدينة : ١٨]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ”میں ارادہ رکھتا ہوں کہ تمھیں سرزمین عرب سے جلا وطن کر دوں۔“ [بخاری، کتاب الجزية والموادعة، باب إخراج اليهود من جزيرة العرب : ٣١٦٧]

وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ۗ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

”اور اللہ ہی کے لیے مشرق و مغرب ہے، تو تم جس طرف رخ کرو، سو وہیں اللہ کا چہرہ ہے۔ بے شک اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ : اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ نماز میں قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں، بلکہ مراد خاص صورتوں میں قبلہ کی پابندی ختم کرنا ہے، کیونکہ اس سے پہلے ان ظالموں کا ذکر ہے جو اللہ کی مسجدوں سے روکتے ہیں، یعنی ان ظالموں کی اللہ کی مسجدوں سے روکنے اور انھیں ویران کرنے کی کوشش اللہ تعالیٰ کی عبادت کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ مشرق و مغرب کا مالک اللہ ہی ہے، سو انسان کو قبلہ کی طرف رخ کرنے میں اگر کوئی دشواری ہو، دشمن کا خوف ہو یا قبلہ معلوم نہ ہو سکے تو جس طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے درست ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ [البقرة : ١٤٤] ”یقیناً ہم تیرے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں، تو ہم تجھے اس قبلے کی طرف ضرور پھیر دیں گے جسے تو پسند کرتا ہے، سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے اور تم جہاں بھی ہو سو اپنے چہرے اس کی طرف پھیر لو۔“

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ جا رہے تھے، دوران سفر میں آپ اپنی سواری پر جدھر بھی اس کا رخ ہوتا نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: ﴿فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ ”تم جدھر بھی منہ کرو گے ادھر اللہ کا منہ ہو گا۔“ [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جواز صلوة النافلة على الدابة فی السفر حيث توجهت : ٧٠٠/٣٣]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز سواری پر پڑھ لیا کرتے تھے، اگرچہ سواری کا منہ کسی طرف بھی ہوتا اور وتر بھی اسی پر پڑھ لیا کرتے تھے، البتہ فرض نماز سواری پر نہیں پڑھتے تھے۔ [بخاری ، كتاب التقصير، باب ينزل للمكتوبة : ١٠٩٨۔ مسلم ، كتاب صلاة المسافرين ، باب جواز صلوة النافلة ...... الخ : ٧٠٠/٣٩]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر مشرق (غیر قبلہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیا کرتے تھے، پھر جب آپ فرض نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر جاتے اور قبلہ کی طرف منہ

کرتے۔[بخاری ، کتاب التقصیر ، باب ینزل للمکتوبة : ۱۰۹۹]

انس بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ جب شام سے آئے تو ہم نے ان کا استقبال کیا۔ ہم نے ان سے عین التمر میں ملاقات کی ، میں نے دیکھا کہ وہ گدھے پر قبلہ کی بائیں جانب منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں۔ (وہ نماز پڑھ چکے تو) میں نے ان سے پوچھا کہ میں نے آپ کو غیر قبلہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ (اس کی کیا وجہ ہے؟) انھوں نے فرمایا، اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی ایسا نہ کرتا۔[بخاری، کتاب التقصیر، باب صلوۃ التطوع علی الحمار : ۱۱۰۰۔ مسلم ، کتاب صلٰوۃ المسافرین ، باب جواز صلوۃ النافلة علی الدابة فی السفر حیث توجهت : ۷۰۲]

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نماز خوف کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کی کیفیت بیان کی ، پھر فرمایا، اگر خوف اس سے بھی زیادہ شدید ہو تو پاپیادہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر یا سواریوں پر نماز پڑھ لو، خواہ رخ قبلے کی طرف ہو یا نہ ہو۔ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے ہی سے بیان فرمائی تھی۔[بخاری ، کتاب التفسیر ، باب قوله : ﴿ فإن خفتم فرجالًا أو ركبانًا فإذا أمنتم ﴾ : ۴۵۳۵]

وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

”اور انھوں نے کہا اللہ نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے، وہ پاک ہے، بلکہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔“

اللہ کی مسجدوں سے روکنے والوں کا یہ ایک اور ظلم بیان فرمایا کہ انھوں نے کہا کہ اللہ نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے۔ چنانچہ یہود نے عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا، اسی طرح مشرکینِ عرب نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾[التوبة : ۳۰] ”اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کا اپنے مونہوں کا کہنا ہے وہ ان لوگوں کی بات کی مشابہت کر رہے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔ اللہ انھیں مارے، کدھر بہکائے جا رہے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۴۰] ”پھر کیا تمھارے رب نے تمھیں بیٹوں کے ساتھ چن لیا اور خود فرشتوں میں سے بیٹیاں بنا لی ہیں؟ بے شک تم یقیناً ایک بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾

لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [مريم : ۸۸ تا ۹۵] ''اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنا لی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔ کہ انھوں نے رحمان کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ رحمان کے لائق نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔''

سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : فرمایا کہ اللہ کی ذات ان باطل دعووں سے پاک ہے۔ آسمان و زمین کے درمیان جو کچھ ہے وہ سب اللہ کے مملوک اور بندے ہیں اور اس کے حضور عجز و انکسار کے ساتھ جھکے ہوئے ہیں۔ بندوں میں سے کوئی اللہ کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ اولاد تو دو متناسب ذاتوں کے اختلاط سے پیدا ہوتی ہے، اللہ کا کوئی شریک اور نظیر نہیں اور نہ اس کی کوئی بیوی ہے، پھر اللہ کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ابن آدم میری تکذیب کرتا ہے، حالانکہ یہ اسے زیبا نہیں، وہ مجھے گالیاں دیتا ہے اور یہ بھی اسے زیبا نہیں۔ تکذیب تو اس کی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے میں اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں اور گالی اس کی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میری اولاد ہے۔ میں پاک ہوں اس بات سے کہ میری کوئی بیوی ہو یا کوئی اولاد ہو۔'' [بخاری ، کتاب التفسیر ، باب : ﴿ وقالوا اتخذ الله ولدًا سبحانه ﴾ : ٤٤٨٢]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''(میدان محشر میں) نصاریٰ کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا، تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے، تو ان سے کہا جائے گا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ کی تو کوئی بیوی ہی نہیں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ إن الله لا يظلم مثقال ذرة ﴾ : ٤٥٨١]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اذیت و تکلیف کی بات سن کر اللہ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں، لوگ اس کی اولاد بناتے ہیں، پھر بھی وہ ان کو عافیت دیتا ہے اور رزق فراہم کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب ، باب الصبر في الأذى ...... الخ : ٦٠٩٩]

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۱۱۷

''آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اور جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے بس یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔''

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : یعنی اللہ تو وہ ہے کہ آسمان و زمین کو بغیر کسی نمونے کے بنانے والا ہے۔ وہ جو کام کرنا

چاہے اس کے لیے صرف لفظ ''کُنْ'' کافی ہے۔ ایسی ذات کو بھلا اولاد کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [الأنعام : ۱۰۱] ''وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسے ہو گی، جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

لفظ ''بدعت'' بدیع سے ماخوذ ہے، تو ہر وہ بات جو اسلام میں نئی پیدا کی جائے اور جس کی تائید قرآن و سنت سے نہ ملے، اسے بدعت کہا جاتا ہے۔ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ)) ''بے شک (دین میں) ہر نئی چیز بدعت ہے۔'' [أبو داوٗد ، کتاب السنة ، باب فی لزوم السنة : ٤٦٠٧]

وَ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ : اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ قدرت اور عظیم بادشاہی کی خبر دی ہے کہ جب وہ کسی چیز کے ہو جانے کا فیصلہ کرتا ہے، تو (کُنْ) یعنی ''ہو جا'' کہتا ہے اور وہ چیز اللہ کے ارادے کے مطابق وجود میں آ جاتی ہے۔ کوئی شے (وجود میں آنے سے) نافرمانی نہیں کر سکتی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [یٰسٓ : ۸۲] ''اس کا حکم تو، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس کے سوا نہیں ہوتا کہ اسے کہتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [آل عمران: ٥٩] ''بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے کہ اسے تھوڑی سی مٹی سے بنایا، پھر اسے فرمایا ہو جا، سو وہ ہو جاتا ہے۔''

وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْ لَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَاۤ اٰيَةٌ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

''اور ان لوگوں نے کہا جو نہیں جانتے ہم سے اللہ کلام کیوں نہیں کرتا؟ یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ ایسے ہی ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے، ان کی بات جیسی بات کہی، ان کے دل ایک دوسرے جیسے ہو گئے ہیں۔ بے شک ہم نے ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں جو یقین کرتے ہیں۔''

اس سے مراد مشرکین عرب ہیں جنھوں نے یہودیوں کی طرح مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے براہِ راست گفتگو کیوں نہیں کرتا یا کوئی بڑی نشانی کیوں نہیں دکھا دیتا؟ جسے دیکھ کر ہم مسلمان ہو جائیں۔ یہاں ''آیت'' سے مراد مشرکین کی مرضی کی نشانیاں ہیں، جن سے ان کی عقلِ فاسد اور جرأت علی اللہ کا پتا چلتا ہے، مشرکین مکہ اس قسم کے سوالات ہمیشہ ہی کیا کرتے تھے۔ کبھی کہتے تھے ''ہم اللہ کو دیکھنا چاہتے ہیں''، کبھی کہتے ''اگر تم رسول ہو تو ایک فرشتہ تمھارے ساتھ کیوں نہیں رہتا جو لوگوں کو تمھاری طرف بلاتا رہے'' اور کبھی کہتے ''اگر تم رسول ہو تو تمھارے پاس خزانہ کیوں نہیں

ہے۔'' یا یہ کہ ''تمھارے پاس کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہونا چاہیے۔'' ان کا مقصد طلب ہدایت نہیں بلکہ شرارت اور فتنہ انگیزی ہوتا تھا، ان کے بعض ایسے مطالبوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٢٤] ''اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ ہمیں اس جیسا دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا، اللہ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔ عنقریب ان لوگوں کو جنھوں نے جرم کیے، اللہ کے ہاں بڑی ذلت پہنچے گی اور بہت سخت عذاب، اس وجہ سے کہ وہ فریب کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ٩٠ تا ٩٣] ''اور انھوں نے کہا ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ تو ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کرے۔ یا تیرے لیے کھجوروں اور انگور کا ایک باغ ہو، پس تو اس کے درمیان نہریں جاری کر دے، خوب جاری کرنا۔ یا آسمان کو ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دے، جیسا کہ تو نے دعویٰ کیا ہے، یا تو اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے۔ یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر ہو، یا تو آسمان میں چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کا ہرگز یقین نہ کریں گے، یہاں تک کہ تو ہم پر کوئی کتاب اتار لائے جسے ہم پڑھیں۔ تو کہہ میرا رب پاک ہے، میں تو ایک بشر کے سوا کچھ نہیں جو رسول ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ وَ عَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴾ [الفرقان : ٢١] ''اور ان لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے، یا ہم اپنے رب کو دیکھتے؟ بلاشبہ یقیناً وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انھوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی۔''

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ وَّ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝۱۱۹

''بے شک ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور تجھ سے جہنم والوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔''

یعنی آپ کا کام حق پہنچاتے ہوئے خوشخبری دینا اور ڈرانا ہے۔ آپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ لوگ مسلمان کیوں نہیں ہوئے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشية : ٢١، ٢٢] ''پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ

﴿وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾ [ق : ٤٥] ''ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں جو یہ کہتے ہیں اور تو ان پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں، سو قرآن کے ساتھ اس شخص کو نصیحت کر جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے۔''

عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا، یہ آیت جو قرآن میں ہے: ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ [الفتح :٨] ''بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تورات میں بھی یہی فرمایا ہے: ''اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور ان پڑھوں (عربوں) کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ نہ بدخو ہیں اور نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا) وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے، بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیں گے اور اللہ ان کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک وہ کج قوم (عرب) کو سیدھا نہ کر لیں، یعنی جب تک وہ ان سے ''لا الٰہ الا اللہ'' کا اقرار نہ کرا لیں، پس اس کلمۂ توحید کے ذریعے وہ اندھی آنکھوں کو، بہرے کانوں کو، پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے۔'' [بخاری ، کتاب التفسیر ، باب ﴿ إنا أرسلناك شاهدًا ...... الخ ﴾ : ٤٨٣٨]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر چڑھے اور پکارا: ''یا صباحاه!'' (لوگو، دوڑو!) اس آواز پر قریش جمع ہو گئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھاری کیا رائے ہے، اگر میں تمھیں بتاؤں کہ دشمن صبح کے وقت یا شام کے وقت تم پر حملہ کرنے والا ہے، تو کیا تم میری بات کی تصدیق نہیں کرو گے؟'' انھوں نے کہا کہ ہم آپ کی تصدیق کریں گے۔ آپ نے فرمایا: ''پھر میں تم کو سخت ترین عذاب (دوزخ) سے ڈرانے والا ہوں۔'' ابولہب (مردود) بولا، تو ہلاک ہو جائے، کیا تو نے اسی لیے ہمیں بلایا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ نازل فرمائی۔ [بخاری ، کتاب التفسیر ، باب ﴿ إن هو إلا نذير لكم ...... الخ ﴾ : ٤٨٠١۔ مسلم کتاب الإیمان ، باب قوله تعالى : ﴿ وأنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ٣٥٥/٢٠٨]

وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾

''اور تجھ سے یہودی ہرگز راضی نہ ہوں گے اور نہ نصاریٰ، یہاں تک کہ تو ان کی ملت کی پیروی کرے۔ کہہ دے بے شک اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ اور اگر تو نے ان کی خواہشات کی پیروی کی، اس علم کے بعد جو تیرے پاس آیا ہے، تو

تیرے لیے اللہ سے (چھڑانے میں) نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔‘‘

اس میں یہود و نصاریٰ کے ایمان لانے سے غایت درجہ کی ناامیدی کی خبر دی گئی ہے۔ فرمایا اے میرے رسول! یہود و نصاریٰ آپ سے کبھی خوش نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ آپ ان کے دین کو قبول کر لیں۔ اس لیے ان کی مرضی حاصل کرنے کی کوشش اچھی بات نہیں۔ آپ بس اللہ کی رضا طلب کریں اور ان کے سامنے دین حق پیش کریں، جو آپ کو دے کر بھیجا گیا ہے اور جس کے علاوہ کوئی بھی دین، دین حق نہیں۔ ان کی عداوت و دشمنی آپ کو ہرگز نقصان نہ دے گی۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ یہود و نصاریٰ کے پاس ہدایت نہیں خواہشِ نفس ہے، اور وہ دوسروں کو اسی کی طرف بلاتے ہیں۔ اس میں امتِ مسلمہ کے لیے شدید وعید ہے کہ اگر قرآن و سنت کا علم آ جانے کے بعد یہود و نصاریٰ کی راہ اپنائیں گے تو اللہ کے عذاب سے انھیں کوئی نہیں بچا سکتا۔ لہٰذا وہی لوگ کامیاب ہیں جو کتاب و سنت سے تمسک اور اس کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر لڑتے ہوئے غالب رہے گی، ان کی مخالفت کرنے والے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، حتیٰ کہ قیامت آ جائے گی۔‘‘ [مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله صلی اللہ علیہ وسلم : لا تزال طائفة …… الخ : ۱۹۲۰۔ بخاری ، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لا تزال طائفة من …… الخ : ۷۳۱۱]

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع ۱۴

’’وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی ہے، اسے پڑھتے ہیں جیسے اسے پڑھنے کا حق ہے، یہ لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کوئی اس کے ساتھ کفر کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔‘‘

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ : اہل کتاب کے اعمال بد کا ذکر کرنے کے بعد اب ان میں سے نیک اور اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کا ذکر فرمایا کہ وہ کتاب کو اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح اسے پڑھنے کا حق ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [صٓ : ۲۹] ’’یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تاکہ وہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔‘‘

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دو آدمیوں کے علاوہ کسی پر رشک نہیں کیا جا سکتا، ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا، وہ رات اور دن کے اوقات میں اسے تلاوت کرتا ہے، اس کا پڑوسی سنتا ہے تو کہتا ہے کاش! مجھے بھی وہ چیز دی جاتی جو فلاں کو دی گئی ہے تو میں بھی اس کے مثل عمل کرتا، اور دوسرے اس شخص پر

ہ جسے اللہ نے مال عطا کیا اور وہ اس کو راہ حق میں خرچ کرتا ہو، پھر کوئی شخص (بطور رشک) کہے کہ کاش! مجھے بھی اسی طرح مال و دولت ملتی جس طرح فلاں کو دی گئی تو میں بھی اسی کی طرح (راہ حق میں) خرچ کرتا۔“ [بخاری ، کتاب فضائل القرآن ، باب اغتباط صاحب القرآن : ٥٠٢٦]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ مومن جو قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، ایسے ہے جیسے ترنجبین کہ جس کا مزا بھی اچھا اور خوشبو بھی اچھی اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا لیکن اس پر عمل کرتا ہے، ایسے ہے جیسے کھجور کہ مزا تو اچھا ہے لیکن خوشبو کچھ نہیں۔“ [بخاری ، کتاب فضائل القرآن، باب إثم من راءی بقراءة القرآن ...... الخ : ٥٠٥٩]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا جب آیتِ رحمت سے گزر ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرتے اور جب آیت عذاب کی تلاوت کرتے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے۔ [مسند أحمد : ٥/ ٣٨٢، ح : ٢٣٣٠٢۔ مسلم ، کتاب صلوة المسافرين ، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل : ٧٧٢]

﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ : یعنی جو لوگ دین حق کا انکار کریں وہی درحقیقت خسارہ پانے والے ہوں گے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اس امت میں سے (یعنی اس زمانے کا) کوئی ایک یہودی یا عیسائی (یا کوئی اور دین والا) اگر میرے بارے میں سنے اور اس حالت میں مرے کہ وہ میرے ساتھ ایمان نہ لائے تو وہ جہنم رسید ہوگا۔“ [مسلم، کتاب الإيمان ، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا ...... الخ : ١٥٣۔ السنن الکبریٰ للنسائی : ٦/ ٣٦٣، ح : ١١٢٤]

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٢﴾
وَ اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا
هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿١٢٣﴾

”اے بنی اسرائیل! میری نعمت یاد کرو جو میں نے تم پر کی اور یہ کہ بلاشبہ میں نے ہی تمھیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔ اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ اسے کوئی سفارش نفع دے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔“

آیت کے تکرار سے مقصود بنی اسرائیل کو اللہ کے انعامات یاد دلا کر نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کی ترغیب دلانا ہے کہ وہ محض حسد کی بنیاد پر ان کا انکار نہ کریں اور تورات میں ان کی جو صفات بیان کی گئی ہیں انھیں نہ چھپائیں اور قیامت کے دن کے عذاب سے ڈریں، وہاں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [البقرة : ٢٥٤]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ [البقرة : ٤٨] ''اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔''

وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

''اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں کے ساتھ آزمایا تو اس نے انھیں پورا کر دیا۔ فرمایا بے شک میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ کہا اور میری اولاد میں سے بھی؟ فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔''

بنی اسرائیل سے خطاب کی ابتدا اللہ کی نعمتیں یاد دلانے اور قیامت اور اس کی ہولناکیوں سے ڈرانے سے ہوئی، مسلسل چوراسی آیات میں ان پر اللہ کی نعمتوں کے ساتھ ساتھ ان کی نافرمانیوں کا ذکر فرمایا۔ آخر میں دوبارہ انھیں اللہ کی نعمتیں یاد دلائی گئیں اور آخرت کے دن سے ڈرایا گیا اور متنبہ کیا گیا کہ اوپر بیان کی ہوئی بدکرداریوں کی وجہ سے تم ظالم ٹھہرے، سو اب امامت و قیادت بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل میں منتقل ہو رہی ہے، جن میں ایک پیغمبر مبعوث کرنے کی دعا ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی بنیادیں اٹھاتے وقت کی تھی۔ مقصود ان آیات کا اور پچھلی تمام آیات کا اہل کتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی پیروی کرنے پر ابھارنا ہے۔

<u>وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ</u> : بعض مفسرین نے ان باتوں سے مراد والد، قوم اور بادشاہ کو توحید کی دعوت، بت پرستی، ستارہ پرستی اور شاہ پرستی کی تردید، آگ میں پھینکے جانے پر صبر، پھر ہجرت، مصر کے جبار کی دست درازی کے باوجود استقامت، بیوی بچے کو وادی غیر ذی ذرع میں چھوڑنا، اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے پر مکمل آمادگی کو لیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ﴾ [الأنبياء : ٦٨ تا ٧٠] ''انھوں نے کہا اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو، اگر تم کرنے والے ہو۔ ہم نے کہا اے آگ! تو ابراہیم پر سراسر ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔ اور انھوں نے اس کے ساتھ ایک چال کا ارادہ کیا تو ہم نے انھی کو انتہائی خسارے والے کر دیا۔'' اور فرمایا: ﴿رَبَّنَاۤ اِنِّيْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْۤ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾ [إبراهيم : ٣٧] ''اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں آباد کیا ہے، جو کسی کھیتی والی نہیں، تیرے حرمت والے گھر کے پاس، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ سو کچھ لوگوں کے دل ایسے کر دے کہ ان کی

طرف مائل رہیں اور انھیں پھلوں سے رزق عطا کر، تاکہ وہ شکر کریں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴾ [الصافات : ۹۹] ’’اور اس نے کہا بے شک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ۝ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ۝ وَ نَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴾ [الصافات : ۱۰۲ تا ۱۰٦] ’’پھر جب وہ اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا تو اس نے کہا اے میرے چھوٹے بیٹے! بلاشبہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ بے شک میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، تو دیکھ تو کیا خیال کرتا ہے؟ اس نے کہا اے میرے باپ! تجھے جو حکم دیا جا رہا ہے کر گزر، اگر اللہ نے چاہا تو تو ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔ تو جب دونوں نے حکم مان لیا اور اس نے اسے پیشانی کی ایک جانب پر گرا دیا۔ اور ہم نے اسے آواز دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے خواب سچا کر دکھایا، بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ بے شک یہی تو یقیناً کھلی آزمائش ہے۔‘‘

ان کلمات کی تعیین کے بارے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو طہارت کے ساتھ آزمایا، جن میں پانچ چیزیں سر سے متعلق ہیں اور پانچ چیزیں باقی جسم سے متعلق، سر سے متعلق جو چیزیں ہیں ان میں مونچھیں کاٹنا، کلی کرنا، وضو کے دوران میں ناک میں پانی چڑھانا، مسواک کرنا اور درمیان سے مانگ نکالنا ہے، جو چیزیں باقی جسم سے متعلق ہیں ان میں ناخن کاٹنا، زیر ناف بال صاف کرنا، ختنہ، بغلوں کے بال نوچنا اور بول و براز کے بعد پانی سے استنجا کرنا ہے۔ [تفسیر طبری : ۵۷۲/۱، ح : ۱۹۱۲]

صحیح احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان امور کو فطرت میں سے شمار کیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دس باتیں فطرت سے ہیں: ① مونچھیں کاٹنا۔ ② داڑھی بڑھانا۔ ③ مسواک کرنا۔ ④ وضو کے دوران میں ناک میں پانی چڑھانا۔ ⑤ ناخن تراشنا۔ ⑥ پوروں کو دھونا۔ ⑦ بغلوں کے بال نوچنا۔ ⑧ زیر ناف بال صاف کرنا۔ ⑨ اور جسم پر پانی بہانا۔‘‘ راوی کا بیان ہے کہ دسویں بات میں بھول گیا ہوں، یہ شاید کلی کرنا تھی۔ وکیع کہتے ہیں کہ جسم پر پانی بہانے سے مراد استنجا کرنا ہے۔ [مسلم ، کتاب الطہارۃ ، باب خصال الفطرۃ : ۲٦۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’امور فطرت پانچ ہیں: ① ختنہ کرنا۔ ② زیر ناف بال صاف کرنا۔ ③ بغلوں کے بال نوچنا۔ ④ ناخن تراشنا۔ ⑤ اور مونچھیں کاٹنا۔‘‘ [بخاری، کتاب اللباس، باب قص الشارب : ۵۸۸۹۔ مسلم، کتاب الطہارۃ ، باب خصال الفطرۃ : ۲۵۷]

حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش میں یہ سب چیزیں شامل ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں جو بھی حکم دیا انھوں نے پورا کر دکھایا، بڑھاپے میں بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تو پورا کر دیا، اسّی سال کی عمر میں ختنے کا حکم ہوا تو وہ کر دیا۔ [بخاری، کتاب الاستئذان، باب الختان بعد الکبر و نتف الإبط : ٦۲۹۸]

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا ؕ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْعٰكِفِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾

''اور جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے لوٹ کر آنے کی جگہ اور سراسر امن بنایا، اور تم ابراہیم کی جائے قیام کو نماز کی جگہ بناؤ۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکیدی حکم دیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔''

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا : لوگ بار بار اللہ کے گھر کی طرف لوٹ کر آتے ہیں، کبھی ان کا دل نہیں بھرتا اور اسے سراسر امن والا بنا دیا گیا ہے۔ جاہلیت میں بھی آدمی اس گھر میں اپنے دشمن کو دیکھتا مگر اسے کچھ نہ کہتا، اسلام نے اس احترام میں تاکید اور اضافہ ہی کیا، ارشاد فرمایا: ﴿ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ ﴾ [المائدة : ٩٧] ''اللہ نے کعبہ کو، جو حرمت والا گھر ہے، لوگوں کے قیام کا باعث بنایا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۚ﴿۹۶﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ۬ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [آل عمران : ٩٦، ٩٧]
''بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، یقیناً وہی ہے جو بکہ میں ہے، بہت بابرکت اور جہانوں کے لیے ہدایت ہے۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو کوئی اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے، جو اس کی طرف راستے کی طاقت رکھے اور جس نے کفر کیا تو بے شک اللہ تمام جہانوں سے بہت بے پروا ہے۔''

وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے تین باتوں میں اپنے رب کی موافقت کی، یا آپ نے یہ فرمایا کہ میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت کی۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کاش! آپ مقام ابراہیم کو نماز کے لیے جائے قیام بنا لیں (تو مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی) اور میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! نیک و بد ہر قسم کے لوگ آپ کے پاس آتے ہیں، کیوں نہ آپ امہات المومنین کو پردے کا حکم دے دیں، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب کو نازل فرما دیا اور جب مجھے یہ بات پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں سے خفا ہیں تو میں نے ان سے کہا کہ تم یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرنے سے باز آ جاؤ گی یا پھر اللہ تعالیٰ تمھارے بدلے میں اپنے نبی کو تم سے بھی اچھی بیویاں عطا فرمائے گا، حتیٰ کہ جب میں امہات المومنین میں سے ایک کے پاس گیا تو اس نے کہا، اے عمر! اپنی بیویوں کو وعظ کرنے کے لیے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کافی نہیں ہے کہ آپ نے انھیں وعظ فرمانا شروع کر دیا ہے؟ بہرحال اس موقع پر اللہ

تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىِٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىِٕحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ﴾ [التحریم : ٥] ''اس کا رب قریب ہے، اگر وہ تمھیں طلاق دے دے کہ تمھارے بدلے اسے تم سے بہتر بیویاں دے دے، جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، اطاعت کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں ہوں، شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں۔'' [بخاری ، کتاب التفسیر ، باب ﴿ و اتخذوا من مقام إبراهيم مصلى ﴾ : ٤٤٨٣۔ مسلم ، کتاب فضائل الصحابة ، باب من فضائل عمر رضی الله عنه : ٢٣٩٩]

عمرو بن دینار رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ نے سات چکروں میں بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ [بخاری، کتاب الحج، باب من صلى ركعتي الطواف خلف المقام : ١٦٢٧]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (طواف کے بعد) رسول اللہ ﷺ مقام ابراہیم کی طرف آئے اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ﴾ پھر آپ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ کے درمیان کر لیا اور دو رکعت نماز پڑھی، جن میں آپ نے ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ اور ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴾ کی تلاوت کی۔ [مسلم ، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ : ١٢١٨]

<u>وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَ الْعٰكِفِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ</u> : طہارت سے مراد کوڑے کرکٹ سے صفائی ہی نہیں، بلکہ بت پرستی اور شرک کی تمام نجاستوں سے صفائی بھی ہے، کیونکہ طواف، اعتکاف، رکوع اور سجدہ اللہ کے سوا کسی کا حق نہیں۔ تطہیر مساجد کا حکم بھی اسی آیتِ کریمہ سے ماخوذ ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ﴾ [النور : ٣٦، ٣٧] ''ان گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں اور ان میں اس کا نام یاد کیا جائے، اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں ان میں صبح و شام۔ وہ مرد جنھیں اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ کوئی تجارت غافل کرتی ہے اور نہ کوئی خرید و فروخت۔''

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسجدیں اسی کام کے لیے ہیں جن کے لیے انھیں بنایا جاتا ہے۔'' [مسلم، کتاب المساجد ، باب النهی عن نشد الضالة ...... الخ : ٥٦٩]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے محلوں میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی کہ انھیں صاف ستھرا رکھا جائے اور خوشبودار بنایا جائے۔ [أبو داوٗد ، کتاب الصلوة ، باب اتخاذ المساجد فی الدور : ٤٥٥۔ ترمذی ، کتاب الجمعة، باب ما ذکر فی تطییب المساجد : ٥٩٤]

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ

مِنۡهُمۡ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ قَالَ وَ مَنۡ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيۡلًا ثُمَّ اَضۡطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۲۶﴾

''اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! اس (جگہ) کو ایک امن والا شہر بنا دے اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق دے، جو ان میں سے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔ فرمایا اور جس نے کفر کیا تو میں اسے بھی تھوڑا سا فائدہ دوں گا، پھر اسے آگ کے عذاب کی طرف بے بس کروں گا اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بھی قبول فرمائی اور مکہ معظمہ کو امن والا شہر بنا دیا۔ اب حرم کی حدود میں کسی کا خون بہانا، اس کے درختوں کو کاٹنا، شکار کو بھگانا وغیرہ جائز نہیں، اور رزق کی وہ فراوانی فرمائی کہ مکہ میں کھیتی باڑی نہ ہونے کے باوجود وہاں سارا سال دنیا بھر کے تازہ پھل اور ہر قسم کا غلہ اتنی فراوانی سے ملتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت ہر شخص کو آنکھوں سے نظر آتی ہے۔

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجۡنُبۡنِىۡ وَبَنِىَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ ﴾ [إبراھیم : ۳۵] ''اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔''

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو حرم اور امن والا قرار دیا تھا اور میں مدینہ اور اس کے دونوں کناروں کے مابین کے علاقے کو حرم قرار دیتا ہوں، لہٰذا یہاں کا شکار نہ مارا جائے اور اس کی گھاس نہ کاٹی جائے۔'' [السنن الکبریٰ للنسائی : ۲/ ۴۸۷، ح : ۴۲۸۴]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا تھا: ''اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرمت والا قرار دے دیا تھا جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے حرام قرار دینے کی وجہ سے قیامت کے دن تک یہ شہر حرمت والا ہے، مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس شہر میں جنگ و قتال حلال نہ تھا اور میرے لیے بھی صرف ایک دن کے کچھ حصے میں اسے حلال قرار دیا گیا تھا اور اب اللہ تعالیٰ کے حرام قرار دینے کی وجہ سے یہ روز قیامت تک حرمت والا ہے۔ لہٰذا اس کے کانٹے کو نہ کاٹا جائے، اس کے شکار کو نہ بھگایا جائے، اس کے لقطہ (یعنی گری ہوئی چیز) کو صرف وہی شخص اٹھائے جو لقطہ کا اعلان کرائے، اسی طرح اس کی گھاس کو بھی نہ کاٹا جائے۔'' سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اِذخر نامی گھاس کے کاٹنے کی اجازت دے دیجیے، کیونکہ یہ گھروں میں اور لوہاروں کی بھٹیوں میں استعمال ہوتی ہے، تو آپ نے فرمایا: ''ہاں! اذخر نامی گھاس اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔'' [بخاری، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب إثم الغادر للبر والفاجر : ۳۱۸۹۔ مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکۃ وتحریم صیدھا ...... الخ : ۱۳۵۳]

ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عمرو بن سعید (والیٔ مدینہ) سے اس وقت کہا جب وہ (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف) مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا کہ اے امیر محترم! مجھے اجازت دیجیے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد بیان کروں جسے آپ نے فتح مکہ کے دن صبح کے وقت ارشاد فرمایا تھا، جو خود میرے کانوں نے سنا، جسے میرے دل نے یاد رکھا اور جب آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا تو میری آنکھوں نے آپ کا دیدار کیا تھا، آپ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا تھا: ''مکہ کو (یہاں رہنے والے) لوگوں نے نہیں، بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے، چنانچہ کسی بھی ایسے شخص کے لیے جس کا اللہ تعالیٰ کی ذات اور روز آخرت پر ایمان ہو، یہ حلال نہیں کہ وہ یہاں خون بہائے، یا یہاں کے کسی درخت کو کاٹے، اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد وقتال سے استدلال کرے تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس کی خصوصی اجازت عطا فرمائی تھی، جبکہ تمھیں اس کی اجازت نہیں بخشی اور میرے لیے بھی صرف آج کے دن صرف کچھ وقت کے لیے یہاں جہاد حلال قرار دیا گیا ہے اور آج پھر حرمت اسی طرح لوٹ آئی ہے، جس طرح کل تھی۔ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ باتیں ان تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں۔'' ابوشریح رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ عمرو بن سعید نے یہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سن کر تمھیں کیا جواب دیا؟ انھوں نے کہا، انھوں نے مجھے یہ جواب دیا، ابوشریح! ان باتوں کا مجھے آپ سے زیادہ علم ہے، میں جانتا ہوں کہ حرم کسی نافرمان کو، کسی قاتل کو اور کسی تخریب کار کو پناہ نہیں دیتا۔ [بخاری، کتاب جزاء الصید، باب لا یعضد شجر الحرم : ۱۸۳۲۔ مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکۃ و تحریم صیدھا ...... الخ : ۱۳۵٤]

وَ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا ﴾ [القصص : ۵۷] ''اور کیا ہم نے انھیں ایک با امن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہر چیز کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں، ہماری طرف سے روزی کے لیے۔''

وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا : اللہ تعالیٰ نے اس مصلحت سے کہ سب لوگ کافر نہ ہو جائیں، کافروں کے ہر فرد کو بہت زیادہ مال و متاع عطا نہیں فرمایا، ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اتنی حقیر شے ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کو دنیا میں بہت کچھ دے سکتا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَوْ لَاۤ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ۝ وَ لِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ۝ وَ زُخْرُفًا وَ اِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَ مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴾ [الزخرف : ۳۳ تا ۳٦] ''اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی امت ہو جائیں گے تو یقیناً ہم ان لوگوں کے لیے جو رحمان کے ساتھ کفر کرتے ہیں، ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی، جن پر وہ چڑھتے ہیں۔ اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی، جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں۔ (چاندی کے بنا دیتے) اور سونے کے اور یہ سب کچھ دنیا کی زندگی کے سامان کے سوا کچھ نہیں اور آخرت تیرے رب کے ہاں متقی لوگوں کے لیے ہے۔ اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت سے اندھا

بن جائے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ رہنے والا ہوتا ہے۔‘‘

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر بھیڑ کے ایک چھوٹے کان والے مردہ بچے کے پاس سے ہوا تو آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا: ’’تم میں سے کون اسے ایک درہم میں خریدنا پسند کرتا ہے؟‘‘ لوگوں نے کہا کہ ہم تو اسے کسی بھی چیز کے عوض لینا پسند نہیں کرتے، ہم اس کا کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا: ’’کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمھیں (بغیر قیمت ہی کے) مل جائے!‘‘ لوگوں نے کہا، اللہ کی قسم! اگر یہ زندہ ہوتا تو تب بھی اس میں عیب تھا کہ اس کے کان چھوٹے ہیں اور اب (ہم اسے کیسے لے سکتے ہیں کہ اب) تو یہ ہے بھی مردہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ کی قسم! (تو سن لو!) تمھارے نزدیک یہ جتنا حقیر ہے دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الزھد ، باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر : ۲۹۵۷]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگر دنیا کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔‘‘ [ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی ھوان الدنیا علی اللہ عزوجل : ۲۳۲۰]

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تکلیف دہ بات سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا اور کوئی نہیں ہے کہ لوگ اللہ کا (شریک ٹھہراتے اور اس کا) بیٹا بناتے ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ انھیں رزق دیتا اور عافیت سے نوازتا ہے۔‘‘ [بخاری ، کتاب الأدب ، باب الصبر علی الأذی ...... الخ : ۶۰۹۹۔ مسلم ، کتاب صفات المنافقین ، باب فی الکفار : ۲۸۰۴]

ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ : یعنی اللہ تعالیٰ انسان کو تھوڑی مدت تک دنیا میں مہلت دینے کے بعد پھر اپنی سخت گرفت میں لے لیتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴾ [الحج : ۴۸] ’’اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں میں نے مہلت دی، اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔‘‘

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے، حتیٰ کہ جب اسے پکڑ لیتا ہے تو پھر اسے چھوڑتا نہیں۔‘‘ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [ھود : ۱۰۲] ’’اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر ، باب قولہ : ﴿وکذلك أخذ ربك ...... الخ﴾ : ۴۶۸۶۔ مسلم ، کتاب البر والصلة ، باب تحریم الظلم : ۲۵۸۳]

وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾

’’اور جب ابراہیم اس گھر کی بنیادیں اٹھا رہا تھا اور اسماعیل بھی۔ اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنی قوم کو بتائیں کہ ابراہیم اور ان کے بیٹے اسماعیل، ام القریٰ کی سرزمین میں اللہ کا گھر بناتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ اے ہمارے رب اسے قبول کر لے۔

وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ : ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ﴾ [الحج : ۲۶] ’’اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ متعین کر دی۔‘‘

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! زمین میں سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مسجد حرام۔‘‘ پھر پوچھا، اس کے بعد کون سی مسجد بنائی گئی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مسجد اقصیٰ۔‘‘ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا، ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’چالیس سال۔‘‘ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳۳۶۶۔ مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلوۃ : ۵۲۰]

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عورتوں نے کمر کے پٹکے کا استعمال سب سے پہلے اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سے سیکھا تھا اور انھوں نے اسے اس لیے استعمال کیا تھا، تاکہ سارہ علیہا السلام سے اپنے قدموں کے نشانات کو اوجھل رکھ سکیں اور بعد میں ابراہیم علیہ السلام انھیں اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو، جبکہ وہ ابھی شیر خوار ہی تھے، اپنے ساتھ لے آئے اور انھیں بیت اللہ کے پاس دوحہ کے قریب، زمزم کے اوپر، مسجد کی بالائی جانب بٹھا دیا، جبکہ مکہ میں ان دنوں کوئی نہیں تھا اور مکہ میں ان دنوں پانی بھی نہیں تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کو وہاں بٹھا دیا اور ان کے پاس کھجوروں کی ایک تھیلی اور پانی کا ایک مشکیزہ رکھ دیا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام پلٹ کر جانے لگے تو اسماعیل علیہ السلام کی والدہ بھی آپ کے پیچھے ہو لیں، انھوں نے دریافت کیا، ابراہیم! آپ ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ جس میں نہ کوئی انسان ہے اور نہ کوئی اور چیز؟ انھوں نے ابراہیم علیہ السلام سے کئی بار یہ الفاظ کہے، مگر ابراہیم علیہ السلام پیچھے پلٹ کر بھی نہیں دیکھ رہے تھے۔ اس پر انھوں نے کہا، کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، ہاں! یہ سن کر انھوں نے کہا کہ پھر وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ چنانچہ وہ واپس آ گئیں اور ابراہیم علیہ السلام چلتے رہے، تا آنکہ آپ گھاٹی کے پاس پہنچ گئے، جہاں سے وہ انھیں دیکھ نہیں سکتے تھے، چنانچہ یہاں ابراہیم علیہ السلام قبلہ رو ہوئے اور انھوں نے ہاتھ اٹھا

کر یہ دعائیں کیں: ﴿ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴾ [إبراهيم : ۳۷] ''اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں آباد کیا ہے، جو کسی کھیتی والی نہیں، تیرے حرمت والے گھر کے پاس، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ سو کچھ لوگوں کے دل ایسے کر دے کہ ان کی طرف مائل رہیں اور انھیں پھلوں سے رزق عطا کر، تاکہ وہ شکر کریں۔'' اسماعیل علیہ السلام کی والدہ نے انھیں دودھ پلانا شروع کر دیا اور خود مشکیزے میں موجود پانی کو پیتی رہیں، حتیٰ کہ مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا۔ اب تو انھیں بھی پیاس لگ رہی تھی اور ان کے بچے کو بھی، جب انھوں نے دیکھا کہ پیاس کی شدت سے بچہ مضطرب ہو رہا ہے تو ان سے بچے کی یہ حالت دیکھی نہ گئی اور وہ وہاں سے چل پڑیں، حتیٰ کہ دوڑتے ہوئے قریبی پہاڑ صفا پر چڑھ گئیں اور وادی میں ادھر ادھر دیکھنے لگیں کہ شاید کسی کو دیکھ سکیں، لیکن انھیں کوئی بھی نظر نہ آیا۔ چنانچہ وہ صفا سے نیچے اتریں اور وادی میں پہنچ گئیں، پھر اپنی چادر کے کونے کو اٹھایا اور مقدور بھر دوڑ کر وادی سے نکل گئیں، پھر مروہ پر آئیں اور اس پر کھڑی ہو کر دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی نظر آ جائے لیکن کوئی بھی نظر نہ آیا، انھوں نے سات بار اسی طرح کیا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسی وجہ سے لوگ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔'' اسی طرح دوڑتے دوڑتے جب وہ مروہ پر چڑھیں تو ایک آواز سنی اور اپنے آپ سے کہا کہ خاموش ہو جاؤ۔ انھوں نے آواز پر کان لگائے، آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی، تو انھوں نے کہا کہ تم نے آواز تو سنا دی، اگر تمھارے پاس کچھ ہے تو مدد کرو، تو انھوں نے دیکھا کہ زمزم والی جگہ ایک فرشتہ ہے جس نے اپنی ایڑی یا پیر مارا تو یہاں سے پانی نکل آیا، اب ام اسماعیل نے اپنے ہاتھ سے اس کے ارد گرد منڈیری بنائی اور مشکیزے کو پانی سے بھرنا شروع کر دیا۔ مشکیزہ بھر جانے کے بعد بھی پانی بڑے جوش سے پھوٹ رہا تھا۔ راویٔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ام اسماعیل پر رحم فرمائے، اگر وہ زمزم کو اپنے حال پر چھوڑ دیتیں'' یا آپ نے یہ فرمایا: ''اگر پانی سے مشکیزے کو نہ بھرتیں تو زمزم ایک رواں چشمے کی صورت اختیار کر جاتا۔'' آپ نے فرمایا: ''پھر انھوں نے خود بھی یہ پانی پیا اور اپنے بچے کو بھی پلایا۔'' فرشتے نے ان سے کہا کہ کسی قسم کے نقصان سے نہ ڈرو، یہاں تو اللہ تعالیٰ کا ایک گھر ہے، جسے یہ بچہ اور اس کا باپ تعمیر کرے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ اس وقت بیت اللہ ٹیلے کی طرح زمین سے بلند تھا، سیلاب آتے تو اس کے دائیں بائیں سے زمین کاٹ کر نکل جاتے۔ انھی حالات میں کداء کے راستے سے آنے والے قبیلہ جرہم کے ایک قافلے کا یہاں سے گزر ہوا، جو مکہ کے زیریں علاقے میں فروکش ہو گیا۔ اہل قافلہ نے جو ایک پرندے کو چکر لگاتے دیکھا تو کہنے لگے کہ ضرور یہ پرندہ پانی پر چکر لگا رہا ہے، حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ ہم اس وادی سے خوب واقف ہیں کہ یہاں پانی نہیں ہے۔ بہر حال انھوں نے حقیقت

حال معلوم کرنے کے لیے ایک یا دو آدمیوں کو بھیجا، تو انھوں نے دیکھا کہ یہاں تو پانی موجود ہے۔ انھوں نے واپس جا کر جب قافلے والوں کو اس کی خبر دی تو وہ سب لوگ یہاں آ گئے، اس وقت ام اسماعیل پانی کے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھیں، انھوں نے کہا، کیا آپ اجازت دیں گی کہ ہم بھی آپ کے پاس ٹھہر جائیں؟ انھوں نے کہا، جی ہاں! لیکن پانی پر تمھارا قبضہ نہیں ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں آپ کی شرط منظور ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اب ام اسماعیل کو پڑوسی مل گئے، انسانوں کی موجودگی ان کے لیے دلجمعی کا باعث ہوئی۔'' پھر یہ لوگ یہاں آباد ہو گئے تو انھوں نے خاندان کے باقی افراد کو بھی یہاں بلا لیا، یہاں تک کہ یہاں ان کے کئی گھر آباد ہو گئے۔ اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو آپ نے ان سے عربی زبان سیکھی۔ جوانی کے عالم میں آپ انھیں بہت اچھے لگتے تھے، حتیٰ کہ انھوں نے اپنے خاندان کی ایک عورت سے آپ کی شادی کر دی۔ پھر کچھ عرصہ بعد اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اسماعیل علیہ السلام کی شادی ہو چکی تو ایک دفعہ ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے اہل و عیال کو دیکھنے کی خاطر تشریف لائے تو اس وقت اسماعیل گھر پر نہیں تھے۔ آپ نے ان کی بیوی سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ ہمارے لیے شکار وغیرہ لینے گئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا، تمھاری گزر بسر کیسے ہوتی ہے؟ اس نے کہا کہ بہت برا حال ہے، ہم بڑی تنگی ترشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، الغرض اس نے شکوہ و شکایت کا دفتر کھول دیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، جب تیرا شوہر گھر آئے تو اسے (میرا) سلام کہنا اور یہ پیغام دے دینا کہ وہ اپنے دروازے کی دہلیز بدل دیں۔ اسماعیل علیہ السلام گھر آئے تو انھوں نے گھر کے ماحول کو کچھ خوش گوار سا پایا اور فرمایا، کیا تمھارے پاس کوئی آیا تھا۔ اس نے کہا، جی ہاں! ایک بوڑھا آیا تھا، جس کا اس طرح کا حلیہ تھا اور اس نے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے بتا دیا، اس نے یہ بھی پوچھا کہ ہماری گزر بسر کیسے ہوتی ہے؟ تو میں نے اسے بتایا کہ ہم بڑی تنگی ترشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا، تب کیا انھوں نے کوئی پیغام بھی دیا؟ اس نے جواب دیا، جی ہاں! آپ کو سلام کہتے تھے اور یہ پیغام دیتے تھے کہ اپنے دروازے کی دہلیز بدل ڈالیں۔ اسماعیل نے فرمایا، یہ تو میرے ابا جی تھے اور انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ سے علیحدگی اختیار کر لوں، لہٰذا جاؤ اور اپنے والدین کے گھر چلی جاؤ۔ چنانچہ اسماعیل نے اسے طلاق دے دی اور پھر اسی خاندان کی ایک دوسری خاتون سے شادی کر لی۔ کچھ عرصہ بعد ابراہیم علیہ السلام پھر ملاقات کے لیے تشریف لائے تو اب بھی اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات نہ ہو سکی، بہرحال انھوں نے اسماعیل علیہ السلام کی بیوی سے آپ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ وہ ہمارے لیے شکار کرنے گئے ہیں۔ آپ نے پوچھا، تمھارا کیا حال ہے، گزر بسر کیسی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہم خیر و عافیت سے ہیں اور اس نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا، تم کیا کھاتے ہو؟ اس نے جواب دیا، گوشت۔ فرمایا، کیا پیتے ہو؟ اس نے جواب دیا، پانی۔ آپ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! ان کے لیے گوشت اور پانی میں

برکت عطا فرما۔'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''ان دنوں ان کے پاس دانے نہیں تھے، ورنہ آپ دانوں میں برکت کی دعا بھی فرماتے۔'' فرمایا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے کہ یہاں صرف گوشت اور پانی پر گزارہ ہو جاتا ہے، ورنہ مکہ کے علاوہ کوئی اور جگہ ایسی نہیں جہاں صرف ان دونوں چیزوں پر گزارہ ہو سکے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، جب تمھارا شوہر واپس آئے تو اسے میرا سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ اپنے دروازے کی دہلیز باقی رہنے دو۔ جب اسماعیل علیہ السلام گھر آئے تو انھوں نے بیوی سے پوچھا، کیا تمھارے پاس کوئی آیا تھا؟ اس نے جواب دیا، جی ہاں! ایک نہایت خوبصورت شکل و صورت کے بزرگ تشریف لائے تھے، بیوی نے آنے والے بزرگ کی تعریف کی، انھوں نے آپ کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں نے انھیں بتا دیا، پھر انھوں نے مجھ سے گزر بسر کے متعلق پوچھا تو میں نے بتایا کہ ہم خیریت سے ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا، کوئی پیغام تو نہیں دے گئے؟ اس نے جواب دیا، ہاں! وہ آپ کو سلام کہتے تھے اور یہ پیغام دیتے تھے کہ اپنے دروازے کی دہلیز کو باقی رکھنا۔ اسماعیل علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا، یہ میرے ابا جان تھے اور دہلیز سے مراد تم ہو، وہ مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں تجھے اپنے پاس ہی رکھوں۔ کچھ عرصہ گزرا تو ابراہیم علیہ السلام ملاقات کے لیے پھر تشریف لائے تو اس وقت اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب، بڑے درخت کے نیچے اپنے تیر درست کر رہے تھے۔ انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو فوراً ان کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں نے پیار و محبت کا وہ طرزِ عمل اختیار کیا جو باپ اور بیٹا آپس میں کرتے ہیں۔ پھر ابراہیم علیہ السلام فرمانے لگے، اسماعیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا، اللہ نے آپ کو جو حکم دیا اس کی تعمیل کیجیے۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا، کیا آپ بھی تعاون کریں گے؟ اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا، میں ضرور تعاون کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے ایک بلند ٹیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں اللہ تعالیٰ کے گھر کی بنیادوں کو استوار کروں، تو اس وقت ان دونوں نے بیت اللہ کی بنیاد پر عمارت تعمیر کی۔ اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام گھر بناتے تھے، حتیٰ کہ جب عمارت بلند ہو گئی تو اسماعیل علیہ السلام نے یہ پتھر لا کر رکھ دیا اور ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کا کام کرنے لگے۔ اسماعیل علیہ السلام بدستور پتھر پکڑاتے جاتے تھے اور وہ دونوں ساتھ ساتھ بیک زبان یہ بھی کہہ رہے تھے: ﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ ''اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ تعمیر کرتے رہے اور اس کے اردگرد گھوم گھوم کر یہ دعا پڑھتے رہے: ﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [البقرۃ : ۱۲۷] ''اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

[بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ﴿ یزفون ﴾ النسلان فی المشی : ۳۳٦٤۔ مصنف عبد الرزاق : ۹۱۰۷۔ مسند أحمد : ۱/ ۳٤۷، ۳٤۸، ح : ۳۲٤۹]

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ص وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾

''اے ہمارے رب! اور ہمیں اپنے لیے فرماں بردار بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک امت اپنے لیے فرماں بردار بنا اور ہمیں ہمارے عبادت کے طریقے دکھا اور ہماری توبہ قبول فرما، بے شک تو ہی نہایت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں: ① صدقہ جاریہ۔ ② وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے۔ ③ اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔'' [مسلم ، کتاب الوصیة ، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ۱٦۳۱]

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۵

''اے ہمارے رب! اور ان میں انھی میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انھیں کتاب و حکمت سکھائے اور انھیں پاک کرے، بے شک تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اہل حرم کے لیے جو آخری دعا فرمائی، وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان میں اولاد ابراہیم ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمائے، چنانچہ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمالی، ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الجمعة : ۲] ''وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیات پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔''

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا، اے اللہ کے نبی! آپ کے معاملہ میں سے کون سی نشانی سب سے پہلے ظاہر ہوئی، تو آپ نے فرمایا: ''میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی بشارت ہوں اور میری ماں نے یہ خواب دیکھا کہ ان کے وجود سے روشنی نکلی، جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔'' [مسند أحمد : ۲٦۲/۵، ح : ۲۲۳۲٤]

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَ لَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

''اور ابراہیم کی ملت سے اس کے سوا کون بے رغبتی کرے گا جس نے اپنے آپ کو بے وقوف بنا لیا، اور بے شک ہم نے اسے

دنیا میں چن لیا اور بلاشبہ وہ آخرت میں یقیناً صالح لوگوں سے ہے۔‘‘

اس آیت میں اہل کتاب اور مشرکینِ عرب کی تردید ہے، جنھوں نے ملت ابراہیمی کو چھوڑ کر اپنی اپنی ہوائے نفس کی اتباع کی۔ لہٰذا اہل کتاب اور مشرکین کو محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا کر ثابت کرنا چاہیے کہ وہ واقعی دین ابراہیمی والے دعوے میں سچے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے، نہ عیسائی اور نہ مشرک، وہ تو بس اللہ رب العالمین کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے تھے۔ ارشاد فرمایا: ﴿مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [آل عمران : ٦٧] ’’ابراہیم نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی، بلکہ ایک طرف والا فرماں بردار تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ۝ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ﴾ [الزخرف : ٢٦، ٢٧] ’’اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا بے شک میں ان چیزوں سے بالکل بری ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ سوائے اس کے جس نے مجھے پیدا کیا، پس بے شک وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ﴾ [التوبۃ : ١١٤] ’’اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا نہیں تھا مگر اس وعدہ کی وجہ سے جو اس نے اس سے کیا تھا، پھر جب اس کے لیے واضح ہو گیا کہ بے شک وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا۔ بے شک ابراہیم یقیناً بہت نرم دل، بڑا بردبار تھا۔‘‘

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۳۱ وَ وَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۳۲

’’جب اس سے اس کے رب نے کہا فرماں بردار ہو جا، اس نے کہا میں جہانوں کے رب کے لیے فرماں بردار ہو گیا۔ اور اسی کی وصیت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو کی اور یعقوب نے بھی۔ اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے تمھارے لیے یہ دین چن لیا ہے، تو تم ہرگز فوت نہ ہونا مگر اس حال میں کہ تم فرماں بردار ہو۔‘‘

اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے لیے اپنے مسلم (فرماں بردار) ہونے کا اقرار کیا اور وجہ بھی ذکر فرمائی کہ رب العالمین ہونے کی وجہ سے یہ حق اسی کا ہے۔ اگلی آیت میں ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو ’’دینِ اسلام‘‘ پر قائم رہنے کی نصیحت کی، جس کے علاوہ اللہ کے نزدیک کوئی دین قابل قبول نہیں۔

<u>يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ</u> : ’’الدِّيْنَ‘‘ سے مراد یہاں اسلام ہے، کیونکہ پچھلی آیت میں ابراہیم علیہ السلام کے اسی دین کو اختیار کرنے کا ذکر ہے۔ مسلم ہونے کی حالت میں فوت ہونا اسی وقت ممکن ہے جب بندہ ہر وقت مسلم یعنی تابع فرمان رہے، کبھی کوتاہی ہو تو فوراً توبہ کر لے، کیونکہ موت کسی وقت بھی آ سکتی

ہے۔ انبیاء کو اپنے اور اپنی اولاد کے متعلق آخری وقت مسلم ہونے کی بہت فکر رہتی تھی، کیونکہ اعمال کا دار و مدار خاتمہ پر ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٠٢] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰى ۝ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ۝ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴾ [اللیل : ٥ تا ١٠] ”پس لیکن وہ جس نے دیا اور (نافرمانی سے) بچا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔ تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا۔ تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔“

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَ لَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

”یا تم موجود تھے جب یعقوب کو موت پیش آئی، جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا میرے بعد کس چیز کی عبادت کرو گے؟ انھوں نے کہا ہم تیرے معبود اور تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے، جو ایک ہی معبود ہے اور ہم اسی کے لیے فرماں بردار ہیں۔ یہ ایک امت تھی جو گزر چکی، اس کے لیے وہ ہے جو اس نے کمایا اور تمھارے لیے وہ جو تم نے کمایا اور تم سے اس کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔“

ان آیات میں بھی یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ کی تردید ہے، جو اپنے آپ کو ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی طرف منسوب کر کے کہا کرتے تھے کہ ان کا دین بھی یہودیت، نصرانیت یا بت پرستی تھا۔ قرآن نے بتایا کہ تم ان بزرگوں پر بہتان باندھ رہے ہو، ان کا دین بھی یہی اسلام تھا، جس میں توحید اور اخلاص کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہود و نصاریٰ پر حجت تمام کرنے کے لیے یعقوب علیہ السلام کی وصیت بیان کی گئی ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹوں کو مرنے سے پہلے دین (اسلام) پر چلنے کی وصیت کی تھی، دوسرے مقام پر یہ وصیت ہر مومن کے نام بھی ہے۔

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کی مائیں (یعنی شریعتیں) مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہی ہے۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء ، باب قوله تعالٰی: ﴿ واذکر فی الکتاب مریم ﴾ :

۳۴۴۳۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل عیسٰی علیہ السلام : ۱۴۵/۲۳۶۵]

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ : یہود کو تنبیہ ہے کہ وہ انبیاء اور صلحاء کی طرف اپنی نسبت پر مغرور نہ ہوں۔ یہ نسبت تمھارے کچھ کام نہ آ سکے گی، بلکہ نجات کا دارو مدار انسان کے خود اپنے اعمال پر ہے۔ ان کے اعمال ان کے ساتھ گئے اور تمھارے اعمال تمھارے ساتھ ہوں گے۔

وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [سبا : ۲۵] ”کہہ دے نہ تم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا جو ہم نے جرم کیا اور نہ ہم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا جو تم کرتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴾ [الکھف : ۱۱۰] ”پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [التحریم : ۷] ”اے لوگو جنھوں نے کفر کیا! آج بہانے مت بناؤ، تم صرف اسی کا بدلہ دیے جاؤ گے جو تم کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴾ [الروم : ۴۴] ”جو کفر کرے سو اس کا کفر اسی پر ہے اور جو کوئی نیک عمل کرے سو وہ اپنے ہی لیے سامان تیار کر رہے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے رکھا تو اس کا حسب نسب اسے آگے نہیں لے جا سکے گا۔“ [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر : ۲۶۹۹]

وَ قَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

”اور انھوں نے کہا یہودی ہو جاؤ، یا نصرانی ہدایت پا جاؤ گے، کہہ دے بلکہ (ہم) ابراہیم کی ملت (کی پیروی کریں گے) جو ایک اللہ کا ہونے والا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔“

اہل کتاب کی ہٹ دھرمی بیان کی جا رہی ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ یہودی ہو جاؤ تو تمھیں ہدایت مل جائے گی اور نصاریٰ کہتے تھے کہ نصرانی ہو جاؤ تو تم ہدایت یاب ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان سے کہہ دیجیے کہ ہم تو ملت ابراہیم کی پیروی کرنے والے ہیں، ابراہیم علیہ السلام تو حنیف تھے، موحد تھے، یکسو تھے، وہ مشرک نہیں تھے، ارشاد فرمایا: ﴿ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۶۷] ”ابراہیم نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی، بلکہ ایک طرف والا فرماں بردار تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۹۵] ”کہہ دے اللہ نے سچ فرمایا، سو تم ابراہیم کی

ملت کی پیروی کرو، جو ایک طرف کا تھا اور وہ شرک کرنے والوں سے نہ تھا۔‘‘

قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَاۤ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

’’کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد کی طرف اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جو کتاب نازل ہوئی اس پر مفصل طور پر ایمان لائیں اور گزشتہ انبیائے کرام پر جو کتابیں نازل ہوئی تھیں ان پر مجمل طور پر ایمان رکھیں اور بغیر تفریق کے سب پر ایمان رکھیں، یہود و نصاریٰ کی طرح نہ کریں کہ کسی پر ایمان کا دعویٰ کریں اور کسی کا انکار کریں، ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ [آل عمران : ٨٤] ’’کہہ دے ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَلَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ [العنكبوت : ٤٦] ’’اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، مگر وہ لوگ جنھوں نے ان میں سے ظلم کیا اور کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور تمھاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا معبود اور تمھارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ [المائدة : ٥٩] ’’کہہ دے اے اہل کتاب! تم ہم سے اس کے سوا کس چیز کا انتقام لیتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو اس سے پہلے نازل کیا گیا اور یہ کہ بے شک تمھارے اکثر نافرمان ہیں۔‘‘

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی سنتوں کی پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی یہ آیت: ﴿قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾ [البقرة : ١٣٦] اور دوسری رکعت میں سورۂ آل عمران کی یہ آیت: ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ٥٢] ان کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر ...... الخ : ۷۲۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھا کرتے تھے اور وہ اہل اسلام کے لیے اس کا عربی میں ترجمہ کر دیتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اہل کتاب کی نہ تو تصدیق کرو اور نہ تکذیب (بلکہ صرف یہ کہو) ﴿ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى وَ عِیْسٰى وَ مَاۤ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۳۶] ''کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد کی طرف اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ قولوا امنا باللہ ﴾ : ٤٤٨٥]

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَاۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۳۷﴾

''پھر اگر وہ اس جیسی چیز پر ایمان لائیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پا گئے اور اگر پھر جائیں تو وہ محض ایک مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں، پس عنقریب اللہ تجھے ان سے کافی ہو جائے گا اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایمان والو! اگر یہ لوگ تمھاری طرح ایمان لے آئیں، یعنی بلاتفریق ہر نبی کو تسلیم کریں اور ہر نبی کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لے آئیں تو پھر یہ ہدایت پا سکتے ہیں۔ کسی نبی کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا یہ ایمان نہیں، بلکہ گمراہی اور کفر ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ۙ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓىِٕكَ سَوْفَ یُؤْتِیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴾ [النساء : ۱۵۰ تا ۱۵۲] ''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان کوئی راستہ اختیار کریں۔ یہی لوگ حقیقی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور انھوں نے ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہ کی، یہی لوگ ہیں جنھیں وہ عنقریب ان کے اجر دے گا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت

مہربان ہے۔"

﴿ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ﴾ : یعنی اگر انھوں نے محض آپ کی مخالفت اور عداوت میں آکر حق سے روگردانی کی، تو اللہ اپنے رسول سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ ان کے شر سے آپ کو محفوظ رکھے گا اور ان کو منہ کی کھانی پڑے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، کچھ لوگ قتل کر دیے گئے، کچھ قید کر لیے گئے اور کچھ جلا وطن کر دیے گئے، جس کی وجہ سے ہر طرف تتر بتر ہو گئے، اور یہ قرآن اللہ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ جیسا قرآن نے خبر دی تھی ایسا ہی وقوع پذیر ہوا۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنوقریظہ نے جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ (جو ان کے حلیف تھے) کو حکم تسلیم کر لیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا بھیجا، وہ ایک گدھے پر آئے، جب مسجد کے قریب ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا: "تم لوگ اپنے سردار کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔" پھر ان کو بتایا کہ بنوقریظہ والوں نے تمھیں حکم مان لیا ہے، تو انھوں نے فیصلہ کیا، آپ ان کے جنگ کرنے والوں کو قتل کر دیں اور ان کی اولاد کو قیدی بنا لیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نے اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔" [بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي ﷺ من الأحزاب ...... الخ : ۴۱۲۱۔ مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب جواز قتال ...... الخ : ۱۷۶۸]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنونضیر اور بنوقریظہ نے مسلمانوں سے جنگ کی، تو بنونضیر جلا وطن کر دیے گئے اور بنوقریظہ احسان کر کے چھوڑ دیے گئے۔ لیکن بنوقریظہ نے پھر مسلمانوں سے جنگ کی، تو ان کے مردوں کو قتل کر دیا گیا اور عورتوں، بچوں اور ان کی جائداد کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا گیا، سوائے ان بعض لوگوں کے جو پہلے ہی آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے تو آپ نے ان کو امن دے دیا اور وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ ان کے بعد تمام یہودِ مدینہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جلا وطن کر دیا اور مدینہ ان کے وجود سے پاک ہو گیا۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب حديث بني نضير ...... الخ : ۴۰۲۸۔ مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب إخراج اليهود و النصارى ...... الخ : ۱۷۶۶]

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝۱۳۸

"اللہ کا رنگ (اختیار کرو) اور رنگ میں اللہ سے بہتر کون ہے اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔"

یہود و نصاریٰ کا دستور تھا کہ جب وہ کسی آدمی کو اپنے مذہب میں داخل کرنا چاہتے، یا اپنے بچوں کو ایک خاص عمر میں پہنچنے کے بعد یہودیت یا نصرانیت کی تلقین کرتے تو کہتے کہ ہم نے اس پر اپنے مذہب کا رنگ چڑھا دیا۔ نصرانیوں نے اس کے لیے ایک زرد پانی ایجاد کیا تھا، جس میں وہ اپنے بچوں کو اور ہر اس شخص کو جو ان کے مذہب میں داخل ہونا چاہتا تھا، غسل دیتے تھے۔ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ تمھارا یہ عمل کوئی معنی نہیں رکھتا،

اصلی رنگ تو اللہ کا رنگ ہے اور وہ دین اسلام ہے، اسی میں اپنے آپ کو رنگو اور اس کو اپنی زندگی میں جاری و ساری کرو، کیونکہ جس طرح رنگ کپڑے کے ہر جزو میں پیوست ہو جاتا ہے، اسی طرح اسلام اپنے ماننے والوں کی حالت کو یکسر بدل دیتا ہے۔

وَنَحۡنُ لَهُۥ عَٰبِدُونَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَالۡمَسِيۡحَ ابۡنَ مَرۡيَمَ ۚ وَمَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبۡحٰنَهٗ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴾ [التوبة : ۳۱] ''انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں، کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

قُلۡ اَتُحَآجُّوۡنَنَا فِى اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمۡ ۚ وَلَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ ۚ وَنَحۡنُ لَهٗ مُخۡلِصُوۡنَ ۙ ﴿۱۳۹﴾

''کہہ دے کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو، حالانکہ وہی ہمارا رب اور تمھارا رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال اور ہم اسی کے لیے خالص کرنے والے ہیں۔''

وَلَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ : اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تعلیم دی کہ مشرکین اہل کتاب آپ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں تو آپ جھگڑا ختم کرتے ہوئے کہیے کہ تم کیسے لوگ ہو جو اللہ کی توحید و اخلاص اور اس کے اوامر و نواہی پر عمل کرنے میں مجھ سے جھگڑتے ہو، حالانکہ وہ ہمارا اور تمھارا سب کا رب ہے۔ اس کے بعد اللہ نے آپ کو تعلیم دی کہ آپ ان سے براءت کا اعلان کر دیں کہ اگر تم شرک پر جمے رہے تو ہم ایک دوسرے سے بری ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقُلْ لِّىۡ عَمَلِىۡ وَلَـكُمۡ عَمَلُكُمۡ ۚ اَنۡتُمۡ بَرِيۡٓـــُٔوۡنَ مِمَّاۤ اَعۡمَلُ وَاَنَا بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴾ [يونس : ٤١] ''اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے میرے لیے میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمھارا عمل، تم اس سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں جو تم کر رہے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقُلۡ اٰمَنۡتُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنۡ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَيۡنَكُمۡ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمۡ ؕ لَنَاۤ اَعۡمَالُـنَا وَلَـكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ ؕ لَا حُجَّةَ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ ؕ اَللّٰهُ يَجۡمَعُ بَيۡنَنَا ۚ وَاِلَيۡهِ الۡمَصِيۡرُ ﴾ [الشورىٰ : ۱۵] ''کہہ دے کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل فرمائی میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا رب اور تمھارا رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِنۡ حَآجُّوۡكَ فَقُلۡ اَسۡلَمۡتُ وَجۡهِىَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ﴾ [آل عمران : ۲۰] ''پھر اگر وہ تجھ سے جھگڑا کریں

تو کہہ دے میں نے اپنا چہرہ اللہ کے تابع کر دیا اور اس نے بھی جس نے میری پیروی کی۔"

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾

"یا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی تھے یا عیسائی؟ کہہ دے کیا تم زیادہ جاننے والے ہو یا اللہ؟ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے وہ شہادت چھپالی جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے تھی اور اللہ ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔"

یہودیت اپنے موجودہ نظریات وعقائد کے مطابق موسیٰ علیہ السلام کے بہت بعد اور نصرانیت اپنے مخصوص نظریات وعقائد کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کے بہت بعد وجود میں آئی۔ یہود و نصاریٰ کے عالم لوگ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد اس یہودیت و نصرانیت سے، بلکہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے بھی بہت پہلے ہوئے ہیں۔ مگر یہود و نصاریٰ کے علماء نے عوام کے ذہن میں یہ بات پختہ کر دی تھی کہ یہ تمام انبیاء یہود کے قول کے مطابق یہودی تھے اور نصاریٰ کے قول کے مطابق نصرانی تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علمائے یہود و نصاریٰ کی اس بد دیانتی کو ظاہر فرمایا ہے اور شہادت چھپانے کے مجرم قرار دے کر انھیں سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَ لَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ ع ۱۶

"یہ ایک امت تھی جو گزر چکی، اس کے لیے وہ ہے جو اس نے کمایا اور تمھارے لیے وہ جو تم نے کمایا اور تم سے اس کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔"

اس آیت میں دوبارہ تنبیہ فرمائی کہ نجات کا تعلق تو اپنی کمائی اور اپنے عمل پر ہے، اگر نجات چاہتے ہو تو انبیاء و صالحین کی طرح خود عمل کرو، ورنہ محض ان کی طرف نسبت کر کے اور ان کی کرامتیں بیان کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کے عمل نے اسے پیچھے رکھا اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکے گا۔" [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن و علی الذکر : ۲۶۹۹۔ أبو داوٗد، کتاب العلم، باب فی فضل العلم : ۳۶۴۳]

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾

''عنقریب لوگوں میں سے بے وقوف کہیں گے کس چیز نے انھیں ان کے اس قبلہ سے پھیر دیا جس پر وہ تھے؟ کہہ دے اللہ ہی کے لیے مشرق و مغرب ہے، وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے، پھر آپ کو بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ اس پر یہود، منافقین اور مشرکین سبھی نے اعتراض شروع کر دیے کہ اگر وہ پہلا قبلہ درست تھا تو اسے بدلنے کی کیا ضرورت تھی اور اگر یہ درست ہے تو اتنی دیر ادھر منہ کیوں رکھا گیا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ یہ لوگ بے وقوفی کی وجہ سے ایسی باتیں کہہ رہے ہیں۔ مشرق یا مغرب کی اپنی کوئی حیثیت نہیں کہ ان کی طرف منہ کرنا باعث ثواب ہو بلکہ اصل چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرماں برداری ہے، کیونکہ مشرق و مغرب دونوں کا مالک وہی ہے، وہ جب چاہے جدھر کو چاہے منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دے سکتا ہے۔ ہمارا کام حکم ماننا ہے۔ صراط مستقیم وہی ہے جس کا وہ حکم دے، مگر اس پر چلنے کی توفیق وہ جسے چاہے دیتا ہے۔ جو اس توفیق سے محروم ہیں وہ بے وقوفی میں بے کار باتیں بناتے رہتے ہیں۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے وقوف لوگوں نے اعتراض کیا اور یہ یہودی تھے: ﴿مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''کس چیز نے انھیں ان کے اس قبلہ سے پھیر دیا جس پر وہ تھے؟ کہہ دے اللہ ہی کے لیے مشرق و مغرب ہے، وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔'' [بخاری ، کتاب الصلوۃ، باب التوجہ نحو القبلۃ: ۳۹۹]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں بلکہ تمام اہل کتاب کو رسول اللہ ﷺ کا بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بہت اچھا معلوم ہوتا تھا، لیکن جب آپ نے اپنا منہ بیت اللہ کی طرف کر لیا تو انھیں یہ بات بہت بری معلوم ہوئی۔ [بخاری، کتاب الإیمان ، باب الصلٰوۃ من الإیمان : ۴۰]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (مدینہ منورہ میں) سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی، لیکن آپ کو پسند یہ تھا کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ ہو۔ آپ نے عصر کی نماز پڑھائی (اور بیت اللہ کی طرف رخ کر کے آپ نے جو سب سے پہلی نماز ادا فرمائی وہ نماز عصر تھی) صحابہ کرام نے آپ کے ساتھ مل کر یہ نماز ادا کی، پھر ان میں سے ایک شخص ایک مسجد والوں کے پاس سے گزرا، وہ بھی نماز (عصر) ادا کر رہے تھے اور وہ اس وقت حالت رکوع میں تھے، اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ

مکہ (یعنی بیت اللہ) کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی ہے تو ان لوگوں نے حالتِ نماز ہی میں بیت اللہ کی طرف رخ پھیر لیا۔ بہت سے لوگ تھے جنھوں نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی مگر وہ تحویل قبلہ کے حکم سے پہلے ہی شہید ہو گئے اور ہم نہیں جانتے تھے کہ ان کے بارے میں کیا کہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [البقرة : ١٤٣] ''اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ تمھارا ایمان ضائع کر دے۔ بے شک اللہ لوگوں پر یقیناً بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالی: ﴿ سیقول السفهاء من الناس ﴾ : ٤٤٨٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے متعلق فرمایا: ''ان کو ہمارے بارے میں کسی اور چیز کی وجہ سے اس قدر حسد نہیں ہے جس قدر جمعہ کے دن کی وجہ سے حسد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی ہدایت فرمائی اور یہ اس سے محروم رہے اور قبلہ کی وجہ سے حسد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی ہدایت فرمائی اور یہ لوگ اس سے بھی محروم رہے اور ہم جو امام کے پیچھے آمین کہتے ہیں اس کی وجہ سے بھی یہ ہم سے حسد کرتے ہیں۔'' [مسند أحمد : ٦/ ١٣٤، ١٣٥، ح : ٢٥٠٨٢]

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤٣﴾

''اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے اور ہم نے وہ قبلہ جس پر تو تھا، مقرر نہیں کیا تھا مگر اس لیے کہ ہم جان لیں کون اس رسول کی پیروی کرتا ہے، اس سے (جدا کر کے) جو اپنی دونوں ایڑیوں پر پھر جاتا ہے اور بلاشبہ یہ بات یقیناً بہت بڑی تھی مگر ان لوگوں پر جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ تمھارا ایمان ضائع کر دے۔ بے شک اللہ لوگوں پر یقیناً بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں امت مسلمہ کی فضیلت و بڑائی بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مسلمانو! جس طرح ہم نے تمھیں ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی طرف پھیر دیا، جو سب سے افضل قبلہ ہے، اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر، معتدل اور صاحبِ عدالت امت بنایا ہے اور تمھیں وہ دین دیا ہے، جو کامل اور واضح دین ہے، جس میں نہ یہودیت کا تشدد ہے اور نہ نصرانیت کی ڈھیل۔

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ﴾: اس سے تین طرح کی شہادت مراد ہے، پہلی یہ کہ رسول اللہ ﷺ شہادت دیں گے کہ انھوں نے صحابہ تک پیغام حق پہنچا دیا، صحابہ تابعین پر اور اسی طرح امت کا ہر طبقہ آنے والوں پر یہ شہادت دے گا اور اس امت کے افضل ہونے کا سبب بھی یہی ہے کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ [آل عمران : ١١٠] ”تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ﴾ [الحج : ٧٨] ”اسی نے تمھیں چنا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، اپنے باپ ابراہیم کی ملت کے مطابق چلو۔ اسی نے تمھارا نام مسلمین رکھا، اس سے پہلے اور اس (کتاب) میں بھی، تاکہ رسول تم پر شہادت دینے والا بنے اور تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا: ”لوگو! تم اللہ کے سامنے اکٹھے کیے جانے والے ہو اور میری امت کے کچھ لوگوں کو بائیں طرف لے جایا جائے گا تو میں کہوں گا، اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں، تو کہا جائے گا آپ نہیں جانتے انھوں نے آپ کے بعد کیا نیا کام کیا تھا؟ تو میں کہوں گا جیسے صالح بندے (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا تھا: ﴿ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ﴾ [المائدۃ : ١١٧] ”اور میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگران تھا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و كنت عليهم شهيدًا ...... الخ ﴾ : ٤٦٢٥]

یہی بات جب آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھی کہ کیا میں نے اللہ کا پیغام آپ لوگوں تک پہنچا دیا؟ تو سب نے کہا، بے شک آپ نے پہنچا دیا۔ [بخاری، کتاب الحج، باب خطبة أيام منًى : ١٧٤١]

دوسری شہادت، وہ شہادت ہے جو امت مسلمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے خبر دینے کی بنا پر پہلی امتوں پر دے گی کہ ان کے انبیاء نے اللہ کے احکام ان تک پہنچا دیے تھے، جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن نوح علیہ السلام اور ان کی امت کو بلایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے پوچھے گا، کیا آپ نے دین پہنچا دیا تھا؟ وہ فرمائیں گے ہاں! اے میرے رب! پھر ان کی قوم کو بلا کر پوچھا جائے گا، کیا تم کو نوح (علیہ السلام) نے (دین) پہنچا دیا تھا؟ تو وہ جواب دے گی کہ نہیں، ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا تو نوح علیہ السلام سے کہا جائے گا کہ آپ کا کوئی گواہ ہے؟ وہ جواب دیں گے، محمد ﷺ اور ان کی امت میری گواہ ہے۔ چنانچہ ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے پیغام پہنچا دیا تھا اور یہی مفہوم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا ہے: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلٰى

النَّاسِ ﴾" [البقرة : ۱٤٣] [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء ، باب قول الله عزوجل : ﴿ ولقد أرسلنا نوحا إلی قومه ﴾ : ۳۳۳۹]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن کوئی نبی آئے گا اور اس کے ساتھ صرف ایک آدمی ہوگا اور کسی کے ساتھ دو یا دو سے زیادہ آدمی ہوں گے۔ پھر اس کی قوم کو بلایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا، کیا اس نبی نے تم تک (دین) پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے نہیں۔ پھر اس نبی سے کہا جائے گا کیا آپ نے اپنی قوم کو (دین) پہنچا دیا تھا؟ وہ فرمائیں گے ہاں! ان سے پوچھا جائے گا کہ آپ کا گواہ کون ہے؟ وہ جواب دیں گے کہ میرے گواہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت ہیں۔ پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا اس نبی نے اپنی قوم کو (دین) پہنچا دیا تھا؟ تو وہ جواب دیں گے ہاں! پہنچا دیا تھا۔ تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تمھیں اس بات کا کیسے علم ہوا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہمارے پاس جب ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے ہمیں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں نے (اللہ کے دین کو) پہنچا دیا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾" [البقرة:١٤٣] وسط کے معنی عدل کے ہیں۔ [مسند أحمد : ۳/ ٥٨، ح : ١١٥٦٤]

تیسری شہادت دنیا ہی میں مسلمانوں کی کسی کے حق میں نیک یا بد ہونے کی شہادت ہے، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام ایک جنازے کے پاس سے گزرے اور اس کی اچھائی بیان کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "واجب ہوگئی۔" پھر ایک دوسرے جنازے کے پاس سے گزرے تو اس کی برائی بیان کی۔ آپ نے فرمایا: "واجب ہوگئی۔" سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا: "تم لوگوں نے اس کی اچھائی بیان کی تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور اس کی برائی بیان کی تو اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی۔ تم زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔" [بخاری، کتاب الجنائز ، باب ثناء الناس علی المیت : ١٣٦٧]

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ : یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم نے آپ کو پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا، پھر کعبہ کی طرف پھیر دیا، تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون آپ کی اتباع کرتا ہے اور کون اپنے دین سے پھر جاتا ہے، کیونکہ اب بیت المقدس کے بجائے کعبہ کی طرف متوجہ ہونا مومنین وصادقین کے علاوہ کفار اور منافقین پر بڑا شاق گزرے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، اس امتحان میں کئی لوگ ناکام رہے، کچھ لوگ مرتد ہو گئے، اور بہت سے منافقین نے اپنا نفاق ظاہر کر دیا اور کہنے لگے، کیا بات ہے کہ محمد ہمیں کبھی ادھر پھیرتا ہے اور کبھی ادھر؟ مشرکین نے کہا کہ محمد کو اپنے دین میں شک ہوگیا ہے۔ انھی بھانت بھانت کی بولیوں کے درمیان بعض مسلمانوں نے بھی کہنا شروع کر دیا کہ ہم نے اور ہمارے

فوت شدہ بھائیوں نے جو نمازیں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھی تھیں، وہ سب ضائع ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اطمینان دلاتے ہوئے فرمایا کہ تمھاری وہ نمازیں ضائع نہیں ہوئیں۔ اللہ اپنے بندوں پر مہربانی اور رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبلہ کو نبی کریم ﷺ کی فرماں برداری میں ترک کرنا اللہ تعالیٰ کے ہدایت یافتہ لوگوں کے سوا دوسروں کے لیے مشکل تھا، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ مسجد قبا میں نماز صبح ادا کر رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ (آج رات) نبی ﷺ پر قرآن نازل ہوا ہے اور آپ کو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تو یہ سنتے ہی وہ سب لوگ کعبہ رخ ہو گئے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالی: ﴿ وما جعلنا القبلة التی کنت علیها إلا لنعلم من یتبع الرسول ﴾ : ۴۴۸۸]

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کچھ لوگ فوت ہو گئے، جنھوں نے بیت المقدس ہی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی تو لوگوں نے کہا کہ ان کا اس سلسلے میں کیا حال ہو گا؟ تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ﴾ ''اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ تمھارے ایمان ضائع کر دے۔'' یعنی تمھاری پہلی نمازیں اللہ کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالی: ﴿ سیقول السفهاء من الناس ﴾ : ۴۴۸۶]

﴿اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ : سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے، قیدیوں میں ایک عورت بھی تھی، جس کا پستان دودھ سے بھرا ہوا تھا (اس کا بچہ گم تھا) اور وہ (اس کی تلاش میں) سرگرداں تھی، اتنے میں اس نے قیدیوں میں ایک بچے کو پا لیا تو جھٹ سے اسے اپنے پیٹ سے لگا لیا اور اس کو دودھ پلانے لگی، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بیٹے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟'' ہم نے عرض کیا، نہیں، اللہ کی قسم! یہ کبھی اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈال سکتی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس قدر یہ عورت اپنے بچے کے لیے رحم دل ہے اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الولد و تقبیله و معانقته : ۵۹۹۹۔ مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة الله : ۲۷۵۴]

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

''یقیناً ہم تیرے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں، تو ہم تجھے اس قبلے کی طرف ضرور پھیر دیں گے جسے تو پسند کرتا ہے، سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے اور تم جہاں بھی ہو سو اپنے چہرے اس کی طرف پھیر لو اور بے شک وہ

لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے یقیناً جانتے ہیں کہ بے شک ان کے رب کی طرف سے یہی حق ہے اور اللہ اس سے ہر گز غافل نہیں جو وہ کر رہے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ کا قبلہ ہونا اس قدر پسند تھا کہ قبلہ بدلنے کی امید میں بار بار آسمان کی طرف دیکھتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور رسول اللہ ﷺ کی تمنا پوری ہوئی، جیسا کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خواہش تھی کہ آپ کا قبلہ مسجد حرام ہو جائے۔ [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب التوجہ نحو القبلۃ : ۳۹۹]

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ : یہ قبلہ بدلنے کا اصل حکم ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن لوگ مسجد قبا میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا، اس نے کہا رسول اللہ ﷺ پر آج رات کو قرآن اترا ہے اور آپ کو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے تم کعبہ کی طرف منہ کر لو۔ ان لوگوں کا منہ شام کی طرف تھا (یعنی بیت المقدس کی طرف، یہ سن کر) سب نے (اسی حالت میں) گھوم کر اپنا منہ کعبہ کی طرف کر لیا۔ [بخاری ، کتاب التفسیر ، باب : ﴿ الذین اتینهم الکتب یعرفونه ...... الخ ﴾ : ۴۴۹۱]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے ایک شخص ایک مسجد کے پاس سے گزرا، اہل مسجد اس وقت رکوع میں تھے، اس شخص نے کہا، میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ یہ سن کر تمام لوگ حالت رکوع ہی میں کعبہ کی طرف گھوم گئے۔ [بخاری، کتاب التفسیر ، باب ﴿سیقول السفھاء من الناس﴾ : ۴۴۸۶۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فی تحویل القبلۃ: ۵۲۵]

وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ : یہود اپنے انبیاء کی تصریحات کے ذریعے، جو ان کی کتابوں میں موجود تھیں، رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت کی صفات کو اچھی طرح جانتے تھے، نیز یہ بھی پڑھتے تھے کہ خاتم النبیین کا قبلہ کعبہ ہو گا، لیکن حسد و عناد کی وجہ سے جہاں انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی دوسری صفات کا انکار کیا، وہاں کعبہ کے قبلہ ہونے کا بھی انکار کیا۔ اسی لیے اللہ نے انھیں دھمکی دی کہ اللہ ان کے کرتوتوں سے غافل نہیں ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے فرمایا: ”اے یہودیوں کی جماعت! تمھاری خرابی ہو، اللہ سے ڈرو، اس ذات کی قسم، جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں! تم بے شک جانتے ہو کہ یقیناً میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور یہ کہ میں تمھارے پاس حق لے کر آیا ہوں، لہٰذا اسلام قبول کر لو۔“ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ھجرۃ النبی ﷺ ...... الخ : ۳۹۱۱]

وَ لَىِٕنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَ مَا

بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٥﴾

''اور یقیناً اگر تو ان لوگوں کے پاس جنھیں کتاب دی گئی ہے، ہر نشانی بھی لے آئے وہ تیرے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے اور نہ تو کسی صورت ان کے قبلے کی پیروی کرنے والا ہے اور نہ ان کا بعض کسی صورت بعض کے قبلے کی پیروی کرنے والا ہے اور یقیناً اگر تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی، اس علم کے بعد جو تیرے پاس آیا ہے، تو بے شک تو اس وقت ضرور ظالموں سے ہوگا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے کفر و عناد اور ان کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کی ہر معاملہ میں مخالفت کی اطلاع دی ہے اور نبی کریم ﷺ کو اس بات کی خبر دی ہے کہ اگر آپ اپنے دین کی صداقت پر تمام دلیلیں اکٹھی کر کے ان یہود و نصاریٰ کے سامنے پیش کر دیں تب بھی یہ آپ کی اتباع نہیں کریں گے اور اپنی خواہشات کی غلامی سے آزاد نہیں ہوں گے، کیونکہ ان کا کفر کسی شبہ کی وجہ سے نہیں ہے، جسے دلائل کے ذریعے دور کیا جا سکے، یہ تو صرف کبر و عناد کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں۔

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ : یعنی وہ کعبہ کے قبلہ ہونے کو خوب جانتے ہیں، مگر ان کا عناد اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ آپ کی حقانیت پر خواہ دنیا بھر کے دلائل پیش کر دیں، وہ آپ کے قبلہ کو تسلیم نہیں کریں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴾ [یونس : ۹۶، ۹۷] ''بے شک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی، وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ٦] ''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، ان پر برابر ہے، خواہ تو نے انھیں ڈرایا ہو، یا انھیں نہ ڈرایا ہو، ایمان نہیں لائیں گے۔''

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ : یہود و نصاریٰ کے مذہب کو (أھواء) یعنی خواہشاتِ نفس سے تعبیر کیا گیا ہے، اس لیے کہ ان کا مذہب ان کی خواہشات کے مجموعے کا نام ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ﴾ [المائدۃ : ٤٨] ''اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر، اس سے ہٹ کر جو حق میں سے تیرے پاس آیا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴾ [البقرۃ : ١٢٠] ''اور تجھ سے یہودی ہرگز راضی نہ ہوں گے اور نہ نصاریٰ، یہاں تک کہ تو ان کی ملت کی پیروی کرے۔ کہہ دے بے شک اللہ کی ہدایت ہی

اصل ہدایت ہے۔ اور اگر تو نے ان کی خواہشات کی پیروی کی، اس علم کے بعد جو تیرے پاس آیا ہے، تو تیرے لیے اللہ سے (چھڑانے میں) نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔" اور فرمایا: ﴿ وَ لَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا وَاقٍ ﴾ [الرعد : ۳۷] "اور یقیناً اگر تو نے ان کی خواہشات کی پیروی کی، اس کے بعد جو تیرے پاس علم آچکا تو اللہ کے مقابلے میں نہ تیرا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔"

اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ : اس آیت میں اگرچہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے مگر مراد امت ہے، علماء اور عوام سب اس میں شامل ہیں، کیونکہ اگر رسول اللہ ﷺ ایسا کریں تو ظالموں سے ہو جائیں تو امتی تو ایسا کرنے سے بالاولیٰ ظالموں سے ہوں گے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۱۴۶ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝۱۴۷ ع

"وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی، اسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بے شک ان میں سے کچھ لوگ یقیناً حق کو چھپاتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ یہ حق تیرے رب کی طرف سے ہے، پس تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔"

يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ : اس میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اہل کتاب کو رسول اللہ ﷺ کے رسول ہونے پر ایسے ہی یقین ہے، جیسے انھیں اپنی صلبی اولاد کے بارے میں یقین ہے کہ یہ ہماری اولاد ہے، اور یہ یقین انھیں ان اوصاف کے ذریعے حاصل ہو چکا ہے جو تورات و انجیل میں نبی موعود کے بارے میں موجود ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۰] "وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی وہ اسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، سو وہ ایمان نہیں لاتے۔"

سیدنا سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے کچھ عرصہ پہلے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک مجلس میں موت کے بعد اٹھائے جانے، قیامت اور جنت و جہنم کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ مشرک اٹھائے جانے پر یقین نہیں رکھتے، پھر اس نے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس طرف سے ایک نبی مبعوث کیا جائے گا۔ لوگوں نے سوال کیا کہ وہ نبی کب مبعوث ہوگا؟ تو اس نے میری طرف دیکھا اور میں سب سے چھوٹا تھا، اس نے کہا کہ اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو اس کے زمانے کو پا لے گا۔ سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث کیا اور میں زندہ تھا، ہم تو اس رسول پر ایمان لے آئے لیکن اس نے حسد و بغض کی وجہ سے انکار کر دیا، ہم نے کہا،

ہلاکت ہو تیرے لیے، اے فلاں! کیا تو نے اس نبی کے بارے میں اس اس طرح نہیں کہا تھا؟ تو اس نے کہا کہ کہا تھا لیکن یہ وہ نبی نہیں۔ [مسند أحمد : ٣/٤٦٧، ح : ١٥٨٤٧]

اگلی آیت میں فرمایا کہ یہود و نصاریٰ جو بات چھپا رہے ہیں وہی حق ہے، نہ کہ وہ جس کا وہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ اس لیے آپ ان کے اس مکر و فریب سے متاثر ہو کر کسی شک و شبہ کا شکار نہ ہوں۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾

''اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے، جس کی طرف وہ منہ پھیرنے والا ہے، سو نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، تم جہاں کہیں ہو گے اللہ تمھیں اکٹھا کر کے لے آئے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ اگرچہ کعبہ تھا مگر بعد میں ہر ایک نے اپنی مرضی سے کسی نہ کسی سمت کو اپنا قبلہ مقرر کر لیا۔ چنانچہ یہود نے بیت المقدس کے صخرہ کو قبلہ قرار دے دیا اور نصاریٰ نے بیت المقدس کی مشرقی جانب کو۔ اب تمھارے لیے کعبہ کو قبلہ مقرر کر دیا گیا، اس لیے ان لوگوں سے اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں کہ کون سی سمت افضل ہے، اصل چیز نیکیوں میں سبقت ہے اس کا اہتمام کرو، کیونکہ تم جہاں بھی ہو گے تمھیں اللہ کے حضور پیش ہونا پڑے گا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ﴾ [المائدۃ : ٤٨] ''تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمھیں ایک امت بنا دیتا اور لیکن تاکہ وہ تمھیں اس میں آزمائے جو اس نے تمھیں دیا ہے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹ کر جانا ہے۔''

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ : خیرات سے مراد وہ تمام اعمال صالحہ ہیں جن کے ذریعہ دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کی جا سکتی ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ تمھارا شیوہ ہر خیر اور ہر بھلائی کی طرف سبقت کرنا ہونا چاہیے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص سڑک پر جا رہا تھا، اس نے سڑک پر ایک خاردار ٹہنی دیکھی اور اسے وہاں سے اٹھا لیا تو اللہ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اسے بخش دیا۔'' [بخاري، كتاب المظالم، باب من أخذ الغصن وما يؤذي الناس في الطريق فرمى به : ٢٤٧٢۔ مسلم ، كتاب البر والصلة ، باب فضل إزالة الأذى عن الطريق : ١٩١٤ ، بعد الحديث : ٢٦١٧]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص کسی راستہ پر چلا جا رہا تھا، اسے شدت کی پیاس لگی، اس کو ایک کنواں دکھائی دیا، وہ اس میں اترا اور پانی پیا، پھر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے

اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ کھا رہا ہے، اس آدمی نے سوچا، اس کتے کو بھی ایسی ہی پیاس لگ رہی ہے جیسی کہ مجھے لگ رہی تھی، وہ پھر کنویں میں اترا، اپنے موزے میں پانی بھرا، پھر اس کو اپنے منہ سے پکڑا اور کتے کو پانی پلایا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اس کو بخش دیا۔'' صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کیا جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا بھی ہمیں اجر ملے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر تر جگر رکھنے والے کے ساتھ حسن سلوک کا اجر ملے گا۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم: ۶۰۰۹]

وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَ اِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۤ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۤ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِيْ ۤ وَ لِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

''اور تو جہاں سے نکلے سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے اور بلاشبہ یقیناً یہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔ اور تو جہاں سے نکلے سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے اور تم جہاں کہیں ہو سو اپنے چہرے اس کی طرف پھیر لو، تاکہ لوگوں کے پاس تمھارے خلاف کوئی حجت نہ رہے، سوائے ان کے جنھوں نے ان میں سے ظلم کیا ہے، سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں اور تاکہ تم ہدایت پاؤ۔''

مسلمانوں کا قبلہ کعبہ بن جانے کے بعد مدینہ منورہ میں ایک فتنہ برپا ہو گیا، اہل کتاب، منافقین اور مشرکین نے طرح طرح کی باتیں بنانا شروع کر دیں اور مختلف قسم کے شکوک و شبہات پھیلانا شروع کر دیے۔ ایسی فضا کو ختم کرنے اور مسلمانوں کے دل و دماغ میں یہ بات بٹھانے کے لیے کہ کعبہ اب ابد الآباد تک کے لیے مسلمانوں کا قبلہ ہے، ضرورت اس بات کی تھی کہ مختلف اسالیب اور مختلف پیرائے میں یہ بات انھیں سمجھا دی جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو بیان کرنے کے لیے تکرار کا اسلوب اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنے نبی کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ سفر و حضر میں کہیں بھی ہوں، نماز میں اپنا رخ کعبہ کی طرف کریں اور یہ حکم تمام مسلمانوں کے لیے تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے تمام امتِ مسلمہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم لوگ جہاں کہیں بھی رہو نماز میں مسجد حرام کی طرف رخ کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مزید تاکید کے لیے فرمایا کہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویلِ قبلہ اللہ کی طرف سے ہے۔

یہ سب اللہ نے اس لیے کیا کہ اہل کتاب اور مشرکین کے پاس نبی کریم ﷺ کے خلاف باتیں بنانے کا بہانہ باقی نہ رہے، کیونکہ اہل کتاب اپنی کتابوں کے ذریعے جانتے تھے کہ خاتم النبیین کا قبلہ کعبہ ہوگا، اگر بیت المقدس ہی قبلہ رہ جاتا تو اہل کتاب کو حیرانی ہوتی اور دل میں رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں شک کرتے اور مشرکین کہتے کہ محمد دعویٰ کرتا ہے کہ

وہ ملتِ ابراہیم پر گامزن ہے اور اس کی اولاد میں سے ہے تو پھر ابراہیم کا قبلہ کیوں اختیار نہیں کرتا؟ لہٰذا کعبہ کے قبلہ ہو جانے کے بعد سب کی زبانیں گنگ ہو گئیں، سوائے چند ظالموں کے جنھیں کوئی نہ کوئی بات بناتے رہنا تھا۔

اس کے بعد اللہ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ تم لوگ ان کی فتنہ انگیزیوں سے نہ گھبراؤ، تم مجھ سے ڈرو اور میرے حکم کی مخالفت نہ کرو، میں چاہتا ہوں کہ اپنی نعمت تم پر تمام کر دوں اور تم لوگ حق کو پہچان کر اس پر عمل کرو۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

”جس طرح ہم نے تم میں ایک رسول تمھی سے بھیجا ہے، جو تم پر ہماری آیات پڑھتا اور تمھیں پاک کرتا اور تمھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور تمھیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! اگر آج ہم نے تمھیں کعبہ بطور قبلہ عنایت کیا ہے اور شریعتِ اسلامیہ جیسی نعمت سے نوازا ہے تو ہم نے اس سے پہلے تمھارے پاس اپنا رسول بھیجا ہے جو تمھی میں سے ہے، تمھیں قرآن پڑھ کر سناتا ہے، بے مثال تربیت کے ذریعے تمھیں دینی اور اخلاقی خرابیوں سے پاک کرتا ہے اور قرآن و سنت کی تعلیم دیتا ہے، نیز وہ تمام اچھی باتیں سکھاتا ہے جو تم جانتے نہ تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾ [آل عمران : ١٦٤] ”بلاشبہ یقیناً اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا جب اس نے ان میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان پر اس کی آیات پڑھتا اور انھیں پاک کرتا اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ [الجمعة : ٢] ”وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیات پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔“

فَاذْكُرُوْنِيْۤ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ ع ۱۸/۵ ۲

”سو تم مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری مت کرو۔“

فَاذْكُرُوْنِيْۤ اَذْكُرْكُمْ : یعنی میں نے اپنے رسول اور اس کے ذریعے نعمت پوری کرنے کا انعام تم پر کیا ہے، سو تم پر بھی لازم ہے کہ تم مجھے یاد کرو اور یاد رکھو۔ ذکر کا معنی زبان سے یاد کرنا بھی ہے اور دل اور عمل سے بھی۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ [الأحزاب : ٣٥] ”اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان کے لیے اللہ نے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“ اور فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴾ [الأحزاب : ٤١] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کو یاد کرو، بہت یاد کرنا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ مجھے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ کسی مجمع میں مجھے یاد کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ ایک بالشت میرے نزدیک ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے نزدیک ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ نزدیک ہو تو میں دو ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ چلتا ہوا میرے پاس آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ و یحذرکم اللہ نفسہ ...... الخ ﴾ : ٧٤٠٥]

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو شخص اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا ان دونوں کی مثال ایسی ہے جیسی مثال زندہ اور مردہ کی۔'' [بخاری ، کتاب الدعوات ، باب فضل ذکر اللہ عزوجل : ٦٤٠٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو اہل ذکر کو تلاش کرتے ہوئے راستوں پر گھومتے رہتے ہیں، پھر جب وہ ایسے لوگوں کو تلاش کر لیتے ہیں جو اللہ کا ذکر کر رہے ہوتے ہیں، تو وہ ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ اپنی مراد پانے کے لیے اس طرف آؤ، پھر وہ ذکر کرنے والوں کو اپنے پروں سے آسمان دنیا تک ڈھانک لیتے ہیں۔ (پھر جب وہ اپنے رب کے پاس جاتے ہیں) تو ان کا رب ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ ان سے زیادہ واقف ہوتا ہے کہ میرے بندے کیا کر رہے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں وہ تیری تسبیح، تکبیر، تحمید اور تمجید بیان کر رہے ہیں۔ اللہ پوچھتا ہے کیا انھوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں اللہ کی قسم! انھوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ اللہ پوچھتا ہے اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ان کی کیفیت کیا ہوتی؟ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو اور زیادہ شدت سے تیری عبادت کرتے، اور زیادہ شدت سے تیری تمجید کرتے اور اور زیادہ کثرت سے تیری تسبیح بیان کرتے۔ اللہ فرماتا ہے، وہ مجھ سے کیا سوال کرتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں، وہ تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے، انھوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں، اے رب! اللہ کی قسم! انھوں نے جنت کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ دیکھ لیتے تو ان کی کیفیت کیا ہوتی؟ فرشتے کہتے ہیں، پھر وہ جنت کی اور زیادہ حرص اور طلب کرتے اور ان کو اور زیادہ اس کی رغبت ہوتی، پھر اللہ پوچھتا ہے، وہ کس چیز سے میری پناہ طلب کر رہے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں، دوزخ سے۔ اللہ پوچھتا ہے کہ کیا انھوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، اللہ کی قسم! انھوں نے دوزخ کو نہیں دیکھا۔ اللہ فرماتا ہے کہ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو ان کا حال کیا ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں، اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو اور

زیادہ اس سے بھاگتے اور ڈرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اے فرشتو!) میں تمھیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے انھیں بخش دیا۔ ان میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے، فلاں شخص ان میں شامل نہیں تھا، وہ تو کسی کام سے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا (رحمت سے) محروم نہیں رہتا۔'' [بخاری ، کتاب الدعوات ، باب فضل ذکر الله تعالیٰ : ٦٤٠٨۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل مجالس الذکر : ٢٦٨٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مُفَرِّدُوْنَ آگے بڑھ گئے۔'' لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! مُفَرِّدُوْنَ کون لوگ ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الحث علی الذکر : ٢٦٧٦]

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ایک حلقہ کے پاس گئے، آپ نے فرمایا: ''تمھیں (یہاں) کس چیز نے بٹھایا ہے؟'' انھوں نے عرض کی، ہم اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس نے جو ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور اس کے ذریعہ ہم پر احسان کیا، تو ہم اس کی تعریف کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم اللہ کی! اس چیز کے علاوہ تمھیں کسی اور چیز نے تو یہاں نہیں بٹھایا؟'' انھوں نے کہا، اللہ کی قسم! اس کے علاوہ ہمیں کسی اور چیز نے یہاں نہیں بٹھایا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے تم سے قسم اس لیے نہیں لی کہ میں تمھیں جھوٹا سمجھتا ہوں، بلکہ بات یہ ہے کہ میرے پاس جبریل آئے اور انھوں نے یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں تم پر فخر کر رہا ہے۔'' [مسلم ، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن : ٢٧٠١]

وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ : شکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور عمل سے بھی۔ عمل نعمت کے مطابق نہ ہو تو یہ شکر نہیں ناشکری ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴾ [النمل : ٤٠] ''اور جس نے شکر کیا تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً میرا رب بہت بے پروا، بہت کرم والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ﴾ [النساء : ١٤٧] ''اللہ تمھیں عذاب دینے سے کیا کرے گا، اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ۔''

ابو رجاء عطاردی سے روایت ہے کہ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے اور ان کے اوپر اون اور ریشم کی دھاری دار چادر تھی، جو ہم نے اس سے پہلے یا بعد کبھی آپ کے پاس نہیں دیکھی، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو اللہ تعالیٰ کسی نعمت سے سرفراز فرمائے تو وہ اس بات کو بھی پسند فرماتا ہے کہ اس کی مخلوق پر اس کی نعمت کے اثر کو دیکھا جائے۔'' [مسند أحمد : ٤/٤٣٨، ح : ١٩٩٥٦]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۵۳

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے تذکرہ کے بعد (جن میں بیت اللہ کو قبلہ قرار دے کر اپنی نعمت تمام کرنا

اور اپنے آخری رسول کو بھیجنا شامل ہے) اپنے ذکر و شکر کا حکم دیا۔ اس آیت میں مصیبتوں کے آنے پر صبر اور نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کا حکم ہے۔ اگرچہ اس میں ایمان والوں پر آنے والی ہر مصیبت کا علاج بتایا گیا ہے، مگر آیات کی ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کو جہاد کے لیے تیار کرنے کی تمہید ہے، کیونکہ قبلہ کی تبدیلی رجب یا شعبان ۲ھ میں ہوئی اور غزوۂ بدر رمضان ۲ھ میں ہوا۔ دونوں کے درمیان تقریباً دو ماہ کا وقفہ ہے۔

اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ : اللہ تعالیٰ نے بندوں کو شکر ادا کرنے کا حکم دینے کے بعد، اس آیت میں صبر اور نماز کی اہمیت بیان کی اور بتایا کہ مومن کی زندگی میں ان دونوں چیزوں کی بڑی اہمیت ہے اور اللہ کی راہ میں مصائب کو برداشت کرنے کا اہم ترین نسخہ صبر اور نماز ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۚ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴾ [البقرة : ٤٥] ''اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو اور بلاشبہ وہ یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ [الكهف : ٢٨] ''اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھ جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [الأنفال : ٤٦] ''اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں مت جھگڑو، ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اڑ جائے گی اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴾ [حٰم السجدة : ٣٤، ٣٥] ''اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہو گا جیسے وہ دلی دوست ہے۔ اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔''

سیدنا ابو مالک حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پاکیزگی نصف ایمان ہے، ''الحمد لله'' کہنا میزان کو بھر دیتا ہے اور '' سبحان الله'' و الحمد لله'' کہنا آسمان و زمین کے درمیانی خلا کو بھر دیتا ہے اور نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے، صبر روشنی ہے، قرآن تیرے لیے حجت ہے (اگر اس پر عمل کیا جائے) یا تیرے خلاف دلیل ہے۔ ہر ایک جب صبح کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کا سودا کرتا ہے۔ پس وہ خود کو (عذاب سے) آزاد کرنے والا ہے، یا اپنے نفس کو (اللہ کی رحمت سے محروم کر کے) ہلاک کرنے والا ہے۔'' [مسلم ، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء : ٢٢٣]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ طلب کیا۔ آپ نے انھیں کچھ دیا۔ انھوں نے پھر سوال کیا، آپ نے پھر انھیں کچھ دیا، حتیٰ کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا ختم ہو گیا۔ آپ نے

جب ہر وہ چیز جو آپ کے پاس تھی، خرچ کر دی تو ان سے فرمایا: ”میرے پاس جو کچھ بھی آتا ہے میں وہ تم سے بچا کر نہیں رکھتا، (سنو!) جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سوال کرنے سے بچا لیتا ہے اور جو شخص بے نیازی برتتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں سے بے نیاز کر دیتا ہے اور جو صبر کا دامن پکڑتا ہے اللہ اسے صبر کی توفیق دے دیتا ہے اور کوئی شخص ایسا عطیہ نہیں دیا گیا جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر ہو۔“ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الاستعفاف عن المسئلة : ١٤٦٩۔ مسلم ، کتاب الزکوۃ ، باب فضل التعفف والصبر : ١٠٥٣]

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مومن کا معاملہ بڑا تعجب خیز ہے۔ اس کا ہر معاملہ اس کے حق میں بہتر ہی ہوتا ہے اور یہ فضیلت صرف مومن ہی کو حاصل ہے (وہ اس طرح کہ) اگر اسے خوشی کی کوئی بات نصیب ہو تو یہ شکر بجالاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے رنج و غم کی کوئی بات پہنچے تو یہ صبر کرتا ہے اور صبر کا مظاہرہ کرنا بھی اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔“ [مسلم ، کتاب الزھد ، باب المؤمن أمرہ کله خیر : ٢٩٩٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا وہ مومن بندہ جس کی محبوب ترین چیز میں واپس لے لوں اور وہ اس پر (ثواب کی نیت سے) صبر و رضا کا مظاہرہ کرے تو اس کے لیے میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں ہے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب العمل الذی یبتغی به وجه الله : ٦٤٢٤]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گویا میں رسول اللہ ﷺ کو انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، جس کو اس کی قوم نے مار مار کر لہولہان کر دیا اور وہ چہرے سے خون پونچھتا ہوا کہہ رہا ہے: ”یا اللہ! میری قوم کو معاف فرما، اس لیے کہ وہ بے علم ہے۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ٣٤٧٧۔ مسلم، کتاب الجھاد، باب غزوۃ أحد : ١٧٩٢]

وَالصَّلٰوةِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ٤٥] ”صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو اور بلاشبہ وہ یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے تین مواقع کے سوا کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ ان میں سے دو اللہ کے لیے تھے (جن سے اللہ کے دین یعنی توحید کی حقانیت ثابت کرنا مقصود تھا)، ایک آپ کا یہ فرمانا: ﴿ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴾ [الصافات : ٨٩] ”میں بیمار ہوں“ اور یہ فرمانا: ﴿ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا ﴾ [الأنبیاء : ٦٣] ”یہ کام ان کے بڑے (سردار بت) نے کیا ہے۔“ (تیسرا واقعہ یہ ہے کہ) ایک دن ابراہیم علیہ السلام اور سارہ علیہا السلام سفر میں تھے کہ ایک ظالم بادشاہ کے شہر (مصر) سے گزر ہوا۔ اسے بتایا گیا، یہاں ایک مرد آیا ہے، جس کے ساتھ ایک حسین ترین خاتون ہے۔ اس نے آپ کو بلا بھیجا اور پوچھا، یہ عورت کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ”میری بہن ہے۔“ پھر آپ نے سارہ علیہا السلام کے پاس واپس جا کر فرمایا: ”سارہ! روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی مومن موجود نہیں، اس نے مجھ سے پوچھا تھا تو میں نے

اسے بتایا ہے کہ تو میری بہن ہے، اب میری بات جھٹلا نہ دینا۔'' بادشاہ نے سارہ علیہا السلام کو طلب کر لیا۔ جب آپ اس کے سامنے پیش ہوئیں، تو اس نے ہاتھ بڑھا کر آپ کو چھونا چاہا تو اسے پکڑ لیا گیا (یعنی حرکت نہ کر سکا) اس نے کہا، میرے لیے اللہ سے دعا کر، میں تجھے تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ انھوں نے دعا کی تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ اس نے پھر آپ کو چھونا چاہا تو پہلے سے زیادہ سخت گرفت میں آ گیا۔ اس نے (پھر) کہا، میرے لیے اللہ سے دعا کیجیے، میں آپ کو تنگ نہیں کروں گا۔ آپ نے دعا کی تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ تب اس نے اپنے ایک دربان کو بلا کر کہا، تم میرے پاس کوئی انسان نہیں لائے، تم تو کوئی جن پکڑ لائے ہو۔ اس نے ان کی خدمت کے لیے سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کو پیش کر دیا۔ جب سیدہ سارہ علیہا السلام واپس آئیں تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے اشارے سے پوچھا: ''کیا ہوا؟'' سیدہ سارہ علیہا السلام نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کافر کی سازش کو ناکام کر دیا اور خدمت کے لیے ہاجرہ (علیہا السلام) دے دی۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ واتخذ الله إبراهيم خليلا ﴾...... : ٣٣٥٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابراہیم علیہ السلام نے تین مواقع کے سوا کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ ایک جب انھیں بتوں کی طرف بلایا گیا تو انھوں نے فرمایا: ﴿ إِنِّي سَقِيمٌ ﴾ [الصافات : ٨٩] ''میں بیمار ہوں'' اور دوسرا ان کا یہ قول: ﴿ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا ﴾ [الأنبياء : ٦٣] ''یہ کام ان کے بڑے (سردار بت) نے کیا ہے'' اور سارہ علیہا السلام کے بارے میں فرمایا: ''یہ میری بہن ہے۔'' (واقعہ اس طرح ہے کہ) ابراہیم علیہ السلام ایک شہر (مصر) میں داخل ہوئے، جہاں ایک ظالم بادشاہ (حکمران) تھا۔ اسے بتایا گیا کہ آج رات ابراہیم (علیہ السلام) ایک خاتون کے ساتھ آئے ہیں جو حسین ترین عورتوں میں سے ہے۔ بادشاہ نے بلا بھیجا اور کہا، تمھارے ساتھ یہ عورت کون ہے؟ انھوں نے فرمایا: ''میری بہن ہے۔'' اس نے کہا، اسے (میرے پاس) بھیج دو۔ آپ نے انھیں بھیج دیا اور فرمایا: ''میری بات کی تکذیب نہ کرنا۔ میں نے اسے بتایا ہے کہ تم میری بہن ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ زمین پر ہم دونوں کے سوا کوئی مومن موجود نہیں۔'' جب سارہ علیہا السلام بادشاہ کے پاس پہنچیں تو وہ آپ کی طرف بڑھا۔ آپ نے وضو کر کے نماز پڑھی اور (دعا کرتے ہوئے) کہا: ''یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور اپنے جسم کو اپنے خاوند کے سوا ہر ایک سے محفوظ رکھا ہے، اب اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا۔'' بادشاہ کی سانس بند ہو گئی حتیٰ کہ وہ پاؤں مارنے لگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، سیدہ سارہ علیہا السلام نے فرمایا: ''یا اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے، اس نے اسے قتل کر دیا ہے۔'' تب وہ (اس عذاب سے) چھوٹ گیا۔ (اس کے بعد) وہ دوبارہ آپ کی طرف بڑھا۔ آپ نے پھر وضو کر کے نماز پڑھی اور کہا: ''یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور اپنے جسم کو اپنے خاوند کے سوا ہر ایک سے محفوظ رکھا ہے، تو اب اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا۔'' بادشاہ کی سانس بند ہو گئی حتیٰ کہ وہ ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ سارہ علیہا السلام نے فرمایا: ''یا اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اس نے اسے قتل کر دیا ہے۔'' تب وہ چھوٹ گیا۔ تیسری یا

چوتھی بار اس نے دربان سے کہا، تم نے میرے پاس کوئی شیطان (جن) بھیج دیا ہے، اسے واپس ابراہیم کے پاس پہنچا دو اور اسے ہاجرہ (علیہا السلام) دے دو! سارہ علیہا السلام واپس آ گئیں اور ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا: ''اللہ نے کافروں کی تدبیر کو ناکام بنا دیا اور خدمت کے لیے ایک لڑکی دے دی۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۴۰۳، ۴۰۴، ح:۹۲۶۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم بدر میں رات کے وقت آئے تو ہم میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہ تھا جو سو نہ گیا ہو، سوائے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے، آپ ایک درخت کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور دعا کر رہے تھے۔ [مسند أحمد : ۱/ ۱۲۵، ح: ۱۰۲۳۔ مسند أبي يعلى : ۱/ ۱۴۶، ح: ۲۷۵۔ ابن خزيمة : ۲/ ۵۲، ۵۳، ح : ۸۹۹]

سیدنا صہیب بن سنان الرومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے کسی نبی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اسے بڑی امت عطا کی تھی، امت کی کثرت کو دیکھتے ہوئے وہ نبی فرمانے لگے، بھلا اس امت کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟ تو اللہ پاک نے وحی کی کہ آپ اپنی امت کے لیے تین چیزوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کریں، ایک یہ کہ ان پر ان کے علاوہ کسی دشمن کو مسلط کر دیا جائے، یا پھر بھوک دی جائے، یا پھر موت۔ اس نبی نے اپنی قوم سے اس بارے میں مشورہ کیا، سب نے کہا کہ آپ جو بھی ہمارے لیے پسند فرمائیں وہ ہمیں قبول و منظور ہے، کیونکہ ہم نے آپ کو اپنا نبی مانا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''وہ نبی نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور انبیاء کی یہ سنت ہے کہ جب کبھی وہ پریشان ہوتے تو نماز شروع کر دیتے تھے۔ اور اس نے جتنی اللہ نے چاہا نماز پڑھی اور کہا، اے میرے رب! دشمن بھی نہیں اور بھوک بھی نہیں، موت کو ہم پسند کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مسلط کر دی، تو صرف تین دن میں ان میں سے ستر ہزار آدمیوں کو موت نے آ لیا۔'' [مسند أحمد : ۶/ ۱۶، ح : ۲۳۹۸۳۔ ۴/ ۳۳۳، ح : ۱۸۹۶۴]

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

''اور ان کو جو اللہ کے راستے میں قتل کیے جائیں، مردے مت کہو، بلکہ زندہ ہیں اور لیکن تم نہیں سمجھتے۔''

اللہ کے حکم پر صبر کرنے کا عظیم ترین نمونہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے کہ آدمی اپنے رب کی رضا کی خاطر اس کی راہ میں اپنی عزیز ترین شے (جان) کی قربانی دیتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے شہید کو اس دنیاوی زندگی سے افضل و اعلیٰ زندگی عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے اور مومنوں کو اس بات سے منع کیا ہے کہ وہ شہید کو مردہ کہیں، کیونکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہوتا ہے، لیکن وہ ایسی زندگی ہے جس کا ہم شعور نہیں کر پاتے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۶۹ تا ۱۷۱] ''اور تو ان

لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے، ہرگز مردہ گمان نہ کر، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔ اس پر بہت خوش ہیں جو انھیں اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے اور ان کے بارے میں بھی بہت خوش ہوتے ہیں جو ان کے ساتھ ان کے پیچھے سے نہیں ملے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ اللہ کی طرف سے عظیم نعمت اور فضل پر بہت خوش ہوتے ہیں اور (اس بات پر) کہ بے شک اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالبوں میں قندیلوں کے اندر ہیں، جو عرش مبارک سے لٹک رہی ہیں، یہ جنت میں جہاں سے چاہتی ہیں کھاتی پیتی ہیں، پھر ان قندیلوں میں آ کر رہتی ہیں۔ ایک دفعہ ان کے پروردگار نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا، کیا تم کچھ چاہتے ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں، ہم کیا چاہیں گے؟ ہم تو جنت میں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے پیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شہداء سے تین دفعہ یہی پوچھتا ہے، پھر جب ان شہداء نے دیکھا کہ سوال کا جواب دیے بغیر انھیں نہیں چھوڑا جائے گا تو وہ کہتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دے، تاکہ ہم ایک بار پھر تیرے رستے میں شہید کر دیے جائیں۔ پھر جب باری تعالیٰ دیکھتا ہے کہ شہداء کو اور کسی شے کی ضرورت نہیں تو انھیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب بيان أن أرواح الشهداء في الجنة...... الخ : ١٨٨٧]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے لے کر ایک درخت پر چڑھ گئے۔ پھر ایک خوبصورت اور بہترین گھر میں لے گئے، جس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے نہیں دیکھا۔ ان دونوں آدمیوں نے مجھے بتایا: ''یہ گھر شہیدوں کا ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين في سبيل الله : ٢٧٩١]

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ مومن و مسلم کی روح ایک ایسا پرندہ ہے جو جنت کے درختوں سے (پھل وغیرہ) کھاتا رہتا ہے، حتیٰ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اس کے جسم میں لوٹا دے گا۔'' [مسند أحمد : ٤٥٥/٣، ح : ١٥٧٨٢، ١٥٨٨٤]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھے دیکھا اور فرمایا: ''اے جابر! میں تجھے پریشان کیوں دیکھ رہا ہوں؟'' میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! میرا باپ شہید ہو گیا اور اس نے قرض اور اولاد چھوڑی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ''کیا میں تجھے اللہ تعالیٰ کی تیرے باپ سے ملاقات کی خوشخبری نہ دوں؟'' انھوں نے کہا، کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آج تک اللہ تعالیٰ نے کسی سے بات کی تو پردے کی اوٹ میں کی اور تیرے باپ سے اللہ تعالیٰ نے آمنے سامنے بات کی ہے اور اللہ نے فرمایا، اے میرے بندے! سوال کر میں تجھے دوں گا۔ اس نے عرض کیا، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے دنیا میں دوبارہ بھیج دے، تاکہ میں دوسری مرتبہ تیرے

راستہ میں شہید ہو جاؤں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ دنیا میں دوبارہ کسی نے نہیں جانا۔ تو اس نے عرض کیا، اے میرے رب! میرے پیچھے رہنے والوں کو (میرا) یہ پیغام پہنچا دے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۶۹] ''اور تو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے، ہرگز مردہ گمان نہ کر، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔'' [ابن ماجه، المقدمة، باب فيما انكرت الجهمية : ۱۹۰۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة آل عمران : ۳۰۱۰۔ مستدرك حاكم : ۲۰۳/۳، ح : ٤٩١١]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں پہنچ جانے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جو دنیا میں واپس آنا پسند کرے، خواہ اسے ساری دنیا ہی دے دی جائے، سوائے شہید کے۔ وہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹ جائے اور دس بار (یعنی دسیوں بار) اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے، کیونکہ وہ شہادت کی قدر و قیمت اور اس کی خوبیاں دیکھ چکا ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب تمنى المجاهد أن يرجع إلى الدنيا : ۲۸۱۷۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله : ۱۸۷۷]

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

''اور یقیناً ہم تمھیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔''

یہ خطاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہے لیکن دیگر مومن بھی اس میں شامل ہیں، لہٰذا جو لوگ دعوت و جہاد کی ذمہ داری قبول کریں گے ان کا مقابلہ اہل فسق و فجور سے ہوگا، اور جو لوگ حق پر قائم رہیں گے اور اس کی طرف دوسروں کو دعوت دیں گے ان کی ابتلا و آزمائش لازم ہے۔ یہی سنت ابراہیمی ہے اور یہ آزمائش اس لیے بھی ضروری ہے، تا کہ جھوٹے اور سچے، صبر کرنے والے اور جزع فزع کرنے والے میں تمیز ہو سکے اور جو صبر سے کام لیتا ہے، اللہ سے اجر کی امید رکھتا ہے اور راضی بقضائے الٰہی ہوتا ہے، اللہ اسے بشارت دیتا ہے کہ اس کا اجر اسے پورا پورا ملے گا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۱] ''اور ہم ضرور ہی تمھیں آزمائیں گے، یہاں تک کہ تم میں سے جہاد کرنے والوں کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔'' اور فرمایا: ﴿ لَتُبْلَوُنَّ فِيْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ [آل عمران : ۱۸۶] ''یقیناً تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے

جنھوں نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات اہل مدینہ (ایک خوفناک آواز سن کر) گھبرا گئے، پھر وہ اس آواز کی طرف چلے تو راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آتے ہوئے ملے، آپ ان سے پہلے ہی اس آواز کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خبر معلوم کر کے آ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”ڈرو نہیں، ڈرو نہیں۔“ [مسلم، کتاب الفضائل، باب شجاعته صلی اللہ علیہ وسلم : ۲۳۰۷۔ بخاری، کتاب الجهاد، باب الحمائل و تعليق السيف بالعنق : ۲۹۰۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک رات) بیداری میں گزاری، مدینہ میں پہنچنے کے بعد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کاش! میرے صحابہ میں سے کوئی صالح مرد رات کو میرا پہرا دیتا!“ اتنے میں ہم نے ہتھیار کی آواز سنی، آپ نے پوچھا: ”کون ہے؟“ آواز آئی، میں ہوں سعد بن ابی وقاص! میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کے پاس پہرا دوں۔ چنانچہ آپ سو رہے۔ [بخاری، کتاب الجهاد، باب الحراسة فى الغزو فى سبيل الله : ۲۸۸۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے صفہ والوں میں ستر آدمی ایسے دیکھے جن کے پاس چادر تک نہ تھی، یا تو فقط تہ بند تھا یا فقط کمبل۔ جسے انھوں نے گردن سے باندھ رکھا تھا، جو کسی کی آدھی پنڈلیوں تک پہنچتا تھا اور کسی کے ٹخنوں تک، جسے وہ اپنے ہاتھ سے سمیٹتے رہتے، اس ڈر سے کہ کہیں ان کا ستر نہ کھل جائے۔ [بخاری، کتاب الصلوٰة، باب نوم الرجال فى المسجد : ۴۴۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے عروہ بن زبیر سے کہا، اے بھانجے! ہم پر ایسا وقت گزر چکا ہے کہ ہم ایک چاند دیکھتے، پھر دوسرا چاند، پھر تیسرا چاند یعنی دو دو مہینے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ عروہ نے کہا، خالہ! پھر تمھاری گزر کس چیز پر ہوتی تھی؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، انھی دو کالی چیزوں یعنی کھجور اور پانی پر، اتنا ضرور تھا کہ چند انصاری لوگ آپ کے ہمسائے تھے جن کے پاس بکریاں تھیں، وہ آپ کے لیے بکریوں کا دودھ تحفہ کے طور پر بھیجا کرتے تھے جس سے آپ ہم کو بھی پلاتے۔ [بخاری، کتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب فضل الهبة : ۲۵٦۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر آپ کی وفات تک ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ انھوں نے مسلسل تین دن پیٹ بھر کر کھایا ہو۔ [بخاری، کتاب الأطعمة، باب قول الله تعالىٰ : ﴿ كلوا من طيبٰت ما رزقنكم ﴾ : ۵۳۷۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سخت بھوک لگی ہوئی تھی، مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ملے، تو میں نے ان سے کہا کہ وہ مجھے قرآن پاک کی فلاں آیت (سورۂ دھر کی آیت : ۸) پڑھ کر سنائیں۔ انھوں نے مجھے وہ آیت پڑھ کر سنائی اور اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ آخر میں وہاں سے چلا، تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ بھوک سے بے حال ہو کر اوندھے منہ گر پڑا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کھڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اے ابو ہریرہ!“ میں نے کہا:

حاضر ہوں یا رسول اللہ ! تیار ہوں۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اٹھایا اور پہچان گئے کہ بھوک کے مارے میرا یہ حال ہے۔ آپ مجھے گھر لے گئے اور میرے لیے دودھ کا ایک بڑا پیالہ لانے کا حکم دیا۔ میں نے اس میں سے دودھ پیا۔ آپ نے فرمایا: ''ابو ہریرہ ! اور پی لو!'' میں نے اور پیا، پھر فرمایا: ''اور پیو!'' میں نے اور پی لیا، حتیٰ کہ میرا پیٹ سیدھا ہو گیا اور وہ پیالہ کی طرح ہو گیا۔ پھر میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور اپنا حال بیان کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری بھوک دور کرنے کے لیے ایک ایسے شخص کو بھیج دیا جو آپ سے اس بات کے زیادہ لائق تھے، اللہ کی قسم! میں نے آپ سے جونسی آیت پڑھ کر سنانے کو کہا تھا، وہ مجھے آپ سے زیادہ یاد تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اللہ کی قسم! اگر میں اس وقت تمھیں گھر لے جا کر کھانا کھلاتا تو مجھے سرخ اونٹوں کے ملنے سے بھی زیادہ خوشی ہوتی۔ [بخاری، كتاب الأطعمة، باب قول الله تعالى: ﴿كلوا من طيبٰت ما رزقنكم﴾ : ۵۳۷۵]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں پہلا عرب ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور ہم نے اس حال میں وقت گزارا ہے کہ جہاد کر رہے ہیں اور ہمارے پاس حبلہ اور ببول کے پتوں کے سوا کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی، اور ہم بکری کی مینگنیوں کی طرح پاخانہ کیا کرتے تھے، جس میں تری نام کی کوئی چیز نہ ہوتی۔ [بخاری، كتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبي ﷺ و أصحابه : ۶۴۵۳]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چھ آدمی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک لڑائی کے لیے نکلے۔ سواری کے لیے ہم سب کے پاس ایک ہی اونٹ تھا اور باری باری اس پر سوار ہوتے (پیدل چلنے کی وجہ سے) ہمارے پاؤں پھٹ گئے اور میرے بھی پاؤں پھٹ گئے، ناخن بھی جھڑ گئے۔ اس لیے ہم پاؤں پر چیتھڑے لپیٹ لیتے، اسی لیے اس لڑائی کا نام ''غزوۃ ذات الرقاع'' (یعنی چیتھڑوں والی لڑائی) پڑ گیا۔ [بخاری، كتاب المغازی، باب غزوة ذات الرقاع : ۴۱۲۸]

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ۟ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

''وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔''

صبر کرنے والوں کی اللہ نے صفت بتائی کہ جب انھیں کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو فوراً اللہ کی تقدیر پر اپنی رضا کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے غلام ہیں، ہماری جانیں اور ہمارے اموال سب کچھ اللہ کی ملکیت ہیں۔ وہ جیسے چاہے تصرف کرے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

اگلی آیت میں فرمایا کہ صبر کرنے والوں کے لیے ایک اجر عظیم یہ بھی ہے کہ رب العالمین ان کی تعریف بیان کرتا ہے

اوران پر رحمت کا نزول فرماتا ہے۔ یہی لوگ فی الواقع راہ ہدایت پر ہیں، اس لیے کہ انھوں نے جب جان لیا کہ وہ اللہ کے غلام ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے، تو کسی بھی حال میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

صبر کرنے والوں کے لیے اجر عظیم سے متعلق بہت سی احادیث آئی ہیں، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن میرے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آئے تو انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی بات سنی ہے جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے، آپ نے فرمایا: ''جب بھی کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اس مصیبت کے وقت '' اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ '' پڑھ لے اور یہ دعا کرے: ((اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَ أَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا)) (اے اللہ! میری اس مصیبت میں مجھے اجر دے اور مجھے اس کا بہتر بدل عطا فرما) تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرتا ہے۔'' ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ سے سن کر یہ دعا یاد کر لی اور جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو میں نے '' اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ '' پڑھا اور اس دعا کو بھی، پھر دل میں خیال آیا کہ ابو سلمہ سے بہتر شوہر کس طرح مل سکتا ہے؟ پھر جب میری عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اندر تشریف لانے کی اجازت طلب فرمائی، میں اس وقت ایک کھال رنگ رہی تھی۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے کیکر کے پتوں (کے رنگ) کو دھویا، آپ کو اجازت دی، آپ کی خدمت میں ایک تکیہ پیش کیا جو کھال سے بنا اور کھجور کے درخت کے ریشوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ اس پر جلوہ افروز ہوئے اور آپ نے مجھ سے نکاح کی خواہش کا اظہار فرمایا، آپ جب اپنی بات ارشاد فرما چکے تو میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے لیے تو یہ بہت سعادت کی بات ہے، لیکن میں ایک تو بہت غیرت والی عورت ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسی بات سرزد ہو جائے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے عذاب میں مبتلا کر دے اور دوسری بات یہ کہ میں ایک عمر رسیدہ اور بچوں والی عورت ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لیکن تم نے جو غیرت کی بات کی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ ختم کر دے گا، جہاں تک عمر کا تعلق ہے تو میں بھی تمھاری طرح عمر رسیدہ ہوں اور جہاں تک بچوں کا تعلق ہے تو تمھارے بچے میرے بچے ہیں۔'' کہتی ہیں (یہ ارشاد سن کر) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو قبول کیا تو اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شادی کر لی، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے واقعی ابو سلمہ سے بہتر شوہر نامدار رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے۔ [مسند أحمد : ٤/ ٢٧، ٢٨، ح : ١٦٣٤٤]

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ (زینب کا بیٹا) فوت ہو گیا تو آپ نے اپنی بیٹی سے فرمایا: ''یوں کہو: ((إِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى)) ''بے شک اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دے دیا اور اس کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے'' لہٰذا تمھیں چاہیے کہ صبر کرو اور اس سے ثواب کی امید رکھو۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : یعذب المیت ببعض بکاء أهله علیه ...... الخ : ١٢٨٤، ٥٦٥٥]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اس طرح کہے: «اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَأَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا» تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر چیز اسے عطا فرماتا ہے اور اس کی مصیبت میں اسے اجر دیتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند المصیبۃ : ۹۱۸]

اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَ مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾

''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، تو جو کوئی اس گھر کا حج کرے، یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں کا خوب طواف کرے اور جو کوئی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو بے شک اللہ قدر دان ہے، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

صفا اور مروہ کعبہ کے قریب دو چھوٹی پہاڑیوں کے نام ہیں۔ ان کے درمیان سعی کرنا (دوڑنا) ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے حج اور عمرہ کے مناسک (احکام) میں شامل تھا۔ مگر زمانۂ جاہلیت میں مشرکین نے حج اور عمرہ کے مناسک میں کئی شرکیہ رسوم شامل کر لی تھیں، حتیٰ کہ انھوں نے صفا اور مروہ پر دو بت نصب کر رکھے تھے، ایک کا نام ''اِساف'' اور دوسرے کا نام ''نائلہ'' تھا۔ ان مشرکین میں سے بعض وہ تھے جو جاہلیت میں ان کے درمیان سعی کرتے اور ان بتوں کا استلام (بوسہ لینا) بھی کرتے اور ان مشرکین میں سے بعض وہ تھے جو جاہلیت ہی میں صفا و مروہ کی بجائے ''مناۃ'' نامی بت کا طواف کرتے تھے اور مکہ پہنچ کر صفا و مروہ کے طواف کو گناہ سمجھتے تھے۔ ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ سعی کے فرض ہونے پر تو مسلمان متفق تھے، تاہم آیت کے ظاہری الفاظ دیکھ کر بعض لوگوں کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ سعی نہ بھی کی جائے تو کوئی حرج نہیں، چنانچہ عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ آپ کا اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ باری تعالیٰ کے بارے میں کیا خیال ہے: ﴿ اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ﴾ قسم اللہ کی! پھر تو کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے اگر کوئی صفا اور مروہ کی سعی نہ کرنا چاہے، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، بھانجے! تم نے بہت بری بات کہی ہے، اگر بات ایسے ہوتی جیسے تم نے کہی ہے تو پھر الفاظ یہ ہوتے: '' فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا '' (تو اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف نہ کرے) بات یہ ہے کہ یہ آیت ان انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام سے قبل منات بت کے نام کا تلبیہ پکارتے تھے، جس کی وہ مشلل پہاڑی پر عبادت کیا کرتے تھے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کو اچھا خیال نہیں کرتے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم زمانۂ جاہلیت میں صفا و مروہ کے طواف میں حرج سمجھتے تھے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿ اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ ﴾ سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کو مسنون قرار دیا ہے، لہٰذا کسی کے لیے ان کے درمیان طواف یعنی سعی کو ترک کرنا جائز نہیں۔ [بخاری، کتاب الحج، باب وجوب الصفا والمروة...... الخ : ١٦٤٣ مسلم، کتاب الحج، باب بیان أن السعی بین الصفا والمروة رکن : ١٢٧٧]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہوئے تو رکن کی طرف تشریف لائے، اسے چھوا، پھر باب صفا سے نکل گئے اور آپ آیت کریمہ : ﴿ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ ﴾ کی تلاوت کر رہے تھے اور فرما رہے تھے : ((أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ)) ''میں بھی اس سے شروع کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ١٢١٨]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ عمرۃ القضا کے لیے جب مکہ معظمہ پہنچے تو مشرکین کہنے لگے، تمھارے پاس ایسے لوگ آ رہے ہیں جن کو مدینہ کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ (کے طواف میں) اور صفا و مروہ کے درمیان اسی لیے دوڑے تاکہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب عمرة القضاء : ٤٢٥٦]

حبیبة بنت أبی تجزئة رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفا و مروہ کے مابین طواف کرتے ہوئے دیکھا، لوگ آگے تھے، آپ پیچھے تھے، آپ سعی فرما رہے تھے اور قدرے تیز دوڑنے کی وجہ سے میں آپ کے دونوں گھٹنوں کو دیکھ رہی تھی اور آپ کا تہ بند دونوں گھٹنوں کے درمیان گھوم رہا تھا اور آپ فرما رہے تھے: ''سعی کرو، اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی کو فرض قرار دے دیا ہے۔'' [مسند أحمد : ٦/٤٢١، ٤٢٢، ح : ٢٧٤٣٤]

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓىِٕكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾

''بے شک جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح دلیلوں اور ہدایت میں سے اتارا ہے، اس کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے، ایسے لوگ ہیں کہ ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور کھول کر بیان کر دیا تو یہ لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول کرتا ہوں اور میں ہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔''

اس آیت میں ان لوگوں کے لیے شدید وعید ہے جو انبیاء و رسل کے ذریعہ بھیجی گئی ہدایت و رہنمائی کو لوگوں سے چھپاتے ہیں۔ یہ آیت اگرچہ یہود و نصاریٰ کے ان علماء کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی نشانیوں کو چھپایا تھا، لیکن اس کا حکم عام ہے، ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ حق کی نشانیوں کو

چھپائے گا، وہ اس وعید میں شامل ہو گا۔ کتمانِ حق اتنا بڑا جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنی رحمت و قربت سے دور کر دیتا ہے اور ساری دنیا کی لعنت ان پر برسنے لگتی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى : ارشاد فرمایا : ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓىِٕكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ۱۷٤] ”بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب میں سے اتارا ہے اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھا رہے اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن بات کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ٤٢] ”اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور نہ حق کو چھپاؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس سے علم کے بارے میں پوچھا جائے اور وہ اسے چھپائے تو اسے روز قیامت جہنم کی آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔“ [مسند أحمد : ۲/ ۳۰۵، ح : ۸۰٤۹۔ أبو داوٗد ، کتاب العلم، باب کراهية منع العلم : ۳٦۵۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کتاب اللہ میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی بھی حدیث بیان نہ کرتا۔ پھر انھوں نے یہ آیات تلاوت فرمائیں : ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى ...... الرَّحِيْمُ ﴾ [البقرۃ : ۱۵۹، ۱٦۰] ”بے شک جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح دلیلوں اور ہدایت میں سے اتارا ہے......نہایت رحم والا ہوں۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم : ۱۱۸۔ مسلم ، کتاب فضائل الصحابة ، باب من فضائل أبي هريرة : ۲٤۹۲]

اگر کسی مسئلہ سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہو اور عوام میں فتنہ کا خوف ہو تو اسے عوام کے سامنے پیش نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہاں مقصود حق کا چھپانا نہیں، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”جو شخص اللہ سے اس کیفیت کے ساتھ ملاقات کرے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو، وہ (یقیناً) جنت میں داخل ہو گا۔“ معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا میں اس چیز کی لوگوں کو بشارت نہ سنا دوں؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، مجھے خوف ہے کہ لوگ اس پر بھروسا کر بیٹھیں گے۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب من حض بالعلم قومًا ...... الخ : ۱۲۹]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، لوگوں سے وہ بات بیان کرو جسے وہ سمجھ سکیں، کیا تم پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھوٹا کہا جائے؟ [بخاری، کتاب العلم، باب من حض بالعلم قومًا، قبل الحديث : ۱۲۷]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کسی قوم کو ایسی بات بیان کرو گے جس تک ان کی عقلیں نہ پہنچتی ہوں تو ضرور ہی ان میں سے کسی کے لیے وہ فتنہ بنے گی۔ [مسلم، المقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع : ٥]

اگلی آیت میں حکم سابق سے استثنا ہے کہ جو اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اپنی اصلاح کر لے گا اور جو حق بات چھپائی تھی اسے لوگوں کے سامنے بیان کر دے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

”بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ کی اور فرشتوں اور لوگوں کی، سب کی لعنت ہے۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا انکار کرے گا اور اسی حالت میں اسے موت آ جائے، تو اس پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام بنی نوع انسان کی لعنت واقع ہو جائے گی اور جہنم اس کا ہمیشہ کے لیے ٹھکانا بن جائے گا، نہ عذاب میں کمی ہوگی اور نہ اللہ اس پر نظر رحمت ڈالے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جن کی بابت یقینی علم ہے کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے ان پر لعنت جائز ہے، لیکن ان کے علاوہ کسی بڑے سے بڑے گنہگار مسلمان پر بھی لعنت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے مرنے سے پہلے اس نے سچی توبہ کر لی ہو، یا اللہ نے اس کے دیگر نیک اعمال کی وجہ سے اس کی غلطیوں پر قلم عفو پھیر دیا ہو، جس کا علم ہمیں نہیں ہو سکتا۔ البتہ جن بعض معاصی پر لعنت کا لفظ آیا ہے ان کے مرتکبین کی بابت کہا جا سکتا ہے کہ یہ لعنت والے کام کر رہے ہیں۔ ان سے اگر انھوں نے توبہ نہ کی تو یہ بارگاہِ الٰہی میں ملعون قرار پا سکتے ہیں۔

سیدنا خفاف بن ایماء الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یوں دعا کرتے تھے: ”اے اللہ! بنی لحیان، رعل، ذکوان اور عصیہ (قبائل) پر لعنت فرما، کیونکہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور اے اللہ! غفار (قبیلہ) کو بخش دے اور (قبیلہ) اسلم کو سلامت رکھ۔“ [مسلم، كتاب المساجد و مواضع الصلوة، باب استحباب القنوت في جميع الصلوات : ٦٧٩]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احزاب کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مشرکین کے لیے) یوں بددعا فرمائی: ((مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا شَغَلُوْنَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ)) ”اللہ ان کے گھر اور قبریں آگ سے بھر دے، جنھوں نے ہمیں درمیانی نماز (نماز عصر) نہیں پڑھنے دی، یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔“ [بخاری ،

كتاب الجهاد والسير، باب الدعاء على المشركين بالهزيمة والزلزلة : ۲۹۳۱]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قنوت نازلہ میں یہ دعا کیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْكَفَرَةَ اَهْلَ الْكِتَابِ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَيُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَاءَكَ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَكَ الَّذِيْ لَا تَرُدُّهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ » ''اے اللہ! اہل کتاب کے ان کافروں پر اپنی لعنت فرما جو تیرے راستے سے روکتے ہیں اور تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے دوستوں سے لڑتے ہیں۔ اے اللہ! ان کے معاملات میں اختلاف ڈال دے، ان کے قدم اکھیڑ دے اور ان پر ایسا عذاب نازل فرما جو تو مجرموں سے ہرگز نہیں ٹالتا۔'' [السنن الكبرى للبيهقي : ۲/ ۲۱۰، ح: ۳۱٤۳]

ع ۱۹ وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾

''اور تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ اپنی ذات، اسماء وصفات اور افعال میں اکیلا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں، اس لیے عبادت کی تمام صورتیں صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ۚ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۹] ''کیا بے شک تم واقعی گواہی دیتے ہو کہ بے شک اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں؟ کہہ دے میں (یہ) گواہی نہیں دیتا، کہہ دے وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک ٹھہراتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِيَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ لِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [إبراهيم : ۵۲] ''یہ لوگوں کے لیے ایک پیغام ہے اور تاکہ انھیں اس کے ساتھ ڈرایا جائے اور تاکہ وہ جان لیں کہ حقیقت یہی ہے کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔''

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں اور ان کشتیوں میں جو سمندر میں وہ چیزیں لے کر چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی

موت کے بعد زندہ کر دیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر کیا ہوا ہے، ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے گزشتہ آیت میں اپنی وحدانیت کی اجمالی دلیل بیان کرنے کے بعد اس آیت میں تفصیلی دلائل کا ذکر فرمایا ہے اور انسان کو دعوت فکر دی ہے کہ ذرا ان نشانیوں پر غور تو کرو، کیا یہ اللہ کے وجود اور اس کے قادر مطلق ہونے کے دلائل نہیں ہیں؟ آسمان کی بلندی، اس کی وسعت و پہنائی، اس میں شمس و قمر اور ستاروں کی دنیا، زمین کی پستی، اس کا ہموار ہونا، اس کے پہاڑ، اس کے سمندر، اس کی آبادیاں اور گوناگوں نفع بخش چیزیں، لیل ونہار کی باضابطہ گردش، گرمی، سردی، موسم کا اعتدال، رات اور دن کا چھوٹا بڑا ہونا، کشتیوں اور جہازوں کا سمندروں میں انواع واقسام کے سامان لے کر چلنا، سمندروں اور ہواؤں کا اس کے لیے مسخر ہونا، زمین میں مختلف قسم کے جانور اور بنی نوع انسان کے لیے ان کی تسخیر، ہواؤں کا چلنا، ٹھنڈی، گرم، جنوبی، شمالی، شرقی اور غربی ہواؤں کا تنوع، اور بادلوں کا وجود جو بارش کا پانی لے کر اللہ کے حکم سے دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچتے رہتے ہیں، یقیناً یہ ساری چیزیں اللہ کے وجود اور اس کی قدرتِ مطلقہ پر دلالت کرتی ہیں اور ہر صاحبِ عقل وخرد کے لیے اللہ پر ایمان لانے کے لیے یہ نشانیاں کافی ہیں۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : آسمان وزمین کی پیدائش میں توحید کی نشانی ہونے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [لقمان : ۱۰، ۱۱] ’’اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔‘‘

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ : دن رات کے بدلنے میں توحید کی نشانی ہونے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٤] ’’بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا

ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔“

وَ الْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [الجاثیۃ : ۱۲، ۱۳] ”اللہ وہ ہے جس نے تمھاری خاطر سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ جہاز اس میں اس کے حکم سے چلیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور اس نے تمھاری خاطر جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنی طرف سے مسخر کر دیا، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔“

وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ اَحْيَيْنٰهَا وَ اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ وَ مَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [یٰس : ۳۳ تا ۳۶] ”اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے غلہ نکالا تو وہ اسی میں سے کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ بنائے اور ان میں کئی چشمے پھاڑ نکالے۔ تاکہ وہ اس کے پھل سے کھائیں، حالانکہ اسے ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، تو کیا وہ شکر نہیں کرتے۔ پاک ہے وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے ان چیزوں سے جنھیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے اور ان چیزوں سے جنھیں وہ نہیں جانتے۔“

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ وَ لَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝۱۶۵

”اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو غیر اللہ میں سے کچھ شریک بنا لیتے ہیں، وہ ان سے اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں، اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اللہ سے محبت میں کہیں زیادہ ہیں اور کاش! وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا اس وقت کو دیکھ لیں جب وہ عذاب کو دیکھیں گے (تو جان لیں) کہ بے شک قوت سب کی سب اللہ کے لیے ہے اور یہ کہ بے شک اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔“

گزشتہ آیت میں بیان کردہ دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ کے باوجود بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اس کا شریک بنا لیتے ہیں اور ان سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جس طرح اللہ سے کرنی چاہیے۔ بعثت محمدی کے وقت ہی ایسا نہیں تھا، شرک کے یہ مظاہر آج بھی عام ہیں، بلکہ اسلام کے نام لیواؤں کے اندر بھی یہ بیماری گھر کر گئی

ہے۔ انھوں نے بھی نہ صرف غیر اللہ اور پیروں، فقیروں اور سجادہ نشینوں کو اپنا ماویٰ و ملجا اور قبلۂ حاجات بنا رکھا ہے، بلکہ ان سے ان کی محبت اللہ سے بھی زیادہ ہے اور توحید کا وعظ ان کو بھی اسی طرح دکھتا ہے جس طرح مشرکین مکہ کو اس سے تکلیف ہوتی تھی۔ تاہم اہل ایمان کو مشرکین کے برعکس اللہ تعالیٰ ہی سے سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ وہ توحید باری تعالیٰ کا صحیح علم رکھنے کی بدولت اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے، صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی پر توکل کرتے ہیں اور زندگی کے تمام امور میں صرف اللہ کی جناب میں پناہ لیتے ہیں۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا : ''اَنْدَادًا'' سے مراد وہ فوت شدہ بزرگ ہیں جن کے بت بنا کر وہ انھیں پکارتے اور پوجتے تھے، جیسا کہ سورۂ نوح میں مذکور ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کے متعلق ہے کہ یہ ان کی قوم کے نیک لوگ تھے، جن کے فوت ہونے پر انھوں نے ان کے بت بنا لیے، بعد میں یہی بت عرب میں بن گئے۔ گویا بت پرستی بھی دراصل بزرگ پرستی ہی ہے، رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح ہونے پر کعبہ سے بت نکالے تو ان میں ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے بت بھی تھے۔

''اَنْدَادًا'' میں ہر وہ چیز شامل ہے جو انسان کے دل پر مسلط ہو کر وہ مقام بنا لے جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تمھیں پیدا کیا ہے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالی : ﴿ فلا تجعلوا لله أندادا ﴾ : ۷۵۲۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الشرک أقبح الذنوب : ۸۶]

يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ : یعنی ایمان والے اللہ کی محبت اور اس کی رضا کو ہر دوسرے کی محبت اور رضا سے مقدم رکھتے ہیں۔ کسی دوسرے کی محبت ان کے دل میں یہ مقام حاصل نہیں کر سکتی کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا پر قربان نہ کر سکیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ا۟قْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [التوبة : ۲۴] ''کہہ دے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین باتیں جس شخص میں ہوں گی اس نے ایمان کی مٹھاس پالی: ① اسے اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ ② جب وہ کسی بندے سے محبت کرے تو

صرف اللہ کے لیے محبت کرے۔ ③ جب اسے اللہ کفر سے نجات دے دے تو پھر وہ کفر میں واپس جانے کو اتنا برا سمجھے جتنا آگ میں گرائے جانے کو۔'' [بخاری ، کتاب الإیمان ، باب من کرہ أن یعود فی الکفر : ۲۱۔ مسلم ، کتاب الإیمان، باب بیان خصال من اتصف بھن وجد حلاوۃ الإیمان : ۴۳]

وَ لَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا : مشرکین کے لیے دھمکی ہے کہ جب وہ ظالم عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور اپنے آپ کو اس میں گرفتار پائیں گے، تب شاید انھیں یقین آئے گا کہ حاکمیت صرف اللہ کے لیے ہے اور آسمان و زمین کے درمیان ایک تنکا بھی اس کی قوتِ تصرف سے خارج نہیں۔

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾

''جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی، ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنھوں نے پیروی کی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات بالکل منقطع ہو جائیں گے۔''

قیامت کے دن مشرکین کے لیے وعید بیان کی گئی ہے، اس دن مشرکین کے باطل معبود، جنھیں پوجا گیا تھا، جب عذاب کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھیں گے تو اپنی پرستش کرنے والوں سے براءت کا اظہار کریں گے اور تمام رشتے کٹ جائیں گے جن کی بنیاد پر وہ جمع ہوتے تھے، کوئی معبود بنا تھا اور کسی نے اس کی پرستش کی تھی۔

اس آیت میں قیامت کے دن مشرکوں کی حالت زار کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ کاش! وہ دنیا میں اللہ کی بات پر یقین کر کے اس انجام سے بچ جائیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَاۤ اِلَيْكَ ۫ مَا كَانُوْۤا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَ قِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَ رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴾ [القصص : ۶۳، ۶۴] ''وہ لوگ کہیں گے جن پر بات ثابت ہو چکی، اے ہمارے رب! یہ ہیں وہ لوگ جنھیں ہم نے گمراہ کیا، ہم نے انھیں اسی طرح گمراہ کیا جیسے ہم گمراہ ہوئے، ہم تیرے سامنے بری ہونے کا اعلان کرتے ہیں، یہ ہماری تو عبادت نہیں کرتے تھے۔ اور کہا جائے گا اپنے شریکوں کو پکارو۔ سو وہ انھیں پکاریں گے تو وہ انھیں جواب نہ دیں گے اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے۔ کاش کہ واقعی وہ ہدایت قبول کرتے ہوتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۵﴾ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ۵، ۶] ''اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔''

وَ قَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ

اللّٰہُ اَعۡمَالَہُمۡ حَسَرٰتٍ عَلَیۡہِمۡ ؕ وَ مَا ہُمۡ بِخٰرِجِیۡنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ ع ۲۰

’’اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے کاش! ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہوتو ہم ان سے بالکل بے تعلق ہو جائیں، جیسے یہ ہم سے بالکل بے تعلق ہو گئے۔ اس طرح اللہ انھیں ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ کسی صورت آگ سے نکلنے والے نہیں۔‘‘

آخرت میں پیروں اور گدی نشینوں کی بے بسی اور بے وفائی پر مشرکین حسرت کریں گے لیکن وہاں اس حسرت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، کاش! دنیا ہی میں وہ شرک سے توبہ کرلیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا : جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو مدد کے لیے پکارتے ہیں، ان سے مرادیں مانگتے ہیں، ان کے سامنے جھکتے اور سجدہ کرتے ہیں، یہ سب غیر اللہ کی عبادت کر رہے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ شرعی معاملات میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ امام یعنی رسول کے علاوہ کسی اور کو اپنا امام یا مرشد بنالیتے ہیں، پھر بغیر تحقیق کے اس کے کہنے پر چلتے ہیں، خلاف شرع کاموں میں اس کو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں، تو یہ بھی اس امام یا مرشد کی عبادت ہی کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [التوبة : ۳۱] ’’انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں، کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔‘‘

وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ : یعنی جن لوگوں نے اللہ کے احکام کو چھوڑ کر دوسروں کے احکام پر عمل کرنا ثواب سمجھ رکھا تھا دوزخ میں داخل کر دیے جائیں گے اور پھر وہ کبھی اس سے نکل نہیں سکیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾ [المائدة : ۷۲] ’’بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔‘‘

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ٘ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾

’’اے لوگو! ان چیزوں میں سے جو زمین میں ہیں حلال، پاکیزہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو، بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔‘‘

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو انداد (شریک) بنانے کا برا انجام ذکر کیا گیا ہے۔ مشرکین ان ’’انداد‘‘

کی تعظیم و تکریم میں اتنی زیادتی کرتے کہ عبادت اور دعا میں بھی ان کو پکارتے اور ان کے نام پر بہت سے مویشی مثلاً بحیرہ، سائبہ اور وصیلہ وغیرہ کو حرام قرار دے دیتے۔ ان پر نہ سواری کرتے اور نہ ان کا گوشت کھاتے اور ان کو اللہ کے قریب ہونے کا ذریعہ سمجھتے۔ البتہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو انھوں نے حلال ٹھہرا لیا تھا، مثلاً مردار، خون، خنزیر اور غیر اللہ کی نذر و نیاز۔ چنانچہ اس آیت میں کسی چیز کو اس طرح حرام ٹھہرا لینے سے منع فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ حلال اور طیب چیزیں کھانے کا حکم دیا، یعنی اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے بچو مگر اس کی حلال کردہ طیب چیزوں سے اجتناب کی اجازت نہیں۔ بلکہ اسلام تب معتبر ہو گا جب کوئی شخص اسلام کی حلال کردہ اشیا سے اجتناب نہیں برتے گا، چنانچہ یہاں فرمایا کہ شیطان کے پیچھے لگ کر ان کو حرام نہ ٹھہراؤ۔ اللہ اور اس کے رسول کی ہر نافرمانی اور دین میں شامل کی ہوئی ہر وہ بات جو اللہ اور اس کے رسول نے نہیں بتائی وہ بدعت ہے اور ہر بدعت شیطان کے قدموں کی پیروی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے لوگو! روئے زمین پر جو چیزیں پائی جاتی ہیں ان میں سے صرف وہی چیزیں کھایا کرو جو حلال اور پاکیزہ ہیں، حرام اور خبیث چیزیں نہ کھایا کرو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ۸۸] ”اور اللہ نے تمھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے حلال، طیب کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ﴾ [النحل : ۱۱۴] ”سو کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمھیں حلال، پاکیزہ رزق دیا ہے۔“

سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آگاہ ہو جاؤ! میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں وہ باتیں سکھلاؤں جو تمھیں معلوم نہیں، ان باتوں میں سے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے آج کے دن سکھلائیں۔ وہ یہ کہ ہر وہ مال جو میں نے اپنے بندوں کو عطا فرمایا وہ ان کے لیے حلال ہے اور میں نے اپنے بندوں کو اس طرح پیدا کیا تھا کہ وہ سب سے کٹ کر صرف اسی کی طرف متوجہ تھے مگر شیطان ان کے پاس آئے اور انھوں نے انھیں دین سے دور کر دیا اور ان چیزوں کو حرام قرار دلایا جو میں نے ان کے لیے حلال قرار دی تھیں۔“ [مسلم ، کتاب الجنة وصفة نعيمها ، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة و أهل النار : ۲۸۶۵]

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ : حرام اور خبیث چیزوں کا کھانا شیطان کی پیروی کرنا ہے، حالانکہ وہ انسان کا کھلا دشمن ہے اس کے دھوکے میں آ جانا بڑی نادانی کی بات ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۵۳] ”بے شک شیطان ہمیشہ سے انسان کا کھلا دشمن ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ﴾ [فاطر : ٦] ”بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے تو اسے دشمن ہی سمجھو۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ [یٰس : ٦٠] ”کیا میں نے تمھیں تاکید نہ

کی تھی اے اولادِ آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔‘‘

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

’’وہ تو تمھیں برائی اور بے حیائی ہی کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ پر وہ بات کہو جو تم نہیں جانتے۔‘‘

شیطان کی عداوت کی تفصیل بتائی گئی ہے کہ وہ تمھیں معاصی کا بالعموم اور فواحش کا بالخصوص حکم دیتا ہے۔ جیسے زنا، شراب، قتل اور دوسروں پر زنا کی تہمت لگانا وغیرہ اور تمھیں شیطان اس بات کا بھی حکم دیتا ہے کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کرو جن کا تم علم نہیں رکھتے ہو۔

وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ : اس سے مراد ہر وہ بات ہے جو کتاب و سنت سے ثابت نہ ہو، اور اسے اپنی طرف سے اللہ کے ذمے لگا دیا جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ [آل عمران: ۷۸] ’’اور بے شک ان میں سے یقیناً کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب (پڑھنے) کے ساتھ اپنی زبانیں مروڑتے ہیں، تاکہ تم اسے کتاب میں سے سمجھو، حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں اور اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۖ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ [البقرۃ : ۷۹] ’’پس ان لوگوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے، جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾ [النحل : ۱۱۶] ’’اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔‘‘

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔‘‘

کافروں کی یہ پرانی عادت رہی ہے کہ جب کبھی ان سے ایمان لانے کے لیے کہا گیا تو وہ آبائی تقلید کا سہارا لیتے رہے۔ ہمیشہ وہ یہی کہا کرتے تھے کہ ہمارے آبا و اجداد حق پر تھے، لہٰذا ہم انھی کے راستہ کی پیروی کریں گے۔

ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى

عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴾ [لقمان : ۲۱] ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، اور کیا اگرچہ شیطان انھیں بھڑکتی آگ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو؟'' اور فرمایا: ﴿ بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ [الزخرف : ۲۲] ''بلکہ انھوں نے کہا کہ بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا ہے اور بے شک ہم انھی کے قدموں کے نشانوں پر راہ پانے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ۱۰۴] ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اس کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔''

اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ : اس آیت میں روئے سخن اگرچہ مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی طرف ہے مگر مسلمان بھی اگر یہی روش اختیار کریں کہ قرآن و حدیث کے مقابلے میں اپنے آبا و اجداد کی رسموں پر جمے رہیں، یا اپنے ائمہ و علماء کی ان باتوں پر ڈٹے رہیں جن کی کوئی سند نہ قرآن سے ملتی ہے نہ سنت سے، تو وہ بھی اس آیت کا مصداق ہوں گے۔ اسی کا نام تقلید ہے، کیونکہ تمام علماء نے تقلید کی تعریف یہ کی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی بجائے کسی غیر کا قول دلیل کے بغیر لے لینا تقلید ہے۔

اسلام میں تمام گمراہ فرقوں کا وجود، شرک و بدعت کا رواج، قبروں، مزاروں اور درگاہوں کی پرستش اور عقائد کی تمام بیماریاں اسی چور دروازے سے داخل ہوئی ہیں کہ قرآن و سنت کو چھوڑ کر اپنے بزرگوں، مشائخ اور خود ساختہ معبودوں کی بات کو ترجیح دے کر ان کی تقلید کی اور ببانگِ دہل کہا کہ یہ حضرات جو کرتے آئے ہیں آخر ان کے پاس بھی تو کوئی دلیل ہوگی، اس لیے ہم وہی کریں گے جو ہمارے بزرگ کرتے آئے ہیں اور ان حدیثوں کو ہم نہیں مانیں گے، اس لیے کہ ہم اپنے بزرگوں سے زیادہ سمجھ نہیں رکھتے۔

وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۱۷۱

''اور ان لوگوں کی مثال جنھوں نے کفر کیا، اس شخص کی مثال جیسی ہے جو ان جانوروں کو آواز دیتا ہے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہیں سنتے، بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو وہ نہیں سمجھتے۔''

ان کافروں کی مثال جنھوں نے تقلید آبا میں اپنی عقل و فہم کو معطل کر رکھا ہے، ان جانوروں کی طرح ہے جن کو چرواہا بلاتا اور پکارتا ہے، وہ جانور آواز تو سنتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ انھیں کیوں بلایا اور پکارا جا رہا ہے؟ اسی طرح یہ مقلدین

بھی بہرے ہیں کہ حق کی آواز نہیں سنتے، گونگے ہیں کہ حق ان کی زبان سے نہیں نکلتا، اندھے ہیں کہ حق کے دیکھنے سے عاجز ہیں اور بے عقل ہیں کہ دعوت حق کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

ارشاد فرمایا : ﴿ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الزخرف : ٤٠] ''پھر کیا تو بہروں کو سنائے گا، یا اندھوں کو راہ دکھائے گا اور ان کو جو صاف گمراہی میں پڑے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴾ [یونس : ٤٣] ''اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو تیری طرف دیکھتے ہیں، تو کیا تو اندھوں کو راستہ دکھائے گا، اگرچہ وہ نہ دیکھتے ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ﴾ [الروم : ٥٣] ''اور نہ تو کبھی اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لانے والا ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطا فرمائی ہیں اور اللہ کا شکر کرو، اگر تم صرف اس کی عبادت کرتے ہو۔''

اس سے پہلے سب لوگوں کو حلال وطیب کھانے کا حکم دیا تھا، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اہل ایمان کو حلال اور پاکیزہ روزی کھانے اور کمانے کا حکم دیا ہے، کیونکہ اس کے بغیر کوئی دعا اور عبادت قبول نہیں ہوتی۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ﴾ [المائدۃ : ٨٨] ''اور اللہ نے تمھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے حلال، طیب کھاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴾ [النحل : ١١٤] ''سو کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمھیں حلال، پاکیزہ رزق دیا ہے اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ﴾ [المائدۃ : ٤] ''تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال کیا گیا ہے؟ کہہ دے تمھارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے، پاک ہی کو قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو حکم دیا تھا، (رسولوں کو) اس نے فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴾ [المؤمنون : ٥١] ''اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو، خوب جاننے والا ہوں۔'' اور (مومنوں سے) فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ [البقرۃ : ١٧٢] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطا فرمائی ہیں۔'' پھر آپ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، پریشان حال اور غبار آلود ہے، اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے، یارب! یارب! مگر اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام

ہے، اس کا لباس حرام ہے، حرام مال ہی سے اس نے پرورش پائی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہو؟'' [مسلم، کتاب الزکٰوۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا : ۱۰۱۵]

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۷۳﴾

''اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز حرام کی ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے، پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اکل حلال کی ترغیب ونصیحت کے بعد، یہاں بعض ان چیزوں کا ذکر کیا جا رہا ہے، جن کا کھانا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے مردہ جانور (چاہے جیسے بھی مرا ہو) خون، سور کا گوشت اور جس جانور کو غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو، حرام کر دیا ہے، ہاں اگر کوئی شخص اضطراری حالت میں جان بچانے کے لیے کھا لیتا ہے تو گناہ گار نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ : سب سے پہلی چیز جس کی حرمت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ مردار ہے۔ مردار وہ جانور ہے جس پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے، یا جو بغیر ذبح کیے مر جائے، خواہ وہ چوٹ سے مرے یا گر کر مرے یا کسی اور طرح سے مرے۔ ارشاد فرمایا: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ [المائدۃ : ۳] ''تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو، مگر جو تم ذبح کر لو۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال قرار دیے گئے ہیں، دو مردار مچھلی اور ٹڈی، دو خون کلیجی اور تلی ہیں۔'' [ابن ماجہ، کتاب الأطعمۃ، باب الکبد والطحال : ۳۳۱۴]

سمندر کا ہر جانور خواہ زندہ پکڑا جائے یا مردہ، نام اس کا کچھ بھی ہو، حلال ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریا کے بارے میں فرمایا: ''اس کا پانی پاک اور مردار حلال ہے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الطھارۃ، باب الوضوء بماء البحر : ۸۳۔ ترمذی، کتاب الطھارۃ، باب ما جاء فی ماء البحر أنہ طھور : ۶۹]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کے ساتھ بھیجا اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا۔ ہم نے قریش کے ایک تجارتی قافلے کو لوٹنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کا ایک تھیلا ہمیں

زادراہ کے طور پر دیا۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اس میں سے ہمیں ایک ایک کھجور دیا کرتے تھے۔ راوی نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم ان کھجوروں سے کیا کرتے تھے؟ تو انھوں نے بتایا کہ ہم ان کو اس طرح چوسا کرتے تھے جیسے بچے چوستے ہیں، پھر اوپر سے پانی پی لیتے تو صبح سے شام تک ایک کھجور سے گزارا کر لیتے اور درختوں کے پتوں کو چھڑی سے گراتے اور پانی میں بھگو کر کھا لیتے۔ چلتے چلتے ہم ساحل سمندر پر پہنچ گئے۔ ساحل سمندر پر ہمیں ایک بڑا ٹیلا نظر آیا۔ جب ہم اس کے قریب آئے تو وہ عنبر نامی مچھلی تھی۔ ابو عبیدہ نے کہا یہ تو مری ہوئی ہے۔ پھر فرمایا کہ نہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے ہیں، اللہ کے راستے میں نکلے ہیں اور تم اس وقت اضطراری کیفیت میں ہو، پس تم اسے کھاؤ۔ ہم تین سو آدمی تھے اور مسلسل ایک مہینا اس مچھلی کو کھاتے رہے، حتیٰ کہ ہم موٹے ہو گئے۔ ہم اس کی آنکھ کے خول سے تیل کے مٹکے بھرتے تھے اور بیل کے برابر اس کی بوٹیاں کاٹتے تھے۔ ابو عبیدہ نے ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو اکٹھا کیا اور انھیں اس کی آنکھ کے خول میں بٹھا دیا اور اس کی ایک پسلی کو کھڑا کیا اور ہمارے سب سے بڑے اونٹ کے اوپر کجاوا رکھا اور اس کو اس کے نیچے سے گزارا تو وہ آسانی سے گزر گیا۔ ہم نے اس کے گوشت میں سے وشائق (وہ ابلا ہوا گوشت جو سفر کے لیے رکھتے ہیں) بنا لیے۔ جب ہم واپس مدینہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ آپ کو سنایا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ تو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے رزق نکالا تھا۔ تمھارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ ہے تو ہمیں بھی کھانے کے لیے دو۔'' ہم نے کچھ گوشت آپ کی طرف بھیجا تو آپ نے اسے کھایا۔ [مسلم ، کتاب الصید و الذبائح، باب إباحة میتات البحر : ۱۹۳۵]

وَالدَّمَ : دوسری چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا، وہ خون ہے، خون سے مراد بہنے والا خون ہے یعنی وہ خون جو کسی جانور سے ذبح کے وقت نکلتا ہے، یا اس کے زخم سے نکلتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِيْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ﴾ [الأنعام : ۱۴۵] ''کہہ دے میں اس وحی میں، جو میری طرف کی گئی ہے، کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا جسے وہ کھائے، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کہ بے شک وہ گندگی ہے، یا نافرمانی (کا باعث) ہو، جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔''

وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ : سور، خواہ پالتو ہو یا جنگلی جس طرح اس کا گوشت حرام ہے، اسی طرح اس کے جسم کے باقی تمام اعضا اور چربی وغیرہ بھی حرام ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اِلَّاۤ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ ﴾ [الأنعام : ۱۴۵] ''سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کہ بے شک وہ گندگی ہے۔''

سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص نرد شیر (چوسر) کھیلے تو اس نے گویا اپنا ہاتھ سور کے گوشت اور خون سے رنگا۔'' [مسلم، کتاب الشعر ، باب تحریم اللعب بالنردشیر : ۲۲۶۰]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے۔'' عرض کی گئی، اے اللہ کے رسول! مردار کی چربی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس سے کشتیوں کو روغن کیا جاتا ہے، چمڑوں کو تیل لگایا جاتا ہے اور لوگ اسے چراغوں میں جلاتے ہیں؟ فرمایا: ''نہیں، یہ حرام ہے۔'' [بخاری، کتاب البیوع، باب بیع المیتة والأصنام : ۲۲۳٦۔ مسلم، کتاب المساقاة ، باب تحریم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والأصنام : ۱۵۸۱]

اسی ذیل میں خشکی کے جانوروں میں سے ہر کچلی والا درندہ اور پنجے سے شکار کرنے والا پرندہ بھی آتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے درندے کو کھانے سے منع فرما دیا ہے۔ [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب أکل کل ذی ناب من السباع : ۵۵۳۰۔ مسلم، کتاب الصید والذبائح ، باب تحریم أکل کل ذی ناب...... الخ : ۱۹۳۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجے (میں پکڑ کر کھانے) والے پرندے کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ [مسلم، کتاب الصید و الذبائح ، باب تحریم أکل کل ذی ناب من السباع...... الخ : ۱۹۳٤]

وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ : چوتھی چیز جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہے وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام پر ذبح کی گئی ہو، یا کسی دوسرے کے آستانے پر ذبح کی گئی ہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَ مَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ﴾ [المائدۃ : ۳] ''تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو، مگر جو تم ذبح کرلو، اور جو تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ کہ تم تیروں کے ساتھ قسمت معلوم کرو۔ یہ سراسر نافرمانی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ﴾ [النحل : ۱۱۵] ''اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ چیزیں حرام کی ہیں جن پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے ذبح کرے۔'' [مسلم ، کتاب الأضاحی ، باب تحریم الذبح لغیر اللہ تعالی و لعن فاعله : ۱۹۷۸]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وحی نازل ہونے سے پہلے (ایک دن) بلدح کے نشیب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات زید بن عمرو بن نفیل سے ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دستر خوان بچھایا گیا۔ زید نے اس

میں سے کھانے سے انکار کر دیا (کہ شاید قریش کی طرح یہ بھی بتوں کے نام کا کوئی ذبیحہ ہے، جبکہ ایسا نہیں تھا) اور اس نے (دسترخوان بچھانے والوں سے) کہا، میں ان ذبیحوں کا گوشت نہیں کھاتا جو تم اپنے آستانوں پر ذبح کرتے ہو اور نہ کوئی اور چیز کھاتا ہوں، سوائے اس چیز کے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب حدیث زید بن عمرو بن نفیل : ۳۸۲۶]

سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص نے بوانہ نامی مقام پر ایک اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے بوانہ کے مقام پر ایک اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی تھی (کیا میں اسے پورا کر سکتا ہوں)؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں سے) پوچھا: ''کیا وہاں ایام جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا، جس کی عبادت کی جاتی تھی؟'' لوگوں نے کہا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا وہاں کافروں کے میلوں میں سے کوئی میلا تو نہیں لگتا تھا؟'' لوگوں نے کہا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: ''اپنی نذر پوری کرو۔'' [أبو داوٗد ، کتاب الأیمان والنذور، باب ما یؤمر به من وفاء النذر : ۳۳۱۳]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا عَقْرَ فِي الْإِسْلَامِ» ''اسلام میں قبروں کے پاس ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الجنائز، باب کراهية الذبح عند القبر : ۳۲۲۲]

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ﴾ [الأنعام : ۱۱۹] ''حالانکہ بلاشبہ اس نے تمھارے لیے وہ چیزیں کھول کر بیان کر دی ہیں جو اس نے تم پر حرام کی ہیں، مگر جس کی طرف تم مجبور کر دیے جاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الأنعام : ۱۴۵] ''پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو بے شک تیرا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [المائدۃ : ۳] ''پھر جو شخص بھوک کی کسی صورت میں مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ کسی گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۷۴

''بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب میں سے اتارا ہے اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھا رہے اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن بات کرے گا اور نہ انھیں پاک

کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔‘‘

کتمانِ حق کرنے والوں کے لیے وعید کا دوبارہ ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ امتِ مسلمہ کے افراد ایسی مذموم صفت سے اپنے آپ کو بچا کر رکھیں۔ یہود نے نبی کریم ﷺ کی ان صفات کو چھپایا جو آپ کی رسالت پر دلالت کرتی تھیں، تاکہ عربوں پر ان کی برتری ثابت رہے اور جو ہدیے اور تحفے انھیں ان سے ملا کرتے تھے ان کا سلسلہ جاری رہے۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ درحقیقت (ان حقیر ہدیوں کے عوض) اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں اور قیامت کے دن اللہ مارے غضب کے ان سے بات بھی نہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

اُولٰٓىِٕكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ : دوزخ کی آگ کھانے کا ذکر ایک اور جگہ قرآن میں آیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۰]
’’بے شک جو لوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔‘‘

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص چاندی کے برتنوں میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الأشربة، باب آنية الفضة : ٥٦٣٤۔ مسلم، کتاب اللباس والزينة، باب تحريم استعمال أواني الذهب والفضة ...... الخ : ٢٠٦٥]

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾

’’یہی لوگ ہیں جنھوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے اور عذاب کو بخشش کے بدلے خریدا، سو وہ آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں۔‘‘

ان کافروں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور مغفرتِ الٰہی کے بدلے عذابِ نار کو قبول کر لیا ہے، یہ لوگ قیامت کے دن ایسے سخت اور دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے کہ دیکھنے والے حیران رہ جائیں گے اور دوسرا معنی یہ بھی ہے کہ وہ کون سی چیز ہے جس نے انھیں آگ کے عذاب کو برداشت کرنے پر آمادہ کیا کہ یہ لوگ اللہ کی نافرمانیوں پر کمر باندھے ہوئے ہیں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾

’’یہ اس لیے کہ بے شک اللہ نے یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے اور جن لوگوں نے اس کتاب میں اختلاف کیا ہے یقیناً وہ بہت دور کی مخالفت میں (پڑے) ہیں۔‘‘

یعنی یہ لوگ ایسے سخت عذاب میں اس لیے مبتلا کیے جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تو کتابیں اس لیے اتاری تھیں کہ حق

کا ظہور و غلبہ ہو اور باطل پامال ہو، لیکن ان لوگوں نے اللہ کی کتاب کا استہزا کیا، اس میں تحریف کی اور بالخصوص قرآن کے بارے میں خلاف واقع باتیں کہیں، کسی نے کہا یہ جادو ہے، کسی نے کہا یہ شعر ہے، کسی نے کہا یہ گزرے ہوئے زمانے کی کہانیاں ہیں اور اس طرح وہ حق سے کوسوں دور ہوتے گئے اور عذابِ شدید کے مستحق بنے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

”نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو اور لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال دے اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں۔ اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جو اپنا عہد پورا کرنے والے ہیں جب عہد کریں اور خصوصاً جو تنگ دستی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جنھوں نے سچ کہا اور یہی بچنے والے ہیں۔“

یہ آیت یہود و نصاریٰ کی تردید میں اس وقت نازل ہوئی جب انھوں نے تحویلِ قبلہ کے بعد اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں مختلف قسم کی فتنہ انگیز باتیں کرنا شروع کر دی تھیں، جس سے بعض مسلمان بھی بعض دفعہ کبیدہ خاطر ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کر لینا بذات خود کوئی نیکی نہیں ہے، بلکہ یہ تو صرف مرکزیت اور اجتماعیت کے حصول کا ایک طریقہ ہے، اصل نیکی تو ان عقائد پر ایمان رکھنا ہے جو اللہ نے بیان فرمائے ہیں۔

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ ...... وَالنَّبِيّٖنَ : ایمان سے مراد اللہ تعالیٰ پر، قیامت پر، فرشتوں پر، اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر اور اس کے نبیوں پر ایمان لانا ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کی ملاقات پر، اس کے رسولوں پر اور دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لاؤ۔“
[بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل ...... الخ : ۵۰۔ مسلم، کتاب الإیمان ، باب الإیمان ما هو ؟ و بیان خصاله : ۹]

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ اے

اللہ کے رسول! اجر کے لحاظ سے بڑا صدقہ کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''افضل صدقہ یہ ہے کہ تو اپنی صحت اور مال کی محبت کی حالت میں صدقہ کرے، جبکہ تجھے کمی وفقر کا اندیشہ ہو اور مال کے زیادہ ہونے کی رغبت۔'' [بخاري ، كتاب الزكوة، باب فضل صدقة الشحيح الصحيح ...... الخ : ١٤١٩ ـ مسلم ، كتاب الزكوة ، باب بيان أن أفضل الصدقة الصحيح الشحيح : ١٠٣٢]

ذَوِي الْقُرْبٰى: اقربا میں سب سے زیادہ حق والدین کا ہے، اس کے بعد باقی عزیز واقارب ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴾ [بني إسرائيل : ٢٦] ''اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور مت بے جا خرچ کر۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ﴾ [النساء : ٣٦] ''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور قرابت والے کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت والے ہمسائے اور اجنبی ہمسائے اور پہلو کے ساتھی اور مسافر (کے ساتھ) اور (ان کے ساتھ بھی) جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ بنے ہیں۔''

سیدنا سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکینوں پر صدقہ کرنا صرف صدقہ ہے، مگر اپنے رشتہ داروں کو دینا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔'' [مسند أحمد : ٢١٤/٤، ح : ١٧٩٠٣]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز اس کے وقت پر ادا کرنا۔'' میں نے پوچھا، پھر کون سا عمل؟ فرمایا: ''والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔'' میں نے پوچھا، پھر کون سا عمل؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب البر والصلة : ٥٩٧٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: ''تمھاری ماں۔'' اس نے پوچھا، پھر کون؟ فرمایا: ''تمھاری ماں۔'' اس نے پوچھا، پھر کون؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھاری ماں۔'' اس نے پوچھا، پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ''پھر تمھارا باپ۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة : ٥٩٧١ ـ مسلم، كتاب البر والصلة و الأدب، باب بر الوالدين و أيهما أحق به : ٢٥٤٨]

وَالْيَتٰمٰى: ارشاد فرمایا: ﴿ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ﴾ [الدھر : ۸، ۹] ''اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔ (اور کہتے

ہیں) ہم تو صرف اللہ کے چہرے کی خاطر تمھیں کھلاتے ہیں، نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔‘‘

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔‘‘ آپ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب فضل من یعول یتیمًا : ٦٠٠٥۔ مسلم، کتاب الزهد، باب فضل الإحسان إلى الأرملة ...... الخ : ٢٩٨٣ عن أبي هريرة رضي الله عنه]

وَالْمَسٰكِيْنَ :ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ﴾ [البقرة : ٢١٥] ’’کہہ دے تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو، سو وہ ماں باپ اور زیادہ قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ﴾ [الدهر : ٨] ’’اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔‘‘

سیدنا صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بیوہ اور مسکین کی خدمت کرنے والا ایسے ہے جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا، یا جیسے دن کو روزہ رکھنے والا اور رات کو نماز پڑھنے والا۔‘‘ [بخاری، کتاب الأدب، باب الساعي على الأرملة : ٦٠٠٦۔ مسلم، کتاب الزهد، باب فضل الإحسان إلى الأرملة والمسكين واليتيم : ٢٩٨٢، عن أبي هريرة رضي الله عنه]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں سے مانگتا پھرتا ہے اور کوئی اسے ایک یا دو لقمے اور ایک یا دو کھجوریں دے دیتا ہے۔‘‘ صحابہ نے عرض کی، پھر مسکین کون ہے اے اللہ کے رسول؟ تو آپ نے فرمایا: ’’مسکین تو وہ ہے جس کے پاس نہ تو اس قدر مال ہو جو اس کی ضرورت کے لیے کافی ہو اور نہ اس کی احتیاج کی بابت علم ہو کہ اسے صدقہ دیا جا سکے اور نہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال کرے۔‘‘ [مسلم، کتاب الزكوة، باب المسكين الذى لا يجد غنى ...... الخ : ١٠٣٩۔ بخاری، کتاب التفسير، باب ﴿ لا يسئلون الناس إلحافًا ﴾ : ٤٥٣٩]

وَابْنَ السَّبِيْلِ : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک آدمی کے سوال کے جواب میں) فرمایا: ’’بے شک یہ مال (بھی) خوش گوار و دل پسند ہے تو مسلمان کا وہ مال کتنا اچھا ہے جس مال میں سے وہ مسکین، یتیم اور مسافر کو دیتا رہتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الزكوة، باب الصدقة على اليتامى : ١٤٦٥]

وَالسَّآىِٕلِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴾ [الذاريات : ١٩] ’’اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والے اور محروم کے لیے ایک حصہ تھا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴾ [المعارج : ٢٤، ٢٥] ’’اور وہ جن کے مالوں میں ایک مقرر حصہ ہے۔ سوال کرنے والے کے لیے اور (اس کے لیے) جسے نہیں دیا جاتا۔‘‘

وَفِي الرِّقَابِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝

﴿أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ﴾ [البلد : ١٠ تا ١٦] ''اور ہم نے اسے دو واضح راستے دکھا دیے۔ پھر (بھی) وہ مشکل گھاٹی میں نہ گھسا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ مشکل گھاٹی کیا ہے؟ (وہ) گردن چھڑانا ہے۔ یا کسی بھوک والے دن میں کھانا کھلانا ہے۔ کسی قرابت والے یتیم کو یا مٹی میں ملے ہوئے کسی مسکین کو۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کرے تو اللہ اس غلام کے جسم کے ہر عضو کی آزادی کے بدلے آزاد کرنے والے کے جسم کے بھی ایک ایک عضو کو دوزخ سے بچائے گا۔'' [بخاری، کتاب العتق، باب فی العتق و فضله...... : ۲۵۱۷۔ مسلم ، کتاب العتق، باب فضل العتق : ۱۵۰۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی غلام کی غلامی میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اگر اس کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ مال اس غلام کی اس قیمت کو پہنچ جائے جو انصاف کے ساتھ تجویز کی گئی ہو تو وہ آزاد کرنے والا اپنے شرکا کو ان کے حصہ کی قیمت ادا کر دے اور اسے آزاد کر دے، اور اگر اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے تو پھر وہ غلام اتنا ہی آزاد ہو گا جتنا کہ وہ آزاد کیا گیا ہے۔'' [بخاری، کتاب العتق، باب إذا أعتق عبدًا بين اثنين...... الخ : ۲۵۲۲۔ مسلم ، کتاب العتق، باب من أعتق شركا له فی عبد : ۱۵۰۱]

وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا : ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ﴾ [المؤمنون : ٨] ''اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا، پھر پکارا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی کا نشان ہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب ما يدعى الناس بآبائهم : ٦١٧٧۔ مسلم ، کتاب الجهاد ، باب تحريم الغدر : ۱۷۳۵]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان میں سے ایک بات ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہو گی جب تک اس کو چھوڑ نہ دے، (وہ خصلتیں یہ ہیں) جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے اور جب لڑائی کرے تو بدکلامی کرے۔'' [بخاری، کتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ٣٤۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ٥٨]

وَالصّٰبِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ : اہم نیکیوں میں سے آخری نیکی اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی کہ سختی و تکلیف نقصان و تنگی، جنگ و جدال کے وقت صابر و ثابت قدم رہنا۔ بے صبری و ناشکری، بزدلی و گھبراہٹ، جزع فزع اور میدان جنگ سے پیٹھ موڑنا، یہ تمام خصائل اسلامی وقار کے منافی ہیں۔ ایک مسلمان کا وقار اس میں ہے کہ اللہ کی راہ میں

جان دے دے لیکن شکست کھا کے میدان جنگ سے نہ بھاگے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ بَلٰۤى اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ یَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُسَوِّمِیْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۲۵] ''کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو اور وہ اپنے اسی جوش میں تم پر آ پڑیں تو تمھارا رب پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرے گا، جو خاص نشان والے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ [لقمان : ۱۷] ''اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کر اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور اس (مصیبت) پر صبر کر جو تجھے پہنچے، یقیناً یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔''

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۸﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر مقتولوں میں بدلہ لینا لکھ دیا گیا ہے، آزاد (قاتل) کے بدلے وہی آزاد (قاتل) اور غلام (قاتل) کے بدلے وہی غلام (قاتل) اور (قاتلہ) عورت کے بدلے وہی (قاتلہ) عورت (قتل) ہوگی، پھر جسے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی معاف کر دیا جائے تو معروف طریقے سے پیچھا کرنا اور اچھے طریقے سے اس کے پاس پہنچا دینا (لازم) ہے۔ یہ تمھارے رب کی طرف سے ایک قسم کی آسانی اور ایک مہربانی ہے، پھر جو اس کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

زمانۂ جاہلیت میں کوئی نظم اور قانون تو تھا نہیں، اس لیے زور آور قبیلے کمزور قبیلوں پر جس طرح چاہتے ظلم و جور کا ارتکاب کر لیتے۔ ایک ظلم کی شکل یہ تھی کہ کسی طاقت ور قبیلے کا کوئی مرد قتل ہو جاتا تو وہ صرف قاتل کو قتل کرنے کی بجائے قاتل کے قبیلے کے کئی مردوں کو، بلکہ بعض اوقات پورے قبیلے ہی کو تہس نہس کرنے کی کوشش کرتے اور عورت کے بدلے مرد کو اور غلام کے بدلے آزاد کو قتل کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرق اور امتیاز کو ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ جو قاتل ہوگا قصاص (بدلے) میں اسی کو قتل کیا جائے گا۔ قاتل آزاد ہے تو بدلے میں وہی آزاد، غلام ہے تو بدلے میں وہی غلام اور عورت ہے تو بدلے میں وہی عورت قتل کی جائے گی، نہ کہ غلام کی جگہ آزاد اور عورت کی جگہ مرد، یا ایک مرد کے بدلے متعدد مرد۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرد اگر عورت کو قتل کر دے تو قصاص میں کوئی عورت قتل کی جائے گی، یا عورت مرد کو قتل کر دے تو کسی مرد کو قتل کیا جائے گا، جیسا کہ ظاہری الفاظ سے یہ مفہوم نکلتا ہے، بلکہ یہ الفاظ شانِ نزول کے اعتبار سے ہیں جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قصاص میں قاتل ہی کو قتل کیا جائے گا، وہ چاہے مرد ہو یا عورت، طاقتور ہو یا کمزور۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمام مسلمانوں کے خون (مرد ہو یا عورت) برابر ہیں۔'' [أبو داوٗد، کتاب

الجهاد، باب في السرية ترد على أهل العسكر : ٢٧٥١]

﴿ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ﴾ : معافی کی دو صورتیں ہیں، ایک بغیر مالی معاوضہ یعنی دیت لیے بغیر محض رضائے الٰہی کے لیے معاف کر دینا۔ دوسری صورت قصاص کی بجائے دیت قبول کر لینا۔ اگر دوسری صورت اختیار کی جائے تو کہا جا رہا ہے کہ طالب دیت بھلائی کی اتباع کرے۔ ﴿ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ﴾ میں قاتل کو کہا جا رہا ہے کہ بغیر تنگ کیے اچھے طریقے سے دیت کی ادائیگی کرے، اولیائے مقتول نے اس کی جان بخشی کر کے اس پر جو احسان کیا ہے اس کا بدلہ احسان ہی کے ساتھ دے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس کا کوئی (عزیز) قتل ہو جائے تو اسے دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے، خواہ فدیہ لے لے، خواہ بدلہ لے لے۔“ [بخاري، كتاب في اللقطة، باب كيف تعرف لقطة أهل مكة : ٢٤٣٤ ـ مسلم، كتاب الحج، باب تحريم مكة ...... الخ : ١٣٥٥]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جا سکتا۔“ [بخاري، كتاب الديات، باب لا يقتل المسلم بالكافر : ٦٩١٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص قتل کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کو مقتول کے ولی کے حوالے کر دیا۔ قاتل نے کہا، اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میرا ارادہ اس کو قتل کرنے کا نہیں تھا، (وہ غلطی سے قتل ہو گیا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقتول کے ولی سے) فرمایا: ”اگر یہ سچا ہے اور تم نے اسے قتل کر دیا تو تم دوزخ میں جاؤ گے۔“ یہ سن کر مقتول کے ولی نے اس قاتل کو چھوڑ دیا۔ [ترمذي، كتاب الديات، باب ما جاء في حكم ولي القتيل في القصاص والعفو : ١٤٠٧]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کے سر کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا، اس لڑکی سے پوچھا گیا کہ یہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے؟ کیا فلاں نے؟ یہاں تک کہ جب اس یہودی کا نام لیا گیا (جس نے قتل کیا تھا) تو اس نے سر سے اشارہ کیا (کہ ہاں) وہ یہودی لایا گیا، اس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور اس کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔ [بخاري، كتاب الديات، باب سؤال القاتل حتى يقر والإقرار في الحدود : ٦٨٧٦ ـ مسلم، كتاب القسامة و المحاربين، باب ثبوت القصاص في القتل بالحجر ...... الخ : ١٧/ ١٦٧٢]

﴿ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ﴾ : یہ تخفیف اور رحمت (یعنی قصاص، معافی یا دیت تینوں صورتیں) اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص تم پر ہوئی ہے، ورنہ اس سے پہلے اہل تورات پر قصاص یا معافی تھی اور اہل انجیل کے لیے صرف معافی تھی، قصاص تھا نہ دیت۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں قصاص یعنی بدلہ تھا، دیت نہیں تھی اس لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس امت سے فرمایا: ”تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص کا حکم دیا جاتا ہے کہ آزاد کے بدلے

آزاد مارا جائے اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت، ہاں اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کر دیا جائے۔" چنانچہ معافی یہ ہے کہ قتل عمد میں دیت کو قبول کر لیا جائے۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿ يأيها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص ﴾ : ٤٤٩٨۔ ابن حبان : ٦٠١٠]

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

"اور تمھارے لیے بدلہ لینے میں ایک طرح کی زندگی ہے اے عقلوں والو! تاکہ تم بچ جاؤ۔"

اس میں اللہ تعالیٰ نے قصاص کی عظیم حکمت بیان فرمائی ہے کہ قصاص میں زندگی ہے، اس لیے کہ جس کے ذہن میں یہ بات ہر وقت رہے گی کہ اگر اس نے کسی کو قتل کیا تو قتل کر دیا جائے گا، تو وہ کسی کو قتل نہیں کرے گا۔ اسی طرح جب لوگ قاتل کو قتل ہوتا دیکھ لیں گے، تو وہ قتل کرنے سے خائف رہیں گے، لیکن اگر قتل کی سزا قتل کے علاوہ کچھ اور ہوتی تو شاید اس شر کا دروازہ بند نہ ہوتا جو قاتل کھول دیتا ہے۔

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ لوگوں کے پاس قرآن کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی کوئی اور چیز بھی ہے؟ انھوں نے جواب دیا، اس ذات کی قسم، جس نے غلہ اگایا اور نفس کو پیدا کیا! نہیں، سوائے اس فہم و فراست کے جو اللہ تعالیٰ کسی انسان کو قرآن کے بارے میں عطا فرماتا ہے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے (اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں)۔ میں نے سوال کیا کہ اس صحیفہ میں کیا ہے؟ انھوں نے بتایا، سب مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور قیدی کو چھڑانا اور یہ کہ کوئی بھی مسلمان کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ [مسند أحمد : ۱/ ۷۹، ح : ٦٠١۔ بخاری، کتاب العلم، باب کتابة العلم : ۱۱۱]

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۖۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ
ع ۲۲ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ ع

"تم پر لکھ دیا گیا ہے، جب تم میں سے کسی کو موت آ پہنچے، اگر اس نے کوئی خیر چھوڑی ہو، اچھے طریقے کے ساتھ وصیت کرنا ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے، متقی لوگوں پر یہ لازم ہے۔ پھر جو شخص اسے بدل دے، اس کے بعد کہ اسے سن چکا ہو تو اس کا گناہ انھی لوگوں پر ہے جو اسے بدلیں، یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ پھر جو شخص کسی وصیت کرنے والے سے کسی قسم کی طرف داری یا گناہ سے ڈرے، پس ان کے درمیان اصلاح کر دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

وصیت کرنے کا یہ حکم وراثت والی آیت کے نزول سے پہلے دیا گیا تھا، اب ورثا سے متعلق وصیت کرنا جائز نہیں

ہے۔ لیکن وہ رشتہ دار جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے مال میں کوئی حصہ مقرر نہیں کیا، ان کے لیے اسی آیت کو مدنظر رکھتے ہوئے وصیت کرنا مستحب ہے اور اس کام کے لیے مال کا تیسرا حصہ استعمال ہوگا، جس کی وصیت کرنی جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے وصیت کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ وصیت کا پورا کرنا اتنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ ورثا میں میراث کی تقسیم سے پہلے وصیت کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ﴾ [النساء : ۱۱] ''اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائے، یا قرض (کے بعد)۔'' اور فرمایا: ﴿ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ﴾ [النساء : ۱۲] ''اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائیں یا قرض (کے بعد)۔''

اللہ تعالیٰ نے ورثا کے حصے مقرر کر دیے ہیں، لہٰذا ان کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں۔ سیدنا عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبے میں ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے، لہٰذا اب وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں ہے۔'' [ترمذی، کتاب الوصایا، باب ما جاء لا وصیۃ لوارث : ۲۱۲۱]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، (شروع اسلام میں میراث کا) مال اولاد کے لیے ہوتا تھا اور ماں باپ کے لیے وصیت ہوتی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں سے جو چاہا منسوخ کر دیا۔ [بخاری، کتاب الوصایا، باب لا وصیۃ لوارث : ۲۷۴۷]

محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیٹھے سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے اور جب اس آیت کریمہ پر پہنچے: ﴿ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۖۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ﴾ تو فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے۔ [مستدرک حاکم : ۲۳۷/۲، ح : ۳۰۸۳]

وصیت صرف تہائی مال تک میں کی جا سکتی ہے، باقی دو تہائی مال ورثا کے لیے چھوڑنا پڑے گا اور وہ انھی کا حق ہے، بہتر یہ ہے کہ تہائی مال سے بھی کم کی وصیت کی جائے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی بیماری میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے پاس بہت مال ہے اور میری وارث صرف ایک بیٹی ہے، تو کیا میں اپنے دو تہائی مال کی وصیت کر جاؤں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' انھوں نے پوچھا، کیا نصف مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' انھوں نے پوچھا، تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ''(تہائی مال کی وصیت کر دو، اگرچہ) تہائی مال بھی بہت ہے۔'' [بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث البنات : ۶۷۳۳۔ مسلم، کتاب الوصیۃ، باب الوصیۃ بالثلث : ۱۶۲۸]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کاش! لوگ تہائی کے بجائے چوتھائی حصے تک کی وصیت کریں (تو یہ زیادہ مناسب ہے) کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(تم) ایک تہائی (کے بارے میں وصیت کر تو سکتے ہو) لیکن ایک تہائی بھی بہت ہے۔'' [مسلم، کتاب الوصیۃ، باب الوصیۃ بالثلث : ۱۶۲۹]

اگر اپنے مال میں سے کچھ مال کی وصیت کرنی ہو تو وصیت کو فوراً تحریر کر کے اپنے پاس رکھ لے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کے پاس کوئی چیز ہو جس کے بارے میں وہ وصیت کرنا چاہتا ہو، پھر وہ وصیت لکھے بغیر دو راتیں بھی گزارے۔'' [بخاری، كتاب الوصايا، باب الوصايا : ۲۷۳۸۔ مسلم، كتاب الوصية، باب وصية الرجل مكتوبة عنده : ۱٦۲۷]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سننے کے بعد ایک رات بھی نہ گزری تھی کہ میں نے اپنی وصیت لکھ کر اپنے پاس رکھ لی۔ [مسلم ، كتاب الوصية ، باب وصية الرجل مكتوبة عنده : ۱٦۲۷/٤]

اگلی آیت میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص وصیت کو بدل دیتا ہے، تو اس کا گناہ اس کے سر ہوگا جبکہ وصیت کرنے والے کا اجر اللہ کے ہاں ثابت ہوگا۔ آگے فرمایا کہ اگر کسی وصیت کرنے والے سے وصیت کرنے میں غلطی ہو جائے، مثال کے طور پر ایک تہائی سے زیادہ مال کی وصیت کر دے، یا کسی حیلہ بہانہ کے ذریعے کسی وارث کو زیادہ دے دے، یا ناجائز کام کی وصیت ہو، مثلاً شراب پلانے، ناچ کرانے، کسی قبر پر چراغاں کرنے یا میلہ یا عرس کرنے کی تو ایسی وصیت کو بدلنا ضروری ہے، یعنی موصٰی (جس کے لیے وصیت کی گئی ہے) قضیہ کی اصلاح کر دے اور اسے شریعت کے مطابق بنا دے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝١٨٣ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝١٨٤

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزہ رکھنا لکھ دیا گیا ہے، جیسے ان لوگوں پر لکھا گیا جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم بچ جاؤ۔ گنے ہوئے چند دنوں میں، پھر تم میں سے جو بیمار ہو، یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرنا ہے اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے، پھر جو شخص خوشی سے کوئی نیکی کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے اور یہ کہ تم روزہ رکھو تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔''

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبر دی ہے کہ ان پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسے گزشتہ قوموں پر فرض تھے۔ اس لیے کہ روزہ رکھنے میں انسان کے لیے دنیا و آخرت کی ہر بھلائی ہے اور اس لیے کہ آدمی جب اللہ کے لیے کھانے پینے اور مباشرت سے رک جاتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں مشغول کر لیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے تقویٰ کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: ① اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ ② نماز قائم کرنا۔ ③ زکوۃ ادا کرنا۔ ④ حج کرنا۔ ⑤ اور رمضان کے روزے رکھنا۔ [بخاری، کتاب الإیمان، باب دعاءکم إیمانکم : ۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، مجھے ایسا عمل بتائیے جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، فرض نماز قائم کر، زکوۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔'' اس نے کہا، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس سے زیادہ کچھ نہ کروں گا۔ جب وہ آدمی واپس ہوا تو آپ نے فرمایا: ''جسے جنتی آدمی دیکھنا ہو وہ اسے دیکھ لے۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ : ۱۳۹۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الصوم، باب ھل یقال رمضان ...... الخ : ۱۸۹۹۔ مسلم، کتاب الصیام، باب فضل شھر رمضان : ۱۰۷۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزے کے، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور روزہ (آگ سے) ڈھال ہے۔ لہٰذا جس روز تم میں سے کسی کا روزہ ہو اس روز وہ فحش گوئی نہ کرے اور بے ہودہ کلام نہ کرے اور اگر کوئی دوسرا اس سے گالی گلوچ کرے، یا لڑائی کرے تو روزہ دار کو (صرف اتنا) کہنا چاہیے میں روزہ دار ہوں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہوگی۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور دوسری جب وہ اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزے کا ثواب پا کر خوش ہو گا۔'' [بخاری، کتاب الصوم، باب ھل یقول إنی صائم إذا شتم : ۱۹۰۴۔ مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام : ۱۱۵۱/۱۶۳]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام ''ریان'' ہے، جس سے قیامت کے دن روزہ دار گزریں گے، ان کے علاوہ اس دروازے سے کوئی دوسرا نہیں گزرے گا۔'' [بخاری، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین : ۱۸۹۶۔ مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام : ۱۱۵۲]

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ : تقویٰ انسان کے اخلاق و کردار کو سنوارنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے نوجوانو! تم میں سے جو شادی کی استطاعت رکھے تو وہ شادی کر لے اور جسے استطاعت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے، کیونکہ یہ اس کی نفسانی خواہشات کو توڑ دے گا۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب قول النبی ﷺ من استطاع منکم الباءۃ ...... الخ : ۵۰۶۵۔ مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب

النکاح...... الخ : ۱٤۰۰]

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ : اب فدیہ دینے کی رخصت صرف ایسے دائمی بیمار آدمی کے لیے ہے، جسے صحت یابی کی امید نہ ہو، ورنہ عام بیماری میں اسے بعد میں قضا دینا ہوگی اور اس بوڑھے شخص کے لیے ہے جس میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو۔ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جو روزہ نہ رکھنا چاہتا وہ اس کے بدلے میں فدیہ ادا کر دیتا تھا، حتیٰ کہ اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی جس نے اسے منسوخ کر دیا۔
[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ﴾ : ٤٥٠٧]

عطاء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ﴾ کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، انھوں نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے، بلکہ یہ ان بڑی عمر کے مرد و عورت کے بارے میں ہے جو روزے کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں، وہ ہر دن کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔
[بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالى : ﴿ أياما معدودات ...... الخ ﴾ : ٤٥٠٥]

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَ مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

”رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ہدایت کی اور (حق و باطل میں) فرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں، تو تم میں سے جو اس مہینے میں حاضر ہو وہ اس کا روزہ رکھے اور جو بیمار ہو یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرنا ہے۔ اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا اور تاکہ تم گنتی پوری کرو اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو، اس پر جو اس نے تمھیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر کرو۔“

اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ : یعنی اس ماہ کی لیلۃ القدر میں قرآن کا نزول شروع ہوا، پھر تیئیس برس میں تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا۔ قرآن مجید رمضان کے مہینا میں نازل ہوا اور قرآن مجید ہی میں ہے کہ یہ رات کو نازل ہوا، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴾ [القدر : ۱] ”بلاشبہ ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴾ [الدخان : ۳] ”بے شک ہم نے اسے ایک بہت برکت والی رات میں اتارا، بے شک ہم ڈرانے والے تھے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان کو قرآن مجید کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ اس میں کثرت کے ساتھ قرآن کی

تلاوت اور قیام ہونا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ رمضان میں ہر رات جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین کے عمل سے بھی رمضان میں قرآن سے خصوصی شغف ثابت ہے۔

بہت سی احادیث میں ماہِ رمضان کی راتوں میں قیام کی فضیلت آئی ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے ایمان اور ثواب کی نیت کے ساتھ رمضان کا قیام کیا اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان : ۲۰۰۹]

ابوسلمہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کس طرح تھی؟ تو انھوں نے فرمایا کہ آپ رمضان ہو یا غیر رمضان گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ [بخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان : ۲۰۱۳]

هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ : قرآن میں ہدایت کی کھلی نشانیاں اور واضح دلائل ہیں، جو شخص بھی انھیں صدق دل سے بغیر کسی ضد اور ہٹ دھرمی کے پڑھے گا اس پہ ضرور سیدھا راستہ واضح ہو جائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۷] ''پس بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی، پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے کنارا کرے۔ عنقریب ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے کنارا کرتے ہیں، برے عذاب کی جزا دیں گے، اس کے بدلے جو وہ کنارا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [یونس : ۵۷] ''اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے عظیم نصیحت اور اس کے لیے سراسر شفا جو سینوں میں ہے اور ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت آئی ہے۔''

فرقان سے مراد وہ چیز ہے جو حق و باطل اور اہل حق اور اہل باطل میں خط امتیاز کھینچ دے، ارشاد فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۱] ''بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔''

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ : یعنی اس ماہ کا چاند طلوع ہونے کے بعد جو گھر پر موجود ہو وہ ضرور روزہ رکھے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم ان پڑھ قوم ہیں، نہ ہم لکھتے ہیں اور نہ ہمیں حساب آتا ہے، مہینا اس طرح اور اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے۔'' (آپ نے دو دفعہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کھول دیا) اور تیسری مرتبہ ایک انگوٹھے کو بند کر دیا اور فرمایا: ''مہینا اس طرح اور اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے۔'' (پھر آپ نے تینوں مرتبہ اپنی تمام انگلیوں کو کھول دیا) یعنی پورے تیس دن۔'' [مسلم، کتاب الصیام، باب وجوب صوم رمضان......

الخ : ۱۵/ ۱۰۸۰۔ بخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ إذا رأیتم الھلال فصوموا...... الخ : ۱۹۰۸]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چاند دیکھے بغیر رمضان کے روزے شروع نہ کرو اور چاند دیکھے بغیر رمضان ختم نہ کرو، اگر مطلع ابر آلود ہو تو مہینے کے تیس دن پورے کر لو۔“ [بخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ لا تصوموا حتی تروا الھلال : ۱۹۰۷۔ مسلم، کتاب الصیام، باب وجوب صوم رمضان : ۱۰۸۰]

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے ابو القاسم (ﷺ) کی نافرمانی کی۔[ترمذی، کتاب الصیام، باب ما جاء فی کراھیۃ صوم یوم الشك : ٦٨٦۔ أبو داوٗد، کتاب الصیام : ٢٣٣٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک یا دو دن پہلے ہرگز روزہ نہ رکھے، سوائے اس شخص کے جو ہمیشہ ایک دن کا روزہ رکھا کرتا تھا (جیسے جمعرات اور سوموار کا اور وہی دن آ گیا) تو وہ روزہ رکھ لے۔“[بخاری، کتاب الصوم، باب لا یتقدم رمضان بصوم یوم ولا یومین : ١٩١٤۔ مسلم، کتاب الصیام، باب لا تقدموا رمضان بصوم یوم ولا یومین : ١٠٨٢]

سیدنا کریب رضی اللہ عنہ (ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام) سے روایت ہے کہ سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے انھیں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس (کسی کام سے) شام بھیجا۔ کریب کہتے ہیں کہ میں نے شام آ کر ان کا کام کیا۔ میں ابھی شام ہی میں تھا کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا۔ میں نے بھی جمعہ کی رات چاند دیکھا، پھر میں رمضان کے آخر میں مدینہ واپس آ گیا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے چاند کے بارے میں مجھ سے دریافت کیا کہ تم نے (وہاں) چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا، ہم نے تو جمعہ کی رات دیکھا تھا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پھر پوچھا، کیا تم نے بھی دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا، ہاں! اور بہت سے دوسرے آدمیوں نے بھی دیکھا تھا اور سب لوگوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ روزہ رکھا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، لیکن ہم نے تو چاند ہفتہ کی رات (یعنی ایک دن کے فرق سے) دیکھا ہے، ہم تو اسی حساب سے روزے رکھتے رہیں گے، یہاں تک کہ تیس دن پورے کر لیں یا چاند دیکھ لیں۔ میں نے عرض کی، کیا آپ لوگ سیدنا معاویہ کی رؤیت اور ان کے روزے کو کافی نہیں سمجھتے؟ فرمایا، نہیں! ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح حکم دیا ہے۔[مسلم، کتاب الصیام، باب بیان أن لکل بلد رؤیتھم...... الخ : ١٠٨٧]

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ : یعنی مریض اور مسافر جتنے دن روزے نہیں رکھیں گے، اتنے دن کے روزے صحت مند ہونے اور سفر ختم ہو جانے کے بعد رکھ لیں گے۔ اللہ کی طرف سے بندوں کو یہ سہولت دی گئی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ﴾[الحج : ٧٨] ”اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک دین آسان ہے۔“[بخاری، کتاب الإیمان، باب الدین یسر : ٣٩]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سولہ رمضان کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ کے لیے نکلے تو ہم

میں سے کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہوا تھا اور کچھ نے نہیں۔ روزہ رکھنے والوں نے نہ رکھنے والوں پر اور نہ رکھنے والوں نے رکھنے والوں پر کوئی عیب نہیں لگایا۔[مسلم ، کتاب الصيام، باب جواز الصوم والفطر...... الخ : ۱۱۱۶]

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ماہ رمضان میں سخت گرمی میں سفر پر نکلے، حتیٰ کہ گرمی کی شدت کے باعث مجبور ہو کر ہم اپنے ہاتھ سر پر رکھ لیتے تھے اور ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور نے روزہ نہیں رکھا ہوا تھا۔[مسلم، كتاب الصيام، باب التخيير في الصوم والفطر في السفر : ۱۱۲۲۔ بخاری، كتاب الصوم، باب : ۱۹۴۵]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو وہ نماز اور روزہ نہیں چھوڑ دیتی؟ یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔“[بخاری، کتاب الصوم، باب الحائض تترك الصوم والصلاة : ۱۹۵۱]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران سفر میں لوگوں کا ہجوم دیکھا کہ کچھ لوگ ایک آدمی پر سایہ کیے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”کیا بات ہے؟“ لوگوں نے عرض کی، روزہ دار ہے۔ آپ نے فرمایا: ”دوران سفر (اس حالت) میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔“[بخاری، كتاب الصوم، باب قول النبي ﷺ : لمن ظلل عليه...... الخ : ۱۹۴۶۔ مسلم ، كتاب الصيام ، باب جواز الصوم والفطر في شهر رمضان للمسافر...... الخ : ۱۱۱۵]

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ : دین اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انسان کی فطری کمزوریوں کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اور کسی پر ایسی تکلیف نہیں ڈالی گئی جو اس کے لیے ناقابل برداشت ہو، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آسانی پیدا کرو، مشکل میں نہ ڈالو اور تسلی و تشفی دو، متنفر نہ کرو۔“ [بخاری، كتاب الأدب، باب قول النبي ﷺ يسروا ولا تعسروا : ۶۱۲۵۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب في الأمر بالتيسير وترك التنفير : ۱۷۳۴]

سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدنا معاذ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجا تو فرمایا: ”تم دونوں آسانی پیدا کرنا، مشکل میں نہ ڈالنا، خوش خبری سنانا نفرت نہ دلانا، باہمی اتفاق سے رہنا اور آپس میں اختلاف نہ کرنا۔“[بخاری، كتاب الجهاد والسير ، باب ما يكره من التنازع...... الخ : ۳۰۳۸۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب في الأمر بالتيسير و ترك التنفير : ۱۷۳۳]

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے آسان اور سچے دین حنیف کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔“[مسند أحمد : ۲۶۶/۵، ح : ۲۲۳۵۴]

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ : ہدایت کا سرچشمہ قرآن ہے اور قرآن مجید رمضان کے مہینا میں نازل ہوا، لہٰذا اس ہدایت کے نزول کا شکر یہ رمضان سے متصل ہونا ہی زیادہ مناسب تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے روزوں کے متصل بعد کے وقت کو بطور شکرانہ اپنی بڑائی اور کبریائی کے بیان کرنے کا وقت مقرر فرما دیا۔ نماز عید الفطر میں جو بڑائی اور کبریائی بیان

کی جاتی ہے وہ ہادیٔ حقیقی کے اسی حکم کی تعمیل ہے، سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عید الفطر کی نماز میں سات تکبیریں پہلی رکعت میں اور پانچ تکبیریں دوسری رکعت میں کہی جائیں اور ہر دو رکعتوں میں قراءت ان تکبیروں کے بعد کی جائے۔'' [أبو داوٗد، كتاب الصلوة، باب التكبير فى العيدين : ۱۱۵۱]

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ (رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں) ہمیں عید کے دن عید گاہ جانے کا حکم ہوتا تھا، حتیٰ کہ کنواری لڑکیاں اپنے پردہ والے مقام سے باہر آتیں اور حائضہ عورتیں بھی ساتھ چلتیں، وہ نمازیوں سے الگ رہتیں، لیکن ان کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہتیں، ان کی دعا میں شریک ہوتیں اور اس دن کی برکت اور پاکیزگی حاصل کرنے کی امید رکھتیں۔ [بخاری، كتاب العيدين، باب التكبير أيام منى و إذا غدا إلى عرفة : ۹۷۱۔ مسلم، كتاب صلوة العيدين، باب ذكر إباحة خروج النساء ...... الخ : ۸۹۰/۱۱]

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

''اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو بے شک میں قریب ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ وہ ہدایت پائیں۔''

یہ آیت گزشتہ آیت کے مضمون کی تکمیل ہے، گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ رمضان کے روزے پورے کر لینے کے بعد تکبیر کہو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے رمضان جیسا مہینا عطا کیا اور اس میں روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائی اور اب اس آیت میں اللہ نے خبر دی کہ وہ اللہ جسے وہ یاد کریں گے اور جس کا شکر ادا کریں گے، ان سے قریب ہے۔ روزوں کے احکام کے درمیان دعا کے ذکر سے مقصود اس طرف اشارہ ہے کہ رمضان میں دعا کی بڑی اہمیت ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔'' [بخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿ ويحذركم الله نفسهٗ ﴾ : ۷۴۰۵۔ مسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب الحث على ذكر الله تعالى : ۲۶۷۵]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، جب ہم کسی بلندی پر چڑھتے تو (بلند آواز سے) اللہ اکبر کہتے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو، بلکہ تم سننے والے اور دیکھنے والے کو پکار رہے ہو اور وہ (ہر وقت) تمھارے ساتھ ہے۔'' [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذكر ...... الخ : ۲۷۰۴۔ بخاری، كتاب الدعوات، باب الدعاء

إذا علا عقبة : ٦٣٨٤]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بھی کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے ایسی دعا کرے جس میں کوئی گناہ کی بات یا قطع رحمی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے تین باتوں میں سے ایک ضرور عطا فرما دیتا ہے، یا تو اس کی دعا کو فوراً قبول فرما لیتا ہے، یا اسے آخرت کے لیے ذخیرہ بنا دیتا ہے، یا اس دعا کی برکت سے اسی طرح کی کسی مصیبت کو اس سے دور فرما دیتا ہے۔'' صحابہ نے عرض کی، پھر تو ہم کثرت سے دعائیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی رحمت بھی بہت زیادہ اور بے پایاں ہے۔'' [مسند أحمد : ۱۸/۳، ح : ۱۱۱۳۹۔ مستدرك حاكم : ۴۹۳/۱ ح:۱۸۱٦]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روئے زمین پر جو بھی مسلمان آدمی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرما لیتا ہے، یا اس کی دعا کی وجہ سے اسی طرح کی کسی مصیبت کو اس سے دور کر دیتا ہے، بشرطیکہ وہ کوئی ایسی دعا نہ کرے جس میں گناہ یا قطع رحمی کی کوئی بات ہو۔'' [مسند أحمد : ۳۲۹/۵، ح : ۲۲۸۵۲۔ ترمذی، كتاب الدعوات، باب فی انتظار الفرج وغير ذلك : ۳۵۷۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کی دعا قبول ہوتی ہے۔ بشرطیکہ وہ عجلت سے کام نہ لے، (عجلت یہ ہے کہ) وہ کہے کہ میں دعا کرتا ہوں مگر میری دعا تو قبول نہیں ہوتی۔'' [بخاری، كتاب الدعوات، باب يستجاب للعبد ما لم يعجل : ٦٣٤٠۔ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب بيان أنه يستجاب للداعی ما لم يعجل...... الخ : ۲۷۳۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندے کی دعا ہمیشہ شرف قبولیت سے نوازی جاتی ہے، بشرطیکہ وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جلدی نہ کرے۔'' عرض کی گئی، اے اللہ کے رسول! جلدی کرنے سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ کہ وہ کہے میں نے تو بہت دعا کی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوگی، پھر وہ مایوس ہو کر دعا ترک ہی کر دے۔'' [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب بيان أنه يستجاب للداعی ما لم يعجل...... الخ : ۲۷۳۵/۹۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی: ① امام عادل کی، ② روزے دار کی، جب تک وہ روزہ افطار نہ کر لے ③ اور مظلوم کی دعا۔ اسے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت بادلوں سے بھی اوپر اٹھائے گا، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، مجھے اپنی عزت کی قسم! میں ضرور تیری مدد کروں گا، خواہ کچھ عرصہ بعد ہی سہی۔'' [مسند أحمد : ۳۰۵/۲، ح : ۸۰٦۳۔ ترمذی، كتاب الدعوات، باب (سبق المفردون ...... الخ) : ۳۵۹۸۔ ابن ماجه، كتاب الصيام، باب فی الصائم لا ترد دعوته : ۱۷۵۲]

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَ ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

''تمھارے لیے روزے کی رات اپنی عورتوں سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا ہے، وہ تمھارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔ اللہ نے جان لیا کہ بے شک تم اپنی جانوں کی خیانت کرتے تھے تو اس نے تم پر مہربانی فرمائی اور تمھیں معاف کر دیا، تو اب ان سے مباشرت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمھارے لیے لکھا ہے اور کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ تمھارے لیے سیاہ دھاگے سے سفید دھاگا فجر کا خوب ظاہر ہو جائے، پھر روزے کو رات تک پورا کرو اور ان سے مباشرت مت کرو جب کہ تم مسجدوں میں معتکف ہو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں، سو ان کے قریب نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ اپنی آیات لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ وہ بچ جائیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان کے روزوں سے متعلق چند اہم مسائل بیان کیے ہیں، یعنی رمضان کی راتوں میں بیوی کے ساتھ جماع کی رخصت، صبح صادق سے پہلے کھانا پینا، صبح صادق کے بعد سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنا اور حالت اعتکاف میں جماع سے پرہیز وغیرہ۔

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ :روزوں کی راتوں میں اب تک یہ پابندی تھی کہ روزے دار نہ تو اپنی بیویوں کے پاس جا سکتے تھے اور نہ کھا پی سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم و کرم سے ان پابندیوں میں تخفیف فرما دی اور اس پابندی کو منسوخ کر دیا۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جب کوئی شخص روزہ رکھتا اور افطار کا وقت آتا تو اگر افطار کرنے سے پہلے وہ سو جاتا تو پھر وہ نہ اس رات کو کھانا کھا سکتا تھا اور نہ اس کے بعد دن کو کھا سکتا تھا۔ (ایک دن ایسا ہوا کہ) قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا، پھر جب افطاری کا وقت آیا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور ان سے پوچھا، کیا تمھارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ بیوی نے کہا، نہیں! لیکن میں ابھی جاتی ہوں اور تمھارے لیے (کہیں سے) کچھ لے کر آتی ہوں۔ (بیوی چلی گئی) سیدنا قیس دن بھر کام کرتے رہے تھے، لہٰذا نیند نے غلبہ کیا اور وہ سو گئے، جب ان کی بیوی واپس آئیں تو انھیں دیکھ کر کہنے لگیں، تم پر افسوس! (الغرض انھوں نے کچھ کھائے بغیر پھر روزہ رکھ لیا) جب اگلا دن آدھا گزر گیا تو سیدنا قیس بے ہوش ہو گئے، اس بات کا ذکر

رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ﴾ اس آیت کے نازل ہونے پر لوگ بہت خوش ہوئے۔ [بخاری، کتاب الصوم، باب قول اللہ جل ذکرہ : ﴿ أحل لكم ...... الخ ﴾ : ۱۹۱۵]

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ : یعنی جس طرح لباس سردی وگرمی اور گردوغبار سے حفاظت کرتا ہے، اسی طرح میاں بیوی غلط کاری وزنا سے ایک دوسرے کی حفاظت کرتے ہیں۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے برے مرتبے والا انسان وہ ہوگا جو اپنی بیوی سے لطف اندوز ہوا اور وہ اس سے لطف اندوز ہوئی، پھر اس نے اپنی بیوی کے رازوں کو ظاہر کر دیا۔'' [مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم إفشاء سر المرأة : ۱٤۳۷]

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ : سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو لوگ پورا رمضان (اپنی) بیویوں کے پاس نہیں جاتے تھے، لیکن اس سلسلہ میں بعض (لوگوں سے کوتاہی ہوگئی اور وہ) اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ ﴾ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ أحل لكم ليلة الصيام ...... الخ ﴾ : ٤٥٠٨]

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ : روزے کی حالت میں تین حلال کام حرام ہوئے تھے یعنی بیوی سے صحبت کرنا، کھانا اور پینا، جبکہ روزوں کی راتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کاموں کی اجازت دے دی اور روزے کی حدود بھی مقرر فرما دیں۔ فرمایا ان تینوں کاموں کی اجازت اس وقت تک ہے جب تک صبح کے وقت سفید اور سیاہ دھاگے میں امتیاز نہ پیدا ہو جائے۔ سیاہ دھاگے سے مراد صبح کاذب ہے اور سفید دھاگے سے مراد صبح صادق ہے، یعنی سیاہ اور سفید دھاگوں سے رات کی تاریکی اور دن کی روشنی مراد ہے۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے ﴿ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ ﴾ کے الفاظ نازل ہوئے تھے اور اس کے ساتھ ﴿ مِنَ الْفَجْرِ ﴾ کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے۔ تو روزہ رکھنے والے کچھ لوگ اپنے دونوں پاؤں میں سفید اور سیاہ دھاگے باندھ لیتے اور اس وقت تک کھاتے پیتے رہتے جب تک ان میں فرق نمایاں طور پر نظر نہ آنے لگتا، پھر اللہ تعالیٰ نے ﴿ مِنَ الْفَجْرِ ﴾ الفاظ بھی نازل فرما دیے جس سے انھوں نے جان لیا کہ اس سے مراد رات اور دن ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و کلوا واشربوا...... الخ ﴾ : ٤٥١١]

سیدنا عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک سیاہ اور ایک سفید دھاگا لے لیا اور کچھ رات گزرنے کے بعد انھیں دیکھا تو دونوں میں فرق نمایاں نہ ہو سکا، جب صبح ہوئی تو انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں نے دو دھاگے اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تو تمھارا تکیہ بہت بڑا ہوا کہ سفید اور سیاہ دھاری

تمھارے تکیے کے نیچے تھی۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وکلوا واشربوا...... الخ ﴾ : ۴۵۰۹]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! سیاہ اور سفید دھاری سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے دو دھاگے مراد ہیں؟ فرمایا: ''پھر تو تمھاری گدی بہت لمبی چوڑی ہے، اگر تم نے ان دونوں دھاگوں کو دیکھ لیا ہے۔'' پھر فرمایا: ''نہیں! ان سے مراد دو دھاگے نہیں، بلکہ ان سے مراد رات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وکلوا واشربوا...... الخ ﴾ : ۴۵۱۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سحری کھاؤ، بے شک سحری کھانا باعث برکت ہے۔'' [بخاری، کتاب الصوم، باب برکۃ السحور من غیر إیجاب :۱۹۲۳۔ مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور و تأکید استحبابہ ...... الخ : ۱۰۹۵]

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کھانا ہے۔'' [مسلم ، کتاب الصیام ، باب فضل السحور و تأکید استحبابہ ...... الخ : ۱۰۹۶]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی، پھر ہم نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا زید سے پوچھا کہ اذان اور سحری میں کتنا وقفہ تھا؟ انھوں نے فرمایا کہ پچاس آیات پڑھنے کے بقدر۔ [بخاری، کتاب الصوم، باب قدر کم بین السحور و صلاۃ الفجر : ۱۹۲۱۔ مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور و تأکید استحبابہ ...... الخ : ۱۰۹۷]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً بلال رات کو اذان کہتے ہیں، لہٰذا تم ابن ام مکتوم کی اذان (سننے) تک کھاتے پیتے رہو۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الأذان قبل الفجر : ۶۲۲، ۶۲۳۔ مسلم، کتاب الصیام، باب بیان أن الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر ...... الخ : ۳۸/ ۱۰۹۲]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلال کی اذان اور یہ سفیدی، صبح کی کرن، تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے، بلکہ صبح وہ ہے جو پھیلی ہو۔'' [مسلم، کتاب الصیام ، باب بیان أن الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر...... الخ : ۱۰۹۴]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! حالت جنابت میں صبح کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو کیا میں روزہ رکھوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے بھی حالت جنابت میں صبح کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔'' اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! آپ تو ہماری طرح نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ میں تم سب کی نسبت اللہ سے زیادہ ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ تقویٰ کی باتوں کو جاننے والا ہوں۔'' [مسلم، کتاب الصیام، باب صحۃ صوم من طلع علیہ الفجر وھو جنب : ۱۱۱۰]

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ : یعنی سورج غروب ہونے تک، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب ادھر سے رات آ جائے اور ادھر سے دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزے دار روزہ افطار کر لے۔'' [بخاری، كتاب الصوم، باب متى يحل فطر الصائم ؟ : ١٩٥٤ـ مسلم ، كتاب الصيام، باب بيان وقت انقضاء الصوم وخروج النهار : ١١٠٠]

سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگ اس وقت تک خیر و بھلائی میں رہیں گے جب تک روزہ افطار کرنے میں جلدی کریں گے۔'' [بخاری، كتاب الصوم، باب تعجيل الإفطار : ١٩٥٧ـ مسلم، كتاب الصيام، باب فضل السحور و تأكيد استحبابه ...... الخ : ١٠٩٨]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے: ((ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ)) ''پیاس چلی گئی، رگیں تر ہو گئیں اور ان شاء اللہ اجر ثابت ہو گیا۔'' [أبو داؤد، كتاب الصوم، باب القول عند الإفطار : ٢٣٥٧]

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ : چونکہ اعتکاف کا رمضان سے خاص تعلق ہے، اس لیے یہاں اعتکاف کے احکام کی طرف اشارہ فرما دیا۔ اعتکاف کا معنی اپنے آپ کو کسی کے ساتھ یا کسی جگہ روک کر رکھنا ہے۔ اعتکاف میں بیوی سے مباشرت جائز نہیں، نہ مسجد سے نکلنا ہی جائز ہے، سوائے اس ضرورت کے جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ اگر مباشرت کرے گا یا مجبوری والی ضرورت کے بغیر نکلے گا تو اعتکاف باطل ہو جائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو وفات دی، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے اعتکاف کیا۔ [بخاری، كتاب الاعتكاف، باب الاعتكاف فى العشر الأواخر : ٢٠٢٦ـ مسلم، كتاب الاعتكاف، باب اعتكاف العشر الأواخر من رمضان : ١١٧٢/٥]

اعتکاف کی حالت میں بیوی اپنے خاوند کی خدمت کر سکتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں (معتکف) ہوتے تو آپ اپنا سر (میری طرف حجرے میں) داخل کرتے، تو میں آپ کے کنگھی کر دیا کرتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں ہوتے تو گھر میں سوائے قضائے حاجت کے تشریف نہ لاتے تھے۔ [بخاری، كتاب الاعتكاف، باب لا يدخل البيت إلا لحاجة : ٢٠٢٩]

اعتکاف کی حالت میں عورت مسجد میں جا کر اپنے خاوند سے ملاقات کر سکتی ہے، جیسا کہ سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں تھے، میں ایک رات آپ سے ملاقات کے لیے آئی، میں نے کچھ دیر گفتگو کی اور پھر گھر جانے کے لیے کھڑی ہوئی، (یہ رات کا وقت تھا) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کھڑے ہو گئے، تا کہ مجھے گھر تک پہنچا آئیں۔ میرا گھر مدینہ کے ایک طرف دارِ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما میں تھا۔ راستے میں دو انصاری ملے، جب انھوں

نے نبی ﷺ کو دیکھا تو اپنی رفتار تیز کر دی (ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ نبی ﷺ سے حیا کی وجہ سے چھپ گئے، کیونکہ آپ اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ تھے) آپ نے ان دونوں سے فرمایا: ''ذرا رک جاؤ! دیکھو! یہ صفیہ بنت حیی ہے (یعنی تیز نہ چلو اور جان لو کہ اس وقت میرے ساتھ میری بیوی صفیہ ہے)۔'' انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! سبحان اللہ؟ آپ نے فرمایا: ''شیطان انسان کے جسم میں اس طرح گردش کرتا ہے جس طرح خون، لہٰذا مجھے یہ ڈر لاحق ہوا کہ کہیں وہ تمھارے دلوں میں کوئی بات نہ ڈال دے۔'' [مسلم، كتاب السلام، باب بيان أنه يستحب لمن رؤى خاليا بامرأة ...... الخ : ۲۱۷۵۔ بخاری، کتاب الاعتكاف، باب زيارة المرأة زوجها في اعتكافه : ۲۰۳۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی ایک بیوی نے اعتکاف کیا اور وہ استحاضہ کی بیماری میں مبتلا تھیں، وہ سرخی اور زردی (استحاضہ کا خون) دیکھتی تھیں، ہم کبھی ان کے نیچے طشت رکھ دیا کرتی تھیں (تاکہ خون اس میں جمع ہو جائے) اور وہ اسی حالت میں نماز پڑھتی رہتی تھیں۔ [بخاری، كتاب الاعتكاف، باب اعتكاف المستحاضة : ۲۰۳۷]

فِي الْمَسٰجِدِ : ''الْمَسٰجِدِ'' کے لفظ سے معلوم ہوا کہ اعتکاف گھر میں نہیں ہوتا، مسجد میں ہوتا ہے، خواہ عورت ہو یا مرد۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ کی بیویاں مسجد ہی میں اعتکاف کرتی تھیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتکاف ہر مسجد میں ہو سکتا ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ
ع ۲۳ ۷ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

''اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے مت کھاؤ اور نہ انھیں حاکموں کی طرف لے جاؤ، تاکہ لوگوں کے مالوں میں سے ایک حصہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔''

روزے کی حالت میں اللہ کے حکم سے آدمی تین نہایت مرغوب اور حلال چیزیں ترک کر دیتا ہے، اسی مناسبت سے اب حرام سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ جو مال بھی ناجائز طریقے سے حاصل کیا جائے، خواہ مالک کی رضامندی بھی اس میں شامل ہو وہ باطل (ناحق) طریقے سے کھانا ہے، مثلاً سود، زنا کی اجرت، نجومی کی فیس، شراب کی فروخت، لاٹری یا جوئے کے ذریعے کمائی یا گانے بجانے کی اجرت، الغرض تمام ناجائز وسائل باطل کے ساتھ کمانے میں شمار ہوں گے۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۟ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴾ [النساء : ۲۹] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تمھاری آپس کی رضامندی سے تجارت کی کوئی صورت ہو اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر ہمیشہ سے بے حد مہربان ہے۔''

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے کسی کی زمین سے تھوڑا سا قطعہ بھی ناحق لے لیا تو اس کو ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔“ [بخاری، کتاب المظالم، باب إثم من ظلم شيئا من الأرض : ۲۴۵۲]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے بغیر اپنے حق کے زمین میں سے کچھ لے لیا تو اسے قیامت کے دن ساتوں زمینوں کے اندر دھنسا دیا جائے گا۔“ [بخاری، کتاب المظالم، باب إثم من ظلم شيئا من الأرض : ۲۴۵۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے کسی دوسرے کی عزت یا کسی اور چیز میں کسی قسم کا ظلم کیا ہو تو اسے چاہیے کہ آج معاف کرا لے، اس سے پہلے کہ (وہ دن آ جائے جس دن) نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم۔ اگر ظالم کے اچھے عمل ہوں گے تو اس کے ظلم کی مقدار کے مطابق اس سے لے لیے جائیں گے اور اگر اچھے عمل نہیں ہوں گے تو مظلوم کے گناہ اس پر لاد دیے جائیں گے۔“ [بخاری، کتاب المظالم، باب من كانت مظلمة عند الرجل...... الخ : ۲۴۴۹]

﴿وَتُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ﴾ : حکام کی طرف لے جانے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو معلوم ہے فلاں زمین یا مال فلاں شخص کا ہے مگر اس کے پاس ثبوت نہیں، اگر میں مقدمہ کر دوں تو عدالت سے اپنے حق میں فیصلہ کروانے میں کامیاب ہو جاؤں گا، چنانچہ وہ حاکم کے پاس مقدمہ لے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے، حدیث میں بھی اس کا سخت الفاظ میں رد موجود ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں ایک آدمی ہوں، اس لیے جب کوئی میرے پاس جھگڑا لے کر آتا ہے، تو ہو سکتا ہے کہ تم میں سے ایک دوسرے سے زیادہ اچھی طرح اپنی دلیل پیش کرے اور میں اسے سچا خیال کرتے ہوئے اس کے مطابق فیصلہ کر دوں تو اگر میں کسی شخص کو اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ دینے کا فیصلہ کر دوں تو وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے، چاہے تو اسے لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔“ [بخاری، کتاب المظالم، باب إثم من خاصم في باطل وهو يعلمه : ۲۴۵۸۔ مسلم، كتاب الأقضية، باب بيان أن حكم الحاكم لا يغير الباطن : ۱۷۱۳]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جسے ہم کسی کام پر والی بنائیں اور ہم اسے اس کا مقرر معاوضہ بھی دیں تو پھر وہ جو کچھ بھی اس کے علاوہ (بغیر اجازت) لے گا وہ خیانت ہو گی۔“ [أبو داؤد، کتاب الخراج، باب في أرزاق العمال : ۲۹۴۳]

بنی اسد کے ایک آدمی ابن الاتبیہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کی وصولی کے لیے تحصیل دار بنایا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا کہ یہ آپ کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا: ”اس عامل کا کیا حال ہو گا جسے ہم تحصیل کے لیے بھیجتے ہیں، پھر وہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مال تمھارا ہے اور یہ میرا ہے۔ کیوں نہ وہ اپنے باپ یا ماں کے گھر میں بیٹھا رہا اور دیکھتا کہ اسے ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں؟ اس ذات کی قسم

جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! عامل جو چیز بھی (ہدیہ وغیرہ کے طور پر) لے گا اسے قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا۔ اگر اونٹ ہوگا تو وہ اپنی آواز نکالتا ہوا آئے گا، اگر گائے ہوگی تو وہ اپنی آواز نکالتی ہوئی آئے گی، اگر بکری ہوگی تو وہ بھی بولتی ہوئی آئے گی۔'' پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے حتیٰ کہ ہم نے آپ ﷺ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''آگاہ رہو، کیا میں نے پہنچا دیا؟'' آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہی فرمایا۔ [بخاری، کتاب الأحکام، باب هدايا العمال : ۷۱۷٤]

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

''وہ تجھ سے نئے چاندوں کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے وہ لوگوں کے لیے اور حج کے لیے وقت معلوم کرنے کے ذریعے ہیں اور نیکی ہرگز یہ نہیں کہ گھروں میں ان کی پچھلی طرفوں سے آؤ، بلکہ نیکی اس کی ہے جو بچے۔ اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

ہر ماہ کے شروع میں جو نیا چاند نظر آتا ہے اس کے متعلق لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اس کا کیا مقصد ہے؟ چاند کیوں گھٹتا، بڑھتا رہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چاند کا گھٹنا اور بڑھنا اوقات معلوم کرنے کے لیے ہے۔ اسی سے ہر ماہ کی ابتدا اور انتہا معلوم ہوتی ہے۔ نئے چاند نظر آنے سے ہر ماہ کا تعین ہو جاتا ہے اور ہر ماہ کے تعین سے حج، روزہ، افطار، قرض، اجرتیں، ماہواری کے ایام، عورتوں کی عدت اور بہت سی شرطوں کی مدت معلوم ہوتی ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ : اسلامی ماہ و سال کا حساب چاند کے ذریعے ہوتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ﴾ [یونس : ۵] ''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ﴾ [التوبة : ۳٦] ''بے شک مہینوں کی گنتی، اللہ کے نزدیک، اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ﴾ [البقرة : ۱۹۷] ''حج چند مہینے ہے، جو معلوم ہیں۔''

چاند کے حساب سے مہینا ۲۹ دن کا ہوتا ہے یا ۳۰ دن کا، نہ ۲۹ دن سے کم کا ہوتا ہے اور نہ ۳۰ دن سے زیادہ کا۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم ان پڑھ قوم ہیں، نہ ہم لکھتے ہیں اور نہ حساب کتاب رکھتے ہیں، مہینا اتنے دن کا ہوتا ہے اور اتنے دن کا۔'' یعنی کبھی ۲۹ دن کا اور کبھی ۳۰ دن کا (دونوں کی تعداد آپ

نے انگلیوں کے ذریعے بتائی، انتیس کی تعداد بتاتے وقت آپ نے تیسری مرتبہ انگوٹھے کو بند کر دیا تھا)۔[بخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ: لا نکتب ولا نحسب: ۱۹۱۳۔ مسلم ، کتاب الصیام، باب وجوب صوم رمضان لرؤیة الهلال...... الخ : ۱۵/۱۰۸۰]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مہینا ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے، لہٰذا جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ رکھو، اگر آسمان ابر آلود ہو تو مہینا کے دنوں کی تعداد تیس پوری کر لو۔'' [بخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ: إذا رأیتم الهلال فصوموا ...... الخ : ۱۹۰۷]

سیدنا عمیر بن انس رضی اللہ عنہ اپنے چچاؤں سے بیان کرتے ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ہیں کہ ایک قافلہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، قافلہ والوں نے گواہی دی کہ انھوں نے شام کو چاند دیکھا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ روزہ افطار کریں اور دوسرے دن صبح کو عید گاہ جائیں۔[أبو داوٗد، کتاب الصلاة، باب إذا لم یخرج الإمام للعید من یومه یخرج من الغد : ۱۱۵۷]

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا : اللہ تعالیٰ نے آیت کے اس حصے میں ایام جاہلیت کی ایک لغو رسم کی نشان دہی کر کے اس کا خاتمہ کیا ہے، سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انصار جب حج کر کے آتے تو اپنے گھروں میں دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے، بلکہ گھروں کے پیچھے سے داخل ہوا کرتے تھے۔ ایک انصاری (نے اس دستور کی خلاف ورزی کی اور وہ) دروازہ سے گھر میں داخل ہو گیا، تو اس پر اس کو عار دلائی گئی، تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ﴾ [بخاری، کتاب العمرة، باب قول اللہ تعالی: ﴿وأتوا البیوت من أبوابها﴾ : ۱۸۰۳]

وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝۱۹۰

''اور اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی مت کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''

اس آیت میں مومنوں کو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور مسلمانوں میں ذرا قوت آ گئی تو انھیں حکم دیا گیا کہ اب دشمن کا مقابلہ طاقت سے کرو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو، لیکن زیادتی نہ کرو، یعنی جنگ کی ابتدا تمھاری طرف سے نہیں ہونی چاہیے اور جن لوگوں کے ساتھ تمھیں جنگ کرنے سے منع کیا گیا ہے ان سے جنگ نہ کرو۔ مثال کے طور پر عورتیں، بوڑھے، پاگل، بچے، گرجوں میں رہنے والے، اور جن سے تمھارا معاہدہ ہے انھیں قتل نہ کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ : مسلمان عمرہ کے لیے آئے تو کفار لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ حج کے

بیان کے ساتھ لڑائی کے حکم کی مناسبت یہ ہے۔ اس آیت میں پہلی مرتبہ ان لوگوں سے لڑنے کی اجازت دی گئی ہے جو مسلمانوں سے آمادۂ قتال ہوں، بلکہ جنگ کی ابتدا کر چکے ہوں، ارشاد فرمایا: ﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ﴾ [الحج : ٣٩] ''ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اجازت دے دی گئی ہے، اس لیے کہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً پوری طرح قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [التوبة : ٣٦] ''اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو، جیسے وہ ہر حال میں تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [التوبة : ١٢٣] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں سے لڑو جو کافروں میں سے تمھارے قریب ہیں اور لازم ہے کہ وہ تم میں کچھ سختی پائیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مشرکوں کے خلاف اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعے جہاد کرو۔'' [أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب كراهية ترك الغزو : ٢٥٠٤۔ نسائی، كتاب الجهاد، باب وجوب الجهاد : ٣٠٩٨]

وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ : یعنی مثلہ مت کرو اور عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو جن کا جنگ میں حصہ نہ ہو، اسی طرح بغیر مصلحت کے درخت وغیرہ جلا دینا اور جانوروں کو مار ڈالنا بھی زیادتی ہے۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ کے راستے میں جہاد کرو، جو اللہ کے ساتھ کفر کرے اس سے لڑو، جہاد کرو لیکن خیانت نہ کرو، نہ عہد شکنی کرو، نہ مثلہ کرو اور نہ بچوں کو قتل کرو۔'' [مسلم، كتاب الجهاد، باب تأمير الإمام ...... الخ : ١٧٣١۔ مسند أحمد : ٣٠٠/١، ح : ٢٧٣١ عن عبد الله بن عباس رضی الله عنهما]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض غزوات میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرما دیا۔ [بخاری، كتاب الجهاد والسير، باب قتل الصبيان فی الحرب : ٣٠١٤۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب تحريم قتل النساء والصبيان فی الحرب : ٢٥/١٧٤٤]

سیدنا رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا خالد بن ولید کو حکم دیا کہ کسی عورت اور مزدور کو ہرگز قتل نہ کرنا۔ [أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب فی قتل النساء : ٢٦٦٩]

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ

فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾

”اور انھیں قتل کرو جہاں انھیں پاؤ اور انھیں وہاں سے نکالو جہاں سے انھوں نے تمھیں نکالا ہے اور فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو، یہاں تک کہ وہ اس میں تم سے لڑیں، پھر اگر وہ تم سے لڑیں تو انھیں قتل کرو، ایسے ہی کافروں کی جزا ہے۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کے بارے میں فرمایا کہ جو لوگ تم سے جنگ کریں انھیں جہاں پاؤ قتل کرو اور جس شہر سے انھوں نے تمھیں نکالا ہے تم بھی انھیں نکالو، اس لیے کہ انھوں نے تمھارے ساتھ ظلم روا رکھا، تمھیں عذاب میں مبتلا کیا، وطن سے نکالا، مال و جائداد پر قبضہ کیا، تمھیں آزمائشوں میں مبتلا کیا اور تمھیں تمھارے دین سے پھیر دینا چاہا۔ یہ جرائم قتل سے کہیں بڑھ کر ہیں، اور دیکھو مسجد حرام کے پاس ان سے قتال نہ کرو۔ ہاں اگر وہاں پر قتال کی ابتدا ان کی طرف سے ہوتی ہے تو پھر فرار کی راہ اختیار نہ کرو، بلکہ انھیں قتل کرو، اس لیے کہ کافروں کو ایسا ہی بدلہ ملنا چاہیے اور اگر وہ قتال سے باز رہیں تو تم بھی رک جاؤ، اللہ غفور رحیم ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ﴾ [الممتحنة : ۱] ”وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [الممتحنة: ۹] ”اللہ تو تمھیں انھی لوگوں سے منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو۔ اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔“

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ : ”فتنہ“ کا اصل معنی آزمائش میں ڈالنا ہے۔ مفسرین سلف نے اس کا معنی شرک کیا ہے اور ﴿ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ کی تفسیر دو طرح سے کی ہے، ایک تو یہ کہ بے شک مشرکین کو قتل کرنے کا حکم بڑی سخت بات ہے مگر وہ جس طرح شرک پر اڑے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کر کے دوبارہ مشرک بنانے کے لیے ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہے ہیں، ان کا یہ شرک کرنا اور مسلمانوں کو اس پر مجبور کرنا اس سے بھی سخت جرم ہے، لہٰذا اس جرم کی پاداش میں کسی اندیشے اور سوچ بچار کے بغیر بے دریغ انھیں قتل کرو، یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہو جائے اور کسی کو مسلمان ہونے والے شخص پر ظلم و ستم کر کے اسے دین سے برگشتہ کرنے کی جرأت باقی نہ رہے۔

چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو مشرکین کو چار ماہ تک مکہ اور سرزمین عرب میں رہنے کی اجازت دی گئی، اس مدت کے اندر اگر وہ مسلمان ہو جاتے ہیں تو ٹھیک، ورنہ اس مدت کے گزر جانے کے بعد انھیں اس سرزمین سے نکالنے اور ان سے قتال کا حکم دیا گیا۔ سورۂ توبہ کی ابتدائی پانچ آیات میں اسی کا تذکرہ ہے۔ پھر یہود کو بھی پہلے مدینہ سے اور پھر

رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سرزمینِ عرب سے نکال دیا گیا، یہ سب اسی " اخرجوھم " کے حکم کی تعمیل تھی، جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میں یہود و نصاریٰ کو ضرور جزیرۂ عرب سے نکال دوں گا، حتیٰ کہ اس میں سوائے مسلمان کے کسی کو نہ چھوڑوں گا۔'' [مسلم، کتاب الجهاد، باب إخراج اليهود و النصارىٰ من جزيرة العرب : ۱۷٦۷]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سرزمین حجاز سے یہود و نصاریٰ کو جلا وطن کر دیا۔ [بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما كان النبی ﷺ يعطی المؤلفة قلوبهم …… الخ : ۳۱۵۲۔ مسلم، کتاب المساقاة والمزارعة، باب المساقاة والمعاملة …… الخ : ۱۵۵۱/٦]

وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ : یعنی سرزمین مکہ حرم ہے، اس میں قتل و قتال منع ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: ''اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرمت والا قرار دے دیا تھا جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تو یہ اللہ تعالیٰ کے حرام قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس میں لڑائی کرنا حلال نہ تھا اور میرے لیے بھی دن کی صرف ایک گھڑی میں لڑنا حلال قرار دیا گیا۔ چنانچہ یہ اللہ تعالیٰ کے حرام قرار دیے جانے کی وجہ سے قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ اس کے کانٹوں کو نہ کاٹا جائے اور نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے اور نہ اس کی گری پڑی چیز کو اٹھایا جائے مگر جو اس کا اعلان کرے اور اس کی گھاس بھی نہ کاٹی جائے۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب تحريم مكة و تحريم صيدها …… الخ : ۱۳۵۳۔ بخاری، کتاب جزاء الصيد، باب لا يعضد شجر الحرم : ۱۸۳۲]

سیدنا ابوشریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے قتال کو بطور دلیل پیش کرے تو اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تو اجازت عطا فرما دی تھی مگر تمھیں اس کی اجازت نہیں دی۔ [بخاری، کتاب جزاء الصيد، باب لا يعضد شجر الحرم : ۱۸۳۲۔ مسلم، کتاب الحج، باب تحريم مكة و تحريم صيدها…… الخ : ۱۳۵٤]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے دن فرمایا: ''جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ امن میں ہے، جو ہتھیار پھینک دے وہ بھی امن میں ہے، جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا وہ بھی امن میں ہے اور جو مسجد الحرام میں داخل ہو جائے وہ بھی امن میں ہے۔'' [مسلم، کتاب الجهاد، باب فتح مكة : ۱۷۸۰۔ السنن الكبرىٰ للبيهقی : ۱۱۹/۹، ح : ۱۸۲۷۸]

فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ : حدود حرم میں قتال منع ہے، لیکن اگر کفار اس کی حرمت کو ملحوظ نہ رکھیں اور تم سے لڑیں تو تمھیں بھی ان سے لڑنے کی اجازت ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر پر خود تھا، جب آپ خود اتار رہے تھے تو ایک شخص آیا، اس نے کہا (اے اللہ کے رسول!) ابن خطل کعبے کے پردے سے لٹکا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس کو وہیں قتل کر دو (یہ

ان چند لوگوں میں سے تھا جن کے لیے معافی نہیں تھی)۔'' [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب قتل الأسير وقتل الصبر : ٣٠٤٤]

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾

''اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر کوئی زیادتی نہیں۔''

ایمان والوں کو حکم ہے کہ قوانین الٰہیہ سے بغاوت کرنے والوں کے خلاف اس وقت تک جنگ جاری رکھیں جب تک کہ فتنہ وفساد ختم نہ ہو جائے، کفر وشرک کا زور ٹوٹ نہ جائے، پوری طرح اللہ کا دین نافذ نہ ہو جائے اور کوئی قانون باقی نہ رہے سوائے اللہ تعالیٰ کے قانون کے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد بھی یہی ہے۔

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ : یعنی ان سے اس وقت تک لڑتے رہو، جب تک فتنہ (شرک اور اس پر مجبور کرنے کے لیے ظلم وستم) کا ہر طرح سے قلع قمع نہیں ہو جاتا۔ ارشاد فرمایا : ﴿ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [الأنفال : ۳۹] ''اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ کے لیے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو بے شک اللہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اسے خوب دیکھنے والا ہے۔''

وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ : سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی آیا اور اس نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ کوئی حمیت کے لیے لڑتا ہے، کوئی شجاعت کے لیے اور کوئی ریاکاری کے لیے لڑائی کرتا ہے تو ان میں سے اللہ کے راستے میں کون ہے؟ فرمایا: ''جو اس لیے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ سربلند ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتا ہے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قوله تعالى : ﴿ ولقد سبقت كلمتنا...... الخ ﴾ : ٧٤٥٨۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هى العليا فهو فى سبيل الله : ١٩٠٤]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''محمد رسول اللہ'' کا اقرار کر لیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، جب وہ یہ کام کر لیں گے تو مجھ سے اپنے خونوں اور مالوں کو بچا لیں گے، الا یہ کہ (اس کلمہ یا) اسلام کی وجہ سے کوئی حق ہو (اور اسے پامال کر دیا جائے) اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔'' [بخاری، کتاب الإيمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا الصلوة ...... الخ ﴾ : ٢٥۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا...... الخ : ٢١، عن أبي هريرة رضى الله عنه]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانۂ ابتلا میں دو آدمی میرے پاس آئے، انھوں نے

کہا کہ لوگ کٹ مر رہے ہیں اور آپ عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، آپ (ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف) خروج کیوں نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا، مجھے خروج سے یہ بات روکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اپنے بھائی کے خون کو حرام قرار دیا ہے۔ ان دونوں نے کہا، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ ﴾ ''ان (کفار) سے لڑو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے۔'' تو آپ نے فرمایا، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کیا حتیٰ کہ فتنہ نابود ہو گیا اور دین اللہ کے لیے ہو گیا اور تم اس لیے لڑنا چاہتے ہو کہ فتنہ برپا ہو جائے اور دین اللہ کے لیے نہ رہے۔ عثمان بن صالح نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ ایک شخص نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر کہا، اے ابو عبدالرحمٰن! آپ کو اس بات پر کس نے آمادہ کیا ہے کہ ایک سال حج اور ایک سال عمرہ تو کریں لیکن جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیں، حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کس قدر ترغیب دی ہے؟ فرمایا، بھتیجے! اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے: ① اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ ② نماز پنجگانہ ادا کرنا۔ ③ رمضان کے روزے رکھنا۔ ④ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ⑤ اور بیت اللہ کا حج کرنا۔ انھوں نے عرض کی، اے ابو عبدالرحمٰن! کیا آپ نے وہ نہیں سنا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے: ﴿ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللّٰهِ ﴾ [الحجرات : ۹] ''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ ﴾ ''ان (کفار) سے لڑو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے۔'' آپ نے جواب دیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسی طرح کیا تھا، اس وقت مسلمان کم تھے، آدمی کو دین کے اعتبار سے فتنے میں مبتلا کر دیا جاتا، حتیٰ کہ اسے شہید کر دیا جاتا، یا طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کر دیا جاتا، یہاں تک کہ مسلمان زیادہ ہو گئے اور فتنہ و فساد باقی نہ رہا۔ اس نے پوچھا کہ علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا، عثمان رضی اللہ عنہ کو تو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے مگر تم اس بات کو ناپسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ انھیں معاف فرمائے اور جہاں تک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر عم زاد بھی ہیں اور آپ کے داماد بھی، اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، یہ ان کا گھر ہے جسے تم دیکھ رہے ہو۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ......الخ ﴾ : ٤٥١٣ تا ٤٥١٥]

سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ یہ دین وہاں تک ضرور بالضرور پہنچ کر رہے گا، جہاں تک دن اور رات کی رسائی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی مٹی اور گارے کے مکان کو نہ چھوڑے گا کہ اس میں دین کو داخل نہ کر دے، خواہ کوئی عزت کے ساتھ قبول کرے یا ذلت کے ساتھ۔ اسلام اور اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ عزت دے کر رہے گا اور کفر کو ذلیل و خوار کر کے رہے گا۔'' [مسند أحمد: ١٠٣/٤، ح : ١٦٩٥٩] .

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں میں سے ایک نہ ایک جماعت اس دین کی حفاظت کے لیے لڑتی رہے گی، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله صلی اللہ علیہ وسلم : لا تزال طائفة من أمتي ...... الخ : ۱۹۲۲]

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَ الْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

''حرمت والا مہینا حرمت والے مہینے کے بدلے ہے اور سب حرمتیں ایک دوسری کا بدلہ ہیں، پس جو تم پر زیادتی کرے سو تم اس پر زیادتی کرو، اس کی مثل جو اس نے تم پر زیادتی کی ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

۶ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کو ساتھ لے کر عمرہ کے لیے گئے لیکن کفار مکہ نے انھیں مکہ نہیں جانے دیا اور یہ طے پایا کہ آئندہ سال مسلمان تین دن کے لیے عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ آ سکیں گے۔ وہ مہینا حرمت والے مہینوں میں سے ایک تھا۔ جب دوسرے سال مسلمان حسب معاہدہ اسی مہینے میں عمرہ کرنے کے لیے جانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ مطلب یہ کہ اس دفعہ بھی اگر کفار مکہ اس مہینے کی حرمت پامال کر کے (گزشتہ سال کی طرح) تمھیں مکہ میں جانے سے روکیں تو تم بھی اس کی حرمت کو نظر انداز کر کے ان سے بھرپور مقابلہ کرو۔ حرمتوں کو ملحوظ رکھنے میں بدلہ ہے یعنی وہ حرمت کا خیال رکھیں تو تم بھی رکھو، بصورت دیگر تم بھی حرمت کو نظر انداز کر کے کفار کو عبرت ناک سبق سکھاؤ۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَ الْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ : ارشاد فرمایا : ﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [التوبة : ۳٦] ''بے شک مہینوں کی گنتی، اللہ کے نزدیک، اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہے، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔ سو ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو، جیسے وہ ہر حال میں تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔''

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، تین متواتر ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب مضر جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔''

[بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في سبع أرضين : ۳۱۹۷]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حرمت والے مہینے میں جہاد نہیں کیا کرتے تھے، الا یہ کہ دشمن پہل کرتا تو پھر اس سے لڑتے تھے۔ جب حرمت والا مہینا ہوتا تو آپ جنگ سے رک جاتے تھے، حتیٰ کہ وہ مہینا گزر جاتا۔[مسند أحمد : ۳/ ۳۴۵، ح : ۱۴۷۲۵]

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ : اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عدل وانصاف کا حکم دیا ہے، حتیٰ کہ مشرکین کے ساتھ بھی، اسی لیے دوبارہ مزید تاکید کے طور پر حرمتوں کو پامال کرنے اور کسی قسم کی زیادتی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ﴾ [النحل : ۱۲۶] ''اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمھیں تکلیف دی گئی ہے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دوسرے کو گالی دینے والے دو شخص جو کچھ کہیں (اس کا گناہ) پہل کرنے والے پر ہے، جب تک مظلوم زیادتی نہ کرے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهي عن السباب : ۲۵۸۷]

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَ اَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾

''اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت ڈالو اور نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

بعض انصاری صحابہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ جہاد میں مسلسل شرکت کرنے سے ہماری بعض کھیتیاں ضائع ہو گئی ہیں اور ہمارے اموال کو نقصان پہنچا ہے۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت وغلبہ عطا فرما دیا ہے تو اگر ہم کچھ عرصہ جہاد میں نہ جائیں اور اپنے اموال کو جہاد میں خرچ کرنے کی بجائے بنجر زمینوں کی اصلاح میں لگائیں تو کوئی خاص نقصان نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ بات پسند نہ آئی اور فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو۔ کیونکہ اگر جہاد میں خرچ نہ کیا جائے تو جہاد کیسے جاری رہے گا؟ سامان جنگ کہاں سے آئے گا؟ سامانِ جنگ نہ ہونے سے جہاد پر کافی اثر پڑے گا، فعالیت ختم ہو جائے گی، جمود طاری ہو جائے گا، دشمن قوموں کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور وہ اسلامی ملک کو تاخت وتاراج کر دیں گی، پوری مسلم قوم ہلاکت و بربادی کا شکار ہو جائے گی۔ اس ہلاکت وتباہی سے بچنے کے لیے حکم ہے کہ مال و دولت کی طرف رغبت نہ کرو، جہاد میں خرچ کرنا بہت بڑی نیکی ہے، یہ نیکی کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ : ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ

عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ٢٦١] ''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

سیدنا خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کی راہ (جہاد فی سبیل اللہ) میں کوئی نفقہ دے (یعنی کوئی چیز دے) تو اس کا اجر سات سو گنا لکھا جائے گا۔'' [ترمذی، كتاب فضائل الجهاد ، باب ما جاء فى فضل النفقة فى سبيل الله : ١٦٢٥۔ نسائی ، كتاب الجهاد، باب فضل النفقة فى سبيل الله : ٣١٨٨]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آیت : ﴿ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ ''اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت ڈالو'' یہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ [بخاری، كتاب التفسير ، باب قوله: ﴿ و أنفقوا فى سبيل الله ولا تلقوا......الخ ﴾ : ٤٥١٦]

ابو عمران اسلم بیان کرتے ہیں کہ قسطنطنیہ میں مہاجرین میں سے ایک آدمی نے دشمن کی صف پر اس طرح حملہ کیا کہ صف کو چیر ڈالا۔ (اس وقت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے) یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ ''لا الٰہ الا اللہ'' اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا ہے۔ یہ سن کر ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (اس آیت کے بارے میں ہم زیادہ بہتر جانتے ہیں کیونکہ) یہ ہمارے ہی بارے میں نازل ہوئی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور اسلام کو غلبہ دے دیا تو ہم گروہ انصار جمع ہو کر آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے کہ (اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و محبت کی وجہ سے عزت عطا فرمائی ہے حتیٰ کہ اسلام پھیل گیا اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے) اگر ہم اپنے کاروبار میں لگ جائیں اور جو ضائع ہو گیا ہے اس کی اصلاح کر لیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ تو (اے لوگو!) ہلاکت سے مراد اموال میں ٹھہرنا، ان کی اصلاح کرنا اور جہاد چھوڑ دینا ہے (یعنی ہلاکت کا سبب ترک جہاد اور مال و دولت کی حرص ہے)۔ [أبوداؤد، كتاب الجهاد، باب فى قوله عزوجل: ﴿ ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة ﴾ : ٢٥١٢۔ ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة : ٢٩٧٢]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ جب کسی اکیلے فدائی مسلم کے حملے سے دشمن کو نقصان پہنچنے کی امید ہو یا اہل اسلام کی شجاعت سے ان کے حوصلے پست کرنا مقصود ہو یا شہادت پیش کیے بغیر دشمن کو نقصان پہنچانا ممکن نہ ہو تو فدائی حملے بالکل درست ہیں۔ یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا نہیں بلکہ جہاد چھوڑ کر کاروبار میں مصروف ہو جانا اصل ہلاکت ہے۔ تاریخ اسلام میں بدر میں ابو جہل کے قاتل معوذ و معاذ رضی اللہ عنہما، خیبر میں ابو رافع کے قاتل عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ، مدینہ میں کعب بن اشرف کے قاتل محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، خالد بن سفیان کے قاتل عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی کارروائیاں،

حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موت پر بیعت، جنگ جسر میں ابو عبید ثقفی رضی اللہ عنہ کی ہاتھی پر حملہ کرتے ہوئے شہادت، جنگ یمامہ میں براء بن مالک رضی اللہ عنہ کا ساتھیوں سے کہنا کہ مجھے ڈھال پر بٹھا کر ڈھال کو نیزوں کے ساتھ بلند کر کے باغ کے اندر پھینک دو اور وہاں جا کر اسّی زخم کھا کر بھی دروازہ کھول کر مسلمانوں کو فتح سے ہم کنار کرنا، سلطان صلاح الدین ایوبی کے تیار کردہ فدائی جنھوں نے صلیبیوں کی کمر توڑ دی، الغرض بے شمار واقعات اس کے شاہد ہیں۔

اس وقت مسلمانوں کی ہلاکت اور ذلت کا باعث یہی ہے کہ انھوں نے جہاد کی تیاری میں خرچ کرنے اور کفار سے لڑنے کی بجائے عیش وعشرت اور جان بچانے کو ترجیح دی تو کفار کے ہاتھوں ان کی جانیں محفوظ رہیں نہ مال نہ عزتیں اور ذلت و پستی ان کا مقدر ٹھہری، جیسا کہ سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے زراعت کا ایک آلہ دیکھ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''جس قوم کے گھر (تک) میں یہ داخل ہو جائے تو پھر اس گھر میں ذلت داخل ہو جائے گی۔'' [بخاری، کتاب الحرث و المزارعة، باب ما یحذر من عواقب الإشتغال بآلة الزرع ...... الخ : ۲۳۲۱]

وَ اَحۡسِنُوۡا ۚ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیث جبرائیل میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ''احسان کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تجھ سے یہ نہ ہو کہ تو اسے دیکھ رہا ہے تو (تو کم از کم یہ سمجھے کہ) اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الإیمان والإسلام والإحسان و علم الساعة : ۵۰]

وَ اَتِمُّوا الۡحَجَّ وَ الۡعُمۡرَۃَ لِلّٰہِ ؕ فَاِنۡ اُحۡصِرۡتُمۡ فَمَا اسۡتَیۡسَرَ مِنَ الۡہَدۡیِ ۚ وَ لَا تَحۡلِقُوۡا رُءُوۡسَکُمۡ حَتّٰی یَبۡلُغَ الۡہَدۡیُ مَحِلَّہٗ ؕ فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ بِہٖۤ اَذًی مِّنۡ رَّاۡسِہٖ فَفِدۡیَۃٌ مِّنۡ صِیَامٍ اَوۡ صَدَقَۃٍ اَوۡ نُسُکٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنۡتُمۡ ٝ فَمَنۡ تَمَتَّعَ بِالۡعُمۡرَۃِ اِلَی الۡحَجِّ فَمَا اسۡتَیۡسَرَ مِنَ الۡہَدۡیِ ۚ فَمَنۡ لَّمۡ یَجِدۡ فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ فِی الۡحَجِّ وَ سَبۡعَۃٍ اِذَا رَجَعۡتُمۡ ؕ تِلۡکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ ؕ ذٰلِکَ لِمَنۡ لَّمۡ یَکُنۡ اَہۡلُہٗ حَاضِرِی الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ؕ
۲۴ ع ۸ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

''اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو، پھر اگر تم روک دیے جاؤ تو قربانی میں سے جو میسر ہو (کرو) اور اپنے سروں کو نہ مونڈو، یہاں تک کہ قربانی اپنے حلال ہونے کی جگہ پر پہنچ جائے، پھر تم میں سے جو بیمار ہو، یا اسے اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو روزے یا صدقے یا قربانی میں سے کوئی ایک فدیہ ہے۔ پھر جب تم امن میں ہو جاؤ تو تم میں سے جو عمرہ سے حج تک فائدہ اٹھائے تو قربانی میں سے جو میسر ہو (کرے) پھر جو نہ پائے تو تین دن کے روزے حج کے دوران اور سات دن کے اس وقت رکھے جب تم واپس جاؤ، یہ پورے دس ہیں۔ یہ اس کے لیے ہے جس کے گھر والے مسجد

حرام کے رہنے والے نہ ہوں اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔“

روزہ اور جہاد کے بعد اب احکام حج کا بیان شروع ہوا، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جب حج اور عمرہ میں سے کسی کی ابتدا کرو تو تمام شرائط و اعمال کے ساتھ اسے پورا کرو اور ﴿ لِلّٰهِ ﴾ اس لیے کہا کہ مشرکین حج و عمرہ کے بعض اعمال کے ذریعے اپنے بتوں کا تقرب حاصل کرتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے کہا کہ حج و عمرہ کے تمام اعمال صرف اللہ کی رضا کے لیے ادا ہونے چاہییں۔

وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ : یعنی اگر حج یا عمرہ کی راہ میں کوئی مانع پیش آ جائے، جیسے کوئی دشمن راستہ روک دے، یا کوئی مرض لاحق ہو جائے، یا وہ راستہ بھٹک جائے تو محرم کو جو جانور میسر ہوگا (اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ یا ایک بکری) اسے ذبح کرے گا اور بال منڈوا کر حلال ہو جائے گا۔ سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے موقع پر (عمرہ کرنے کے لیے) نکلے، راستہ میں بدیل سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا، قریش آپ سے لڑیں گے اور آپ کو بیت اللہ جانے سے روکیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ”ہم لڑنے کے لیے نہیں آئے، ہم تو عمرہ ادا کرنے آئے ہیں۔“ (سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ کفار نے آپ کو کعبہ نہیں جانے دیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ”اٹھو اور قربانی کرو، پھر سر منڈوا دو۔“ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کو نحر کیا، پھر آپ نے حجام کو بلایا، اس نے آپ کے سر کو مونڈا۔ [بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد ...... الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا: ”شاید تو حج کا ارادہ رکھتی ہے؟“ انھوں نے عرض کی، اللہ کی قسم! میں حج کا ارادہ رکھتی ہوں، لیکن میں بیمار ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: ”تم حج کرو اور یہ شرط لگا لو کہ (اے اللہ!) میں وہاں احرام کھول دوں گی جہاں تو مجھے روک لے گا۔“ [بخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین : ۵۰۸۹۔ مسلم، کتاب الحج، باب جواز اشتراط المحرم...... الخ : ۱۲۰۷]

معلوم ہوا کہ احرام کے وقت اگر یہ شرط کر لے تو رکاوٹ کی صورت میں اسی جگہ احرام کھول دے اور اس پر کوئی قربانی وغیرہ لازم نہیں۔

فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ : سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار بکری کی قربانی دی تھی۔ [بخاری، کتاب الحج، باب تقلید الغنم : ۱۷۰۱۔ مسلم، کتاب الحج، باب استحباب بعث الهدی إلی الحرم ...... الخ : ۳۶۷/۱۳۲۱]

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ : اگر حج کرنے والا ”ھدی“ کا جانور اپنے ساتھ لے جا رہا ہے تو

حالتِ امن میں ''ھدی'' کی جگہ حرم ہے۔ جب تک ھدی کا جانور حرم میں نہ پہنچ جائے اور حج کرنے والا حج وعمرہ کے اعمال سے فارغ نہ ہو جائے اس کے لیے سر کے بال منڈوانا جائز نہیں۔ افضل یہ ہے کہ دس تاریخ کو کنکریاں مارنے کے بعد پہلے قربانی کرے، پھر بال منڈوائے، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! لوگوں کا کیا معاملہ ہے کہ انھوں نے تو عمرہ کر کے احرام کھول دیا مگر آپ نے نہیں کھولا؟ تو آپ نے فرمایا: ''میں نے اپنے سر کے بالوں کو چپکا لیا اور اپنے قربانی کے جانور کو قلادہ پہنا دیا ہے، لہٰذا میں اس وقت تک احرام کھول کر حلال نہیں ہو سکتا جب تک قربانی کے جانور کو ذبح نہ کر دوں۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب التمتع والقران والإفراد بالحج ...... الخ : ۱۵۶۶۔ مسلم، کتاب الحج، باب بیان أن القارن لا یتحلل إلا فی وقت تحلل الحاج المفرد : ۱۲۲۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ تشریف لائے، پھر آپ نے جمرہ پر جا کر اسے کنکریاں ماریں، پھر منیٰ میں اپنی منزل پر آئے اور قربانی کی، پھر حجام کو بلا کر اس سے سر مونڈنے کے لیے کہا۔ [مسلم، کتاب الحج، باب بیان أن السنة یوم النحر أن یرمی ثم ینحر ...... الخ : ۱۳۰۵]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں کھڑے ہو گئے، لوگ آپ سے سوال کرنے لگے، ایک شخص نے کہا، مجھے معلوم نہیں تھا، میں نے لاعلمی میں قربانی ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا۔ آپ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں، اب قربانی کر لو۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب الفتیا علی الدابة عند الجمرة : ۱۷۳۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما۔'' لوگوں نے کہا (اے اللہ کے رسول!) اور بال چھوٹے کروانے والوں کے لیے؟ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما۔'' لوگوں نے کہا، (اے اللہ کے رسول!) اور بال چھوٹے کروانے والوں کے لیے؟ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما۔'' لوگوں نے کہا اور بال چھوٹے کروانے والوں کے لیے؟ آپ نے (سر منڈوانے والوں کے لیے) تین مرتبہ دعا کی، پھر فرمایا: ''اور بال چھوٹے کروانے والوں کے لیے بھی (مغفرت فرما)۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب الحلق والتقصیر عند الإحلال : ۱۷۲۸۔ مسلم، کتاب الحج، باب تفضیل الحلق علی التقصیر وجواز التقصیر : ۱۳۰۲]

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ : یعنی احرام باندھنے کے بعد تمھیں کسی بیماری یا عذر کی بنا پر سر منڈوانے کی ضرورت پیش آ جائے تو سر منڈوا کر تین چیزوں میں سے ایک چیز بطور فدیہ دو۔ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم احرام باندھے ہوئے تھے، لیکن مشرکین نے ہمیں عمرہ کرنے سے روک دیا۔ میرے سر پر پٹے تھے (جن میں) اتنی جوئیں پڑ گئی تھیں کہ میرے منہ پر گر رہی تھیں۔ اسی اثنا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے، آپ نے فرمایا: ''کیا تمھارے

سر کی جوئیں تمھیں تکلیف پہنچا رہی ہیں؟'' میں نے کہا، جی ہاں! تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ﴾ ''پھر تم میں سے جو بیمار ہو، یا اسے اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو روزے یا صدقے یا قربانی میں سے کوئی ایک فدیہ ہے۔'' مسلم کی روایت میں ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے کعب سے فرمایا: ''تم سر منڈوا دو اور تین روزے رکھو، یا چھ مساکین کو کھانا کھلاؤ، یا قربانی کرو۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ : ۴۱۹۱۔ مسلم ، کتاب الحج ، باب جواز حلق الرأس للمحرم إذا کان به أذی ...... الخ : ۱۲۰۱]

عبداللہ بن معقل بیان کرتے ہیں کہ میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے پاس مسجد (کوفہ) میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے ان سے روزوں کے متعلق فدیے کی ادائیگی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ مجھے جب نبی ﷺ کی خدمت میں لے جایا گیا تو میرے چہرے پر جوئیں گر رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''میرا خیال نہیں تھا کہ تمھاری تکلیف یہاں تک پہنچ جائے گی، کیا تمھارے پاس ایک بکری موجود ہے؟'' میں نے عرض کی، نہیں! تو آپ نے فرمایا: ''تین روزے رکھ لو، یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو اور ہر مسکین کو نصف صاع کھانا دو اور اپنے سر کو منڈوا دو۔'' تو یہ آیت خاص طور پر میرے بارے میں نازل ہوئی تھی، لیکن اس کا حکم تم سب کے لیے عام ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالی : ﴿ فمن کان منکم مریضا ﴾ : ۴۵۱۷۔ مسلم، کتاب الحج ، باب جواز حلق الرأس للمحرم إذا کان به أذی : ۱۲۰۱/۸۵]

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ : اگر محرم کو راستہ میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے اور وہ حرم میں پہنچ جائے اور عمرہ کر کے حلال ہو جائے، پھر آٹھ تاریخ کو یا اس سے پہلے حج کا احرام باندھے، تو اس پر قربانی واجب ہے، اسے حجِ تمتع کہتے ہیں۔ سیدنا عمران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں حج تمتع کیا ہے، حالانکہ قرآن نازل ہو رہا تھا۔ [بخاری، کتاب الحج، باب التمتع علی عهد رسول الله ﷺ : ۱۵۷۱]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کر کے احرام اتار دو اور بال چھوٹے کروا لو، پھر تم احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو، یہاں تک کہ جب ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ ہو تو پھر حج کا احرام باندھو...... اگر میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا تو میں بھی وہی کرتا جس کا تم کو حکم دیا ہے، لیکن اس صورت میں احرام نہیں اتار سکتا، جب تک قربانی اپنے مقام پر پہنچ (کر ذبح) نہ ہو جائے۔'' یہ سن کر صحابہ نے حکم کی تعمیل کی۔ [بخاری، کتاب الحج، باب التمتع والقران و الإفراد بالحج...... الخ : ۱۵۶۸۔ مسلم ، کتاب الحج ، باب بیان وجوه الإحرام...... الخ : ۱۲۱۶/۱۴۳]

فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ان ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کو ذبح کیا جنھوں نے عمرہ کیا۔ [أبو داؤد، کتاب المناسك، باب في هدی البقر : ۱۷۵۱]

فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ : اگر متمتع کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے،

تو تین روزے حج کے زمانے میں اور سات روزے اپنے گھر واپس جانے کے بعد رکھے گا۔ سیدہ عائشہ اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں، ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت (اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے) کسی صورت میں نہیں ہے، مگر صرف اس صورت میں کہ کسی کو قربانی نہ ملی ہو (تو وہ ایام تشریق میں روزے رکھ لے)۔ [بخاري، كتاب الصيام، باب صيام أيام التشريق : ۱۹۹۷، ۱۹۹۸]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں عمرے کے ساتھ حج تک فائدہ اٹھایا تھا۔ آپ نے قربانی بھی کی اور آپ قربانی کا جانور اپنے ساتھ ذوالحلیفہ سے لائے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابتدا میں عمرے کا احرام باندھا، پھر آپ نے حج کا احرام باندھا اور لوگوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عمرے سے حج تک فائدہ اٹھایا۔ کچھ لوگ قربانی کے جانور اپنے ساتھ لائے تھے اور کچھ لوگ قربانی کے جانور اپنے ساتھ نہیں لائے تھے۔ نبی ﷺ جب مکہ میں تشریف لائے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص قربانی کا جانور اپنے ساتھ لایا ہو اس کے لیے اس وقت تک احرام کی وجہ سے حرام ہونے والی چیزوں میں سے کوئی بھی حلال نہ ہوگی جب تک وہ اپنا حج پورا نہ کر لے اور جو شخص قربانی کا جانور اپنے ساتھ نہ لایا ہو تو وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرے، بال کٹوا دے اور حلال ہو جائے، پھر حج کا احرام باندھ لے اور جسے قربانی میسر نہ ہو تو وہ ایام حج میں تین روزے رکھ لے اور سات روزے اس وقت رکھے جب اپنے اہل و عیال کے پاس لوٹ جائے۔'' [بخاري، كتاب الحج، باب من ساق البدن معه : ۱۶۹۱۔ مسلم، كتاب الحج، باب وجوب الدم على المتمتع ...... الخ : ۱۲۲۷]

ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ : یعنی جو لوگ مسجد حرام کے رہنے والے نہیں، بلکہ دور سے آنے والے ہیں۔ چونکہ انھوں نے عمرہ اور حج کے لیے الگ الگ دو سفر کرنے کی بجائے ایک ہی سفر میں دونوں کام سرانجام دے لیے ہیں، لہٰذا اس فائدہ اٹھانے پر انھیں قربانی دینا ہوگی ورنہ دس روزے رکھیں۔ رہے مکہ کے لوگ تو انھیں حج کے مہینوں میں عمرہ و حج کرنے سے چونکہ ایسا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا اس لیے وہ قران کریں یا تمتع، ان پر نہ قربانی ہے نہ روزے، وہ ان کے بغیر ہی دونوں عبادتیں سرانجام دے سکتے ہیں۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ وَ لَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَ اتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

''حج چند مہینے ہے، جو معلوم ہیں، پھر جو ان میں حج فرض کر لے تو حج کے دوران نہ کوئی شہوانی فعل ہو اور نہ کوئی نافرمانی اور نہ کوئی جھگڑا، اور تم نیکی میں سے جو بھی کرو گے اللہ اسے جان لے گا اور زادِ راہ لے لو کہ بے شک زادِ راہ کی سب سے بہتر خوبی (سوال سے) بچنا ہے اور مجھ سے ڈرو اے عقلوں والو!''

حج کے مہینے معلوم ہیں۔ اس لیے کہ حج ملت ابراہیمی میں اور ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں ہمیشہ سے رہا اور وہ ماہِ شوال، ذی القعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔ حج کا احرام انھی دنوں میں باندھنا صحیح ہے اور جو کوئی ان مہینوں میں حج کی نیت کرے اس پر احرام کی تعظیم واجب ہے اور اس تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ محرم جماع، اس کے مقدمات، تمام قسم کے گناہ اور جنگ و جدال سے پرہیز کرے۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ : حج کے چند مقررہ مہینے ہیں۔ قرآن مجید میں ان مہینوں کا ذکر نہیں ہے، البتہ صحابہ کرام کے توسط سے ان ناموں کی وضاحت ہمیں ملتی ہے، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حج کے مہینے، جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، وہ شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہیں۔ [بخاری، کتاب الحج، باب قوله تعالی: ﴿ ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام ﴾ : ۱۵۷۲]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، حج کے چند مقررہ مہینے ہیں، یعنی شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن۔ [مستدرک حاکم : ۲۷۶/۲، ح:۳۰۹۲۔ الدارقطنی، کتاب الحج : ۲۵۸/۲]

سیدنا عروہ بن مضرس بن اوس بن حارثہ الطائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے ہماری اس نماز (یعنی نماز فجر) کو (مزدلفہ میں) پالیا اور ہمارے ساتھ (مزدلفہ میں) وقوف کیا، یہاں تک کہ پھر ہمارے ساتھ (جمرہ عقبہ) روانہ ہوا اور اس سے پہلے وہ رات کو یا دن کو عرفات میں وقوف کر چکا ہو تو اس کا حج پورا ہو گیا، (اب) وہ قربانی ذبح کرلے۔'' [ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء من أدرك الإمام بجمع فقد أدرك الحج : ۸۹۱]

فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ : جو شخص ان مہینوں میں احرام باندھ کر اپنے اوپر حج کو فرض کرلے تو وہ اب دوران حج میں نہ بے حیائی کی بات کرے، نہ گناہ کا کوئی کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے، ارشاد فرمایا: ﴿ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآىِٕكُمْ ﴾ [البقرۃ : ۱۸۷] ''تمھارے لیے روزے کی رات اپنی عورتوں سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله و هو لا يشعر : ٤٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کے لیے حج کرے، پھر نہ عورتوں سے جنسی باتیں کرے اور نہ کوئی گناہ کا کام کرے تو وہ گناہوں سے پاک ہو کر لوٹتا ہے، گویا (اس دن کی طرح ہو جاتا ہے) جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور : ۱۵۲۱۔ مسلم، کتاب الحج، باب فضل الحج والعمرۃ : ۱۳۵۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، کون سا عمل سب سے بہتر ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔'' پوچھا گیا، اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔'' پوچھا گیا، پھر کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: ''حج مبرور (جس میں کوئی گناہ نہ کیا جائے)۔'' [بخاری، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور : ۱۵۱۹۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال : ۸۳]

وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حج مبرور (جس میں کوئی گناہ نہ کیا جائے) کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں۔'' [بخاری، كتاب العمرة، باب وجوب العمرة وفضلها : ۱۷۷۳]

وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، یمن کے لوگ حج کے لیے آتے تو زادراہ ساتھ نہیں لاتے تھے، وہ کہتے تھے کہ ہم (اللہ پر) توکل کرتے ہیں (وہ ہمیں کھلائے گا) پھر جب وہ شہر مکہ پہنچتے تو لوگوں سے سوال کرتے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ﴾ ''اور زادراہ لے لو کہ بے شک زادراہ کی سب سے بہتر خوبی (سوال سے) بچنا ہے۔'' [بخاری، كتاب الحج، باب قول الله تعالى ﴿ و تزودوا فإن خير الزاد التقوى ﴾ : ۱۵۲۳۔ أبو داؤد، كتاب المناسك، باب التزود في الحج : ۱۷۳۰]

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَاۤ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝۱۹۸

''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے رب کا کوئی فضل تلاش کرو، پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ کو یاد کرو اور اس کو اس طرح یاد کرو جیسے اس نے تمھیں ہدایت دی ہے اور بلاشبہ اس سے پہلے تم یقیناً گمراہوں سے تھے۔''

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ : اللہ تعالیٰ نے حج کے لیے جب زادِ راہ لے کر چلنے کی نصیحت کی اور اس کے بعد تقویٰ کا حکم دیا تو اس بات کی بھی خبر دی کہ موسم حج میں تجارت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور ایسا کرنا تقویٰ کے خلاف نہیں، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ سمجھتے تھے کہ حج کے ساتھ تجارت کرنا اچھی بات نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز زمانۂ جاہلیت کے بازار تھے، لوگوں نے موسم حج میں تجارت کو گناہ سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ ''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے رب کا کوئی فضل تلاش کرو۔'' یعنی حج کے موسم میں۔ [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلا من ربكم ﴾ : ۴۵۱۹]

ابوامامہ تیمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ہم کرائے کا کام کرتے ہیں تو کیا ہمارا

حج ہو جائے گا؟ فرمایا، کیا تم طواف نہیں کرتے، عرفہ میں نہیں آتے، جمرات کو رمی نہیں کرتے اور اپنے سروں کو نہیں منڈواتے؟ ہم نے عرض کی، کیوں نہیں! تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک شخص نے یہی سوال کیا تھا، جو تم نے مجھ سے پوچھا تو آپ نے اسے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت کریمہ لے کر نازل ہو گئے: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ ”تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے رب کا کوئی فضل تلاش کرو۔“ تو نبی ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: ”تم حاجی ہو۔“ [مسند أحمد : ۲/ ۱۵۵، ح : ٦٤٤٠]

فَاِذَاۤ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ : ۹ ذوالحجہ کو زوال آفتاب سے غروب شمس تک میدانِ عرفات میں وقوف، حج کا ایک اہم رکن ہے۔ یہاں مغرب کی نماز ادا نہیں کرنی، بلکہ مزدلفہ پہنچ کر مغرب کی تین رکعات اور عشاء کی دو رکعات (قصر) جمع کر کے ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ پڑھی جائیں گی۔ مزدلفہ ہی کو مشعر حرام کہا گیا ہے، کیونکہ یہ حرم کے اندر ہے۔ یہاں ذکر الٰہی کی تاکید ہے اور یہاں رات گزارنی ہے۔ فجر کی نماز (اندھیرے) میں یعنی اول وقت پڑھ کر طلوع آفتاب تک ذکر میں مشغول رہا جائے۔ طلوع آفتاب کے بعد منیٰ جایا جائے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عرفات میں آئے، وہاں نمرہ کے مقام پر آپ کے لیے ایک خیمہ لگا دیا گیا، آپ نے اس میں قیام فرمایا، جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے اپنی اونٹنی قصوا کو کسنے کا حکم دیا۔ جب وہ کس دی گئی تو آپ (اس پر سوار ہو کر) بطن وادی میں آئے اور لوگوں کے سامنے ایک خطبہ دیا...... پھر مؤذن نے اذان دی، پھر اقامت کہی پھر رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر (مؤذن) نے اقامت کہی پھر آپ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان کچھ نہیں پڑھا، پھر آپ سوار ہو گئے، یہاں تک کہ موقف میں آئے...... وہاں آپ نے غروب آفتاب تک وقوف فرمایا، پھر جب شفق کی زردی کم ہو گئی تو آپ وہاں سے روانہ ہو کر مزدلفہ پہنچے، وہاں آپ نے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھائی...... پھر آپ لیٹ گئے، یہاں تک کہ جب صبح صادق ہوئی تو آپ نے صبح کی نماز اذان اور اقامت کے ساتھ ادا کی۔ پھر آپ قصوا پر سوار ہو گئے اور مشعر حرام پہنچ کر قبلہ رو ہو گئے۔ پھر آپ نے وہاں وقوف فرمایا۔ آپ دعا کرتے رہے، الحمد للہ کہتے رہے اور اللہ کی توحید بیان کرتے رہے، یہاں تک کہ خوب روشنی ہو گئی تو آپ طلوع آفتاب سے پہلے منیٰ روانہ ہو گئے۔ [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ : ۱۲۱۸۔ أبو داؤد، کتاب المناسك، باب صفة حجة النبی ﷺ : ۱۹۰۵]

سیدنا عبدالرحمٰن بن یعمر الدیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا، جب آپ سے ایک آدمی نے عرفہ کے مقام پر حج کے متعلق سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا: ”حج (وقوف) عرفات ہی کا نام ہے اور جو شخص طلوع فجر سے پہلے وقوف عرفہ کو پا لے تو اس نے حج کو پا لیا اور ایام منیٰ تین ہیں۔ پھر جس نے دو دنوں میں (منیٰ سے مکہ کی طرف واپسی میں) جلدی کی تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جس نے (ایک دن کی) تاخیر کی تو اس پر بھی کوئی گناہ

نہیں۔‘‘ [مسند أحمد : ۴/ ۳۰۹، ح:۱۸۷۹۸۔ أبو داوٗد، کتاب المناسك، باب من لم یدرك عرفة : ۱۹۴۹۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة : ۲۹۷۵]

سیدنا عروہ بن مضرس بن اوس بن حارثہ الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مزدلفہ میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ نماز کے لیے جا چکے تھے، میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں ’’طے‘‘ کے دو پہاڑوں سے آیا ہوں، میں نے اپنی سواری کو تیز دوڑایا اور اپنے آپ کو خوب تھکایا ہے، اللہ کی قسم! میں نے کوئی ٹیلا یا پہاڑ نہیں چھوڑا جس پر وقوف نہ کیا ہو، تو کیا میرا حج ہو جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو ہماری اس نماز میں حاضر ہوا اور اس نے ہمارے ساتھ وقوف کیا حتیٰ کہ وہ یہاں سے روانہ ہو گیا اور اس سے پہلے رات یا دن کو عرفہ میں وقوف کر لیا تو اس کا حج پورا ہو گیا اور وہ قربانی ذبح کر لے۔‘‘ [ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی من أدرك الإمام بجمع فقد أدرك الحج : ۸۹۱۔ أبو داوٗد ، کتاب المناسك ، باب من لم یدرك عرفة : ۱۹۵۰]

سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ واپسی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح چل رہے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ سبک خرام تھے اور جب آپ کھلی جگہ پاتے تو اپنی سواری کی رفتار اور بھی تیز کر دیتے۔ [بخاری، کتاب الحج، باب السیر إذا دفع من عرفة : ۱۶۶۶۔ مسلم، کتاب الحج، باب الإفاضة من عرفات إلی المزدلفة ...... الخ : ۱۲۸۶/۲۸۳]

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾

’’پھر اس جگہ سے واپس آؤ جہاں سے سب لوگ واپس آئیں اور اللہ سے بخشش مانگو، بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق عرفات جانا اور وہاں وقوف کر کے واپس آنا ضروری ہے، لیکن عرفات چونکہ حرم سے باہر ہے، اس لیے قریش مکہ عرفات تک نہیں جاتے تھے بلکہ مزدلفہ ہی سے لوٹ آتے تھے، چنانچہ حکم دیا جا رہا ہے کہ جہاں سے سب لوگ لوٹ کر آتے ہیں وہیں سے لوٹ کر آؤ یعنی عرفات سے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش اور ان کے ہم مذہب مزدلفہ میں وقوف کیا کرتے تھے اور اپنے آپ کو ’’حمس‘‘ کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے، جبکہ دیگر تمام عرب عرفات ہی میں وقوف کیا کرتے تھے۔ جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ بھی عرفات جائیں اور وہاں وقوف کریں، پھر وہاں سے واپس آئیں۔ اس آیت: ﴿ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ﴾ ’’پھر اس جگہ سے واپس آؤ جہاں سے سب لوگ واپس آئیں‘‘ کے یہی معنی ہیں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ثم أفیضوا من حیث أفاض الناس ﴾ : ۴۵۲۰۔ مسلم، کتاب الحج، باب فی الوقوف وقوله تعالٰی: ﴿ ثم أفیضوا ...... الخ ﴾ : ۱۲۱۹]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چلتے رہے اور قریش یہ گمان کر رہے تھے کہ آپ مشعر حرام کے پاس جا کر ٹھہریں گے، جس طرح قریش ایام جاہلیت میں ٹھہرا کرتے تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ مشعر حرام سے آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ آپ عرفات میں پہنچ گئے، وہاں آپ نے دیکھا کہ آپ کے لیے نمرہ میں خیمہ لگایا گیا ہے، آپ اترے اور اس میں قیام کیا۔ [مسلم ، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ : ۱۲۱۸]

وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی دن ایسا نہیں کہ جس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عرفہ کے دن سے زیادہ دوزخ سے آزاد کرے، اس دن اللہ بہت نزدیک ہو جاتا ہے، پھر فرشتوں کے سامنے اپنے ان بندوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ (گویا اللہ تعالیٰ کے پوچھنے سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو معاف کر دے)۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب فضل یوم عرفة : ۱۳۴۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ کے لیے حج کیا، پھر (دوران حج میں) نہ کوئی بے حیائی کی بات کی اور نہ کوئی گناہ کی تو وہ (حج کر کے) اس طرح (بے گناہ ہو کر) لوٹتا ہے جس طرح وہ اس دن تھا، جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور : ۱۵۲۱۔ مسلم، کتاب الحج، باب فضل الحج والعمرۃ : ۱۳۵۰]

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۭ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝۲۰۰ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝۲۰۱ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۲۰۲

''پھر جب تم اپنے حج کے احکام پورے کر لو تو اللہ کو یاد کرو، اپنے باپ دادا کو تمھارے یاد کرنے کی طرح، بلکہ اس سے بڑھ کر یاد کرنا، پھر لوگوں میں سے کوئی تو وہ ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے دے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انھوں نے کمایا اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ﴾ [البقرۃ : ۱۹۶] ''اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو۔''

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ : عرب کے لوگ حج سے فراغت کے بعد منیٰ میں میلا لگاتے اور اپنے آبا و اجداد

کے کارناموں کا ذکر کرتے تھے۔ مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ جب تم ۱۰ ذوالحجہ کو کنکریاں مارنے، قربانی کرنے، سر منڈوانے، طواف کعبہ اور سعی صفا و مروہ سے فارغ ہو جاؤ تو اس کے بعد جو تین دن منیٰ میں قیام کرنا ہے تو وہاں خوب اللہ کا ذکر کرو۔ جیسے جاہلیت میں تم اپنے آبا کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ بہرحال اب آبا و اجداد کے تذکرہ پر فخر کرنا جائز نہیں۔ سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ عاجزی اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة و أهل النار : ۲۸۶۵]

استغفار اور کثرتِ ذکر کی نصیحت کے بعد اللہ تعالیٰ نے دعا کی طرف توجہ دلائی، اس لیے کہ کثرتِ ذکر کے بعد دعا کی قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے اور ان لوگوں کی مذمت کی جن کی زندگی کا مقصودِ اول دنیا کا حصول ہوتا ہے اور ان لوگوں کی تعریف کی جن کا مطمع نظر آخرت کی کامیابی اور جہنم کی آگ سے نجات حاصل کرنا ہوتا ہے۔

اگلی آیت میں مذکور دعا میں دنیا و آخرت کی ہر بھلائی جمع کر دی گئی ہے اور ہر شر سے اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے۔ ''دنیا میں بھلائی'' ہر دنیاوی خیر کو شامل ہے۔ اور ''آخرت میں بھلائی'' کی سب سے اعلیٰ شے اللہ کی رضا اور دخول جنت ہے۔ احادیث میں اس دعا کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ((اَللّٰهُمَّ ! رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ)) ''اے اللہ! اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ و منهم من يقول ...... الخ ﴾ : ۴۵۲۲]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کی عیادت فرمائی، جو پرندے کے ننھے بچے کی طرح (ہڈیوں کا ڈھانچہ) ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: ''کیا تم اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا یا سوال کیا کرتے تھے؟'' اس نے جواب دیا، ہاں! میں یہ دعا کیا کرتا تھا، اے اللہ! تو نے مجھے جو آخرت میں سزا دینی ہے وہ دنیا ہی میں دے دے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سبحان اللہ! تمھیں اس کی استطاعت و طاقت کہاں؟ تم نے یہ دعا کیوں نہ کی: ((اَللّٰهُمَّ ! رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ)) ''اے اللہ! اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفا عطا فرما دی۔ [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب كراهة الدعاء بتعجيل العقوبة في الدنيا : ۲۶۸۸]

سیدنا عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ

دعا پڑھتے ہوئے سنا: « رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ » ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔'' [أبو داوٗد، كتاب المناسك، باب الدعاء في الطواف : ۱۸۹۲]

اللہ تعالیٰ نے یہاں دو قسموں کے لوگ ذکر فرمائے ہیں، صرف دنیا میں بھلائی طلب کرنے والے اور دوسرے دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی طلب کرنے والے، تیسری قسم کے لوگ یعنی صرف آخرت میں بھلائی طلب کرنے والے ذکر نہیں فرمائے کہ جو دنیا میں بھلائی نہ مانگتے ہوں۔ کیونکہ اسلام ایسا دین ہے جو اپنے ماننے والوں کے لیے دنیا ترک کرنا پسند نہیں کرتا اور نہ ہی دنیا کی نعمتوں سے کنارہ کشی کی اجازت دیتا ہے۔ جب سے مسلمانوں میں ہندو سادھوؤں اور نصرانی راہبوں کی تقلید میں ترکِ دنیا کا رجحان پیدا ہوا تو انھوں نے جہاد چھوڑا، دنیاوی علوم سے کنارہ کش ہوئے اور ہر چیز میں غیروں کے غلام بن گئے۔

وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۲۰۳

''اور اللہ کو چند گنے ہوئے دنوں میں یاد کرو، پھر جو دو دنوں میں جلد چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر کرے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، اس شخص کے لیے جو ڈرے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک تم اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے۔''

وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ : مراد ''ایام تشریق'' ہیں یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ۔ ان میں ذکر الٰہی یعنی بہ آواز بلند تکبیرات مسنون ہیں۔ صرف فرض نمازوں کے بعد ہی نہیں بلکہ ہر وقت تکبیرات پڑھی جائیں، سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں مجھے اور اوس بن الحدثان کو بھیجا کہ ہم یہ اعلان کریں: ''بے شک جنت میں سوائے مومن کے کوئی داخل نہیں ہوگا اور یہ کہ منیٰ کے ایام کھانے اور پینے کے ایام ہیں۔'' [مسلم، كتاب الصيام، باب تحريم صوم أيام التشريق ...... الخ : ۱۱۴۲]

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے، ''منیٰ میں ٹھہرنے کے دنوں میں تکبیر کہنا اور جب عرفات کو جائے اور عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے خیمے کے اندر تکبیر کہتے، مسجد والے اسے سنتے تو وہ بھی تکبیر کہتے اور بازاروں والے بھی تکبیر کہتے، یہاں تک کہ منیٰ تکبیر سے گونج اٹھتا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دنوں میں منیٰ میں اور نمازوں کے بعد تکبیر کہتے اور اپنے بستر پر، اپنے خیمے، اپنی مجلس اور چلنے پھرنے کے دوران ان تمام دنوں میں تکبیر کہتے اور میمونہ (ام المومنین رضی اللہ عنہا) قربانی کے دن تکبیر کہتیں اور عورتیں ابان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے مسجد میں مردوں کے ساتھ تشریق کی راتوں میں تکبیر کہتیں۔''

[بخاری، کتاب العیدین، باب التکبیر أیام منًی ...... الخ، قبل الحدیث : ۹۷۰]

معلوم ہوا ان سے مراد عرفہ کی صبح سے لے کر ۱۳ ذوالحجہ کے سورج غروب ہونے تک کا وقت ہے۔ قربانی کے دن اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا منع ہے، جیسا کہ سیدنا نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔'' [مسلم، کتاب الصیام، باب تحریم صوم أیام التشریق ...... الخ : ۱۱۴۱]

اللہ کے ذکر سے مراد وہ تمام تکبیرات ہیں جو جمرات کو کنکر مارتے وقت، ذبح کرتے وقت یا دوسرے وقتوں میں کہی جاتی ہیں۔ تکبیر کے علاوہ کوئی بھی ذکر ہو اس حکم میں شامل ہے، یعنی ان ایام میں ذکر الٰہی میں مصروف رہو۔

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ١ۚ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ : رمی جمار (جمرات کو کنکریاں مارنا) تین دن افضل ہے، لیکن اگر کوئی دو دن (۱۱، ۱۲ ذوالحجہ کو) کنکریاں مار کر منیٰ سے واپس آ جائے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ سیدنا عبد الرحمٰن ابن یعمر الدیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایام منیٰ تین ہیں، تو جس نے دو دنوں میں (منیٰ سے مکہ کی طرف واپسی میں) جلدی کی تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جس نے (ایک دن کی) تاخیر کی تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں۔'' [أبو داوٗد، کتاب المناسك، باب من لم یدرك عرفة : ۱۹۴۹]

لِمَنِ اتَّقٰى١ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ : دو دن یا تین دن میں کنکریاں مارنا ہو یا کوئی بھی اور نیکی کا کام ہو، ہر جگہ اللہ تعالیٰ کو اخلاص مطلوب ہے۔ کسی بھی کام میں ریا کاری میدانِ محشر میں رسوائی کا باعث ہوگی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں تمام شرکا سے زیادہ شرک سے بے زار ہوں، جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرے تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریاء : ۲۹۸۵]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص (اپنی نیکی لوگوں کو) سنائے گا اللہ بھی اس کی وجہ سے (پہنچنے والی ذلت کا حال لوگوں کو) سنائے گا اور جو شخص (لوگوں کو اپنی نیکی) دکھائے گا اللہ بھی اس کی وجہ سے (پہنچنے والی ذلت کو تمام لوگوں کو) دکھائے گا (یعنی میدان محشر میں ریا کار آدمی کی بڑی رسوائی ہوگی)۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریاء : ۲۹۸۶۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة : ۶۴۹۹]

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ١ۙ وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ۝۲۰۴

''اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جس کی بات دنیا کی زندگی کے بارے میں تجھے اچھی لگتی ہے اور وہ اللہ کو اس پر گواہ بناتا ہے جو اس کے دل میں ہے، حالانکہ وہ جھگڑے میں سخت جھگڑالو ہے۔''

کچھ ایسے منافقین ہوتے ہیں جو مسلمانوں کو خوش کرنے کے لیے چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں اور اللہ کو اپنے قول و

فعل کی صداقت پر گواہ بناتے ہیں، حالانکہ وہ باطل کو حق دکھانے کے لیے بدترین جھگڑنے والے ہوتے ہیں۔

اس آیت میں منافقین کے اوصاف کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چند ایسے چال باز لوگ تھے، (اور ہمیشہ رہے ہیں) ان آیات میں ان کی صفات بیان فرما کر ان سے چوکس رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ پہلی صفت ایسے منافق کی یہ ہے کہ وہ دنیا کی زندگی کے متعلق بہت معلومات رکھتا ہے، اس پر بات کرے تو آدمی کو حیرت ہوتی ہے، آخرت پر نہ وہ بات کرتا ہے نہ اسے اس کا علم ہے۔

دوسری صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کھا کر اپنے ایمان و اخلاص کا یقین دلاتا ہے، کیونکہ وہ مسلمانوں کے ہاں اپنے بے اعتبار ہونے کو خوب سمجھتا ہے۔

وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ : تیسری صفت یہ ہے کہ وہ جھگڑے میں سخت جھگڑالو ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا﴾ [مریم: ۹۷] ''سو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کر دیا ہے، تاکہ تو اس کے ساتھ متقی لوگوں کو خوشخبری دے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائے جو سخت جھگڑالو ہیں۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ بغض اللہ تعالیٰ کو اس شخص سے ہے جو بہت زیادہ جھگڑالو ہو۔'' [بخاری، کتاب المظالم، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ و هو ألد الخصام ﴾ : ۲٤٥٧۔ مسلم ، کتاب العلم ، باب فی الألد الخصم: ۲٦٦٨]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''چار باتیں جس میں ہوں گی وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چاروں میں سے ایک بات ہو گی تو اس میں ایک بات نفاق کی ضرور ہے، تاوقتیکہ اس کو چھوڑ نہ دے۔ (وہ چار باتیں یہ ہیں): ① جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ ② جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ ③ جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔ ④ اور جب لڑے تو بے ہودہ گوئی کرے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳٤۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ٥٨]

وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾

''اور جب واپس جاتا ہے تو زمین میں دوڑ دھوپ کرتا ہے، تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسل کو برباد کرے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔''

منافق کی چوتھی صفت یہ ہے کہ جب وہ مسلمانوں کے پاس اپنے اخلاص کی قسمیں کھا کر واپس جاتا ہے تب اس کی خباثت ظاہر ہوتی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں شبے پیدا کرتا ہے، کفر کی تقویت کے لیے سازشیں کرتا ہے اور مسلمانوں کی ہر قسم کی بربادی کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ کھیتی اور مویشی کے ہلاک کرنے کا یہی مفہوم ہے۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾

''اور جب اس سے کہا جاتا ہے اللہ سے ڈر تو اس کی عزت اسے گناہ میں پکڑے رکھتی ہے، سو اسے جہنم ہی کافی ہے اور یقیناً وہ برا ٹھکانا ہے۔''

پانچویں صفت یہ ہے کہ جب اس منافق سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور اپنے قول و فعل کے تضاد سے باز آ جاؤ تو مارے کبر و غرور کے پھٹ پڑتا ہے اور نصیحت قبول نہیں کرتا۔ ایسے لوگوں کا انجام، ان کے کفر و نفاق اور کبر و غرور کے بدلے جہنم ہے، جو بہت برا ٹھکانا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' ایک شخص نے کہا، آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اس کے جوتے اچھے ہوں (کیا یہ بھی تکبر ہے)؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، (لہٰذا اچھی چیز کو پسند کرنا تکبر نہیں) تکبر تو یہ ہے کہ حق کو ٹھکرا دیا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانه : ۹۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پروردگار کے سامنے جنت اور دوزخ میں جھگڑا ہوا۔ جنت کہنے لگی، پروردگار! میرا تو حال یہ ہے کہ مجھ میں تو وہی لوگ آ رہے ہیں جو دنیا میں ناتواں اور حقیر تھے اور دوزخ کہنے لگی کہ مجھ میں وہ لوگ آ رہے ہیں جو دنیا میں متکبر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے اور دوزخ سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء فی قول اللہ : ﴿ إن رحمة الله قريب من المحسنين ﴾ : ۷٤٤۹]

سیدنا حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں نہ بتاؤں کہ جنتی کون ہیں؟ جنتی ہر وہ کمزور اور منکسر المزاج ہے کہ اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ اسے سچا کر دے اور کیا میں تمھیں خبر نہ دوں کہ جہنمی کون ہیں؟ جہنمی ہر موٹا، بدمزاج اور متکبر آدمی ہوتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب قول اللہ تعالی : ﴿ و أقسموا بالله جهد أيمانهم ﴾ : ٦٦٥٧، ٦٠٧١]

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

''اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو اللہ کی رضا مندی تلاش کرنے کے لیے اپنی جان بیچ دیتا ہے اور اللہ بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان مفسد و متکبر اور حق کو تسلیم نہ کرنے والے لوگوں کے بعد ان لوگوں کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ کے نیک اور مخلص بندے ہیں۔ ہر وقت حق اور رضوانِ الٰہی کے متلاشی رہتے ہیں، تکبر نہیں کرتے، بلکہ رضوانِ الٰہی کے لیے جان

تک کی پروا نہیں کرتے۔ اس آیت کے اولین مصداق مہاجر صحابہ ہیں جنھوں نے اپنی جانیں خطرے میں ڈالیں اور اپنی جائدادیں مکہ میں چھوڑ کر مدینہ چلے گئے اور انصار صحابہ جنھوں نے اپنی جان و مال سے ان کی نصرت کی، لیکن اس آیت کریمہ کا معنی عام ہے۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا ہر مجاہد اس میں داخل ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَــنَّةَ‌ ؕ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيَقۡتُلُوۡنَ وَيُقۡتَلُوۡنَ‌ وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا فِى التَّوۡرٰٮةِ وَالۡاِنۡجِيۡلِ وَالۡقُرۡاٰنِ‌ ؕ وَمَنۡ اَوۡفٰى بِعَهۡدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَيۡعِكُمُ الَّذِىۡ بَايَعۡتُمۡ بِهٖ‌ ؕ وَذٰ لِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴾ [التوبة : ۱۱۱] ”بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں، اس کے بدلے کہ یقیناً ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اس کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوب خوش ہو جاؤ جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

اس آیت کا سبب نزول سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ کو قرار دیا جاتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ سب صحابہ کا یہی حال تھا۔ صہیب رضی اللہ عنہ اور ان کے جاں نثار ساتھیوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے سیدنا عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صہیب رومی، سیدنا بلال اور سیدنا سلمان رضی اللہ عنہم کے متعلق سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ”اے ابوبکر! شاید تو نے ان لوگوں کو ناراض کر دیا اگر تم نے ان کو ناراض کر دیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔“
[مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل سلمان و بلال و صهيب رضی الله عنهم : ۲۵۰٤]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِى السِّلۡمِ كَآفَّةً   ۖ وَلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ‌ؕ اِنَّهٗ لَـكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿۲۰۸﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔“

اہل ایمان کو کہا جا رہا ہے کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ اس طرح نہ کرو کہ جو باتیں تمھاری مصلحتوں اور خواہشات کے مطابق ہوں ان پر تو عمل کر لو اور دوسرے حکموں کو نظر انداز کر دو۔ اسی طرح جو دین تم چھوڑ آئے ہو اس کی باتیں اسلام میں شامل کرنے کی کوشش مت کرو، بلکہ صرف اسلام کو مکمل طور پر اپناؤ۔ اس سے دین میں بدعات کی بھی نفی کر دی گئی اور آج کے سیکولر ذہن کی تردید بھی، جو اسلام کو مکمل طور پر اپنانے کے لیے تیار نہیں، بلکہ دین کو چند عبادات، یعنی مساجد تک محدود کرنا اور سیاست اور ایوان حکومت سے دیس نکالا دینا چاہتا ہے۔ اسی طرح عوام کو بھی سمجھایا جا رہا ہے جو رسم و رواج اور علاقائی ثقافت اور روایات کو پسند کرتے ہیں اور انھیں چھوڑنے کے لیے آمادہ نہیں

ہوتے۔ جیسے خوشی و غمی اور شادی بیاہ کی خرافانہ اور ہندوانہ رسوم اور دیگر رواج۔ اور یہ کہا جا رہا ہے کہ شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو، وہ تمھیں خلاف اسلام باتوں کے لیے حسین فلسفے تراش کر پیش کرتا، برائیوں پر خوش نما غلاف چڑھاتا اور بدعات کو بھی نیکی باور کراتا ہے، تاکہ اس کے دام ہم رنگ زمین میں پھنستے رہو۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور اسلام کی تمام ممنوعات سے پرہیز کرو۔ اسلام کی بعض باتوں پر چلنا اور بعض کو چھوڑنا یہ ایمان والوں کا کام نہیں، بلکہ یہ اہل کتاب کی خصلت ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِیَارِهِمْ١٘ تَظٰهَرُوْنَ عَلَیْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ١ؕ وَ اِنْ یَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ١ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ١ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا١ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ١ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [البقرة : ۸۵] ”پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ اپنے آپ کو قتل کرتے ہو اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو، ان کے خلاف ایک دوسرے کی مدد گناہ اور زیادتی کے ساتھ کرتے ہو، اور اگر وہ قیدی ہو کر تمھارے پاس آئیں تو ان کا فدیہ دیتے ہو، حالانکہ اصل یہ ہے کہ ان کا نکالنا تم پر حرام ہے، پھر کیا تم کتاب کے بعض پر ایمان لاتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ تو اس شخص کی جزا جو تم میں سے یہ کرے اس کے سوا کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور اللہ ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص کسی (دوسری) قوم سے مشابہت کرے تو وہ انھی میں سے ہے۔“ [أبو داوٗد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة : ۴۰۳۱]

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۰۹﴾

”پھر اگر اس کے بعد پھسل جاؤ کہ تمھارے پاس واضح دلیلیں آ چکیں تو جان لو کہ بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

اس آیت میں جو وعید وارد ہوئی ہے اس کا تعلق قیامت کے دن سے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنے والوں کو دھمکی دی گئی ہے کہ ان کا عناد اور ان کی مخالفت حد سے تجاوز کر گئی ہے، اب انھیں قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا انتظار کرنا چاہیے کہ اس دن ظالموں کے دل دہل رہے ہوں گے، اس دن اللہ تعالیٰ کافروں کو ان کے کفر کا مزا چکھائے گا۔

هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُ١ؕ

ع ۲۵ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾

”وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس اللہ بادل کے سائبانوں میں آ جائے اور فرشتے بھی اور کام

تمام کر دیا جائے اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں اور رسولوں کے ذریعے اسلام کے حق ہونے کی دلیلیں پیش کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ اب اگر کوئی شخص حق واضح ہونے کے بعد بھی اس پر ایمان نہیں لاتا، بس معجزوں کا مطالبہ ہی کرتا چلا جاتا ہے، تو اسے جان لینا چاہیے کہ غیبی حقیقتیں ظاہر ہونے کے بعد ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ پھر کسی کو ایمان لائے بغیر چارہ ہی نہیں ہوگا، چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ﴾ [الأنعام : ۱۵۸] ”وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا تیرا رب آئے، یا تیرے رب کی کوئی نشانی آئے۔“ اور فرمایا: ﴿كَلَّاۤ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝ وَ جِايْٓءَ يَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى﴾ [الفجر : ۲۱ تا ۲۳] ”ہرگز نہیں، جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔ اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے جو صف در صف ہوں گے۔ اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا، اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور (اس وقت) اس کے لیے نصیحت کہاں۔“

زیر تفسیر آیت میں یہی بات فرمائی کہ اتنے واضح دلائل کے بعد اب یہی باقی رہ جاتا ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ خود بادل کے سائبانوں میں آ جائے اور فرشتے، مگر پھر تو کام تمام ہو چکا ہوگا اور دنیا میں تو بظاہر کچھ اور لوگوں کے پاس بھی معاملات لے جائے جاتے ہیں، لیکن اس وقت سارے معاملات اکیلے اللہ کے سامنے پیش ہوں گے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے زمین پر اترنے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر کیا ہے۔ تمام صحابہ اور تابعین اللہ تعالیٰ کے نزول پر ایمان رکھتے تھے کہ جس طرح اللہ کی شان کے لائق ہے وہ ہر رات آسمانِ دنیا پر اترتا ہے۔ نہ یہ کہتے کہ کس طرح اترے گا یا وہ عرش پر کس طرح ہے؟ (جسے تکییف کہتے ہیں)، نہ وہ اس کے عرش پر ہونے کو یا اس کے اترنے کو اپنی طرح یا کسی مخلوق کی طرح قرار دیتے ہیں (جسے تشبیہ کہتے ہیں)، نہ یہ کہ ہمیں معلوم ہی نہیں کہ ان الفاظ کا معنی کیا ہے؟ بس یہ اللہ ہی جانتا ہے (جسے تفویض کہتے ہیں)۔ بعد میں آنے والے لوگوں نے غیر مسلموں سے متاثر ہو کر کسی نے سرے سے ان صفات کا انکار ہی کر دیا، کسی نے تاویل کی، کسی نے اپنے پاس سے کیفیت متعین کی، کسی نے مخلوق کے ساتھ مشابہ کر دیا، یہ تمام صورتیں در حقیقت انکار ہی کی صورتیں ہیں۔

سَلْ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ ؕ وَ مَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲۱۱

”بنی اسرائیل سے پوچھ! ہم نے انھیں کتنی واضح نشانیاں دیں اور جو شخص اللہ کی نعمت کو بدل دے، اس کے بعد کہ اس

کے پاس آ چکی ہو تو یقیناً اللہ بہت سخت سزا والا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ان کے کفر و سرکشی پر سرزنش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے انبیاء و رسل بھیجے اور ان کے ساتھ بہت سی کھلی نشانیاں اور واضح دلائل بھیجے، تا کہ وہ انھیں دیکھ کر ایمان لے آئیں، جیسے عصائے موسیٰ، ید بیضا، طوفان اور ٹڈیاں وغیرہ، سمندر کا پھٹنا، صحرا میں بادل کا سایہ، بارہ چشموں کا پھوٹنا اور من و سلویٰ کا نزول وغیرہ۔ لیکن انھیں کوئی فائدہ نہ ہوا اور انھوں نے ایمان کے بدلے کفر کو قبول کر لیا اور عذابِ نار کے مستحق بنے۔ نعمت کے بدلنے کا مطلب یہی ہے کہ ایمان کے بدلے انھوں نے کفر، کتمان حق اور اعراض کا راستہ اپنایا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَ بِئْسَ الْقَرَارُ ﴾ [ابراهيم: ۲۸، ۲۹] ”کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لا اتارا۔ جہنم میں، وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی مرد اور عورت زنا کے جرم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے گئے، آپ نے ان سے پوچھا: ”تم (اس کی سزا) اپنی کتاب میں کیا پاتے ہو؟“ انھوں نے کہا، ہمارے علماء نے (رجم کی جگہ) یہ سزا تجویز کی ہے کہ زانی کا منہ کالا کیا جائے اور اس کو گدھے پر الٹا سوار کیا جائے۔ [بخاري، كتاب الحدود، باب الرجم في البلاط: ۶۸۱۹]

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ يَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۲۱۲

”ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، دنیا کی زندگی خوشنما بنا دی گئی ہے اور وہ ان لوگوں سے مذاق کرتے ہیں جو ایمان لے آئے، حالانکہ جو لوگ ڈر گئے وہ قیامت کے دن ان سے اوپر ہوں گے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کے لیے دنیا کی زندگی کو خوش رنگ بنا دیا گیا ہے، جس پر وہ خوش اور مطمئن ہیں، دولت جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیاوی مال و متاع ہی حقیقت میں سعادت ہے اور جو اس سے محروم ہے وہ شقی و بدبخت ہے، لیکن اہل ایمان دنیا سے اعراض کرتے ہیں اور جو مال وہ حاصل کرتے ہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اس لیے قیامت کے دن ان کا مقام جنت اور کفار کا ٹھکانا جہنم ہوگا، وہ علیین میں ہوں گے اور کفار اسفل السافلین میں۔

اور چاہے دنیاوی رزق ہو یا اخروی نعمت، اللہ کی مرضی کے بغیر کسی کو کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ کائنات اور اس کا ذرہ ذرہ اسی کے تصرف میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

﴿ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ﴾ : اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کافروں کے لیے دنیا کی زندگی کو زیب و زینت دی گئی ہے۔ وہ دنیا کی زیب و زینت ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں اور اسی میں مگن ہیں، حالانکہ دنیا کی زیب و زینت اور مال و دولت جنت کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ۝ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴾ [آل عمران : ۱۹۶ تا ۱۹۸] ”تجھے ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے جنھوں نے کفر کیا۔ تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا بچھونا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں، اللہ کے پاس سے مہمانی کے طور پر اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے بہتر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ [طٰہٰ : ۱۳۱] ”اور اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف ہرگز نہ اٹھا جو ہم نے ان کے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کی زینت کے طور پر برتنے کے لیے دی ہیں، تاکہ ہم انھیں اس میں آزمائیں اور تیرے رب کا دیا ہوا سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔“

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب مثل الدنیا فی الآخرۃ : ٦٤١٥]

سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! آخرت کے مقابلے میں دنیا ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی کو سمندر میں ڈالے، پھر دیکھے کہ وہ کتنی تری لے کر لوٹی ہے۔“ [مسلم ، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، باب فناء الدنیا و بیان الحشر یوم القیامۃ : ۲۸۵۸]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔“ [ترمذی ، کتاب الزھد ، باب ما جاء فی ھوان الدنیا علی اللہ : ۲۳۲۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک کافر جب کوئی نیک عمل اللہ کے لیے کرتا ہے تو اس کا بدلہ اسے دنیا (کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کی صورت میں دنیا) میں دے دیا جاتا ہے۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب جزاء المؤمن بحسناتہ فی الدنیا والآخرۃ ...... الخ : ۲۸۰۸]

﴿ وَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ : اہل ایمان کے فقر و سادگی کا کفار جو استہزا و تمسخر اڑاتے، اس کا ذکر فرما کر کہا جا رہا ہے کہ قیامت والے دن یہی فقرا و اتقیا اپنے رب کی رحمت سے ان سے مقام میں بلند و بالا ہوں گے، ارشاد

فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴾ [الطلاق : ۲، ۳] ’’اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے، بے شک اللہ اپنے کام کو پورا کرنے والا ہے، یقیناً اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔‘‘

وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [المؤمن : ۴۰] ’’جس نے کوئی برائی کی تو اسے ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا اور جس نے کوئی نیک عمل کیا، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہوا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اس میں بے حساب رزق دیے جائیں گے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! تو خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔‘‘ [بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل ...... الخ : ۵۳۵۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہر روز صبح کے وقت دو فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا عوض عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے، اے اللہ! بخل کرنے والے کے مال کو تباہ و برباد فرما۔‘‘ [بخاری، کتاب الزکوة، باب قول الله تعالى : ﴿ فأما من أعطى واتقى ...... الخ ﴾ : ۱۴۴۲ ۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب في المنفق والممسك : ۱۰۱۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ابن آدم کہتا ہے میرا مال، میرا مال، حالانکہ تیرا مال تو صرف وہ ہے جسے تو نے کھا لیا اور ہضم کر لیا، یا پہن لیا اور بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔‘‘ ایک روایت میں ہے: ’’اس کے سوا جو ہے تو وہ جانے والا ہے اور تو اسے لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر : ۲۹۵۸، ۲۹۵۹]

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۪ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۲۱۳

’’لوگ ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے، اور ان کے ہمراہ حق کے ساتھ کتاب اتاری، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اس میں اختلاف

انھی لوگوں نے کیا جنھیں وہ دی گئی تھی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں، آپس کی ضد کی وجہ سے، پھر جو لوگ ایمان لائے اللہ نے انھیں اپنے حکم سے حق میں سے اس بات کی ہدایت دی جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔"

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً : اس آیت میں اس تاریخی حقیقت کا انکشاف فرمایا ہے کہ انسانیت کی ابتدا کفر و شرک اور عظیم الشان مخلوقات، مثلاً سورج، چاند، بجلی، ہوا، پانی، فرشتوں اور نیک انسانوں وغیرہ کی پرستش سے نہیں ہوئی، بلکہ خالص توحید سے ہوئی، ابتدا میں تمام انسان ایک ہی دین (توحید) رکھتے تھے اور ایک ہی ان کی ملت تھی۔ آدم علیہ السلام سے لے کر نوح علیہ السلام تک لوگ اسی توحید پر قائم رہے، جس کی تعلیم انبیاء دیتے رہے۔ اس کے بعد شیطان کی وسوسہ اندازی سے ان کے اندر اختلاف پیدا ہو گیا اور شرک و مظاہر پرستی عام ہو گئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ﴾ [یونس : ۱۹] "اور نہیں تھے لوگ مگر ایک ہی امت، پھر وہ جدا جدا ہو گئے۔" اور فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖٞ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ۝ وَ تَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۹۲، ۹۳] "بے شک یہ ہے تمھاری امت جو ایک ہی امت ہے اور میں ہی تمھارا رب ہوں، سو میری عبادت کرو۔ اور وہ اپنے معاملے میں آپس میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ سب ہماری ہی طرف لوٹنے والے ہیں۔" اور فرمایا ﴿ وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۵۲، ۵۳] "اور بے شک یہ تمھاری امت ہے، جو ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، سو مجھ سے ڈرو۔ پھر وہ اپنے معاملے میں آپس میں کئی گروہ ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ہر گروہ کے لوگ اسی پر خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔"

لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ : اختلاف ہمیشہ راہ حق سے انحراف کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس انحراف کا منبع بغض و عناد بنتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ﴾ [الجاثیة : ۱۷] "پھر انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس میں ضد کی وجہ سے۔" اور فرمایا: ﴿ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ [آل عمران : ۱۹] "انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ چکا، آپس میں ضد کی وجہ سے اور جو اللہ کی آیات کا انکار کرے تو بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ﴾ [آل عمران : ۱۰۳] "اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔"

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اختلاف نہ کیا کرو، اس لیے کہ تم سے

پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تھا اور وہ اسی اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء باب : ۳٤٧٦]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی آواز سنی جو ایک آیت میں اختلاف کر رہے تھے۔ آپ باہر تشریف لائے، آپ کے چہرے سے غصے کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ (اللہ کی) کتاب میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے۔“ [مسلم، کتاب العلم، باب النهی عن اتباع متشابه القرآن……الخ : ٢٦٦٦]

سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ اور سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجا تو فرمایا: ”آسانیاں پیدا کرنا سختیاں نہ کرنا، خوشخبریاں سنانا، نفرت نہ دلانا، اتفاق رکھنا اختلاف نہ کرنا۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب ما یکره من التنازع …… الخ : ۳۰۳۸]

فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ : یعنی پہلی امتوں میں لاعلمی کی وجہ سے نہیں، باہمی حسد، ضد اور سرکشی کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوئے، جس سے وہ فرقوں میں بٹ گئیں اور گمراہ ہو گئیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری نبی بھیج کر اور اس پر اپنی آخری کتاب نازل فرما کر تمام اختلافات کا فیصلہ فرما دیا اور اپنی توفیقِ خاص سے مومنوں کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کر دی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہم اگرچہ آخر میں آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دن ہم پہلے ہوں گے (جنت میں ہم دوسرے لوگوں سے پہلے داخل ہوں گے) گو انھیں کتاب ہم سے پہلے ملی ہے اور ہمیں ان کے بعد ملی ہے۔ انھوں نے جس امرِ حق میں اختلاف کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ہمیں اس کی راہ دکھا دی ہے۔ مثلاً یہ دن ان پر فرض کیا گیا، لیکن اس دن میں انھوں نے اختلاف کیا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے بارے میں ہدایت فرما دی ہے۔ چنانچہ لوگ اس دن (جمعے کے حوالے) سے ہم سے پیچھے ہیں۔ اس کے بعد کا دن (ہفتہ) یہودیوں کا دن ہے اور اس کے بعد والا دن (اتوار) نصرانیوں کا ہے۔“ [بخاری، کتاب الجمعة، باب فرض الجمعة …… الخ : ۸۷٦۔ مسلم، کتاب الجمعة، باب هدایة هذه الأمة لیوم الجمعة : ۸۵۵]

واضح رہے کہ امت محمدیہ میں بھی شروع میں دین میں کوئی اختلاف نہ تھا، سلف صالحین سب کے سب کسی شخص کی تقلید کی بجائے براہِ راست قرآن و حدیث پر عمل کرتے تھے۔ لیکن جب امت مسلمہ نے اتباع کتاب و سنت کی جگہ تقلید شخصی اور یہود و نصاریٰ کے رسم و رواج اور طور طریقے اپنا لیے تو پھر وہی ہوا جس کا خطرہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطرہ سے امت مسلمہ کو آگاہ کر دیا تھا۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم ضرور ہی اپنے سے پہلے لوگوں کے پیچھے چل پڑو گے، جس طرح بالشت بالشت کے برابر اور ہاتھ ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی ضب (سانڈے) کے بل میں جا گھسے ہوں تو تم بھی ان کے پیچھے جاؤ گے۔“ پوچھا گیا، یا رسول اللہ! اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟

فرمایا: ''پھر اور کون ہیں۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ : لتتبعن سنن من کان قبلکم : ۷۳۲۰۔ مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیهود والنصاری : ۲۶۶۹]

آپ کے اس فرمان کے مطابق جب اس امت میں بھی اہل کتاب کی طرح شخصی تقلید اور اپنے دھڑے کی بے جا حمایت پر جمود پیدا ہو گیا اور لوگوں نے قرآن و حدیث کی بجائے اقوالِ رجال کو دین سمجھنا شروع کر دیا، تو امت فرقوں میں بٹ کر تباہ ہو گئی۔ اس سے صرف وہ لوگ محفوظ رہے جو قرآن و سنت پر براہِ راست کار بند رہے اور کسی نئے گروہ کا حصہ نہ بنے۔ [وللہ الحمد]

وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [المائدة: ۱۶] ''جس کے ساتھ اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیچھے چلیں، سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے اور انھیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انھیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ! رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَإِسْرَافِيْلَ، فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ، إِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ » ''اے اللہ! اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! پوشیدہ اور ظاہر کا علم رکھنے والے! جن باتوں میں تیرے یہ بندے اختلاف کر رہے ہیں تو ہی ان کا فیصلہ فرمائے گا، اور حق کے بارے میں جو اختلاف دنیا میں ہو رہا ہے اس میں اپنے فضل سے میری راہنمائی فرما، بے شک تو ہی جس کو چاہتا ہے سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔'' [مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب صلاة النبی ﷺ ودعائه باللیل: ۷۷۰]

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾

''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک تم پر ان لوگوں جیسی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، انھیں تنگدستی اور تکلیف پہنچی اور وہ سخت ہلائے گئے، یہاں تک کہ رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، کہہ اٹھے اللہ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔''

آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب صحابہ سخت پریشانی میں مبتلا تھے۔ انھیں

نا قابل برداشت تکلیفیں پہنچائی جا رہی تھیں۔ وہ ابتلا اور آزمائش کے دور سے گزر رہے تھے اور یہ دور کافی طویل ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے موقع پر یہ آیت نازل فرما کر مومنوں کو تسلی دی۔ دوسری جگہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْۤا اَنْ يَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴾ [العنکبوت : ۲، ۳] ”کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ اسی پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً ہم نے ان لوگوں کی آزمائش کی جو ان سے پہلے تھے، سو اللہ ہر صورت ان لوگوں کو جان لے گا جنھوں نے سچ کہا اور ان لوگوں کو بھی ہر صورت جان لے گا جو جھوٹے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱٤۲] ”یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو نہیں جانا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تاکہ وہ صبر کرنے والوں کو جان لے۔“

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کعبہ کے سائے میں اپنی چادر کے ذریعے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، ہم نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ ہمارے لیے اللہ سے مدد طلب نہیں کریں گے؟ کیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں فرمائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم سے پہلے ایک آدمی کے لیے گڑھا کھودا جاتا، پھر اس کو اس میں کھڑا کر کے آرا لا کر اس کے سر پہ رکھ کر اسے دو حصوں میں چیر دیا جاتا، لیکن یہ (اذیت) اسے اس کے دین سے نہ روکتی، اسی طرح کسی کی ہڈیوں اور پٹھوں سے گوشت لوہے کی کنگھیوں کے ساتھ اتار دیا جاتا، لیکن یہ (اذیت) بھی اسے دین سے نہ روک سکتی تھی، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور پورا فرمائے گا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک آئے گا اور اسے اللہ کے سوا اور کسی کا ڈر نہ ہوگا، یا صرف بھیڑیے کا خوف ہوگا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے۔“ [بخاری ، کتاب المناقب ، باب علامات النبوۃ فی الإسلام : ۳٦۱۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ہرقل نے ابوسفیان سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا تم نے اس نبی سے جنگ بھی کی ہے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا، ہاں! پھر ہرقل نے پوچھا کہ تمھاری جنگ کیسی رہی؟ تو ابوسفیان کہتے ہیں، میں نے جواب دیا کہ ہمارے مابین جنگ ڈول کے مانند ہے جسے کبھی وہ ہم پر انڈیل دیتے ہیں اور کبھی ہم ان پر انڈیل دیتے ہیں۔ ہرقل نے کہا کہ انبیاء کی اسی طرح آزمائش ہوتی ہے اور بالآخر انجام کار فتح و نصرت انھی کی قدم بوسی کرتی ہے۔ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم...... الخ : ۷، ۲۸۰٤]

حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ : ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت : ﴿ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا ﴾ [یوسف : ۱۱۰]

میں (کُذِبُوْا کو ذال کی) تخفیف کے ساتھ قراءت کیا کرتے تھے اور اس آیت کا جو مفہوم وہ مراد لیتے تھے سو انھوں نے لیا، اس کے بعد وہ یہ آیت تلاوت کرتے: ﴿ حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴾ پھر میری ملاقات عروہ بن زبیر سے ہوئی تو میں نے ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کا ذکر کیا۔ انھوں نے بیان کیا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو کہتی تھیں، اللہ کی پناہ، اللہ کی قسم! پیغمبر تو جو وعدہ اللہ نے ان سے کیا ہے اس کو سمجھتے ہیں کہ وہ مرنے سے پہلے ضرور پورا ہوگا۔ بات یہ ہے کہ پیغمبروں کی آزمائش برابر ہوتی رہی ہے (اور مدد آنے میں اتنی تاخیر ہوئی کہ) پیغمبر ڈر گئے کہ ایسا نہ ہو ان کی امت کے لوگ ان کو جھوٹا سمجھ لیں۔ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (سورۂ یوسف کی) اس آیت کو یوں پڑھتی تھیں: «وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا» ذال کی تشدید کے ساتھ۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ أم حسبتم أن تدخلوا الجنة ﴾ : ٤٥٢٤، ٤٥٢٥]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن مرد اور مومن عورت پر اس کی جان، اولاد اور مال میں آزمائشیں آتی رہتی ہیں، یہاں تک کہ وہ جب اللہ تعالیٰ سے ملتے ہیں (ان کو موت آتی ہے) تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔“ [ترمذي، كتاب الزهد، باب ما جاء في الصبر على البلاء : ٢٣٩٩]

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

”وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں؟ کہہ دے تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو سو وہ ماں باپ اور زیادہ قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے اور تم نیکی میں سے جو کچھ بھی کرو گے تو بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔“

پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے دنیا کی زندگی مزین کیے جانے کا ذکر فرمایا۔ بنی اسرائیل کے باہمی اختلاف کا باعث بھی حسد، ضد اور سرکشی بیان فرمایا، جو عموماً مال سے پیدا ہوتے ہیں، اس پر صحابہ کرام کے سوال کا ذکر فرمایا کہ وہ اس فتنے سے بچنے کے لیے کیا خرچ کریں؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب بھی دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ کہاں خرچ کریں۔ ان کے سوال کا جواب یہ ہے کہ ”تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو“ یعنی جو چاہو خرچ کرو، مگر وہ حلال طریقے سے حاصل ہوا ہو، کیونکہ حرام کو خیر نہیں کہہ سکتے۔

خرچ کرنے کی جگہوں میں سب سے پہلے والدین کا ذکر کیا، تاکہ ان کے پرورش کرنے کا کچھ حق ادا ہو جائے، پھر زیادہ قرابت والے تاکہ قرابت اور رشتہ داری کا حق ادا ہو، پھر یتامیٰ کیونکہ وہ مہربان باپ کے سائے سے محروم ہو چکے ہیں، پھر مسکین ان کے فقر و احتیاج کی وجہ سے، پھر مسافر کیونکہ وہ اپنے شہر سے دور ہونے کی وجہ سے ایک طرح سے محتاج ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ [بني إسرائيل : ٢٣] ”اور تیرے

رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۲٦] ’’اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور مت بے جا خرچ کر، بے جا خرچ کرنا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ﴾ [البقرۃ : ۱۷۷] ’’اور مال دے اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۷۳] ’’(یہ صدقات) ان محتاجوں کے لیے ہیں جو اللہ کے راستے میں روکے گئے ہیں، زمین میں سفر نہیں کر سکتے، ناواقف انھیں سوال سے بچنے کی وجہ سے مال دار سمجھتا ہے، تو انھیں ان کی علامت سے پہچان لے گا، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے، اور تم خیر میں سے جو خرچ کرو گے سو یقیناً اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے سوال کیا، اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: ’’تمھاری ماں۔‘‘ اس نے کہا، پھر کون ہے؟ فرمایا: ’’تمھاری ماں۔‘‘ اس نے کہا، پھر کون ہے؟ فرمایا: ’’تمھاری ماں۔‘‘ اس نے کہا: پھر کون؟ فرمایا: ’’تمھارا باپ۔‘‘ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ’’پھر جو تمھارے قریبی رشتہ دار ہوں، پھر جو تمھارے قریبی رشتہ دار ہوں۔‘‘

[بخاری، کتاب الأدب، باب من أحق بحسن الصحبة : ۵۹۷۱۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدین و أیهما أحق به : ۲۵٤۸]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’افضل دینار جسے کوئی آدمی خرچ کرتا ہے وہ ہے جو وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار جو اللہ کے راستہ میں اپنی سواری پر خرچ کرتا ہے اور وہ جو اللہ کے راستہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الزکوة، باب فضل الصدقة علی العیال والمملوك ...... الخ : ۹۹٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک دینار تو وہ ہے جو تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرو، ایک دینار وہ ہے جو تم غلام آزاد کرانے میں خرچ کرو، ایک دینار وہ ہے جو تم مسکین کو صدقہ دو اور ایک دینار وہ ہے جو تم اپنے اہل پر خرچ کرو، ان میں اجر کے لحاظ سے سب سے افضل وہ دینار ہے جسے تم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو۔‘‘ [مسلم، کتاب الزکوة، باب فضل النفقة علی العیال ...... الخ : ۹۹۵]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اپنے نفس سے ابتدا کرو، پہلے اپنے نفس پر خرچ کرو، پھر اگر کچھ بچ جائے تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرو، اگر کچھ بچ رہے تو اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرو، پھر اگر کچھ بچ جائے

تو اس اس طرح خرچ کرو۔'' راویٔ حدیث کہتے ہیں یعنی اپنے سامنے بھی خرچ کرو اور اپنے دائیں بھی خرچ کرو اور اپنے بائیں بھی خرچ کرو۔[مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الابتداء فی النفقۃ بالنفس ثم أھلہ ثم القرابۃ : ۹۹۷]

سیدہ زینب زوجہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دو کہ دو عورتیں پوچھ رہی ہیں کہ اگر وہ اپنے شوہروں اور یتیم بچوں کو، جو ان کی گود میں پرورش پا رہے ہیں، صدقہ دیں تو یہ ان کے لیے کافی ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! ان کے لیے دو اجر ہوں گے، ایک اجر قرابت کا اور ایک اجر صدقہ کا۔''[مسلم کتاب الزکوۃ ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الأقربین...... الخ : ۱۰۰۰]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! اگر میں (اپنے پہلے شوہر) ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے بچوں پر خرچ کروں تو مجھے اجر ملے گا؟ میں انھیں چھوڑ تو نہیں سکتی، آخر وہ میرے بھی بچے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! جو کچھ تم ان پر خرچ کرو گی تمھیں اس کا اجر ملے گا۔''[بخاری، کتاب النفقات، باب ﴿ علی الوارث مثل ذلک ﴾...... الخ : ۵۳۶۹۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقۃ ...... الخ : ۱۰۰۱]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح (قریب قریب) ہوں گے۔'' آپ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔[بخاری، کتاب الأدب، باب فضل من یعول یتیمًا : ۶۰۰۵۔ مسلم، کتاب الزھد، باب فضل الإحسان إلی الأرملۃ ...... الخ : ۲۹۸۳ ، عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیوہ اور مسکین کی خدمت کرنے والا ایسے ہے جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا، یا جیسے دن کو روزہ رکھنے والا اور رات کو نماز پڑھنے والا۔''[بخاری، کتاب الأدب، باب الساعی علی الأرملۃ : ۶۰۰۶۔ مسلم، کتاب الزھد، باب فضل الإحسان إلی الأرملۃ ...... الخ : ۲۹۸۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین وہ ہے جس کی اتنی آمدنی نہ ہو جو اسے کفایت کرے، نہ اسے مسکین سمجھا جاتا ہو کہ اسے صدقہ دے دیا جائے اور نہ وہ خود کھڑا ہو کر لوگوں سے کسی چیز کا سوال کرے۔''[مسلم، کتاب الزکوۃ ، باب المسکین الذی لا یجد غنیً ...... الخ : ۱۰۳۹۔ بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ عزوجل : ﴿ لا یسئلون الناس إلحافا ﴾ : ۱۴۷۶]

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ : یعنی اے مسلمانو! تم خیر میں سے جو عمل بھی کرو گے تو بے شک اللہ تعالیٰ اسے خوب جاننے والا ہے۔ اس میں وہ کام اور وہ جگہیں بھی آ گئیں جن کا یہاں ذکر نہیں ہوا، مثلاً سائلین اور غارمین وغیرہ، بشرطیکہ وہ کام اور وہ جگہیں خیر ہو، کیونکہ غلط جگہ خرچ کرنا فعل خیر نہیں۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ

۳۱۶ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

”تم پر لڑنا لکھ دیا گیا ہے، حالانکہ وہ تمھیں ناپسند ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمھارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد فی سبیل اللہ کو فرض قرار دیا ہے۔ مدنی زندگی کے ابتدائی دنوں میں مسلمان ہر اعتبار سے کمزور تھے۔ ان کی تعداد کم تھی اور ان کے پاس سامانِ جنگ بھی نہیں تھا۔ اس لیے اللہ نے انھیں عفو و درگزر اور صبر کرنے کا حکم دیا۔ غزوۂ بدر سے پہلے جب ان کی تعداد زیادہ ہوگئی اور پہلے کے مقابلہ میں قوی ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دے دیا اور کہا کہ اگرچہ اس کام میں جان کی بازی لگانا پڑتی ہے اور مختلف قسم کے خطرات اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اللہ جانتا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ میں مومنوں کے لیے خیر ہی خیر ہے، دشمنوں کے اوپر غلبہ اور مال غنیمت کے حصول کے علاوہ آخرت کی کامیابی اور جہنم سے نجات اس کا انجام ہوتا ہے۔ تو انسان بعض چیزوں کو پسند کرتا ہے، حالانکہ وہ اس کے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں، مثال کے طور پر ظاہری راحت کی خاطر جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دینے کا انجام دنیا میں ذلت و رسوائی، دشمنوں کا بلادِ اسلامیہ پر قابض ہونا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب اور جہنم کے عذاب کا سامنا ہوگا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ : کیونکہ اس میں زخمی ہونے، اعضا کٹنے اور جان جانے کا سامنا ہوتا ہے۔ جب کہ ہر آدمی فطری طور پر زندہ رہنے کا خواہش مند ہے۔ علاوہ ازیں اس میں مال کا خرچ، اہل و عیال اور وطن سے جدائی، سفری صعوبتیں، کھانے پینے اور نیند کی بے ترتیبی، غرض بے شمار مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴾ [الحج : ۳۹] ”ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اجازت دے دی گئی ہے، اس لیے کہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً پوری طرح قادر ہے۔“

وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ : معنی یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ تم جہاد میں جو مشقت ہے اسے ناپسند کرو حالانکہ وہ تمھارے لیے بہتر ہے، اس لیے کہ تم غالب رہو گے، فتح یاب ہو گے، غنیمت حاصل کرو گے اور اجر پاؤ گے اور تم میں سے جو فوت ہوگا وہ شہید ہوگا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۹] ”تو ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔“ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ۷۴] ”اور جو شخص اللہ کے راستے میں لڑے، پھر قتل کر دیا جائے، یا غالب آ جائے تو ہم جلد ہی اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اس حالت میں مر جائے کہ اس نے جہاد نہ کیا اور نہ اس کے دل میں کبھی جہاد کا خیال آیا تو وہ نفاق کی ایک حالت پر مرا۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب ذم من مات ولم يغز : ۱۹۱۰]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز فرمایا: ''فتح مکہ کے بعد اب ہجرت تو نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت باقی ہے اور جب تم سے جہاد کے لیے نکلنے کا مطالبہ کیا جائے تو جہاد کے لیے نکل پڑو۔'' [بخاری، كتاب الجهاد والسير، باب فضل الجهاد والسير : ۲۷۸۳]

جہاد یعنی اللہ کا دین غالب کرنے کے لیے اپنی آخری کوشش کرتے رہنا تو ہر مسلمان پر فرض ہے، لیکن 'نفیر' یعنی لڑائی کے لیے نکلنا ہر وقت ہر مسلمان پر فرض نہیں۔ البتہ تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ تین موقعوں پر قتال آدمی پر فرض عین ہو جاتا ہے: ① جب امام کسی خاص شخص کو یا تمام مسلمانوں کو نکلنے کا حکم دے دے، الا یہ کہ امام کسی کو مستثنیٰ کر دے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں سب کو نکلنے کا حکم دیا مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے رہنے کا حکم دیا۔ ② جب کفار مسلمانوں کی کسی آبادی پر حملہ کر دیں تو اس کے رہنے والوں پر اس کا دفاع واجب ہے، اس حد تک کہ اگر ان کے پاس کافی اسلحہ نہ بھی ہو تو پتھروں، اینٹوں، لکڑیوں غرض جو کچھ ملے اس کے ساتھ لڑنا فرض ہے۔ اگر دانتوں سے کاٹ کھانے کے سوا کچھ نہ ملے تو دانتوں سے کاٹ کر اپنا دفاع واجب ہے، اگر اس آبادی والے دفاع نہ کر سکیں یا سستی کریں تو قریب والی آبادی پھر اس کے بعد والی پر، حتیٰ کہ تمام اہل اسلام پر لڑنا فرض ہو جاتا ہے، کیونکہ تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ ③ جب دشمن سے مڈ بھیڑ کے وقت مقابلہ ہو رہا ہو تو ثابت قدم رہنا واجب ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے '' فتح الباری، باب الجهاد بإذن الأبوين'' میں فرمایا کہ جب کسی شخص پر لڑائی فرض عین ہو جائے تو والدین یا کسی اور سے پھر اجازت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس بات پر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ اپنے دفاع کی خاطر لڑنے کے لیے کوئی بھی شرط لازم نہیں، نہ امیر کا حکم، نہ والدین کی اجازت اور نہ کوئی اور شرط، جیسا کہ ابو بصیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس کی واضح دلیل ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

”وہ تجھ سے حرمت والے مہینے کے متعلق اس میں لڑنے کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے اس میں لڑنا بہت بڑا ہے اور اللہ کے راستے سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام سے (روکنا) اور اس کے رہنے والوں کو اس سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑا ہے اور فتنہ قتل سے زیادہ بڑا ہے۔ اور وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے، یہاں تک کہ تمھیں تمھارے دین سے پھیر دیں، اگر کر سکیں، اور تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے، پھر اس حال میں مرے کہ وہ کافر ہو تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم، یہ چار مہینے زمانۂ جاہلیت میں بھی حرمت والے سمجھے جاتے تھے، جن میں جنگ و جدل ناپسندیدہ تھا۔ اسلام نے بھی ان کی حرمت کو برقرار رکھا۔ نبی ﷺ کے زمانے میں ایک مسلمان فوجی دستے کے ہاتھوں رجب کے مہینے میں ایک کافر قتل ہو گیا اور بعض کافر قیدی بنا لیے گئے، مسلمانوں کے علم میں یہ نہیں تھا کہ رجب شروع ہو گیا ہے۔ کفار نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ دیکھو یہ حرمت والے مہینے کی حرمت کا بھی خیال نہیں رکھتے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور کہا گیا کہ یقیناً حرمت والے مہینے میں قتال بڑا گناہ ہے لیکن حرمت کی دہائی دینے والوں کو اپنا عمل نظر نہیں آتا؟ یہ خود اس سے بھی بڑے جرائم کے مرتکب ہیں، یہ اللہ کے راستے سے اور مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں اور وہاں سے مسلمانوں کو نکلنے پر انھوں نے مجبور کر دیا۔ علاوہ ازیں کفر و شرک بجائے خود قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اس لیے اگر مسلمانوں سے غلطی سے ایک آدھ قتل حرمت والے مہینے میں ہو گیا تو کیا ہوا؟ اس پر واویلا کرنے کی بجائے ان کو اپنا نامہ سیاہ بھی تو دیکھ لینا چاہیے۔

وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ [البقرة : ١٩١] ”اور فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔“

وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ : یعنی اے مومنو! اس بات سے آگاہ رہو کہ تم میں سے جو شخص اپنا دین چھوڑ کر مرتد ہو جائے اور کفر کی حالت میں مر جائے تو ایسے لوگوں کے اعمال بالکل ضائع کر دیے جائیں گے۔

اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے اور توبہ نہ کرے تو اس کی سزا قتل ہے، جو دنیا میں اس کے اعمال ضائع ہونے کا نتیجہ ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔“ [بخاري، كتاب الجهاد، باب لا يعذب بعذاب الله : ٣٠١٧]

اسلام کی وجہ سے زندگی میں حاصل جان و مال اور عزت کی حرمت، مرنے کے بعد جنازہ اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن، مسلمان میاں بیوی کی زوجیت، وراثت غرض مسلمانوں والے تمام حقوق ارتداد کی وجہ سے ختم ہو جائیں گے۔

فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’بے شک اللہ مومن پر کسی ایک نیکی کے معاملہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا، اس کو اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جائے گا اور آخرت میں بھی، لیکن کافر کو اس کی تمام نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اللہ کے لیے کی ہوں گی، دنیا ہی میں دے دیا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ میدان محشر میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ اس کا بدلہ اسے دیا جائے۔‘‘ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والآخرة ...... الخ : ۲۸۰۸]

هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ جنتیوں کو جنت میں داخل کرے گا اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل کر دے گا، پھر ایک اعلان کرنے والا ان کے درمیان کھڑا ہو کر اعلان کرے گا، اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! اب موت نہیں آئے گی، ہر ایک جس جگہ ہے ہمیشہ وہیں رہے گا۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب النار یدخلها الجبارون : ۲۸۵۰۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب یدخل الجنة سبعون ألفا بغیر حساب : ٦٥٤٤]

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

’’بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

اہل ارتداد اور ان کے انجام کا ذکر کرنے کے بعد اہل ایمان کا ذکر کیا گیا ہے کہ جو لوگ ایمان لائیں گے اور اسلام کی خاطر اگر وطن، مال و دولت، خاندان اور دوست احباب چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی تو کریں گے اور اللہ کے دین کی نصرت اور دشمنانِ دین کا قلع قمع کرنے کے لیے جہاد کریں گے، وہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہوں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴾ [التوبة : ۲۰] ’’جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔‘‘

اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ : یعنی ایمان، ہجرت اور جہاد ایسے اعمال ہیں جن کی بدولت دل میں اللہ کی رحمت کی امید پیدا ہوتی ہے۔ جن لوگوں کا دامن اس سے خالی ہے وہ لاکھ اللہ کی رحمت کا دعویٰ کریں حقیقت میں ان کے دل میں رحمت کی امید پیدا نہیں ہوتی، لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھنی چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۙ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴾

[فاطر : ۲۹، ۳۰] ''بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس میں سے انھوں نے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا، وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی برباد نہ ہوگی۔ تاکہ وہ انھیں ان کے اجر پورے پورے دے اور اپنے فضل سے انھیں زیادہ بھی دے، بلاشبہ وہ بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے۔''

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾

''تجھ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے ہیں اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بڑا ہے۔ اور وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں، کہہ دے جو بہترین ہو۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے کھول کر آیات بیان کرتا ہے، تاکہ تم غوروفکر کرو۔''

رسول اللہ ﷺ سے شراب پینے اور جوا کھیلنے سے متعلق پوچھا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسول! آپ کہہ دیجیے کہ ان دونوں میں بہت بڑا نقصان ہے۔ یہ دونوں کام اللہ کے ذکر سے باز رکھتے ہیں، نیکیاں کرنے سے روک دیتے ہیں۔ شراب اور جوئے کے نشے میں انسان کو ہوش نہیں رہتا کہ اس کے ذمہ کچھ فرائض ہیں جن کو اسے ادا کرنا ہے وہ نشہ میں مست ہوتا ہے، اسے دنیا و مافیھا کی فکر نہیں ہوتی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان دونوں میں کچھ فوائد بھی ہیں، شراب پینے سے بعض اوقات طاقت میں اضافہ ہوتا ہے، گرمی آتی ہے، شراب اور جوئے کے نشے میں انسان وقتی طور پر رنج وغم کو بھول جاتا ہے وغیرہ، لیکن ان کے نقصانات ان کے فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ ان سے جو روحانی و جسمانی نقصان پہنچتے ہیں اس کے مقابلے میں چند ایک جسمانی اور مادی فوائد کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ : ''الخمر'' شراب کی تفسیر خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نشہ آور خمر ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے۔'' [مسلم، کتاب الأشربة، باب بیان أن کل مسکر خمر ...... الخ : ۲۰۰۳]

بعض لوگوں نے صرف انگور کی شراب کو خمر قرار دے کر باقی سب کے دوسرے نام رکھ کر انھیں حلال کر لیا۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کے عین مصداق ہیں۔ سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو عورتوں کی شرمگاہوں کو اور ریشم اور خمر (شراب) کو اور باجوں کو حلال کر لیں گے۔'' [بخاری، کتاب الأشربة، باب ما جاء فیمن یستحل الخمر : ۵۵۹۰]

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ خمر (شراب)

پئیں گے، اس کا نام کچھ اور رکھ لیں گے۔‘‘ [أبو داؤد، کتاب الأشربة، باب في الداذي : ۳٦٨٨]

اَلْمَيْسِرِ : جوا۔ یہ یُسر بمعنی سہولت سے ہے، کیونکہ جوئے میں بغیر مشقت کے دوسرے کا مال آسانی سے ہاتھ لگ جاتا ہے۔ آج کل پانسے، لاٹری، بیمے اور سٹے وغیرہ کے نام سے جو کاروبار ہو رہا ہے، سب جوئے کی صورتیں ہیں۔

قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا : اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کے کچھ فوائد تسلیم کیے مگر ساتھ ہی فرمایا کہ چند منافع کے ساتھ ان میں بہت بڑا گناہ ہے۔ پھر مقابلہ نفع اور نقصان کا نہیں کیا کہ ان کے نقصان ان کے فوائد سے زیادہ ہیں، بلکہ فرمایا کہ ان کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ ہے۔ معلوم ہوا کہ کوئی چیز دنیا میں کتنی بھی نفع بخش ہو، اگر اس میں گناہ ہے تو مومن کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴾ [المائدة: ۹۰، ۹۱] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سو اس سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمھارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمھیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو۔‘‘

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ : رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوا کہ اللہ کے راستے میں کیسا مال خرچ کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں بہترین اور پاکیزہ مال خرچ کیا کرو، ناکارہ اور خبیث مال خرچ نہ کیا کرو، ارشاد فرمایا: ﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ [آل عمران : ۹۲] ’’تم پوری نیکی ہرگز حاصل نہیں کرو گے، یہاں تک کہ اس میں سے کچھ خرچ کرو جس سے تم محبت رکھتے ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ لَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ [البقرة : ٢٦٧] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالی ہیں اور اس میں سے گندی چیز کا ارادہ نہ کرو، جسے تم خرچ کرتے ہو، حالانکہ تم اسے کسی صورت لینے والے نہیں، مگر یہ کہ اس کے بارے میں آنکھیں بند کر لو اور جان لو کہ بے شک اللہ بڑا بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی ، اے اللہ کے رسول ! میرے پاس ایک دینار ہے، فرمایا: ’’اسے اپنے آپ پر خرچ کر لو۔‘‘ اس نے عرض کی کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے، فرمایا: ’’اسے اپنے بچوں پر خرچ کر لو۔‘‘ اس نے عرض کی، میرے پاس ایک اور بھی ہے، فرمایا: ’’اسے اپنی بیوی پر خرچ کر لو۔‘‘ اس نے عرض کی،

میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اسے اپنے خادم پر خرچ کرلو۔'' اس نے عرض کی، میرے پاس ایک اور بھی ہے، تو آپ نے فرمایا: ''اس کے بارے میں تم ہی زیادہ بہتر جانتے ہو۔'' [أبو داؤد، کتاب الزکوۃ، باب فی صلة الرحم : ۱۶۹۱۔ مسند أحمد : ۲/ ۴۷۱ : ۱۰۰۸۸]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: ''اپنے آپ سے آغاز کرو اور اپنے اوپر خرچ کرو، اگر کچھ بچ جائے تو اسے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو اور اگر اہل و عیال پر خرچ کرنے کے بعد کچھ بچ رہے تو اسے اپنے رشتے داروں پر خرچ کر دو اور اگر رشتے داروں پر خرچ کرنے کے بعد بھی بچ رہے تو اسے ادھر ادھر خرچ کر دو۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الابتداء فی النفقة بالنفس ثم أهله ثم القرابة : ۹۹۷]

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابن آدم! اگر تم ضرورت سے زیادہ مال کو خرچ کر دو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے اور اگر اسے روک رکھو تو یہ تمھارے لیے بدتر ہے اور بقدر ضرورت رکھنے پر تمھیں ملامت نہیں کی جائے گی۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب بیان أن الید العلیا خیر من الید السفلی ...... الخ : ۱۰۳۶]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز بغیر پاکی کے قبول نہیں ہوتی اور صدقہ خیانت کے مال سے قبول نہیں ہوتا۔'' [مسلم، کتاب الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلوة : ۲۲۴]

فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

''دنیا اور آخرت کے بارے میں۔ اور وہ تجھ سے یتیموں کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے ان کے لیے کچھ نہ کچھ سنوارتے رہنا بہتر ہے اور اگر تم انھیں ساتھ ملا لو تو تمھارے بھائی ہیں اور اللہ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے جانتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمھیں ضرور مشقت میں ڈال دیتا۔ بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ : اس کا تعلق ﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ کے ساتھ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے لیے شراب اور جوئے میں دنیا کے تھوڑے فائدے اور دنیا و آخرت کے نقصان اور گناہ کبیرہ کی بجائے اللہ کے راستے میں اپنی بہترین چیزیں خرچ کرنا کھول کر بیان کر رہا ہے، تاکہ تم چند روزہ دنیا اور ہمیشہ رہنے والی آخرت دونوں میں خود ہی غور و فکر کر لو کہ عقل سے کام لے کر تم کس کو ترجیح دیتے ہو؟

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾ [الأنعام : ١٥٢] ”اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو“ اور یہ آیت: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴾ [النساء : ١٠] ”بے شک جو لوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے“ نازل ہوئیں تو جن لوگوں کے پاس یتیم تھے انھوں نے اپنا کھانا پینا ان کے کھانے پینے سے الگ کر لیا اور اگر یتیم کے کھانے پینے کی کوئی چیز بچ جاتی تو اسے اسی طرح سنبھال کر رکھ دیتے، حتیٰ کہ اسے خود یتیم ہی کھاتا، یا پھر وہ چیز خراب ہو جاتی، تو یہ صورت حال انھیں بہت گراں محسوس ہوئی اور اس کا ذکر انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ﴾ ”وہ تجھ سے یتیموں کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے ان کے لیے کچھ نہ کچھ سنوارتے رہنا بہتر ہے اور اگر تم انھیں ساتھ ملا لو تو تمھارے بھائی ہیں۔“ تو اس کے بعد انھوں نے اپنا کھانا پینا اکٹھا کر لیا۔ [أبوداؤد، کتاب الوصایا، باب مخالطة الیتیم فی الطعام : ٢٨٧١۔ نسائی، کتاب الوصایا ، باب ما للوصی من مال الیتیم إذا قام علیه : ٣٦٩٩]

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ﴾ [النساء : ٢] ”اور نہ ان کے اموال اپنے مالوں سے ملا کر کھاؤ، یقیناً یہ ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ﴾ [النساء : ٦] ”اور فضول خرچی کرتے ہوئے اور اس سے جلدی کرتے ہوئے، انھیں مت کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴾ [النساء : ١٠] ”بے شک جو لوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔“

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ : ”اعنت“ کا معنی ہے کہ آدمی کو ایسی مشقت میں ڈالنا جس میں ہلاکت کا خطرہ ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر مشقت نہیں ڈالی بلکہ آسانی اور وسعت پیدا فرمائی۔ چنانچہ اصلاح کی نیت سے انھیں اپنے ساتھ ملا سکتے ہو اور اگر تم محتاج ہو تو بقدر خدمت و ضرورت ان کے مال سے فائدہ بھی اٹھا سکتے ہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ [النساء : ٦] ”اور جو غنی ہو تو وہ بہت بچے اور جو محتاج ہو تو وہ جانے پہچانے طریقے سے کھا لے۔“

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا

تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ
يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ
لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ؀۲۲۱ ع ۲۷/۵ ۱۱

''اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور یقیناً ایک مومن لونڈی کسی بھی مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ تمھیں اچھی لگے اور نہ (اپنی عورتیں) مشرک مردوں کے نکاح میں دو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور یقیناً ایک مومن غلام کسی بھی مشرک مرد سے بہتر ہے، خواہ وہ تمھیں اچھا معلوم ہو۔ یہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور لوگوں کے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ : شروع اسلام میں مسلمان اور کافر میں رشتہ ناتا جاری تھا، اس آیت سے حرام ٹھہرا۔ اگر مرد نے یا عورت نے شرک کیا، اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ شرک یہ کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے، مثلاً کسی کو سمجھے کہ اس کو ہر بات معلوم ہے یا وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے، یا ہمارا بھلا یا برا کرنا اس کے اختیار میں ہے اور یہ کہ اللہ کی تعظیم کسی اور پر خرچ کرے، مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے اور اس سے حاجت طلب کرے، اس کو مختار جان کر۔

بعض صحابہ اہل کتاب میں سے شرک کرنے والی عورتوں سے نکاح کو درست نہیں سمجھتے، چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر اور شرک کیا ہو سکتا ہے کہ کوئی (نصرانی) عورت یہ کہے کہ میرا رب عیسیٰ ہے، حالانکہ وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے۔[بخاری، کتاب الطلاق، باب قول اللہ تعالیٰ : ﴿ ولا تنكحوا المشركت حتى يؤمن ﴾ : ۵۲۸۵]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں صرف یہی قول ذکر کیا ہے، اس کے مطابق اہل کتاب کی صرف موحد عورتوں سے نکاح درست ہوگا۔ مگر اللہ نے اہل کتاب کا شرک خود ذکر کرنے کے باوجود ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے، تو اس کے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾ [المائدۃ : ۵] ''اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی۔''

خلاصہ یہ کہ مسلمان کو کسی ہندو، بت پرست، کمیونسٹ یا آتش پرست عورت سے نکاح کرنا حرام ہے۔ البتہ اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے نکاح میں اگرچہ ایمان کا خطرہ ہے، لیکن کراہت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے۔

وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ : اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مومن لونڈی آزاد مشرک عورت سے

بہتر ہے اور مومن غلام آزاد مشرک مرد سے بہتر ہے، اگرچہ مال و دولت، حسب نسب، حسن و جمال کے لحاظ سے مشرک مرد یا عورت اچھے ہی کیوں نہ ہوں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''عورت سے شادی چار چیزوں کی وجہ سے کی جاتی ہے: ① اس کے مال کی وجہ سے۔ ② اس کے خاندان کی وجہ سے۔ ③ اس کے حسن و جمال کی وجہ سے۔ ④ اور اس کے دین کی وجہ سے، تو تم دین دار عورت سے شادی کرنے میں کامیابی حاصل کرو، تمھارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین: ۵۰۹۰۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب استحباب نکاح ذات الدین: ۱۴۶۶]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا سامان زندگی ہے اور دنیا کا بہترین سامان زندگی نیک عورت ہے۔'' [مسلم، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة: ۱۴۶۹]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے گزرا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟'' لوگوں نے کہا، یہ اس قابل ہے کہ کہیں منگنی کا پیغام بھیجے تو اس کا نکاح کر دیا جائے، اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے اور اگر بات کرے تو اس کی بات سنی جائے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد فقراء مسلمانوں میں سے ایک شخص آپ کے سامنے سے گزرا، آپ نے فرمایا: ''اس شخص کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟'' لوگوں نے کہا کہ یہ ایسا ہے کہ اگر منگنی کا پیغام بھیجے تو اس سے نکاح نہ کیا جائے، اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر بات کرے تو کوئی اس کی بات نہ سنے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس (پہلے) آدمی جیسے اتنے ہوں کہ ان سے زمین بھر جائے تو یہ شخص ان سب سے بہتر ہے۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین: ۵۰۹۱]

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا : اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان عورت آزاد ہو یا غلام، اسے مشرک کے نکاح میں دینا جائز نہیں، پھر مشرک خواہ بت پرست ہو یا یہودی یا عیسائی یا مجوسی یا دہریہ، کسی بھی غیر مسلم سے مسلم عورت کا نکاح جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشرک عورتوں سے نکاح حرام کرنے کے بعد سورۂ مائدہ میں اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی، مگر مشرک مردوں کو اپنی عورتوں کا نکاح دینے سے منع کرنے کے بعد کسی غیر مسلم سے نکاح کی اجازت نہیں دی۔

جس طرح کسی بھی مشرک سے مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں، خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی، اسی طرح اگر کوئی کلمہ گو مسلمان بھی شرک کا مرتکب ہو تو اس سے کسی مسلمہ موحدہ عورت کا نکاح جائز نہیں، کیونکہ مرد کے غالب ہونے کی وجہ سے اس موحدہ عورت کو شرک پر مجبور کیے جانے کا خطرہ ہے۔

''اور (اپنی عورتیں) مشرکوں کے نکاح میں نہ دو۔'' یہ جملہ واضح دلیل ہے کہ عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی، بلکہ اس

کا ولی اس کا نکاح کروائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے واضح الفاظ میں ولی کے بغیر نکاح سے منع فرمایا ہے۔

اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ : یعنی یہ مشرک مرد وعورت دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور بلائیں گے۔ ان کی صحبت سے نقصان پہنچے گا۔ صحبت اچھی ہو یا بری ضرور اثر انداز ہوتی ہے، سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اچھے اور برے ہم نشیں کی مثال عطر فروش اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے۔ عطر فروش یا تو خود تمھیں کچھ خوشبو پیش کرے گا، یا تم اس سے خوشبو خرید و گے، یا تمھیں خوشبو آئے گی (غرض یہ کہ ہر حال میں کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوگا) اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمھارے کپڑے جلائے گا، یا تمھیں بدبو آئے گی (یعنی ہر حال میں تمھیں کچھ نہ کچھ نقصان پہنچے گا)۔'' [بخاري، كتاب الذبائح ، باب المسك : ٥٥٣٤۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب مجالسة الصالحين ...... الخ :٢٦٢٨]

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

''اور وہ تجھ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے وہ ایک طرح کی گندگی ہے، سو حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ غسل کر لیں تو ان کے پاس آؤ جہاں سے تمھیں اللہ نے حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں اور ان سے محبت کرتا ہے جو بہت پاک رہنے والے ہیں۔''

بلوغت کے بعد عورت کو ایام ماہواری میں جو خون آتا ہے، اسے حیض کہا جاتا ہے۔ حیض کے ایام میں عورت کے لیے نماز معاف ہے اور روزے رکھنا ممنوع ہے، تاہم روزوں کی قضا بعد میں ضروری ہے اور اس حالت میں مرد کے لیے عورت سے ہم بستری منع ہے، البتہ بوس و کنار جائز ہے۔ عورت ان دنوں میں کھانا پکانا اور دیگر گھر کا ہر کام کر سکتی ہے لیکن یہودیوں میں ان دنوں میں عورت کو بالکل نجس سمجھا جاتا تھا، وہ اس کے ساتھ کھانا پینا اور اختلاط جائز نہیں سمجھتے تھے۔ صحابہ نے اس کے متعلق دریافت کیا تو یہ آیت اتری کہ آپ انھیں بتا دیجیے کہ ماہواری کا خون گندا اور نقصان دہ ہے، اس لیے مدتِ حیض میں ان کے ساتھ مجامعت نہ کرو اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب بھی نہ جاؤ یعنی ان کے ساتھ جماع نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ گناہوں سے توبہ کرنے والوں اور نجاستوں کی گندگیوں سے پاکی حاصل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

قُلْ هُوَ اَذًى : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ایک ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے

آدم کی (تمام) بیٹیوں کے لیے مقدر کر دی ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الحیض، باب تقضی الحائض المناسك ...... الخ : ۳۰۵]

﴿ فَاعۡتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الۡمَحِيۡضِ ۙ وَ لَا تَقۡرَبُوۡهُنَّ ﴾ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عورت کے ایام حیض شروع ہو جاتے تو یہودی نہ ان کے ساتھ کھاتے پیتے اور نہ گھروں میں ان سے میل جول رکھتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَيَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡمَحِيۡضِ ؕ قُلۡ هُوَ اَذًى ۙ فَاعۡتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الۡمَحِيۡضِ ۙ وَ لَا تَقۡرَبُوۡهُنَّ حَتّٰى يَطۡهُرۡنَ ﴾ ’’وہ تجھ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے وہ ایک طرح کی گندگی ہے، سو حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں۔‘‘ اس طرح یہ پوری آیت اس سوال کے جواب میں نازل ہوئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایام حیض میں تم عورتوں سے مقاربت (یعنی ہم بستری) کے علاوہ باقی سب کچھ کر سکتے ہو۔‘‘ یہودیوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو کہنے لگے کہ یہ شخص تو اب ہر کام میں ہماری مخالفت کا ارادہ کرنے لگا ہے۔ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہودیوں نے یہ یہ باتیں کی ہیں، تو کیا ہم ان سے اس حالت میں بھی مقاربت نہ کر لیا کریں؟ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کا رنگ بدل گیا، جس کی وجہ سے ہمیں یہ گمان ہوا کہ آپ ان سے ناراض ہیں۔ یہ دونوں چلے گئے، ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا تحفہ پیش ہوا تو آپ نے انھیں واپس بلایا اور دودھ پلایا، جس سے انھیں معلوم ہو گیا کہ آپ ان سے ناراض نہیں ہیں۔ [مسند أحمد : ۱۳۲/۳، ۱۳۳، ح : ۱۲۳۶۲۔ مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها ...... الخ : ۳۰۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو کنگھی کر دیتی تھی، حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی، اسی طرح آپ میری گود میں سر رکھ کر قرآن مجید کی تلاوت فرما لیا کرتے تھے اور میں حائضہ ہوتی تھی۔ [بخاری، کتاب الحیض، باب غسل الحائض رأس زوجها و ترجیله...... الخ : ۲۹۵، ۲۹۷]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں کوئی مشروب پیتی اور میں خاص ایام میں ہوتی، پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو برتن دے دیتی تو آپ بھی وہیں سے نوش فرماتے جہاں سے میں نے پیا ہوتا تھا اور میں ہڈی سے گوشت کھاتی اور میں خاص ایام میں ہوتی تھی، پھر میں یہ ہڈی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیتی تو آپ بھی وہیں سے گوشت کھاتے جہاں سے میں نے کھایا ہوتا تھا۔ [مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها ...... الخ : ۳۰۰]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ’’یہ چیز تو اللہ تعالیٰ نے بنات آدم کے لیے مقدر کر دی ہے، لہٰذا تم وہ تمام کام کرو جو حاجی کرتا ہے، سوائے اس کے کہ جب تک پاک نہ ہو جاؤ کعبہ کا طواف نہ کرو۔‘‘ [بخاری، کتاب الحیض، باب تقضی الحائض المناسك کلها إلا الطواف : ۳۰۵]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! صفیہ بنت حیی تو حائضہ ہوگئی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شاید وہ ہمیں روکیں گی (یعنی جب تک وہ طواف افاضہ نہ کرلیں ہم نہیں جا سکتے)۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا انھوں نے تمھارے ساتھ طواف (افاضہ) نہیں کیا؟'' لوگوں نے کہا، ہاں کرلیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تو پھر چلو۔'' [بخاری، کتاب الحیض، باب المرأۃ تحیض بعد الإفاضۃ : ۳۲۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم حیض میں ہوتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیتے تھے، نماز کی قضا کا حکم نہیں دیتے تھے۔ [مسلم، کتاب الحیض، باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلوۃ : ۶۹/ ۳۳۵]

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حالت حیض میں ہوتی اور اس حالت میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جائے نماز پر نماز پڑھتے ہوتے اور میں آپ کے سامنے لیٹی رہتی۔ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کے کپڑے کا کچھ حصہ مجھ پر آ پڑتا تھا۔ [بخاری، کتاب الحیض، بابٌ : ۳۳۳]

فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ : ''فَاْتُوْهُنَّ'' کا مطلب یہ نہیں کہ ضرور ہی ان سے صحبت کرو، بلکہ منع کرنے کے بعد امر آئے تو اجازت مراد ہوتی ہے۔ ''جہاں سے اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ سے (یعنی قبل میں جماع سے) تمھیں منع کیا تھا، اب اس جگہ سے عورت کے پاس جانے کی اجازت ہے۔ دبر کی اجازت نہ پہلے تھی نہ اب ہے، یہ تو سراسر گندگی ہے اور ﴿ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴾ بہت پاک رہنے والوں سے اس کی کوئی نسبت ہی نہیں۔ اسی طرح حیض کی حالت میں جانا بھی ﴿ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴾ کے لائق نہیں، اگر کوئی اس حالت میں چلا گیا تو بہت توبہ کرنے سے اللہ کی محبت کا پھر سے حق دار بن سکتا ہے۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾

''تمھاری عورتیں تمھارے لیے کھیتی ہیں، سو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے لیے آگے (سامان) بھیجو اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ یقیناً تم اس سے ملنے والے ہو اور ایمان والوں کو خوشخبری دے دے۔''

فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ : یہودیوں کا خیال تھا کہ اگر عورت کو پیٹ کے بل لٹا کر مباشرت کی جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے، اس کی تردید میں کہا جا رہا ہے کہ مباشرت آگے سے کرو (چت لٹا کر) یا پیچھے سے (پیٹ کے بل) یا کروٹ پر، جس طرح چاہو جائز ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ہر صورت عورت کی فرج ہی استعمال ہو، کیونکہ قرآن نے عورت کو کھیتی

قرار دیا ہے اور یہ کھیتی صرف فرج ہے نہ کہ دبر۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودی کہتے تھے، اگر عورت سے پیچھے کی طرف سے مقاربت کی جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے، تب اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ﴾ ''تمھاری عورتیں تمھارے لیے کھیتی ہیں، سو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ۔'' [بخاری ، كتاب التفسير ، باب ﴿نساء كم حرث لكم﴾ : ٤٥٢٨ ـ مسلم ، كتاب النكاح ، باب جواز جماعه امرأته في قبلها ...... الخ : ١٤٣٥ـ أبوداؤد ، كتاب النكاح ، باب في جامع النكاح : ٢١٦٣]

علی بن طلق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی دبروں میں مباشرت سے منع فرمایا ہے اور فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے عار نہیں کرتا۔'' [ترمذی ، كتاب الرضاع، باب ما جاء في كراهية إتيان النساء في أدبارهن : ١١٦٤]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے صحبت کا ارادہ کرے اور یہ دعا پڑھ لے: ((بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا)) ''اللہ کے نام سے، اے اللہ! تو ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد تو ہم کو عطا فرمائے اسے بھی شیطان سے بچا۔'' چنانچہ اس صحبت کے نتیجے میں اگر ان کے ہاں اولاد پیدا ہوئی تو شیطان اسے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔'' [بخاری، كتاب التوحيد، باب السؤال بأسماء الله تعالى ...... الخ : ٧٣٩٦]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے، پھر (اسی وقت) دوبارہ جماع کرے تو ان دونوں کے درمیان وضو کرے۔'' [مسلم، كتاب الحيض، باب جواز نوم الجنب...... الخ : ٣٠٨]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین مرتبے والا وہ شخص ہے جو اپنی بیوی سے تنہائی میں ملے اور وہ اس سے تنہائی میں ملے، پھر وہ اس کے راز کو ظاہر کرے۔'' [مسلم ، كتاب النكاح ، باب تحريم إفشاء سر المرأة : ١٤٣٧]

وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ : یعنی اپنے لیے نیک اعمال آگے بھیجو۔ نیک اولاد انسان کا بہترین سرمایہ ہے اور بیوی سے صحبت کے وقت نیک اولاد کے حصول کی نیت بھی اس میں شامل ہے، ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ﴾ میاں بیوی کے باہمی معاملات میں اگر کوئی زیادتی ہو تو نہ کوئی گواہ ہوتا ہے نہ دخیل، مگر اللہ سے ملاقات تو یقینی ہے، اس لیے اس سے ڈرتے رہو۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۲۴﴾

’’اور اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ، (اس سے بچنے کے لیے) کہ تم نیکی کرو اور (گناہ سے) بچو اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرو، اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ مسلمان جب قسم کھائے تو اسے پورا کرے، لیکن اگر قسم ایسی ہو جو کسی عمل صالح کی راہ میں رکاوٹ بن رہی ہو تو ایسی قسم توڑ دی جائے گی اور اس نیک کام کو پورا کیا جائے گا اور قسم کا کفارہ ادا کر دیا جائے گا۔

بعض لوگ اپنے رشتہ داروں سے کسی وقتی اختلاف اور ناراضگی کی وجہ سے قسم کھا لیتے تھے کہ آئندہ اس کے ساتھ وہ بھلائی جاری نہیں رکھیں گے جو پہلے سے کرتے چلے آ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اس کی ممانعت فرمائی ہے کہ اپنی قسموں کو نیکی، تقویٰ اور بھلائی کی راہ میں رکاوٹ نہ بناؤ۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ [النور : ۲۲] ’’اور تم میں سے فضیلت اور وسعت والے اس بات سے قسم نہ کھا لیں کہ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دیں اور لازم ہے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں بخشے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہم گو آخر میں آنے والے ہیں لیکن روز قیامت سب سے سبقت کرنے والے ہوں گے۔‘‘ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ کی قسم! (بعض اوقات) اپنے گھر والوں کے معاملہ میں تمھارا اپنی قسموں پر اصرار کرتے رہنا یہ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ گناہ کی بات ہوتی ہے کہ (قسم توڑ کر) اس کا وہ کفارہ ادا کر دیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض کیا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الأیمان والنذور ، باب قول الله تعالی : ﴿ لا یؤاخذكم الله باللغو فی أیمانكم ﴾ : ۶۶۲۴، ۶۶۲۵۔ مسلم، کتاب الأیمان ، باب النهی عن الإصرار علی الیمین...... الخ : ۱۶۵۵]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں اگر کسی بات پر قسم کھاؤں اور پھر یہ دیکھوں کہ کوئی دوسری بات اس سے زیادہ بہتر ہے تو میں ان شاء اللہ زیادہ بہتر بات کو اختیار کر لوں گا اور اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا۔‘‘ [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب لحم الدجاج : ۵۵۱۸۔ مسلم، کتاب الأیمان، باب ندب من حلف یمینًا فرأی غیرها خیرًا منها...... الخ : ۱۶۴۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص کسی کام کے بارے میں قسم کھا لے، پھر دیکھے کہ دوسرا کام اس سے زیادہ بہتر ہے تو وہ اپنی قسم کا کفارہ دے دے اور اس سے بہتر کام کو سرانجام دے۔‘‘ [مسلم، کتاب الأیمان ، باب ندب من حلف یمینًا فرأی غیرها خیراً منها...... الخ : ۱۶۵۰]

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾

’’اللہ تمھیں تمھاری قسموں میں لغو پر نہیں پکڑتا، بلکہ تمھیں اس پر پکڑتا ہے جو تمھارے دلوں نے کمایا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے۔‘‘

بعض اوقات انسان کی زبان پر قسم کے الفاظ آ جاتے ہیں، ان سے اس کی کوئی نیت نہیں ہوتی۔ ایسی قسم کا کوئی اعتبار نہیں۔ اللہ نے اپنا فضل و کرم کرتے ہوئے بندوں کو خبر دی ہے کہ ایسی قسم پر اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہیں کریں گے۔ مؤاخذہ اس قسم پر ہوگا جس میں دل کے قصد کا دخل ہو تو ان پر کفارہ یا سزا ہے، مگر کوئی شخص جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائے کہ میں نے یا فلاں نے یہ کام کیا ہے یا نہیں کیا تو یہ کبیرہ گناہ ہے، اس کا کفارہ نہیں، صرف ندامت، آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد، اور استغفار ہی اس کا علاج ہے، اسے ’’یمینِ غموس‘‘ کہتے ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت: ﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ ﴾ ’’اللہ تمھیں تمھاری قسموں میں لغو پر نہیں پکڑتا‘‘ یہ ان قسموں کے بارے میں نازل ہوئی (جو عادتاً اور بے ساختہ ہیں، جیسے) نہیں اللہ کی قسم اور کیوں نہیں اللہ کی قسم۔‘‘ [بخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب ﴿ لا يؤاخذ كم الله باللغو في أيمانكم ﴾ : ٦٦٦٣]

جو شخص کسی بت اور طاغوت کی قسم کھا لے تو اس کے بارے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص قسم اٹھائے اور کہہ بیٹھے کہ لات و عزیٰ کی قسم! تو اسے چاہیے کہ وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے۔‘‘ [بخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب لا يحلف باللات والعزى ولا بالطواغيت : ٦٦٥٠۔ مسلم، كتاب الأيمان، باب من حلف باللات والعزىٰ فليقل لا إله إلا الله : ١٦٤٧]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’لغو قسم یہ ہے کہ آدمی اپنے گھر میں اس طرح کہتا رہتا ہے، ہرگز نہیں اللہ کی قسم! کیوں نہیں اللہ کی قسم!‘‘ [أبو داؤد، كتاب الأيمان والنذور، باب لغو اليمين : ٣٢٥٤، ٣٣٢٤]

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾

’’ان لوگوں کے لیے جو اپنی عورتوں سے قسم کھا لیتے ہیں، چار مہینے انتظار کرنا ہے، پھر اگر وہ رجوع کر لیں تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

’’اِیْلَاء‘‘ کے معنی قسم کھانے کے ہیں، یعنی کوئی آدمی اگر قسم کھا لے کہ میں اپنی بیوی سے ایک مہینا یا دو مہینے تعلق نہیں رکھوں گا، پھر قسم کی مدت پوری کر کے تعلق قائم کر لیتا ہے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ ہاں اگر مدت پوری ہونے سے قبل تعلق قائم کرے گا تو کفارۂ قسم ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر چار مہینے سے زیادہ مدت کے لیے، یا مدت کی تعیین کیے بغیر قسم کھاتا ہے تو اس آیت میں ایسے لوگوں کے لیے مدت کا تعین کر دیا گیا ہے کہ وہ چار مہینے گزرنے کے بعد یا تو بیوی سے تعلق قائم

کرلیں، یا پھر اسے طلاق دے دیں (اسے چار مہینے سے زیادہ معلق رکھنے کی اجازت نہیں ہے) تا کہ عورت پر ظلم نہ ہو۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ازواج مطہرات نے دنیا کے ساز و سامان کا مطالبہ کیا تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ناراض ہو کر ایک مہینا کے لیے) ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لی، آپ کے پاؤں میں موچ آ گئی تھی، لہٰذا آپ اپنے ایک بالا خانے میں فروکش ہو گئے اور وہاں ۲۹ دن رہے۔ پھر آپ (اپنی بیویوں کے پاس جانے کے لیے) اترے، لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ نے تو ایک مہینا کی قسم کھائی تھی (ابھی تو ۲۹ دن ہوئے ہیں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ مہینا ۲۹ دن کا ہے۔'' [بخاری ، کتاب الطلاق ، باب قول اللہ تعالی : ﴿ للذین یؤلون من نسائھم ......الخ ﴾ : ۵۲۸۹]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے خفگی کی وجہ سے فرمایا تھا کہ میں ان کے پاس ایک مہینے تک نہیں جاؤں گا، پھر آپ انتیسویں دن تشریف لے آئے تو آپ نے فرمایا: ''یہ مہینا انتیس دن کا ہے۔'' [بخاری، کتاب المظالم، باب الغرفۃ و العلیۃ المشرفۃ ...... الخ : ۲۴۶۸۔ مسلم، کتاب الصیام، باب الشھر یکون تسعا و عشرین : ۱۰۸۳]

وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

''اور اگر طلاق کا پختہ ارادہ کر لیں تو بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اگر شوہر مدت گزرنے کے بعد طلاق کا ارادہ کر لیتا ہے اور ایسا کر گزرتا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ حاکمِ وقت اسے مجبور کرے گا کہ یا تو وہ میل ملاپ کر لے یا طلاق دے دے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ چار مہینے گزر جائیں تو اسے قاضی کے سامنے پیش کیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ طلاق دے دے اور طلاق اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک طلاق دی نہ جائے۔ [بخاری، کتاب الطلاق، باب قول اللہ تعالی: ﴿ للذین یؤلون من نساءھم...... ﴾ : ۵۲۹۱]

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَ لَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾ ع

''اور وہ عورتیں جنھیں طلاق دی گئی ہے اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں اور ان کے لیے حلال نہیں کہ وہ چیز چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کی ہے، اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہیں۔ اور ان کے خاوند اس مدت میں انھیں واپس لینے کے زیادہ حق دار ہیں، اگر وہ (معاملہ) درست کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اور معروف کے مطابق ان (عورتوں) کے لیے اسی طرح حق ہے جیسے ان کے اوپر حق ہے اور مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے اور اللہ

سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ : اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مطلقہ عورتوں کی عدت بیان کی ہے جن کے ساتھ دخول ہو چکا ہو اور انھیں حیض آتا ہو کہ وہ تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں، یعنی جب ان کے شوہر انھیں طلاق دے دیں تو طلاق کے بعد تین حیض تک انتظار کریں اور اس کے بعد اگر وہ چاہیں تو شادی کر لیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اپنی بیوی کو ایسی حالت میں طلاق دی کہ وہ حالت حیض میں تھی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا: ”اسے حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرے، پھر اسے چھوڑے رکھے، یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے، پھر حائضہ ہونے کے بعد پاک ہو تو چاہے اسے روک لے اور چاہے تو اسے چھونے سے پہلے طلاق دے دے۔“ [مسلم، کتاب الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض...... الخ : ۱۴۷۱۔ بخاری، کتاب الطلاق، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ یأیها النبی إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن ﴾ : ۵۲۵۱]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، طلاق سنت یہ ہے کہ بیوی کو ایک طلاق اس حالت میں دے کہ وہ پاک ہو (اور اس پاکی میں) جماع نہ کیا ہو، پھر جب وہ حائضہ ہو اور (دوبارہ) پاک ہو تو دوسری طلاق دے، پھر جب وہ حائضہ ہو اور (سہ بارہ) پاک ہو تو تیسری طلاق دے، پھر وہ عورت اس کے بعد ایک حیض مزید عدت میں بیٹھے۔ [نسائی، کتاب الطلاق ، باب طلاق السنة :۳۴۲۳]

ابو الصہباء نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا، کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور عمر رضی اللہ عنہ کی امارت کے ابتدائی تین سالوں میں تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، ہاں (یقیناً ایسا ہی ہوتا تھا)۔ [مسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث : ۱۴۷۲]

وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ : یعنی عورتوں کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے رحم میں جو کچھ ہے اسے چھپائیں اور غلط بیانی کریں۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ لوگوں کا نسب خلط ملط نہ ہو۔ اگر حمل کو چھپائے گی تو بچے کو اس کے غیر باپ سے ملائے گی، جس کے بدترین اور سنگین نتائج ظاہر ہوں گے۔ بچہ اپنے خاندان اور حق وراثت سے محروم ہو جائے گا، محرم عورتیں اس سے پردہ کریں گی، بلکہ بہت ممکن ہے وہ اپنی کسی محرم عورت سے شادی کر لے۔ اس طرح جس غیر باپ کی طرف وہ منسوب کر دیا جائے گا اس کے مال کا ناجائز وارث ہوگا، اس کی عورتوں کا غیر شرعی محرم بن جائے گا اس کے علاوہ شر و فساد کے دیگر ایسے دروازے کھل جائیں گے، جنھیں کوئی بند نہ کر پائے گا۔ مثال کے طور پر اگر وہ عورت حمل کو چھپا لیتی ہے اور کسی دوسرے سے شادی کر لیتی ہے تو یہ شادی حرام ہوگی، اور دوسرے آدمی کا اس کے ساتھ جماع کرنا زنا ہوگا۔

اگر حیض کو چھپا لیتی ہے اور کہہ دیتی ہے کہ طلاق کے بعد تین ماہواری گزر چکی، تو اس نے شوہر کا حق رجعت ختم کر

دیا اور اپنے آپ کو دوسرے آدمی کے لیے غیر شرعی طور پر مباح کر دیا، اور اگر کہتی ہے کہ ابھی تین ماہواری نہیں گزری حالانکہ گزر چکی ہے تو وہ ناحق نان ونفقہ لینا چاہتی ہے جو اس کے لیے حرام ہے اور اگر شوہر اس سے رجوع کر لیتا ہے تو اس کے ساتھ ہم بستری حرام ہو گی، اس لیے کہ عدت گزرنے کے بعد عقدِ جدید ضروری تھا۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ : یعنی عورتوں کا بھی مردوں پر ویسا ہی حق ہے جیسا کہ مردوں کا عورتوں پر حق ہے، عرفِ عام کے مطابق کھانا، کپڑا، اچھا برتاؤ، رہائش اور ہم بستری وغیرہ عورتوں کے شوہروں پر حقوق ہیں، جنھیں ادا کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا ہر ایک کو دوسرے کا حق دستور کے مطابق ادا کرنا چاہیے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا: ”عورتوں کے بارے میں تم اللہ سے ڈرو، تم نے انھیں اللہ تعالیٰ کی امان کے ساتھ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کے ساتھ ان کی شرم گاہوں کو حلال کیا ہے۔ تمھارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمھارے بستر پر اس کو نہ بیٹھنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ ایسا کریں تو انھیں ایسی سزا دو جس سے جسم پر نشان نہ پڑے اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ انھیں دستور کے مطابق کھانا اور لباس دو۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۲۱۸]

حکیم بن معاویہ قشیری اپنے باپ (معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: ”یہ کہ جب تم کھانا کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب تم لباس پہنو تو اسے بھی پہناؤ۔ اس کے چہرے پر نہ مارو، اسے گالی نہ دو اور اس سے قطع تعلق نہ کرو، مگر گھر ہی میں۔“ [أبو داوٗد، کتاب النکاح، باب فی حق المرأۃ علی زوجھا : ۲۱۴۲]

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ : یعنی مقام و مرتبہ، اطاعت کا حق رکھنے میں، خرچ کرنے میں، فطری قوتوں میں، میراث میں، طلاق و رجوع کا حق رکھنے، مصلحتوں کے قیام اور دنیا و آخرت کے شرف کے اعتبار سے مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾ [النساء : ۳۴] ”مرد عورتوں پر نگران ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی اور اس وجہ سے کہ انھوں نے اپنے مالوں سے خرچ کیا۔“

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَ لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾

”یہ طلاق (رجعی) دو بار ہے، پھر یا تو اچھے طریقے سے رکھ لینا ہے، یا نیکی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمھارے لیے حلال

نہیں کہ اس میں سے جو تم نے انھیں دیا ہے کچھ بھی لو، مگر یہ کہ وہ دونوں ڈریں کہ وہ اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھیں گے۔ پھر اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھیں گے تو ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو عورت اپنی جان چھڑانے کے بدلے میں دے دے۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں، سو ان سے آگے مت بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے گا تو یہی لوگ ظالم ہیں۔"

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ : یعنی وہ طلاق جس میں خاوند کو عدت کے اندر رجوع کا حق حاصل ہے، وہ دو مرتبہ ہے۔ پہلی دو طلاقوں کے بعد خاوند کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عدت کے اندر اندر رجوع کر سکتا ہے، لیکن تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد رجوع کی اجازت نہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنی بیویوں کو کئی کئی مرتبہ طلاق دیتے اور عدت کے اندر رجوع کرتے رہتے تھے، نہ عورت کو صحیح بساتے اور نہ آزاد ہی کرتے۔ اس سے مقصد یہ ہوتا تھا کہ بیوی کو تنگ کیا جائے، تو اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے اس دستور کو ختم کرنے کے لیے دو بار رجوع کا حق دے دیا اور تیسری بار بالکل ان کا رشتہ ختم کر دیا۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ﴾ فرمایا ہے اور لفظ ﴿ مَرَّتٰنِ ﴾ "مرة" کا تثنیہ ہے، جس کا مطلب واضح ہے کہ طلاق دو مرتبہ ہے۔ جس سے اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ بیک وقت دو یا تین طلاقیں دینا اور انھیں بیک وقت نافذ کر دینا حکمتِ الٰہیہ کے خلاف ہے، اسی لیے شریعت اسلامیہ میں بیک وقت اکٹھی تین طلاقیں دینے کو شرع سے مذاق قرار دیا گیا ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آیت کریمہ : ﴿ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ ﴾ "اور وہ عورتیں جنھیں طلاق دی گئی ہے اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں اور ان کے لیے حلال نہیں کہ وہ چیز چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کی ہے" اس کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ آدمی جب اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا تھا تو وہی اس کی طرف رجوع کرنے کا زیادہ حق دار سمجھا جاتا تھا، خواہ تین طلاقیں ہی دے چکا ہوتا، تو اس کو منسوخ کر دیا گیا اور فرمایا: ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ﴾ "یہ طلاق (رجعی) دو بار ہے۔" [أبو داوٗد، کتاب الطلاق، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث : ۲۱۹۵۔ نسائی، کتاب الطلاق، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث : ۳۵۸٤]

ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینا منع ہے، لیکن اگر کوئی دے دے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہوتی تھی، پھر لوگوں نے اس کام میں جلدی شروع کر دی تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، لوگوں نے ایسے کام میں جلدی کرنا شروع کی ہے جس میں ان کے لیے مہلت تھی۔ تو اب ہم ان پر کیوں نہ تینوں طلاقیں نافذ کر دیں چنانچہ انھوں نے اسے نافذ کر دیا۔ [مسلم، کتاب الطلاق، باب الطلاق الثلاث : ۱٤۷۲]

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا : یعنی یہ تمھارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم انھیں اس قدر تنگی اور

مشکل میں مبتلا کر دو کہ وہ تم سے جان چھڑانے کے لیے تمھارے دیے ہوئے مہر یا اس کے کچھ حصے کو بطور فدیہ دینے کے لیے مجبور ہو جائیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ﴾ [النساء : ۱۹] ''اور نہ انھیں اس لیے روک رکھو کہ تم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو، مگر اس صورت میں کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کا ارتکاب کریں۔'' اور فرمایا : ﴿ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ﴾ [النساء : ٤] ''پھر اگر وہ اس میں سے کوئی چیز تمھارے لیے چھوڑنے پر دل سے خوش ہو جائیں تو اسے کھالو، اس حال میں کہ مزے دار، خوشگوار ہے۔''

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ : اس میں خلع کا بیان ہے، یعنی عورت خاوند سے علیحدگی حاصل کرنا چاہے اور خاوند طلاق دینے پر تیار نہ ہو تو عورت جان چھڑانے کے لیے اپنا مہر یا خاوند بیوی کے درمیان جو بھی آپس میں یا حاکم کی عدالت میں طے ہو جائے بطور فدیہ دے کر اپنی جان چھڑا لے، پھر خواہ خاوند خود ہی فدیہ لے کر اسے چھوڑ دے، یا اگر وہ اس پر تیار نہ ہو تو حاکم اسے فدیہ لے کر چھوڑنے کا حکم دے، اگر وہ نہ مانے تو عدالت نکاح فسخ کر دے۔ چونکہ یہ درحقیقت طلاق نہیں بلکہ عورت کی طرف سے علیحدگی کا مطالبہ ہے، اس لیے اسے خلع کہتے ہیں۔ اس کی عدت ایک حیض ہے۔

بلا وجہ خلع کا مطالبہ شریعت میں نہایت ناپسندیدہ عمل ہے، جیسا کہ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو عورت بلاوجہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔'' [ترمذی ، کتاب الطلاق واللعان ، باب ما جاء فی المختلعات : ۱۱۸۷۔ مستدرك حاكم : ۲۰۰/۲، ح : ۲۸۰۹]

حبیبہ بنت سہل انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت گھر سے باہر تشریف لائے تو آپ نے اندھیرے میں اسے دروازے کے پاس پایا تو فرمایا: ''یہ کون ہے؟'' انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں حبیبہ بنت سہل ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' انھوں نے اپنے شوہر کا نام لیتے ہوئے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں اور ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ جب ان کے شوہر ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے فرمایا: ''یہ حبیبہ بنت سہل ہیں، انھوں نے یہ بات کی ہے۔'' حبیبہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! انھوں نے جو مجھے (مہر) دیا تھا، وہ سب میرے پاس موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس سے فرمایا: ''اپنا مال ان سے لے لو۔'' چنانچہ ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنا مال لے لیا اور یہ اپنے والدین کے گھر میں بیٹھ گئیں۔ [أبو داوٗد، کتاب الطلاق، باب فی الخلع : ۲۲۲۷۔ نسائی ، کتاب الطلاق ، باب ما جاء فی الخلع : ۳٤۹۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی کہ اے اللہ کے رسول! مجھے ان کے اخلاق اور دین کے بارے میں کوئی اعتراض نہیں، لیکن میں

اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم ان کا باغ واپس کر دو گی؟'' اس نے عرض کی، جی ہاں! تو رسول اللہ ﷺ نے ثابت سے فرمایا: ''اپنا باغ لے لو اور اسے طلاق دے دو۔'' [بخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع و كيف الطلاق فيه...... الخ : ۵۲۷۳]

ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں خلع حاصل کیا تھا تو نبی ﷺ نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ ایک حیض تک عدت گزارے۔ [ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ما جاء فی الخلع : ۱۱۸۵]

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾

''پھر اگر وہ اسے (تیسری) طلاق دے دے تو اس کے بعد وہ اس کے لیے حلال نہیں ہو گی، یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے، پھر اگر وہ اسے طلاق دے دے تو (پہلے) دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں آپس میں رجوع کر لیں، اگر سمجھیں کہ اللہ کی حدیں قائم رکھیں گے، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں، وہ انھیں ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔''

یعنی شوہر جب اپنی بیوی کو تیسری طلاق دے دے تو وہ عورت اس پر حرام ہو جاتی ہے جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کر کے اس سے ہم بستری نہ کرے اور وہ خاوند اسے خود بخود طلاق دے، یا وہ فوت ہو جائے، یا ان کی بن نہ سکے اور یہ عورت خلع لے لے، تو پھر یہ اگر پہلے خاوند سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ اس کے برعکس لوگوں نے جو یہ طریقہ ایجاد کر رکھا ہے کہ دوسرے خاوند سے اس غرض سے نکاح کیا جائے کہ وہ پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے اور یہ دوسرا خاوند اس کے ساتھ ایک رات یا اس سے کم و بیش وقت گزار کر طلاق دے دے تو یہ حلالہ ہے، اس پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے، حلالہ کی غرض سے کیا گیا نکاح، نکاح نہیں ہے، زنا ہے، اس نکاح سے عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہو گی۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس عورت کے بارے میں سوال کیا گیا جس سے کسی شخص نے شادی کی ہو، پھر اسے طلاق دے دی ہو، پھر اس سے کوئی دوسرا شخص شادی کرے اور مقاربت سے پہلے ہی طلاق دے دے تو کیا وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی؟ فرمایا: ''نہیں! حتیٰ کہ وہ اس سے لطف اندوز ہو۔'' [مسلم، کتاب النکاح، باب لا تحل المطلقة ثلاثًا لمطلقها...... الخ : ۱۴۳۳/۱۱۴۔ بخاری، کتاب الطلاق، باب من قال لامرأته، أنت علی حرام : ۵۲۶۵]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رفاعہ قرظی کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، اس نے کہا، اے اللہ کے

رسول! رفاعہ نے مجھے طلاق دے دی تھی اور عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے شادی کر لی اور اللہ کی قسم، ان کے پاس تو پلو کی طرح کے سوا اور کچھ نہیں (مراد وہ نامرد ہیں)، اس نے اپنی اوڑھنی کے ایک ڈورے کو پکڑ کر کہا، اس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور خالد بن سعید بن عاص دروازے کے پاس بیٹھے تھے اور انھیں اندر آنے کی ابھی تک اجازت نہیں ملی تھی۔ انھوں نے کہا، ابوبکر! تم اس عورت کو منع کیوں نہیں کرتے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کس طرح کھلے انداز میں گفتگو کر رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر صرف تبسم فرمایا اور کہا: ''شاید تو دوبارہ رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہے؟ نہیں! تو اس وقت تک واپس نہیں جا سکتی جب تک تو اس سے اور وہ تجھ سے لطف اندوز نہ ہو۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب التبسم والضحك : ٦٠٨٤۔ مسلم، کتاب النکاح، باب لا تحل المطلقة ثلاثًا لمطلقها ...... الخ : ١١٢ / ١٤٣٣]

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاحِ حلالہ کے ذریعے اگر کوئی آدمی اس عورت کے ساتھ جماع بھی کر لیتا ہے تو وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی، اس لیے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کروانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت کی خبر دی ہے اور جس پر لعنت بھیج دی گئی ہو وہ شادی صحیح نہیں ہو سکتی۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی اور گدوانے والی اور بال ملانے والی اور بال ملوانے والی اور سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور حلالہ کرنے والے اور حلالہ کروانے والے (ان سب) پر لعنت فرمائی ہے۔ [نسائی، کتاب الطلاق، باب إحلال المطلقة ثلاثًا وما فیه من التغلیظ : ٣٤٤٥۔ ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی المحل والمحلل له : ١١٢٠]

نافع بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں اور اس کے بھائی نے اس سے مشورہ کیے بغیر اس سے نکاح کر لیا، تاکہ اپنے بھائی کے لیے اسے حلال کر دے تو کیا اس طرح وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی؟ انھوں نے فرمایا، نہیں! وہ حلال نہیں ہوگی، کیونکہ اس صورت میں عورت صرف نکاحِ رغبت ہی سے حلال ہوتی ہے۔ یہ صورت جو تم نے بیان کی ہے اسے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زنا شمار کیا کرتے تھے۔ [مستدرك حاکم : ١٩٩/٢، ح : ٢٨٠٦]

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَ لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۫ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ ع

ربع ۲۹ النصف

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو، پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انھیں اچھے طریقے سے رکھ لو، یا انھیں اچھے طریقے سے

چھوڑ دو اور انھیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکے رکھو، تاکہ ان پر زیادتی کرو اور جو ایسا کرے سو بلاشبہ اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور اللہ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ اور اپنے آپ پر اللہ کی نعمت یاد کرو اور اس کو بھی جو اس نے کتاب وحکمت میں سے تم پر نازل کیا ہے، وہ تمھیں اس کے ساتھ نصیحت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب ان میں سے کوئی اپنی بیوی کو ایسی طلاق دے جس میں اسے رجوع کا حق حاصل ہو اور وہ آدمی عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کرنا چاہتا ہو تو حسنِ سلوک کا معاملہ کرے اور اسے یا تو دستور کے مطابق اپنی عصمت نکاح میں روک لے اور رجوع پر گواہ مقرر کر لے اور دستور کے مطابق اس کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی نیت کرے، یا پھر اسے چھوڑ دے، حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے، پھر اسے اختلاف وانتشار، لڑائی جھگڑے اور گالی گلوچ کے بغیر احسن انداز میں اپنے گھر سے رخصت کر دے۔

وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا : یعنی اگر تم اپنی بیویوں کو طلاق رجعی دو تو ان کی عدت پوری ہونے سے پہلے تمھیں رجوع کا حق ہے، مگر یہ رجوع محض ان کو ستانے اور نقصان پہنچانے کی غرض سے نہ ہو، کیونکہ ایسا کرنا ظلم و زیادتی اور احکام الٰہی سے مذاق ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی ان کو حقیقت اور سنجیدگی میں کہے، تو بھی حقیقت ہیں اور اگر ہنسی اور مزاح میں کہے تو بھی حقیقت ہیں، نکاح، طلاق اور (طلاق سے) رجوع۔'' [أبو داوٗد، كتاب الطلاق، باب في الطلاق على الهزل : ۲۱۹۴۔ ترمذی، کتاب الطلاق و اللعان، باب ما جاء فی الجد و الهزل فی الطلاق : ۱۱۸۴۔ ابن ماجه، كتاب الطلاق، باب من طلق أو نكح أو راجع لاعبًا : ۲۰۳۹۔ مستدرك حاكم : ۱۹۷/۲، ۱۹۸، ح : ۲۸۰۰]

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو، پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انھیں اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کر لیں، جب وہ آپس میں اچھے طریقے سے راضی ہو جائیں۔ یہ بات ہے جس کی نصیحت تم میں سے اس کو کی جاتی ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ تمھارے لیے زیادہ ستھرا اور زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

اس آیت میں مطلقہ غیر بائنہ عورت کے ولی کو خطاب کیا گیا ہے کہ اگر ایک یا دو طلاق کے بعد عدت گزر جائے اور پھر دونوں ایک دوسرے کو چاہیں اور نکاح شرعی کے ذریعے دوبارہ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونا چاہیں تو انھیں نہ روکو، اس

لیے کہ اسی میں خیر ہے۔ یہ آیت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ نکاح کے لیے ولی کا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کو منع فرمایا ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو دوبارہ اپنے سابق شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکیں اور روکنے کا حق اسی کو حاصل ہوگا جس کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی عورت خود کسی عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ کوئی عورت خود اپنا نکاح کرے، کیونکہ وہ عورت زانیہ ہے جو اپنا نکاح خود کرتی ہے۔'' [ابن ماجه، كتاب النكاح، باب لا نكاح إلا بولي : ۱۸۸۲]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا وہ نکاح باطل ہے، وہ نکاح باطل ہے، وہ نکاح باطل ہے، (پھر ناجائز نکاح کے بعد) اگر مرد نے ہم بستری کی تو اس عورت کے لیے مہر ہوگا، جس کے عوض اس نے عورت کی شرمگاہ (اپنے لیے) حلال کرنا چاہی۔'' [ترمذی، كتاب النكاح، باب ما جاء لا نكاح إلا بولي : ۱۱۰۲]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہے۔'' [ابن حبان : ۴۰۷۵۔ سنن دارقطني ، كتاب النكاح : ۲۲۵/۳، ح : ۳۴۹۲]

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی بہن کا نکاح ایک شخص سے کر دیا، اس نے اس کو طلاق دے دی، جب عدت گزر گئی تو وہ (میرے پاس) آیا اور نکاح کا پیغام دیا، میں نے اس سے کہا، میں نے تمھارا نکاح کیا، اسے تمھاری بیوی بنایا اور تمھاری عزت افزائی کی، لیکن تم نے اسے طلاق دے دی، اب تم پھر اس سے نکاح کا پیغام لے کر آ گئے ہو، نہیں، اللہ کی قسم! وہ تمھارے پاس کبھی نہیں آ سکتی۔ اس شخص میں کوئی برائی نہیں تھی اور میری بہن بھی اس کے پاس واپس جانا چاہتی تھی (لیکن میں مانع تھا) تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ ﴾ ''تو انھیں اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کر لیں۔'' میں نے کہا اے اللہ کے رسول! اب میں نکاح کر دوں گا۔ الغرض انھوں نے اپنی بہن کا نکاح اس شخص سے کر دیا۔ [بخاری، كتاب النكاح، باب من قال : لا نكاح إلا بولي : ۵۱۳۰]

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے اپنی بہن کی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک مسلمان سے کر دی، ان کی بہن کچھ عرصہ اس کے عقد میں رہی، پھر اس نے اسے ایک طلاق دے دی اور رجوع نہ کیا، یہاں تک کہ عدت گزر گئی۔ پھر دونوں ہی رجوع کے خواہش مند ہوئے، چنانچہ اس نے بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیج دیا تو معقل (یعنی میں) نے کہا، اے احمق! میں نے اس عورت کو تیرے نکاح میں دے کر تیری عزت افزائی کی مگر تو نے اسے طلاق دے دی، لہٰذا اللہ کی قسم! اب وہ کبھی تیری طرف نہیں لوٹے گی جب تک میں زندہ ہوں، مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ اس شخص کو اس عورت کی اور اس عورت کو اپنے شوہر کی ضرورت ہے۔ تو اس موقع پر اللہ

تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو، پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انھیں اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کر لیں، جب وہ آپس میں اچھے طریقے سے راضی ہو جائیں۔ یہ بات ہے جس کی نصیحت تم میں سے اس کو کی جاتی ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ تمھارے لیے زیادہ ستھرا اور زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' سیدنا معقل رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کو سنا تو کہا کہ میں اپنے رب کے فرمان کو سن کر اطاعت بجا لاتا ہوں، پھر انھوں نے اپنی بہن کے سابقہ خاوند کو بلایا اور کہا کہ میں تمھیں بہن کا نکاح دیتا اور تمھاری عزت افزائی کرتا ہوں۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ البقرۃ : ۲۹۸۱]

وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَ لَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۗ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا ؕ وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَیْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۲۳۳﴾

''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، اس کے لیے جو چاہے کہ دودھ کی مدت پوری کرے اور وہ مرد جس کا بچہ ہے، اس کے ذمے معروف طریقے کے مطابق ان (عورتوں) کا کھانا اور ان کا کپڑا ہے۔ کسی شخص کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر جو اس کی گنجائش ہے، نہ ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور نہ اس مرد کو جس کا بچہ ہے، اس کے بچے کی وجہ سے۔ اور وارث پر بھی اسی جیسی ذمہ داری ہے، پھر اگر وہ دونوں آپس کی رضا مندی اور باہمی مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر تم چاہو کہ اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں، جب معروف طریقے کے مطابق پورا ادا کر دو جو تم نے دیا تھا اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ اس کو جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔''

وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ : یعنی مطلقہ مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں گی۔ یہ حکم اس کے لیے ہے جو رضاعت کی مدت پوری کرنا چاہتی ہے، لیکن اگر کوئی ماں باپ اس مدت سے پہلے ہی بچے کا دودھ چھڑا دینا چاہیں تو کوئی حرج نہیں، نیز حرمت اسی رضاعت سے

ثابت ہوتی ہے جو دو سال کے اندر ہو، اگر بچے کی عمر دو سال سے زیادہ ہو جاتی ہے تو رضاعت سے حرمت ثابت نہیں ہو گی۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صرف اسی رضاعت سے حرمت ثابت ہو گی جو پستان سے ہو اور انتڑیوں کو پھاڑ دے اور دودھ چھڑانے کی مدت سے پہلے پہلے ہو۔'' [ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء ما ذکر أن الرضاعة لا تحرم إلا فی الصغر دون الحولین : ۱۱۵۲]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ نے فرمایا: ''اس کے لیے جنت میں دودھ پلانے والی (ایک دایہ) مقرر ہے۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی أولاد المسلمین : ۱۳۸۲]

وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ : یعنی باپ اس مطلقہ ماں کو جو دودھ پلائے گی، عرفِ عام کے مطابق کھانا اور کپڑا فراہم کرے گا اور جب وہ مطلقہ ماں اپنے بچے کو دودھ پلانے کے لیے تیار ہو تو باپ کے لیے یہ جائز نہیں کہ بچہ اس سے لے لے، یا یہ کہ دودھ پلانے کے باوجود اسے کھانا اور کپڑا فراہم نہ کرے۔ ارشاد فرمایا: ﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا﴾ [الطلاق : ۷] ''لازم ہے کہ وسعت والا اپنی وسعت میں سے خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو تو وہ اس میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے۔ اللہ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے، عنقریب اللہ تنگی کے بعد آسانی پیدا کر دے گا۔''

وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ : یعنی اگر باپ اپنے بچے کے لیے کوئی دوسری دودھ پلانے والی دایہ مقرر کرنا چاہے (اس لیے کہ ماں نے انکار کر دیا، یا وہ دودھ پلانے سے مجبور ہے، یا شادی کرنا چاہتی ہے) تو بھی کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ بطیبِ خاطر دایہ کو اس کی مناسب مزدوری دے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، تین آدمی ایسے ہیں جن کا میں قیامت کے دن دشمن ہوں گا، ایک وہ شخص جو میرا نام لے کر عہد کرے، پھر اس کو توڑ دے، دوسرا وہ شخص جو کسی آزاد کو (پکڑ کر) بیچے اور اس کی قیمت کھا جائے اور وہ شخص جو کسی مزدور کو اجرت پر رکھے، پھر اس سے مزدوری تو پوری لے لیکن اس کی اجرت اسے نہ دے۔'' [بخاری، کتاب الإجارة، باب إثم من منع أجر الأجیر : ۲۲۷۰]

وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾

''اور جو لوگ تم میں سے فوت کیے جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ (بیویاں) اپنے آپ کو چار مہینے اور دس راتیں انتظار

میں رکھیں، پھر جب اپنی مدت کو پہنچ جائیں تو تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو وہ اپنی جانوں کے بارے میں معروف طریقے سے کریں اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو پوری طرح باخبر ہے۔‘‘

طلاق کی عدت بیان کرنے کے بعد اب وفات کی عدت بیان کی جا رہی ہے کہ اگر کوئی آدمی وفات پا جائے اور اس کی بیوی غیر حاملہ ہو تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اس کے بعد اگر وہ عورت شرعی حدود میں زینت اختیار کرے اور شادی کرنے کا ارادہ ظاہر کرے تو اولیاء کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اسے منع کریں۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس عورت کے بارے میں پوچھا گیا جس سے کسی آدمی نے نکاح کیا مگر اس سے ازدواجی تعلق قائم کرنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا اور اس نے اس کے لیے مہر کا تعین بھی نہیں کیا تھا۔ لوگوں نے اس مسئلہ کے لیے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف کئی بار رجوع کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں اس کا جواب اپنی رائے سے دیتا ہوں۔ اس عورت کو مہر کامل ملے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اسے مہر مثل ملے گا، نہ کم اور نہ زیادہ اور اسے عدت بھی گزارنا ہو گی اور اسے میراث سے حصہ بھی ملے گا۔ اگر یہ فیصلہ صحیح ہوا تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گا اور اگر غلط ہوا تو یہ میری اور شیطان کی طرف سے ہو گا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہوں گے۔ آپ کا یہ جواب سن کر سیدنا معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ نے کہا، اے ابن مسعود! میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بروع بنت واشق کے بارے میں یہی فیصلہ فرمایا تھا۔ یہ بات سن کر سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بے حد خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا کہ ان کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے موافقت کر گیا ہے۔ ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ اشجع خاندان کے کچھ لوگ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق کے بارے میں یہی فیصلہ فرمایا تھا۔ [أبو داوٗد، کتاب النکاح، باب فیمن تزوج ولم یسم لها صداقًا حتی مات : ۲۱۱۶۔ ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی الرجل یتزوج المرأة فیموت عنها قبل أن یفرض لها : ۱۱۴۵۔ مسند أحمد : ۴۸۰/۳، ح : ۱۵۹۴۹]

سیدہ سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے شوہر سعد بن خولہ جب حجۃ الوداع میں فوت ہوئے تو وہ حاملہ تھیں، ان کی وفات کے کچھ ہی دن بعد انھوں نے بچے کو جنم دے دیا۔ ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ انھوں نے چند راتوں کے بعد ہی بچے کو جنم دے دیا۔ جب وہ نفاس سے فارغ ہوئیں تو انھوں نے منگنی کا پیغام بھیجنے والوں کے لیے آرائش و زیبائش کا اہتمام کیا۔ تو ان کے پاس بنی عبد الدار کے آدمی ابو سنابل بن بعکک رضی اللہ عنہ آئے تو انھوں نے کہا، کیا بات ہے؟ شاید تم نے منگنی کا پیغام دینے والوں کے لیے آرائش و زیبائش کر رکھی ہے، شاید تمھارا نکاح کا ارادہ ہے؟ واللہ! تم چار ماہ دس دن سے پہلے نکاح نہیں کر سکتیں۔ سبیعہ نے کہا کہ جب انھوں نے یہ بات کہی تو میں نے شام کے وقت کپڑے بدلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مجھے فتویٰ دیا کہ بچے کو جنم

دینے کے بعد تم حلال ہوگئی ہو اور آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو نکاح کر سکتی ہو۔[بخاری، کتاب المغازی، بابٌ : ۳۹۹۱۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب انقضاء عدۃ المتوفی عنها و غیرها بوضع الحمل : ۱۴۸۴]

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی بھی عورت کے لیے، جس کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہو، یہ حلال نہیں کہ وہ کسی بھی میت پر تین راتوں سے زیادہ سوگ منائے، ہاں، البتہ وہ اپنے شوہر کی وفات کی صورت میں چار ماہ دس دن تک سوگ منائے گی۔'' [بخاری، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفی عنها أربعة أشهر وعشرًا : ۵۳۳۴۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الإحداد فی عدة الوفاة ...... الخ : ۱۴۸۶]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کی، اے اللہ کے رسول ! میری بیٹی کا شوہر فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے تو کیا ہم اس کی آنکھوں میں سرمہ ڈال سکتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں !'' آپ نے دو یا تین بار فرمایا: ''نہیں!'' پھر فرمایا: ''یہ مدت چار ماہ اور دس دن ہے، جبکہ تم میں سے کوئی ایک زمانۂ جاہلیت میں ایک سال تک انتظار کر کے مینگنی پھینکتی تھی (تب عدت سے فارغ ہوتی تھی)۔'' [بخاری، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفی عنها أربعة أشهر وعشرًا : ۵۳۳۶۔ مسلم ، کتاب الطلاق ، باب وجوب الحداد فی عدة الوفاة...... الخ : ۱۴۸۸]

زینب بنت ام سلمہ سے روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کسی عورت کا شوہر فوت ہو جاتا تو وہ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں خراب کپڑے پہن کر بیٹھ جاتی تھی اور خوشبو نہیں لگاتی تھی، یہاں تک کہ ایک سال گزر ے، پھر کوئی جانور گدھا یا بکری یا پرندہ لایا جاتا، پھر وہ عورت اس پر ہاتھ پھیرتی، بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ وہ جانور زندہ بچتا، ورنہ اکثر مر جاتا تھا، پھر وہ اس کوٹھڑی سے نکلتی، پھر اسے مینگنی دی جاتی، وہ مینگنی پھینکتی، پھر وہ جو خوشبو وغیرہ چاہتی لگاتی۔ (ایک اور روایت میں ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کتا اس کے پاس سے گزرتا تو وہ اسے مینگنی مارتی تھی۔'' [بخاری، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفی عنها أربعة أشهر وعشرًا : ۵۳۳۷۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الإحداد فی عدة الوفاة ...... الخ : ۱۴۸۹]

وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ
عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَ لٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ
وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ
فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝۲۳۵ ع ۳۰/۱۴

''اور تم پر اس بات میں کچھ گناہ نہیں جس کے ساتھ تم ان عورتوں کے پیغام نکاح کا اشارہ کرو، یا اپنے دلوں میں چھپائے رکھو، اللہ جانتا ہے کہ تم انھیں ضرور یاد کرو گے، اور لیکن ان سے پوشیدہ عہد و پیمان مت کرو، مگر یہ کہ کوئی معروف بات کرو

اور نکاح کی گرہ پختہ نہ کرو، یہاں تک کہ لکھا ہوا حکم اپنی مدت کو پہنچ جائے اور جان لو کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے۔ پس اس سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے۔‘‘

اس آیت میں شوہر کی وفات کی عدت گزارنے والی اور مطلقہ بائنہ کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ عدت گزرنے سے پہلے ایسی عورتوں کو شادی کا پیغام تو نہیں دیا جا سکتا، البتہ جو شخص شادی کرنا چاہے وہ اشارے کنائے میں اسے یہ سمجھانے کی کوشش کر سکتا ہے کہ وہ اس سے شادی کی خواہش رکھتا ہے، لیکن پوشیدہ طور پر اس سے شادی کی بات طے کر لینا جائز نہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ﴿ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص (کسی ایسی عورت سے جو عدت میں ہو) یہ کہے کہ میرا شادی کرنے کا پروگرام ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے کوئی نیک بیوی عطا فرمائے۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب قول اللہ عزوجل: ﴿ ولا جناح علیکم فیما عرضتم بہ......الخ ﴾ : ۵۱۶۴]

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ان کے شوہر ابوعمرو بن حفص رضی اللہ عنہ نے انھیں تیسری طلاق بھی دے دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت گزاریں اور فرمایا: ’’جب تمھاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے بتا دینا۔‘‘ وہ کہتی ہیں کہ جب میری عدت پوری ہوگئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا: ’’اسامہ بن زید سے نکاح کر لو۔‘‘ [مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقۃ البائن لا نفقۃ لھا : ۱۴۸۰۔ مسند أحمد : ۴۱۲/۶، ح : ۲۷۳۹۴]

مگر وہ عورت جسے رجعی طلاق دی گئی ہو تو اس کے شوہر کے سوا کسی دوسرے شخص کے لیے اشارہ کنایہ سے بات کرنا بھی جائز نہیں، کیونکہ ابھی تک اس پر اس کے شوہر کا حق ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖۚ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾

’’تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو، جب تک تم نے انھیں ہاتھ نہ لگایا ہو، یا ان کے لیے کوئی مہر مقرر نہ کیا ہو اور انھیں سامان دو، وسعت والے پر اس کی طاقت کے مطابق اور تنگی والے پر اس کی طاقت کے مطابق ہے، سامان معروف طریقے کے مطابق دینا ہے، نیکی کرنے والوں پر یہ حق ہے۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی عورت کو طلاق دینے کا مسئلہ بیان کیا ہے جس کے ساتھ شوہر نے ابھی مباشرت نہ کی ہو اور نہ اس کا مہر مقرر کیا ہو۔ ایسی عورت کو شوہر اپنے حسب حال کچھ مال یا کوئی ہدیہ دے دے گا۔ اس سے مقصود

عورت اور اس کے گھر والوں کی دل جوئی کرنا ہے، تاکہ طلاق کی وجہ سے انھیں جو تکلیف ہوئی ہے اس کا کچھ مداوا ہو سکے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [البقرۃ: ٢٤١] ''اور ان عورتوں کے لیے جنھیں طلاق دی گئی ہے، کچھ نہ کچھ سامان دینا معروف طریقے سے (لازم) ہے، پرہیز گاروں پر یہ حق ہے۔''

اس اعانت کو ''متعۂ طلاق'' کہا جاتا ہے۔ سہل بن سعد اور ابو اسید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا، اسے جب آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور آپ نے اپنا دست مبارک اس کی طرف بڑھایا تو اس نے گویا اسے ناپسند کیا تو آپ نے ابو اسید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسے (رخصت کرنے کے لیے) تیار کر دیا جائے اور اسے سفید کتان کے دو (سوتی) کپڑے پہننے کے لیے دے دیے جائیں۔ [بخاری، کتاب الطلاق، باب من طلق ...... الخ: ٥٢٥٦، ٥٢٥٧]

وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۟

''اور اگر تم انھیں اس سے پہلے طلاق دے دو کہ انھیں ہاتھ لگاؤ، اس حال میں کہ تم ان کے لیے کوئی مہر مقرر کر چکے ہو تو تم نے جو مہر مقرر کیا ہے اس کا نصف (لازم) ہے، مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں، یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور یہ (بات) کہ تم معاف کر دو تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو، بے شک اللہ اس کو جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔''

اس میں ایسی عورت کے متعلق بیان کیا جا رہا ہے جس کے ساتھ شوہر نے مباشرت نہ کی ہو لیکن حق مہر مقرر کیا ہو۔ اس صورت میں خاوند کے لیے ضروری ہے کہ نصف مہر ادا کرے، الا یہ کہ عورت اپنا یہ حق معاف کرے۔ اس صورت میں خاوند کو کچھ نہیں دینا پڑے گا۔

اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ : اس سے مراد خاوند ہے، کیوں کہ نکاح کی گرہ (اس کا توڑنا اور باقی رکھنا) اس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ نصف حق مہر معاف کر دے یعنی ادا شدہ حق مہر میں سے نصف مہر واپس لینے کی بجائے اپنا یہ حق (نصف مہر) معاف کر دے اور پورے کا پورا مہر عورت کو دے دے۔ بعض نے آیت کے اس جملہ سے عورت کا ولی مراد لیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں، ایک تو عورت کے ولی کے ہاتھ میں عقدۃ النکاح نہیں، دوسرے مہر عورت کا حق اور اس کا مال ہے، اسے معاف کرنے کا حق بھی ولی کو نہیں۔ اس کے متعلق شریح رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ﴿ الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ﴾ سے مراد کیا عورت کا ولی ہے؟ انھوں نے فرمایا،

نہیں، بلکہ اس سے مراد (اس کا) خاوند ہے۔[سنن الدارقطنی : ۲۷۷/۳، ح : ۳۶۵۸]

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾

"سب نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے فرماں بردار ہو کر کھڑے رہو۔"

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ : حفاظت سے مراد وقت کا خیال رکھنا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۹ تا ۱۱] "اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴾ [المعارج : ۳۴، ۳۵] "اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ جنتوں میں عزت دیے جانے والے ہیں۔"

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم نماز میں بات کر لیا کرتے تھے، آدمی اپنے بھائی سے اپنی ضرورت کی بات کر لیا کرتا تھا، یہاں تک یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴾ "سب نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے فرماں بردار ہو کر کھڑے رہو۔" تو ہمیں نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ قوموا لله قانتين ﴾ : ۴۵۳۴۔ مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ …… الخ : ۵۳۹]

سیدنا معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ نے جب نماز میں گفتگو کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "اس نماز میں لوگوں سے گفتگو کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ اس میں تو تسبیح و تکبیر اور قراءت قرآن ہے۔"[مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ …… الخ : ۵۳۷]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: "نماز اپنے وقت پر (ادا کرنا)۔"[بخاری، کتاب الصلوۃ، باب فضل الصلوۃ لوقتها : ۵۲۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان باللہ تعالٰی أفضل الأعمال : ۸۵]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نماز کو اس کے وقت پر پڑھو۔"[مسلم، کتاب المساجد، باب کراهة تأخیر الصلوۃ عن وقتها …… الخ : ۶۴۸]

وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى : اس کے متعلق گو اختلاف ہے مگر اکثر علماء کے نزدیک اس سے مراد عصر کی نماز ہے، یہی صحیح اور راجح ہے۔ متعدد احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ان کافروں کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے، انھوں نے ہمیں نماز وسطیٰ سے روک دیا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔"[بخاری، کتاب الجهاد، باب الدعاء علی المشرکین بالهزیمة والزلزلة : ۲۹۳۱۔ مسلم، کتاب المساجد، باب الدلیل لمن قال الصلوۃ الوسطی هی صلوۃ العصر : ۶۲۷]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، مشرکین نے (خندق کی لڑائی میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عصر سے روک دیا (جنگ کی شدت کی وجہ سے مہلت نہ مل سکی کہ آپ نماز عصر ادا کرتے اور نماز خوف کا حکم ابھی نازل نہیں ہوا تھا) یہاں تک کہ سورج زرد ہو گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انھوں نے ہمیں نماز وسطیٰ (یعنی) عصر کی نماز سے روک دیا، اللہ ان کے پیٹوں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب الدلیل لمن قال الصلوة الوسطی هی صلوة العصر : ٦٢٨]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کی نماز عصر فوت ہو گئی، گویا اس کے اہل وعیال اور مال سب لوٹ لیا گیا۔'' [بخاری، کتاب مواقیت الصلوة، باب إثم من فاته العصر : ٥٥٢۔ مسلم، کتاب المساجد، باب التغلیظ فی تفویت صلوة العصر : ٦٢٦]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کا عمل ضائع ہو گیا۔'' [بخاری، کتاب مواقیت الصلوة، باب من ترك العصر : ٥٥٣]

وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ : ''اور فرماں بردار ہو کر کھڑے رہو'' یعنی نماز میں کوئی ایسی حرکت نہ کرو جس سے معلوم ہو کہ آدمی نماز کی حالت میں نہیں ہے، جیسے کھانا پینا اور کسی سے بات کرنا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے اور ہم آپ کو سلام کرتے تو آپ ہمارے سلام کا جواب دیا کرتے تھے، پھر جب ہم (حبشہ سے) واپس آئے، ہم نے آپ کو سلام کیا، آپ نے ہمارے سلام کا جواب نہیں دیا اور (بعد میں) فرمایا: ''نماز میں آدمی کو فرصت کہاں۔'' [بخاری، کتاب العمل فی الصلوة، باب ما ینهی من الکلام فی الصلوة : ١١٩٩۔ مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلوة ...... الخ : ٥٣٨]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نماز میں سلام کیا جاتا تو آپ کس طرح جواب دیتے تھے؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے۔ [ترمذی، کتاب الصلٰوة، باب ما جاء فی الإشارة فی الصلوة : ٣٦٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو نماز میں جماہی آئے تو جہاں تک ہو سکے اسے روکے۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب تشمیت العاطس و کراهة التثاؤب : ٢٩٩٤]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں منہ موڑنے اور ادھر ادھر دیکھنے کے متعلق سوال کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تو ڈاکا ہے، جو شیطان بندے کی نماز پر ڈالتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الالتفات فی الصلوة : ٧٥١]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جس نے ان کے لیے اچھا وضو کیا، ان کو وقت پر ادا کیا اور ان کے رکوع و خشوع کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ کا اس کے لیے وعدہ

ہے کہ اسے بخش دے گا اور جو ایسا نہیں کرے گا، اللہ کا اس سے کوئی وعدہ نہیں، خواہ بخشے خواہ عذاب دے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الصلوۃ، باب المحافظة علی الصلوات : ٤٢٥]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں کا کیا حال ہے کہ نماز میں اپنی نگاہیں اوپر اٹھاتے ہیں۔'' پھر اس سلسلہ میں آپ نے بہت سخت تنبیہ کی اور فرمایا: ''لوگ ایسا کرنے سے باز آ جائیں، ورنہ ان کی نظریں اچک لی جائیں گی۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب رفع البصر إلی السماء فی الصلوۃ : ٧٥٠۔ مسلم، کتاب الصلوۃ، باب النھی عن رفع البصر إلی السماء فی الصلوۃ : ٤٢٩، عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ]

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۖ فَإِذَا أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿٢٣٩﴾

''پھر اگر تم ڈرو تو پیدل پڑھ لو یا سوار، پھر جب امن میں ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو جیسے اس نے تمھیں سکھایا ہے، جو تم نہیں جانتے تھے۔''

یعنی دشمن سے خوف کے وقت بھی نماز معاف نہیں ہے، بلکہ جس طرح بھی ممکن ہے، پیادہ چلتے ہوئے، سواری پر بیٹھے ہوئے نماز پڑھ لو، تاہم جب خوف کی حالت ختم ہو جائے تو پھر اسی طرح نماز پڑھو جس طرح سکھلایا گیا ہے۔

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا : نافع بیان کرتے ہیں کہ اگر سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نماز خوف کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ اس کا طریقہ بیان کر دیتے، پھر فرماتے کہ اگر خوف بہت زیادہ ہو تو پھر پیادہ ہو یا سوار، قبلہ رخ ہو یا نہ ہو، جس طرح ممکن ہو نماز پڑھ لو۔ نافع بیان کرتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان کیا کرتے تھے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ فإن خفتم فرجالا أو رکبانا فإذا أمنتم ...... الخ ﴾ : ٤٥٣٥۔ مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلوۃ الخوف : ٨٣٩/٣٠٦]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے نبی کی زبانی حضر میں نماز کی چار رکعتیں، سفر میں دو رکعتیں اور حالت خوف میں ایک ہی رکعت فرض قرار دی ہے۔ [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ المسافرین وقصرھا : ٦٨٧۔ أبو داوٗد، کتاب صلاۃ السفر، باب من قال یصلی بکل طائفة رکعة ولا یقضون : ١٢٤٧]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تستر کے قلعے کے محاصرے کے وقت موجود تھا، فجر کا وقت تھا، گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا کہ نماز پڑھنا بھی ممکن نہیں تھا، لہٰذا اس نماز کو ہم نے سورج بلند ہونے کے بعد ادا کیا۔ ہم نے اس نماز کو سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح سے بھی نوازا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اس نماز سے مجھے جس قدر خوشی ملی تھی وہ دنیا و مافیہا سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ [بخاری، کتاب صلوۃ الخوف، باب الصلاۃ عند مناھضة الحصون ولقاء العدو، قبل الحدیث : ٩٤٥]

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴾ [النساء: ۱۰۳] ''پھر جب تم نماز پوری کر لو تو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے یاد کرو، پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز قائم کرو۔ بے شک نماز ایمان والوں پر ہمیشہ سے ایسا فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔''

سیدنا مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز اسی طریقہ سے پڑھو جس طریقہ سے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الأذان للمسافرین إذا کانوا جماعة ...... الخ : ٦٣١]

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾

''اور جو لوگ تم میں سے فوت کیے جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ اپنی بیویوں کے لیے ایک سال تک نکالے بغیر سامان دینے کی وصیت کریں، پھر اگر وہ نکل جائیں تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ معروف طریقے میں سے اپنی جانوں کے بارے میں کریں اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

آیت کا معنی یہ ہے کہ جب کسی آدمی کی موت قریب ہو تو وہ اپنی بیویوں کے لیے ورثا کو وصیت کر جائے کہ انھیں ایک سال تک گھر سے نکلنے پر مجبور نہ کیا جائے اور انھیں نفقہ بھی دیا جائے، لیکن اگر وہ خود ہی شوہر کے گھر سے نکل جائیں اور زینت و خوشبو استعمال کرنے لگیں اور اشارے کنائے میں شادی کی بات کرنے لگیں تو شوہر کے اولیاء کو کوئی گناہ نہیں ہوگا اور ایسی صورت میں نفقہ و مسکن واجب نہیں ہوگا۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا، جب بیوی کے لیے میراث میں حصہ نہ تھا اور عدت کی مدت ایک سال تھی، اسے اختیار ہوتا تھا کہ چاہے تو شوہر کے گھر میں عدت کی مدت گزارے اور نفقہ لے اور چاہے تو سال پورا ہونے سے پہلے ہی گھر سے نکل جائے، تب اس کے لیے نہ نفقہ ہوتا تھا اور نہ مسکن۔

اس کے بعد اسی سورت کی آیت (۲۳۴) نازل ہوئی، جس کے مطابق عورتوں کی عدت چار ماہ دس دن ہوگئی۔ اس طرح نفقہ و مسکن کی وصیت کا حکم آیت میراث کے ذریعے منسوخ ہو گیا اور بیوی کے لیے خاوند کی جائداد کا چوتھا یا آٹھواں حصہ مقرر کر دیا گیا۔

لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں۔ اس میں عدت بیان ہی نہیں ہوئی بلکہ میت کے اولیاء کو وصیت کا ذکر ہے کہ وہ عورت کی دل جوئی کی خاطر اور مرنے والے سے اظہار محبت و اخلاص کے طور پر چار ماہ دس دن

کے بعد مزید سات ماہ بیس دن شوہر کے گھر میں رہنے دیں، ہاں اگر عورت چار ماہ دس دن یا وضع حمل کے بعد اپنی مرضی سے اس گھر سے منتقل ہونا چاہے تو اس کی مرضی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ آیت میراث کے باوجود چار ماہ دس دن اس گھر میں رہنے کا لازمی حکم دے سکتا ہے، تو سال کے باقی ماندہ دن اختیاری طور پر وہاں رہنے کی اجازت کا حکم بھی دے سکتا ہے اور یہ آیت میراث کے خلاف نہیں۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی: ﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ﴾ کو دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے، تو آپ نے اسے کیوں لکھا، اسے چھوڑ کیوں نہ دیا؟ تو انھوں نے فرمایا، بھتیجے! میں قرآن مجید کی کسی چیز کو اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کروں گا۔[بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجا ...... الخ ﴾ : ٤٥٣٠]

مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ آیت: ﴿ وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ﴾[البقرة : ٢٣٤] اور جو لوگ تم میں سے فوت کیے جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ (بیویاں) اپنے آپ کو چار مہینے اور دس راتیں انتظار میں رکھیں۔'' یہ جس کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت تھی اور عورت کے لیے یہ واجب تھا کہ اس عدت کو وہ اپنے شوہر کے اہل خانہ ہی میں گزارے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ﴾ [البقرة : ٢٤٠] ''اور جو لوگ تم میں سے فوت کیے جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ اپنی بیویوں کے لیے ایک سال تک نکالے بغیر سامان دینے کی وصیت کریں، پھر اگر وہ نکل جائیں تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ معروف طریقے میں سے اپنی جانوں کے بارے میں کریں۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے سات ماہ بیس دن بطور وصیت شامل کر کے ایک سال کی مدت پوری کر دی، لہٰذا اگر وہ چاہے تو وصیت کے ایام (۷ ماہ ۲۰ دن) میں خاوند کے گھر رہے اور اگر چاہے تو چلی جائے۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ﴾ ''پھر اگر وہ نکل جائیں تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں۔'' یعنی چار ماہ دس دن کی عدت اسی طرح اس پر واجب ہے جس طرح پہلے تھی۔ ابن ابو نجیح کہتے ہیں کہ یہ مجاہد کا قول ہے۔ اور عطاء رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ اس آیت نے اس حکم کو منسوخ کر دیا کہ عورت عدت اپنے شوہر کے اہل خانہ میں گزارے اور اب یہ حکم دیا کہ وہ جہاں چاہے عدت گزارے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ﴾ ''وہ گھر سے نہ نکالی جائیں۔'' عطاء فرماتے ہیں کہ اگر چاہے تو وہ خاوند کے اہل خانہ میں عدت گزارے اور وصیت کے مطابق سکونت رکھے اور چاہے تو چلی جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ ﴾ ''تو تم پر اس کے بارے میں کچھ گناہ نہیں جو وہ (دستور کے مطابق) اپنے معاملے میں کریں۔'' عطاء فرماتے ہیں، اس کے بعد آیت میراث نازل ہوئی

تو اس نے سکونت کو منسوخ کر دیا اور اختیار دے دیا کہ وہ جہاں چاہے عدت گزارے، اس کے لیے سکونت نہیں ہے۔
[بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ و الذين يتوفون منكم و يذرون أزواجا ...... الخ ﴾ : ٤٥٣١]

زینب بنت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فُرَیْعَہ بنت مالک بن سنان، جو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن ہے، اس نے انھیں بتایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ اجازت طلب کرنے کے لیے آئیں کہ وہ اپنے خاندان بنی خدرہ میں چلی جائیں، کیونکہ ان کا شوہر جب اپنے بھاگ جانے والے غلاموں کی تلاش میں نکلا اور اس نے انھیں قدوم کی جانب جا پکڑا تو انھوں نے اسے قتل کر دیا۔ فُرَیْعَہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خاندان بنی خدرہ میں واپس جانے کی اجازت طلب کی اور کہا کہ میرے شوہر نے اپنی ملکیت کا نہ کوئی مکان اپنے پیچھے چھوڑا ہے اور نہ نفقے کے لیے کوئی سامان، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں (ٹھیک ہے)۔'' اور جب میں واپس جانے لگی اور ابھی حجرے ہی میں تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، یا آپ نے کسی کو حکم دیا کہ وہ مجھے بلائے تو آپ نے فرمایا: ''تم نے کیا کہا تھا؟'' میں نے اپنے شوہر کا سارا قصہ دوبارہ بیان کر دیا تو آپ نے فرمایا: ''اپنے گھر ہی میں رہو، حتیٰ کہ حکم الٰہی پورا ہو جائے۔'' پھر بیان کرتی ہیں کہ اس فرمان نبوی کے بعد میں نے چار ماہ دس دن اسی گھر میں گزارے۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور میں مجھ سے یہ مسئلہ پوچھا تھا۔ میں نے جب انھیں بتایا تو انھوں نے بھی اسی فرمان نبوی کی پیروی کی اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ [موطأ إمام مالك، كتاب الطلاق، باب مقام المتوفى عنها زوجها في بيتها حتى تحل : ٨٧۔ أبو داوٗد، كتاب الطلاق، باب في المتوفى عنها تنتقل : ٢٣٠٠۔ ترمذي، كتاب الطلاق و اللعان، باب ما جاء أين تعتد المتوفى عنها زوجها : ١٢٠٤]

وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع ۳۱/۷ ۱۵

''اور ان عورتوں کے لیے جنھیں طلاق دی گئی ہے، کچھ نہ کچھ سامان دینا معروف طریقے سے (لازم) ہے، پرہیز گاروں پر یہ حق ہے۔ اسی طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تا کہ تم سمجھو۔''

وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ : یہ حکم عام ہے جو ہر مطلقہ عورت کو شامل ہے۔ کچھ نہ کچھ سامان دینے کا مطلب یہ ہے کہ طلاق کے بعد (مہر کے علاوہ) عورت کو کچھ دیا جائے، تا کہ عورت کی کچھ دل جوئی ہو جائے، یہ احسان کا تقاضا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚۖ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [البقرة : ٢٣٦] ''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو، جب تک تم نے انھیں ہاتھ نہ لگایا ہو، یا ان کے لیے کوئی مہر مقرر نہ کیا ہو اور انھیں سامان دو، وسعت والے پر اس کی طاقت کے مطابق اور تنگی والے پر اس کی طاقت کے مطابق ہے، سامان معروف

طریقے کے مطابق دینا ہے، نیکی کرنے والوں پر یہ حق ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴾ [الأحزاب : ٤٩] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انھیں طلاق دے دو، اس سے پہلے کہ انھیں ہاتھ لگاؤ تو تمھارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں، جسے تم شمار کرو، سو انھیں سامان دو اور انھیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا۔“

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾

”کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے، جب کہ وہ کئی ہزار تھے، تو اللہ نے ان سے کہا مر جاؤ، پھر انھیں زندہ کر دیا۔ بے شک اللہ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اور اللہ کے راستے میں لڑو اور جان لو کہ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

یہ واقعہ کسی سابقہ امت کا ہے جس کی تفصیل کسی صحیح حدیث میں بیان نہیں کی گئی۔ دشمن کے حملہ کے وقت قتل ہونے کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں ہونے کے باوجود مقابلہ کرنے کی بجائے اپنے گھر بار چھوڑ کر بھاگ پڑے، لیکن بھاگ کر وہ موت سے نہ بچ سکے اور اللہ نے ان سب پر موت طاری کر دی۔ پھر اللہ نے ان پر کرم فرمایا اور انھیں زندہ کر دیا۔ اگلی آیت میں جہاد کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے اس واقعے کے بیان میں یہی حکمت ہے کہ جہاد سے جی مت چراؤ۔ موت و حیات تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اس موت کا وقت بھی متعین ہے جسے جہاد سے گریز و راہ فرار اختیار کر کے تم ٹال نہیں سکتے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ﴾ [آل عمران: ١٤٥] ”اور کسی جان کے لیے کبھی ممکن نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے، لکھے ہوئے کے مطابق جس کا وقت مقرر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [آل عمران: ١٦٨] ”جنھوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور خود بیٹھے رہے، اگر وہ ہمارا کہنا مانتے تو قتل نہ کیے جاتے۔ کہہ دے پھر اپنے آپ سے موت کو ہٹا دینا، اگر تم سچے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ

﴿ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾ [النساء : ۷۷، ۷۸] ''اور انھوں نے کہا اے ہمارے رب! تو نے ہم پر لڑنا کیوں لکھ دیا، تو نے ہمیں ایک قریب وقت تک مہلت کیوں نہ دی؟ کہہ دے دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمھیں پا لے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ﴾ [آل عمران : ۱۵۴] ''کہتے تھے اگر اس معاملے میں ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے، کہہ دے اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی جن لوگوں پر قتل ہونا لکھا جا چکا تھا اپنے لیٹنے کی جگہوں کی طرف ضرور نکل آتے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، حتیٰ کہ جب آپ مقام ''سرغ'' پر پہنچے تو لشکروں کے قائد ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی، انھوں نے بتایا کہ شام میں وبا پھیلی ہوئی ہے (تو صحابہ کا آپس میں اختلاف ہو گیا کہ شام جایا جائے یا نہ)...... اتنے میں سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آ گئے جو اپنے کسی کام کے لیے گئے ہوئے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ میرے پاس اس سلسلے میں علم ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جب تم سنو کہ کسی زمین میں وبا پھیلی ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی زمین کے بارے میں تم یہ سنو کہ وہاں وبا پھیلی ہوئی ہے اور تم وہاں موجود ہو تو اس سے فرار اختیار کرتے ہوئے وہاں سے نہ نکلو۔'' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان نبوی سن کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور واپس تشریف لے آئے۔ [بخاری، کتاب الطب، باب ما یذکر فی الطاعون : ۵۷۲۹۔ مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطیرۃ والکھانۃ و نحوھا : ۲۲۱۹]

آیت نمبر (۲۴۴) میں فرمایا کہ جس طرح جان بچانا تقدیر سے نہیں بچاتا اسی طرح جہاد سے فرار اور اجتناب سے نہ موت قریب ہوتی ہے نہ دور، بلکہ اجل اور رزق کا فیصلہ ہو چکا ہے، اس میں کمی یا زیادتی نہیں ہو سکتی۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَ اللّٰهُ يَقْبِضُ وَ يَبْصُۜطُ ۠ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۲۴۵

''کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، پس وہ اسے اس کے لیے بہت زیادہ گنا بڑھا دے اور اللہ بند کرتا اور کھولتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا : اس سے پہلی آیت میں اللہ کے راستے میں لڑنے کا حکم تھا۔ اب جہاد میں مال خرچ کرنے کی ترغیب ہے۔ ''قرض حسن'' سے مراد یہ ہے کہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کرے اور اس میں ریا کاری یا کسی کو ستانے اور اس پر احسان رکھنے کا جذبہ کار فرما نہ ہو۔ اللہ کا کرم دیکھیے کہ خود

ہی سب کچھ عطا کر کے بندوں سے مانگ رہا ہے اور اسے اپنے ذمے قرض قرار دے رہا ہے۔

فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الحدید : ۱۸] ''بلاشبہ صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جنھوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا، انھیں کئی گنا دیا جائے گا اور ان کے لیے باعزت اجر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴾ [التغابن : ۱۷] ''اگر تم اللہ کو قرض دو گے، اچھا قرض تو وہ اسے تمھارے لیے کئی گنا کر دے گا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بڑا قدر دان، بے حد بردبار ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الحدید : ۱۱] ''کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، تو وہ اسے اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اس کے لیے باعزت اجر ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ﴾ [المزمل : ۲۰] ''اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو قرض دو، اچھا قرض دینا۔'' اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۶۱] ''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے، کون ہے جو مجھ سے دعا کرے، میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے، میں اس کو دوں؟ پھر دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتا ہے، کون ہے جو ایسی ہستی کو قرض دے جو نہ محتاج ہے اور نہ ظالم۔'' [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل ...... الخ : ۱۷۱/ ۷۵۸]

وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ﴾ [الرعد : ۲۶] ''اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ﴾ [سبا : ۳۶] ''کہہ دے بے شک میرا رب رزق فراخ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر دن جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک اس طرح کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور دے اور دوسرا اس طرح کہتا ہے، اے اللہ! روکنے والے کے مال کو تلف کر دے۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ تعالی : ﴿ فأما من أعطی واتقی ...... الخ ﴾ : ۱٤٤۲ ۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی المنفق والممسك : ۱۰۱۰]

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا: ''خرچ کرتی رہو، گن گن کر نہ رکھو، ورنہ

اللہ بھی گن گن کر دے گا، (مال کو) روک کر نہ رکھو، ورنہ اللہ بھی تم سے (ہاتھ) روک لے گا۔" [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الإنفاق و کراہة الإحصاء : ۱۰۲۹۔ بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقة فیما استطاع : ۱۴۳۴]

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا
نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ قَالُوا وَمَا
لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ
عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٢٤٦﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ
اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ
وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ
وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٤٧﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ
مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ
هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٢٤٨﴾ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ ع ۳۲ ۱۶
بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ
فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ ۚ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۚ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ
وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۚ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ
أَنَّهُمْ مُلَاقُو اللَّهِ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٢٤٩﴾

"کیا تو نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا، جب انھوں نے اپنے ایک نبی سے کہا ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر کہ ہم اللہ کے راستے میں لڑیں۔ اس نے کہا یقیناً تم قریب ہو کہ اگر تم پر لڑنا فرض کر دیا جائے تو تم نہ لڑو۔ انھوں نے کہا اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ کے راستے میں نہ لڑیں، حالانکہ ہمیں ہمارے گھروں اور ہمارے بیٹوں سے نکال دیا گیا ہے۔ پھر جب ان پر لڑنا فرض کر دیا گیا تو ان میں سے بہت تھوڑے لوگوں کے سوا سب پھر گئے اور اللہ ان ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔ اور ان سے ان کے نبی نے کہا بے شک اللہ نے تمھارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ انھوں نے کہا اس کی حکومت ہم پر کیسے ہو سکتی ہے، جبکہ ہم حکومت کے اس سے زیادہ حق دار ہیں اور اسے مال کی کوئی وسعت بھی نہیں دی گئی؟ فرمایا بے شک اللہ نے اسے تم پر چن لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں زیادہ فراخی عطا فرمائی

ہے اور اللہ اپنی حکومت جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور ان کے نبی نے ان سے کہا بے شک اس کے بادشاہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تمھارے پاس وہ صندوق آ جائے گا جس میں تمھارے رب کی طرف سے ایک تسلی ہے اور اس میں سے چند باقی ماندہ چیزیں ہیں جو موسیٰ کی آل اور ہارون کی آل نے چھوڑا تھا، فرشتے اسے اٹھائے ہوئے ہوں گے، بے شک اس میں تمھارے لیے یقیناً ایک نشانی ہے، اگر تم مومن ہو۔ پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر جدا ہوا تو کہا بے شک اللہ ایک نہر کے ساتھ تمھاری آزمائش کرنے والا ہے، پس جس نے اس میں سے پیا تو وہ مجھ سے نہیں اور جس نے اسے نہ چکھا تو بے شک وہ مجھ سے ہے، مگر جو اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر پانی لے لے۔ تو ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا سب نے اس سے پی لیا۔ تو جب وہ اور اس کے ساتھ وہ لوگ نہر سے پار ہو گئے جو ایمان لائے تھے، تو انھوں نے کہا آج ہمارے پاس جالوت اور اس کے لشکروں سے مقابلے کی کوئی طاقت نہیں۔ جو لوگ سمجھتے تھے کہ یقیناً وہ اللہ سے ملنے والے ہیں انھوں نے کہا کتنی ہی تھوڑی جماعتیں زیادہ جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آ گئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔‘‘

بنی اسرائیل سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد کچھ عرصہ تو راہ حق پر چلتے رہے، پھر وہ آہستہ آہستہ دین حق سے منحرف ہونا شروع ہو گئے، انھوں نے دین میں بدعات ایجاد کر لیں، حتیٰ کہ بتوں کی پوجا شروع کر دی۔ انبیاء ان کو روکتے رہے لیکن یہ معصیت اور شرک سے باز نہیں آئے۔ اس کے نتیجے میں اللہ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا، جنھوں نے ان کے علاقے بھی چھین لیے اور ان کی ایک بڑی تعداد کو قیدی بنا لیا۔ ان میں نبوت وغیرہ کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ بالآخر بعض لوگوں کی دعاؤں سے شمویل نبی پیدا ہوئے، جنھوں نے دعوت و تبلیغ کا کام شروع کیا۔ انھوں نے پیغمبر سے یہ مطالبہ کیا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں جس کی قیادت میں ہم دشمنوں سے لڑیں۔ پیغمبر نے ان کے سابقہ کردار کے پیش نظر کہا کہ تم مطالبہ تو کر رہے ہو لیکن میرا اندازہ ہے کہ تم اپنی بات پر قائم نہیں رہو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، جیسا کہ قرآن نے بیان کیا ہے کہ طالوت کو ان کا بادشاہ مقرر کر دیا۔ اب طالوت اس نسل سے نہیں تھے جس سے بنی اسرائیل کے بادشاہوں کا سلسلہ چلا آ رہا تھا۔ یہ غریب اور ایک عام فوجی تھے جس پر انھوں نے اعتراض کیا۔ پیغمبر نے کہا یہ میرا انتخاب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے انھیں مقرر کیا ہے، پھر قیادت و سیادت کے لیے مال و دولت سے زیادہ عقل و علم اور جسمانی قوت و طاقت کی ضرورت ہوتی ہے اور طالوت اس اعتبار سے تم سب سے ممتاز ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں اس منصب کے لیے چن لیا ہے۔ اس پر انھوں نے مزید کسی نشانی کا مطالبہ کیا، تاکہ وہ پوری طرح مطمئن ہو جائیں تو نبی نے تابوت کے آ جانے کی نشانی بتائی کہ وہ تابوت جو دشمن تم سے چھین کر لے گیا تھا، جس کے ہوتے ہوئے تمھیں دشمن سے مقابلے کے وقت سکون و اطمینان حاصل رہتا تھا اور جس میں آل موسیٰ اور آل ہارون کی چند باقی ماندہ چیزیں تھیں، وہ تابوت تمھارے پاس آ جائے گا جسے فرشتے اٹھا لائیں گے۔ چنانچہ اس تابوت (صندوق) کے آ جانے سے بنی اسرائیل

کے حوصلے بلند ہو گئے اور وہ لڑنے کے لیے تیار ہو گئے اور طالوت کی سپہ سالاری کو قبول کر لیا۔ جب طالوت مع اپنی افواج کے روانہ ہوئے تو راستے میں ایک دریا آتا تھا، طالوت نے حکم دیا کہ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھاری آزمائش ہے، لہٰذا کوئی بھی اس دریا میں سے پانی نہ پیے، اگر کوئی پینا ہی چاہتا ہے تو وہ ایک چلو سے زیادہ نہ پیے، لیکن بنی اسرائیل کے اکثر لوگوں نے نافرمانی کی اور خوب سیر ہو کر پانی پی لیا۔ پانی زیادہ پی لینے کی وجہ سے وہ لڑنے کے قابل نہ رہے اور ان کی اکثریت نے لڑنے سے انکار کر دیا۔ بہت تھوڑے لوگوں نے اللہ کے بھروسا پر جنگ کی اور اللہ تعالیٰ نے انھیں فتح عطا فرمائی۔ آگے اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹی سی جماعت کو ایک بہت بڑی فوج پر فتح عنایت فرمائی۔

اصحاب طالوت کی تعداد بیان کرتے ہوئے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے جو بدر کی جنگ میں شریک تھے، مجھ سے بیان کیا، ان صحابہ کی تعداد جنھوں نے غزوۂ بدر میں شرکت فرمائی، تین سو دس سے زیادہ اور ان اصحاب طالوت کی تعداد کے برابر تھی جنھوں نے طالوت کے ساتھ دریا کو عبور کیا تھا اور سیدنا براء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ان کے ساتھ صرف مومنوں نے دریا عبور کیا تھا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب عدۃ أصحاب بدر : ۳۹۵۷]

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ : یعنی بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ جب اللہ کا حکم ہوتا ہے تو تھوڑی جماعتیں صبر و استقامت کی وجہ سے بڑی جماعتوں پر غالب آ جاتی ہیں، کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ خیر القرون میں بھی کتنے ہی واقعات ایسے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے چھوٹے چھوٹے دستوں کو بڑی فوجوں پر فتح عطا فرمائی، مثلاً ابو عمران اسلم بیان کرتے ہیں کہ قسطنطنیہ کی لڑائی کے دوران میں ایک آدمی دشمن پر ٹوٹ پڑا تو لوگوں نے کہا، ٹھہر، ٹھہر! لا الٰہ الا اللہ! یہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ اس پر سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت ہم انصار کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مدد کی اور اسلام کو پھیلا دیا، تو ہم انصار نے آپس میں مشورہ کیا کہ آؤ! اب ہم اپنے اموال کی فکر کریں اور ان کی اصلاح کریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ [البقرۃ : ۱۹۵] ''اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت ڈالو۔'' تو ہمارا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا یہ تھا کہ اپنے اموال کی اصلاح میں لگ جائیں اور جہاد چھوڑ دیں۔ پس سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ ہمیشہ میدان جہاد میں ڈٹے رہے، حتیٰ کہ روم کی سرزمین قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔ [أبو داوٗد، کتاب الجہاد، باب فی قولہ عزوجل : ﴿ ولا تلقوا بأیدیکم إلی التھلکۃ ﴾ : ۲۵۱۲]

سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ بدر میں مجاہدین کی صف میں کھڑا تھا۔ جب میں نے اپنی

دائیں اور بائیں طرف توجہ کی تو دونوں طرف کم عمر انصاری نوجوانوں کو دیکھا اور ان کا دائیں بائیں ہونا مجھے پسند نہ آیا۔ اچانک ان میں سے ایک نے اس طرح کہ دوسرے ساتھی کو پتا نہ چلے مجھ سے کہا، چچا جان! مجھے ابوجہل دکھا دو۔ میں نے پوچھا، بھتیجے! تم اس کا کیا کرو گے؟ کہنے لگا، میں نے اللہ سے عہد کر رکھا ہے کہ اگر میں اس کو دیکھ لوں گا تو اسے قتل کر دوں گا، چاہے اس کوشش میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ پھر دوسرے نے بھی اسی طرح کہ اس کے ساتھی پر ظاہر نہ ہو، مجھ سے یہی پوچھا۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت ان دونوں نوجوانوں کے درمیان کھڑے ہو کر مجھے بہت خوشی ہوئی اور میں نے اشارے سے ان دونوں کو ابوجہل دکھا دیا۔ یہ دونوں ابوجہل کی طرف دو عقابوں کی طرح جھپٹے اور اسے قتل کر دیا۔ یہ دونوں سیدہ عفراء رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔[بخاری، کتاب المغازی، باب : ۳۹۸۸]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کے معرکہ میں شریک نہ ہو سکے تو انھیں اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ کہتے تھے پہلا معرکہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے اور میں اس سے غائب تھا، اللہ کی قسم! اگر اب اللہ تعالیٰ کسی معرکہ میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرے گا تو اللہ دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ اور کچھ کہنے سے رک گئے۔ آئندہ سال جب احد کا موقع آیا تو آپ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے سامنے آئے اور کہنے لگے اے ابوعمرو! کہاں (کا ارادہ ہے)؟ پھر کہتے ہیں (سبحان اللہ) جنت کی خوشبو کے کیا کہنے، مجھے تو احد پہاڑ کے دوسری طرف سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ پھر وہ بڑی شجاعت سے لڑے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ ان کے جسم پر اسی (۸۰) سے زیادہ تلوار، نیزے اور تیروں کے زخم پائے گئے۔ میری پھوپھی ربیع بنت نضر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کی شناخت صرف ہاتھ کے پوروں سے کی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (جب) یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴾ [الأحزاب : ۲۳] ''مومنوں میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنھوں نے وہ بات سچ کہی جس پر انھوں نے اللہ سے عہد کیا، پھر ان میں سے کوئی تو وہ ہے جو اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وہ ہے جو انتظار کر رہا ہے اور انھوں نے نہیں بدلا، کچھ بھی بدلنا'' تو صحابہ کرام سمجھتے تھے کہ یہ آیت انس بن نضر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ۱۹۰۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ میدان بدر کی طرف چلے، یہاں تک کہ مشرکین سے پہلے وہاں پہنچ گئے، پھر مشرک بھی آ گئے۔ آپ نے فرمایا: ''جب تک میں آگے نہ بڑھوں تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کی طرف آگے نہ بڑھے۔'' جب مشرکین نزدیک آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس جنت کی طرف لپکو جس کی پہنائیاں آسمانوں اور زمین کے برابر ہیں۔'' (آپ کی یہ بات سن کر) عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! جنت کی پہنائیاں زمین و آسمان کے برابر؟ آپ نے جواب دیا: ''ہاں!'' انھوں نے کہا، بہت خوب، بہت خوب! رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم بہت خوب، بہت خوب کیوں کہہ رہے ہو؟'' انھوں نے کہا، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! کوئی بات نہیں سوائے اس کے کہ مجھے توقع ہے میں بھی اس جنت والوں میں سے ہوں گا۔ آپ نے فرمایا: ''تم بھی اس جنت والوں میں سے ہو۔'' اس کے بعد وہ اپنے توشہ دان سے کچھ کھجوریں نکال کر کھانے لگے، پھر بولے، اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا کہ اپنی یہ کھجوریں کھا لوں تو یہ زندگی لمبی ہو جائے گی، چنانچہ انھوں نے اپنے پاس جو کھجوریں تھیں انھیں پھینک دیا، پھر مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ۱۹۰۱]

وَ لَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾

''اور جب وہ جالوت اور اس کے لشکروں کے سامنے ہوئے تو کہنے لگے اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور ان کافر لوگوں کے خلاف ہماری مدد فرما۔''

یعنی انھوں نے دعا کی کہ اے ہمارے رب! ہم پر پورا صبر انڈیل دے اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور کافروں پر ہماری مدد فرما۔ یہ بڑی جامع اور حسن ترتیب سے آراستہ دعا ہے۔ کیونکہ صبر آتا ہے تو ثابت قدمی ملتی ہے، ثابت قدمی ہو تو نصرت الٰہی ملتی ہے۔ معلوم ہوا کہ مومن کے لیے میدانِ جنگ میں بھی تیاری کے باوجود سب سے بڑا ہتھیار اللہ پر اعتماد اور اس سے دعا ہے، لہٰذا مادی اسباب کے ساتھ ساتھ اہل ایمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ نصرت الٰہی کے لیے ایسے موقعوں پر بطور خاص طلب گار رہیں، قرآن و حدیث میں میدانِ معرکہ میں نصرتِ الٰہی طلب کرنے کی بہت سی دعائیں وارد ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِيْۤ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ [آل عمران : ۱۴۷] ''اور ان کی بات اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں ہماری زیادتی کو بھی اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور کافر لوگوں پر ہماری مدد فرما۔'' اور فرمایا: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَ اعْفُ عَنَّا ۥ وَ اغْفِرْ لَنَا ۥ وَ ارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ [البقرة : ۲۸۶] ''اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں، اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی بھاری بوجھ نہ ڈال، جیسے تو نے اسے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب! اور ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جس (کے اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے، سو کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔''

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لشکر کفار کے خلاف غزوۂ احزاب کے دن یوں بددعا کی: ((اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ ! سَرِيْعَ الْحِسَابِ! اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ)) ''اے

اللہ! کتاب نازل کرنے والے! جلد حساب لینے والے! اے اللہ! ان لشکروں کو شکست دے دے، اے اللہ! دشمن کو شکست دے اور ان کے قدم اکھیڑ دے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الدعاء علی المشرکین بالهزيمة والزلزلة : ۲۹۳۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے: ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَعَزَّ جُنْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَغَلَبَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ)) ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس نے اپنے لشکر کو عزت دی اور اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی اور کافروں کی فوجوں پر وہ اکیلا غالب آیا، اس کے بعد کوئی چیز اس کے مدمقابل نہیں ہو سکتی۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب : ٤١١٤]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ)) ''اللہ! میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اپنا وعدہ اور اقرار پورا کر۔ یا اللہ! اگر تیری مرضی یہی ہے (کہ یہ کافر غالب ہوں) تو پھر زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔'' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تھام لیا اور عرض کی، یا رسول اللہ! بس کیجیے! تو اس وقت آپ یہ آیت پڑھتے ہوئے باہر نکلے: ﴿ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴾ [القمر : ٤٥] ''عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قول الله تعالى: ﴿ إذ تستغيثون ربكم فاستجاب لكم أني ممدكم بألف من الملائكة مردفين ﴾ : ٣٩٥٣]

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

''تو انھوں نے اللہ کے حکم سے انھیں شکست دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے اسے بادشاہی اور دانائی عطا کی اور جتنا کچھ چاہتا تھا سکھا دیا۔ اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ساتھ ہٹانا نہ ہوتا تو یقیناً زمین برباد ہو جاتی اور لیکن اللہ جہانوں پر بڑے فضل والا ہے۔''

سیدنا داؤد علیہ السلام جو لشکر طالوت میں ایک سپاہی کے طور پر شامل تھے، ان کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے جالوت کا خاتمہ کیا اور ان تھوڑے سے اہل ایمان کے ذریعے سے ایک بڑی قوم کو شکست فاش دلوائی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو بادشاہت بھی عطا فرمائی اور نبوت بھی اور جو چاہا سکھایا، جس میں سے قرآن میں ان کے اسلحہ سازی کے علم، پرندوں کی بولی کے علم اور حکم یعنی قوت فیصلہ کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ ان کی خوش الحانی، پرندوں اور پہاڑوں کا ان کے ساتھ تسبیح کرنا بھی شامل ہے۔

﴿ وَ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ ﴾ : اس حصے میں اللہ کی ایک سنت الٰہی کا بیان ہے کہ وہ انسانوں ہی کے ایک گروہ کے ذریعے سے دوسرے انسانی گروہ کے ظلم اور اقتدار کا خاتمہ فرماتا رہتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا اور کسی ایک ہی گروہ کو ہمیشہ قوت و اختیار سے بہرہ ور کیے رکھتا تو یہ زمین ظلم و فساد سے بھر جاتی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴾ [الحج : ۴۰] ''اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹانا نہ ہوتا تو ضرور ڈھا دیے جاتے (راہبوں کے) جھونپڑے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں، جن میں اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا جاتا ہے۔''

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

''یہ اللہ کی آیات ہیں، جو ہم تجھ پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں اور بلاشبہ تو یقیناً رسولوں میں سے ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ پچھلی امتوں کے یہ واقعات اور نشانیاں جو ہم آپ کے لیے بیان کر رہے ہیں جو سچی ہیں اور آپ کے رسول ہونے کی واضح اور صریح دلیل ہیں۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر گزشتہ امتوں کے واقعات کے بیان کو آپ ﷺ کی صداقت کے لیے دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ﴾ [آل عمران : ۱۰۸] ''یہ اللہ کی آیات ہیں، ہم انھیں حق کے ساتھ تجھ پر پڑھتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَ الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴾ [آل عمران : ۵۸] ''یہ ہے جسے ہم آیات اور پر حکمت نصیحت میں سے تجھ پر پڑھتے ہیں۔''

﴿ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴾ [النساء : ۷۹] ''اور ہم نے تجھے لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کافی گواہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴾ [الفتح : ۲۸] ''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے اور اللہ گواہ کے طور پر کافی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰسٓ ۚ﴿۱﴾ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ [یٰس : ۱ تا ۳] ''یٰس۔ اس حکمت سے بھرے ہوئے قرآن کی قسم! بلاشبہ تو یقیناً بھیجے ہوئے لوگوں میں سے ہے۔''

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ
دَرَجٰتٍ ؕ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا
اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ
اٰمَنَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾

’’یہ رسول، ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان کے بعض کو اس نے درجوں میں بلند کیا اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح نشانیاں دیں اور اسے پاک روح کے ساتھ قوت بخشی اور اگر اللہ چاہتا تو جو لوگ ان کے بعد تھے آپس میں نہ لڑتے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکیں اور لیکن انھوں نے اختلاف کیا تو ان میں سے کوئی تو وہ تھا جو ایمان لایا اور ان میں سے کوئی وہ تھا جس نے کفر کیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے اور لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ خبر دی ہے کہ انبیاء و رسل کے درمیان گونا گوں فضائل و صفات میں تفاوت رہا ہے۔ بعض انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی فضیلت دی جو دوسروں کو نہیں ملی۔ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا، موسیٰ علیہ السلام سے بغیر کسی واسطے کے بات کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام بنی نوعِ انسان سے رفیع المرتبت بنایا، قرآن جیسا عظیم معجزہ عطا فرمایا، جو تنہا تمام انبیاء پر فوقیت حاصل کرنے کے لیے کافی تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کو کئی معجزات دیے، جن کے ذریعے اللہ کے حکم سے اندھے کو بینائی اور برص والے کو شفا ملتی تھی، وہ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور جب ابھی گود میں تھے تو لوگوں سے بات کی اور اللہ نے روح القدس کے ذریعے ان کی تائید کی۔ آگے فرمایا کہ انبیائے کرام کے ساتھ بھیجی گئی نشانیوں کا تقاضا یہ تھا کہ سارے انسان ان پر ایمان لے آتے، لیکن ایسا نہ ہوا اور اکثر و بیشتر لوگ سیدھی راہ سے برگشتہ ہو گئے اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے، حالانکہ اللہ چاہتا تو سب کو راہِ ہدایت پر ڈال دیتا لیکن اللہ کی حکمت اس کی مقتضی ہوئی کہ نظامِ عالم کو اسباب سے جوڑ دیا جائے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ : یہ عقیدہ کہ انبیاء درجات میں مختلف ہیں اور ان میں تفاضل پایا جاتا ہے اور پھر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں، بالکل صحیح اور امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٥٥] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت بخشی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ﴾ [سبا : ٢٨] ’’اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ

اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ﴾ [الأحزاب : ٤٠] ”اور لیکن وہ اللہ کا رسول اور تمام نبیوں کا ختم کرنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ [ألم نشرح : ٤] ”اور ہم نے تیرے لیے تیرا ذکر بلند کر دیا۔“ اور فرمایا: ﴿ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٧٩] ”قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں قیامت کے دن بنی آدم کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری ہی قبر کھولی جائے گی، سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی۔“ [مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا ﷺ علی جمیع الخلائق : ۲۲۷۸]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قول النبی ﷺ : أنا أول الناس یشفع فی الجنة ...... الخ : ١٩٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنی أهل الجنة منزلة فیها : ١٩٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی نے باہم گالی گلوچ کی، مسلمان نے کہا، اس ذات کی قسم، جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جہان والوں کے لیے منتخب کر لیا! اور یہودی نے کہا کہ اس ذات کی قسم، جس نے موسیٰ (علیہ السلام) کو تمام جہانوں میں سے منتخب کر لیا! اس پر مسلمان نے یہودی کے منہ پر تھپڑ دے مارا، یہودی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس مسلمان کی شکایت کی، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو، قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہوں گے، چنانچہ سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا تو دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کی ایک جانب کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ نہیں معلوم کہ موسیٰ علیہ السلام مجھ سے پہلے ہوش میں آ جائیں گے، یا ان میں سے ہوں گے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس بے ہوشی سے مستثنیٰ کر رکھا ہے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب نفخ الصور : ٦٥١٧۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسٰی علیه السلام : ٢٣٧٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انبیائے کرام علیہم السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔“ [مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسٰی علیه السلام : ٢٣٧٣۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب قول الله تعالٰی : ﴿ وإن یونس لمن المرسلین ﴾ : ٣٤١٤]

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ : یعنی بعض رسول ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور یہ کلام کرنا بھی وجہ فضیلت بن گیا، جیسے موسیٰ علیہ السلام، ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴾ [النساء : ١٦٤] ”اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا، خود کلام کرنا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (شفاعت کی مفصل حدیث میں) ارشاد فرمایا: ”لوگ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے، اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ نے اپنی رسالت اور

آپ سے ہم کلام ہو کر آپ کو سارے لوگوں پر فضیلت دی، آپ اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کر دیجیے، آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ ہماری کیا حالت ہو رہی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام کہیں گے، آج میرا رب اس قدر غصے میں ہے کہ نہ اس سے پہلے اتنے غصے میں آیا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غصے میں آئے گا، (دنیا میں) میں نے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا جسے قتل کرنے کا مجھے کوئی حکم نہ تھا، اب اس کی وجہ سے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے، ہائے میری جان، ہائے میری جان!'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ذرية من حملنا مع نوح ...... الخ ﴾ : ٤٧١٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدم اور موسیٰ علیہما السلام میں بحث ہو گئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے آدم! آپ ہمارے والد ہیں، آپ نے ہمیں بہت گھاٹا دیا اور جنت سے نکلوا دیا۔ آدم نے کہا، تم موسیٰ ہو، اللہ نے تمھیں اپنے ساتھ ہم کلام ہونے کا شرف بخشا اور تمھارے لیے اپنے ہاتھ سے تورات لکھی، تم مجھے ایک ایسی بات (تقدیر) پر ملامت کر رہے ہو۔ جو اس نے میرے پیدا ہونے سے چالیس سال پہلے ہی میرے لیے مقدر کر دی تھی۔ چنانچہ آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔'' [بخاری، کتاب القدر، باب تحاج آدم و موسی عند الله : ٦٦١٤۔ مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی علیهما السلام : ٢٦٥٢۔ أبو داوٗد، کتاب السنة، باب فی القدر : ٤٧٠١]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! سب سے پہلے نبی کون تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدم علیہ السلام۔'' میں نے پھر پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا وہ نبی تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! وہ ایسے نبی تھے جن سے کلام کیا گیا تھا۔'' [مسند أحمد : ١٧٨/٥، ح : ٢١٦٠١]

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ : یہ بات اسی آیت میں پہلے بھی گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی۔ اب پھر فرمایا کہ ان میں سے بعض کو درجات میں بلند کیا۔ اس سے ایک خاص شخصیت کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے جسے سب جانتے ہیں، اس لیے نام لینے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ فضیلت دو طرح کی ہے، ایک مجموعی اور کلی فضیلت اور دوسری جزوی فضیلت، یعنی کسی ایک چیز میں دوسروں سے بڑھ کر ہونا، مثلاً یوسف علیہ السلام کہ وہ خود، ان کے والد، دادا اور پردادا نبی تھے، یہ فضیلت کسی اور رسول کو حاصل نہیں۔ چنانچہ اس لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ''اَكْرَمُ النَّاسِ'' یعنی سب لوگوں سے زیادہ معزز فرمایا۔ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول الله: ﴿واتخذ الله ابراهیم خلیلا ﴾ : ٣٣٥٣]

آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور ساٹھ ہاتھ قد عطا کیا۔ کلی اور مجموعی طور پر ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ یہی صحیح عقیدہ ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے لیے قرآن مجید ہی کافی ہے۔ دوسرے تمام انبیاء کے معجزے ان کے ساتھ ہی ختم ہو گئے، جب کہ قرآن قیامت تک باقی ہے۔

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ : یہاں ''الْبَيِّنٰتِ'' سے مراد وہ واضح دلائل اور معجزات

ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کو دیے گئے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴾ [آل عمران : ٤٨تا٥٠] ”اور وہ اسے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔ اور بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا کہ بے شک میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں کہ بے شک میں تمھارے لیے مٹی سے پرندے کی شکل کی مانند بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتی ہے اور میں اللہ کے حکم سے پیدائشی اندھے اور برص والے کو تندرست کرتا ہوں اور مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اور تمھیں بتا دیتا ہوں جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو ذخیرہ کرتے ہو، بے شک اس میں تمھارے لیے ایک نشانی ہے، اگر تم مومن ہو۔ اور اس کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تورات سے ہے اور تاکہ میں تمھارے لیے بعض وہ چیزیں حلال کر دوں، جو تم پر حرام کی گئی تھیں اور میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں، سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔“ اور فرمایا: ﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ١١٠، ١١١] ”جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میری نعمت یاد کر، جب میں نے روح پاک سے تیری مدد کی، تو گود میں اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائی اور جب تو مٹی سے پرندے کی شکل کی مانند میرے حکم سے بناتا تھا، پھر تو اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے ایک پرندہ بن جاتی تھی اور تو پیدائشی اندھے اور برص والے کو میرے حکم سے تندرست کرتا تھا اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے نکال کھڑا کرتا تھا اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا، جب تو ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا تو ان میں سے ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔ اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ، انھوں نے کہا ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ بے شک ہم فرماں بردار ہیں۔“

وَلَوْشَآءَاللّٰهُ مَااقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ : یعنی انبیاء کے متبعین میں یہ سب دلائل دیکھنے کے بعد ضد وعناد کی وجہ سے اختلاف اور پھر اس اختلاف کی بنا پر آپس کی لڑائی اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیت سے ہے۔ یہاں "ایسا کیوں ہوا" کا جواب ہمارے فہم سے بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک حد تک جو اختیار دیا ہے، پھر اسے بھی اپنے اختیار کے تحت رکھا ہے، اس کی حکمت وہی جانتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تقدیر اللہ تعالیٰ کا ایک بھید ہے جو ہم سے مخفی رکھا گیا ہے، لہٰذا اسے معلوم کرنے کی کوشش کا کوئی فائدہ نہیں، بلکہ مان لینا چاہیے کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی ہے کہ کفر و ایمان میں لوگوں کا اختلاف تو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ کوئی نبی ایسا نہیں جس کی ساری امت ایمان لے آئی ہو، لہٰذا آپ ان کے انکار سے رنجیدہ نہ ہوں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ ۭ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾

"اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔"

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ : اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ اس نے انھیں جو رزق دیا ہے اس میں سے اس کے راستے میں خرچ کریں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [المنافقون : ۱۰] "اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے، پھر وہ کہے اے میرے رب! تو نے مجھے قریب مدت تک مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! (میرے راستے میں) خرچ کر، تجھ پر خرچ کیا جائے گا۔" [بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقة علی الأهل ...... الخ : ۵۳۵۲]

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "خرچ کرتی رہو اور گن گن کر نہ رکھو، ورنہ اللہ بھی تمھیں گن گن کر دے گا اور (مال کو) روک کر نہ رکھو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے (ہاتھ) روک لے گا۔" [مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث علی الإنفاق : ۱۰۲۹۔ بخاری، کتاب الزکاة، باب التحریض علی الصدقة : ۱۴۳۳]

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ : یعنی قیامت کے دن خرید و فروخت نہیں ہوگی، اس دن کوئی روپیا پیسا سے نہ جنت خرید سکتا ہے اور نہ دوزخ سے بچ سکتا ہے۔ اس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہیں آئے گا۔ نیز اس دن اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کی گئی سفارش بھی کام نہیں آئے گی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خِلٰلٌ ﴾ [إبراهيم: ۳۱] ’’میرے بندوں سے جو ایمان لائے ہیں، کہہ دے کہ وہ نماز قائم کریں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا ہے، پوشیدہ اور ظاہر خرچ کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّ لَوِ افْتَدٰى بِهٖ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ [آل عمران: ۹۱] ’’بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، سو ان کے کسی ایک سے زمین بھرنے کے برابر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، خواہ وہ اسے فدیے میں دے۔ یہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔‘‘

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین عملوں کے، صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، یا صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔‘‘ [مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ۱۶۳۱]

وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ : کافروں نے کفر و شرک کر کے اتنا بڑا ظلم کیا کہ اس سے بڑا کوئی ظلم یا گناہ نہیں، انھوں نے کفر کر کے اللہ تعالیٰ کے دائمی عذاب کو مول لیا۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ان لوگوں کو (جہنم میں سے) نکال لو جن کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو، چنانچہ وہ لوگ دوزخ سے نکال لیے جائیں گے۔‘‘ [بخاری، کتاب الإیمان، باب تفاضل أهل الإیمان فی الأعمال : ۲۲]

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زکوۃ کا منکر کافر ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوۃ سے جہاد کیا، جس طرح کفار سے جہاد کیا جاتا ہے۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ۬ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ۚ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ وَ لَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾

’’اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے، نہ اسے کچھ اونگھ پکڑتی ہے اور نہ کوئی نیند، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے، جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرتے مگر

جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سمائے ہوئے ہے اور اسے ان دونوں کی حفاظت نہیں تھکاتی اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے۔‘‘

یہ آیت الکرسی ہے جو قرآن مجید کی تمام آیات سے عظیم آیت ہے اور جس کی بڑی فضیلت صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات جلال، اس کی علو شان اور اس کی قدرت و عظمت پر مبنی نہایت جامع آیت ہے۔ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: ’’اے ابو منذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمھارے پاس کتاب اللہ کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت کون سی ہے؟‘‘ کہتے ہیں میں نے جواب دیا، اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے (دوبارہ) پوچھا: ’’اے ابو منذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمھارے پاس کتاب اللہ کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت کون سی ہے؟‘‘ میں نے کہا: ﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴾ (یعنی آیت الکرسی) تو رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ’’اللہ کی قسم! (تو نے درست کہا) اے ابو منذر! تمھیں علم مبارک ہو۔‘‘ [مسلم، کتاب الصلوة، باب فضل سورة الكهف و آية الكرسى : ۸۱۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے رمضان کی زکوٰۃ (صدقۂ فطر) کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا تو رات کو ایک آنے والا آیا اور اس نے (اپنے کپڑے میں) کھانے والی چیزیں بھرنا شروع کر دیں، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو، میں محتاج، عیال دار اور سخت حاجت مند ہوں۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ابو ہریرہ! اپنے رات کے قیدی کا حال تو سناؤ؟‘‘ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! جب اس نے کہا کہ وہ سخت حاجت مند اور عیال دار ہے تو میں نے رحم کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا۔‘‘ اب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ واقعی دوبارہ آئے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر دے دی تھی کہ وہ دوبارہ آئے گا، سو میں چوکنا رہا، چنانچہ وہ آیا اور اس نے (اپنے کپڑے میں) خوراک ڈالنا شروع کر دی۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ کہنے لگا، مجھے چھوڑ دو، میں بہت محتاج ہوں اور مجھ پر اہل و عیال کی ذمہ داری کا بوجھ ہے، اب میں آئندہ نہیں آؤں گا۔ میں نے رحم کھاتے ہوئے اسے پھر چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ابو ہریرہ! اپنے رات کے قیدی کا حال سناؤ؟‘‘ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اس نے سخت حاجت اور اہل و عیال کی ذمہ داری کے بوجھ کا ذکر کیا تو میں نے ترس کھاتے ہوئے اسے پھر چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: ’’اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے، وہ پھر آئے گا۔‘‘ میں نے تیسری بار اس کی گھات لگائی تو وہ پھر آیا اور اس نے (اپنے کپڑے میں) کھانے کی اشیاء ڈالنا شروع کر دیں۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا، اب میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ بس یہ تیسری اور آخری دفعہ ہے، تو روز کہتا ہے کہ اب نہیں آئے گا لیکن وعدہ کرنے کے باوجود پھر

آ جاتا ہے۔ اس نے کہا، مجھے چھوڑ دو، میں تمھیں کچھ ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ تمھیں نفع دے گا۔ میں نے کہا، وہ کیا کلمات ہیں؟ کہنے لگا، جب بستر پر آؤ تو آیت الکرسی ﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴾ سے لے کر آیت کے آخر تک پڑھ لیا کرو تو ساری رات اللہ کی طرف سے ایک محافظ تمھاری حفاظت کرتا رہے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمھارے قریب نہ آ سکے گا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے رات کے قیدی کا حال سناؤ؟'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے کچھ ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے گا تو (یہ سن کر) میں نے اسے پھر چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: ''وہ کلمات کیا ہیں؟'' میں نے عرض کی، اس نے مجھ سے کہا کہ جب بستر پر آؤ تو اول سے آخر تک مکمل آیت الکرسی پڑھ لیا کرو تو اس سے ساری رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ تمھاری حفاظت کرے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمھارے قریب نہ آ سکے گا۔ اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیر و بھلائی کے سیکھنے کے حد درجہ شائق تھے۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس نے تم سے بات تو سچی کی ہے، حالانکہ وہ خود جھوٹا ہے، اے ابو ہریرہ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ تم تین راتیں کس سے باتیں کرتے رہے ہو؟'' میں نے عرض کی، نہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بتایا: ''وہ شیطان تھا۔'' [بخاری، کتاب الوکالۃ، باب إذا وکل رجلاً فترك الوکیل شیئًا...... الخ : ۲۳۱۱، ۵۰۱۰]

اس حدیث سے آیت الکرسی کی فضیلت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کا نام آیت الکرسی ہونے کی تصدیق بھی معلوم ہوئی۔

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے اسے جنت میں داخلے سے سوائے موت کے کوئی چیز نہیں روکتی۔'' مطلب یہ ہے کہ آیت الکرسی پڑھنے والا موت کے بعد سیدھا جنت میں جائے گا۔ [عمل الیوم واللیلۃ للنسائی : ۱۰۰]

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ : اللہ تعالیٰ نے الوہیت کو صرف اپنے ساتھ مخصوص کر لیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴾ [البقرۃ : ۱۶۳] ''اور تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۹] ''کیا بے شک تم واقعی گواہی دیتے ہو کہ بے شک اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں؟ کہہ دے میں (یہ) گواہی نہیں دیتا، کہہ دے وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک ٹھہراتے ہو۔''

اَلْحَیُّ : وہ ''اَلْحَیُّ'' ہے، یعنی وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، نہ اس کی کوئی ابتدا ہے اور نہ کوئی انتہا۔ اس کے سوا

کسی ہستی میں یہ خوبی نہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ [المؤمن : ٦٥] ’’وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔‘‘

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔‘‘ [بخاری، کتاب التوحید، باب ﴿ وكان عرشه على الماء ﴾ …… الخ : ۷٤۱۸]

اس کے سوا جس کی عبادت بھی کی جاتی ہے وہ نہ ہمیشہ سے ہے نہ ہمیشہ رہے گا۔ یعنی اللہ رب العزت کے سوا ہر چیز کو فنا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ » ’’(اے اللہ!) میں تیری عزت کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، تو وہ ہے کہ جس کو موت نہیں اور جن و انس فنا ہو جائیں گے۔‘‘ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالى: ﴿ وهو العزيز الحكيم ﴾ …… الخ : ۷۳۸۳]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِيْ اَنْتَ الْحَيُّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ » ’’اے اللہ! میں تیرے ہی لیے اسلام لاتا ہوں، تجھی پر ایمان لاتا ہوں، تجھی پر بھروسا کرتا ہوں، تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے لڑتا ہوں، اے اللہ! تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں، میں تیری عزت کی پناہ طلب کرتا ہوں، اس بات سے کہ تو مجھے گمراہ کر دے، تو ہی ’حی‘ ہے یعنی جس کو موت نہیں آتی، جبکہ جنات اور انسان مرتے ہیں۔‘‘ [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الأدعیة : ۲۷۱۷]

اَلْقَيُّوْمُ : ’’اَلْقَيُّوْمُ‘‘ یعنی وہ کسی سہارے کے بغیر خود قائم ہے اور دوسروں کو قائم رکھنے والا تھامنے والا ہے۔ انسان جو ﴿ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴾ کا دعویٰ کر بیٹھتا ہے، ایک لحہ اللہ تعالیٰ کے تھامنے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ خود اس کے دل کی دھڑکن، سانس کی آمد و رفت، پیشاب پاخانے کا نظام، خون کی گردش، نیند اور بیداری حتیٰ کہ زندگی اور موت کچھ بھی اس کے ہاتھ میں نہیں۔ دوسروں کو وہ کیا تھامے گا؟ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، آپ پر آنے والی تکلیفیں، زخمی ہونا، گھوڑے سے گر کر موچ آنا، بیمار ہونا، بھوک پیاس، غرض پوری زندگی اس کی شاہد ہے۔ پھر اتنی وسیع کائنات اور لاتعداد مخلوق کو اللہ کے سوا کون ہے جو تھامے ہوئے ہے کہ اسے مشکل کشا، داتا اور دستگیر یا جھولی بھرنے والا سمجھا جائے؟

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ : یعنی اللہ تعالیٰ کو ذرا برابر اونگھ یا نیند اپنی گرفت میں نہیں لے سکتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عیوب سے تقدیس ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اونگھ یا نیند آ جائے تو نظام کائنات کیسے چل سکتا ہے۔ اونگھ یا نیند ایک قسم کی غفلت ہے۔ اللہ تعالیٰ غفلت سے پاک ہے، وہ ہر وقت نگران ہے، کسی وقت غافل نہیں ہوتا۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر پانچ باتیں بیان فرمائیں: ’’اللہ تعالیٰ نہیں سوتا اور نہ اس کے شایانِ شان

ہے کہ سوئے، وہ میزان کو جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے، رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے اس کے پاس پہنچا دیا جاتا ہے، اس کا حجاب نور ہے (ابوبکر کی روایت کے مطابق نار ہے)، اگر وہ اپنے حجاب کو دور ہٹا دے تو اس کے چہرے کے انوار و تجلیات سے مخلوق میں سے ہر وہ چیز جل کر راکھ ہو جائے جس پر اس کی نظر پڑے۔''
[مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قولہ: ﷺ أن الله لا ینام ...... الخ : ۱۷۹]

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ : آسمانوں اور زمین کی تمام اشیا کا وہ واحد مالک ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [مریم : ۹۳ تا ۹۵] ''آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ﴾ [البقرۃ : ۲۸٤] ''اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے۔''

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ : یعنی بغیر اجازت کے کوئی سفارش نہیں کر سکتا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْضٰى ﴾ [النجم : ۲٦] ''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر اس کے بعد کہ اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور (جسے) پسند کرے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ﴾ [یونس : ۳] ''کوئی سفارش کرنے والا نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں عرش کے نیچے آ کر سجدہ ریز ہو جاؤں گا، جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، مجھے حالت سجدہ میں رکھے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو، تمھاری بات سنی جائے گی، سوال کرو، تمھیں عطا کیا جائے گا، سفارش کرو، تمھاری سفارش قبول ہو گی۔ چنانچہ میں سفارش کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی اور میں اس کے مطابق لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔''
[بخاری، کتاب التفسیر، باب ذریة من حملنا مع نوح : ٤٧١٢۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنی أهل الجنة منزلة فیها : ۱۹٤]

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ : وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ سامنے سے مراد حاضر چیزیں اور پیچھے سے مراد غائب چیزیں ہیں۔ اس میں ماضی، حال اور استقبال سب کا علم آ گیا۔ اس کے سوا کسی ہستی میں یہ صفت موجود نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٥] ''کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں

رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔"

جب اللہ تعالیٰ ہمارے اور پوری کائنات کے تمام گزشتہ، موجودہ اور آئندہ حالات سے واقف ہے، تو عبادت بھی اسی کا حق ہے۔

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ : یعنی کوئی شخص اللہ کے علم یعنی معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتا مگر جتنا وہ چاہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢٦﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿٢٧﴾ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا﴾ [الجن : ٢٦ تا ٢٨] "(وہ) غیب کو جاننے والا ہے، پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر کوئی رسول، جسے وہ پسند کرلے تو بے شک وہ اس کے آگے اور اس کے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے۔ تاکہ جان لے کہ بے شک انھوں نے واقعی اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے ہیں اور اس نے ان تمام چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے جو ان کے پاس ہیں اور ہر چیز کو گن کر شمار کر رکھا ہے۔"

سیدنا موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ ایک چڑیا نے سمندر میں ایک یا دو ٹھونگے مارے، تو خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرے علم اور آپ کے علم نے اللہ کے علم سے کم نہیں کیا مگر جتنا اس چڑیا کے ٹھونگے نے سمندر سے کیا ہے۔ [بخاری، کتاب العلم : باب ما یستحب للعالم، ......الخ : ۱۲۲۰]

اب خود سوچ لو کہ عبادت کے لائق اللہ تعالیٰ ہے یا یہ بے بس مخلوق۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ : کرسی کا معنی سب لوگوں کے ہاں معروف ہے، یعنی وہ چیز جس پر بیٹھا جائے۔ سلف صالحین کے نزدیک اس کا معنی کرسی ہی ہے۔ ان کے مطابق اللہ تعالیٰ کی کرسی موجود ہے۔ ہمارا اس کے وجود پر ایمان ہے، اگرچہ ہم نہیں جانتے کہ وہ کیسی ہے؟ کیونکہ یہ انسان کے بس کی بات نہیں، البتہ قرآن میں جو آیا ہے اس کے مطابق اللہ عز وجل کی کرسی آسمان و زمین سے زیادہ وسیع ہے۔ اس پر ہمارا ایمان ہے اور آیت میں یہ جملہ توحید کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کرسی کی وسعت اس کے ایک معبود ہونے کی دلیل ہے۔

وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا : آسمان و زمین اور ان دونوں میں پائی جانے والی تمام مخلوقات و موجودات کی حفاظت اور ان کی دیکھ بھال اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں، ہر چیز اس کے سامنے حقیر و ذلیل ہے۔ ہر چیز اس کی محتاج ہے اور وہ بے نیاز ہے۔

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ : بلندی اور عظمت اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، مخلوق اللہ تعالیٰ کی بلندی اور عظمت کے مقابلے میں کچھ حیثیت ہی نہیں رکھتی، اس لیے عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾

''دین میں کوئی زبردستی نہیں، بلاشبہ ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہو چکی، پھر جو کوئی باطل معبود کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا، جسے کسی صورت ٹوٹنا نہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

یہ آیت کریمہ دین اسلام کے کامل ہونے کی دلیل ہے اور اس میں اس بات کا بیان ہے کہ دین اسلام کی صداقت کے دلائل و براہین واضح ہیں، اس لیے ضرورت ہی نہیں کہ کسی کو اس میں داخل ہونے پر مجبور کیا جائے۔ اگر کوئی شخص اس میں داخل ہوتا ہے تو یہ اس کی خوش نصیبی ہے کہ اللہ نے اسے حق قبول کرنے کی توفیق دی اور اگر وہ کفر کی راہ اختیار کرتا ہے تو گویا اللہ نے اس کے دل کی روشنی چھین لی اور اس کی آنکھ اور کان پر مہر لگا دی۔ اب اگر ایسے آدمی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور بھی کیا جائے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، کیونکہ حق قبول کرنے کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں۔ آگے فرمایا کہ دین اسلام آنے کے بعد لوگ دو جماعتوں میں بٹ گئے۔ ایک جماعت نے اسلام قبول کیا اور طاغوت کا انکار کیا تو اس نے دین کی اصل اور بنیاد کو مضبوطی سے تھام لیا اور دوسرے لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور طاغوتی طاقتوں سے رشتہ استوار کیا تو وہ ہلاک ہو گئے۔

تاریخ شاہد ہے کہ مجاہدین اسلام نے جب بھی کوئی شہر یا علاقہ فتح کیا تو وہاں کے لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا، بلکہ انھیں اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے دین پر رہیں اور جزیہ دیں، اسلامی حکومت ان کی حفاظت کرے گی۔ جہاد سے متعلق آیات کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ اسلامی حکومت کو دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے محفوظ کر دیا جائے، اللہ کا دین غالب ہو، شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہو اور کسی دشمن کی طرف سے خطرہ ہو تو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے دفاع میں پیش قدمی کی جائے۔ اس لیے بعض لوگوں کا یہ خیال کہ یہ آیت آیاتِ جہاد کے ذریعے منسوخ ہے، صحیح نہیں۔

اسی طرح مرتد کا قتل بھی اس آیت کے خلاف نہیں ہے، اس لیے کہ اسلام میں داخل ہونے پر کسی کو مجبور نہیں کیا جاتا، لیکن جب ایک شخص اپنی مرضی سے اس میں داخل ہو گیا تو اگر وہ چوری کرے گا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اگر شادی شدہ ہو کر زنا کرے گا تو اسے رجم کر دیا جائے گا، تاکہ مسلم معاشرہ کو اس کی اور اس جیسوں کی انارکیوں اور شر و فساد سے بچایا جائے۔ اسی طرح حاکم وقت کا یہ فرض ہے کہ اگر کوئی شخص دوبارہ کفر کو قبول کر لے تو اسے قتل کر دے، تاکہ مسلم معاشرہ کو مذہبی انتشار سے بچایا جائے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں (اسلام قبول کرنے سے پہلے انصار میں سے) اگر کسی عورت کے بچے زندہ نہ رہتے تو وہ یہ نذر مان لیتی تھی کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہا تو وہ اس کو یہودی بنا دے گی۔ پھر جب بنو نضیر (کے یہود) کو جلاوطن کیا گیا تو ان میں انصار کے کئی لڑکے بھی تھے۔ انصار نے کہا، ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے (ہم ان کو زبردستی مسلمان بنائیں گے) اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ۫ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب في الأسير يكره على الإسلام : ۲٦۸۲]

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ : ”طاغوت“ سے مراد کسی چیز کا اپنی حد سے آگے بڑھ جانا ہے۔ تمام باطل معبود طاغوت ہیں، کیونکہ انھیں حد سے بڑھا کر اللہ تعالیٰ کے برابر کر دیا گیا۔ شیطان کو بھی اسی لیے طاغوت کہتے ہیں۔ جو شخص لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنی بندگی اور اطاعت کرواتا ہے وہ بھی طاغوت ہے۔

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى : سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک باغ میں ہوں، باغ کے وسط میں ایک ستون ہے اور اس ستون کے اوپر والے حصہ پر ایک حلقہ ہے۔ کسی نے مجھ سے کہا اس پر چڑھو۔ میں نے کہا، میں نہیں چڑھ سکتا۔ اتنے میں ایک خادم آیا، اس نے میرے کپڑے اٹھائے تو میں اس ستون پر چڑھ گیا اور اس حلقہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ جب میں جاگا تو اس وقت تک میں اس حلقہ کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا۔ میں نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: ”وہ باغ اسلام ہے، وہ ستون اسلام کا ستون ہے اور وہ حلقہ ”العروۃ الوثقی“ یعنی مضبوط کڑا ہے اور اے عبد اللہ! تم اسلام کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے یہاں تک کہ تمھیں موت آ جائے۔“ [بخاري، كتاب التعبير، باب التعليق بالعروة والحلقة : ۷۰۱٤]

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڛ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِيٰٓـــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۵۷ ع

”اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ انھیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لاتے ہیں۔ یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

”ظلمات“ سے گمراہیاں اور ”نور“ سے ہدایت مراد ہے۔ قرآن مجید میں ”ظلمات“ ہر جگہ جمع کے صیغہ میں استعمال ہوا ہے اور ”نور“ ہر جگہ واحد کے صیغہ میں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ گمراہی تو کئی قسم کی ہو سکتی ہے لیکن ہدایت کئی قسم کی نہیں ہو سکتی، وہ ایک ہی ہوتی ہے اور وہ صرف وحی ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ شیطانی راستے تو

بہت سے ہو سکتے ہیں لیکن اللہ کا راستہ صرف ایک ہے اور وہ صراط مستقیم ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۳] ''اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ڛ قَدْ جَاۗءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [المائدۃ: ۱۵، ۱٦] ''اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے ان میں سے بہت سی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے، جو تم کتاب میں سے چھپایا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔ بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔ جس کے ساتھ اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیچھے چلیں، سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے اور انھیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انھیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔''

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَاۗجَّ اِبْرٰھٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ۭ قَالَ اِبْرٰھٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾

''کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، اس لیے کہ اللہ نے اسے حکومت دی تھی، جب ابراہیم نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے، اس نے کہا میں زندگی بخشتا اور موت دیتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا پھر اللہ تو سورج کو مشرق سے لاتا ہے، پس تو اسے مغرب سے لے آ، تو وہ جس نے کفر کیا تھا حیرت زدہ رہ گیا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

یہ شخص جس نے ابراہیم علیہ السلام سے رب تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کیا تھا، بابل کا بادشاہ نمرود بن کنعان تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے جب اس بادشاہ کے رب ہونے سے انکار کیا تو اس نے پوچھا، تمھارا رب کون ہے؟ آپ نے فرمایا، میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اس نے کہا، میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم میں اتنی قوت ہے کہ سب کو پیدا تم ہی کرتے اور تم ہی مارتے ہو تو اس کے مقابلے میں ایک معمولی سا کام کر کے دکھاؤ کہ اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے، جب سارا اختیار تمھارے پاس ہے تو سورج کو مغرب سے طلوع کر کے دکھا دو۔ اس

پر وہ بے ایمان حیرت زدہ ہو کر بالکل لا جواب ہو گیا۔

اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ : یعنی اس بادشاہ کو جو سلطنت دی تھی وہ اللہ نے دی تھی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جس کو بادشاہت ملتی ہے اس کا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [آل عمران : ۲۶] ''کہہ دے! اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ہر بھلائی ہے، بے شک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾

''یا اس شخص کی طرح جو ایک بستی پر گزرا اور وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی، اس نے کہا اللہ اس کو اس کے مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے اسے سو (۱۰۰) سال تک موت دے دی، پھر اسے زندہ کیا، فرمایا تو کتنی دیر رہا ہے؟ اس نے کہا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہا ہوں۔ فرمایا بلکہ تو سو (۱۰۰) سال رہا ہے، سو اپنے کھانے اور اپنے پینے کی چیزیں دیکھ کہ بگڑی نہیں اور اپنے گدھے کو دیکھ اور تاکہ ہم تجھے لوگوں کے لیے ایک نشانی بنائیں اور ہڈیوں کو دیکھ ہم انھیں کیسے اٹھا کر جوڑتے ہیں، پھر ان کو گوشت پہناتے ہیں۔ پھر جب اس کے لیے خوب واضح ہو گیا تو اس نے کہا میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

پہلے قصے سے کائنات کو بنانے والے کا ایک ہونا (توحید) مقصود تھا۔ اس قصے اور اس کے بعد والے قصے سے حشر و نشر ثابت کرنا مقصود ہے۔ اس آیت میں مذکور بزرگ کے متعلق رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح سند کے ساتھ کوئی ذکر نہیں ملتا کہ وہ کون تھا۔ البتہ یہ بات یقینی ہے کہ وہ اللہ کے نبی تھے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ان سے پوچھنا اور پھر اصل مدت بتانا ہے، تفصیل اس واقعے کی اس طرح ہے کہ یہ بزرگ اپنے گدھے پر اپنے کھانے پینے کے سامان کے ساتھ کہیں چلے جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں وہ کسی ویران و تباہ شدہ بستی کے پاس سے گزرے۔ اس نے بستی کے

مکانات کو دیکھا کہ تمام مکانات الٹے پڑے ہیں اور بستی میں کہیں زندگی کے آثار نہیں پائے جاتے۔ یہ دیکھ کر اسے تعجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کے لوگوں کو کس طرح زندہ کرے گا، لوگوں کے جسموں کا نام ونشان باقی نہیں رہا، مٹی میں مل کر سب مٹی ہو گئے ہیں، آخر جب پیدا کیے جائیں گے تو اس کا طریقہ کار کیا ہو گا، ان کی پیدائش کن کن مراحل سے گزرے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کو موت دے دی، پھر سو سال کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا کہ تم کتنا عرصہ مردہ رہے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں تم سو سال مردہ رہے ہو۔ اچھا اب ہماری قدرت کی نشانیاں دیکھو، ایک تو یہ کہ سو سال گزرنے کے بعد بھی تمھارے کھانے اور پینے کی چیزیں بدستور ویسی ہی ہیں، گلی سڑی نہیں۔ دوسرے یہ کہ تمھارا گدھا تمھارے سامنے زندہ ہو گا۔ تم دیکھتے رہو کہ کس طرح ہم اس کی بکھری ہوئی ہڈیوں کو اٹھا کر ایک دوسرے پر رکھتے ہیں، پھر کس طرح ان کو جوڑتے ہیں اور کس طرح ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، پھر جب یہ سب کچھ ان کے سامنے ہوا اور انھوں نے زندہ ہونے کے طریق کار کا مشاہدہ کر لیا تو کہنے لگے، میں جانتا ہوں یعنی مجھے پہلے بھی علم تھا، لیکن اب عین الیقین ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کے لیے مردہ بستی کو دوبارہ زندہ کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾ ع

''اور جب ابراہیم نے کہا، اے میرے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ فرمایا اور کیا تو نے یقین نہیں کیا؟ کہا کیوں نہیں اور لیکن اس لیے کہ میرا دل پوری تسلی حاصل کر لے۔ فرمایا پھر چار پرندے پکڑ اور انھیں اپنے ساتھ مانوس کر لے، پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک حصہ رکھ دے، پھر انھیں بلا، دوڑتے ہوئے تیرے پاس آ جائیں گے اور جان لے کہ بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

مرنے کے بعد زندہ ہونے کے متعلق ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے اللہ! میں اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کیا اس حقیقت پر تمھارا ایمان نہیں ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے رب! میرا ایمان ہے کہ تو مردوں کو زندہ کرے گا اور انھیں نیکی اور بدی کا بدلہ دے گا، لیکن اس حقیقت کے بارے میں عین الیقین کا درجہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چار پرندوں کو پکڑ کر انھیں اپنے ساتھ مانوس کرو، پھر انھیں ذبح کر کے ان کے مختلف اعضا کو مختلف پہاڑوں پر رکھ دو، پھر انھیں بلاؤ اور وہ تمھارے پاس اڑتے چلے آئیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور وہ سب اڑتے ہوئے ان کے پاس آ گئے۔

اکثر اہل علم کا خیال ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس کے بارے میں شبہ نہیں تھا کہ اللہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے، بلکہ ان کا مقصود یہ تھا کہ قدرتِ الٰہیہ کا مظاہرہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر مزید سکونِ قلب اور عین الیقین حاصل کریں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی آنکھوں سے معاملہ دیکھنے والا اور صرف خبر سننے والا (بلحاظ اطمینان) برابر نہیں ہوتے۔'' [ابن حبان : ٦٢١٣، ٦٢١٤۔ مستدرك حاكم : ٣٢١/٢، ح : ٣٢٥٠۔ مسند أحمد : ٢٧١/١، ح : ٢٤٤٧]

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ابراہیم علیہ السلام شک میں مبتلا ہوتے تو ہم لوگ اس کے زیادہ قریب تھے اور جب ہم شبہ نہیں کرتے ہیں تو ابراہیم علیہ السلام کیسے شبہ کر سکتے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم ابراہیم علیہ السلام کی نسبت شک کے زیادہ حق دار ہیں۔ جب انھوں نے کہا: ﴿ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ﴾ [البقرۃ : ٢٦٠] ''اے میرے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ فرمایا اور کیا تو نے یقین نہیں کیا؟ کہا کیوں نہیں اور لیکن اس لیے کہ میرا دل پوری تسلی حاصل کر لے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ وإذ قال إبراهيم رب أرني كيف تحي الموتٰى ﴾ : ٤٥٣٧]

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾

''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اس مثال کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھانا چاہا ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے میں اس کی رضا کے حصول کے لیے خرچ کرے تو اسے دوگنا چوگنا اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے، کیونکہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک عطا کیا جاتا ہے۔ جس طرح ایک دانہ بونے سے سات سو دانے پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک چیز دینے سے سات سو چیزوں کے دینے کا ثواب ملتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ ثواب کو کئی گنا کر دیتا ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ﴾ [البقرۃ : ٢٤٥] ''کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، پس وہ اسے اس کے لیے بہت زیادہ گنا بڑھا دے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الحديد : ١٨] ''بلاشبہ صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جنھوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا، انھیں کئی گنا دیا جائے گا اور ان کے لیے باعزت اجر ہے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اللہ کے راستے میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کیا تو اسے جنت کے دروازے سے بلایا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے! ادھر آ، یہ دروازہ بہتر ہے۔ پس جو نمازی ہوا تو اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو مجاہد ہوا تو اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا، جو صدقہ دینے والوں میں سے ہوا تو اسے صدقہ کے باب سے بلایا جائے گا، جو روزہ داروں سے ہوا اسے باب الریان سے پکارا جائے گا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! اگر کوئی ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازے سے بھی بلایا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں، لیکن کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہوگا کہ جسے جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ فرمایا: ''ہاں، اور مجھے امید ہے کہ اے ابوبکر! تو انھی میں سے ہوگا۔'' [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، بابٌ : ٣٦٦٦۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل من ضم إلی الصدقة غیرها من أنواع البر : ١٠٢٧]

سیدنا خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کی راہ (جہاد) میں کوئی نفقہ دے تو اس کا اجر سات سو گنا (تک) لکھا جائے گا۔'' [ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل النفقة فی سبیل الله : ١٦٢٥۔ نسائی، کتاب الجهاد، باب النفقة فی سبیل الله : ٣١٨٨۔ مستدرك حاکم : ٨٧/٢، ح : ٢٤٤١]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''افضل دینار جسے کوئی آدمی خرچ کرتا ہے، وہ ہے جو وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور وہ دینار جو اللہ کے راستے میں اپنی سواری پر خرچ کرے اور وہ جو اللہ کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔'' [مسلم، کتاب الزکوة، باب فضل النفقة علی العیال والمملوك : ٩٩٤]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ صرف پاک مال قبول فرماتا ہے، تو جس نے پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ دیا تو اللہ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتا ہے، پھر اس کی اس طرح نشوونما کرتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ چیز پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔'' [بخاری، کتاب الزکوة ، باب لا یقبل الله صدقة من غلول : ١٤١٠۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب : ١٠١٤]

سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص ایک اونٹنی لے کر آیا جس کو لگام ڈالی ہوئی تھی، اس نے کہا یہ اللہ کے راستہ میں صدقہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم کو اس کے بدلے میں سات سو اونٹنیاں ملیں گی، جن میں سے ہر ایک لگام ڈالی ہوئی ہوگی۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الصدقة فی سبیل الله وتضعیفها : ١٨٩٢]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابن آدم کے ہر عمل کو اس طرح بڑھا دیا جاتا ہے کہ ایک نیکی کا دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ثواب ملتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام : ١١٥١]

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَاۤ اَذًى ؕ وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾

”جولوگ اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، پھر انھوں نے جو خرچ کیا اس کے پیچھے نہ کسی طرح کا احسان جتلانا لگاتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف پہنچانا، ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اچھی بات اور معاف کر دینا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے کسی طرح کا تکلیف پہنچانا ہو اور اللہ بہت بے پروا، بے حد بردبار ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو اپنے اموال اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور صدقہ وخیرات کرنے کے بعد اس شخص پر کوئی احسان نہیں جتلاتے جسے انھوں نے دیا ہو۔ الغرض وہ کسی بھی قول یا فعل کے ساتھ احسان نہیں جتلاتے تو اللہ تعالیٰ ان کو اجر خاص عطا فرمائے گا اور نہ انھیں مستقبل کا خوف لاحق ہوگا اور نہ ماضی کا غم۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ اگر صدقہ نہیں کر سکتا تو اچھے الفاظ کے ساتھ معذرت کر لے اور سائل کے اصرار اور بدتمیزی پر غصے ہونے کی بجائے معافی اور درگزر سے کام لے اور سوچ لے کہ اللہ تعالیٰ کتنا غنی ہے، پھر بھی کتنا بردبار ہے جو ہماری خطاؤں کے باوجود حلم سے کام لیتا ہے۔ ہمیں بھی اسی طرح حلم سے کام لینا چاہیے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَاۤ اَذًى : نرمی سے بات کہنے کے سلسلہ میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۲۸] ”اور اگر کبھی تو ان سے بے توجہی کر ہی لے، اپنے رب کی کسی رحمت کی تلاش کی وجہ سے، جس کی تو امید رکھتا ہو تو ان سے وہ بات کہہ جس میں آسانی ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴾ [النساء : ۸] ”اور جب تقسیم کے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انھیں اس میں سے کچھ دو اور ان سے اچھی بات کہو۔“

صدقہ کر کے احسان جتلانے کی ممانعت کے بارے میں کئی احادیث آئی ہیں، سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روز قیامت نہ کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا، ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا...... ایک اپنے تہ بند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، دوسرا صدقہ دے کر احسان جتلانے والا اور تیسرا اپنے سودے کو جھوٹی قسم کے ساتھ بیچنے والا۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار ...... الخ : ۱۰۶]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انسانوں پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں دو

فرشتے نہ اترتے ہوں، ان میں سے ایک فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! جس نے تیری راہ میں خرچ کیا تو اسے اچھا بدلہ عطا کر اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! ہاتھ روک لینے والے کا مال تلف کر۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ تعالی : ﴿ فأما من أعطى و اتقى ﴾ : ۱٤٤۲۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی المنفق و الممسك : ۱۰۱۰]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم کسی بھی معروف (نیکی) کو حقیر مت سمجھو، اگرچہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء : ۲٦۲٦]

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ : سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور پچھلے، جن و انس ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں، پھر مجھ سے مانگنا شروع کر دیں اور میں ہر انسان (اور جن) کو اس کی مانگی ہوئی چیز دے دوں تو جو خزانے میرے پاس ہیں ان میں کوئی کمی نہیں آئے گی، مگر اتنی جتنی سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے (سمندر کے پانی میں) کمی آتی ہے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم: ۲۵۷۷]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲٦٤﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقے احسان رکھنے اور تکلیف پہنچانے سے برباد مت کرو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر اس پر ایک زور دار بارش برسے، پس اسے ایک سخت چٹان کی صورت چھوڑ جائے۔ وہ اس میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں پائیں گے جو انھوں نے کمایا اور اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

یعنی کسی کو صدقہ دینے کے بعد اس پر احسان جتلا کر یا اسے تکلیف دے کر اس منافق کی طرح اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو جو صرف ریا کاری کے جذبہ کے تحت اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اس کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں ہے۔ یہ ریا کار بظاہر اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتا نظر آتا ہے، جبکہ حقیقت میں وہ صدقہ اس مٹی کی طرح ہے جو کسی صاف چٹان پر جمی ہوئی ہو اور دیکھنے والا اسے قابل کاشت خیال کرے، لیکن جونہی بارش ہو اس سے تمام مٹی ڈھل جائے اور وہ صاف چٹان کی چٹان رہ جائے۔ اسی طرح ریا کاروں کے عمل ان کے صحیفۂ اعمال سے مٹ جائیں گے اور وہ ان سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکیں گے اور نہ انھیں ان کا کوئی اجر ملے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى : سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمیوں سے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ نہ کلام کرے گا، نہ (رحمت کی نظر سے) انھیں دیکھے گا اور نہ

انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔'' راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کہنے لگے، نامراد ہوئے اور گھاٹے میں رہے، یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا، احسان کر کے احسان جتلانے والا اور اپنا سامان جھوٹی قسم کے ذریعے بیچنے والا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار والمن ...... الخ : ۱۰۶]

كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ : یعنی اپنے صدقات کو احسان اور ایذا سے اس طرح ضائع نہ کرو جس طرح ریاکاری اور دکھاوے سے صدقہ ضائع ہو جاتا ہے، سیدنا جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص سنانے کے لیے عمل کرے گا، اللہ اس کے بدلہ میں (قیامت کے روز اس کی ذلت) سنائے گا اور جو شخص دکھانے کے لیے عمل کرے گا اللہ (قیامت کے روز) اس کے بدلہ میں (اس کی ذلت کو) آشکار کرے گا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة : ٦٤٩٩۔ مسلم، کتاب الزهد، باب تحريم الرياء : ٢٩٨٦]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں تمام شرکا سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں، جو شخص ایسا عمل کرے جس میں میرے ساتھ میرے علاوہ کسی اور کو شریک کرے تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب تحريم الرياء : ٢٩٨٥]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن جس شخص کا سب سے پہلے فیصلہ ہوگا وہ ایسا شخص ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کا مال دیا ہوگا، وہ اللہ کے پاس لایا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنی تمام نعمتیں دکھائے گا، وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے یہ مال کہاں خرچ کیا؟ وہ کہے گا، ایسی کوئی مد جس میں خرچ کرنا تجھے پسند تھا، میں نے نہیں چھوڑی کہ اس میں تیری رضا کے لیے خرچ نہ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے تو اس لیے خرچ کیا کہ تجھے سخی کہا جائے، سو تجھے سخی کہا گیا (تجھے بدلہ مل گیا) پھر حکم دیا جائے گا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب من قاتل للرياء والسمعة : ١٩٠٥]

وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَیْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ یُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۲۶۵﴾

''اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے دلوں کو ثابت رکھتے ہوئے خرچ کرتے ہیں، اس باغ کی مثال جیسی ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو، جس پر ایک زوردار بارش برسے تو وہ اپنا پھل دوگنا دے، پس اگر اس پر زور کی بارش نہ برسے تو کچھ شبنم۔ اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے خوب دیکھنے والا ہے۔''

یہ ریا کاروں کے مقابلہ میں مخلص مومنوں کی دوسری مثال ہے، یعنی جو لوگ محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرتے ہیں اور دل کے اس اطمینان کے ساتھ خرچ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس کا وافر اجر عطا فرمائے گا اور ان کا عمل ضائع نہیں ہوگا، ان کے خرچ کرنے کی مثال اس باغ کی سی ہے جو کسی پر فضا اور بلند مقام پر ہو، اگر اس پر زور کی بارش ہو تو دوسرے باغوں سے دگنا پھل دے اور اگر زور کی بارش نہ بھی ہو تو ہلکی بارش، یا پھر شبنم ہی کافی رہے۔ اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو باغ سے، خلوص نیت کو باغ کے محل وقوع اور زرخیزی سے اور مال کی زیادتی اور کمی کو بارش اور شبنم سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح باغ کے محل وقوع اور زرخیزی کی وجہ سے بارش کی زیادتی اور کمی کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا ہر حال میں پھل پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح انسان کے خلوص نیت کی وجہ سے مال کی کثرت و قلت کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، مال کی کثرت ہو یا قلت انسان ثواب سے کسی حالت میں بھی محروم نہیں رہتا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [التوبة : ١٢١] ”اور نہ وہ خرچ کرتے ہیں کوئی چھوٹا خرچ اور نہ کوئی بڑا اور نہ کوئی وادی طے کرتے ہیں، مگر وہ ان کے لیے لکھ لیا جاتا ہے، تاکہ اللہ انھیں اس عمل کی بہترین جزا دے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آگ سے بچو! اگرچہ آدھی کھجور ہی کا صدقہ دے کر۔“ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ ...... الخ : ١٤١٧۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ : ١٠١٦]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر شخص قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا، یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔“ [مسند أحمد : ٤/١٤٧، ١٤٨، ح : ١٧٤٦٦۔ ابن حبان : ٣٣١٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سات آدمی ایسے ہیں کہ اللہ اس روز انھیں اپنے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا، جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا: ① انصاف کرنے والے حکمران۔ ② ایسا نوجوان جس نے اپنے رب کی عبادت میں نشوونما پائی۔ ③ ایسا آدمی کہ اس کا دل مسجدوں میں اٹکا رہتا ہے۔ ④ ایسے دو آدمی جو آپس میں محض اللہ کی خوشنودی کے لیے محبت کرتے ہیں، اسی پر ملتے اور اسی پر جدا ہوتے ہیں۔ ⑤ ایسا آدمی کہ اسے کسی عزت دار اور خوبصورت و حسین عورت نے بدکاری کی دعوت دی، مگر اس نے (دعوت رد کرتے ہوئے) کہا کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ ⑥ ایسا آدمی کہ اس نے صدقہ اس قدر چھپا کر کیا کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی بے خبر رہا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ⑦ اور ایسا آدمی کہ جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہ پڑے۔“

[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ بالیمین : ١٤٢٣۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل إخفاء الصدقۃ : ١٠٣١]

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۠۝۲۶۶

''کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو، جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں، اس کے لیے اس میں ہر قسم کے کچھ نہ کچھ پھل ہوں اور اسے بڑھاپا آ پہنچے اور اس کے کمزور بچے ہوں، پھر اسے ایک بگولا آ پہنچے، جس میں ایک آگ ہو تو وہ بالکل جل جائے۔ اسی طرح اللہ تمھارے لیے کھول کر آیات بیان کرتا ہے، تاکہ تم سوچو۔''

ریا کاری کے نقصانات کو واضح کرنے اور اس سے بچنے کے لیے مزید مثال دی جا رہی ہے کہ جس طرح ایک شخص کا باغ ہو، اس میں ہر طرح کے پھل ہوں (یعنی اس سے بھرپور آمدنی کی امید ہو) وہ شخص بوڑھا ہو جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں (یعنی وہ خود بھی ضعف پیری کی وجہ سے محنت و مشقت سے عاجز آ چکا ہو اور اولاد بھی اس کے بڑھاپے کا سہارا تو کیا، خود اپنے بوجھ اٹھانے کے قابل بھی نہ ہو)، اس حالت میں تیز و تند ہوائیں چلیں اور اس کا سارا باغ جل جائے۔ اب نہ وہ خود دوبارہ اس باغ کو آباد کرنے کے قابل رہا نہ اس کی اولاد۔ یہی حال ان ریا کار خرچ کرنے والوں کا قیامت کے دن ہوگا کہ نفاق و ریا کاری کی وجہ سے ان کے سارے اعمال اکارت چلے جائیں گے، جب کہ وہاں نیکیوں کی شدید ضرورت ہوگی اور دوبارہ اعمال خیر کرنے کی مہلت و فرصت نہیں ہوگی۔ اللہ فرماتا ہے کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمھارا یہی حال ہو؟

سیدنا عبداللہ بن عباس اور عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تمھاری رائے میں یہ آیت: ﴿ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ﴾ ''کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو'' کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ تو انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس جواب سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے اور انھوں نے فرمایا کہ یہ کہو کہ ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے، امیر المومنین! اس کے بارے میں میرے دل میں ایک بات ہے۔ آپ نے فرمایا، کہو اے بھتیجے! اور اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، یہ ایک عمل کی مثال بیان کی گئی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیسے عمل کی؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کسی بھی (نیک) عمل کی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ مثال اس دولت مند شخص کے عمل کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق عمل کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس شیطان کو بھیج دیتا ہے تو وہ گناہ اور برے کام کرنے لگ جاتا ہے، حتیٰ کہ اپنے سارے اعمال ضائع کر بیٹھتا ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿ أيود أحدكم أن تكون له جنة ...... الخ ﴾ ٤٥٣٨]

سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ لوگوں کی نگاہ میں جنتیوں کے سے عمل کرتا ہے، حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے اور بعض دفعہ بندہ لوگوں کی نگاہ میں دوزخیوں کے سے عمل کرتا ہے، حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے، اعمال کا دارومدار آخری وقت کے اعمال پر ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الأعمال بالخواتيم وما يخاف منها : ٦٤٩٣۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه : ١١٢]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَ لَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالی ہیں اور اس میں سے گندی چیز کا ارادہ نہ کرو، جسے تم خرچ کرتے ہو، حالانکہ تم اسے کسی صورت لینے والے نہیں، مگر یہ کہ اس کے بارے میں آنکھیں بند کر لو اور جان لو کہ بے شک اللہ بڑا بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے۔''

صدقہ کی قبولیت کے لیے جس طرح ضروری ہے کہ اس کے بعد احسان نہ جتلایا جائے، تکلیف نہ دی جائے اور وہ ریاکاری جیسی بیماری سے بھی پاک ہو، اسی طرح اس آیت میں قبولیت صدقہ کے لیے ایک اور شرط بیان کی جا رہی ہے کہ صدقہ میں دی جانے والی چیز کا عمدہ اور طیب ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے مال میں سے ردی و نکمی چیز صدقہ میں دے گا اور اچھی چیز اپنے پاس رکھے گا تو اس کا یہ عمل ٹھیک نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خراب مال اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو، حالانکہ خود تمھارا حال یہ ہے کہ اگر کوئی تمھارا قرض چکانے کے لیے خراب مال دے تو تم اسے بطیب خاطر قبول نہیں کرو گے، آنکھیں بند کر کے بصورت جبر و اکراہ ہی قبول کرو گے۔

سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت: ﴿ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ ﴾ ہم گروہ انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ہم کھجوروں والے تھے، (ہم میں سے) لوگ اپنی کھجوروں میں سے کثرت اور قلت کے موافق کھجوریں لے کر آتے تھے، کوئی ایک خوشہ یا دو خوشے لے کر آتا تھا اور اس کو مسجد میں لٹکا دیا کرتا تھا اور اہل صفہ کا یہ حال تھا کہ ان کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ ہوتا تھا۔ ان میں سے جب کوئی آتا تو خوشے کے پاس آ کر اس کو عصا سے ضرب لگاتا، تو اس میں سے تر اور خشک کھجوریں گر پڑتی، جنھیں وہ کھا لیا کرتا تھا اور جن کو نیکی کرنے کی کوئی رغبت نہیں تھی، ان میں سے بعض لوگ نکمے اور ردی خوشے لے کر آتے، جو ٹوٹے پھوٹے ہوتے تھے، وہ بھی ان خوشوں کو لٹکا دیا کرتے تھے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

وَ لَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالی ہیں اور اس میں سے گندی چیز کا ارادہ نہ کرو، جسے تم خرچ کرتے ہو، حالانکہ تم اسے کسی صورت لینے والے نہیں، مگر یہ کہ اس کے بارے میں آنکھیں بند کر لو اور جان لو کہ بے شک اللہ بڑا بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے۔‘‘ سیدنا براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہم میں سے ہر ایک اچھی کھجور لاتا جو اس کے پاس موجود ہوتی۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ البقرۃ : ۲۹۸۷۔ مستدرك حاكم : ۲۸۵/۲، ح : ۳۱۲۷]

طَيِّبٰتِ : لفظ ’’طیب‘‘ جس طرح عمدہ مال کے معنی میں آتا ہے، اسی طرح اس میں وہ مال بھی آ جاتا ہے جو حلال طریقے سے کمایا ہوا ہو۔ پس معنی یہ ہوں گے کہ اللہ کی راہ میں پاکیزہ اور حلال طریقے سے کمایا ہوا مال خرچ کرو۔ خبیث یعنی حرام مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقة من كسب طيب : ۱۴۱۰۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب : ۱۰۱٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اے لوگو! اللہ پاک ہے اور وہ کوئی مال قبول نہیں کرتا سوائے اس مال کے جو پاک ہو۔‘‘ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب : ۱۰۱۵]

مَا كَسَبْتُمْ : انسان کی کمائی کے بڑے ذرائع چار ہیں، زراعت، صنعت، تجارت اور ملازمت۔ کمائی جس ذریعے سے بھی ہو اگر وہ نصاب کو پہنچ جائے جو ستر گرام سونا یا چار سو ساٹھ گرام چاندی ہے، یا کسی کے پاس اتنی قیمت کا مال ہو اور اس پر سال گزر جائے تو زکوۃ دینا پڑے گی۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب ما أُدی زکاته فلیس بکنز : ۱۴۰۵۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، بابٌ : لیس فیما دون خمسة أوسق صدقة : ۹۷۹]

بعض لوگ کہتے ہیں مال تجارت میں زکوۃ نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ’’باب الصدقة الكسب والتجارة‘‘ میں اس آیت سے استدلال کر کے ان کا رد کیا ہے۔ البتہ زمین سے حاصل ہونے والی فصل کا عشر فصل اٹھاتے ہی ادا کرنا ہوگا۔

وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ : اس سے مراد فصل پر عشر یا نصف عشر ہے۔ اگر زمین سے کھینچ کر پانی لگایا جائے تو نصف عشر اور اگر بارانی یا نہری ہو تو عشر۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس زمین کو بارش اور چشموں نے سیراب کیا ہو، یا وہ جو خود بخود نمی سے سیراب ہو جاتی ہو، اس میں دسواں حصہ ہے اور جس کو کنویں (وغیرہ) سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو، اس میں بیسواں حصہ ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری : ۱۴۸۳]

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَ اللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾

''شیطان تمھیں فقر کا ڈراوا دیتا ہے اور تمھیں شرمناک بخل کا حکم دیتا ہے اور اللہ تمھیں اپنی طرف سے بڑی بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

یہاں شیطان کے وسوسہ سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔ ''شیطان تمھیں فقر کا ڈراوا دیتا ہے'' یعنی انسان کے دل میں وہم اور وسوسے پیدا کرتا رہتا ہے کہ اگر نیک کام میں خرچ کرو گے تو فقیر ہو جاؤ گے اور ''فحشاء'' یعنی بخل کی ترغیب دیتا ہے اور اس پر اکساتا رہتا ہے اور بدکاری اور بے حیائی کے کاموں میں مال صرف کرنے کی ترغیب دیتا ہے، مگر اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ یہ ہے کہ صدقہ تمھارے گناہوں کا کفارہ بھی ہوگا اور اس پر کئی گنا اجر بھی ملے گا اور مال میں برکت بھی ہوگی۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ : اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو شیطان کی دشمنی سے آگاہ فرمایا، ارشاد فرمایا: ﴿ يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [النساء : ۱۲۰] ''وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٦٤] ''اور شیطان دھوکا دینے کے سوا انھیں وعدہ نہیں دیتا۔''

وَ اللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا : یعنی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر تم اللہ کے راستہ میں دو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو اپنی مغفرت سے بھی سرفراز فرمائے گا اور تم پر اپنا فضل و کرم بھی کرے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾ [سبا : ۳۹] ''کہہ دے بے شک میرا رب رزق فراخ کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے اور اس کے لیے تنگ کر دیتا ہے اور تم جو بھی چیز خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ اور دیتا ہے اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر روز جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور زیادہ دے اور دوسرا بد دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! (ہاتھ) روکنے والے کے مال کو تلف کر دے۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ تعالٰی: ﴿ فأما من أعطی واتقی ...... الخ ﴾ : ۱٤٤۲۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی المنفق و الممسك : ۱۰۱۰]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ظلم سے بچو، ظلم قیامت کے دن تہ بہ تہ تاریکیاں بن جائے گا اور بخل سے بچو، بخل نے تم سے پہلی قوموں کو برباد کر دیا اور ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ناحق خون بہائیں اور

محرمات کو حلال ٹھہرائیں۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات اور دن خرچ کرنا اسے کم نہیں کرتا، کیا تم نے دیکھا نہیں جو کچھ اس نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے اب تک خرچ کیا ہے؟ تو اس نے جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اسے کم نہیں کیا۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالی : ﴿ لما خلقت بیدی ﴾ : ۷٤۱۱۔ مسلم، کتاب الزکٰوة ، باب الحث علی النفقة : ۹۹۳]

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾

''دانائی عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور جسے دانائی عطا کی جائے تو بلاشبہ اسے بہت زیادہ بھلائی دے دی گئی اور نصیحت قبول نہیں کرتے مگر جو عقلوں والے ہیں۔''

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا : یہاں ''الْحِكْمَةَ'' سے مراد دین کا صحیح فہم، علم و فقہ میں صحیح بصیرت اور خشیتِ الٰہی سب چیزیں ہو سکتی ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''صرف دو آدمیوں پر رشک کیا جا سکتا ہے، ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہو، پھر اسے راہِ حق میں خوب خرچ کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائی ہو اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت و دانش اور علم سے نواز رکھا ہو اور وہ اسی کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور اسے لوگوں کو سکھاتا بھی ہو۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمة : ۷۳۔ مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه : ۸۱٦]

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو اللہ خیر دینا چاہتا ہے اسے دین میں سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب من یرد الله به خیرًا ...... الخ : ۷۱۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب النهی عن المسألة : ۱۰۳۷]

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ : یعنی جو لوگ دانش مندی اور دینی سمجھ بوجھ کے ساتھ اخروی فلاح و بہبود کا فکر کرتے ہیں اور اس فکر کے تقاضوں کو بھی پورا کرتے رہتے ہیں تو یہی لوگ ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [صٓ : ۲۹] ''یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تاکہ وہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔''

وَ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝۲۷۰

’’اور تم جو بھی خرچ کرو، کوئی خرچ، یا نذر مانو، کوئی نذر تو بے شک اللہ اسے جانتا ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ ہر حال میں تمھاری نیت اور عمل سے واقف ہے۔ اس میں ایک طرف مخلصین کے لیے وعدہ ہے اور دوسری طرف ریا کار اور غیر اللہ کی نذریں ماننے والوں کے لیے وعید بھی ہے کہ ایسے لوگ ظالم ہیں اور انھیں اللہ کے عذاب سے کسی صورت رہائی نصیب نہیں ہو سکے گی۔

ارشاد فرمایا: ﴿ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ﴾ [الحج : ۳۷] ’’اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون اور لیکن اسے تمھاری طرف سے تقویٰ پہنچے گا۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک اللہ تمھارے چہروں اور تمھارے مالوں کو نہیں دیکھتا، وہ تو تمھارے دلوں اور تمھارے عملوں کو دیکھتا ہے۔‘‘ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ’’تقویٰ یہاں ہوتا ہے، تقویٰ یہاں ہوتا ہے، تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم المسلم : ۳۲، ۳۳/۲۵٦٤]

اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ : نذر یہ ہے کہ انسان اپنی مراد کے پورا ہو جانے کی صورت میں اپنے اوپر کسی ایسے نفقہ یا کام کو لازم قرار دے لے جو اس پر لازم نہ ہو۔ پھر اگر یہ مراد کسی جائز کام کی ہو اور اللہ تعالیٰ سے مانگی گئی ہو اور جس کام یا خرچ کی نذر مانی گئی ہے وہ بھی جائز ہو تو ایسی نذر کا پورا کرنا واجب ہے، ورنہ اس کا ماننا اور پورا کرنا لازم نہیں ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’نذر نہ مانا کرو، اس لیے کہ نذر تقدیری امور میں کچھ بھی نفع بخش نہیں، بس اس سے اتنا ہوتا ہے کہ بخیل کا مال نکل جاتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب النذر، باب النهی عن النذر : ۱٦٤۰]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع فرمایا، آپ نے فرمایا: ’’نذر (تقدیری امور میں سے) کسی بھی چیز کو ٹال نہیں سکتی، البتہ اس کے ذریعے بخیل کا مال نکل جاتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب الوفاء بالنذر : ٦٦۹۳۔ مسلم، کتاب النذر، باب النهی عن النذر : ۱٦۳۹]

صدقات و خیرات ہوں یا نذر و نیاز، اللہ تعالیٰ کو نیتوں کا علم ہوتا ہے۔ اگر نیت خالص اللہ کی رضا جوئی کے لیے نہ ہو تو یہ تمام صدقات و خیرات اور نذریں رائگاں ہو جاتی ہیں، بلکہ ایک قسم کا شرک لازم آتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں تمام شرکا سے زیادہ شرک سے بے زار ہوں، جس نے

ایسا کوئی عمل کیا کہ اس نے اس میں میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کر لیا تو میں اس کو بھی چھوڑ دیتا ہوں اور اس کے شرک کو بھی چھوڑ دیتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریاء : ۲۹۸۵]

اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَ اِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَ تُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّكُمۡ ؕ وَ یُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِّنۡ سَیِّاٰتِكُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۲۷۱﴾

''اگر تم صدقے ظاہر کرو تو یہ اچھی بات ہے اور اگر انھیں چھپاؤ اور انھیں محتاجوں کو دے دو تو یہ تمھارے لیے زیادہ اچھا ہے اور یہ تم سے تمھارے کچھ گناہ دور کرے گا اور اللہ اس سے جو تم کر رہے ہو، پوری طرح باخبر ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صدقہ دینے کے دو طریقے بتائے ہیں، علانیہ صدقہ دینا اور چھپا کر صدقہ دینا۔ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے اچھا قرار دیا، لیکن چھپا کر دینے کو بہتر کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علانیہ اور چھپا کر خرچ کرنے کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرۡجُوۡنَ تِجَارَةً لَّنۡ تَبُوۡرَ ﴾ [فاطر : ۲۹] ''بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس میں سے انھوں نے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا، وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی برباد نہ ہوگی۔''

وَ اِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَ تُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّكُمۡ : یعنی صدقہ علانیہ دینا بھی گو اچھا ہے، مگر پوشیدہ طور پر دینا زیادہ فضیلت رکھتا ہے، کیونکہ یہ ریا سے بعید ہے۔ متعدد احادیث میں نفلی صدقات کو پوشیدہ طور پر دینے کی فضیلت آئی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن سوائے اس کے سایہ کے کہیں سایہ نہیں ہوگا...... (ان میں سے) ایک وہ شخص ہے کہ جب وہ کوئی صدقہ دیتا ہے تو اس کو اتنا چھپا کر دیتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقة بالیمین : ۱۴۲۳۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل إخفاء الصدقة : ۱۰۳۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک آدمی نے کہا، میں ضرور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ صدقہ لے کر نکلا مگر اس نے اسے چور کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ چور کو صدقہ دیا گیا ہے۔ اس نے کہا، اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے (آج رات) میں پھر ضرور صدقہ کروں گا، وہ صدقہ لے کر نکلا اور اس نے اسے ایک زانیہ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ رات زانیہ پر صدقہ کیا گیا ہے۔ اس نے کہا، اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے، میں زانیہ کو صدقہ دے آیا (آج رات) میں پھر ضرور صدقہ کروں گا۔ وہ صدقہ لے کر نکلا اور اس نے اسے ایک دولت مند کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ

رات دولت مند کو بھی صدقہ دے دیا گیا ہے۔ اس نے کہا، اے اللہ! تعریف صرف تیرے لیے ہے، میں (لاعلمی میں) چور، زانیہ اور مال دار کو صدقہ دے آیا، تو اسے (خواب میں) کوئی شخص ملا جس نے اسے کہا، تو نے جو چور پر صدقہ کیا ہے، ممکن ہے چور آئندہ چوری سے باز آ جائے اور (تو نے) جو زانیہ (پر صدقہ کیا) ہے، ممکن ہے کہ وہ زنا سے باز آ جائے اور (تو نے) جو دولت مند (پر صدقہ کیا) ہے، ممکن ہے وہ عبرت حاصل کرے اور اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے خرچ کرنے لگ جائے۔'' [بخاري، كتاب الزكاة ، باب إذا تصدق على غني وهو لا يعلم : ١٤٢١۔ مسلم، كتاب الزكاة ، باب ثبوت الأجر المتصدق : ١٠٢٢]

اس شخص کے واقعہ سے بھی خفیہ صدقے کی فضیلت اور برکت معلوم ہوتی ہے۔

سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ظاہری طور پر قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا ظاہری طور پر صدقہ کرنے والے کی طرح ہے اور پوشیدہ طور پر تلاوت کرنے والا پوشیدہ صدقہ کرنے والے کی طرح ہے۔'' [أبو داؤد، كتاب التطوع، باب رفع الصوت بالقراءة في صلاة الليل : ١٣٣٣]

وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ : چھپا کر فقرا کو دینے میں ان کی پردہ پوشی ہوتی ہے اور ان کی عزت نفس مجروح نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فقراء کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ﴾ [البقرة: ٢٧٣] ''(یہ صدقات) ان محتاجوں کے لیے ہیں جو اللہ کے راستے میں روکے گئے ہیں، زمین میں سفر نہیں کر سکتے، ناواقف انھیں سوال سے بچنے کی وجہ سے مال دار سمجھتا ہے۔''

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

''تیرے ذمے انھیں ہدایت دینا نہیں اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے سو تمھارے اپنے ہی لیے ہے اور تم خرچ نہیں کرتے مگر اللہ کا چہرہ طلب کرنے کے لیے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے وہ تمھیں پورا ادا کیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ : اس سے مقصود مومنوں کو اللہ کے اوامر کی اطاعت پر ابھارنا اور انھیں یہ بتانا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو راہ راست پر چلانے کے مکلف نہیں ہیں، یہ تو اللہ کا کام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تو لوگوں کو صرف راستہ بتا دینا ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلم کے ساتھ صلہ رحمی جائز ہے اور اگر وہ محتاج ہو تو نفلی صدقات سے اس کی مدد کرنا بھی جائز ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ صحابہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ وہ اپنے مشرک رشتہ داروں کو تھوڑا سا عطیہ بھی دیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے تھوڑا سا خرچ کرنے کی اجازت دے دی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴾ ''تیرے ذمے انھیں ہدایت دینا نہیں اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے سو تمھارے اپنے ہی لیے ہے اور تم خرچ نہیں کرتے مگر اللہ کا چہرہ طلب کرنے کے لیے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے وہ تمھیں پورا ادا کیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' تو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں پر مال خرچ کرنے کی اجازت دے دی۔'' [السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ : ﴿ لیس علیك هداهم ﴾ : ١١٠٥٢]

صلح حدیبیہ کی مدت میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی والدہ جو مشرکہ تھیں، ان کے پاس آئیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، میری والدہ آئی ہے کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں؟ فرمایا: ''ہاں، اپنی والدہ سے صلہ رحمی کرو۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب صلة المرأة امها : ٥٩٧٩]

اسلام کی رحمت عام کو دیکھیے کہ مشرک پر خرچ کرنا بھی باعث ثواب ہے بشرطیکہ وہ حالت جنگ میں نہ ہو۔ بلکہ کسی جانور پر خرچ کرنا بھی باعث ثواب ہے، جیسا کہ پیاسے کتے کو پانی پلانے والے شخص کی اس عمل کی وجہ سے بخشش ہو گئی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک آدمی راستے میں سفر کر رہا تھا کہ اسے سخت پیاس محسوس ہوئی۔ اسے راستے میں ایک کنواں ملا، وہ آدمی کنویں میں اترا اور اس نے پانی پیا۔ پھر باہر نکلا تو اچانک ایک کتے کو دیکھا جو ہانپ رہا تھا اور پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس آدمی نے (دل میں) کہا، اس کتے کو بھی ویسی ہی پیاس لگی ہوگی جیسی مجھے لگی تھی۔ (یہ سوچ کر) وہ (دوبارہ) کنویں میں اترا، اپنا موزہ پانی سے بھر کر لایا اور کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اسے بخش دیا۔'' [بخاری، کتاب المظالم، باب الآبار التی علی الطرق...... الخ : ٢٤٦٦]

لیکن یاد رہے کہ کفار پر صرف نفلی صدقہ جائز ہے فرض زکوٰۃ نہیں، اس پر امت کا اجماع ہے۔ کیونکہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ مسلمانوں کے اغنیا سے لی جاتی ہے اور انھی کے فقرا پر لوٹائی جاتی ہے۔'' [بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ : ١٣٩٥]

صدقہ فطر چونکہ فرض ہے اس لیے اس کا بھی یہی حکم ہے، لیکن بطور تالیف قلب صدقہ فطر اور زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ : عام طور پر اس کا ترجمہ اللہ کی رضا کیا جاتا ہے، مگر جو لطف ''اللہ کا چہرہ طلب کرنے کے لیے'' میں ہے وہ دوسرے لفظ میں کبھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ''وجہ'' کا اصل معنی چہرہ ہے اور حقیقی معنی مراد

لینے میں کوئی خرابی بھی نہیں، اس لیے کہ مومن کی سب سے بڑی طلب اور تمنا اللہ تعالیٰ کے چہرے کا دیدار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ نعمت عطا فرمائے۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ ع ۳۷ / ۵

’’ (یہ صدقات) ان محتاجوں کے لیے ہیں جو اللہ کے راستے میں روکے گئے ہیں، زمین میں سفر نہیں کر سکتے، ناواقف انھیں سوال سے بچنے کی وجہ سے مال دار سمجھتا ہے، تو انھیں ان کی علامت سے پہچان لے گا، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے اور تم خیر میں سے جو خرچ کرو گے سو یقیناً اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔‘‘

اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی ترغیب کے بعد اب خاص طور پر ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو سب سے زیادہ مدد اور مالی تعاون کے حق دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کچھ صفات بیان فرمائی ہیں۔ یہ ساری صفات اصحابِ صفہ میں پائی جاتی تھیں، اس لیے اس آیت کے سب سے پہلے مصداق وہی ہیں۔ پھر قیامت تک جو لوگ بھی ان صفات کے حامل ہوں گے وہ سب سے زیادہ مالی تعاون کے حق دار ہوں گے۔

لِلْفُقَرَآءِ : یہاں ان کے فقر کا سبب بیان نہیں فرمایا، سورۂ حشر میں ارشاد فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ ﴾ [الحشر : ۸] ’’ (یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔‘‘ اب وہ خالی ہاتھ تھے، نہ ان کے پاس مال تھا نہ گھر، ان کے لیے مسجد نبوی میں ایک صفہ بنا دیا گیا۔ ان کی تعداد چار سو تھی جو غزوات اور مہمات پر بھیجنے کی وجہ سے کم یا زیادہ ہوتی رہتی تھی۔

الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ : یعنی یہ لوگ اللہ کی راہ میں روکے گئے ہیں، یعنی جہاد اور طلب علم نے انھیں کمائی کرنے سے روک دیا ہے، وہ منتظر ہیں کہ کب حکم ہو اور وہ جہاد کے لیے نکلیں، یہ لوگ اللہ کی خاطر گھر سے نکلے، اللہ کی خاطر مال مویشی چھوڑے، فقر اختیار کیا اور اب اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں وقف کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ : یعنی ان کے معاملے اور حال سے ناواقف شخص ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے اور ان کے لباس، حال اور گفتگو کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ یہ غنی ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مسکین وہ نہیں ہے جو چکر لگاتا رہتا ہے اور لوگ اسے ایک نوالہ یا دو نوالے اور ایک یا دو کھجوریں دے دیتے ہیں۔‘‘ صحابہ نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! پھر مسکین کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ’’مسکین وہ ہے جس کے پاس اس قدر مال نہ ہو جو اس کی ضرورت پوری کر دے اور نہ اس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہو کہ یہ فقیر ہے، تاکہ اس پر

صدقہ کیا جائے اور نہ وہ لوگوں سے کچھ مانگے۔‘‘ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول الله عزوجل: ﴿ لا یسئلون الناس إلحافًا﴾ : ۱۴۷۹۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب المسکین الذی لا یجد غنی : ۱۰۳۹]

تَعۡرِفُهُمۡ بِسِيمَٰهُمۡ : تو انھیں ان کی علامت سے پہچان لے گا۔ اس کا مطلب چہرے کا نور اور وہ رونق ہے جو ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے ان کے چہرے پر نمایاں تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ سِيمَاهُمۡ فِي وُجُوهِهِم مِّنۡ أَثَرِ ٱلسُّجُودِ ﴾ [الفتح : ۲۹] ’’ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔‘‘

لَا يَسۡـَٔلُونَ ٱلنَّاسَ إِلۡحَافٗا : یعنی لوگوں سے لپٹ کر نہ سوال کرتے ہیں اور نہ لوگوں کو غیر ضروری سوال سے مشکل میں ڈالتے ہیں۔ جو شخص سوال کرے، حالانکہ اس کے پاس وہ چیز موجود ہو جو اسے سوال سے بے نیاز کر دینے والی ہو تو اس نے بھی گویا لپٹ کر سوال کیا۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری والدہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ مانگنے کے لیے بھیجا۔ میں آ کر آپ کے پاس بیٹھ گیا، آپ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا: ’’جو شخص بے نیازی اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دیتا ہے، جو عفت و پاک دامنی اختیار کرنا چاہے اللہ تعالیٰ اسے پاکباز بنا دیتا ہے، جو کفایت شعاری اپنانا چاہے اللہ تعالیٰ اسے کفایت شعار بنا دیتا ہے اور جو شخص سوال کرے اور اس کے پاس ایک اوقیہ (چالیس درہم) کی قیمت (کی کوئی چیز) موجود ہو تو اس نے بھی لپٹ کر سوال کیا۔‘‘ ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے جی میں کہا کہ میری یاقوتہ اونٹنی تو ایک اوقیہ سے زیادہ قیمت والی ہے، لہٰذا میں واپس آ گیا اور میں نے آپ سے سوال نہ کیا۔ [مسند أحمد : ۹/۳، ح : ۱۱۰۶۶۔ أبو داوٗد، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی : ۱۶۲۸۔ نسائی، کتاب الزکاۃ، باب من الملحف ؟ : ۲۵۹۶]

اسلام نے سخت ضرورت کے وقت سوال کرنے کو جائز قرار دیا ہے اور بغیر ضرورت سوال کرنے کی بڑی مذمت کی ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ ہوگی۔‘‘ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب من سأل الناس تکثرًا : ۱۴۷۴۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب کراھۃ المسئلۃ للناس : ۱۰۴۰]

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ سے خاص طور پر اس بات کی بیعت لی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور پانچ نمازیں پڑھیں گے اور اطاعت کریں گے اور ایک خفیہ بات چھپا کر کہی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال مت کرنا۔ عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے ان آدمیوں میں سے بعض کو دیکھا کہ اس کا کوڑا گر پڑتا تو وہ کسی سے سوال نہ کرتا کہ اسے پکڑا دے۔ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب کراھۃ المسئلۃ للناس : ۱۰۴۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے مانگتا ہے وہ گویا کہ جہنم کی آگ مانگتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب کراھۃ المسئلۃ للناس : ۱۰۴۱]

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾

''وہ لوگ جو اپنے مال رات اور دن، چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں، سو ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

اللہ کی رضا کی خاطر مال خرچ کرنے والوں کی تعریف کی گئی ہے۔ جو اس کی راہ میں رات اور دن کے تمام اوقات میں اور پوشیدہ و ظاہر تمام حالات میں اپنا مال خرچ کرتے رہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [الرعد : ۲۲] ''اور وہ جنھوں نے اپنے رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کو نیکی کے ساتھ ہٹاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴾ [إبراهيم : ۳۱] ''میرے بندوں سے جو ایمان لائے ہیں، کہہ دے کہ وہ نماز قائم کریں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا ہے، پوشیدہ اور ظاہر خرچ کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی۔''

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اللہ کی رضا کے لیے جو بھی خرچ کرو گے اس سے تمھیں اجر دیا جائے گا، حتیٰ کہ اس لقمے سے بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو...... اس سے تمھارے درجے اور رفعت میں اضافہ ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الوصایا، باب أن يترك ورثته أغنياء : ۲۷۴۲۔ مسلم، کتاب الوصية، باب الوصية بالثلث : ۱۶۲۸]

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان جب اپنے اہل و عیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔'' [بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل : ۵۳۵۱۔ مسلم، کتاب الزکاة، باب فضل النفقة والصدقة : ۱۰۰۲]

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾

''وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔ یہ

اس لیے کہ انھوں نے کہا بیع تو سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا، پھر جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت آئے پس وہ باز آ جائے تو جو پہلے ہو چکا وہ اسی کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو دوبارہ ایسا کرے تو وہی آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے احوال و کوائف، ان کے لیے اجر عظیم کے وعدوں اور ان کے گناہوں کی معافی کا ذکر ہو چکا، تو اب سود لینے والوں اور لوگوں کا مال حرام طریقوں سے کھانے والوں کا ذکر ہو رہا ہے اور اس انجام ہائے بد کا بیان ہو رہا ہے جن کا سامنا انھیں روزِ قیامت قبر سے نکلتے وقت کرنا پڑے گا۔ جس طرح وہ لوگ دنیا میں مالِ حرام کے حصول میں پاگل بن گئے تھے، برزخ میں اور روزِ قیامت اپنی قبروں سے اس طرح اٹھیں گے جیسے انھیں شیطان کے چھونے کی وجہ سے جنون اور مرگی لاحق ہو گئی ہو، اور یہ سزا انھیں اس لیے ملے گی کہ وہ کہتے تھے کہ بیع یعنی تجارت ربا کی مانند ہے اور اس طرح حلال و حرام کو ایک جیسا بناتے تھے اور سود کو حلال قرار دیتے تھے۔ تحریم ربا سے قبل جو مال سود کھانے والے نے لیا تھا، اسے لوٹانا ضروری قرار نہیں دیا گیا، لیکن جو شخص اس کے بعد سود کو حلال قرار دے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا، ا لیے کہ اس نے نصِ قرآنی کا انکار کیا اور اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال بنایا۔

ربا کا لفظی معنی بڑھنا، زیادہ ہونا ہے اور شریعت کی اصطلاح میں قرض دے کر اصل مال سے جو زیادہ لیا جاتا ہے، اسے ربا کہتے ہیں۔ یعنی کسی قرض پر بغیر کسی مالی معاوضہ کے محض مہلت بڑھا دینے کی بنا پر زیادتی حاصل کی جائے۔

موجودہ بینکنگ کا نظام بھی واضح سود پر مبنی ہے۔ سیونگ اکاؤنٹ اور پی ایل ایس تو واضح سود ہیں۔ کرنٹ اکاؤنٹ میں اگرچہ سود نہیں دیا جاتا مگر بنک وہ رقم آگے سود ہی پر چلاتا ہے۔ آج کل اسلامی بینکنگ کا بہت شور ہے، مگر علماء نے اسے سودی حیلہ پر مبنی قرار دیا ہے۔ بیمہ (انشورنس) اور انعامی بانڈز بھی سود اور جوئے کا مرکب ہیں۔ سود کی ایک صورت نقد اور ادھار کی قیمتوں کا فرق ہے۔ قسطوں کا کاروبار اسی طرح چل رہا ہے، حالانکہ یہ بھی سود ہے، مثلاً ایک شخص کہے کہ میں تمھیں ایک ہزار روپے ادھار قرض دیتا ہوں مگر میں تم سے گیارہ سو روپے لوں گا، تو اس کے سود ہونے میں کیا شبہ ہے؟ اسی طرح ایک چیز جس کی قیمت سب جانتے ہیں کہ ایک ہزار ہے، بیچنے والے اور لینے والے کو بھی علم ہے، پھر وہ اسے قسطوں پر گیارہ سو روپے میں دیتا ہے تو یہ کیوں سود نہیں۔

سود خواہ کوئی ذاتی ضرورت کے لیے لے یا تجارت کے لیے، جب اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا تو ہر طرح کا سود حرام ہے۔ اگر کوئی بچنا چاہے تو اسے واضح سود کے ساتھ ساتھ سود کے حیلے اور سود کے شک والے معاملات سے بھی بچنا ہوگا۔

سود کی مذمت اور اس کے دینی اور دنیوی مفاسد کے بیان میں بہت ساری احادیث آئی ہیں، سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب والی طویل حدیث میں بیان فرمایا: ''پھر ہم ایک نہر پر آئے، وہ

نہر خون کی طرح سرخ تھی اور اس نہر میں ایک آدمی تیر رہا تھا، نہر کے کنارے پر بھی ایک آدمی تھا، جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کر رکھے تھے۔ یہ تیرنے والا شخص تیرتا رہتا اور جب اس شخص کے پاس آتا جس نے اپنے پاس پتھر جمع کر رکھے تھے تو وہ اس کے منہ کو کھولتا اور اس میں ایک پتھر داخل کر دیتا۔'' پھر اس کی تعبیر میں آپ ﷺ نے بتایا: ''اس سے مراد سود کھانے والا ہے۔'' [بخاری، کتاب التعبیر، باب تعبیر الرؤیا بعد صلاۃ الصبح : ۷۰۴۷]

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گودنے والی اور گدوانے والی، سود کھانے والے اور سود دینے والے اور مصور پر لعنت فرمائی ہے۔ [بخاری، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب : ۲۲۳۸]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا: ''بے شک زمانہ جاہلیت کا سود میرے دونوں پاؤں کے نیچے پامال ہے اور میں سب سے پہلے (اپنے چچا) عباس کا سود معاف کرتا ہوں۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبۃ : ۳۰۸۷۔ ابن حبان : ۳۹۴۴۔ مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ : ۱۲۱۸]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت آیتِ ربا ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ واتقوا یومًا ترجعون فیه إلی الله ﴾ : ۴۵۴۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سود کے ستر درجے ہیں، ان میں سب سے کم درجے کا گناہ اس قدر ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے نکاح (یعنی زنا) کرے۔'' [ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا : ۲۲۷۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات ہلاک کر دینے والے گناہوں سے بچو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، اللہ نے جس جان کو قتل کرنا حرام کر دیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاک دامن، مومن و غافل عورتوں پر تہمت لگانا۔'' [بخاری، کتاب الحدود، باب رمی المحصنات : ۶۸۵۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الکبائر : ۸۹]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سود دینے والے، سود تحریر کرنے والے اور سودی لین دین کے گواہوں پر لعنت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''(گناہ میں) وہ سب برابر ہیں۔'' [مسلم، کتاب المساقاۃ، باب لعن آکل الربا و موکلہ : ۱۵۹۸]

یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ : شیطان کا آدمی کو نقصان پہنچانا خصوصاً اس کے دماغ پر حملہ آور ہونا کئی آیات و احادیث سے ثابت ہے، مثلاً چوکے مارنا، غصہ دلانا، بہکا کر حیران چھوڑ دینا، تکلیف یا بیماری میں مبتلا کر دینا، بھلا دینا اور وسوسے ڈالنا وغیرہ۔

سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اعتکاف کیے ہوئے تھے، ایک رات میں آپ کی زیارت

کرنے کے لیے حاضر ہوئی، میں نے آپ سے باتیں کیں، پھر جب میں واپس جانے کے لیے اٹھی تو آپ بھی میرے ساتھ مجھے چھوڑنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی رہائش ان دنوں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے محلے میں تھی۔ راستے میں دو انصاری گزرے، جونہی انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیز تیز قدموں سے چلنے لگے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ٹھہرو، یہ صفیہ بنت حیی ہے۔'' وہ دونوں بولے، یا رسول اللہ! سبحان اللہ! آپ نے فرمایا: ''یقیناً شیطان انسان کے اندر اس طرح گردش کرتا ہے، جس طرح خون گردش کرتا ہے، مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ تمھارے دلوں میں کوئی برا خیال'' یا آپ نے یہ فرمایا: ''کوئی چیز نہ ڈال دے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس و جنوده : ٣٢٨١۔ مسلم، کتاب السلام، باب بيان أنه يستحب لمن رؤى بامرأة …… الخ : ٢١٧٥]

الغرض شیطان کے انسان کو چھو کر خبطی بنا دینے سے انکار قرآن و حدیث سے انکار ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا : یعنی ان کی یہ حالت اس لیے ہوگی کہ انھوں نے بیع یعنی خرید و فروخت کو بھی سود جیسا قرار دیا اور سود کو اتنا حلال قرار دیا کہ بیع کی حلت کا سبب بھی سود کے ساتھ مشابہت کو قرار دیا۔ ان ظالموں کے نزدیک بیع اور سود میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ دونوں میں نفع آتا ہے۔ حالانکہ دونوں میں واضح کئی فرق ہیں۔ جن میں سب سے بڑا اور بنیادی فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ علاوہ ازیں ایک فرق یہ ہے کہ تجارت میں نفع بھی ہوتا ہے نقصان بھی، جب کہ سودی قرض لینے والے کو نفع ہو یا نقصان سود خور نے (خواہ ایک شخص ہو یا بینک) ہر حال میں پوری رقم مع سود وصول کرنی ہے، جو آئندہ بڑھتی ہی جائے گی۔ اس لیے سود ظلم اور مفت خوری کی بدترین شکل ہے۔

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ : یعنی سود کی حرمت کا حکم آنے کے بعد جو سود سے باز آجائے، تو پہلے جو وہ سود لے چکا ہے اس کا مطالبہ اس سے نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ وہ اس کے آئندہ طرزِ عمل، ندامت اور توبہ کو دیکھ کر فیصلہ فرمائے گا۔ یاد رہے یہ اس وقت کی بات ہے جب سود کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ اب سود کی حرمت کو جانتے ہوئے کوئی شخص ساری عمر سود کھا کر آخر میں چھوڑ دے تو وہ سودی مال اس کے لیے حلال نہیں ہوگا بلکہ اس کو حتی الامکان اس کے مالکوں کو لوٹانا ہوگا، جو نہ لوٹا سکے اس پر بہت توبہ اور استغفار کرنا ہوگا۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾

''اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ایسے شخص سے محبت نہیں رکھتا جو سخت ناشکرا، سخت گنہگار ہو۔''

اللہ تعالیٰ سود کے مال سے برکت چھین لیتا ہے اور صدقات کو بڑھاوا دیتا ہے، اس لیے کہ روزی کا مالک تو اللہ ہے اور اس کے پاس جو کچھ ہے وہ صرف اس کی اطاعت کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے اور یہ امر شاہد ہے کہ سود خور کا مال بظاہر

تو بڑھتا ہے لیکن اس کی برکت اس سے چھین لی جاتی ہے۔ دنیا میں اس کا سکون چھن جاتا ہے، اولاد نالائق ہو جاتی ہے اور قسم قسم کی پریشانیوں میں وہ گھرا رہتا ہے اور آخرت میں تو عذابِ نار اس کا انتظار کر ہی رہا ہے۔

یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا : اللہ تعالیٰ اپنے احکام کے ذریعے سودی لین دین کو ختم کر رہا ہے اور صدقات کو بڑھا رہا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اٰتَیۡتُمۡ مِّنۡ رِّبًا لِّیَرۡبُوَا۠ فِیۡۤ اَمۡوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرۡبُوۡا عِنۡدَ اللّٰہِ ﴾ [الروم : ۳۹] ''اور جو کوئی سودی قرض تم اس لیے دیتے ہو کہ لوگوں کے اموال میں بڑھ جائے تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص سود کے ذریعے سے مال میں اضافہ کرے گا اس کا انجام مال کی قلت ہوگا۔'' [مسند أحمد : ۱/ ۳۹۵، ح : ۳۷۵۳۔ ابن ماجه، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا : ۲۲۷۹۔ مستدرك حاکم : ۲/ ۳۷، ح : ۲۲۶۲]

وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سودی مال میں خیر و برکت عطا نہیں فرماتا۔ چنانچہ سود خور پر دنیا بھی لعنت بھیجتی ہے اور آخرت میں بھی اسے وہ سزا ملے گی جو کسی دوسرے مجرم کو نہ ملے گی۔

وَیُرۡبِی الصَّدَقٰتِ : یعنی انھیں پروان چڑھاتا ہے، یا انھیں پالتا پوستا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص پاک کمائی میں سے ایک کھجور بھی صدقہ کرے، اور اللہ تعالیٰ پاک مال ہی کو قبول فرماتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرما لیتا ہے، پھر اسے صدقہ کرنے والے کے لیے اس طرح پالتا پوستا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ صدقہ (بڑھ کر) پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقة من کسب طیب : ۱۴۱۰۔ مسلم کتاب الزکوۃ، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب وتربیتها : ۱۰۱۴]

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۲۷۷﴾

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

ربا یعنی سود کی آیتوں کے درمیان اس آیت کو لانے کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ سودی کاروبار سے بچاؤ کا اہم سبب ایمان باللہ اور اس کے حقوق کی ادائیگی ہے۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوۡا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲۷۸﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سود میں سے جو باقی ہے چھوڑ دو، اگر تم مومن ہو۔''

اس آیت میں مسلمانوں کو حتمی طور پر حکم دے دیا گیا کہ قرض داروں پر سود کی جو رقم رہ گئی ہے اب نہ لی جائے،

ایمان کا یہی تقاضا ہے، کیونکہ سود اور ایمان دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے وہ تمام سود باطل قرار دے دیے جو قریش، ثقیف اور دوسرے عرب قبائل میں سے بعض تاجروں کے اپنے قرض داروں کے ذمہ باقی تھے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''خبردار ہو جاؤ، جاہلیت کی تمام باتیں میرے دونوں قدموں کے نیچے پامال کر دی گئیں، جاہلیت کے زمانہ کے تمام خون (میرے دونوں قدموں کے نیچے) پامال کر دیے گئے ہیں، (اب کوئی کسی سے بدلہ نہیں لے سکتا) اور سب سے پہلا خون جو میں اپنے خونوں سے معاف کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن الحارث کا خون ہے، جس کو قبیلہ ہذیل نے اس وقت قتل کر دیا تھا جب وہ قبیلہ بنو سعد میں ابھی دودھ پیتا بچہ تھا اور جاہلیت کے زمانے کے تمام سود (میرے دونوں قدموں کے نیچے) پامال کر دیے گئے ہیں اور سب سے پہلا سود جو میں باطل قرار دیتا ہوں وہ ہمارے سودوں میں سے عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے، وہ پورے کا پورا چھوڑ دیا گیا ہے (اب کوئی کسی سے سود نہیں لے سکتا)۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ : ۱۲۱۸]

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ أَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾

''پھر اگر تم نے یہ نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لو اور اگر توبہ کر لو تو تمھارے لیے تمھارے اصل مال ہیں، نہ تم ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔''

سود لینا اللہ اور رسول کے خلاف کھلی جنگ ہے اور جس کی جنگ اللہ اور اس کے رسول سے ٹھن جائے وہ کب فلاح پائے گا۔ سودی کاروبار سے توبہ کرنے کے بعد صرف اصل مال لینا جائز ہوگا۔ آخر میں فرمایا کہ اگر تم اصل مال سے زائد وصول کرو تو یہ تمھارا لوگوں پر ظلم ہوگا اور اگر تمھیں اصل مال بھی نہ ملے تو یہ لوگوں کا تم پر ظلم ہوگا اور یہ دونوں چیزیں ہی انصاف کے خلاف ہیں۔

وَإِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلٰى مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾

''اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو آسانی تک مہلت دینا لازم ہے اور یہ بات کہ صدقہ کر دو تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔''

زمانۂ جاہلیت میں قرض کی ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں سود در سود، اصل رقم میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا تھا، جس سے تھوڑی سی رقم ایک پہاڑ بن جاتی اور اس کی ادائیگی ناممکن ہو جاتی، اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ کوئی تنگ دست ہو تو (سود کی بجائے) آسانی تک اسے مہلت دے دو اور اگر قرض بالکل معاف کر دو تو زیادہ بہتر ہے۔

سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے کسی تنگ دست کو مہلت دی تو اسے ہر دن اس قرض کے برابر صدقے کا ثواب ملے گا۔'' پھر میں نے آپ کو یہ

فرماتے ہوئے بھی سنا: ''جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی تو اسے ہر دن اس قرض سے دوگنا صدقے کا ثواب ملے گا۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دے تو اسے ہر دن اس قرض کے برابر صدقے کا ثواب ملے گا۔'' لیکن پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا: ''جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دے تو اسے ہر دن اس قرض سے دوگنا صدقے کے برابر ثواب ملے گا؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''قرض چکانے کی مدت تک اسے قرض کے برابر صدقے کا ثواب ملے گا اور اگر قرض چکانے کی مدت کے آنے پر مہلت دے تو اسے قرض سے دوگنا صدقے کے برابر ثواب ملے گا۔'' [مسند أحمد : ٥/ ٣٦٠، ح : ٢٣١١٠۔ ابن ماجه كتاب الصدقات ، باب إنظار المعسر : ٢٤١٨۔ مستدرك حاكم : ٢/ ٢٩، ح : ٢٢٢٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے ایک دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگے، اس نے کہا گواہ لاؤ، تاکہ میں انھیں گواہ بنا لوں۔ اس نے کہا، گواہ اللہ ہی کافی ہے۔ اس نے کہا کوئی ضامن پیش کرو۔ اس نے کہا، اللہ تعالیٰ ضمانت دینے کے لیے کافی ہے۔ اس نے کہا تم نے سچ کہا، پھر اس نے قرض مانگنے والے کو وہ رقم ایک مقررہ وقت تک کے لیے دے دی۔ چنانچہ قرض دار رقم لے کر بحری سفر کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس نے اپنی ضرورت پوری کی، پھر سواری کو تلاش کیا، تاکہ اس پر سوار ہو کر قرض خواہ کے پاس وقت مقررہ پر پہنچ جائے، لیکن کوئی سواری نہیں ملی۔ اب اس نے ایک لکڑی لی، اسے کھوکھلا کیا، اس میں ایک ہزار دینار اور ایک خط لکھ کر رکھ دیا اور اس کے منہ کو مضبوطی سے بند کر دیا۔ اب وہ اس لکڑی کو لے کر سمندر کے کنارے آیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگا، اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیا تھا، اس نے مجھ سے ضامن مانگا، میں نے کہا تھا اللہ ضامن کافی ہے۔ اس نے گواہ مانگا تو میں نے کہا گواہ بھی اللہ کافی ہے اور وہ راضی ہو گیا تھا۔ اب میں نے سواری کے لیے کوشش کی ہے لیکن سواری نہیں مل سکی۔ چنانچہ میں یہ لکڑی تیرے سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے لکڑی کو سمندر کے سپرد کر دیا اور خود واپس آ گیا۔ وہ دوبارہ سواری تلاش کرنے لگا۔ ادھر وہ شخص جس نے قرض دیا تھا، سمندر کے کنارے پر یہ دیکھنے آیا کہ شاید کوئی سوار اس کا مال لے کر آیا ہو، تو اسے وہ لکڑی مل گئی۔ وہ اسے اپنے ایندھن کے لیے گھر لے آیا۔ جب اس نے اسے چیرا تو اس کو اس کی رقم مل گئی اور خط بھی مل گیا۔ پھر وہ قرض دار بھی ایک ہزار دینار لے کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ قرض دار نے کہا، اللہ کی قسم! میں سواری کے لیے برابر کوشش کرتا رہا، تاکہ تمھارا روپیہ تمھیں آ کر ادا کروں، لیکن کوئی سواری نہیں ملی۔ قرض خواہ نے کہا، کیا تم نے مجھے کوئی چیز بھیجی تھی؟ اس نے کہا، میں نے تمھیں بتایا ہے کہ مجھے اس سے قبل کوئی سواری نہیں مل سکی۔ قرض خواہ نے کہا، بے شک اللہ نے تمھاری طرف سے رقم ادا کر دی جو تم نے لکڑی میں رکھ کر بھیجی تھی، اب تم یہ ایک ہزار دینار لے کر خوشی خوشی واپس جاؤ۔'' [بخاري، كتاب الكفالة، باب الكفالة في القرض : ٢٢٩١]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک شخص کی وفات ہوئی تو اس سے پوچھا گیا کہ تو کیا کیا کرتا تھا؟ اس نے کہا، میں جب لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا تو خوش حال کو مہلت دے دیا کرتا تھا اور تنگ دست پر تخفیف کر دیا کرتا تھا، تو اس کو بخش دیا گیا۔“ [بخاري، كتاب الاستقراض، باب حسن التقاضي : ۲۳۹۱۔ مسلم، كتاب المساقاة، باب فضل إنظار المعسر : ۱۵۶۰]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عہد نبوت میں ایک شخص کو پھلوں کی تجارت میں کافی نقصان ہوا، جس کی وجہ سے اس پر قرض کا بوجھ بہت زیادہ ہو گیا، حتیٰ کہ وہ کنگال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس پر صدقہ کرو۔“ لوگوں نے اس پر صدقہ کیا مگر وہ صدقہ اتنا نہیں تھا کہ قرض پورا ادا ہو جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قرض خواہوں سے کہا: ” (اس کے پاس تو یہی ہے) جو کچھ ملتا ہے لے لو، اس کے علاوہ تمھارے لیے کچھ نہیں ہے۔“ [مسلم، كتاب المساقاة، باب استحباب الوضع من الدين : ۱۵۵۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک تاجر لوگوں سے لین دین کا معاملہ کرتا تھا، جب وہ کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے غلاموں سے کہتا کہ اس کو معاف کر دو، شاید اللہ بھی ہمیں معاف فرما دے۔ (جب وہ فوت ہوا) تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔“ [مسلم، كتاب المساقاة، باب فضل إنظار المعسر :۱۵۶۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر دو جھگڑنے والوں کی آوازیں سنیں، دونوں اونچی آواز میں بول رہے تھے، ایک ان میں سے دوسرے سے کچھ معاف کرانا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ قرض خواہ اس کے ساتھ نرمی کرے۔ دوسرا یہ کہہ رہا تھا اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر ان کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا: ”کہاں ہے وہ اللہ کی قسم کھا کر کہنے والا کہ وہ نیکی نہیں کرے گا؟“ اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں یہاں ہوں، (مگر اب) اس کو اختیار ہے، یہ جو چاہے کرے۔ [مسلم، كتاب المساقاة، باب استحباب الوضع من الدين : ۱۵۵۷]

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ قیامت کی سختیوں سے اسے نجات دے تو اسے چاہیے کہ تنگ دست کو مہلت دے، یا (بالکل) معاف ہی کر دے۔“ [مسلم، كتاب المساقاة، باب فضل إنظار المعسر : ۱۵۶۳]

سیدنا ابو الیسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص کسی تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دے یا (قرضہ) معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔“ [مسلم، كتاب الزهد، باب حديث جابر رضي الله عنه : ۳۰۰۶]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (روزِ قیامت) ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا جسے اللہ نے مال عطا کیا تھا، تو اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا، تو نے دنیا میں کیا عمل کیا؟ اور (اس روز) وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی نہیں چھپا سکتے۔ بندہ کہے گا، یا اللہ! تو نے دنیا میں مجھے بہت مال دے رکھا تھا اور میں لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا اور میری

عادت تھی کہ میں درگزر سے کام لیتا تھا، خوش حال سے آسان معاملہ کرتا اور تنگ دست کو مہلت دے دیا کرتا تھا۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا، میں اس بات کا تجھ سے زیادہ حق دار ہوں، (اے فرشتو!) میرے اس بندے سے تم بھی درگزر کرو۔ چنانچہ اسے معاف کر دیا جائے گا۔[مسلم، کتاب المساقاة، باب فضل إنظار المعسر : ۲۹/ ۱۵۶۰۔ بخاری، کتاب البیوع، باب من أنظر موسرًا : ۲۰۷۷]

وَ اتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾

”اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نصیحت کی اور انھیں یاد دلایا ہے کہ یہ دنیا زوال پذیر ہے اور یہاں کے اموال اور دیگر سب نعمتیں ختم ہو جانے والی ہیں، آخرت آنے والی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی مخلوق کے اعمال کا محاسبہ کرے گا اور اچھے اور برے اعمال کی جزا یا سزا دے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَ لْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَ لَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ وَ لْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَ لْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَ لَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى وَ لَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَ لَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَ اَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ وَ لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِيْدٌ وَ اِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب آپس میں ایک مقرر مدت تک قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو اور ایک لکھنے والا

تمھارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے اور کوئی لکھنے والا اس سے انکار نہ کرے کہ لکھے جیسے اللہ نے اسے سکھایا ہے، سو اسے لازم ہے کہ لکھ دے اور وہ شخص لکھوائے جس کے ذمے حق (قرض) ہو، اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور اس میں سے کچھ بھی کم نہ کرے۔ پھر اگر وہ شخص جس کے ذمے حق (قرض) ہے، بے سمجھ یا کمزور ہے، یا وہ طاقت نہیں رکھتا کہ خود لکھوائے تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ لکھوا دے، اور اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کو گواہ بنا لو، پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں، ان لوگوں میں سے جنھیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو، (اس لیے) کہ دونوں سے ایک بھول جائے تو ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے۔ اور گواہ جب بھی بلائے جائیں انکار نہ کریں اور اس سے مت اکتاؤ وہ چھوٹا (معاملہ) ہو یا بڑا کہ اسے اس کی مدت تک لکھو۔ یہ کام اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والا اور شہادت کو زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو، مگر یہ کہ نقد سودا ہو، جسے تم آپس میں لیتے دیتے ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اسے نہ لکھو۔ اور جب آپس میں خرید وفروخت کرو تو گواہ بنا لو، اور نہ کسی لکھنے والے کو تکلیف دی جائے اور نہ کسی گواہ کو اور اگر ایسا کرو گے تو بلاشبہ یہ تم میں بڑی نافرمانی ہے اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمھیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

اس آیت کو " آیۃ الدَّین " کہا جاتا ہے اور یہ قرآن کی سب سے لمبی آیت ہے۔ اس میں ادھار یا قرض کے معاملہ کے احکام بیان ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو تعلیم دی ہے کہ جب وہ بذریعہ قرض لین دین کریں تو اسے لکھ لیا کریں، اس لیے کہ قرض کی مقدار، اس کی ادائیگی کا وقت اور گواہیوں کو ریکارڈ میں لانے کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ قرض کے لین دین کو لکھنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ کوئی اس کا انکار نہ کر سکے یا بھول نہ جائے۔ اس آیت کریمہ سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں: ① قرض کے ذریعے لین دین جائز ہے۔ ② قرضوں کے تمام لین دین میں مدتوں کی تحدید بہتر ہے۔ ③ قرض دیتے یا لیتے وقت لکھ لینا بہتر ہے۔ ④ لکھنے والا عدل و انصاف کے ساتھ لکھے اور قرابت یا عداوت سے متاثر نہ ہو۔ ⑤ یہ ضروری ہے کہ لکھنے والا انصاف کے تقاضوں کو جانتا ہو اور خود بھی صفتِ عدل سے متصف ہو۔ ⑥ کاتب کی تحریر قرض دار کا اعتراف ہوتا ہے اور اگر وہ صغرسنی، کم عقلی، جنون، گونگا پن، عدم قدرت کی وجہ سے اپنے اوپر لوگوں کے حقوق کی تعبیر اچھی طرح نہیں کر سکتا تو اس کے ولی کی تعبیر اس کی تعبیر کے قائم مقام ہو گی۔ ⑦ قرض دار جب لوگوں کے حقوق کاتب کو لکھائے تو اللہ سے ڈرے اور ان کے حقوق اور شروط و قیود میں کمی و زیادتی نہ کرے۔ ⑧ خرید و فروخت اور لین دین میں گواہ مقرر کرنا بہتر ہے۔ ⑨ گواہ دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں گی۔ ⑩ گواہی یقینی بات پر ہو، شک پر نہیں۔ ⑪ جب گواہ کی ضرورت پڑے تو اسے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ ⑫ کاتب و شاہد کو کسی کے نقصان کا سبب نہیں بننا چاہیے، اسی طرح اصحابِ معاملہ کو بھی کاتب و شاہد کے نقصان کا سبب نہیں بننا چاہیے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى : سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً (کوئی چیز) ادھار دینا نصف صدقہ کے برابر ہے۔'' [مسند أحمد : ۱/ ۴۱۲، ح : ۳۹۱۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص لوگوں کے اموال ادائیگی کے ارادے سے لے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا فرما دیں گے اور جو ہلاک کرنے کے ارادے سے (لوگوں سے) اموال لے تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دیں گے۔'' [بخاری، کتاب الاستقراض و إداء الدیون ، باب من أخذ أموال الناس یرید أداء ھا : ۲۳۸۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تب بھی مجھے یہ پسند نہیں کہ تین دن گزر جائیں اور اس سونے کا کوئی بھی حصہ میرے پاس رہ جائے، سوائے اس کے جو میں کسی قرض کے دینے کے لیے رکھ چھوڑوں۔'' [بخاری، کتاب الاستقراض و إداء الدیون ، باب إداء الدیون : ۲۳۸۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر ایک شخص کا ایک خاص عمر کا اونٹ قرض تھا، وہ شخص تقاضا کرنے آیا تو آپ نے (اپنے صحابہ سے) فرمایا: ''ادا کر دو۔'' صحابہ نے اس عمر کا اونٹ تلاش کیا لیکن انھیں نہیں ملا، البتہ اس سے زیادہ عمر کا (یعنی اس سے بہتر) مل گیا۔ آپ نے فرمایا: ''یہی اسے دے دو۔'' اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے پورا پورا حق دے دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو بھی پورا بدلہ دے۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض ادا کرنے میں اچھے ہوں۔'' [بخاری، کتاب الوکالة، باب وکالة الشاھد والغائب جائزة : ۲۳۰۵]

ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا : یہ بات (یعنی لکھ لینا) اللہ کے نزدیک نہایت قرین انصاف ہے اور شہادت کے لیے بھی یہ بہت درست طریقہ ہے، اس سے تم کو کسی قسم کا شک و شبہ بھی نہیں پڑے گا، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ پھلوں کی دو یا تین سال کے لیے ادھار بیع کیا کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ادھار کی بیع کرے تو وہ معلوم ماپ، معلوم تول اور معلوم مدت کے لیے کرے۔'' [بخاری، کتاب السلم، باب السلم فی وزن معلوم : ۲۲۴۰۔ مسلم، کتاب المساقاة، باب السلم : ۱۶۰۴]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمی ایسے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول نہیں فرماتے، ایک وہ آدمی جس کی بیوی برے اخلاق والی (یعنی بے حیا) ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے، دوسرا وہ شخص جس نے کسی کو قرض دیا اور اس پر کسی کو گواہ نہ بنایا (یعنی اگر فتنہ و فساد کا خطرہ ہو تو گواہ بنانا ضروری ہے) اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی بے وقوف و بے سمجھ آدمی کو اس کا مال دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمْ ﴾ [النساء : ۵] ''اور بے سمجھ کو اپنا مال نہ دو۔'' [السنن الکبریٰ للبیہقی : ۱۰/ ۱۴۶، ح : ۲۰۵۱۷۔ مستدرک الحاکم : ۲/ ۳۰۲، ح : ۳۱۸۱]

﴿ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ﴾ : یعنی جو شخص لکھنا جانتا ہے تو لوگ جب اس سے لکھنے کے لیے کہیں تو وہ لکھنے سے انکار نہ کرے، بلکہ اسے چاہیے کہ جو لکھنا نہیں جانتا اس پر صدقہ کرے اور لکھ دے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(یہ بھی صدقہ ہے) کہ تم کسی کام کرنے والے کی مدد کر دو، یا جو کام کرنا نہیں جانتا اسے کام کر دو۔'' [بخاری، کتاب العتق، باب أی الرقاب أفضل؟ : ۲۵۱۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان أفضل الأعمال : ۸۴]

﴿ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ ﴾ : یہ مالی معاملات میں گواہی کا نصاب ہے۔ عورت کی عقل کی کمی کی وجہ سے دو عورتوں کو ایک مرد کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو اور کثرت سے استغفار بھی کیا کرو۔ میں نے دیکھا کہ جہنم میں اکثریت عورتوں کی تھی۔'' ایک عقل مند عورت نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وجہ کیا ہے، جہنم میں ہماری اکثریت کیوں تھی؟ فرمایا: ''اس لیے کہ تم بہت لعنت بھیجتی ہو اور خاوند کی نافرمانی کرتی ہو۔ میں نے نہیں دیکھا کہ عقل و دین میں ناقص ہونے کے باوجود کوئی عقل مند آدمی پر تم سے زیادہ غالب ہو۔'' اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! عقل اور دین میں کمی سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: ''عقل کی کمی یہ ہے کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر رکھی گئی ہے تو یہ ہے عقل کی کمی اور کچھ دنوں تک یہ نماز نہیں پڑھ سکتی اور نہ رمضان کے روزے رکھ سکتی ہے تو یہ دین کی کمی ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان نقصان الإیمان بنقص الطاعات : ۷۹]

﴿ وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ﴾ : عمارہ بن خزیمہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ ان کے چچا نے، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے، ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی سے ایک گھوڑا خریدا۔ آپ نے قیمت ادا کرنے کے لیے اسے اپنے ساتھ لے لیا۔ آپ نے رفتار تیز کر دی اور وہ پیچھے رہ گیا۔ لوگ اس دیہاتی سے اس گھوڑے کا سودا کرنے لگے۔ انھیں یہ معلوم نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خرید چکے ہیں، یہاں تک کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اس کی قیمت لگا دی۔ دیہاتی نے پکار کر کہا کہ اگر آپ کو خریدنا ہو تو خرید لو، ورنہ میں کسی اور کو بیچ دوں گا۔ یہ آواز سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے۔ آپ نے دیہاتی سے فرمایا: ''کیا میں نے تم سے یہ گھوڑا نہیں خریدا؟'' اس نے کہا، اللہ کی قسم! میں نے آپ کو نہیں بیچا۔ بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ وہ دیہاتی کہنے لگا، کوئی گواہ پیش کرو کہ میں نے یہ گھوڑا آپ کو بیچ دیا ہے۔ جو مسلمان وہاں آتا وہ دیہاتی سے کہتا، تیری بربادی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوائے حق کے کوئی بات نہیں کہتے۔ اتنے میں سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے، انھوں نے دونوں کی گفتگو سنی، وہ کہنے لگے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے یہ گھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیچ دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''تم کس بنیاد پر گواہی دے رہے ہو؟'' انھوں

نے کہا کہ آپ کی نبوت کی تصدیق کی بنیاد پر۔ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے ان کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دیا۔ [مسند أحمد : ۲۱۵/۵، ۲۱۶، ح : ۲۱۹۴۲۔ أبو داوٗد، کتاب القضاء، باب إذا علم الحاکم صدق شهادة الواحد : ۳۶۰۷۔ نسائی، کتاب البیوع، باب التسهیل فی ترك الأشهاد علی البیع : ۴۶۵۱]

وَ اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّ لَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ
بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَ لْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ
۳۹ ع ۷ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾

”اور اگر تم کسی سفر پر ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو ایسی گروی لازم ہے جو قبضے میں لے لی گئی ہو، پھر اگر تم میں سے کوئی کسی پر اعتبار کرے تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے وہ اپنی امانت ادا کرے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور شہادت مت چھپاؤ اور جو اسے چھپائے تو بے شک وہ، اس کا دل گناہ گار ہے اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے خوب جاننے والا ہے۔“

اگر آدمی سفر میں ہو اور خرید و فروخت کی نوبت آ جائے اور کاتب میسر نہ ہو تو ایسی صورت میں حقوق کی توثیق رہن کے ذریعے کر دینی چاہیے، تاکہ رہن (گروی) اس بات کا ثبوت ہو کہ رہن رکھنے والے کے ذمہ اس آدمی کا حق ہے جس کے پاس رہن موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ اشیائے رہن اور ضمانتوں کے ذریعے لوگوں کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے اور لڑائی جھگڑے کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ رہن ہمیشہ صاحب حق کے قبضے میں رہنا چاہیے۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپس میں اعتماد ہونے کی صورت میں بغیر وثیقہ اور بغیر گواہ بنائے بھی خرید و فروخت اور قرض کا لین دین کیا جا سکتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ گواہ کے لیے اپنی گواہی چھپانا حرام ہے۔

فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ : رہن رکھنے کی یہ رعایت حالت سفر کے علاوہ حالت اقامت میں بھی ہے، مثلاً اگر حالت اقامت میں فوری طور پر کاتب میسر نہ ہو تو قرض دار اپنی کوئی چیز بطور امانت قرض خواہ کے پاس رہن رکھ کر قرض حاصل کر سکتا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ رہن رکھی اور اس سے اپنے اہل کے لیے کچھ ”جو“ خریدے۔ [بخاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسیئة : ۲۰۶۹]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے ایک وقت مقررہ پر قیمت ادا کرنے کی شرط پر کچھ غلہ خریدا اور لوہے کی ایک زرہ اس کے پاس رہن رکھی۔ [بخاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسیئة : ۲۰۶۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”گروی رکھی ہوئی سواری (یعنی اونٹ اور گھوڑے وغیرہ) پر اس کے خرچ کے عوض سواری کی جا سکتی ہے اور گروی رکھے ہوئے دودھ والے جانور کا دودھ اس کے خرچ کے عوض پیا جا سکتا ہے، لہٰذا جو شخص سواری کرے اور جو شخص دودھ پیے، خرچ اسی کے ذمہ ہے۔“ [بخاری، کتاب فی الرهن فی الحضر، باب الرهن مرکوب و محلوب : ۲۵۱۲]

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ : یعنی قرض دار کا قرض ادا کر دے، مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص قرض لینے والے کا اعتبار کرے اور اس کی کوئی چیز رہن رکھے بغیر اسے قرض دے دے، تو اسے بھی چاہیے کہ اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کا قرض ادا کر دے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ﴾ [النساء : ٥٨] ”بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس شخص کو امانت واپس کرو جس نے تمھارے پاس امانت رکھی ہے اور جس نے تم سے خیانت کی ہے اس سے خیانت نہ کرو۔“ [أبو داوٗد، کتاب البیوع، باب فی الرجل یأخذ حقهٗ من تحت یده : ٣٥٣٥]

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ : یعنی اللہ سے ڈرے، امانت میں خیانت نہ کرے، خیانت کرنا بہت بڑا گناہ ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٦١] ”اور جو خیانت کرے گا قیامت کے دن لے کر آئے گا جو اس نے خیانت کی، پھر ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأنفال : ٢٧] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو، جبکہ تم جانتے ہو۔“

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ : گواہی کا چھپانا کبیرہ گناہ ہے۔ اسی لیے اس پر قرآن و حدیث میں سخت وعید بیان کی گئی ہے اور اسی لیے صحیح گواہی کی فضیلت بھی بڑی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴾ [المائدة : ١٠٦] ”اور نہ ہم اللہ کی شہادت چھپائیں گے، بے شک ہم اس وقت یقیناً گنہگاروں سے ہوں گے۔“

وہ آدمی بہترین گواہ ہے جو بن بلائے کسی مظلوم کے حق میں سچی گواہی دینے کے لیے حاضر ہو جاتا ہے، سیدنا زید ابن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تم کو بتلاؤں کہ سب سے بہتر گواہ کون ہے؟ جو گواہی کے لیے بلائے جانے سے پہلے اپنی گواہی ادا کر دے۔“ [مسلم، کتاب الأقضیة، باب بیان خیر الشهود : ١٧١٩]

اور وہ آدمی بدترین گواہ ہے جو ظالم کا ساتھ دیتے ہوئے، جھوٹی گواہی دینے لیے خود بخود حاضر ہو جاتا ہے، سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر القرون کے بعد والے زمانے کے برے لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ”یہ وہ لوگ ہوں گے جو گواہی طلب کرنے سے قبل ہی گواہی دیں گے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زهرة الدنیا والتنافس فیها : ٦٤٢٨۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة …… الخ : ٢٥٣٣ تا ٢٥٣٥]

﴿ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ﴾ : آیت میں دل کا خاص ذکر کیا گیا ہے، اس لیے کہ کسی بات کا چھپانا دل کا فعل ہے۔ علاوہ ازیں دل تمام اعضا کا سردار ہے اور یہ گوشت کا ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر یہ صحیح رہے تو سارا جسم صحیح رہتا ہے اور اگر اس میں فساد آ جائے تو سارا جسم فساد کا شکار ہو جاتا ہے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خبردار ہو جاؤ کہ بدن میں ایک ٹکڑا گوشت کا ایسا ہے کہ جب وہ سنور جاتا ہے تو تمام بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ (خوب) سن لو! وہ ٹکڑا دل ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینه : ٥٢]

﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۲۸۴ ﴾

''اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اور اگر تم اسے ظاہر کرو جو تمھارے دلوں میں ہے، یا اسے چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا، پھر جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، وہ ان سب کا بادشاہ ہے، ان سب کی اسے اطلاع ہے، اس سے نہ ظاہر باتیں مخفی ہیں اور نہ پوشیدہ اور نہ کوئی چھوٹی بات مخفی ہے اور نہ بڑی۔ وہ ان سب کا محاسبہ بھی کرے گا، جسے چاہے گا معاف کر دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [آل عمران : ٢٩] ''کہہ دے اگر تم اسے چھپاؤ جو تمھارے سینوں میں ہے، یا اسے ظاہر کرو اللہ اسے جان لے گا اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [البقرة : ٢٨٤] تو صحابہ رضی اللہ عنہم پر بہت گراں گزری، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دوزانو بیٹھ کر عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہمیں نماز، روزہ، جہاد اور صدقے جیسے اعمال کا حکم دیا گیا، جن کی ہم میں طاقت تھی اور اب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے اور ہم میں اس کی طاقت نہیں ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اس طرح کہو جس طرح پہلے دونوں کتابوں (تورات و انجیل) والوں نے کہا تھا: ((سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا)) ''ہم نے سنا اور نافرمانی کی'' بلکہ یہ کہو: ((سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ)) ''ہم نے سنا

اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا اقرار کرلیا اور یہ الفاظ ان کی زبانوں پر رواں ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ٭۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴾ [البقرة : ۲۸۵] "رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی جانب سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور سب مومن بھی، ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور انھوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" جب صحابہ نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پہلی آیت کو منسوخ کر کے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ﴾ [البقرة : ۲۸٦] "اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق، اسی کے لیے ہے جو اس نے (نیکی) کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے (گناہ) کمایا۔" [مسند أحمد : ۲/۴۱۲، ح : ۹۳٦۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں آنے والے خیالات کو معاف فرما دیا ہے، جب تک وہ عمل نہ کریں یا کلام نہ کریں۔" [بخاری، کتاب الطلاق، باب الطلاق فی الإغلاق والکره ...... الخ : ۵۲٦۹۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب تجاوز الله تعالى عن حدیث النفس : ۱۲۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا بندہ جب کسی برائی کا ارادہ کرے تو اسے اس کے نامۂ اعمال میں نہ لکھو اور اگر وہ اس کے مطابق عمل کر لے تو (پھر صرف) ایک برائی لکھ لو اور جب وہ نیکی کا محض ارادہ کرے اور ابھی اسے نہ کرے تو پھر بھی ایک نیکی لکھ لو اور اگر اس نیکی کو کر لے تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دو۔" [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالى: ﴿ یریدون أن یبدلوا کلم الله ﴾ : ۷۵۰۱۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب إذا هم العبد بحسنة كتبت : ۱۲۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے چند اصحاب نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر آپ سے دریافت کیا کہ ہمارے دلوں میں ایسے ایسے خیالات آتے ہیں جن کو زبان پر لانا ہم میں سے ہر ایک بہت بڑا (گناہ) سمجھتا ہے (کیا ان خیالات کا آنا بھی گناہ ہے)؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا واقعی تم اپنے دل میں ان خیالات کو برا سمجھتے ہو؟" انھوں نے کہا، ہاں! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ تو عین ایمان ہے۔" [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الوسوسة فی الإیمان : ۱۳۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کسی شخص کے پاس شیطان آتا ہے اور

اس سے کہتا ہے فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ حتیٰ کہ پھر وہ یہ کہتا ہے کہ تمھارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ تو جب یہ سوال اس کے دل میں آئے تو اسے چاہیے کہ اللہ کی پناہ طلب کرے اور اس خیال سے باز رہے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس : ۳۲۷۶۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان الوسوسة في الإيمان : ۱۳٤/۲۱٤]

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۫ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ٝ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَ اعْفُ عَنَّا ٙ وَ اغْفِرْ لَنَا ٙ وَ ارْحَمْنَا ٙ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾ ع ۸

''رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی جانب سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور سب مومن بھی، ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ اور انھوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق، اسی کے لیے ہے جو اس نے (نیکی) کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے (گناہ) کمایا، اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں، اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی بھاری بوجھ نہ ڈال، جیسے تو نے اسے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب! اور ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جس (کے اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے، سو کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۸٤] تو صحابہ پر بہت گراں گزری، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دو زانو بیٹھ کر عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہمیں نماز، روزہ، جہاد اور صدقے جیسے اعمال کا حکم دیا گیا جن کی ہمیں طاقت تھی اور اب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے اور ہمیں اس کی طاقت نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اس طرح کہو جس طرح تم سے پہلے دونوں کتابوں (تورات و انجیل) والوں نے کہا تھا: ((سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا)) ''ہم

نے سنا اور نافرمانی کی" بلکہ یہ کہو: « سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ » "ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" تو انھوں نے کہا: « سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ » تو جب صحابہ نے اس کا اقرار کر لیا اور یہ الفاظ ان کی زبانوں پر رواں ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس موقع پر یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴾ [البقرة : ٢٨٥] "رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی جانب سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور سب مومن بھی، ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور انھوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" جب صحابہ نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو منسوخ کر کے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ﴾ [البقرة : ٢٨٦] "اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق، اسی کے لیے ہے جو اس نے (نیکی) کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے (گناہ) کمایا، اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں۔" تب اللہ نے فرمایا، ہاں! (میں نے قبول فرمایا، پھر ہے) ﴿ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ﴾ "اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی بھاری بوجھ نہ ڈال، جیسے تو نے اسے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے۔" اللہ نے فرمایا، ہاں! (میں نے قبول فرما لیا، پھر ہے) ﴿ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ﴾ "اے ہمارے رب! اور ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جس (کے اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہ ہو۔" اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! ﴿ وَ اعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ "اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے، سو کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔" اللہ نے فرمایا، ہاں! (میں نے قبول فرما لیا)۔" [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان تجاوز الله عن حديث النفس : ١٢٥]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس لے جایا گیا، جو چھٹے آسمان میں ہے (یعنی اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے) اور زمین سے اوپر جانے والی چیزیں یہیں پہنچتی ہیں، پھر ان کو قبضے میں لے لیا جاتا ہے اور اوپر سے جو کچھ زمین پر آتا ہے وہ بھی یہاں تک پہنچتا ہے، پھر اس کو وہاں سے لے لیا جاتا ہے۔ فرمایا: ﴿ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴾ [النجم : ١٦] "جب اس بیری کو ڈھانپ رہا تھا جو ڈھانپ رہا تھا۔" فرمایا، اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں عطا فرمائی گئیں، پانچ نمازیں عطا کی گئیں، سورۃ البقرۃ

کی آخری دو آیات عطا فرمائی گئیں اور تیسری چیز کہ آپ کی امت میں سے جو شخص شرک نہ کرے اس کے ہلاک کرنے والے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔[مسلم، کتاب الإیمان، باب فی ذکر سدرۃ المنتھٰی : ۱۷۳]

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لے تو وہ اس کے لیے کافی ہوں گی۔'' [بخاری، کتاب فضائل القرآن ، باب فضل سورۃ البقرۃ : ۵۰۰۹۔ مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین ، باب فضل الفاتحۃ وخواتیم سورۃ البقرۃ : ۸۰۸]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، (ایک روز) سیدنا جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انھوں نے اپنے اوپر سے ایک زوردار آواز سنی، انھوں نے سر اٹھایا، پھر فرمایا: ''یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج کھولا گیا ہے، آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔'' پھر اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ ایک فرشتہ ہے جو آج زمین کی طرف نازل ہوا ہے اور آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا۔'' پھر اس فرشتے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور کہا: ''دو نوروں کی خوشخبری سنیے! یہ دو نور صرف آپ کو عطا کیے گئے ہیں، آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کیے گئے، ایک نور سورۂ فاتحہ ہے اور دوسرا نور سورۂ بقرہ کی آخری آیات ہیں، آپ (جب کبھی) ان دونوں میں سے کوئی کلمہ تلاوت کریں گے تو آپ کو مانگی ہوئی چیز مل جائے گی۔'' [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل الفاتحۃ : ۸۰۶]

سورۃ آل عمرٰن مدنیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو جگمگانے والی سورتیں یعنی سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھا کرو، کیونکہ وہ دونوں قیامت کے دن ایسی حالت میں آئیں گی گویا وہ دو بادل ہوں، یا دو سائبان، یا صف باندھے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہوں۔ وہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کریں گی۔'' [مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ القرآن و سورۃ البقرۃ : ۸۰۴]

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن قرآن اور ان قرآن والوں کو جو اس پر عمل کرتے تھے، لایا جائے گا۔ تو سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران قرآن مجید کے آگے آگے ہوں گی۔'' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو سورتوں کی تین مثالیں بیان کیں، میں ان مثالوں کو اب تک نہیں بھولا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گویا وہ دو بادل ہیں، یا دو سیاہ سائبان، جن کے درمیان خوب روشنی ہو رہی ہے، یا وہ قطار باندھے ہوئے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہیں، یہ سورتیں اپنے اصحاب کی طرف سے جھگڑا کریں گی۔'' [مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب فضل......الخ : ۸۰۵]

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۙ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ﴿۲﴾

''الٓمّٓ۔ اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے۔''

اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ﴾ [النساء : ۱۷۱] ''اللہ تو صرف ایک ہی معبود ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَئِنَّکُمۡ لَتَشۡہَدُوۡنَ اَنَّ مَعَ اللّٰہِ اٰلِہَۃً اُخۡرٰی ؕ قُلۡ لَّاۤ اَشۡہَدُ ۚ قُلۡ اِنَّمَا ہُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِکُوۡنَ ﴾ [الأنعام : ۱۹] ''کیا بے شک تم واقعی گواہی دیتے ہو کہ بے شک اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں؟ کہہ دے میں (یہ) گواہی نہیں دیتا، کہہ دے وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک ٹھہراتے ہو۔''

اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ : حَیٌّ اور قَیُّوۡمٌ اللہ تعالیٰ کی خاص صفات ہیں۔ ''حَیٌّ'' کا مطلب ہے کہ وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا، اسے موت اور فنا نہیں۔ ''قیوم'' کا مطلب ہے کہ وہ ساری کائنات کا قائم کرنے والا، محافظ اور نگران ہے۔

ساری کائنات اس کی محتاج اور وہ کسی کا محتاج نہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ ﴾ [الفرقان : ۵۸] ''اور اس زندہ پر بھروسا کر جو نہیں مرے گا۔''

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ ہمیشہ سے ہے اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب ﴿ وکان عرشه علی الماء ...... الخ ﴾ : ۷۴۱۸]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا کیا کرتے تھے: « اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ » ''(اے اللہ!) میں تیری عزت کی پناہ طلب کرتا ہوں، تیرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، تو وہ ہے کہ جس کو موت نہیں آتی، جبکہ جنات اور انسان تو مرتے رہتے ہیں۔''
[بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالٰی: ﴿ وهو العزیز الحکیم ﴾ : ۷۳۸۳]

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ﴿۳﴾

''اس نے تجھ پر یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری، اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور اس نے تورات اور انجیل اتاری۔''

یہاں ''الْكِتٰبَ'' سے مراد قرآن مجید ہے اور ''بِالْحَقِّ'' سے اس کے سچا اور منزل من اللہ ہونے پر دلالت ہے اور اس سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کتب سابقہ میں جو خبریں اور بشارتیں مذکور ہیں اس میں بھی وہی خبریں اور بشارتیں ہیں۔ ایک خبر یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بنا کر بھیجے گا اور بشارت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان پر قرآن نازل فرمائے گا۔ تورات وہ کتاب ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی اور انجیل وہ کتاب ہے جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی۔ اس وقت یہ دونوں کتابیں اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہیں۔ یہود و نصاریٰ نے ان کو بڑی حد تک بدل ڈالا ہے اور ان میں بہت سی تشریحات اپنی طرف سے ملا کر خلط ملط کر دیا ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ ﴾ [الرعد : ۱] ''اور جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ ﴾ [المائدۃ : ۴۸] ''اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ بھیجی، اس حال میں کہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں سے اس سے پہلے ہے۔''

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾

''اس سے پہلے، لوگوں کی ہدایت کے لیے اور اس نے (حق و باطل میں) فرق کرنے والی (کتاب) اتاری۔ بے شک

جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے اور اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے۔“

یعنی اپنے اپنے وقت میں تورات اور انجیل بھی یقیناً لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ تھیں، اس لیے کہ ان کے اتارنے کا مقصد ہی یہی تھا، تاہم اس کے بعد ﴿ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ﴾ دوبارہ کہہ کر وضاحت فرما دی کہ اب تورات و انجیل کا دور ختم ہو چکا ہے، اب قرآن نازل ہو چکا ہے، وہ فرقان ہے اور اب صرف وہی حق و باطل کی پہچان ہے۔ اس کو سچا مانے بغیر عند اللہ کوئی مسلمان اور مومن نہیں ہو سکتا۔

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴾ [السجدۃ : ۲۲] ”یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴾ [إبراھیم : ۴۷] ”پس تو ہرگز گمان نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے۔ یقیناً اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے۔“

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ ۝۵

”بے شک اللہ وہ ہے جس پر کوئی چیز نہ زمین میں چھپی رہتی ہے اور نہ آسمان میں۔“

ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ۵۹] ”اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔“

هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۶

”وہی ہے جو رحموں میں تمھاری صورت بناتا ہے، جس طرح چاہتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ مرد و عورت، خوبصورت و بدصورت اور نیک و بد بخت، جیسے جیسا چاہتا ہے رحم مادر میں پیدا کرتا ہے۔ یہ اشارہ ہے اس طرف کہ عیسیٰ علیہ السلام دیگر تمام انسانوں کی طرح اللہ کے ایک برگزیدہ بندے تھے۔ اللہ نے انھیں بھی مریم علیہا السلام کے رحم میں جیسا چاہا بنایا، تو پھر وہ ”اللہ“ کیسے ہو سکتے ہیں؟ جیسا کہ نصاریٰ کا باطل عقیدہ ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ﴾ [الزمر : ۶] ”وہ تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں، تین اندھیروں میں، ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش میں پیدا کرتا ہے۔“

هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ
فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ

تَأْوِيلِهٖ ۚ وَ مَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

”وہی ہے جس نے تجھ پر یہ کتاب اتاری، جس میں سے کچھ آیات محکم ہیں، وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، پھر جن لوگوں کے دلوں میں تو کجی ہے وہ اس میں سے ان کی پیروی کرتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، فتنے کی تلاش کے لیے اور ان کی اصل مراد کی تلاش کے لیے، حالانکہ ان کی اصل مراد نہیں جانتا مگر اللہ اور جو علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت قبول نہیں کرتے مگر جو عقلوں والے ہیں۔“

”مُحْكَمٰتٌ“ سے مراد وہ آیات ہیں جن میں اوامر ونواہی، احکام ومسائل اور قصص وحکایات ہیں، جن کا مفہوم واضح اور اٹل ہے اور ان کے سمجھنے میں کسی کو اشکال پیش نہیں آتا۔ اس کے برعکس ”آیات متشابہات“ ہیں جن کا مفہوم سمجھنے میں اکثر لوگوں کو اشتباہ ہو جاتا ہے، یا ان میں تاویل کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ جن میں ایسے حقائق کا بیان ہے کہ ان پر مجمل طور پر ایمان لانا تو ضروری ہے لیکن ان کی تفصیلات کو جاننا نہ انسان کے لیے ضروری ہے اور نہ عقلی استعداد کے ساتھ ممکن ہے۔ جیسے حروف مقطعات، مرنے کے بعد برزخی اور اخروی زندگی کی مختلف کیفیات وغیرہ۔ اس لیے آگے کہا جا رہا ہے کہ جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے، وہ آیات متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کے ذریعے سے فتنہ برپا کرتے ہیں، جیسے نصرانی ہیں۔ قرآن نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو عبداللہ اور نبی کہا ہے جو واضح اور محکم بات ہے۔ لیکن نصرانی اسے چھوڑ کر قرآن کریم میں عیسیٰ علیہ السلام کو جو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہا گیا ہے، اس سے اپنے گمراہ کن عقائد پر غلط استدلال کرتے ہیں۔ اس کے برعکس صحیح العقیدہ مسلمان محکمات پر عمل کرتا ہے اور ”متشابہات“ کے مفہوم کو بھی (اگر اس میں اشتباہ ہو) محکمات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، کیونکہ قرآن نے انھی کو ”اصل الکتاب“ قرار دیا ہے، جس سے وہ فتنے سے بھی محفوظ رہتا ہے اور عقائد کی گمراہی سے بھی۔

هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ : اس کتاب میں بعض محکم آیات ہیں، وہ آیتیں ہی کتاب الٰہی کی اصل ہیں اور تخلیق کائنات کا اصل مقصد ہیں، ان کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا آسان ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ [القمر : ۱۷] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟“ اور فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ﴾ [الكهف : ۱] ”سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہ رکھی۔“ اور فرمایا: ﴿ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ ﴾ [الزمر : ۲۸] ”واضح قرآن، جس میں کوئی کجی نہیں۔“

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ : یعنی وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے اور جن کا مشغلہ ہی محض فتنہ جوئی ہے، وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں چونکہ اس میں کئی احتمال ہوتے ہیں اس لیے وہ ان آیات سے وہ معنی نکالتے ہیں جو قرآن کی صریح اور محکم آیات کے خلاف ہوتے ہیں۔ فتنے اور اپنے خیال میں اس کی اصل مراد تلاش کرنے کے لیے وہ یہ کام کرتے ہیں۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ؔ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؔ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ [آل عمران : ٧] پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو قرآن مجید کی متشابہ آیات کی پیروی کرتے ہیں تو یہ وہی لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے (مذمت کے پیرائے میں) نام لیا ہے، لہٰذا تم ان سے بچ جاؤ۔“

[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ منه ايت محكمٰت ﴾ : ٤٥٤٧۔ مسلم، کتاب العلم، باب النهي عن اتباع متشابه القرآن : ٢٦٦٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔“ [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب النهي عن الجدال في القرآن : ٤٦٠٣]

اس لیے ضروری ہے کہ قرآن کا جو حصہ محکم ہے اس پر عمل کیا جائے اور جو متشابہ ہے اس پر جوں کا توں ایمان رکھا جائے اور تفصیلات سے بحث نہ کی جائے۔

وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؔ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ : ”تاویل“ سے مراد تفسیر اور بیان ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی: « اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاْوِيْلَ » ”اے اللہ! انھیں دین میں سمجھ بوجھ عطا فرما اور تفسیر کا علم عطا فرما۔“ [بخاری، کتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء : ١٤٣۔ مسند أحمد : ١/ ٢٦٦، ح : ٢٤٠١]

معلوم ہوا کہ تاویل کا علم راسخ فی العلم لوگوں ہی کو ہوتا ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾
رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿٩﴾ ع ١٩

”اے ہمارے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر، اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی بے حد عطا کرنے والا ہے۔ اے ہمارے رب! بے شک تو سب لوگوں کو اس دن کے لیے جمع کرنے والا ہے جس میں کوئی شک نہیں، بے شک اللہ وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔“

چونکہ یہاں صراط مستقیم کو اختیار کرنے والے اور اس سے منحرف ہونے والے دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے، اس لیے اللہ نے مومنوں کو تعلیم دی ہے کہ وہ اللہ سے ایمان پر ثابت قدمی کی دعا کریں اور اس بات کا دل سے اقرار کریں کہ وہ مرنے کے بعد زندہ ہونے پر اور جزا و سزا پر یقین رکھتے ہیں اور یہ کہ اللہ نے جو وعدہ کیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے: « يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ! ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ » ”اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔“ [ترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء أن القلوب بين أصبعي الرحمن: ۲۱۴۰۔ مسند أحمد : ۲۹۴/۶، ح: ۲٦٥٧٥]

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۙ﴿۱۰﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾

”بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولاد انھیں اللہ (کی پکڑ) سے ہرگز کچھ کام نہ آئیں گے اور وہی آگ کا ایندھن ہیں۔ (ان کا حال) فرعون کی قوم اور ان لوگوں کے حال کی طرح ہے جو ان سے پہلے تھے، انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو اللہ نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔“

قیامت کے ذکر کے بعد اب یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ تمام لوگ جنھوں نے اللہ کا انکار کیا اور رسولوں کی تکذیب کی، جہنم میں ضرور داخل ہوں گے، ان کا مال اور ان کی اولاد انھیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے اور دنیا میں بھی ان کا حشر فرعون اور ان لوگوں جیسا ہو گا جنھوں نے اللہ کی آیات کی تکذیب کی، کہ اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب انھیں پکڑ لیا اور عذاب آخرت سے پہلے دنیاوی مصیبتوں اور عقوبتوں میں مبتلا کیا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [التوبة : ٥٥] ”سو تجھے نہ ان کے اموال بھلے معلوم ہوں اور نہ ان کی اولاد، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ [التحريم : ٦] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر سخت دل، بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے زبیر بن عوام کی ماں! اور اللہ کے رسول کی

پھوپھی! اے محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ! اپنی جانوں کو اللہ سے خرید لو، میں اللہ (کے غضب) سے (تمھیں بچانے کے معاملے میں) تمھارے کچھ بھی کام نہیں آ سکتا۔" [بخاری، کتاب المناقب، باب من انتسب إلی اٰبائه فی الإسلام والجاھلیة : ۳۵۲۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب قوله تعالٰی :﴿ وأنذر عشیرتك الأقربین ﴾ : ۲۰۶]

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾

"ان لوگوں سے کہہ دے جنھوں نے کفر کیا کہ تم جلد ہی مغلوب کیے جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔"

اس سے مراد مدینہ کے یہودی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر کے بعد جب مدینہ منورہ واپس آئے تو بنو قینقاع کے بازار میں تمام یہودیوں کو جمع کیا اور کہا کہ اے جماعت یہود! تم لوگ اسلام لے آؤ، قبل اس کے کہ تمھارا بھی وہی انجام ہو جو اہل قریش کا ہوا۔ انھوں نے کہا کہ اے محمد! تم اس بات سے دھوکے میں نہ آ جاؤ کہ جنگ سے ناواقف مٹھی بھر قریشیوں کو قتل کر کے آ گئے ہو، اگر ہم سے جنگ ہوئی تو سمجھ جاؤ گے کہ ہم کون لوگ ہیں، تو یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ کا وعدہ پورا ہوا کہ بنو قریظہ قتل کر دیے گئے، بنو نضیر کو جلا وطن ہونا پڑا اور خیبر فتح ہوا اور باقی لوگوں کو جزیہ دینا پڑا۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَ اللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

"یقیناً تمھارے لیے ان دو جماعتوں میں ایک نشانی تھی جو ایک دوسرے کے مقابلے میں آئیں، ایک جماعت اللہ کے راستے میں لڑتی تھی اور دوسری کافر تھی، یہ ان کو آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اپنے سے دو گنا دیکھ رہے تھے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی مدد کے ساتھ قوت بخشتا ہے، بلاشبہ اس میں آنکھوں والوں کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے۔"

یہاں بھی مخاطب یہودِ مدینہ ہیں کہ غزوۂ بدر میں جو کچھ ہوا اس سے تمھیں عبرت حاصل کرنی چاہیے تھی اور سمجھ لینا چاہیے تھا کہ اللہ اپنے دین کو غالب کر کے رہے گا اور اپنے رسول کی مدد ضرور کرے گا۔ ﴿ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد اللہ کے رسول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جن کی تعداد تین سو تیرہ تھی اور ﴿ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ ﴾ سے مراد مشرکین قریش ہیں، جن کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔ ﴿ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ﴾ یعنی ہر فریق دوسرے فریق کو اپنے سے دوگنا دیکھتا تھا۔ کافروں کی تعداد ایک ہزار تھی انھیں مسلمان دو ہزار کے قریب دکھائی دیتے تھے۔ مقصد اس سے ان کے دلوں میں مسلمانوں کی دھاک بٹھانا تھا اور مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی، انھیں کافر ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے درمیان نظر آتے تھے۔ مقصد اس سے مسلمانوں کے عزم و حوصلہ میں اضافہ کرنا تھا۔ اپنے سے تین گناہ دیکھ کر ممکن تھا مسلمان مرعوب ہو جاتے، لیکن جب وہ تین گنا کی بجائے دو گنا نظر آئے تو ان کا حوصلہ پست نہیں ہوا۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

’’لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔‘‘

پچھلی آیات میں بیان ہوا کہ کافروں کو ان کے تمام دنیاوی اموال واسباب کام نہ آئے اور جنگ بدر میں گاجر مولی کی طرح قتل کر دیے گئے۔ اب اسی دنیا اور اس کی لذتوں کی حقارتِ شان بیان کر کے لوگوں کو اللہ کی جنتوں کے حصول کی ترغیب دلائی جا رہی ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ : یعنی وہ چیزیں جو طبعی طور پر انسان کو مرغوب اور پسندیدہ ہیں ان میں سب سے پہلے عورت کا ذکر کیا ہے، کیونکہ یہ بالغ انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور سب سے زیادہ مرغوب بھی، سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں نے اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ ہو۔‘‘ [بخاری، کتاب النکاح، باب ما یتقی من شؤم المرأة...... الخ : ۵۰۹۶]

سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا، کیا تو نے شادی کی ہے؟ میں نے کہا، نہیں، تو انھوں نے فرمایا، شادی کرو، کیونکہ اس امت کے بہترین شخص جو تھے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی بہت سی بیویاں تھیں۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب کثرة النساء : ۵۰۶۹۔ مسند أحمد : ۲۳۱/۱، ح : ۲۰۵۳]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دنیا سامان زندگی ہے اور دنیا کا بہترین سامان وہ نیک بیوی ہے کہ جب وہ اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، اگر اسے حکم دے تو اس کی اطاعت بجا لائے اور اگر وہ اس سے غائب ہو تو یہ اپنے نفس اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔‘‘ [مسلم، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة : ۱۴۶۹۔ أبو داؤد، کتاب الزکاة، باب فی حقوق المال : ۱۶۶۴]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’عورتوں اور خوشبو سے مجھے محبت ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔‘‘ [نسائی، کتاب عشرة النساء، باب حب النساء : ۳۳۹۲۔ مسند أحمد : ۱۲۸/۳، ح : ۱۲۳۰۱]

وَ الْبَنِيْنَ : بیٹوں سے مقصد اگر مسلمانوں کی قوت میں اضافہ اور بقا وتکثیر نسل ہے تو محمود ہے ورنہ مذموم، سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جنم دینے والی عورت سے نکاح کرو، کیونکہ (قیامت کے دن) تمھاری کثرت کی وجہ سے میں دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔‘‘ [أبو داؤد،

كتاب النكاح، باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء : ٢٠٥٠]

وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک قنطار بارہ ہزار اوقیے کے برابر ہے۔‘‘ [ابن ماجه، كتاب الأدب، باب بر الوالدين : ٣٦٦٠۔ مسند أحمد : ٣٦٣/٢، ح : ٨٧٥٨]

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ : سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہر عربی گھوڑے کو صبح کے وقت دو دعائیں کرنے کی اجازت دی جاتی ہے، تو وہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! تو نے انسانوں میں سے جسے بھی میرا مالک بنایا ہے تو مجھے اس کے سب سے پسندیدہ اہل اور مال میں سے بنا دے، یا یہ کہتا ہے کہ مجھے اس کا سب سے زیادہ پسندیدہ اہل و مال بنا دے۔‘‘ [مسند أحمد: ١٧٠/٥، ح : ٢١٥٥٣۔ نسائي ، كتاب الخيل، باب دعوة الخيل : ٣٦٠٩۔ مستدرك حاكم : ٩٢/٢، ح : ٢٤٥٧]

ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا : ارشاد فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحديد : ٢٠] ’’جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ﴾ [الكهف : ٤٦] ’’مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب میں بہتر اور امید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ [الأعلى : ١٦، ١٧] ’’بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔‘‘

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝۱۵

’’کہہ دے کیا میں تمھیں اس سے بہتر چیز بتاؤں، جو لوگ متقی بنے ان کے لیے ان کے رب کے پاس باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور نہایت پاک صاف بیویاں اور اللہ کی جانب سے عظیم

خوشنودی ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔“

اس آیت میں اہل ایمان کو بتلایا جا رہا ہے کہ دنیا کی مذکورہ چیزوں ہی میں مت کھو جانا، بلکہ ان سے بہتر تو وہ زندگی اور اس کی نعمتیں ہیں جو رب کے پاس ہیں، جن کے مستحق اہل تقویٰ ہی ہوں گے۔ ان کے لیے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، ان باغات میں متقی ہمیشہ رہیں گے، ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا و رضوان حاصل ہو گی۔

قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا : یعنی اے محمد (ﷺ)! کہہ دیجیے، بھلا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جو دنیا کی رعنائی و زیبائی اور یقینی طور پر زوال پذیر ہونے والی ان نعمتوں سے کہیں اچھی ہے جو لوگوں کو بڑی زینت اور باعثِ کشش معلوم ہوتی ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴾ [النساء : ۷۷] ”کہہ دے دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ فَمَا أُوتِيتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴾ [الشوریٰ : ۳٦] ”پس تمھیں جو بھی چیز دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا معمولی سامان ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔“

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب مثل الدنیا فی الآخرۃ : ٦٤١٥]

جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ : یعنی ان باغاتِ بہشت کے اطراف و اکناف میں مختلف قسم کے مشروبات، مثلاً شہد، دودھ، شراب اور پانی وغیرہ کی نہریں رواں دواں ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ۚ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ﴾ [محمد : ١٥] ”اس جنت کا حال جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں کئی نہریں ایسے پانی کی ہیں جو بگڑنے والا نہیں اور کئی نہریں دودھ کی ہیں، جس کا ذائقہ نہیں بدلا اور کئی نہریں شراب کی ہیں، جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور کئی نہریں خوب صاف کیے ہوئے شہد کی ہیں۔“

خٰلِدِينَ فِيهَا : یعنی ابد الآباد اس میں رہیں گے، اس سے نکل کر کہیں اور جانے کا ان کے دل میں تصور تک نہیں آ سکتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ أُكُلُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا ۚ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ ﴾ [الرعد : ۳۵] ”اس جنت کی صفت جس کا متقی لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ہے

کہ اس کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں، اس کا پھل ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس کا سایہ بھی۔ یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی بنے اور کافروں کا انجام آگ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴾ [ھود : ١٠٨] ''اور رہ گئے وہ جو خوش قسمت بنائے گئے تو وہ جنت میں ہوں گے، ہمیشہ اس میں رہنے والے، جب تک سارے آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جو تیرا رب چاہے۔ ایسا عطیہ جو قطع کیا جانے والا نہیں۔''

وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ : یعنی ایسی بیویاں جو میل کچیل، بول و براز اور حیض و نفاس جیسی ان تمام نجاستوں سے پاک ہوں گی جو دنیا کی عورتوں کو پیش آتی ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ﴾ [الرحمٰن : ٥٦] ''ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں، جنھیں ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ کسی جن نے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ حُوْرٌ عِيْنٌ ۙ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الواقعۃ : ٢٢ تا ٢٤] ''اور (ان کے لیے وہاں) سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتیں ہیں، جو فراخ آنکھوں والی ہیں۔ چھپا کر رکھے ہوئے موتیوں کی طرح۔ اس کے بدلے کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ : یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اپنی خوشنودی سے سرفراز فرمائے گا اور کبھی ان سے ناراض نہیں ہو گا، ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۙ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [التوبۃ : ٢٠ تا ٢٢] ''جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا رب انھیں اپنی طرف سے بڑی رحمت اور عظیم رضا مندی اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمت ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ بے شک اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبۃ : ٧٢] ''اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے، اور پاکیزہ رہنے کی جگہوں کا جو ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گی اور اللہ کی طرف سے تھوڑی سی خوشنودی سب سے بڑی ہے، یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ جنتیوں سے فرمائے گا، اے اہل جنت!

وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ہم تمھاری خدمت کے لیے بار بار حاضر ہیں، ہر قسم کی بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم راضی ہو گئے؟ جنتی عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہمیں کیا عذر ہے کہ ہم راضی نہ ہوں، حالانکہ تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی عطا نہیں فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں اس سے بہتر چیز تمھیں عطا نہ کروں؟ جنتی کہیں گے، اے رب! اس سے بہتر کون سی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں اپنی رضا تم پر نازل کر رہا ہوں، اب اس کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔'' [بخاري، كتاب التوحيد، باب كلام الرب مع أهل الجنة : ٧٥١٨۔ مسلم، كتاب الجنة، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة : ٢٨٢٩]

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْمُنْفِقِيْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

''جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! بے شک ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ جو صبر کرنے والے اور سچ کہنے والے اور حکم ماننے والے اور خرچ کرنے والے اور رات کی آخری گھڑیوں میں بخشش مانگنے والے ہیں۔''

ان آیات میں ان اہل تقویٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں، جو اللہ کی جنت اور اس کی نعمتوں کے حق دار بنیں گے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دعا کرنے والا اپنی نیکیوں کا ذکر کر کے دعا کرے اور اس کی تائید صحیحین کی ''اصحاب غار'' والی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں آیا ہے کہ ان تینوں نے جو غار میں گھر گئے تھے اپنی اپنی نیکیوں کو وسیلہ بنا کر دعا کی تھی اور اللہ نے پتھر کو غار کے دہانے سے ہٹا کر ان کی جان بچا دی تھی۔

اَلصّٰبِرِيْنَ : متقی بندے وہ ہیں جو صبر و استقامت سے توحید اور احکام الٰہی پر جمے رہتے ہیں، میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہتے ہیں، مصائب و آلام میں گھبراہٹ، بے صبری اور ناشکری کا مظاہرہ نہیں کرتے، غصہ کو ضبط کرتے ہیں اور معاف و درگزر کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [الرعد : ٢١، ٢٢] ''اور وہ جو اس چیز کو ملاتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں۔ اور وہ جنھوں نے اپنے رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کو نیکی کے ساتھ ہٹاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَ مَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا

﴿ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٣٤، ٣٥] ”اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہو گا جیسے وہ دلی دوست ہے۔ اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔“

الصّٰدِقِيْنَ : یعنی اپنے ایمان کے بارے میں اور اعمال شاقہ کے بجا لانے کے بارے میں انھوں نے جو کچھ کہا اس میں یہ بالکل سچ بولتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [المائدة : ١١٩] ”اللہ فرمائے گا یہ وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا، ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

وَ الْقٰنِتِيْنَ : یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں، اللہ کے سامنے عجز و انکسار اور ادب کا اظہار کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [الزمر : ٩] ”(کیا یہ بہتر ہے) یا وہ شخص جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے عبادت کرنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے؟ کہہ دے کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے؟ نصیحت تو بس عقلوں والے ہی قبول کرتے ہیں۔“

وَ الْمُنْفِقِيْنَ : یعنی اپنے مالوں کو وہ اطاعت کی ان تمام صورتوں میں جن کا انھیں حکم دیا گیا ہے، خرچ کرتے ہیں، مثلاً صلہ رحمی اور قرابت داری میں، ضرورتوں کے پورا کرنے اور ضرورت مند کی ہمدردی اور غمگساری میں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٣٣، ١٣٤] ”اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دوڑو اپنے رب کی جانب سے بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے، ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ : یعنی وہ اوقاتِ سحر میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں، اس آیت سے خاص طور پر سحر (پچھلی رات) کے وقت استغفار کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ

﴿يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ [الذاريات : ۱۵ تا ۱۸] ''بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔ وہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں سوتے تھے۔ اور رات کی آخری گھڑیوں میں وہ بخشش مانگتے تھے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر اس وقت نزول فرماتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے اور فرماتا ہے، کون دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں؟ ہے کوئی اپنے گناہوں کی معافی مانگنے والا کہ میں اسے معاف کردوں؟'' [بخاری، کتاب التہجد، باب الدعاء والصلاۃ من آخر اللیل : ۱۱۴۵۔ مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین ، باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل والإجابۃ فیہ : ۷۵۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے پہلے، درمیانی اور آخری ہر حصے میں وتر پڑھے ہیں اور آخر (عمر) میں آپ نے وتروں کو سحری تک ادا فرمایا ہے۔ [بخاری، کتاب الوتر، باب ساعات الوتر : ۹۹۶۔ مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل و عدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل : ۷۴۵]

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ﴿۱۸﴾

النصف

''اللہ نے گواہی دی کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی، اس حال میں کہ وہ انصاف پر قائم ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو اس پوری کائنات کا خالق، رازق اور مدبر ہے، وہ خود گواہی دے رہا ہے اور اس کی گواہی سے بڑھ کر سچی اور مبنی بر حقیقت کس کی گواہی ہو سکتی ہے کہ اپنی مخلوقات کا صرف وہی معبود ہے اور اس کا ہر کام اور اس کا ہر حکم مبنی بر عدل و انصاف ہے اور اس کے علاوہ اس کائنات میں جو بھی ہستی ہے وہ اسی کی پیدا کردہ، اسی کی محتاج اور اس کے رزق پر جینے والی ہے اور پھر یہی گواہی فرشتے اور وہ تمام اہل علم بھی دے رہے ہیں جو کتاب و سنت کے ماہر ہیں اور جنھوں نے اس کائنات کی حقیقت، اس کی ابتدا اور اس کے انجام پر خوب غور کیا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ : یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کی گواہی دی اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی گواہی ہو سکتی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۟ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ [الأنعام : ۱۹] ''کہہ کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ کہہ اللہ میرے درمیان اور تمھارے درمیان گواہ ہے اور

میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے، تاکہ میں تمھیں اس کے ساتھ ڈراؤں اور اسے بھی جس تک یہ پہنچے، کیا بے شک تم واقعی گواہی دیتے ہو کہ بے شک اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں؟ کہہ دے میں (یہ) گواہی نہیں دیتا، کہہ دے وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک ٹھہراتے ہو۔"

وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ : ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ۝ وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا﴾ [بنی إسرائیل : ۱۰۷، ۱۰۸] "کہہ دے تم اس پر ایمان لاؤ، یا ایمان نہ لاؤ، بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا، جب ان کے سامنے اسے پڑھا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ یقیناً ہمیشہ پورا کیا ہوا ہے۔" اور فرمایا: ﴿لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ [النساء : ۱٦٦] "لیکن اللہ شہادت دیتا ہے اس کے متعلق جو اس نے تیری طرف نازل کیا ہے کہ اس نے اسے اپنے علم سے نازل کیا ہے اور فرشتے شہادت دیتے ہیں اور اللہ کافی گواہ ہے۔"

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۫ وَ مَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾

"بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ چکا، آپس میں ضد کی وجہ سے اور جو اللہ کی آیات کا انکار کرے تو بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور اسلام ہر زمانے کے پیغمبر کی وحی کی فرماں برداری کا نام ہے، حتیٰ کہ سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء کو مبعوث فرمایا اور محمد ﷺ کے راستے کے سوا اپنے تک پہنچنے کے تمام راستوں کو بند کر دیا۔ لہٰذا محمد ﷺ کی بعثت کے بعد کوئی آپ کے دین و شریعت کے سوا کسی اور دین و شریعت کے ساتھ اللہ کے پاس جائے گا تو وہ اس سے ہرگز قابل قبول نہ ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ [آل عمران : ۸۵] "اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہوگا۔" اسلام ہی وہ دین ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، ارشاد فرمایا: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [المائدۃ : ۳] "آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔" اسلام ہی ہدایت کا واحد ذریعہ ہے، ارشاد فرمایا: ﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ﴾

[الأنعام : ١٢٥] ”تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔“

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ : یعنی اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء بھیجے ان سب کا دین یہی اسلام تھا۔ اہل کتاب نے یہ حقیقت جان لینے کے بعد کہ دین حق اسلام ہی ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے اور آخری نبی ہیں، محض بغض و عناد کی بنا پر اسلام سے انحراف کیا ہے۔ آج بھی ان کے لیے صحیح روش یہی ہے کہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں اور دین اسلام کو اختیار کر لیں۔

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَ مَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۟ؑ ﴿۲۰﴾ ع ۱۰/۲

”پھر اگر وہ تجھ سے جھگڑا کریں تو کہہ دے میں نے اپنا چہرہ اللہ کے تابع کر دیا اور اس نے بھی جس نے میری پیروی کی، اور ان لوگوں سے جنھیں کتاب دی گئی ہے اور ان پڑھ لوگوں سے کہہ دے کیا تم تابع ہو گئے؟ پس اگر وہ تابع ہو جائیں تو بے شک ہدایت پا گئے اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو تیرے ذمے تو صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔“

اسلام کی حقانیت اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت ثابت ہو جانے کے بعد بھی اگر اہل کتاب کفر و عناد کی راہ اختیار کرتے ہیں، تو آپ کہہ دیجیے کہ میں نے تو اپنا ظاہر و باطن اللہ کے سامنے جھکا دیا ہے اور یہی حال میری اتباع کرنے والے مسلمانوں کا بھی ہے اور اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سب کو کہہ دیجیے کہ اگر تم اسلام لے آؤ گے تو صراط مستقیم پر گامزن ہو جاؤ گے اور اگر روگردانی کرو گے تو میرا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور حساب تو تمھیں اللہ کو دینا ہو گا۔

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا : اس آیت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے تمام ملوک و امرا کو دعوتی خط لکھے اور اپنی عمومی رسالت کا اعلان کیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اس زمانے (یعنی اب سے لے کر قیامت تک) کا اگر کوئی بھی یہودی یا نصرانی (یا کوئی اور دین والا) میرے بارے میں سنے اور اس دین پر ایمان نہ لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے تو وہ جہنمی ہو گا۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ : ١٥٣]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے ہر سرخ و سیاہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔“ [مسند أحمد : ٥/١٤٥، ح : ٢١٣٥٧]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر نبی کو خاص اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا

تھا، جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب التيمم، بابٌ : ٣٣٥]

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ [النور : ٥٤] ’’اور رسول کے ذمے تو صاف پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ﴾ [الشورىٰ : ٤٨] ’’پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگران بنا کر نہیں بھیجا، تیرے ذمے پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۫ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۲﴾

’’بے شک جو لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور نبیوں کو کسی حق کے بغیر قتل کرتے ہیں اور لوگوں میں سے جو انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں انھیں قتل کرتے ہیں، سو انھیں ایک دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہوگئے اور ان کی مدد کرنے والے کوئی نہیں۔‘‘

ان آیات میں اہل کتاب کی مذمت ہے جن کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ انھوں نے نہ صرف احکام الٰہی پر عمل کرنے سے انکار کیا، بلکہ انبیاء اور ان لوگوں کو بھی قتل کرتے رہے جنھوں نے کبھی ان کے سامنے دعوت حق پیش کی اور یہ انتہائی تکبر ہے۔ ان کو دنیا میں ذلت و پستی کا سامنا کرنا پڑا اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عذابِ الیم تیار کر رکھا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ کا غضب بھڑک اٹھتا ہے ان لوگوں پر جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کیا۔‘‘ اور آپ اپنے دانت کی طرف اشارہ کر رہے تھے اور فرمایا: ’’اللہ کا غضب بھڑک اٹھتا ہے اس شخص پر جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی راہ میں قتل کریں (یعنی جہاد کی راہ میں جس کو ماریں، کیونکہ اس مردود نے پیغمبر کے مارنے کا قصد کیا ہوگا)۔‘‘ [مسلم، كتاب الجهاد، باب اشتداد غضب الله على من قتله رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : ١٧٩٣]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت کے دن سخت ترین عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو کسی نبی نے قتل کیا، یا اس نے کسی نبی کو قتل کیا ہو۔‘‘ [مسند أحمد : ١/٤٠٧، ح : ٣٨٦٧۔ مجمع الزوائد : ٥/٢٣٦]

اگلی آیت میں فرمایا کہ دنیا میں ان کے اعمال اس طرح ضائع ہوئے کہ اللہ نے ان کی مذمت کی، ذلت و رسوائی کا

سامنا کرنا پڑا، قتل کیے گئے، ان کی عورتیں اور بچے قیدی اور غلام بنا لیے گئے اور ان کے اموال بطور غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیے گئے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ ان کو عذاب الیم دے گا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ إِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾

”کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا، انھیں اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، پھر ان میں سے ایک گروہ منہ پھیر لیتا ہے، اس حال میں کہ وہ منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔“

اس آیت میں ”کتاب اللہ“ سے مراد ”تورات و انجیل“ ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب انھیں خود ان کی کتابوں کی طرف دعوت دی جاتی ہے کہ چلو انھی کو حکم مان لو تو یہ اس سے بھی پہلو تہی کر جاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں جیسے انھیں کسی چیز کا علم ہی نہیں۔ آیت میں ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہود زنا کرنے والے مرد اور عورت کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے، تو آپ ﷺ نے رجم کا حکم دے دیا، لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ہماری کتاب (یعنی تورات) میں تو صرف منہ کالا کرنا ہے۔ پھر تورات منگوائی گئی تو اس میں رجم کا ذکر ملا۔ چنانچہ ان دونوں کو رجم کر دیا گیا۔ اس پر یہود ناراض ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودٰتٍ ۖ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٥﴾

”یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے کہا ہمیں آگ ہرگز نہ چھوئے گی، مگر چند گنے ہوئے دن اور انھیں ان کے دین میں ان باتوں نے دھوکا دیا جو وہ گھڑا کرتے تھے۔ پھر کیا حال ہوگا جب ہم انھیں اس دن کے لیے جمع کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

یعنی جس چیز نے انھیں حق سے کھلم کھلا انحراف کرنے اور بڑے بڑے گناہوں کا بے شرمی سے ارتکاب کر لینے پر دلیر و جری بنا دیا ہے وہ یہ ہے کہ انھیں اللہ کی پکڑ اور سزا کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ ان کے آبا و اجداد انھیں طرح طرح کی خام خیالیوں اور جھوٹی تمناؤں میں مبتلا کر گئے ہیں۔ ان کی افترا پردازیوں کی ایک لمبی فہرست ہے۔ انھوں نے یہ عقیدہ گھڑ رکھا ہے کہ وہ دوزخ میں چند دن سے زیادہ نہیں رہیں گے۔ کبھی وہ اللہ کا بیٹا اور چہیتا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

جنت بنی ہی ہمارے لیے ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ﴾ [البقرة : ١١١] ''اور انھوں نے کہا جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے مگر جو یہودی ہوں گے یا نصاریٰ۔'' اسی طرح خود کو اللہ کے بیٹے اور پیارے سمجھتے تھے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ﴾ [المائدة : ١٨] ''اور یہود و نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔'' ایسے ہی یہود جبرائیل علیہ السلام کو اپنا دشمن سمجھتے تھے اور قرآن مجید پر ایمان نہ لانے کا انھوں نے یہی بہانہ بنا رکھا تھا کہ اس کو لانے والا فرشتہ ان کا دشمن ہے۔ ان کی اس افترا پردازی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [البقرة : ٩٧] ''کہہ دے جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو بے شک اس نے یہ کتاب تیرے دل پر اللہ کے حکم سے اتاری ہے، اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور مومنوں کے لیے سراسر ہدایت اور خوشخبری ہے۔'' ان کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی پر کبھی کوئی کتاب نازل نہیں کی، لہٰذا ہم کسی کتاب پر ایمان نہیں لائیں گے، فرمایا: ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ ﴾ [الأنعام : ٩١] ''اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی، جو اس کی قدر کا حق تھا، جب انھوں نے کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری۔ کہہ وہ کتاب کس نے اتاری جو موسیٰ لے کر آیا؟ جو لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی۔''

آیت نمبر (٢٥) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھیں جان لینا چاہیے کہ قیامت کے روز جب ہمارے حضور جمع ہوں گے تو ان کا بہت برا حال ہوگا۔ ان کے یہ من گھڑت عقیدے انھیں کوئی کام نہیں دے سکیں گے اور نہ انھیں اپنے بزرگوں سے جھوٹی محبت اور دامن گیری اللہ کے عذاب سے بچا سکے گی۔ کوئی نبی یا ولی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر سفارش بھی نہیں کر سکے گا۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٢٦

''کہہ دے اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ہر بھلائی ہے، بے شک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

یہود اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ حکم و نبوت کا یہ سلسلہ ہمیشہ ان میں رہے گا اور دوسری قومیں اس کا استحقاق نہیں رکھتیں۔ مگر جب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ایک اُمی قوم بنی اسماعیل سے مبعوث ہو گئے تو ان کے غیظ و غضب اور حسد کی انتہا

نہ رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خود مختار اور مالک الملک ہے، وہ جس قوم کو چاہتا ہے دنیا میں عزت و سلطنت سے نواز دیتا ہے۔ لہٰذا نبوت جو بہت بڑا اعزاز ہے، اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہا پسند فرمالیا۔ اللہ تعالیٰ پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ : حقیقی بادشاہت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [يٰس : ۸۳] ”سو پاک ہے وہ کہ اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی کامل بادشاہی ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ﴾ [الجاثية : ۲۷] ”اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بادشاہ کوئی نہیں سوائے اللہ کے۔“ یا یہ فرمایا: ”مالک کوئی نہیں سوائے اللہ عزوجل کے۔“ [مسلم، كتاب الأدب، باب تحريم التسمي بملك الأملاك...... الخ : ۲۱۴۳]

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ : بادشاہت دینا اور بادشاہت چھین لینا یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ﴾ [السجدة : ۵] ”وہ آسمان سے زمین تک (ہر) معاملے کی تدبیر کرتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ﴾ [الملك : ۱] ”بہت برکت والا ہے وہ کہ تمام بادشاہی صرف اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ : اللہ تعالیٰ ہی عزت و ذلت کا مالک ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴾ [الصافات : ۱۸۰] ”پاک ہے تیرا رب، عزت کا رب۔ ان باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ﴾ [فاطر : ۱۰] ”سو عزت سب اللہ ہی کے لیے ہے۔“

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چند کلمات سکھائے کہ میں انھیں قنوت وتر میں پڑھا کروں (وہ کلمات یہ ہیں): « اَللّٰهُمَّ ! اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَ عَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَ تَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَ بَارِكْ لِيْ فِيْمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَيْتَ » ”اے اللہ! تو نے جن لوگوں کو ہدایت دی ہے ان میں مجھے بھی ہدایت دے اور جن لوگوں کو تو نے عافیت دی ہے ان میں مجھے بھی عافیت دے اور جن کا تو والی بنا ہے ان میں میرا بھی والی بن اور تو نے جو کچھ مجھے عطا فرمایا ہے اس میں میرے لیے برکت فرما اور جو فیصلے تو نے کیے ہیں ان کے شر سے مجھے محفوظ رکھ، کیونکہ تو فیصلے کرتا ہے اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا، جس کا تو دوست بن جائے وہ

کبھی ذلیل نہیں ہوتا اور جس سے تجھے دشمنی ہو جائے وہ کبھی عزت نہیں پاتا، اے ہمارے پروردگار! تو عزت والا اور بلند ہے۔" [أبو داؤد، کتاب الوتر، باب القنوت فی الوتر : ۱۴۲۵۔ نسائی کتاب قیام اللیل، باب الدعاء فی الوتر : ۱۷۴۶]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (سوار) تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے لڑکے! اللہ کا دھیان رکھ، وہ تیرا دھیان رکھے گا، اللہ کا دھیان رکھ تو اسے اپنے سامنے پائے گا اور جب سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ اور جان لے کہ اگر ساری دنیا اس بات پر جمع ہو جائے کہ تجھے کوئی فائدہ پہنچائیں تو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے مگر جو اللہ نے تمھارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر وہ جمع ہو جائیں کہ تجھے کوئی نقصان پہنچائیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے مگر جو اللہ نے تم پر لکھ دیا ہے، قلم خشک ہو گئے اور صحیفے لپیٹ دیے گئے۔" [ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب حدیث حنظلة : ۲۵۱۶۔ مسند أحمد : ۲۹۳/۱، ح : ۲۶۷۳]

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢٧﴾

"تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور تو دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور تو مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تو جسے چاہے کسی حساب کے بغیر رزق دیتا ہے۔"

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ : یعنی ان میں سے ایک کا کچھ حصہ لے کر دوسرے میں اضافہ فرما دیتا ہے جس سے دونوں برابر ہو جاتے ہیں، پھر ایک میں سے کچھ حصہ لے کر دوسرے میں داخل کر دیتا ہے تو پھر یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد یہ دن رات پھر برابر ہو جاتے ہیں اور سال کے مختلف موسموں بہار، خزاں، گرمی اور سردی میں یہ سلسلہ اسی طرح جاری و ساری رہتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٤] "رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔" اور فرمایا: ﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ﴾ [فاطر : ١٣] "وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے۔"

وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ : اللہ کے علاوہ کوئی رزق دینے والا نہیں، وہ اکیلا ہی رازق اور داتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [النمل : ٦٤] ”یا وہ جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہراتا ہے اور جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ کہہ لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔“

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿٢٨﴾

”ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح بچنا اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ کافروں سے دوستی رکھیں، انھیں دوست بنائیں اور مومنوں کو چھوڑ کر ان سے محبت کریں اور ایسا کرنے والوں کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ جو اس کا ارتکاب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے بے زار ہے۔ ہاں اگر کوئی بعض علاقوں یا بعض اوقات میں ان کے شر سے ڈرے تو وہ ظاہر میں ان کے شر سے بچاؤ کی کوئی صورت اختیار کر سکتا ہے، جبکہ باطن میں ایسا جائز نہیں۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی سزا سے ڈراتا ہے کہ اگر تم نے اس کے دشمنوں کو دوست بنا لیا اور اس کے دوستوں سے دشمنی شروع کر دی تو وہ تم پر اپنا عذاب مسلط کر دے گا۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ﴾ [الممتحنة : ١] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ﴾ [المجادلة : ٢٢] ”تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴾ [النساء : ١٤٤] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ

کے لیے اپنے خلاف ایک واضح حجت بنا لو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ؔۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ﴾ [المائدۃ : ۵۱] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے۔‘‘

ان آیات سے کسی مسلمان کے لیے مسلم ممالک کو چھوڑ کر کفار کے ملک میں رہنے کی کراہت بھی ثابت ہوتی ہے، کیونکہ وہاں مسلمانوں کو کفار سے دوستی کے عملی ثبوت کے بغیر رہنا اور اپنے اور اپنے اہل و عیال کے دین کو بچانا مشکل ہے، اس لیے اگر مسلم کہیں مغلوب ہے تو اسے جان بچانے کے لیے دوستی کا اظہار تو جائز ہے، البتہ وہاں سے ہجرت کر کے مسلمان علاقے میں آنا لازم ہے۔ ہاں اگر بے بس ہو تو اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً : یعنی اگر کوئی بعض علاقوں یا بعض اوقات میں ان کے شر سے ڈرے تو وہ ظاہر میں ان کے شر سے بچاؤ کی کوئی صورت اختیار کر سکتا ہے، جبکہ باطن میں ایسا جائز نہیں۔ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بعض لوگوں کے سامنے مسکرا دیتے ہیں، لیکن ہمارے دل انھیں لعنت کر رہے ہوتے ہیں۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب المداراۃ مع الناس، قبل الحدیث : ۶۱۳۱، تعلیقًا]

وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ : یعنی اللہ تمھیں اپنی ذات مقدس سے ڈرا رہا ہے۔ دیکھو، اس کے احکام کی مخالفت اور اس کے دشمنوں سے دوستی کر کے اسے ناراض نہ کرو، اس میں انتہا درجے کی دھمکی ہے۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۹

’’کہہ دے اگر تم اسے چھپاؤ جو تمھارے سینوں میں ہے، یا اسے ظاہر کرو اللہ اسے جان لے گا اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔‘‘

اللہ کی طرف سے بندوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور ایسے اعمال کا ارتکاب نہ کریں جن سے اللہ نے منع کیا ہے اور جو اس کی ناراضی کا سبب بنیں اور بندہ اس یقین کے ساتھ دنیا میں رہے کہ اللہ سے کوئی بات بھی مخفی نہیں۔ وہ دلوں کے بھید جانتا ہے، چاہے بندہ اسے ظاہر کرے یا چھپائے، وہ آسمان و زمین کی تمام چیزوں کو جانتا ہے اور جب اس سے کوئی چیز مخفی نہیں تو اگر کوئی شخص پوشیدہ طور پر کافروں سے دوستی رکھے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرے تو اللہ تعالیٰ سے یہ باتیں کیسے مخفی رہ سکتی ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ ﴾ [آل عمران : ۵] ’’بے شک اللہ وہ ہے جس پر کوئی چیز نہ زمین میں چھپی رہتی ہے اور نہ آسمان میں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ [الملک : ۱۳] ’’اور تم اپنی بات کو چھپاؤ، یا

اسے بلند آواز سے کرو (برابر ہے)، یقیناً وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْ ﴾ [الممتحنة : ۱] ''تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا۔''

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۛۚ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ؕ وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ ع ۲ / ۱۱

''جس دن ہر شخص حاضر کیا ہوا پائے گا جو اس نے نیکی میں سے کیا اور وہ بھی جو اس نے برائی میں سے کیا، چاہے گا کاش! اس کے درمیان اور اس کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں سے بے حد نرمی کرنے والا ہے۔''

اگر اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی کو ڈھیل دیتا ہے تو اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے اعمال مخفی ہیں، بلکہ اس کے اعمال قیامت کے دن کے لیے اٹھا کر رکھ دیے جاتے ہیں، جس دن ہر آدمی اپنی نیکیوں کو اپنے سامنے پائے گا اور جب اپنے گناہوں کو اپنے سامنے دیکھے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش اس کے درمیان اور ان گناہوں کے درمیان بہت زیادہ دوری ہوتی۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾

''کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

یہود و نصاریٰ دونوں کا دعویٰ تھا کہ ہمیں اللہ سے اور اللہ تعالیٰ کو ہم سے محبت ہے، بالخصوص نصرانیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم و محبت میں جو اتنا غلو کیا کہ انھیں درجۂ الوہیت پر فائز کر دیا، اس کی بابت بھی ان کا خیال تھا کہ ہم اس طرح اللہ کا قرب اور اس کی رضا و محبت چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے دعووں اور خود ساختہ طریقوں سے اللہ کی محبت اور اس کی رضا حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کا تو صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ میرے آخری پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی اتباع کرو۔ اس آیت نے محبت کے دعوے کرنے والوں کے لیے ایک کسوٹی اور معیار مہیا کر دیا ہے کہ محبت الٰہی کا طالب اگر اتباعِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے یہ مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے تو پھر تو یقیناً وہ کامیاب ہے اور اپنے دعوے میں سچا ہے، ورنہ وہ جھوٹا ہے اور اس مقصد کے حصول میں ناکام رہے گا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جو کسی شخص میں موجود ہوں تو وہ ان کے ذریعے ایمان کی لذت اور اس کی مٹھاس کو پا لیتا ہے۔ ایک یہ کہ اسے اللہ اور اس کے

رسول (ﷺ) کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہو، دوسری یہ کہ اسے کسی شخص سے محبت ہو تو محض اللہ کی رضا کی خاطر ہو اور تیسری یہ کہ اسے کفر کی طرف لوٹنا اسی طرح ناپسند ہو جیسا کہ جہنم میں ڈالا جانا اسے ناپسند ہے۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب حلاوۃ الإیمان : ١٦۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان خصال من اتصف بھن وجد حلاوۃ الإیمان : ٤٣]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے باپ، اپنی اولاد اور دیگر تمام لوگوں کی نسبت مجھ سے زیادہ محبت نہ کرے۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب حب الرسول ﷺ من الإیمان : ١٥۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب محبۃ رسول اللہ ﷺ أکثر من الأھل و الولد ...... الخ : ٤٤]

عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا، اس اثنا میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ مجھے (دنیا کی) ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں، ہاں البتہ میری جان سے زیادہ محبوب نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”نہیں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہاں تک کہ میں تمھیں تمھاری جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں۔“ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اب اللہ کی قسم! آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عمر! اب بات بنی ہے۔“ [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ : ٦٦٣٢]

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اسلام لانے سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے شدید بغض رکھتا تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا کی تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ سے شدید محبت کرنے لگا...... وہ فرماتے ہیں، اور اب کوئی شخص ایسا نہ تھا جو مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب ہوتا اور نہ کوئی ایسا تھا جس کا مقام و مرتبہ میری نظر میں آپ ﷺ سے زیادہ ہوتا اور آپ ﷺ کے عظیم مقام و مرتبہ کی وجہ سے میں اس بات کی طاقت نہیں رکھتا تھا کہ آپ کو آنکھ بھر کے دیکھ لوں، اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ میں آپ ﷺ کی صورت کے متعلق بیان کروں تو میں ایسا نہیں کر سکتا، کیونکہ میں نے کبھی آپ کو آنکھ بھر کے نہیں دیکھا۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب کون الإسلام یھدم ما قبلہ : ١٢١]

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

”کہہ دے اللہ اور رسول کا حکم مانو، پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ کافروں سے محبت نہیں رکھتا۔“

اس آیت میں اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اطاعتِ رسول ﷺ کی پھر تاکید کر کے واضح کر دیا کہ اب نجات اگر ہے تو صرف اطاعتِ محمد (ﷺ) میں ہے اور اس سے انحراف کفر ہے اور ایسے کافروں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔

اس آیت میں اللہ کی اطاعت کے ساتھ ”الرسول“ یعنی محمد ﷺ کی اطاعت کا مستقل حیثیت سے حکم دیا گیا ہے اور

آپ ﷺ کی وفات کے بعد ''الرسول'' کی اطاعت سنت کی پیروی سے ہو سکتی ہے۔ بعض لوگ غلط فہمی کی بنا پر کہہ دیتے ہیں کہ حدیث وہی حجت ہو گی جو قرآن کے مطابق ہو۔ حالانکہ قرآن نے متعدد موقعوں پر حدیث کو مستقل دلیل اور شریعت کے ماخذ کی حیثیت دی ہے، لہٰذا قانون کا ماخذ قرآن و حدیث دونوں قرار پائیں گے۔ حدیث میں قرآن سے زائد حکم تو ہو سکتے ہیں مگر کوئی صحیح حدیث قرآن کے خلاف نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے تو یہ اس کی عقل وفہم کا قصور ہے یا اس کی نیت کا فتور۔

ارشاد فرمایا: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَا تَوَلَّوْا۟ عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ ﴾ [الأنفال : ۲۰] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اس سے منہ نہ پھیرو، جب کہ تم سن رہے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوٓا۟ أَعْمَٰلَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۳] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور اس رسول کا حکم مانو اور اپنے اعمال باطل مت کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَأَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَٱحْذَرُوا۟ ۚ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا ٱلْبَلَٰغُ ٱلْمُبِينُ ﴾ [المائدة : ۹۲] ''اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور بچ جاؤ، پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمے تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔''

سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے ہو، اس کے پاس میرے حکم میں سے کوئی حکم آئے، ان چیزوں میں سے جن کا میں نے حکم دیا ہے یا میں نے منع کیا ہے تو وہ کہے، ہم نہیں جانتے، ہم اللہ کی کتاب میں جو پائیں گے اس کی پیروی کریں گے۔'' [أبوداؤد، كتاب السنة، باب لزوم السنة : ٤٦٠٥]

سیدنا عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ نے حاکم وقت بشر بن مروان کو (دوران خطبہ جمعہ میں) منبر پر دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا، اللہ خراب کرے ان دونوں ہاتھوں کو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے زیادہ کرتے نہیں دیکھا اور انھوں نے اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔ [مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلوة والخطبة : ۸۷٤]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے انھیں بتایا کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا تو آپ نے فرمایا: ''اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔'' اس آدمی نے جواب دیا، میں ایسا نہیں کر سکتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: '' (اچھا اللہ کرے) تجھ سے ایسا نہ ہو سکے۔'' اس شخص نے تکبر سے یہ بات کہی تھی (کوئی شرعی عذر نہیں تھا)، تو راوی کہتا ہے کہ پھر وہ شخص (عمر بھر) اپنا دایاں ہاتھ منہ تک نہ اٹھا سکا۔ [مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب : ۲۰۲۱]

إِنَّ ٱللَّهَ ٱصْطَفَىٰٓ ءَادَمَ وَنُوحًا وَءَالَ إِبْرَٰهِيمَ وَءَالَ عِمْرَٰنَ عَلَى ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٣٣﴾

''بے شک اللہ نے آدم اور نوح کو اور ابراہیم کے گھرانے اور عمران کے گھرانے کو جہانوں پر چن لیا۔''

اوپر کی آیات میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع واطاعت کا حکم دیا ہے۔ اب اسی آیت میں آپ کی رسالت کے اثبات کے سلسلہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ﷺ کا تعلق بھی اس خاندان نبوت سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے، کیونکہ آپ آل ابراہیم سے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ : اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو منتخب فرمایا، ان کو اور ان کی اولاد کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ انھیں اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا، انھیں تمام چیزوں کے نام سکھائے، انھیں اپنی جنت میں بسایا، پھر حکمت و مصلحت کے پیش نظر انھیں زمین میں اتار دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ﴾ [البقرة : ۳۰] ”بے شک میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ﴾ [البقرة : ۳۱] ”اور آدم کو سب کے سب نام سکھلا دیے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ﴾ [الكهف : ۵۰] ”اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَیْثُ شِئْتُمَا ﴾ [الأعراف : ۱۹] ”اور اے آدم! تو اور تیری بیوی اس جنت میں رہو، پس دونوں کھاؤ جہاں سے چاہو۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن لوگ آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے، آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے، آپ کے جسم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا (کہ آپ کو سجدہ کریں تو) انھوں نے آپ کو سجدہ کیا ہے اور اللہ نے آپ کو جنت میں رہنے کی جگہ دی اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے۔“ [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ ولقد أرسلنا نوحا ﴾ : ۳۳۴۰۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ۱۹۳]

وَنُوْحًا : اللہ نے نوح علیہ السلام کو منتخب فرمایا، انھیں اہل زمین کی طرف پہلا رسول بنایا اور جب لوگوں نے بتوں کی پوجا شروع کر دی تو آپ نے انھیں دن اور رات، الگ الگ اور اجتماعی ہر طرح دعوت الی اللہ دی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف مبعوث فرمایا۔“ [بخاری، كتاب التفسير، باب قول الله تعالى: ﴿ وعلم آدم الأسماء كلها ﴾ : ۴۴۷۶۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ۱۹۳]

وَاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ : اللہ تبارک وتعالیٰ نے آل ابراہیم کا انتخاب فرمایا، سید البشر اور خاتم الانبیاء محمد ﷺ کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا ﴾ [النساء : ۵۴] ”تو ہم نے تو آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور ہم نے انھیں بہت بڑی سلطنت عطا فرمائی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ [الحديد : ۲۶] ”اور

بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی، پھر ان میں سے کچھ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں اور ان میں سے زیادہ نافرمان ہیں۔"

وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ : اللہ تعالیٰ نے آل عمران کو منتخب فرمایا، اس عمران سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم علیہا السلام کے والد ہیں، جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ [مریم : ۵۸] "یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا نبیوں میں سے، آدم کی اولاد سے اور ان لوگوں میں سے جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا اور ابراہیم اور اسرائیل کی اولاد سے۔"

ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۚ﴿۳۴﴾

"ایسی نسل جس کا بعض بعض سے ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

گویا سب انبیاء آدم علیہ السلام، پھر نوح علیہ السلام، پھر ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور چونکہ عیسیٰ علیہ السلام بھی ابراہیم علیہ السلام اور پھر آل عمران میں سے تھے، لہٰذا وہ بھی انسان تھے، اللہ یا اللہ کے بیٹے نہیں تھے۔ آگے اہل نجران اور نصرانیوں کے عقیدے کے ابطال کے لیے عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا قصہ شروع ہوتا ہے۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰى ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَ لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَ اِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَ اِنِّيْۤ اُعِيْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۳۶﴾

"جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے رب! بے شک میں نے تیرے لیے اس کی نذر مانی ہے جو میرے پیٹ میں ہے کہ آزاد چھوڑا ہوا ہوگا، سو مجھ سے قبول فرما، بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ پھر جب اس نے اسے جنا تو کہا اے میرے رب! یہ تو میں نے لڑکی جنی ہے اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو اس نے جنا اور لڑکا اس لڑکی جیسا نہیں، اور بے شک میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور بے شک میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔"

سیدہ مریم کی والدہ نے جو منت مانی تھی وہ اس توقع سے مانی تھی کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ کیونکہ اس عہد میں لڑکے تو اللہ کی عبادت کے لیے وقف کیے جاتے تھے، لڑکیوں کو وقف کرنے کا رواج نہیں تھا، مگر ہوا یہ کہ لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی اور اس بات پر افسوس ہونا ایک فطری امر تھا۔

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى : بظاہر تو کہنا چاہیے تھا کہ لڑکی لڑکے جیسی نہیں مگر اس کے برعکس فرمایا، یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ لڑکا جو عمران کی بیوی کے ذہن میں تھا اس لڑکی جیسا نہیں ہو سکتا جو انھیں عطا کی گئی ہے۔

وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ : بچے کا نام ولادت کے پہلے روز بھی رکھا جا سکتا ہے، ساتویں دن کا انتظار ضروری نہیں بلکہ وہ نام رکھنے کی آخری حد ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آج رات میرے گھر بچہ پیدا ہوا ہے اور میں نے اپنے باپ (ابراہیم علیہ السلام) کے نام پر اس کا نام ابراہیم رکھا ہے۔“ [مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمته صلی اللہ علیہ وسلم الصبيان والعيال ...... الخ : ۲۳۱۵]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ نے جب بچے کو جنم دیا تو وہ اپنے بھائی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ [بخاری، کتاب العقيقة، باب تسمية المولود غداة يولد لمن لم يعق عنه و تحنيكه : ۵۴۷۰۔ مسلم، کتاب الآداب، باب استحباب تحنيك المولود عند ولادته : ۲۱۴۴]

وَاِنِّيْ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ : یعنی ام مریم نے دعا کہ اے اللہ ! میں اس بچی اور اس کی اولاد (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما لی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے چھوتا ہے، شیطان کے اس کچوکے لگانے کی وجہ سے بچہ چیخ چیخ کر رونے لگتا ہے، ہاں! البتہ مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام شیطان کے کچوکے سے محفوظ رہے تھے۔“ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ وَاِنِّيْ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴾ ”اور بے شک میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔“ [بخاری، کتاب التفسير، باب ﴿ وإني أعيذها بك وذريتها من الشيطان الرجيم ﴾ : ۴۵۴۸۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل عيسى عليه السلام : ۲۳۶۶]

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

”پس اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول کیا اور اچھی نشو و نما کے ساتھ اس کی پرورش کی اور اس کا کفیل زکریا کو بنا دیا۔ جب کبھی زکریا اس کے پاس عبادت خانے میں داخل ہوتا، اس کے پاس کوئی نہ کوئی کھانے کی چیز پاتا، کہا اے مریم! یہ تیرے لیے کہاں سے ہے؟ اس نے کہا یہ اللہ کے پاس سے ہے۔ بے شک اللہ جسے چاہتا ہے کسی حساب کے بغیر رزق دیتا ہے۔“

ام مریم نے بیٹے کی نیت کی تھی، تاکہ بیت المقدس کی خوب خدمت کرے۔ جب بچی ہوئی تو انھیں ایک طرح کی مایوسی ہوئی، لیکن اللہ نے ان کی نذر قبول کر لی اور پھر وہ لڑکی ایسی ہوئی کہ تقویٰ اور دینی مقاصد کے حصول میں ہزاروں لڑکوں پر سبقت لے گئی۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نذر قبول کر لی اور اس لڑکی کو ایسا شرفِ قبولیت حاصل ہوا کہ وہ مقام و مرتبہ میں بہت سے اولیاء اللہ سے آگے بڑھ گئی اور پھر اللہ نے ان کی کفالت زکریا علیہ السلام کے ذمہ لگا دی جو ان کے خالو تھے۔ "مِحْرَابٌ" سے مراد حجرہ ہے جس میں سیدہ مریم علیہا السلام قیام پذیر تھیں۔ جب بھی زکریا علیہ السلام ان کے پاس جاتے تو موسم سرما کا پھل موسم گرما میں اور گرما کا سرما میں پاتے تھے۔ اس لیے سیدنا زکریا علیہ السلام نے ازراہِ تعجب و حیرت پوچھا کہ یہ کہاں سے آتا ہے؟ تو انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

اسلوبِ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رزق بطور کرامت مریم علیہا السلام کے پاس پہنچ رہا تھا۔ اس کی تصدیق سیدنا خبیب بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے، جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خبیب رضی اللہ عنہ کو مشرکینِ مکہ نے قید کر لیا اور حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے لڑکوں نے خرید لیا۔ خبیب رضی اللہ عنہ نے بدر کی لڑائی میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ آپ ان کے ہاں کچھ دن قید رہے۔ حارث کی بیٹی (زینب رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہے کہ اللہ کی قسم! کوئی قیدی میں نے خبیب رضی اللہ عنہ سے بہتر کبھی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! میں نے ایک دن دیکھا کہ انگور کا خوشہ ان کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس میں سے کھا رہے ہیں۔ حالانکہ وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور مکہ میں ان پھلوں کا موسم بھی نہیں تھا۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی روزی تھی جو اللہ نے خبیب رضی اللہ عنہ کو بھیجی تھی۔ [بخاري، كتاب الجهاد، باب هل يستأسر الرجل؟ و من لم يستأسر......الخ : ٣٠٤٥]

اس واقعہ سے بھی ثابت ہوا کہ اللہ کے دوستوں سے کرامات صادر ہوتی ہیں، لیکن اللہ کا دوست وہی ہوگا جو پابند شریعت، قرآن و سنت کا متبع اور خرافات و بدعات سے کوسوں دور ہوگا۔ مشرک، بدعتی، قرآن و سنت سے دور اور عمل صالح میں کوتاہ کبھی اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا اور ایسے لوگوں سے جن خرقِ عادت امور کا ظہور ہوتا ہے، وہ جادو اور شیطانی عمل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

وَ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا : سیدنا مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہاں (دوسرے آسمان پر معراج کی رات زکریا علیہ السلام کے بیٹے) یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام موجود تھے جو دونوں خالہ زاد بھائی تھے (اصطلاح عرب میں ماں کی خالہ کے لڑکے کو بھی خالہ زاد بھائی کہہ دیتے ہیں)۔" [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب المعراج : ٣٨٨٧]

سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمارہ بنت حمزہ کے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا کہ وہ اپنی خالہ، یعنی جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی بیوی کی حفاظت میں رہے، کیونکہ خالہ ماں کے قائم مقام ہوتی ہے۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب عمرة القضاء : ٤٢٥١]

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبۡ لِيۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾

”وہیں زکریا نے اپنے رب سے دعا کی، کہا اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے ایک پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دعا کو بہت سننے والا ہے۔“

بے موسمی پھل دیکھ کر سیدنا زکریا علیہ السلام کے دل میں بھی (بڑھاپے اور بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود) یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش اللہ تعالیٰ انھیں بھی اولاد سے نوازے۔ چنانچہ بے اختیار دعا کے لیے ہاتھ بارگاہِ الٰہی میں اٹھ گئے، جسے اللہ تعالیٰ نے شرفِ قبولیت سے نوازا۔

نیک و پاکیزہ اولاد والدین کے فوت ہو جانے کے بعد بھی ان کے لیے باعث ثواب ہوتی ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے سارے اعمال کا سلسلہ اس سے منقطع ہو جاتا ہے، سوائے تین اعمال کے، صدقہ جاریہ، نفع بخش علم اور ایسی نیک اولاد جو اس کے لیے دعا گو رہے۔“
[مسلم، كتاب الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ١٦٣١]

فَنَادَتۡهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَ هُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيۡ فِي الۡمِحۡرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحۡيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوۡرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۳۹﴾

”تو فرشتوں نے اسے آواز دی، جب کہ وہ عبادت خانے میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا کہ بے شک اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے، جو اللہ کے ایک کلمے (عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والا اور سردار اور اپنے آپ پر بہت ضبط رکھنے والا اور نبی ہوگا نیک لوگوں میں سے۔“

زکریا علیہ السلام اپنے عبادت خانے میں نماز پڑھنے میں مشغول تھے کہ فرشتوں نے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام یحییٰ ہوگا، جو عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرے گا، علم و عبادت میں لوگوں کا سردار ہوگا، گناہوں سے محفوظ رہے گا اور نبی ہوگا۔

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحۡيٰى : ارشاد فرمایا: ﴿يٰزَكَرِيَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اِسۡمُهٗ يَحۡيٰى ۙ لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِيًّا﴾ [مریم: ۷] ”اے زکریا! بے شک ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں، جس کا نام یحییٰ ہے، اس سے پہلے ہم نے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا۔“

مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ : اللہ کے کلمہ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿اِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرۡيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنۡهُ ۖ اسۡمُهُ الۡمَسِيۡحُ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ﴾ [آل عمران : ٤٥] ”جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے، جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے۔“

وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا : یعنی علم دین، حکمت و دانائی اور اصلاح قوم میں انھیں سرداری کا منصب حاصل ہو گا۔ یہی الفاظ حدیث میں حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں آئے ہیں، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔'' [ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب أبی محمد الحسن بن علی : ۳۷۶۸۔ مسند أحمد : ۳/۳، ح : ۱۱۰۰۵]

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَ امْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝۴۰ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ ۝۴۱ ع ۱۲

''کہا اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہو گا، جب کہ مجھے تو بڑھاپا آ پہنچا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟ فرمایا اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ کہا اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی بنا دے؟ فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین دن لوگوں سے بات نہیں کرے گا مگر کچھ اشارے سے اور اپنے رب کو بہت زیادہ یاد کر اور شام اور صبح تسبیح کر۔''

جب زکریا علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ اللہ انھیں بیٹا عطا کرے گا تو ظاہری حالات کے پیش نظر تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے اے میرے رب! مجھے لڑکا کیسے ہو گا، میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے؟! تو اللہ نے فرمایا کہ تم اور تمھاری بیوی جس حال میں ہو اسی حال میں لڑکا پیدا ہو گا۔ اس لیے کہ اللہ کسی ظاہری سبب کا محتاج نہیں۔ اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور اس کے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ زکریا علیہ السلام کا تعجب اس حد تک بڑھا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی نشانی کی درخواست کر دی۔ فرمایا تمھارے لیے نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک صحیح سالم ہونے کے باوجود (ہاتھ یا ابرو کے) اشارے کے سوا لوگوں سے بات چیت نہ کر سکو گے۔ اس حال میں تم اپنا سارا وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر و شکر اور تسبیح میں صرف کرو۔

اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا : بنی اسرائیل خاموش رہنے کا روزہ بھی رکھا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، انھوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کھڑا ہے۔ آپ نے اس کے متعلق پوچھا، تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابو اسرائیل ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ یہ کھڑا رہے گا، بیٹھے گا نہیں، سائے میں نہیں جائے گا، کسی سے بات نہیں کرے گا اور روزہ رکھے گا۔ آپ نے فرمایا: ''اس کو حکم دو کہ بات کرے، سایہ میں آ جائے، بیٹھ جائے اور اپنا روزہ پورا کرے۔'' [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب النذر فیما لا یملك و فی معصیة : ۶۷۰۴]

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

''اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ نے تجھے چن لیا اور تجھے پاک کر دیا اور سب جہانوں کی عورتوں پر تجھے چن لیا ہے۔''

وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ : مریم بنت عمران کی یہ فضیلت اپنے زمانے کے اعتبار سے تھی، یا یہ کہ وہ بہترین عورتوں میں سے ہیں، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''مریم بنت عمران (اپنے زمانے میں) بہترین خاتون تھیں اور اس امت کی عورتوں میں سب سے بہتر خاتون خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ﴿ و إذ قالت الملائكة يمريم إن الله اصطفك ...... الخ ﴾ : ٣٤٣٢۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل خديجة رضى الله عنها : ٢٤٣٠]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مردوں میں سے بہت سے مرد کامل ہوئے ہیں، لیکن عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجۂ فرعون ہی کامل ہوئی ہیں۔'' [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل خديجة : ٢٤٣١۔ السنن الكبرى للنسائى : ٩٣/٥]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مردوں میں سے بہت سے مرد کامل ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں سے آسیہ زوجۂ فرعون اور مریم بنت عمران کامل ہوئی ہیں اور عورتوں پر عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت اس طرح ہے جس طرح ثرید کو باقی کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول الله تعالى : ﴿ وضرب الله مثلاً للذين امنوا امرأت فرعون ...... الخ ﴾ : ٣٤١١۔ ترمذی، کتاب الأطعمة، باب ما جاء فى فضل الثريد : ١٨٣٤]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(جذبۂ قربانی اور صبر و استقامت کا سبق حاصل کرنے کے لیے) تمام جہانوں کی عورتوں میں تمھارے لیے مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور آسیہ زوجۂ فرعون کافی ہیں۔'' [ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل خديجة : ٣٨٧٨]

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

''اے مریم! اپنے رب کی فرماں بردار بن اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ فرشتوں نے مریم کو کثرتِ عبادت، خشوع و خضوع، رکوع و سجود اور مسلسل عمل صالح کا حکم دیا، تاکہ اس امر الٰہی کے لیے ذہنی اور روحانی طور پر تیار ہو جائیں، جس کا فیصلہ اللہ کر چکا تھا اور جس میں ان کی بڑی آزمائش تھی اور دنیا و آخرت میں ان کی رفعت شان بھی، یعنی ان کے بطن سے بغیر باپ کے عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہونا تھا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں، ہم اسے تیری طرف وحی کرتے ہیں اور تو اس وقت ان کے پاس نہ تھا جب وہ اپنے قلم پھینک رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے اور نہ تو اس وقت ان کے پاس تھا جب وہ جھگڑ رہے تھے۔''

اس آیت سے پانچ مسئلے واضح طور پر ثابت ہوئے : ① رسول اللہ ﷺ غیب نہیں جانتے تھے، ورنہ انھیں غیب کی یہ خبریں وحی کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ ② رسول اللہ ﷺ ہر جگہ حاضر نہیں ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ تو اس وقت ان کے پاس موجود نہ تھا۔ ③ اولیاء اور دوسرے انبیاء بھی غیب دان نہیں ورنہ بیت المقدس کے خدام اور وقت کے پیغمبر زکریا علیہ السلام کو قرعہ ڈالنے کی ضرورت نہ تھی۔ ④ جب چیز ایک ہو اور اس کے حق دار کئی ہوں تو اس وقت قرعہ کے ذریعے فیصلہ شریعت کا فیصلہ ہے۔ ⑤ رسول اللہ ﷺ جو اس واقعے کے وقت نہ وہاں موجود تھے اور اسے جانتے تھے، آپ کا وحی الٰہی سے اس واقعہ کو بیان کرنا آپ کے رسول برحق ہونے کی دلیل ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ : رسول اللہ ﷺ کو غیب کی باتیں بذریعہ وحی پہنچائی جا رہی تھیں اور آپ ان خبروں سے واقف نہیں تھے۔ اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ [القصص : ٤٤ تا ٤٦] ''اور اس وقت تو مغربی جانب میں نہیں تھا جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم کی وحی کی اور نہ تو حاضر ہونے والوں سے تھا۔ اور لیکن ہم نے کئی نسلیں پیدا کیں، پھر ان پر لمبی مدت گزر گئی اور نہ تو اہل مدین میں رہنے والا تھا کہ ان کے سامنے ہماری آیات پڑھتا ہو اور لیکن ہم ہی بھیجنے والے ہیں۔ اور نہ تو پہاڑ کے کنارے پر تھا جب ہم نے آواز دی اور لیکن تیرے رب کی طرف سے رحمت ہے، تاکہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ : اس قرعہ اندازی کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ مریم علیہا السلام یہودیوں کے ایک بہت بڑے عالم عمران کی بیٹی تھیں۔ جب ان کی والدہ نے انھیں اپنی عبادت گاہ کی نذر کیا تو عبادت گاہ کے خدام میں جھگڑا ہوا کہ ان کی سرپرستی اور نگرانی کا شرف کون حاصل کرے؟ آخر کار انھوں نے قرعہ اندازی کی اور قرعہ زکریا علیہ السلام کے نام نکلا۔ معلوم ہوا جھگڑے کی صورت میں قرعہ اندازی سے فیصلہ کرنا جائز ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور صف اول میں کھڑے ہونے کا کتنا ثواب ہے

تو تب اگر وہ اس ثواب کو بغیر قرعہ اندازی کے حاصل نہ کر سکیں تو ضرور قرعہ اندازی کریں۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب الاستهام في الأذان : ٦١٥]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، جس بیوی کا نام قرعہ اندازی میں نکلتا اس بیوی کے ساتھ آپ سفر کرتے۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لو لا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسهم خيرا ﴾ : ٤٧٥٠۔ مسلم، کتاب التوبة، باب في حديث الإفك : ٢٧٧٠]

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝۴۵

”جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے، جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے، دنیا اور آخرت میں بہت مرتبے والا اور مقرب لوگوں سے ہوگا۔“

یہاں سے عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ شروع ہو رہا ہے اور مریم علیہا السلام کو بشارت دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں ایک عظیم المرتبت لڑکا عطا فرمائے گا۔ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم! اللہ تمھیں ایک لڑکے کی بشارت دیتا ہے، جو اس کے ایک کلمہ کے ذریعے بغیر باپ کے وجود میں آئے گا، اس کا لقب ”مسیح“ اور نام عیسیٰ ہوگا۔ چہرہ آدمی کی ذات کا آئینہ دار ہوتا ہے، اس لیے اونچے مرتبے کو وجاہت کہتے ہیں، اور وہ مقرب لوگوں میں سے ہوگا۔

اس آیت میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ”کلمہ“ قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کی ولادت اعجازی شان کی مظہر اور عام انسانی اصول کے برعکس، باپ کے بغیر، اللہ کی خاص قدرت اور اس کے کلمہ ”کُنْ“ کی تخلیق ہے۔ ”مسیح“ کا لفظ ”مسح“ سے مشتق ہے، جس کے معنی ہاتھ پھیرنے یا زمین کی مساحت کرنے کے ہیں۔ لہٰذا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح یا تو اس لیے کہا گیا کہ وہ بیماروں اور کوڑھیوں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور وہ تندرست ہو جاتے تھے، یا اس بنا پر کہ آپ زمین پر ہر وقت سفر کرتے رہتے تھے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ﴾ [النساء : ١٧١] ”نہیں ہے مسیح عیسیٰ ابن مریم مگر اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ، جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک روح ہے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت کبریٰ سے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”موسیٰ علیہ السلام (اہل محشر سے) کہیں گے، عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کا کلمہ اور اس کی طرف سے روح ہیں (سو وہ تمھاری سفارش کریں گے)۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ علم ادم الأسماء كلها ﴾ : ٤٤٧٦]

وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾

’’اور لوگوں سے گہوارے میں بات کرے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی اور نیک لوگوں سے ہوگا۔‘‘

وہ لڑکا جب گود میں ہوگا تو بطور معجزہ بات کرے گا اور نبی ہو کر ادھیڑ عمر میں اللہ تعالیٰ سے جو کچھ بذریعہ وحی تعلیمات ملیں گی انھیں لوگوں تک پہنچائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا﴾ [مریم : ۲۹، ۳۰] ’’تو اس نے اس کی طرف اشارہ کر دیا، انھوں نے کہا ہم اس سے کیسے بات کریں جو ابھی تک گود میں بچہ ہے۔ اس نے کہا بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ہے۔‘‘

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’صرف تین بچوں نے ماں کی گود میں گفتگو کی ہے، عیسیٰ علیہ السلام، وہ بچہ جو جریج کے زمانے میں تھا اور ایک بچہ اور ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالٰى: ﴿ واذكر في الكتب مريم ...... الخ ﴾ : ۳۴۳۶۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تقديم بر الوالدين على التطوع بالصلوة : ۲۵۵۰]

وَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ : صالح وہ ہے جس کے سارے کام درست ہوں، اس لیے سلیمان علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر نے صالح بندوں میں داخل کیے جانے کی دعا کی۔ ارشاد فرمایا: ﴿رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ [النمل : ۱۹] ’’اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں، جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہے اور یہ کہ میں نیک عمل کروں، جسے تو پسند کرے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔‘‘

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾

’’اس نے کہا اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا، حالانکہ کسی بشر نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا؟ فرمایا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس سے یہی کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔‘‘

جب مریم علیہا السلام کو بذریعہ ملائکہ یہ بشارت مل گئی تو اس نے اپنی مناجات میں کہا کہ اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ میرا نہ تو کوئی شوہر ہے اور نہ میں بدکار عورت ہوں؟ تو فرشتے نے اللہ کی طرف سے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اللہ کا ایسا ہی فیصلہ ہے کہ بغیر کسی مرد کے ملاپ سے وہ تمھیں بیٹا عطا کرے گا، اللہ کسی سبب کا محتاج نہیں اور کوئی شے اسے عاجز نہیں کر سکتی۔

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَتْ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِیًّا ﴾ [مریم : ۲۰] ''اس نے کہا میرے لیے لڑکا کیسے ہوگا، جب کہ مجھے نہ کسی بشر نے چھوا ہے اور نہ میں کبھی بدکار تھی۔''

اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴾ [آل عمران : ٥٩] ''بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے کہ اسے تھوڑی سی مٹی سے بنایا، پھر اسے فرمایا ہو جا، سو وہ ہو جاتا ہے۔''

وَ یُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ ۚ﴿۴۸﴾ وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ﴿۴۹﴾

''اور وہ اسے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔ اور بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا کہ بے شک میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں کہ بے شک میں تمھارے لیے مٹی سے پرندے کی شکل کی مانند بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتی ہے اور میں اللہ کے حکم سے پیدائشی اندھے اور برص والے کو تندرست کرتا ہوں اور مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اور تمھیں بتا دیتا ہوں جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو ذخیرہ کرتے ہو، بے شک اس میں تمھارے لیے ایک نشانی ہے، اگر تم مومن ہو۔''

یہ بشارت کی تکمیل ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانی کتابوں کا اور خاص طور پر تورات و انجیل کا علم دے گا، دین کی سمجھ بوجھ عطا کرے گا اور انھیں بنی اسرائیل کے لیے نبی بنائے گا۔ اس وقت وہ ان سے کہیں گے کہ میں تمھارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں۔ اس کے بعد اس نشانی کی تفصیل بیان کی۔

وَ یُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ : عیسیٰ علیہ السلام کو تورات اور ہر کتاب بغیر پڑھے آتی تھی اور یہ سب معجزے تھے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَفَّیْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَ اٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ فِیْهِ هُدًى وَّ نُوْرٌ ۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴾ [المائدۃ : ٤٦] ''اور ہم نے ان کے پیچھے ان کے قدموں کے نشانوں پر عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا، جو اس سے پہلے تورات کی تصدیق کرنے والا تھا اور ہم نے اسے انجیل دی جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور اس کی تصدیق کرنے والی جو اس سے پہلے تورات تھی

اور متقی لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔‘‘

اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ : یہاں خلق کا لفظ ظاہری شکل و صورت بنانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے، پیدا کرنے اور زندگی دینے کے معنی میں خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں ان کو قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا، ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جو تخلیق کیا اسے زندہ کرو۔‘‘ [بخاری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ : ۵۹۵۱]

بِاِذْنِ اللّٰهِ : یہاں ’’بِاِذْنِ اللّٰهِ‘‘ کا لفظ بار بار لانے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر اللہ کا حکم نہ ہوتا تو عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ان معجزات کا ظہور نہ ہوتا اور یہی ہر نبی کے معجزات کا حال ہے کہ وہ اللہ ہی کے اختیار میں ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر نبی کو اس کے زمانے کے مناسب حال معجزات عطا فرمائے۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو اور جادوگروں کا زور تھا، سو اللہ نے انھیں وہ معجزات دے کر بھیجا جن سے تمام جادوگر دنگ رہ گئے اور ان کے عقل چکرا گئی بالآخر از خود مسلمان ہوئے اور اسلام کی راہ میں سولی تک کے لیے تیار ہو گئے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب اور علوم طبعیہ (سائنس) کا چرچا تھا، سو اللہ تعالیٰ نے انھیں وہ معجزات عطا فرمائے جن کے سامنے تمام اطبا اور سائنس دان اپنے عاجز اور درماندہ ہونے کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فصاحت و بلاغت اور شعر و ادب کا ڈنکا بجتا تھا، سو اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ کتاب نازل فرمائی جس نے تمام فصحا اور بلغا کی گردنیں خم کر دیں اور وہ بار بار چیلنج سننے کے باوجود اس جیسی دس سورتیں تو کجا، ایک چھوٹی سورت تک پیش نہ کر سکے۔ کیوں؟ اس لیے کہ پروردگار کا کلام مخلوق کے کلام سے مماثلت نہیں رکھتا۔

وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ وَ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۝۵۰

’’اور اس کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تورات سے ہے اور تاکہ میں تمھارے لیے بعض وہ چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کی گئی تھیں اور میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں، سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔‘‘

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کوئی الگ مستقل شریعت لے کر مبعوث نہیں ہوئے تھے، بلکہ موسوی شریعت کی تائید و تصدیق کرنے اور بنی اسرائیل کو اقامت تورات کی دعوت دینے کے لیے آئے تھے۔ البتہ تورات میں بعض چیزیں جو بطور تشدید ان پر حرام کر دی گئی تھیں ان کو اللہ کے حکم سے حلال قرار دینا بھی ان کے مشن میں شامل تھا، جیسے اونٹ کا گوشت اور حلال جانوروں کی چربی وغیرہ۔

وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴾ [النساء : ۱٦٠] ''تو جو لوگ یہودی بن گئے، ان کے بڑے ظلم ہی کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں، جو ان کے لیے حلال کی گئی تھیں اور ان کے اللہ کے راستے سے بہت زیادہ روکنے کی وجہ سے۔''

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝۵۱

''بے شک اللہ ہی میرا رب اور تمھارا رب ہے، پس اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔''

تمام انبیائے کرام کی دعوت کی بنیاد توحید باری تعالیٰ ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی بنی اسرائیل کے سامنے یہی دعوت پیش کی اور کہا کہ میرا اور تمھارا رب اللہ ہے، اس لیے صرف اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ [یٰس : ٦١] ''اور یہ کہ میری عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [آل عمران : ١٠١] ''اور جو شخص اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لے تو یقیناً اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی گئی۔''

فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝۵۲ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنْزَلْتَ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝۵۳

''پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا تو اس نے کہا کون ہیں جو اللہ کی طرف میرے مددگار ہیں؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور گواہ ہو جا کہ بے شک ہم فرماں بردار ہیں۔ اے ہمارے رب! ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے نازل فرمایا اور ہم رسول کے پیروکار بن گئے، سو تو ہمیں شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔''

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو پوری طرح معلوم ہو چکا تھا کہ یہود اور ان کے علماء دلائل کے میدان میں مات کھا کر اب ان کی زندگی کے درپے ہو چکے ہیں اور اس کام کے لیے سازشیں تیار کر رہے ہیں تو اب انھیں فکر تھی تو یہ کہ دین کی اشاعت و تبلیغ کا کام نہیں رکنا چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے پیروکاروں سے پوچھا کہ کون ہے جو اس سلسلہ میں میری مدد کرے؟ قوم کے اکثر لوگوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا، البتہ چند لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کی توفیق دی، وہ ایمان لائے اور پوری تندہی اور جانفشانی سے عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کرتے رہے۔ یہی وہ لوگ تھے جو بعد میں عیسیٰ علیہ السلام کے خاص الخاص جاں نثار اور مددگار یعنی حواری کہلائے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ اَوْحَیْتُ اِلَى الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْ ۚ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ اشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴾ [المائدة : ۱۱۱] ''اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ، انھوں نے کہا ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ بے شک ہم فرماں بردار ہیں۔''

قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ : عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ویسا ہی ہے جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے قبل موسم حج میں یہ فرمایا کرتے تھے: ''کون ہے جو مجھے ٹھکانا دے؟ کون ہے جو میری نصرت کرے، تاکہ میں اپنے رب کی رسالت کو پہنچا دوں اور اس کے لیے جنت بدلہ ہے؟ کیونکہ قریش کلام باری تعالیٰ کی تبلیغ میں رکاوٹ بن گئے ہیں۔'' [مسند أحمد : ۳۲۲/۳ ح : ۱٤٤٦۹۔ أبو داؤد، کتاب السنة، باب فی القرآن : ٤۷۳٤۔ ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ألا رجل یحملنی ...... الخ : ۲۹۲۵]

تاآنکہ آپ کو انصار مل گئے جنھوں نے آپ کو پناہ دی اور اپنی جان و مال سے مدد کی، مگر آپ کے حواری (خاص جاں نثار و مددگار) صرف انصار ہی نہ تھے، مہاجر بھی تھے، جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قوم (بنوقریظہ) کی خبر کون لائے گا؟'' زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہا، میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا: ''قوم (بنوقریظہ) کی خبر کون لائے گا؟'' زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا: ''قوم (بنوقریظہ) کی خبر کون لائے گا؟'' زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرا حواری زبیر ہے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق : ٤۱۱۳۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل طلحة و الزبیر رضی الله عنهما : ۲٤۱۵]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ سے پہلے جو نبی بھی اللہ تعالیٰ نے جس امت کی طرف مبعوث فرمایا، اس کی امت میں سے اس کے حواری اور اصحاب ہوتے تھے، جو اس کی سنت پر عمل کرتے تھے اور اس کا حکم بجا لاتے تھے، پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ جو وہ کہتے تھے وہ کرتے نہیں تھے اور جو کرتے تھے اس کا انھیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النهی عن المنکر من الإیمان : ۵۰]

وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ۵۴

''اور انھوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے۔''

یہود کے علماء نے اس وقت کے بادشاہ کو بہکایا کہ یہ شخص ملحد ہے اور تورات کے احکام کو بدلنا چاہتا ہے اور ان پر اتہامات لگائے تو بادشاہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے کچھ آدمی مقرر کر دیے۔ انھوں نے ایک مکان کے اندر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا محاصرہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ ﴾ [المائدة : ۱۱۰] ''اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ

روکا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ [النساء : ۱۵۷، ۱۵۸] ’’اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ بلاشبہ ہم نے ہی مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا، جو اللہ کا رسول تھا، حالانکہ نہ انھوں نے اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی پر چڑھایا اور لیکن ان کے لیے اس (مسیح) کا شبیہ بنا دیا گیا اور بے شک وہ لوگ جنھوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے، یقیناً اس کے متعلق بڑے شک میں ہیں، انھیں اس کے متعلق گمان کی پیروی کے سوا کچھ علم نہیں اور انھوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝۵۵ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۵۶ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۷

’’جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ! بے شک میں تجھے قبض کرنے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جنھوں نے کفر کیا اور ان لوگوں کو جنھوں نے تیری پیروی کی، قیامت کے دن تک ان لوگوں کے اوپر کرنے والا ہوں جنھوں نے کفر کیا، پھر میری ہی طرف تمھارا لوٹ کر آنا ہے تو میں تمھارے درمیان اس چیز کے بارے میں فیصلہ کروں گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔ پھر جن لوگوں نے تو کفر کیا سو میں انھیں دنیا اور آخرت میں عذاب دوں گا، بہت سخت عذاب اور کوئی ان کی مدد کرنے والے نہیں۔ اور رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو وہ انھیں ان کے اجر پورے دے گا اور اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔‘‘

جب بنی اسرائیل کے کافروں نے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش مکمل کر لی اور اس کی تمام کڑیاں ایک دوسرے سے ملا لیں تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے عیسیٰ! میں تمھیں پورے طور پر لے لینے والا ہوں اور اپنے پاس اٹھا کر لانے والا ہوں اور آسمان پر بلا کر کافروں کی خباثت آلود فضا سے تمھیں دور کرنے والا ہوں اور تمھاری اتباع کرنے والوں کو کافروں پر قیامت کے دن تک فوقیت دینے والا ہوں۔

<u>اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ</u> : ’’اَلْمُتَوَفِّيْ‘‘ کا مصدر ’’توفی‘‘ ہے، جس کے لغوی معنی ہیں ’’پورا پورا لینا‘‘، مجازاً اس کے معنی موت دینے اور سلا دینے کے بھی ہوتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ

لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ [الزمر : ٤٢] ”اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان کو بھی جو نہیں مریں ان کی نیند میں، پھر اسے روک لیتا ہے جس پر اس نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسری کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے۔“ الغرض ”اَلْمُتَوَفِّیْ“ کے معنی زندہ اٹھانے کے ہیں۔ اس معنی کی مزید تائید قرآن مجید کی دوسری آیت سے ہوتی ہے، جہاں ”رفع الی“ تو موجود ہے لیکن ”متوفيك“ نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝ وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًۢا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴾ [النساء : ١٥٦تا١٥٩] ”اور ان کے کفر کی وجہ سے اور مریم پر ان کے بہت بڑا بہتان باندھنے کی وجہ سے۔ اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ بلاشبہ ہم نے ہی مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا، جو اللہ کا رسول تھا، حالانکہ نہ انھوں نے اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی پر چڑھایا اور لیکن ان کے لیے اس (مسیح) کا شبیہ بنا دیا گیا اور بے شک وہ لوگ جنھوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے، یقیناً اس کے متعلق بڑے شک میں ہیں، انھیں اس کے متعلق گمان کی پیروی کے سوا کچھ علم نہیں اور انھوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور اہل کتاب میں کوئی نہیں مگر اس کی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لائے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔“

جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ : اس سے مراد مومنین بنی اسرائیل کی وہ جماعت ہے جو ان پر ایمان لائی تھی اور کافروں کے مقابلے میں ان کی مدد کا اعلان کیا تھا اور نبی کریم ﷺ کی امت کے دنیا میں آ جانے کے بعد یہی لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح پیروکار ہوئے، اس لیے اللہ نے کفار کے مقابلے میں ان کی مدد کی، اور ان کے دین کو تمام ادیان پر غالب کیا۔ اور بفضل باری تعالیٰ قیامت تک اسلام اور مسلمان اسی حال میں رہیں گے۔

اس سے مراد یہ بھی ہے کہ قیامت کے قریب جب عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے، تو ان کے پیروکار مسلمان سب کفار پر غالب ہوں گے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام آئیں گے، حکومت کریں گے، عدل و انصاف قائم کریں گے، صلیب توڑ دیں گے، جزیہ نہیں لیں گے، جو ان اونٹ کو چھوڑ دیا جائے گا، تو اسے پکڑنے کے لیے کوئی محنت نہیں کرے گا، لوگوں کے دلوں سے کینہ، بغض اور حسد جاتا رہے گا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو مال دینے کے لیے بلائیں گے لیکن کوئی لینے کو تیار نہیں ہوگا۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان نزول عيسى عليه السلام : ٢٤٣/١٥٥]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”میری امت کا ایک

گروہ ہمیشہ حق کے لیے لڑتا رہے گا، وہ گروہ قیامت تک غالب رہے گا، جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے (تو نماز کا وقت ہوگا) مسلمانوں کا امیر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کرے گا، تشریف لائیں اور ہمیں نماز پڑھائیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جواب میں فرمائیں گے کہ نہیں، تم خود ہی آپس میں ایک دوسرے کے امام ہو۔ یہ اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اعزاز ہے۔'' [مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان نزول عيسى عليه السلام : ١٥٦]

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَ الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾

''یہ ہے جسے ہم آیات اور پر حکمت نصیحت میں سے تجھ پر پڑھتے ہیں۔''

یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ جو ہم نے آپ کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ، ان کی ولادت کا واقعہ اور ان کے معاملے کی کیفیت کو بیان کیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اور اس کی وحی ہے، جسے اس نے بلا شک و شبہ لوح محفوظ سے نازل فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ [مريم : ٣٤، ٣٥] ''یہ ہے عیسیٰ ابن مریم۔ حق کی بات، جس میں یہ شک کرتے ہیں۔ کبھی اللہ کے لائق نہ تھا کہ وہ کوئی بھی اولاد بنائے، وہ پاک ہے، جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے صرف یہ کہتا ہے کہ ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتا ہے۔''

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾

''بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے کہ اسے تھوڑی سی مٹی سے بنایا، پھر اسے فرمایا ہو جا، سو وہ ہو جاتا ہے۔ یہ حق تیرے رب کی طرف سے ہے، سو تو شک کرنے والوں سے نہ ہو۔''

نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے تھے اور دلیل یہ دیتے تھے کہ اللہ نے انھیں بغیر باپ کے پیدا کیا تھا۔ اللہ نے ان کے دعوے کی تردید کی کہ اگر تمھاری یہ بات صحیح ہوتی تو پھر آدم علیہ السلام کو بدرجہ اولیٰ اللہ کا بیٹا ہونا چاہیے تھا۔ اس لیے کہ انھیں بغیر ماں باپ کے پیدا کیا گیا۔ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے، آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے اور حوا کو صرف مرد سے پیدا کر کے اپنی قدرت مطلقہ کا اظہار کیا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صحیح عقیدہ یہی ہے۔ نہ مریم نے معبود کو جنا، جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں اور نہ انھوں نے یوسف نجار کے ساتھ بدکاری کی، جیسا کہ یہود ان پر بہتان باندھتے ہیں۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ۣ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ

هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٢﴾ فَاِنْ
تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٣﴾ ع ٦ ١٤

’’پھر جو شخص تجھ سے اس کے بارے میں جھگڑا کرے، اس کے بعد کہ تیرے پاس علم آ چکا تو کہہ دے آؤ! ہم اپنے بیٹوں اور تمھارے بیٹوں کو بلا لیں اور اپنی عورتوں اور تمھاری عورتوں کو بھی اور اپنے آپ کو اور تمھیں بھی، پھر گڑ گڑا کر دعا کریں پس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ بلاشبہ یہ، یقیناً یہی سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں اور بلاشبہ اللہ، یقیناً وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘

جب عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اظہار حق اور دلائل کے باوجود وفد نجران نے عناد کی راہ اختیار کی تو آخری فیصلہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے ’’مباہلہ‘‘ کا حکم دیا۔ جس کی صورت یہ تجویز ہوئی کہ فریقین اپنی جان اور اولاد کے ساتھ ایک جگہ حاضر ہوں اور جو فریق جھوٹا ہے نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اس کے حق میں بد دعا کریں کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴾ ’’کہہ دے آؤ! ہم اپنے بیٹوں اور تمھارے بیٹوں کو بلا لیں اور اپنی عورتوں اور تمھاری عورتوں کو بھی اور اپنے آپ کو اور تمھیں بھی، پھر گڑ گڑا کر دعا کریں، پس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں‘‘ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا، پھر فرمایا: ’’اے اللہ! یہ بھی میرے اہل ہیں۔‘‘ [مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل علي رضي الله عنه : ٢٤٠٤/٣٢]

مگر اہل نجران مباہلہ سے ڈر گئے اور انھوں نے جزیہ دینا منظور کر لیا، جیسا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نجران کے دو آدمی عاقب اور السید، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کا ارادہ مباہلہ کرنے کا تھا مگر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ نہ کرو، کیونکہ اگر آپ اللہ کے نبی ہیں اور ہم نے آپ سے مباہلہ کر لیا تو نہ ہم بچیں گے اور نہ ہماری آئندہ نسل بچے گی۔ دونوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ نے جو فرمایا ہے وہ ہم آپ کو دے دیں گے، آپ ہمارے ساتھ کسی امین آدمی کو بھیج دیں، کسی اور کو نہیں صرف کسی امانت دار ہی کو بھیجیں۔ آپ نے فرمایا: ’’یقیناً میں تمھارے ساتھ ایک سچے اور پکے امانت دار شخص کو بھیجوں گا۔‘‘ صحابہ نے نظریں اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا کہ یہ سعادت کسے میسر آتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ’’اے ابوعبیدہ بن جراح! کھڑے ہو جاؤ۔‘‘ جب وہ کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یہ اس امت کے امین ہیں۔‘‘ [بخاري، كتاب المغازي، باب قصة أهل نجران : ٤٣٨٠]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قصة أهل نجران : ٤٣٨٢]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا کہ اگر میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کعبے کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ کی گردن کو پامال کر دوں گا۔ تو آپ نے فرمایا: ''اگر وہ ایسی حرکت کرتا تو سب کے سامنے فرشتے اسے پکڑ لیتے اور اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو وہ مر جاتے اور جہنم میں اپنے ٹھکانے دیکھ لیتے اور اگر عیسائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلے کے لیے نکلتے تو وہ اس طرح لوٹتے کہ نہ ان کا مال بچتا اور نہ اہل وعیال۔'' [مسند أحمد : ٢٤٨/١، ح : ٢٢٢٩۔ بخاری، كتاب التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ كلا لئن لم ينته ...... الخ ﴾ : ٤٩٥٨۔ ترمذی، كتاب تفسير القرآن ، باب ومن سورة اقرأ باسم ربك : ٣٣٤٨]

وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ : آیت مباہلہ میں اپنے بیٹوں اور اپنی عورتوں کو بلانے کا ذکر ہے۔ ''نساء'' کا لفظ بیویوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، یہاں بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ نے علی، فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو بلایا، یہی آپ کے اہل بیت تھے، بیویوں کو نہیں بلایا، حالانکہ کسی حدیث میں بیویوں کو نہ بلانے کا ذکر نہیں ہے اور یہ طے شدہ قاعدہ ہے کہ کسی چیز کا ذکر نہ ہونے سے اس کی نفی نہیں ہوتی، بلکہ احادیث میں تو دوسرے صحابہ کو بلانے یا ان کے آنے کا بھی ذکر نہیں، تو کیا وہاں اور کوئی بھی موجود نہ تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت تو آپ کی بیویاں تھیں، علی، فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کے متعلق تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیہ انداز میں فرمایا تھا: ((اَللّٰهُمَّ ! هٰؤُلَاءِ اَهْلِيْ)) [ترمذی : ٢٩٩٩] ''اے اللہ ! یہ میرے اہل میں سے ہیں (یعنی انھیں میرے اہل میں شامل فرما)۔'' کیونکہ یہ بات معروف ہے کہ بیٹی کی اولاد کی نسبت اس کے خاوند اور خاوند کے آبا و اجداد کی طرف ہوتی ہے نہ کہ نانا کی طرف۔ تو یہ علی، فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم کی خصوصیت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اہل بیت میں شامل ہیں، مگر بیویوں کو، جو اصل گھر والی ہیں، انھیں اہل بیت سے نکال دینا محض تعصب ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں قرآن پاک میں اہل بیت قرار دیا ہے: ﴿ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ ﴾ [الأحزاب : ٣٣] ''کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو!'' اور ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ علیہا السلام کو ﴿ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ﴾ [هود : ٧٣] کے الفاظ سے مخاطب کیا ہے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

''کہہ دے اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان برابر ہے، یہ کہ ہم اللہ

کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ بے شک ہم فرماں بردار ہیں۔"

تین باتیں ایسی تھیں جو مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان مشترک تھیں اور دونوں اسے یکساں طور پر تسلیم کرتے تھے، وہ یہ کہ سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے اور آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنایا جائے۔ مسلمان ان باتوں کو تسلیم کرتے تھے اور ان پر عمل بھی کرتے تھے، لیکن اہل کتاب زبان سے تو ان باتوں کو تسلیم کرتے تھے لیکن ان کا عمل ان پر نہیں تھا۔

اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ : تمام رسولوں کی دعوت بھی یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ [الأنبياء : ۲۵] "اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔" اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ [النحل : ۳۶] "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔" اور فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ ﴾ [البينة : ۵] "اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں۔"

وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ : یہودی عزیر علیہ السلام کو اور عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا ماننے لگے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ا۟بْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾ [التوبة : ۳۰] "اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کا اپنے مونہوں کا کہنا ہے، وہ ان لوگوں کی بات کی مشابہت کر رہے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔ اللہ انھیں مارے، کدھر بہکائے جا رہے ہیں۔" انبیاء کے علاوہ یہود و نصاریٰ اپنے علماء اور اپنے درویشوں کی بھی عبادت کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [التوبة : ۳۱] "انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں، کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔"

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(قیامت کے دن) یہودیوں کو بلایا جائے گا، پھر ان سے کہا جائے گا، تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم اللہ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا، تم جھوٹ کہتے ہو، اللہ کی تو نہ کوئی بیوی ہے اور نہ اولاد۔ پھر نصرانیوں کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا

جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے، ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا، تم جھوٹ کہتے ہو، اللہ کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ اولاد۔" [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿ إن الله لا يظلم مثقال ذرة ﴾ : ٤٥٨١]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زید بن عمرو بن نفیل (رحمہ اللہ) جب دین حق کی تلاش میں نکلے تو ان کی ملاقات ایک یہودی عالم اور پھر ایک نصرانی عالم سے ہوئی۔ ان دونوں میں سے ہر ایک نے زید بن عمرو سے کہا، میں نہیں سمجھتا کہ دین حق کوئی ہے سوائے اس کے کہ تم حنیف ہو جاؤ۔ زید نے پوچھا، حنیف کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا، ابراہیم کا دین، وہ نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے، وہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ [بخاري، كتاب المناقب، باب حديث زيد بن عمرو بن نفيل : ٣٨٢٧]

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اہل کتاب کو اس مشترکہ عقیدہ کی دعوت دی جو آپ سے دور تھے، آپ نے انھیں خط لکھے، چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے (ہرقل کے دربار میں پیش آنے والا واقعہ بیان کرتے ہوئے) کہا، پھر ہرقل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط منگوا کر پڑھا تو اس میں یہ لکھا تھا: "اللہ کے نام سے (شروع) جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کے نام! سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ حمد و ثنا کے بعد! میں تمھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، مسلمان ہو جاؤ سلامت رہو گے، اسلام قبول کر لو اللہ تعالیٰ تمھیں دوگنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ اگر تم نے نہ مانا تو کسانوں کا گناہ بھی تم پر ہو گا اور ﴿ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾ "اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان برابر ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ بے شک ہم فرماں بردار ہیں۔" [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ قل يا أهل الكتاب ...... الخ ﴾ : ٤٥٥٣ ـ مسلم، كتاب الجهاد، باب كتب النبي ﷺ إلى هرقل : ١٧٧٣]

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ مَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَ الْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾

"اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟ جب کہ تورات اور انجیل تو نازل ہی اس کے بعد کی گئی ہیں، تو کیا تم سمجھتے نہیں۔"

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے متعلق جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ یہودی اور نصرانی دونوں دعویٰ کرتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام ان

کے دین پر تھے، حالانکہ تورات، جس پر یہودی ایمان رکھتے تھے اور انجیل جسے نصرانی مانتے تھے، یہ دونوں کتابیں ابراہیم علیہ السلام کے سیکڑوں برس بعد نازل ہوئیں، پھر ابراہیم علیہ السلام یہودی یا نصرانی کیونکر ہو سکتے تھے؟ ہماری امت سے بھی اگر کوئی بعد میں بننے والا کوئی گروہ جو کتاب و سنت پر قائم نہ ہو اور دعویٰ کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گروہ سے تھے، تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ تمھاری تو بنیاد ہی بعد میں رکھی گئی، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو چکے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے گروہ میں کیسے شامل ہو گئے؟

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

”دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ تم نے اس بات میں جھگڑا کیا جس کے متعلق تمھیں کچھ علم تھا، تو اس بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمھیں کچھ علم نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

تمھارے علم و دیانت کا تو یہ حال ہے کہ جن چیزوں کا تمھیں علم ہے یعنی اپنے دین اور اپنی کتاب کا، اس کی بابت تمھارے جھگڑے بے اصل بھی ہیں اور بے عقلی کا مظہر بھی، تو پھر تم اس بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمھیں سرے سے علم ہی نہیں ہے؟ یعنی ابراہیم علیہ السلام کی شان اور ان کی ملت حنیفیہ کے بارے میں، جس کی اساس توحید و اخلاص پر ہے۔ اس آیت میں نہ صرف غلط طور پر جھگڑا کرنے سے منع کیا گیا ہے بلکہ مطلقاً جھگڑے سے بچنے کی نصیحت بھی کی ہے۔

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾

”ابراہیم نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی، بلکہ ایک طرف والا فرماں بردار تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔“

یعنی ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے، نہ نصرانی تھے، بلکہ وہ حنیف تھے، بہت بڑے موحد تھے، ان کا رخ اور ان کا رجحان بس صرف ایک اللہ کی طرف تھا۔ وہ اسی کے احکام پر چلتے تھے اور اسی کی عبادت کرتے تھے اور وہ مشرک نہیں تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کی توحید اور ان کی تسلیم و رضا کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۷۹] ”بے شک میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، ایک (اللہ کی) طرف ہو کر اور میں مشرکوں سے نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [النحل : ۱۲۰] ”بے شک ابراہیم ایک امت تھا، اللہ کا فرماں بردار، ایک اللہ کی طرف ہو جانے والا اور وہ مشرکوں سے نہ تھا۔“

﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۶۸﴾

''بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ قریب یقیناً وہی لوگ ہیں جنھوں نے اس کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اور اللہ مومنوں کا دوست ہے۔''

مطلب یہ کہ اگر تم اس معنی میں ابراہیم علیہ السلام کو یہودی یا نصرانی کہتے ہو کہ ان کی شریعت تمھاری شریعت سے ملتی جلتی ہے تو یہ بھی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابراہیم خلیل علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے زمانے میں ان کے دین کی اتباع کی اور اب یہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والے آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مہاجرین و انصار اور ان کے بعد آپ کی پیروی کرنے والے ہی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی لوگ صحیح معنوں میں ابراہیم علیہ السلام کی طرح توحید پر مضبوطی سے قائم ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے حقیقتاً اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا ہے اور فرماں بردار بن گئے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ [النساء: ۱۲۵] ''اور دین کے لحاظ سے اس سے بہتر کون ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لیے تابع کر دیا، جب کہ وہ نیکی کرنے والا ہو اور اس نے ابراہیم کی ملت کی پیروی کی، جو ایک (اللہ کی) طرف ہو جانے والا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو خاص دوست بنا لیا۔'' اور فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [الأنعام: ۱۶۱] ''کہہ دے بے شک مجھے تو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر دی ہے، جو مضبوط دین ہے، ابراہیم کی ملت، جو ایک ہی طرف کا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی کے نبیوں میں سے قریبی دوست ہوتے ہیں اور ان میں سے میرے قریبی دوست میرے باپ اور میرے رب کے قریبی دوست ابراہیم علیہ السلام ہیں۔'' پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ﴾ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة آل عمران: ۲۹۹۵، مستدرك حاكم: ۲۹۲/۲، ح: ۳۱۵۱، سنن سعيد بن منصور، تفسير سورة آل عمران، قوله تعالى: ﴿إن اولى الناس بإبراهيم للذين اتبعوه......﴾: ۱۵۴۷/۳، ح: ۵۰۱]

﴿وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۶۹﴾

''اہل کتاب کی ایک جماعت نے چاہا کاش! وہ تمھیں گمراہ کر دیں۔ حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کر رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔''

یہ یہودیوں کے اس حسد و بغض کی وضاحت ہے جو وہ اہل ایمان سے رکھتے تھے اور اسی عناد کی وجہ سے مسلمانوں کو

گمراہ کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ یہاں اہل کتاب سے مراد بنونضیر، بنوقریظہ اور بنوقینقاع کے یہود ہیں جنھوں نے بعض مسلمانوں کو یہودیت کی دعوت دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرح وہ خود ہی بے شعوری میں اپنے آپ کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ﴾ [البقرة : ١٠٩] ”بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق خوب واضح ہو چکا۔“

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝

”اے اہل کتاب! تم کیوں اللہ کی آیات سے کفر کرتے ہو؟ حالانکہ تم خود گواہی دیتے ہو۔“

یعنی اے اہل کتاب تم کیوں اللہ تعالیٰ کی آیات (یعنی نبوتِ محمدیہ) کا انکار کرتے ہو، دل سے تو تم بھی گواہی دیتے ہو کہ یہ آیات حق ہیں اور محمد ﷺ رسولِ برحق ہیں، لیکن زبان سے محض ہٹ دھرمی کی وجہ سے انکار کرتے ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٢٠، ٢١] ”وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی وہ اسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، سو وہ ایمان نہیں لاتے۔ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر کوئی جھوٹ باندھا، یا اس کی آیات کو جھٹلایا، بے شک حقیقت یہ ہے کہ ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔“

اس آیت میں دلیل ہے کہ حق کو چھپانا اور اس سلسلہ میں تلبیس سے کام لینا اللہ کے نزدیک بہت ہی بری بات ہے۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ع ٨ ١٥

”اے اہل کتاب! تم کیوں حق کو باطل سے خلط ملط کرتے ہو اور حق کو چھپاتے ہو، حالانکہ تم جانتے ہو۔“

اس آیت میں یہودیوں کے دو بڑے جرائم کی نشاندہی کر کے انھیں ان سے باز رہنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔ پہلا جرم حق و باطل اور سچ اور جھوٹ کو خلط ملط کرنا ہے، تاکہ لوگوں پر حق اور باطل واضح نہ ہو سکے اور دوسرا کتمانِ حق ہے، یعنی نبی کریم ﷺ کے جو اوصاف تورات میں لکھے ہوئے تھے انھیں لوگوں سے چھپانا، تاکہ نبی ﷺ کی صداقت کم از کم اس اعتبار سے نمایاں نہ ہو سکے اور وہ یہ دونوں جرم جان بوجھ کر کرتے تھے، جس سے ان کی بدبختی دو چند ہو گئی تھی۔ حالانکہ حق کو چھپانا بہت بڑا گناہ ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓىِٕكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ لَا يُزَكِّيْهِمْ ۖۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ١٧٤] ”بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب میں سے اتارا ہے اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کرتے

ہیں، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھا رہے اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن بات کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

یہ مقامِ عبرت ہے کہ ہمارے دور کے فرقہ پرست علماء اور تجدد زدہ حضرات بھی دنیوی اور مادی اغراض و مصالح کے پیش نظر قرآن مجید سے وہی سلوک کر رہے ہیں جو ان کے پیش رو تورات و انجیل کے ساتھ کرتے رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بالکل صحیح فرمایا، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم ضرور ہی اپنے سے پہلے لوگوں کے پیچھے چل پڑو گے جس طرح بالشت بالشت کے برابر اور ہاتھ، ہاتھ کے برابر ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر وہ کسی ضب (سانڈے) کے بل میں جا گھسے ہوں تو تم بھی ان کے پیچھے جاؤ گے۔" پوچھا گیا، یا رسول اللہ! اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟ فرمایا: "پھر اور کون ہیں؟" [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ: "لتتبعن سنن من کان قبلکم" : ۷۳۲۰۔ مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیهود والنصاریٰ : ۲۶۶۹]

وَ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾

"اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا تم دن کے شروع میں اس چیز پر ایمان لاؤ جو ان لوگوں پر نازل کی گئی ہے جو ایمان لائے ہیں اور اس کے آخر میں انکار کر دو، تاکہ وہ واپس لوٹ آئیں۔"

کمزور دل مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لیے یہود مختلف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ یہ بھی اسی سلسلہ کی ان کی ایک سازش کا بیان ہے کہ صبح کے وقت قرآن اور پیغمبر پر ایمان کا اظہار کرو اور شام کو کفر و انحراف کا اعلان کر دو۔ ممکن ہے کہ اس طریقہ کے اختیار کرنے سے بعض مسلمان بھی سوچنے لگیں کہ آخر یہ پڑھے لکھے لوگ مسلمان ہونے کے بعد اس تحریک سے الگ ہو گئے ہیں تو آخر انھوں نے کوئی خرابی یا کمزور پہلو ضرور دیکھا ہو گا۔ اہل کتاب کی یہ سازش کامیاب نہ ہو سکی، اس لیے کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے اس سازش کو ظاہر کر دیا اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ نے ارتداد کی سزا قتل مقرر فرما دی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنا دین (یعنی دین اسلام) بدل دے اسے قتل کر دو۔" [بخاری، کتاب استتابة المرتدین، باب حکم المرتد والمرتدة ...... الخ : ۶۹۲۲]

وَ لَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾

’’اور کسی کے لیے یقین نہ کرو، سوائے اس کے جو تمھارے دین کی پیروی کرے۔ کہہ دے اصل ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے، (یہ یقین نہ کرو) کہ جو کچھ تمھیں دیا گیا ہے اس جیسا کسی اور کو بھی دیا جائے گا، یا وہ تم سے تمھارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے۔ کہہ دے بے شک سب فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ اسے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

یہ اہل کتاب کے کلام کا تتمہ ہے کہ وہ یہودیوں سے کہا کرتے تھے کہ مسلمانوں پر بھروسا نہ کرو، اپنا راز اور اپنے دل کی باتیں انھیں ہرگز نہ بتاؤ۔ یہودیوں کی اس سازش کو بیان کرنے کے بعد اللہ نے اپنے رسول ﷺ سے کہا کہ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ ہدایت کا سرچشمہ اسلام ہے، اس کے علاوہ سب کچھ گمراہی ہے۔ تم لوگوں کی سازش اور تمھارا یہ حسد اس لیے ہے کہ تم یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ تمھاری طرح دوسروں کو بھی شریعت الٰہیہ، علم اور اللہ کی کتاب دی جائے، یا تمھارا یہ رد یہ اس لیے ہے کہ یہ مسلمان قیامت کے دن تمھارے خلاف گواہی نہ دیں کہ وہ ایمان لے آئے اور تم لوگوں نے حق واضح ہو جانے کے باوجود کفر کی راہ اختیار کی۔ اے رسول! آپ یہ بھی کہہ دیجیے کہ قرآن کریم اور دوسری نعمتیں سب اللہ کے اختیار میں ہیں، اللہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ : یعنی اپنے دین کے پیرو کے سوا اور کسی پر مطمئن نہ ہونا اور نہ اپنا راز جو تمھارے پاس ہے اسے ظاہر کرنا، سوائے اس کے جو تمھارے دین کی پیروی کرے اور جو کچھ تمھارے پاس ہے اسے مسلمانوں پر ظاہر نہ کرنا، وہ اسے تمھارے خلاف بطور دلیل پیش کریں گے۔ اہل کتاب کا ایک گروہ ہمیشہ اس کوشش میں لگا رہتا تھا کہ لوگوں کو اسلام سے روکے، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ [التوبة : ٣٤] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک بہت سے عالم اور درویش یقیناً لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔‘‘

قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ : یعنی اللہ تعالیٰ ہی مومنوں کے دلوں کو اس مکمل ایمان کی راہنمائی فرماتا ہے جسے اس نے اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر روشن آیات، قطعی دلائل اور واضح براہین کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ﴾ [الأنعام : ٧١] ’’کہہ دے اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی اصل راستہ ہے۔‘‘

اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ : یعنی وہ کہتے تھے کہ تمھارے پاس جو علم ہے اسے مسلمانوں کے سامنے ظاہر نہ کرو، وہ تم سے سیکھ کر تمھارے برابر ہو جائیں گے، بلکہ شدت ایمان کی وجہ سے تم سے بڑھ جائیں گے، یا وہ اللہ کے روبرو تم پر حجت قائم کر سکیں گے، یعنی جو کچھ تمھارے پاس موجود ہے اسے تمھارے ہی خلاف بطور دلیل پیش کریں گے، پھر تمھارے ہی خلاف حجت قائم ہو جائے گی اور یہ حجت دنیا و آخرت دونوں میں قائم ہو گی۔

اہل کتاب کی اسی فہمائش کا تذکرہ دوسری جگہ بھی ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوٓا أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوكُم بِهِۦ عِندَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴾ [البقرۃ : ۷۶] ”اور جب ان میں سے بعض بعض کی طرف اکیلا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کیا تم انھیں وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولی ہیں، تاکہ وہ ان کے ساتھ تمھارے رب کے پاس تم سے جھگڑا کریں، تو کیا تم نہیں سمجھتے ؟“

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِۦ مَن يَشَآءُ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾

”اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ تو ہر قوم کو اپنا فضل عطا کرنے کے لیے تیار ہے، بشرطیکہ وہ قوم اپنے آپ کو اس فضل کا اہل ثابت کرے۔ ایک زمانہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس فضل سے بہرہ ور فرمایا تھا اور جب وہ اس کے اہل نہیں رہے تو اب اس نے یہ فضل بنی اسماعیل کے لیے مختص کر دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِى بَعَثَ فِى الْأُمِّيِّـۧنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٢﴾ وَءَاخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٣﴾ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴾ [الجمعة : ۲ تا ٤] ”وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیات پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ اور ان میں سے کچھ اور لوگوں میں بھی (آپ کو بھیجا) جو ابھی تک ان سے نہیں ملے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَآ ءَاتَىٰهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ ﴾ [النساء : ٥٤] ”یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَءَامِنُوا بِرَسُولِهِۦ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِۦ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِۦ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٨﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَٰبِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَىْءٍ مِّن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴾ [الحدید : ۲۸، ۲۹] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، وہ تمھیں اپنی رحمت سے دوہرا حصہ دے گا اور تمھارے لیے ایسی روشنی کر دے گا جس کے ذریعے تم چلتے رہو گے اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ تاکہ کتاب والے یہ نہ جانیں کہ وہ اللہ کے فضل میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے اور (جان لیں) کہ یقیناً فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“

وَ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ
بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآىِٕمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي
الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

’’اور اہل کتاب میں سے بعض وہ ہے کہ اگر تو اس کے پاس ایک خزانہ امانت رکھ دے وہ اسے تیری طرف ادا کر دے گا اور ان میں سے بعض وہ ہے کہ اگر تو اس کے پاس ایک دینار امانت رکھے وہ اسے تیری طرف ادا نہیں کرے گا مگر جب تک تو اس کے اوپر کھڑا رہے، یہ اس لیے کہ انھوں نے کہا ہم پر اَن پڑھوں کے بارے میں (گرفت کا) کوئی راستہ نہیں اور وہ اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔‘‘

اللہ مطلع فرما رہا ہے کہ یہودیوں میں کچھ لوگ حد درجہ خائن بھی ہیں، اس لیے وہ مومنوں کو تلقین فرما رہا ہے کہ ان سے فریب نہ کھانا، کیونکہ ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ اگر آپ اس کے پاس ڈھیر سارا مال بھی بطور امانت رکھ دیں تو وہ آپ کو مانگنے پر فوراً واپس دے دے گا، لیکن کوئی ان میں سے اس طرح کا بھی ہے کہ اگر آپ اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھیں تو جب تک آپ بڑے شدومد اور منت وسماجت کے ساتھ مطالبہ نہ کریں وہ آپ کو ایک دینار بھی واپس نہیں دے گا۔ ان کا موقف یہ ہے کہ ہمارے دین میں ان پڑھ لوگوں کے اموال کھانے میں کوئی حرج نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو ناحق مال کھانے کو حرام قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا انصاف ملاحظہ فرمائیں، اہل کتاب کی مذمت کے دوران میں بھی اگر ان کے کچھ لوگوں میں کچھ خوبی تھی تو اس کو بیان کیا ہے، مذمت صرف ان کی فرمائی ہے جو اس کے حق دار تھے۔ امانت ادا کر دینے والوں کی بہترین مثال ’’صحیح بخاری‘‘ میں مذکور ہے، جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا فرمایا: ’’اس نے بنی اسرائیل کے ایک دوسرے آدمی سے ایک ہزار دینار قرض مانگے۔ اس نے کہا پہلے ایسے گواہ لاؤ جن کی گواہی پر مجھے اعتبار ہو۔ قرض مانگنے والا بولا کہ گواہ تو بس اللہ ہی کافی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ اچھا کوئی ضامن لاؤ۔ قرض مانگنے والے نے کہا کہ ضامن بھی اللہ ہی کافی ہے۔ اس نے کہا کہ تو نے سچی بات کہی۔ چنانچہ اس نے ایک مقررہ مدت کے لیے اس کو قرض دے دیا۔ یہ صاحب قرض لے کر دریائی سفر پر روانہ ہوئے اور پھر اپنی ضرورت پوری کر کے کسی سواری (کشتی وغیرہ) کی تلاش کی، تاکہ اس سے دریا پار کر کے اس مقررہ مدت تک قرض دینے والے کے پاس پہنچ سکے جو اس سے طے پائی تھی (اور اس کا قرض ادا کر دے) لیکن کوئی سواری نہیں ملی۔ آخر اس نے ایک لکڑی لی اور اس میں سوراخ کیا، پھر ایک ہزار دینار اور ایک (اس مضمون کا) خط کہ اس کی طرف سے قرض دینے والے کی طرف (یہ دینار بھیجے جا رہے ہیں) اور اس کا منہ بند کر دیا اور اسے دریا پر لے آیا۔ پھر کہا، اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں

شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے تھے۔ اس نے مجھ سے ضامن مانگا، تو میں نے کہہ دیا تھا کہ میرا ضامن اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بھی تجھ سے راضی ہوا، اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو اس کا بھی جواب میں نے یہی دیا کہ اللہ پاک گواہ کافی ہے، تو وہ مجھ پر راضی ہو گیا اور (تو جانتا ہے کہ) میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری ملے جس کے ذریعے میں اس کا قرض اس تک (مدت مقررہ) میں پہنچا سکوں، لیکن اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لیے اب میں اسے تیرے ہی حوالے کرتا ہوں (کہ تو اس تک پہنچا دے)، چنانچہ اس نے وہ لکڑی جس میں رقم تھی دریا میں بہا دی۔ اب وہ لکڑی دریا میں تھی اور وہ صاحب (قرض دار) واپس ہو چکے تھے۔ مگر فکر اب بھی یہی تھا کہ کسی طرح کوئی جہاز ملے جس کے ذریعے وہ اپنے شہر میں جا سکیں۔ دوسری طرف وہ صاحب جنھوں نے قرض دیا تھا اسی تلاش میں (بندرگاہ) آئے کہ ممکن ہے کوئی جہاز ان کا مال لے کر آیا ہو۔ لیکن وہاں انھیں ایک لکڑی ملی، جس میں مال تھا۔ انھوں نے وہ لکڑی اپنے گھر کے ایندھن کے لیے لی۔ لیکن جب اسے چیرا تو اس میں سے دینار نکلے اور ایک خط بھی نکلا۔ (کچھ دنوں بعد جب وہ صاحب اپنے شہر آئے) تو قرض خواہ کے گھر آئے اور (یہ خیال کر کے کہ شاید وہ لکڑی نہ مل سکی ہو دوبارہ) ایک ہزار دینار ان کی خدمت میں پیش کر دیے اور کہا کہ اللہ کی قسم! میں تو برابر اسی کوشش میں رہا کہ کوئی جہاز ملے تو تمھارے پاس تمھارا مال لے کر پہنچوں، لیکن اس دن سے پہلے جب کہ میں یہاں پہنچنے کے لیے سوار ہوا، مجھے اپنی کوششوں میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر انھوں نے پوچھا، اچھا یہ تو بتاؤ کہ کوئی چیز کبھی تم نے میرے نام بھیجی تھی؟ مقروض نے جواب دیا، بتا تو رہا ہوں آپ کو کہ کوئی جہاز مجھے اس جہاز سے پہلے نہیں ملا جس سے میں آج پہنچا ہوں۔ اس پر قرض خواہ نے کہا کہ پھر اللہ نے بھی آپ کا وہ قرض ادا کر دیا، جسے آپ نے لکڑی میں بھیجا تھا۔ لہٰذا تم اپنے ہزار دینار لے کر خوشی خوشی واپس لوٹ جاؤ۔" [بخاری، کتاب الکفالۃ، باب الکفالۃ فی القرض والدیون ...... الخ : ۲۲۹۰]

لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ : "اُمی" (عرب) لوگوں کا مال کھا جانے میں ہم پر کوئی گرفت نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھ رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کبھی امانت میں خیانت کا حکم نہیں دیا، خواہ وہ اسرائیلی ہو یا عرب، بلکہ اسلام نے تو کسی ذمی کے مال کو بلا اجازت لینا جائز قرار نہیں دیا اور نہ کسی حربی کافر کے مال کو خیانت سے کھانے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ﴾ [النساء : ۵۸] "بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو۔"

افسوس کہ یہود کی طرح بعض مسلمان بھی کفار کے ممالک میں سود کے لین دین کے لیے کہتے ہیں کہ دارالحرب میں سود جائز ہے اور دارالحرب بھی اپنی مرضی کا بنایا ہوا ہے، خواہ ان سے جنگ ہو رہی ہو یا نہ۔

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾

"کیوں نہیں! جو شخص اپنا عہد پورا کرے اور ڈرے تو یقیناً اللہ ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

یعنی اہل کتاب سے دوسروں کا مال ناجائز کھا جانے پر ضرور مؤاخذہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور محبوب شخص تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ اور بندوں سے کیا ہوا عہد پورا کرتا ہے۔ تقویٰ کا تقاضا یہی ہے اور اللہ تعالیٰ تو بس متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ محبت نہ کرے اس کی عاقبت کیسے اچھی ہو سکتی ہے؟

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَ أَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ لَا يُزَكِّيهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٧﴾

”بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت لیتے ہیں، وہ لوگ ہیں کہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ قیامت کے دن نہ ان سے بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں خبر دی ہے جو دنیاوی حقیر فائدوں کے حصول کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اللہ سے کیے ہوئے عہد و پیمان کا پاس و لحاظ نہیں رکھتے کہ انھیں آخرت میں کوئی بھلائی نصیب نہیں ہوگی، نہ اللہ تعالیٰ ان سے بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا، یعنی ان سے شدید ناراض ہوگا اور نہ گناہوں سے ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے اس مقصد کے لیے قسم کھائی کہ اس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ہڑپ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَ أَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [آل عمران : ۷۷] ابو وائل کہتے ہیں کہ اتنے میں سیدنا اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آ گئے اور انھوں نے پوچھا، ابو عبدالرحمٰن (یعنی ابن مسعود) تم سے کیا بیان کر رہے تھے؟ ہم نے کہا، انھوں نے یہ حدیث بیان کی ہے، تو اشعث رضی اللہ عنہ کہنے لگے، یہ آیت تو میرے ہی معاملہ میں اتری تھی، میرے چچا زاد بھائی کی زمین میں میرا ایک کنواں تھا۔ (میں نے اس کو حاصل کرنے کے لیے اپنا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ثبوت پیش کرو، ورنہ اس سے قسم لی جائے گی۔“ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! وہ تو قسم کھا لے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے اس لیے قسم کھائی کہ اس کے ذریعہ سے کسی مسلمان کا مال ہڑپ کر لے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس

پر غضب ناک ہوگا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ إن الذين يشترون بعهد الله أيمانهم وثمنا قليلًا...... الخ ﴾ : ٤٥٤٩، ٤٥٥٠]

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے اپنا سامان تجارت بازار میں لا کر رکھا، پھر قسم کھا کر کہا کہ مجھے اس سامان کے اتنے روپے مل رہے تھے، حالانکہ اتنے روپے نہیں مل رہے تھے، قسم کھانے کا مقصد یہ تھا کہ کوئی مسلمان دھوکا کھا کر اسے خرید لے، چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا...... عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ إن الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم ثمنا قليلًا ...... الخ ﴾ : ٤٥٥١]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین شخص ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کون ہیں؟ وہ تو ناکام اور خسارہ پانے والے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو تین دفعہ دہرایا، پھر فرمایا: ''اپنے کپڑے کو ٹخنے سے نیچے لٹکانے والا، اپنے سودے کو جھوٹی قسم کے ساتھ بیچنے والا اور احسان کر کے جتلانے والا۔'' [مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمن بالعطية : ١٠٦۔ أبو داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار : ٤٠٨٧]

عدی بن عمیرہ کندی بیان کرتے ہیں کہ کندہ کے امرؤ القیس بن عابس نامی ایک شخص نے حضر موت کے ایک شخص سے زمین کے بارے میں اپنے جھگڑے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی شخص سے کہا: ''گواہی پیش کرو۔'' مگر اس کے پاس کوئی گواہی نہیں تھی۔ پھر آپ نے امرؤ القیس سے کہا: ''تم قسم کھاؤ۔'' حضرمی نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر آپ اسے قسم کے ذریعے موقع دے دیں گے تو رب کعبہ کی قسم! وہ میری زمین کو لے جائے گا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی کا مال ناحق لینے کے لیے جھوٹی قسم کھائی تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے سخت ناراض ہوگا۔'' اس حدیث کے ایک راوی رجا بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ﴾ ''بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت لیتے ہیں۔'' امرؤ القیس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! جو اسے ترک کر دے اسے کیا ملے گا؟ فرمایا: ''جنت۔'' تو اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ گواہ رہیں میں نے ساری زمین اس کے لیے چھوڑ دی ہے۔ [مسند أحمد : ٤/ ١٩١، ١٩٢، ح : ١٧٧٣٣۔ السنن الكبرى للنسائي : ٣/ ٤٨٦، ح: ٥٩٩٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین شخص ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ

روز قیامت نہ کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، ایک وہ شخص جو اپنے پاس موجود زائد پانی سے مسافر کو روکے، دوسرا وہ شخص جو عصر کے بعد جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچے اور تیسرا وہ شخص جو کسی امام کی بیعت کرے، اب اگر وہ امام اسے (مال) دیتا رہے تو بیعت کو پورا کرے اور اگر نہ دے تو اسے پورا نہ کرے۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۴۸۰، ح : ۱۰۲۳۶۔ أبو داوٗد، کتاب البیوع، باب فی منع الماء : ۳۴۷۴۔ ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی نکث البیعۃ : ۱۵۹۵، مسلم: ۱۰۸]

وَ اِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾

''اور بے شک ان میں سے یقیناً کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب (پڑھنے) کے ساتھ اپنی زبانیں مروڑتے ہیں، تاکہ تم اسے کتاب میں سے سمجھو، حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں اور اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔''

یہ یہود کے ان لوگوں کا تذکرہ ہے جنھوں نے کتاب الٰہی (تورات) میں نہ صرف تحریف وتبدیلی کی، بلکہ دو جرم اور بھی کیے کہ ایک تو زبان کو مروڑ کر کتاب کے الفاظ پڑھتے جس سے عوام کو خلاف واقعہ تاثر دینے میں وہ کامیاب رہتے، دوسرے وہ اپنی خود ساختہ باتوں کو من عنداللہ باور کراتے، حالانکہ وہ منزل من اللہ نہیں ہیں۔ الغرض وہ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو اس قبیح حرکت سے باز رہنے کی نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۴۲] ''اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور نہ حق کو چھپاؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۷۱] ''اے اہل کتاب! تم کیوں حق کو باطل سے خلط ملط کرتے ہو اور حق کو چھپاتے ہو، حالانکہ تم جانتے ہو۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت: ﴿ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ﴾ [النساء : ۴۶] اس کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ لفظوں کو اپنی جگہوں سے ہٹا دیتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے کوئی لفظ بالکل نکال ڈالنا یہ کسی سے نہیں ہوسکتا، مگر اس میں تحریف کرتے ہیں، یعنی ایسے معنی بیان کرتے ہیں جو اس کے اصل معنی نہیں ہیں۔ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ : ﴿ بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ ﴾، قبل الحدیث : ۷۵۵۳]

افسوس امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی بہت سے لوگ اسی راہ پر چل رہے ہیں اور وہ اپنی دنیوی اغراض یا مذہبی فرقہ پرستی کی

وجہ سے قرآن کریم کے ساتھ یہ معاملہ لفظی اور کبھی معنوی تحریف کے ساتھ کرتے ہیں، عوام بے چارے اسے اللہ کا حکم سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ مولوی صاحب یا ان کے کسی پیشوا کی بات ہوتی ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم ضرور ہی اپنے سے پہلے لوگوں کے پیچھے چل پڑو گے جس طرح بالشت بالشت کے برابر اور ہاتھ، ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی ضب (سانڈے) کے بل میں جا گھسے ہوں تو تم بھی ان کے پیچھے جاؤ گے۔'' پوچھا گیا یا رسول اللہ! اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟ فرمایا: ''پھر اور کون ہیں۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لتتبعن سنن من کان قبلکم : ۷۳۲۰ ـ مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیہود والنصاریٰ : ۲۶۶۹]

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾

''کسی بشر کا کبھی حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم اور نبوت دے، پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ اور لیکن رب والے بنو، اس لیے کہ تم کتاب سکھایا کرتے تھے اور اس لیے کہ تم پڑھا کرتے تھے۔''

یہ نصرانیوں کے ضمن میں کہا جا رہا ہے کہ انھوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو معبود بنایا ہوا ہے، حالانکہ وہ ایک انسان تھے، جنھیں کتاب و حکمت اور نبوت سے سرفراز کیا گیا تھا اور ایسا کوئی بھی شخص، یعنی کوئی بھی نبی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے پجاری اور بندے بن جاؤ، بلکہ وہ تو یہی کہتا ہے کہ رب والے بن جاؤ۔

كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ : یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا رکھا تھا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ۳۰] ''اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کا اپنے مونہوں کا کہنا ہے، وہ ان لوگوں کی بات کی مشابہت کر رہے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔ اللہ انھیں مارے، کدھر بہکائے جا رہے ہیں۔'' یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء و مشائخ کو بھی اپنا رب بنا لیا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ۳۱] ''انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں، کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ حصول علم اور تعلیم کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ''ربانی'' بن جائے۔ کسی شخص میں اگر علم اور کتب الٰہیہ کے پڑھنے پڑھانے سے للّٰہیت کی خصلت پیدا نہیں ہوتی تو یہ مشغلہ وقت ضائع کرنا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے علم سے پناہ مانگی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے اور ایسے دل سے جو اللہ کے لیے نہ جھکے۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب فی الادعیۃ : ۲۷۲۲]

وَ لَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓىِٕكَةَ وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ ع ۸ / ۹ / ۱۶

''اور نہ یہ (حق ہے) کہ تمھیں حکم دے کہ فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لو، کیا وہ تمھیں کفر کا حکم دے گا، اس کے بعد کہ تم مسلم ہو۔''

اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے طرزِ عمل پر چوٹ ہے جنھوں نے انبیاء اور فرشتوں کی تعظیم میں اس قدر غلو کیا کہ ان کو رب تعالیٰ کے مقام پر کھڑا کر دیا۔ انبیاء اور صالحین کی قبروں پر عمارتیں بنا کر ان میں ان کی تصویریں بنا ڈالیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے ایک کنیسہ (گرجا) کا ذکر کیا جو انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا جس میں تصاویر تھیں۔ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ''ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے اور اس میں یہ تصویریں بنا دیتے، یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کے ہاں ساری مخلوق سے بدتر ہوں گے۔'' [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة الحبشة : ۳۸۷۳]

اب آپ کو مسلمانوں کے ہر شہر اور تقریباً ہر محلّہ میں یہ نقشہ نظر آئے گا۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو چونا گچ کرنے، اس پر عمارت بنانے یا اس پر (مجاور بن کر) بیٹھنے سے منع کیا ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو چونا گچ کرنے، اس پر (مجاور بن کر) بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع کیا ہے۔ [مسلم، کتاب الجنائز، باب النھی من تجصیص القبر والبناء علیہ : ۹۷۰]

بلکہ آپ نے ہر تصویر کو مٹا دینے اور ہر اونچی قبر کو برابر کر دینے کا حکم دیا، جیسا کہ ابوالہیاج الاسدی بیان کرتے ہیں کہ مجھے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تم کو اس کام کے لیے بھیجتا ہوں جس کے لیے مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا وہ یہ کہ نہ چھوڑ کوئی تصویر مگر اسے مٹا دے اور نہ چھوڑ کوئی بلند قبر مگر اسے زمین کے برابر کر دے۔'' [مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسویة القبر : ۹۶۸]

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ

لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

’’اور جب اللہ نے سب نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ میں کتاب وحکمت میں سے جو کچھ تمھیں دوں، پھر تمھارے پاس کوئی رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمھارے پاس ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری عہد قبول کیا؟ انھوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو گواہ رہو اور تمھارے ساتھ میں بھی گواہوں سے ہوں۔ پھر جو اس کے بعد پھر جائے تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی سے یہ عہد و پیمان لیا کہ جب بھی کوئی نیا رسول آئے گا، جو گزشتہ انبیاء کی تصدیق کر رہا ہوگا، تو گزشتہ نبی اور اس کے پیروکاروں پر لازم ہوگا کہ اس پر ایمان لے آئیں اور اس کی مدد کریں۔ چنانچہ تمام انبیاء نے اس کا اقرار کیا اور اس اقرار کے گواہ بنے اور اللہ نے بھی شہادت دی۔ اس اقرار کا تقاضا یہ تھا کہ جب محمد ﷺ دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ تمام لوگ جو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے پیروکار ہوں گے، وہ محمد ﷺ پر ایمان لے آئیں گے۔ اس لیے اب اگر کوئی شخص محمد ﷺ کی اتباع نہیں کرتا تو وہ فاسق، اللہ کا نافرمان اور اس نبی کو جھٹلانے والا ہوگا جس کی محبت کا دم بھر رہا ہے اور جس پر ایمان لانے کا دعویٰ کر رہا ہے۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

’’تو کیا وہ اللہ کے دین کے علاوہ کچھ اور تلاش کرتے ہیں، حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے خوشی اور ناخوشی سے اسی کا فرماں بردار ہے اور وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔‘‘

یعنی جب آسمان و زمین کی ہر چیز فرشتے، جن و انس وغیرہ اللہ تعالیٰ کے قانون فطرت کے سامنے سرنگوں ہیں اور اختیاری و غیر اختیاری طور پر اس کے تابع فرمان ہیں، تو یہ لوگ اس قانون شریعت یعنی اللہ کے دین کو چھوڑ کر دوسرا راستہ کیوں اختیار کرتے ہیں؟ ان کو چاہیے کہ اگر نجاتِ اخروی چاہتے ہیں تو اللہ کا جو دین اس وقت رسول اللہ ﷺ لے کر مبعوث ہوئے ہیں، اس کو اختیار کر لیں۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ

وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ
بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

’’کہہ دے ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔‘‘

یعنی مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ تمام انبیاء و رسل اور تمام آسمانی کتب و صحائف پر ایمان لائیں کہ سب رسول اپنے اپنے وقتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث تھے اور سب کتب و صحائف منزل من اللہ تھے، اگرچہ اب صرف قرآن مجید پر عمل ہوگا، کیونکہ پہلی کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں۔

وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

’’اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہوگا۔‘‘

یعنی محمد ﷺ کے مبعوث ہو جانے کے بعد جو شخص آپ کی فرماں برداری اور اطاعت کا راستہ چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرے گا، یا کسی پہلے راستے پر چلتا رہے گا تو وہ چاہے کتنا ہی توحید پرست اور پچھلے انبیاء پر ایمان رکھنے والا ہو، اگر وہ محمد ﷺ پر ایمان نہیں رکھتا تو اس کی دین داری اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہ ہوگی اور وہ آخرت میں ناکام و نامراد ہوگا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ [آل عمران : ۱۹] ’’بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدۃ : ۳] ’’اور میں نے تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔‘‘

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس کے بارے میں ہمارا امر نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الأقضیة ، باب نقض الأحکام الباطلة : ۱۷۱۸]

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْۤا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ
الْبَيِّنٰتُ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓىِٕكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ
اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا
هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ۙ

”اللہ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جنھوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا اور (اس کے بعد کہ) انھوں نے شہادت دی کہ یقیناً یہ رسول سچا ہے اور ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہ لوگ! ان کی جزا یہ ہے کہ بے شک ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت دیے جائیں گے۔“

یعنی جو لوگ حق کے پوری طرح واضح ہو جانے اور رسول اللہ ﷺ کے سچا نبی ہونے کے واضح اور روشن دلائل دیکھنے کے باوجود محض کبر و حسد اور حب جاہ و مال کی بنا پر کفر کی روش پر قائم رہے، یا ایک مرتبہ اسلام قبول کر لینے کے بعد پھر مرتد ہو گئے، وہ سراسر ظالم و بد بخت ہیں، ایسے لوگوں کو راہ ہدایت دکھانا اللہ تعالیٰ کا قانون نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتد کافر سے زیادہ مجرم ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گیا اور اس نے پھر شرک شروع کر دیا، پھر وہ نادم ہوا، اس نے اپنی قوم کے پاس کسی کو بھیجا (اس پیغام کے ساتھ) کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کریں کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ٨٦ تا ٨٩] اس کے بعد اس کی قوم نے اس کی طرف یہ پیغام بھیج دیا تو وہ مسلمان ہو گیا۔ [نسائي كبرىٰ، كتاب التفسير، باب قوله تعالىٰ: ﴿ كيف يهدى الله قومًا كفروا بعد إيمانهم ﴾ : ١١٠٦٥۔ مستدرك حاكم : ٣٦٦/٤، ح : ٨٠٩٢]

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ : یعنی ان پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور اس کی مخلوق بھی لعنت کرتی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ٦٤] ”بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی اور ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴾ [النساء : ٥٢] ”اور جس پر اللہ لعنت کرے پھر تو کوئی اس کی مدد کرنے والا ہرگز نہ پائے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ [العنكبوت : ٢٥] ”پھر قیامت کے دن تم میں سے بعض بعض کا انکار کرے گا اور تم میں سے بعض بعض پر لعنت کرے گا اور تمھارا ٹھکانا آگ ہی ہے اور تمھارے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔“

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٨٩

”مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی تو یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ اگر مرتد صدق دل سے توبہ کر لے اور دوبارہ اسلام لے آئے تو اللہ تعالیٰ اس کی پچھلی غلطی کو معاف فرما دیتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ﴿٩٠﴾

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا، پھر کفر میں بڑھ گئے، ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی اور وہی لوگ گمراہ ہیں۔''

اللہ تعالیٰ وعید اور خوف دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان کے بعد کفر کو اختیار کر لیں، پھر کفر میں اور بڑھ جائیں، حتیٰ کہ اپنی موت تک کافر ہی رہیں تو بوقت موت ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ فوراً کر لینی چاہیے، ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ ساری زندگی کفر یا کوئی گناہ کرتا رہے اور موت کے وقت توبہ کرنا چاہے تو ایسی حالت میں توبہ قبول نہیں ہوگی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴾ [النساء : ۱۷، ۱۸] ''توبہ (جس کا قبول کرنا) اللہ کے ذمے (ہے) صرف ان لوگوں کی ہے جو جہالت سے برائی کرتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ پھر مہربان ہو جاتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور توبہ ان لوگوں کی نہیں جو برے کام کیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جاتی ہے تو وہ کہتا ہے بے شک میں نے اب توبہ کر لی اور نہ ان کی ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہوتے ہیں، یہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔''

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٩١﴾ ع ۹ / ۱۷

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، سو ان کے کسی ایک سے زمین بھرنے کے برابر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، خواہ وہ اسے فدیے میں دے۔ یہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔''

جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور حالتِ کفر ہی میں مر گئے تو اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن ان کا انجام بتایا ہے کہ اس دن کسی کے پاس کوئی مال نہیں ہوگا، لیکن اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی کے پاس مال و دولت ہو، تو چاہے وہ پوری

زمین کے بھراؤ کے برابر بھی سونا دے کر اپنی جان جہنم کی آگ سے چھڑانا چاہے تو بچ نہ سکے گا، یعنی کوئی بھی چیز اسے اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے گی۔ ارشاد فرمایا : ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴾ [المائدة : ۳۶، ۳۷] ''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، اگر واقعی ان کے پاس زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو، تا کہ وہ اس کے ساتھ قیامت کے دن کے عذاب سے فدیہ دے دیں تو ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ وہ چاہیں گے کہ آگ سے نکل جائیں، حالانکہ وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔'' اور فرمایا : ﴿ وَ اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ [البقرة : ٤٨] ''اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ عبداللہ بن جدعان جاہلیت میں صلہ رحمی کرتا تھا، مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا، تو کیا ان اچھے کاموں کا اسے کوئی فائدہ ہوگا؟ فرمایا: ''نہیں! اسے کوئی اچھا کام فائدہ نہیں دے گا، اس لیے کہ اس نے کبھی زندگی میں ایک بار بھی یہ نہیں کہا تھا، اے اللہ! قیامت کے دن میرے گناہ بخش دینا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی الکفر لا ینفعه عمل : ۲۱٤]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اہل جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، اے ابن آدم! تو نے اپنے گھر کو کیسا پایا؟ وہ عرض کرے گا، اے میرے پروردگار! میرا گھر بہت اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کچھ مانگ اور کوئی تمنا کر۔ وہ عرض کرے گا، یا اللہ! میری کوئی خواہش اور تمنا نہیں ہے، ہاں، البتہ یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں بھیج دے، تاکہ میں تیرے راستہ میں دس بار شہید کیا جاؤں۔ وہ یہ تمنا شہادت کی فضیلت کو دیکھ کر کرے گا۔ اسی طرح اہل جہنم میں سے بھی ایک شخص کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، اے ابن آدم! تو نے اپنے گھر کو کیسا پایا؟ وہ عرض کرے گا، میرے پروردگار! یہ بدترین گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، کیا تو اس جگہ سے نجات حاصل کرنے کے لیے زمین کے بھراؤ کے برابر سونا بطور فدیہ دینے کو تیار ہے؟ وہ عرض کرے گا، ہاں، یا اللہ! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، میں نے تو تجھ سے اس سے بہت کم اور بہت آسان چیز کا مطالبہ کیا تھا مگر تو نے اسے پورا نہیں کیا۔ پھر اسے دوبارہ جہنم رسید کر دیا جائے گا۔'' [مسند أحمد : ۳/ ۲۰۸، ح : ۱۳۱٦۷۔ بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم و ذریته : ۳۳۳٤]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تبارک و تعالیٰ سب سے کم عذاب والے جہنمی سے

فرمائے گا، اگر تیرے پاس دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب موجود ہو تو کیا تو اسے فدیہ میں دے دے گا؟ وہ کہے گا، ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے تو تجھ سے اس وقت جب تو آدم کی پشت میں تھا، اس سے بہت زیادہ آسان بات کا تقاضا کیا تھا کہ شرک نہ کرنا، میں تجھ کو دوزخ میں داخل نہیں کروں گا، لیکن تو نہ مانا اور شرک کرتا رہا۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب طلب الكافر الفداء بملء الأرض ذهبًا : ۲۸۰۵]

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۹۲﴾

''تم پوری نیکی ہرگز حاصل نہیں کرو گے، یہاں تک کہ اس میں سے کچھ خرچ کرو جس سے تم محبت رکھتے ہو اور تم جو چیز بھی خرچ کرو گے تو بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔''

مال سے محبت انسان کی فطرت میں داخل ہے، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اس کے دل میں گھٹن سی پیدا ہونے لگتی ہے اور کسی کے کہنے کہلانے پر مال خرچ کرنا ہی پڑے تو اس کا جی یہ چاہتا ہے کہ تھوڑا سا مال یا کوئی حقیر سا مال دے کر چھوٹ جائے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ جب تک تم اللہ کی راہ میں ایسا مال خرچ نہیں کرو گے جو تمھیں محبوب اور پسندیدہ ہے اس وقت تک تم نیکی کی وسعتوں کو پا نہیں سکتے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ لَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ [البقرة : ۲۶۷] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالی ہیں اور اس میں سے گندی چیز کا ارادہ نہ کرو، جسے تم خرچ کرتے ہو، حالانکہ تم اسے کسی صورت لینے والے نہیں، مگر یہ کہ اس کے بارے میں آنکھیں بند کر لو اور جان لو کہ بے شک اللہ بڑا بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں انصار میں کھجور کے باغات کے اعتبار سے سب سے زیادہ مال دار تھے اور انھیں اپنے مال میں سے بیرحاء (نامی باغ) سب سے زیادہ پسند تھا، جو مسجد کی جانب واقع تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کے نفیس پانی کو نوش فرمایا کرتے تھے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ ''تم پوری نیکی ہرگز حاصل نہیں کرو گے، یہاں تک کہ اس میں سے کچھ خرچ کرو جس سے تم محبت رکھتے ہو'' تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ اور مجھے اپنے مال میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ چیز بیرحاء نامی باغ ہے، سو میں اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کے اجر و ثواب سے نوازے گا، لہٰذا آپ اس کے بارے میں جو چاہیں فیصلہ فرما دیں۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہت خوب! بہت خوب! یہ منفعت بخش مال ہے، یہ منفعت بخش مال ہے۔ میں نے تمھاری بات سن لی ہے، میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے قریبی رشتہ داروں کو دے دو۔'' ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں اسی طرح

کرتا ہوں۔ چنانچہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ باغ اپنے قرابت داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ [بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الأقارب : ۱۴۶۱۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الأقربین : ۹۹۸]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے خیبر میں سے جو حصہ ملا ہے اس سے بڑھ کر نفیس مال مجھے آج تک حاصل نہیں ہوا، میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اسے صدقہ کر دوں۔ آپ نے فرمایا: ''اصل اپنے پاس رکھو اور اس کے پھل کو اللہ کے راستے میں تقسیم کر دو۔'' [ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب من تصدق بصدقۃ ثم ورثہا : ۲۳۹۷۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الوقف، باب وقف المشاع : ۱۶۲/۶، ح : ۱۲۱۲۶]

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾

''کھانے کی ہر چیز بنی اسرائیل کے لیے حلال تھی مگر جو اسرائیل نے اپنے آپ پر حرام کر لی، اس سے پہلے کہ تورات اتاری جائے، کہہ دے تو لاؤ تورات، پھر اسے پڑھو، اگر تم سچے ہو۔ پھر جس نے اس کے بعد اللہ پر جھوٹ باندھا تو وہی ظالم ہیں۔''

دراصل یہ مسلمانوں پر یہودیوں کے ایک اعتراض کا جواب ہے۔ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ دین ابراہیمی کے پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اونٹ کا گوشت بھی کھاتے ہیں، جب کہ اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ دین ابراہیمی میں حرام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہود کا دعویٰ غلط ہے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین میں یہ چیزیں حرام نہیں تھیں۔ ہاں البتہ بعض چیزیں اسرائیل (سیدنا یعقوب علیہ السلام) نے خود اپنے اوپر حرام کر لی تھیں اور وہ یہی اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ تھا۔

بنی اسرائیل کے علماء اور مشائخ نے اللہ تعالیٰ کی بعض حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دے لیا تھا اور اس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [التوبۃ : ۳۱] ''انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا۔'' بطور سزا جو چیزیں بنی اسرائیل پر حرام کی گئیں ان کا ذکر بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۡ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۴۶] ''اور ان لوگوں پر جو یہودی بن گئے، ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا اور گائیوں اور بکریوں میں سے ہم نے ان پر دونوں کی چربیاں حرام کر دیں، سوائے اس کے جو ان کی پشتیں یا انتڑیاں اٹھائے ہوئے ہوں، یا جو کسی ہڈی کے

ساتھ ملی ہو۔ یہ ہم نے انھیں ان کی سرکشی کی جزا دی اور بلاشبہ ہم یقیناً سچے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ﴾ [النساء : ١٦٠] ''تو جو لوگ یہودی بن گئے، ان کے بڑے ظلم ہی کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں، جو ان کے لیے حلال کی گئی تھیں اور ان کے اللہ کے راستے سے بہت زیادہ روکنے کی وجہ سے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کی کہ ہماری کچھ باتوں کا جواب دیجیے، کیونکہ (آپ نبی ہیں اور) ان کا جواب کوئی نبی ہی دے سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تم جو چاہو مجھ سے پوچھو، لیکن مجھے اللہ کا ذمہ اور اس عہد و پیمان کا ذمہ دے دو جو یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے لیا تھا کہ اگر میں تم سے کچھ بیان کروں اور تم اسے پہچان بھی لو تو پھر تمھیں اسلام قبول کرتے ہوئے میری اتباع کرنا ہوگی۔'' انھوں نے جواب دیا کہ ہم آپ سے یہ عہد کرتے ہیں۔ تب آپ نے فرمایا: ''اب تم جو چاہو سو پوچھو۔'' انھوں نے کہا کہ آپ ہمیں چار باتوں کے بارے میں بتایئے: ① ہمیں یہ بتائیں کہ وہ کھانے کی کون سی چیز تھی جسے یعقوب علیہ السلام نے تورات نازل ہونے سے پہلے اپنے لیے حرام قرار دے رکھا تھا؟ ② یہ بتایئے عورت کا پانی اور مرد کا پانی کیسا ہوتا ہے؟ نیز اس سے نر یا مادہ کیسے پیدا ہوتے ہیں؟ ③ اور یہ بتایئے کہ نبی اُمّی کے سونے کی کیا کیفیت ہے؟ ④ اور فرشتوں میں سے اس کا دوست کون سا فرشتہ ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ عہد لے لیا تھا کہ جب آپ نے ان کے سوالات کے جوابات دے دیے تو پھر انھیں آپ کی اتباع کرنا ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ''میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں، جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی تھی! کیا تمھیں اس بات کا علم ہے کہ اسرائیل، یعنی یعقوب علیہ السلام بہت سخت بیمار ہو گئے تھے، ان کی بیماری بہت طول اختیار کر گئی تھی تو انھوں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ انھیں شفا عطا فرما دیں تو وہ اپنے پسندیدہ کھانے اور پسندیدہ مشروب کو ترک کر دیں گے اور ان کا پسندیدہ کھانا اونٹ کا گوشت اور پسندیدہ مشروب اونٹنی کا دودھ تھا۔'' یہ جواب سن کر یہودیوں نے تصدیق کی اور کہا، ہاں! یہ بات درست ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! تو ان کے خلاف گواہ ہو جا۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''میں تمھیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا تھا! کیا تم یہ جانتے ہو کہ مرد کا پانی سفید اور گاڑھا اور عورت کا پانی پیلا اور پتلا ہوتا ہے اور ان میں سے جو غالب آ جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بچہ (یا بچی) اسی مناسبت سے اور اس کی مشابہت بھی اسی کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیٹا ہوتا ہے اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیٹی پیدا ہوتی ہے۔'' انھوں نے پھر تصدیق کی کہ ہاں! آپ درست فرماتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! تو ان کے خلاف گواہ ہو جا۔'' پھر آپ نے

فرمایا: ''میں تمھیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں، جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی تھی! کیا تم یہ جانتے ہو کہ اس اُمّی نبی کی آنکھیں تو سوتی ہیں مگر اس کا دل نہیں سوتا؟'' انھوں نے جواباً کہا، ہاں! آپ درست فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔'' انھوں نے کہا، اچھا! اب آپ یہ بتائیں کہ فرشتوں میں سے آپ کا دوست کون ہے؟ اس جواب کی وجہ سے ہم آپ کے ساتھ ہو جائیں گے، یا الگ ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: ''میرے دوست جبریل علیہ السلام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مبعوث نہیں فرمایا مگر جبریل علیہ السلام ہی ان کے دوست تھے۔'' یہ جواب سن کر وہ کہنے لگے، نہیں، ہماری راہیں الگ الگ ہیں، اگر جبریل کے سوا کوئی اور فرشتہ آپ کا دوست ہوتا تو ہم آپ کی اتباع کر لیتے۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تھی: ﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ [البقرة : ۹۷] ''کہہ دے جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو بے شک اس نے یہ کتاب تیرے دل پر اللہ کے حکم سے اتاری ہے۔'' [مسند أحمد : ۱/ ۲۷۸، ح : ۲۵۱۸۔ المعجم الکبیر للطبرانی : ۱۲/ ۱۹۰، ۱۹۱، ح: ۱۳۰۱۲]

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۹۵

''کہہ دے اللہ نے سچ فرمایا، سو تم ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو، جو ایک طرف کا تھا اور وہ شرک کرنے والوں سے نہ تھا۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سچا ہے کہ طعام کی یہ قسم پہلے حلال تھی، اس کے بعد اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام اور اس کی اولاد پر حرام کر دی گئی۔ لہٰذا نسخ صحیح ہے اور تمھارا شبہ باطل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان کی حلت کا فتویٰ دیا ہے، یہ عین ملتِ ابراہیم کے مطابق ہے، لہٰذا تم بھی ملت ابراہیم میں داخل ہو جاؤ اور دین اسلام میں داخل ہو جاؤ، جو اصول و فروع کے اعتبار سے عین دینِ ابراہیم کے مطابق ہے۔

ارشاد فرمایا : ﴿ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ۬ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۶۱] ''کہہ دے بے شک مجھے تو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر دی ہے، جو مضبوط دین ہے، ابراہیم کی ملت، جو ایک ہی طرف کا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔'' اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [النحل : ۱۲۳] ''پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کر، جو ایک اللہ کی طرف ہو جانے والا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔''

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۶

''بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، یقیناً وہی ہے جو بکہ میں ہے، بہت بابرکت اور جہانوں کے لیے ہدایت ہے۔''

یہ یہود کے دوسرے اعتراض کا جواب ہے، وہ کہتے تھے کہ بیت المقدس سب سے پہلا عبادت خانہ ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اوران کے ساتھیوں نے اپنا قبلہ کیوں بدل لیا؟ اس کے جواب میں کہا گیا تمھارا یہ دعویٰ بھی غلط ہے، پہلا گھر، جو اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر کیا گیا ہے، وہ بیت الحرام ہے، جو مکہ میں ہے۔

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! روئے زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسجد حرام۔'' میں نے عرض کی، پھر کون سی؟ آپ نے فرمایا: ''مسجد اقصیٰ۔'' میں نے عرض کی، ان دونوں کے درمیان کتنی مدت ہے؟ آپ نے فرمایا: ''چالیس سال۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳۳۶٦۔ مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاۃ : ۵۲۰]

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ۬ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۝۹۷

''اس میں واضح نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو کوئی اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے، جو اس کی طرف راستے کی طاقت رکھے اور جس نے کفر کیا تو بے شک اللہ تمام جہانوں سے بہت بے پروا ہے۔''

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا : یعنی حرم مکہ میں جب کوئی خوف زدہ داخل ہو جائے تو وہ ہر برائی اور شر سے امن میں ہو جاتا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی یہی حال تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ﴾ [العنکبوت : ٦۷] ''اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے ایک حرم امن والا بنا دیا ہے، جب کہ لوگ ان کے گرد سے اچک لیے جاتے ہیں۔'' اس امن وسکون میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو بھی بڑا دخل ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴾ [إبراھیم : ۳۵] ''اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِيْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴾ [قریش : ۳، ۴] ''تو ان پر لازم ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔ وہ جس نے انھیں بھوک سے (بچا کر) کھانا دیا اور خوف سے (بچا کر) امن دیا۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا: ''اب ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت باقی ہے اور جب تم سے جہاد کے لیے گھروں سے نکلنے کو کہا جائے تو نکل پڑا کرو، اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرمت والا قرار دے دیا تھا جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی حرمت کے ساتھ وہ قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ مجھ سے پہلے اس میں کسی کے لیے قتال کرنا جائز نہ تھا اور میرے لیے بھی دن کی

صرف ایک گھڑی میں قتال جائز کیا گیا تھا، سو یہ اللہ تعالیٰ کی حرمت کے ساتھ قیامت کے دن تک کے لیے حرام ہے۔ لہٰذا اس کا کانٹا نہ توڑا جائے اور نہ اس کا شکار بھگایا جائے اور نہ اس کے لقطے (گری ہوئی چیز) کو اٹھایا جائے۔ ہاں، البتہ جو اس کا اعلان کرنا چاہے وہ اسے اٹھا سکتا ہے، نیز اس کی گھاس بھی نہ کاٹی جائے۔'' اس پر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ اذخر گھاس کو مستثنیٰ قرار دے دیں، کیونکہ یہ لوہاروں اور گھروں کے کام آتی ہے۔ تب (ازراہ عنایت) آپ نے فرمایا: ''(چلیں اس کی اجازت ہے مگر) اذخر کے سوا اور گھاس نہ کاٹی جائے۔'' [بخاری، کتاب جزاء الصید، باب لا یحل القتال بمکۃ : ۱۸۳۴۔ مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکۃ و تحریم صیدھا : ۱۳۵۳]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''تم میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مکہ میں ہتھیار اٹھائے۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب النھی عن حمل السلاح بمکۃ من غیر حاجۃ : ۱۳۵۶]

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا : یہ آیت وجوب حج کی دلیل ہے، متعدد احادیث سے بھی ثابت ہے کہ حج اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور ہر مکلّف شخص پر عمر بھر میں ایک بار فریضۂ حج ادا کرنا فرض ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ہمیں ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض قرار دیا ہے، لہٰذا حج کیا کرو۔'' ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال؟ آپ خاموش رہے، حتیٰ کہ اس نے تین بار یہی گزارش کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میں ہاں کہہ دیتا تو یہ (ہر سال ہی) واجب ہو جاتا اور تمھیں اس کی استطاعت نہ ہوتی۔'' بعد ازاں آپ نے صحابہ کو یہ ہدایت فرمائی: ''مجھے چھوڑ دیا کرو جب تک میں تمھیں چھوڑے رکھوں، تم سے پہلے لوگوں کو کثرت سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف ہی نے ہلاک کر ڈالا تھا اور جب میں تمھیں کسی چیز کا حکم دوں تو مقدور بھر اس کی اطاعت بجا لایا کرو اور جب میں تمھیں کسی چیز سے منع کر دوں تو اسے ترک کر دیا کرو۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر : ۱۳۳۷۔ مسند أحمد : ۵۰۸/۲، ح : ۱۰۶۱۸]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ خثعم قبیلے کی ایک عورت آئی، اس نے پوچھا، یا رسول اللہ! اللہ کا اپنے بندوں پر جو فریضہ حج ہے، وہ میرے والد پر اس حال میں آیا ہے کہ وہ بہت بوڑھا ہے، سواری پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا، تو کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا: ''ہاں!'' اور یہ حجۃ الوداع کی بات ہے۔ [بخاری، کتاب الحج، باب وجوب الحج و فضلہ ...... الخ : ۱۵۱۳]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس بات کی گواہی دینا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے

اور رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب دعاؤکم إیمانکم ...... الخ : ۸]

وَ مَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ : اس سے معلوم ہوا کہ استطاعت کے باوجود حج نہ کرنا کفر ہے اور اللہ تو سارے جہانوں سے بہت بے پروا ہے۔ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور پچھلے سب انسان اور سب جنات تم سب میں سے اس ایک آدمی کے دل جیسے ہو جائیں جو سب سے زیادہ متقی ہے تو بھی میری سلطنت میں اس سے کوئی اضافہ نہیں ہوگا اور اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور پچھلے سب انسان اور سب جنات اس ایک آدمی جیسے ہو جائیں جو سب سے زیادہ بدکار ہے تو اس سے میری سلطنت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

قُلۡ یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ شَهِیۡدٌ عَلٰی مَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۸﴾ قُلۡ یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ تَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا وَّ اَنۡتُمۡ شُهَدَآءُ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۹﴾

''کہہ دے اے اہل کتاب! تم کیوں اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے ہو، جب کہ اللہ اس پر پوری طرح شاہد ہے جو تم کرتے ہو۔ کہہ دے اے اہل کتاب! تم اللہ کے راستے سے اس شخص کو کیوں روکتے ہو جو ایمان لے آیا، تم اس (راستے) میں کوئی نہ کوئی کجی تلاش کرتے ہو، حالانکہ تم گواہ ہو اور اللہ اس سے ہرگز غافل نہیں جو تم کر رہے ہو۔''

ردِ شبہات کے بعد ان آیات میں اہل کتاب کو زجر و توبیخ کی جا رہی ہے کہ تم نہ صرف یہ کہ حق پر خود ایمان نہیں لاتے بلکہ جو لوگ اس پر ایمان لا چکے ہیں ان میں طرح طرح کے فتنے اور شوشے چھوڑ کر حق کی راہ میں کجی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہو اور پھر یہ سب کچھ جان بوجھ کر کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو تمھارے یہ کرتوت خوب معلوم ہیں۔ تمھیں اپنے اس جرم کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡنَ ۬ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمۡ لِیَوۡمٍ تَشۡخَصُ فِیۡهِ الۡاَبۡصَارُ ﴾ [إبراھیم : ۴۲] ''اور تو اللہ کو ہرگز اس سے غافل گمان نہ کر جو ظالم لوگ کر رہے ہیں، وہ تو انھیں صرف اس دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی رہ جائیں گی۔''

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تُطِیۡعُوۡا فَرِیۡقًا مِّنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ یَرُدُّوۡكُمۡ بَعۡدَ اِیۡمَانِكُمۡ كٰفِرِیۡنَ ﴿۱۰۰﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان میں سے کچھ لوگوں کا کہنا مانو گے، جنھیں کتاب دی گئی ہے، تو وہ تمھیں تمھارے

ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں گے۔“

یہودیوں کے مکروفریب اور ان کی طرف سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی مذموم کوششوں کا ذکر کرنے کے بعد مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم بھی ان کی سازشوں سے ہوشیار رہو اور قرآن کی تلاوت کرنے اور رسول اللہ ﷺ کے موجود ہونے کے باوجود کہیں یہود کے جال میں نہ پھنس جانا، جو مسلمانوں سے ان نعمتوں کی وجہ سے شدید حسد رکھتے ہیں، جو اللہ نے ان پر کی ہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم ﴾ [البقرة : ١٠٩] ”بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے۔“

ایمان کے بعد پھر کافر بنا دینے والی باتوں میں آپس میں قتال بھی شامل ہے اور اگر ان کی بات مانو گے تو آپس کے اتفاق اور محبت سے محروم ہو جاؤ گے۔

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب حجة الوداع : ٤٤٠٦]

یاد رہے کہ اس کفر سے مراد اسلام میں رہ کر کفر ہے مرتد ہونا نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دو لڑنے والے گروہوں کو مومن قرار دے کر ان کے درمیان اصلاح کروانے کا حکم دیا ہے۔

وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۗ وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٠١﴾ ع

”اور تم کیسے کفر کرتے ہو، حالانکہ تم پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول (موجود) ہے اور جو شخص اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لے تو یقیناً اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی گئی۔“

وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ : یعنی تمھاری طرف سے کفر کا ارتکاب بہت بعید ہے اور اللہ تعالیٰ تمھیں اس سے بچائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات اس کے رسول پر دن رات نازل کی جا رہی ہیں اور وہ ان آیات کی تم پر تلاوت فرما رہے ہیں اور تم تک انھیں پہنچا رہے ہیں، یہ آیت ایسے ہے جیسے کہ یہ آیت کریمہ ہے: ﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۙ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴾ [الحديد : ٨] ”اور تمھیں کیا ہے تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے، جب کہ رسول تمھیں دعوت دے رہا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور یقیناً وہ تم سے پختہ عہد لے چکا ہے، اگر تم ایمان والے ہو۔“

ابو جمعہ حبیب بن سباع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن صبح سویرے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہمارے ساتھ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ (اے اللہ کے رسول!) ہم آپ پر ایمان لائے، آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا تو کیا ہم سے بہتر بھی کوئی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! وہ لوگ جو تمھارے بعد ہوں گے، وہ مجھ پر ایمان لائیں گے، اس کے باوجود کہ انھوں نے مجھے دیکھا نہیں ہو گا۔'' [مسند أحمد : ۱۰٦/٤، ح : ۱٦۹۷۸۔ المعجم الکبیر للطبرانی : ۲۲/٤]

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ : اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑنے سے مراد اس کی رسی یعنی دین اسلام کو مضبوطی سے پکڑنا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا ﴾ [آل عمران : ۱۰۳] ''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ﴾ [الحج : ۷۸] ''سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو مضبوطی سے پکڑو، وہی تمھارا مالک ہے، سو اچھا مالک ہے اور اچھا مددگار ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۰۲

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔''

اس کا مطلب ہے کہ اسلام کے احکام و فرائض پورے طور پر بجا لائے جائیں اور منہیات کے قریب نہ جایا جائے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ : انسان کی فطرت ہے کہ وہ انتقامی طور پر سب کچھ کر گزرتا ہے لیکن صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا وہ ہے جو حق پر ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کے لیے جھگڑے کو چھوڑ دیتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَ لَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَىِٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [المائدۃ : ۲۸،۲۷] ''اور ان پر آدم کے دو بیٹوں کی خبر کی تلاوت حق کے ساتھ کر، جب ان دونوں نے کچھ قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔ اس نے کہا میں تجھے ضرور ہی قتل کر دوں گا۔ اس نے کہا بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے۔ اگر تو نے اپنا ہاتھ میری طرف اس لیے بڑھایا کہ مجھے قتل کرے تو میں ہرگز اپنا ہاتھ تیری طرف اس لیے بڑھانے والا نہیں کہ تجھے قتل کروں، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' ''اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ

وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [التغابن : ۱۶] ''سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو اور سنو اور حکم مانو اور خرچ کرو، تمھارے اپنے لیے بہتر ہوگا اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے جائیں سو وہی کامیاب ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات آدمی ایسے ہیں کہ جنھیں اللہ تعالیٰ اس دن جس دن کہیں سایہ نہ ہوگا اپنے سائے میں جگہ دے گا ...... (ان میں سے) ایک وہ شخص جسے کوئی ذی مرتبہ حسین عورت برائی کی دعوت دیتی ہے تو وہ کہتا ہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقة باليمين : ۱۴۲۳۔ مسلم ، کتاب الزکاۃ، باب فضل إخفاء الصدقة : ۱۰۳۱]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں۔ تو جس شخص نے اس کام کو چھوڑا جس میں اسے گناہ کا شبہ ہے تو وہ اس کام کو جس میں گناہ واضح ہے زیادہ چھوڑنے والا ہوگا اور جس شخص نے اس کام پر جرأت کی جس میں اسے گناہ کا شبہ ہے تو عنقریب وہ اس گناہ میں جا پڑے گا جس کام میں گناہ واضح ہے۔ تمام گناہ اللہ کی چراگاہ ہیں، تو جو شخص اس چراگاہ کے اردگرد (اپنا جانور) چراتا ہے وہ عنقریب اس چراگاہ میں جا پڑے گا۔'' [بخاری، کتاب البیوع، باب الحلال بين والحرام بين ...... الخ : ۲۰۵۱]

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ : یعنی اپنی صحت و سلامتی کے زمانے میں اسلام کی حفاظت کرو، تاکہ تمھارا اسلام ہی پر خاتمہ ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی اس وقت بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس ایک چھڑی تھی۔ آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ کی تلاوت کی اور فرمایا: ''اور اگر (جہنم کے) تھوہر کے درخت کا ایک قطرہ گرا دیا جائے تو وہ تمام روئے زمین کے لوگوں کی زندگی تلخ کر دے، تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا ہی تھوہر ہوگا۔'' [مسند أحمد : ۳۰۰/۱، ۳۰۱، ح : ۲۷۳۸۔ ترمذی، صفة جهنم ، باب ما جاء في صفة شراب أهل النار : ۲۵۸۵۔ ابن ماجه ، کتاب الزهد، باب صفة النار : ۴۳۲۵]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات سے تین دن قبل یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''تم میں کوئی شخص فوت نہ ہو مگر وہ اللہ عزوجل کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب الأمر بحسن الظن بالله تعالى عند الموت : ۲۸۷۷]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا: ''دنیا میں اس طرح رہ کہ تو پردیسی ہے، یا راہ گزرنے والا ہے۔'' اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے، جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار مت کر اور جب تو

کرے تو شام کا انتظار مت کر اور اپنی تندرستی سے اپنی بیماری کے لیے اور اپنی زندگی سے اپنی موت کے لیے (کچھ نہ کچھ) حاصل کر لے۔[بخاری، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ : كن في الدنيا كأنك غريب أو عابر سبيل : ٦٤١٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرا بندہ میرے بارے میں جیسا گمان رکھتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتا ہوں۔“ [بخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿ ويحذركم الله نفسه ﴾ : ٧٤٠٥۔ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب الحث على ذكر الله تعالى : ٢٦٧٥]

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

”اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا : اللہ کی رسی سے مراد کتاب اللہ ہے، سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خبردار ہو جاؤ! میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ان میں سے ایک اللہ عزوجل کی کتاب ہے، وہ اللہ کی رسی ہے، جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت پر ہوگا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہی پر ہوگا اور (دوسری بھاری چیز) میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں تمھیں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں تمھیں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں تمھیں اللہ یاد دلاتا ہوں (یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا)۔“ [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضى الله عنه : ٢٤٠٨]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رسی سے مراد کتاب اللہ ہے، یعنی قرآن مجید اور حدیث نبوی، اس لیے کہ کتاب اللہ کا اطلاق حدیث پر بھی ہوتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا، اے اللہ کے رسول! میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرما دیں۔ پھر اس کا (فریق) مخالف کھڑا ہوا اور وہ اس سے زیادہ سمجھ دار تھا، اس نے کہا، آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرما دیجیے اور مجھے کچھ بیان کرنے کی اجازت دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا: ”کہو۔“ اس نے کہا، میرا لڑکا اس شخص کے ہاں مزدوری کرتا تھا، اس شخص

کی بیوی کے ساتھ زنا کر بیٹھا۔ میں نے اس کی طرف سے فدیہ میں سو بکریاں اور ایک غلام (اس شخص کو) دیا۔ پھر میں نے کچھ اہل علم لوگوں سے مسئلہ دریافت کیا تو انھوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطنی ہو گی، نیز اس شخص کی بیوی کو سنگسار کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ضرور تمھارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا، سو بکریاں اور غلام واپس کیے جائیں گے اور تمھارے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور وہ ایک سال کے لیے جلاوطن ہو گا اور اے انیس! تم اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ، اگر وہ زنا کا اعتراف کرے تو اسے سنگسار کر دو۔'' انیس رضی اللہ عنہ صبح کو اس کے پاس گئے، اس نے اعتراف کر لیا، چنانچہ انیس رضی اللہ عنہ نے اسے سنگسار کر دیا۔ [بخاری، کتاب الحدود، باب الاعتراف بالزنا : ۶۸۲۷، ۶۸۲۸]

اس واقعہ میں جو فیصلہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ قرآن مجید میں نہیں ہے، تاہم آپ نے فیصلہ کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق کہا، جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے حدیث بھی مراد ہوتی ہے۔

وَلَا تَفَرَّقُوْا : اللہ تعالیٰ نے اجتماعیت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور تفرقہ بازی سے منع فرمایا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۹] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا اور کئی گروہ بن گئے، تو کسی چیز میں بھی ان سے نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَیِّنٰتُ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ یَّوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۰۵، ۱۰۶] ''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام آ چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟ تو عذاب چکھو، اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔''

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے اور فرقہ بندی سے بچنے کی تاکید بہت سی احادیث میں ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمھارے لیے تین باتوں کو پسند فرماتا ہے اور تین باتوں کو تمھارے لیے ناپسند فرماتا ہے۔ وہ تمھارے لیے یہ پسند فرماتا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، تم سب اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو اور تفرقہ بازی اختیار نہ کرو اور جن باتوں کو اللہ تعالیٰ تمھارے لیے ناپسند فرماتا

ہے وہ بے مقصد ادھر ادھر کی باتیں، کثرت سوال اور مال ضائع کرنا ہے۔'' [مسلم، کتاب الأقضية، باب النهي عن كثرة المسائل من غير حاجة ...... الخ : ١٧١٥]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آپس میں اختلاف نہ کیا کرو، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تو وہ ہلاک اور برباد ہو گئے۔'' [بخاري، كتاب الخصومات، باب ما يذكر في الأشخاص : ٢٤١٠۔ مسلم، كتاب العلم، باب النهي عن اتباع متشابه القرآن : ٢٦٦٦]

سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آسانی پیدا کرنا، سختی میں مبتلا نہ کرنا، خوشخبری سنانا، نفرت نہ پھیلانا، اتفاق رکھنا اور اختلاف نہ کرنا۔'' [مسلم، كتاب الجهاد، باب في الأمر بالتيسير : ١٧٣٣]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے ایک خط کھینچا پھر فرمایا: ''یہ اللہ کا راستہ ہے۔'' پھر اس کے دائیں اور بائیں چند خطوط کھینچے اور فرمایا: ''یہ (ایسے) متفرق راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان ہے، جو اپنی طرف بلا رہا ہے۔'' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ﴾ [الأنعام : ١٥٣] ''اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔'' [مسند أحمد : ٤٣٥/١، ح : ٤١٤١۔ مستدرك حاكم : ٢٣٩/٢، ح : ٣٢٤١]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ایک حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ جنت کے وسط میں جگہ حاصل کرے تو وہ جماعت کے ساتھ چمٹ جائے کیونکہ اکیلے شخص کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور وہ دو آدمیوں (یعنی جماعت) سے دور ہوتا ہے۔'' [كتاب الشريعة : ٨/١، ٩، ح : ٥، ٦۔ مستدرك حاكم : ١١٣/١، ١١٤، ح : ٣٨٧]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر سے متعلق سوال کیا کرتے تھے اور میں اس خوف سے کہ کہیں شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شر سے متعلق سوال کیا کرتا تھا۔ (ایک دن) میں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! ہم جاہلیت میں مبتلا تھے، برائیوں میں (گھرے ہوئے) تھے کہ اللہ نے ہمیں اس خیر سے مشرف فرمایا، تو کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں!'' میں نے پوچھا، کیا اس شر کے بعد پھر خیر بھی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! لیکن اس میں کدورت ہو گی۔'' میں نے پوچھا، کدورت کیا ہو گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسے لوگ بھی ہوں گے جو میرے طریقہ کی بجائے دوسرے طریقوں کی طرف راہنمائی کریں گے، تم ان کی بعض باتوں کو اچھا سمجھو گے اور بعض باتوں کو برا سمجھو گے۔'' میں نے عرض کی، کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہو گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! لوگ (اس طرح گمراہی پھیلائیں گے) گویا کہ وہ دوزخ کے دروازے پر کھڑے ہو کر لوگوں

کو بلا رہے ہوں۔ جو ان کی پکار پر لبیک کہے گا وہ اسے جہنم میں ڈال دیں گے۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ان کی کوئی صفت ہم سے بیان کر دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ ہماری ہی قوم کے لوگ ہوں گے اور ہماری ہی زبان میں باتیں کریں گے۔'' میں نے پوچھا، اگر میں وہ زمانہ پالوں تو مجھے آپ کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھیں مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام سے چمٹے رہنا ہوگا۔'' میں نے پوچھا، اگر نہ مسلمانوں کی جماعت ہو اور نہ ان کا امام؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسی حالت میں تم تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جانا، خواہ تمھیں درخت کی جڑیں ہی کیوں نہ چبانی پڑیں، حتیٰ کہ تمھیں موت آئے تو اسی حالت میں موت آئے۔'' [بخاری، كتاب الفتن، باب كيف الأمر إذا لم تكن جماعة : ۷۰۸٤۔ مسلم، كتاب الإمارة، وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن : ۱۸٤۷]

﴿ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ﴾ : یہ آیت کریمہ اوس و خزرج کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کے درمیان شدید عداوت، کینہ پروری اور نفرتیں تھیں، جن کی وجہ سے ان میں طویل جنگیں اور لڑائی جھگڑے ہوئے۔ جب اللہ نے دنیا میں اسلام کو بھیجا اور ان دونوں خاندانوں کے لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے تو وہ آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ایک دوسرے کے ہمدرد اور غم گسار اور معاون و مددگار بن گئے، ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [الأنفال : ٦٢، ٦٣] ''وہی ہے جس نے تجھے اپنی مدد کے ساتھ اور مومنوں کے ساتھ قوت بخشی۔ اور ان کے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی، اگر تو زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتا ان کے دلوں کے درمیان الفت نہ ڈالتا اور لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی۔ بے شک وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے حنین کا مال تقسیم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس احسان کی طرف اشارہ فرمایا، سیدنا عبد اللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر حنین کے مال کی تقسیم کے وقت، جب کچھ انصار کے لوگوں نے اس وجہ سے اعتراض کیا تھا کہ آپ نے کچھ لوگوں کو زیادہ حصہ دے دیا تھا، حالانکہ وہ اللہ کی مرضی و مشیت کے مطابق ہی تھا تو آپ نے انھیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''اے گروہ انصار! کیا میں نے تمھیں گمراہ نہیں پایا تھا؟ مگر اللہ تعالیٰ نے تمھیں میری وجہ سے ہدایت سے نوازا، تم ایک دوسرے سے الگ الگ تھے مگر میرے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلوں میں الفت و محبت ڈال دی اور تم فقیر تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمھیں میری وجہ سے دولت مند بنا دیا۔'' آپ جب بھی کچھ ارشاد فرماتے تو اس کے جواب میں وہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے۔ [بخاری، كتاب المغازی، باب غزوة الطائف فی شوال سنة ثمان : ٤٣٣٠۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم على الإسلام وتصبر من قوی إيمانه : ١٠٦١]

وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۴

”اور لازم ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

اس آیت کریمہ سے مقصود یہ ہے کہ اس امت میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو خیر کی دعوت دے، اچھائی کا حکم دے اور برائی سے روکے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴾ [التوبة : ۱۲۲] ”سو ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہ نکلے، تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور تاکہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں، جب ان کی طرف واپس جائیں، تاکہ وہ بچ جائیں۔“

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری امت کے ہر فرد پر حسبِ مقدور واجب ہے، سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص جب کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے سمجھا دے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو (کم از کم) دل سے (ضرور) برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان : ۴۹]

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے، بصورت دیگر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیجے، پھر تم اس سے دعا کرو گے بھی تو وہ تمھاری دعا قبول نہیں فرمائے گا۔“ [ترمذی، كتاب الفتن، باب ما جاء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر : ۲۱۶۹]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی حدود پر قائم رہنے والے اور ان کو توڑ دینے والے کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جنھوں نے قرعہ اندازی کر کے ایک کشتی کے حصے آپس میں تقسیم کر لیے، ان میں سے کچھ لوگوں کو کشتی کا نچلا حصہ ملا، جبکہ دوسرے گروہ کو اوپر والا حصہ ملا۔ جو لوگ کشتی کے نیچے والے حصے میں تھے ان کو جب پانی کی ضرورت پڑتی تو انھیں اوپر والوں کے پاس سے گزرنا پڑتا (انھوں نے سوچا کہ بار بار اوپر جانے کی وجہ سے اوپر والوں کو کتنی تکلیف ہوتی ہے) سو وہ کہنے لگے کہ اگر ہم اپنے کشتی کے حصے میں سوراخ کر لیں تو یوں اوپر والوں کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ اب اگر وہ اوپر والے انھیں (ایسا کرنے سے نہ روکیں اور انھیں) ان کے حال پر چھوڑ دیں اور وہ اپنا یہ ارادہ پورا کر لیں تو (سوراخ کے باعث کشتی پانی سے بھر کر غرق ہو جائے گی اور) سب کے سب ہلاک ہو

جائیں گے، لیکن اگر اوپر والے ان کا ہاتھ پکڑ لیں تو خود بھی بچ جائیں گے اور باقی تمام لوگ بھی نجات پا جائیں گے۔‘‘ [بخاری، کتاب الشهادات ، باب القرعة في المشكلات : ٢٦٨٦]

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿۱۰۵﴾

’’اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام آ چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی طرح مختلف گروہوں میں بٹ جانے سے منع فرمایا ہے، جنھوں نے حق سے روگردانی کر کے خواہش نفس کی اتباع کی اور حق بات کے واضح دلائل آ جانے کے باوجود ان کے درمیان حسد و عداوت اور بغض و عناد پیدا ہو گیا اور ان کے دل مختلف ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ کے باہمی اختلاف اور فرقہ بندی کی وجہ یہ نہیں تھی کہ انھیں حق کا پتا نہ تھا اور وہ اس کے دلائل سے بے خبر تھے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے سب کچھ جانتے ہوئے محض اپنے دنیاوی مفاد اور نفسانی اغراض کے لیے اختلاف اور فرقہ بندی کا راستہ اختیار کیا تھا اور اسی پر جمے ہوئے تھے۔ قرآن مجید نے مختلف طریقوں سے بار بار یہ حقیقت واضح فرمائی اور اس سے دور رہنے کی تاکید کی ہے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’خبردار ہو جاؤ! اہل کتاب میں سے جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں، بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور یہ ملت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، بہتر (۷۲) دوزخ میں (جائیں گے) اور ایک جنت میں اور وہ جماعت ہوگی۔‘‘ [أبو داوٗد، كتاب السنة ، باب شرح السنة : ٤٥٩٧]

ابو عامر عبد اللہ بن لحی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما کے ساتھ حج کیا، جب ہم مکہ میں آئے تو نماز ظہر کے بعد وہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یہود و نصاریٰ اپنے دین میں بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور یہ امت بدعات و خواہشات کی وجہ سے تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ایک کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے اور اس سے مراد جماعت ہے۔ میری امت میں کچھ ایسی قومیں پیدا ہوں گی جن پر خواہشات و بدعات سرایت کر جائیں گی، جیسا کہ باؤلے کتے کی بیماری اس کے ساتھی میں منتقل ہو جاتی ہے، اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ باقی نہیں رہتا مگر اس میں یہ مرض سرایت کر جاتا ہے۔‘‘ (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا) اللہ کی قسم! اے گروہ عرب! اگر تم اس دین کو قائم نہیں کرو گے جسے تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تو دوسرے لوگ بالاولیٰ اسے قائم نہیں کریں گے۔ [مسند أحمد : ١٠٢/٤، ح : ١٦٩٤٠۔ أبو داوٗد، كتاب السنة، باب شرح السنة : ٤٥٩٧]

افسوس امت مسلمہ کے تفرقہ بازوں نے بھی وہی روش اختیار کی کہ حق اور اس کی روشن دلیلیں قرآن کریم اور سنت صحیحہ کی صورت میں انھیں خوب اچھی طرح معلوم ہیں، مگر وہ اپنی فرقہ بندیوں پر جمے ہوئے ہیں اور اپنی عقل و ذہانت کا سارا زور پہلی امتوں کی طرح تاویل و تحریف کے مکروہ شغل میں ضائع کر رہے ہیں۔

یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾

”جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟ تو عذاب چکھو، اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔“

دین میں اختلاف کرنے والوں کو دردناک عذاب اس دن ملے گا جس دن مومنوں کے چہرے نورِ ایمان سے چمک رہے ہوں گے اور کافروں اور دین میں اختلاف پیدا کرنے والوں کے چہرے نورِ ایمان سے محروم ہونے کی وجہ سے سیاہ ہو جائیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَ وُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴾ [عبس : ۳۸ تا ۴۲] ”کچھ چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ ہنستے ہوئے، بہت خوش۔ اور کچھ چہرے، اس دن ان پر ایک غبار ہوگا۔ ان کو سیاہی ڈھانپتی ہوگی۔ یہی ہیں جو کافر ہیں، نافرمان ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَ وُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴾ [القیامۃ : ۲۲ تا ۲۵] ”اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔ اور کئی چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔ وہ یقین کریں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑنے والی (سختی) کی جائے گی۔“

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

”اور رہے وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے، سو اللہ کی رحمت میں ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ : رحمت سے مراد اللہ کی جنت ہے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دوزخ اور جنت میں بحث ہوئی۔ دوزخ نے کہا، مجھ میں جبار اور متکبر داخل ہوں گے۔ جنت نے کہا، مجھ میں ضعیف اور مسکین داخل ہوں گے۔ اللہ عزوجل نے دوزخ سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے، تیرے ذریعے میں جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا اور جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے، تیرے ذریعے میں جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور تم میں سے ہر ایک کو بھر دیا جائے گا۔“ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ۲۸۴۶]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے ایک میت پر نماز پڑھی، جب لوگ میت کو دفن کر رہے تھے تو انھوں نے لوگوں سے کہا کہ تم اس دنیا میں صبح و شام اچھائیاں اور برائیاں بانٹ رہے ہو، قریب ہے کہ اس کے بعد تمھیں قبر کی طرف جانا پڑے گا، جو تنہائی کا گھر ہے، کیڑے مکوڑوں کا اور تنگ و تاریک گھر ہے، سوائے اس شخص کے جس کے لیے اللہ اسے کشادہ کر دے، اس کے بعد قیامت کے دن تمھیں دوسری جگہوں کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ تم ان جگہوں میں کسی جگہ ہو گے کہ اللہ کے حکموں میں سے ایک حکم آ جائے گا، وہ کچھ چہرے سفید و روشن کر دے گا اور کچھ چہروں کو سیاہ و تاریک کر دے گا۔ پھر تم اس جگہ سے آگے کسی دوسری جگہ منتقل ہو جاؤ گے، پھر اچانک ہی لوگوں کو شدید اندھیرا ڈھانپ لے گا، اس کے بعد نور تقسیم کیا جائے گا۔ مومن کو تو نور و روشنی عطا کر دی جائے گی، جبکہ کافر و منافق کو اس نور سے محروم رکھا جائے گا۔
[مستدرك حاكم : ٢/ ٤٠٠، ح : ٣٥١١ـ كتاب الأهوال لابن أبى الدنيا : ١٤٠ـ كتاب الزهد لابن المبارك، ح: ٣٦٨]

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو (اس حالت میں) لایا جائے گا، گویا وہ ایک چتکبرا مینڈھا ہے، یہاں تک کہ اسے جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ دیا جائے گا، پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! اب موت نہیں آئے گی۔ یہ سن کر جنتیوں کی خوشی بڑھ جائے گی اور دوزخیوں کے غم میں اضافہ ہو جائے گا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة: ٦٥٤٨ـ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ٢٨٥٠/٤٣]

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَ مَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

''یہ اللہ کی آیات ہیں جو ہم تجھ پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اللہ جہانوں پر کوئی ظلم نہیں چاہتا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا جا رہا ہے کہ اب تک جو کچھ بیان ہوا سب اللہ کی برحق آیتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی کو بغیر جرم سزا نہیں دیتا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَ مَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ [ق : ٢٩] ''میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی اور میں بندوں پر ہرگز کوئی ظلم ڈھانے والا نہیں۔''

ع ۸

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ ع

''اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہی کی طرف تمام معاملات لوٹائے جاتے ہیں۔''

ارشاد فرمایا: ﴿ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ﴾ [السجدة : ٥] ''وہ آسمان سے زمین تک (ہر) معاملے کی تدبیر کرتا ہے۔''

کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ ؕ وَ لَوۡ اٰمَنَ اَہۡلُ الۡکِتٰبِ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ ؕ مِنۡہُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ اَکۡثَرُہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾

’’تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں سے کچھ مومن ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں۔‘‘

اس آیت میں امت مسلمہ کو ’’بہتر امت‘‘ قرار دیا گیا ہے اور اس کی علت بھی بیان کر دی گئی ہے، جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور ایمان باللہ ہے۔ گویا یہ امت اگر ان امتیازی خصوصیات سے متصف رہے گی تو ’’بہتر امت‘‘ ہے، بصورت دیگر اس امتیاز سے محروم قرار پا سکتی ہے۔

کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت: ﴿ کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ ﴾ کی تلاوت کی، پھر کہا لوگوں میں سے لوگوں کے حق میں تم سب سے بہتر ہو کہ تم انھیں ان کی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر لاتے ہو، حتیٰ کہ وہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ کنتم خیر أمة أخرجت للناس ﴾ : ۴۵۵۷]

حکیم بن معاویہ بن حیدہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم ستر امتوں کی تکمیل کر رہے ہو، لیکن تم ان سب سے بہتر اور اللہ کے ہاں زیادہ معزز امت ہو۔‘‘ [مسند أحمد : ۴/۴۴۷، ح: ۲۰۰۳۷۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة آل عمران : ۳۰۰۱]

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مجھے وہ کچھ عطا کیا گیا ہے جو دیگر انبیاء میں سے کسی کو بھی نہیں دیا گیا۔‘‘ ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کیا؟ فرمایا: ’’مجھے رعب دے کر میری مدد کی گئی ہے، مجھے زمین کی چابیاں عطا کی گئی ہیں، میرا نام احمد رکھا گیا ہے، میرے لیے تمام زمین کو پاک بنا دیا گیا ہے اور میری امت کو سب سے بہتر امت قرار دیا گیا ہے۔‘‘ [مسند أحمد : ۱/۹۸، ح : ۷۶۶۔ مصنف ابن أبی شیبة : ۶/۳۰۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ’’میری امت میں سے ستر ہزار افراد پر مشتمل ایک ایسی جماعت جنت میں داخل ہو گی جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔‘‘ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ سن کر عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ اپنی چادر اٹھاتے ہوئے کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: ’’اے اللہ! انھیں بھی ان میں سے کر دے۔‘‘ پھر انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ تو آپ نے فرمایا: ’’اس معاملہ میں عکاشہ تم پر سبقت

لے گیا ہے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب یدخل الجنة سبعون ألفا بغیر حساب : ۶۵۴۲۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة ......الخ : ۳۶۹/۲۱۶]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: ”کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم اہل جنت میں سے ایک چوتھائی ہو جاؤ؟“ ہم نے یہ سن کر اللہ اکبر کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم اہل جنت میں سے ایک تہائی ہو جاؤ؟“ ہم نے اللہ اکبر کہا، تو آپ نے پھر فرمایا: ”کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم اہل جنت میں سے نصف ہو جاؤ؟“ ہم نے اللہ اکبر کہا، تو آپ نے فرمایا: ”مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت میں سے نصف ہو گے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر : ۶۵۲۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون ھذہ الأمة نصف أھل الجنة : ۲۲۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہم آخر میں آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دن پہلے ہوں گے، اس کے باوجود کہ انھیں کتاب ہم سے پہلے دی گئی تھی اور ہمیں ان کے بعد دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دن کو اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا، سو یہ دن جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا لوگ اس میں ہمارے پیچھے ہیں کہ یہودی ایک دن بعد ہیں اور نصرانی ہم سے دو دن بعد ہیں۔“ [بخاری، کتاب الجمعة، باب ھل علی من لم یشھد الجمعة غسل ...... الخ : ۸۹۶۔ مسلم، کتاب الجمعة، باب ھدایة ھذہ الأمة لیوم الجمعة : ۸۵۵]

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ : مومنوں کی ان صفات کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة : ۷۱] ”اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا، بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے کسی کو ہدایت کی طرف بلایا تو اس کو ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جتنا ہدایت کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا اور یہ اجر ان کے اجروں سے کچھ کمی نہیں کرے گا، اور جو کسی کو کسی گمراہی کی طرف بلائے گا تو اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کا بھی اتنا ہی وبال ہو گا جتنا برائی کی پیروی کرنے والوں کو ہو گا اور یہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہیں کرے گا۔“ [مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سیئة : ۲۶۷۴]

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَ اِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

”وہ تمھیں ہرگز نقصان نہیں پہنچائیں گے مگر معمولی تکلیف اور اگر تم سے لڑیں گے تو تم سے پیٹھیں پھیر جائیں گے، پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبر دی ہے کہ اہل کتاب پر نصرت و فتح تمھارا نصیب ہے۔ یہ ملحد اور کافر اہل کتاب یعنی یہودی و نصرانی تمھیں تکلیف تو پہنچا سکتے ہیں، لیکن جب تم سے ان کی جنگ ہو گی تو پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوں گے اور ایسا ہی ہوا، خیبر کے دن اللہ نے یہودیوں کو رسوا کیا اور مدینہ میں بھی رسوا ہوئے اور شام کے نصرانیوں کی تو صحابہ نے کمر توڑ دی، ان کا ملک ہمیشہ کے لیے ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ یہ آیت اخبار بالغیب اور پیشین گوئی پر مشتمل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں فتح، کامیابی اور نصرت کی بشارت دی ہے۔ اب اگرچہ یہود نصرانیوں کے بل بوتے پر فلسطین کے کچھ حصے اور بیت المقدس پر قابض ہیں، مگر وہ وقت آ رہا ہے جب مسلمانوں کے ساتھ یہود کی جنگ ہو گی اور منظر وہ ہو گا جو رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں بیان کیا ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم یہودیوں سے لڑائی کرو گے، یہاں تک کہ ایک یہودی پتھر کے پیچھے چھپے گا، سو وہ (پتھر) کہے گا، اے اللہ کے بندے! یہ میرے پیچھے یہودی (چھپا ہوا) ہے، اسے قتل کر دے۔“ [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب قتال اليهود : ۲۹۲۵]

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

”ان پر ذلت مسلط کر دی گئی جہاں کہیں وہ پائے جائیں مگر اللہ کی پناہ اور لوگوں کی پناہ کے ساتھ اور وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی، یہ اس لیے کہ بے شک وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو کسی حق کے بغیر قتل کرتے تھے، یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے۔“

یہودیوں پر جو ذلت و مسکنت غضب الٰہی کے نتیجے میں مسلط کی گئی ہے، اس سے وقتی طور پر بچاؤ کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ وہ اللہ کی پناہ میں آ جائیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں، یا اسلامی مملکت میں جزیہ دے کر ذمی کی حیثیت سے رہنا قبول کر لیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ لوگوں کی پناہ ان کو حاصل ہو جائے، جیسا کہ کسی صلح جو، معاہد اور قیدی وغیرہ کو کوئی مسلمان حتیٰ کہ کوئی عورت بھی اگر پناہ دے دے تو اسے امن حاصل ہو جائے۔

لَيۡسُوۡا سَوَآءً ؕ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتۡلُوۡنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيۡلِ وَهُمۡ يَسۡجُدُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾

''وہ سب برابر نہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے والی ہے، جو رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔''

پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ اہل کتاب کی اکثریت فسق و فجور ہی پر مصر رہی۔ اس آیت میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ وہ سب کے سب ہی برے نہیں ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ایمان لے آئے ہیں، رات کو قیام کرتے اور کثرت سے نماز تہجد پڑھتے ہیں، جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ ایسے لوگوں کی دوسرے مقام پر خوبیاں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلۡ اٰمِنُوۡا بِهٖۤ اَوۡ لَا تُؤۡمِنُوۡا ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِهٖۤ اِذَا يُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ يَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ سُجَّدًا ۙ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوۡلُوۡنَ سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنۡ كَانَ وَعۡدُ رَبِّنَا لَمَفۡعُوۡلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ يَبۡكُوۡنَ وَيَزِيۡدُهُمۡ خُشُوۡعًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۰۷ تا ۱۰۹] ''کہہ دے تم اس پر ایمان لاؤ، یا ایمان نہ لاؤ، بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا، جب ان کے سامنے اسے پڑھا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے بے شک ہمارے رب کا وعدہ یقیناً ہمیشہ پورا کیا ہوا ہے۔ اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں، روتے ہیں اور وہ (قرآن) انھیں عاجزی میں زیادہ کر دیتا ہے۔''

يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُسَارِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلَنۡ يُّكۡفَرُوۡهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۱۱۵﴾

''اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ صالحین سے ہیں۔ اور وہ جو نیکی بھی کریں اس میں ان کی بے قدری ہرگز نہیں کی جائے گی اور اللہ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے۔''

یہ یہود پر طنز ہے کہ جن لوگوں کو تم برا کہتے ہو ان میں تو یہ نیک اوصاف ہیں، لہٰذا وہ برے کیسے ہو گئے؟ وہ تو صالحین میں سے ہیں۔ آگے فرمایا کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ بھی مذکورہ صفات سے متصف ہو جائیں گے انھیں صرف ان کے نیک اعمال کا ثواب ہی نہیں ملے گا، بلکہ اسلام میں داخل ہونے سے قبل کی نیکیوں کا اجر بھی حاصل ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنَّ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَمَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ خٰشِعِيۡنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشۡتَرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴾ [آل عمران : ۱۹۹] ''اور بلاشبہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ یقیناً ایسے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر بھی جو تمھاری طرف نازل کیا گیا

اور جو ان کی طرف نازل کیا گیا، اللہ کے لیے عاجزی کرنے والے ہیں، وہ اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں لیتے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔“

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تین شخص ایسے ہیں جن کے لیے دوگنا ثواب ہے۔ ① وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو، اپنے نبی پر ایمان لایا ہو اور (پھر) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے۔ ② مملوک غلام، جب کہ وہ اللہ کے حق کو اور اپنے مالکوں کے حق کو ادا کرتا رہے۔ ③ وہ شخص جس کے پاس اس کی لونڈی ہو، اس نے اسے ادب سکھایا اور عمدہ تربیت کی اور اسے اچھی اور عمدہ تعلیم دی، پھر اسے آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا۔ پس اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمته و أهله : ۹۷]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

”بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے مال انھیں اللہ سے (بچانے میں) ہرگز کچھ بھی کام نہ آئیں گے اور نہ ان کی اولاد اور یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

یہاں اللہ تعالیٰ نے اہل کفر کا حال بیان کیا ہے کہ ان کا مال اور ان کی اولاد اللہ کے عذاب کو ان سے نہیں ٹال سکے گی اور ان کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴾ [فاطر : ۳٦] ”اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ایسے ہی ہر ناشکرے کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔“

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(قیامت کے دن موت کو ذبح کرنے کے بعد) ایک منادی ندا کرے گا، اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! اب موت نہیں آئے گی۔“ مسلم کے الفاظ ہیں: ”ہر شخص ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا جس حالت میں وہ (اب) ہے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة و النار : ٦۵۴۸۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون …… الخ : ۲۸۵۰]

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

”اس کی مثال جو وہ اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں، اس ہوا کی مثال جیسی ہے جس میں سخت سردی ہے، جو ایسے

لوگوں کی کھیتی کو آ پہنچی جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، تو اس نے اسے برباد کر دیا اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ (خود) اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔“

قیامت والے دن کافروں کے نہ مال کچھ کام آئیں گے نہ اولاد، حتیٰ کہ رفاہی اور بظاہر بھلائی کے کاموں پر وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں وہ بھی بیکار جائے گا۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی قوم کا کوئی ہرا بھرا باغ یا کھیت ہو، جسے دیکھ دیکھ کر وہ خوش ہو رہے ہوں کہ اچانک ایک سخت ٹھنڈی ہوا چلے، جس میں آگ کی سی تیزی ہو، جو اسے مارے ٹھنڈک کے جلا دے، یعنی کافروں کو ان کے کارہائے خیر کا کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی عمل بھی اللہ کے نزدیک قابل قبول نہیں۔

اس آیت میں کافر کے صدقہ و خیرات اور رفاہی کاموں کو آخرت میں بے فائدہ اور ضائع ہونے کے اعتبار سے ایسی کھیتی سے تشبیہ دی ہے، جو دیکھنے میں سرسبز و شاداب نظر آئے، لیکن یکایک سرد ہوا چلے اور اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے باغ والوں کے باغ کی تباہی کا ایک ایسا ہی واقعہ بیان فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:
﴿ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿١٧﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿١٨﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ
رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿١٩﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿٢١﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿٢٢﴾
فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿٢٤﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا
لَضَآلُّوْنَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾
فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿٣٠﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿٣١﴾ عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا
رٰغِبُوْنَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [القلم: ١٧ تا ٣٣] ”یقیناً ہم نے انھیں آزمایا ہے، جیسے ہم نے باغ والوں کو آزمایا، جب انھوں نے قسم کھائی کہ صبح ہوتے ہوتے اس کا پھل ضرور ہی توڑ لیں گے۔ اور وہ کوئی استثنا نہیں کر رہے تھے۔ پس اس پر تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا، جب کہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ تو صبح کو وہ (باغ) کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا۔ پھر انھوں نے صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو آواز دی۔ کہ صبح صبح اپنے کھیت پر جا پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور وہ چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے جاتے تھے۔ کہ آج اس (باغ) میں تمھارے پاس کوئی مسکین ہرگز داخل نہ ہونے پائے۔ اور وہ صبح سویرے پختہ ارادے کے ساتھ اس حال میں نکلے کہ (اپنے خیال میں پھل توڑنے پر) قادر تھے۔ پس جب انھوں نے اسے دیکھا تو انھوں نے کہا بلاشبہ ہم یقیناً راستہ بھولے ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم بے نصیب ہیں۔ ان میں سے بہتر نے کہا کیا میں نے تم سے کہا نہ

تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ انھوں نے کہا ہمارا رب پاک ہے، بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔ پھر ان کا ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوا، آپس میں ملامت کرتے تھے۔ انھوں نے کہا ہائے ہماری ہلاکت! یقیناً ہم ہی حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔ یقیناً (اب) ہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں۔ اسی طرح (ہوتا) ہے عذاب۔ اور یقیناً آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے، کاش! وہ جانتے ہوتے۔‘‘

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ : یعنی ان کے اعمال جو ضائع اور برباد ہوئے، تو اس وجہ سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم کیا ہے، بلکہ خود ان کے اپنے ظلم کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ظلم کی نفی کرتے ہوئے سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ مومن پر کسی بھی نیکی کے سلسلہ میں کوئی ظلم نہیں کرے گا۔ دنیا میں بھی اسے اس نیکی کا بدلہ دیا جائے گا اور آخرت میں بھی اسے اس نیکی کا بدلہ دیا جائے گا۔ رہا کافر تو جو نیکیاں اس نے اللہ کے لیے کی ہوں گی ان کا بدلہ اسے دنیا میں دے دیا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی جس کا بدلہ اسے دیا جائے۔‘‘ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنیا والآخرة : ۲۸۰۸]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ، وہ تمھیں کسی طرح نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کرتے، وہ ہر ایسی چیز کو پسند کرتے ہیں جس سے تم مصیبت میں پڑو۔ ان کی شدید دشمنی تو ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینے چھپا رہے ہیں وہ زیادہ بڑا ہے۔ بے شک ہم نے تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، اگر تم سمجھتے ہو۔‘‘

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اس بات سے منع فرما رہا ہے کہ وہ غیر مسلموں اور منافقوں کو رازدار بنائیں اور انھیں اپنے بھیدوں سے آگاہ کریں اور انھیں وہ باتیں بتائیں جو انھوں نے اپنے دشمنوں سے چھپا رکھی ہوں، کیونکہ منافقوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ اے مسلمانو! کیا تم دیکھتے نہیں کہ ان کا چھپا ہوا بغض و حسد کبھی کبھار ان کی زبانوں سے ظاہر ہوتا رہتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ : مسلمانو! کافر تمھارے رازدار نہیں ہو سکتے، اس لیے تمھیں بھی ان سے دلی دوستی نہیں کرنی چاہیے، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ

﴿ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [التوبة : ٢٣] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۗ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۗ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴾ [الممتحنة : ١] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی مبعوث فرمایا اور جو بھی خلیفہ مقرر فرمایا تو اس کے دو راز دار ہوتے تھے، ایک تو انھیں نیکی کے لیے کہتا اور اس پر ابھارتا اور دوسرا انھیں برائی کے لیے کہتا اور اس پر ابھارتا، پس معصوم وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ بچا لے۔'' [بخاری، کتاب الأحکام، باب بطانة الإمام و أهل مشورته : ٧١٩٨، ٦٦١١۔ نسائی، کتاب البیعة، باب بطانة الإمام : ٤٢٠٧]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے پاس ایک نصرانی کاتب ہے۔ انھوں نے فرمایا، اللہ تجھے مارے، یہ تم نے کیا کیا؟ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ؔۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ﴾ [المائدة : ٥١] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں'' تم نے کسی مسلمان کو کیوں نہیں رکھا؟ میں نے عرض کی کہ اے امیر المومنین! مجھے اس کی کتابت سے غرض ہے، اس کا دین اس کے لیے ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب اللہ نے انھیں رسوا کر دیا ہے تو میں ان کی تکریم نہیں کر سکتا، جب اللہ نے انھیں ذلیل کر دیا ہے تو میں ان کو عزت نہیں دے سکتا، جب اللہ نے ان کو دور کر دیا ہے تو میں ان کو قریب نہیں کر سکتا۔ [السنن الکبریٰ للبیهقی : ١٠/ ١٢٧، ح : ٢٠٤٠٩]

افسوس اس وقت مسلمان ملکوں کے حکمرانوں نے اللہ کے اس حکم کو پس پشت پھینک رکھا ہے اور غیر مسلم ان کے کلیدی عہدوں پر فائز اور تقریباً تمام پوشیدہ باتوں سے آگاہ ہیں، نتیجہ سب کے سامنے ہے۔

هٰٓاَنۡتُمۡ اُولَآءِ تُحِبُّوۡنَهُمۡ وَ لَا يُحِبُّوۡنَكُمۡ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَ اِذَا لَقُوۡكُمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَ اِذَا خَلَوۡا عَضُّوۡا عَلَيۡكُمُ الۡاَنَامِلَ مِنَ الۡغَيۡظِ ؕ قُلۡ مُوۡتُوۡا بِغَيۡظِكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۱۱۹﴾

''دیکھو! تم وہ لوگ ہو کہ تم ان سے محبت رکھتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے اور تم ساری کتاب پر ایمان رکھتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے انگلیوں کی پوریں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ کہہ دے اپنے غصے میں مر جاؤ، بے شک اللہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔''

کفار و منافقین سے رازداری کی ممانعت کی مزید علت بیان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا کہ تم اپنی سادگی میں ان سے محبت کرتے ہو اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ تمھیں بالکل نہیں چاہتے، بلکہ شدتِ نفرت کی وجہ سے اپنے دانتوں سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں کہ کب انھیں کوئی ایسا موقع ملے کہ تمھارے وجود سے چھٹکارا پالیں۔ اس کے بعد اللہ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ کہہ دیجیے کہ تم لوگ اپنے غیظ و غضب کے مارے زندہ رہتے ہوئے بار بار مرتے ہو، اللہ تعالیٰ تو اپنی نعمت کو مسلمانوں پر تمام کر کے اور دین حق کو تمام ادیان پر غالب کر کے رہے گا۔

اِنۡ تَمۡسَسۡكُمۡ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ ۚ وَ اِنۡ تُصِبۡكُمۡ سَيِّئَةٌ يَّفۡرَحُوۡا بِهَا ؕ وَ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَ تَتَّقُوۡا لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ مُحِيۡطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۲

''اگر تمھیں کوئی بھلائی پہنچے تو انھیں بری لگتی ہے اور اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو تو ان کی خفیہ تدبیر تمھیں کچھ نقصان نہیں پہنچائے گی۔ بے شک اللہ، وہ جو کچھ کرتے ہیں، اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔''

کافروں کی مسلمانوں سے شدتِ عداوت کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا کہ تم ان کافروں سے دوستی رکھتے ہو، جب کہ تم سے ان کی عداوت کا حال یہ ہے کہ اگر کوئی بھلائی تمھیں چھو بھی جاتی ہے تو انھیں تکلیف ہوتی ہے اور اگر تم پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو مارے خوشی کے آپے سے باہر نکلے جاتے ہیں۔ تو بھلا ایسوں کو دوست بنانا کہاں کی دانش مندی ہے؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کافروں کے شر و فساد سے بچنے کا طریقہ بتایا کہ مسلمانوں کو اللہ کی طرف سے آزمائشوں پر صبر کی عادت ڈالنی چاہیے۔ ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے، تقویٰ اور بندگی کی راہ اختیار کرنی چاہیے اور غیر مسلموں سے مدد نہیں لینی چاہیے۔ اگر وہ ان احکام پر عمل کریں گے تو کافروں کا مکر و فریب انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس لیے کہ جو اللہ پر توکل کرے گا، آزمائشوں پر صبر کرے گا اور صرف اسی سے مدد مانگے

گا، تو وہ یقیناً اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گا، اللہ اسے کبھی ضائع نہیں کرے گا اور دشمن کے مقابلے میں اسے فتح و نصرت عطا فرمائے گا۔ اس کے برعکس جو غیروں سے مدد چاہے گا، اللہ اسے اس کے نفس کے حوالے کر دے گا اور اپنی نصرت سے اسے محروم کر دے گا۔

کاش! مسلمان آج بھی یہ نسخہ استعمال کر کے دیکھتے اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کے سامنے ماتھا نہ رگڑتے، بڑی طاقتوں کو اپنا معبود نہ بناتے، اللہ کے بجائے ان سے مدد نہ مانگتے، تو اللہ کا وعدہ ہمیشہ کے لیے ایک ہی ہے۔ فتح و کامیابی ان کے قدم چومتی، عزت و سیادت ان کے سر کا تاج ہوتی اور دوسری قومیں ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتیں۔ کیا کوئی ہے جو اس آواز پر کان دھرے؟

وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ﴿۱۲۱﴾

”اور جب تو صبح سویرے اپنے گھر والوں کے پاس سے نکلا، مومنوں کو لڑائی کے لیے مختلف ٹھکانوں پر مقرر کرتا تھا اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اب یہاں سے غزوۂ احد کا بیان ہے، جب رسول اللہ ﷺ سات سو صحابہ کی جمعیت کے ساتھ آگے بڑھے اور احد کی ایک جانب ٹیلے پر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں پچاس تیر اندازوں کا دستہ متعین فرمایا۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احد کے دن ایک جگہ تیر اندازوں کا پیدل دستہ متعین فرمایا، یہ دستہ پچاس آدمیوں پر مشتمل تھا، آپ نے اس دستہ پر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور پھر ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”اگر تم یہ دیکھو کہ (دشمن ہم پر غالب آ گیا ہے اور) پرندے ہمارے جسموں کو نوچ رہے ہیں تو پھر بھی اپنی اس جگہ کو نہ چھوڑنا، یہاں تک کہ میں تمھیں پیغام بھیجوں، اسی طرح اگر تم دیکھو کہ ہم نے کفار کو شکست دے دی ہے اور انھیں پامال کر دیا ہے تو پھر بھی اس جگہ کو نہ چھوڑنا، یہاں تک کہ میں تمھیں پیغام بھیجوں۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب ما یکره من التنازع : ۳۰۳۹]

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَ اللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

”جب تم میں سے دو جماعتوں نے ارادہ کیا کہ ہمت ہار دیں، حالانکہ اللہ ان دونوں کا دوست تھا اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔“

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان دو جماعتوں سے ہم، یعنی بنو حارثہ اور بنو سلمہ مراد ہیں اور ہم کو، یا ایک دفعہ فرمایا، مجھے یہ پسند نہیں کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی، کیونکہ اسی میں یہ فرمان باری تعالیٰ بھی موجود ہے: ﴿ وَ اللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ﴾ ”اور اللہ ان کا مددگار تھا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ إذ همت طائفتٰن منکم أن تفشلا ﴾ : ۴۵۵۸۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل سلمان و بلال و صهیب رضی الله عنهم : ۲۵۰۵]

غزوۂ احد میں بھی مسلمانوں کے دو گروہ ہو گئے تھے، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب رسول اللہ ﷺ احد کے لیے روانہ ہوئے تو جو لوگ آپ کے ساتھ تھے ان میں سے کچھ لوگ (جنگ سے پہلے ہی) واپس ہو گئے، (واپس لوٹ جانے والوں کے سلسلہ میں) صحابہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک کہتا تھا کہ ہم ان سے لڑیں گے، دوسرا کہتا تھا ہم ان سے نہیں لڑیں گے تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا﴾ [النساء : ۸۸] ”پھر تمھیں کیا ہوا کہ منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو گئے، حالانکہ اللہ نے انھیں اس کی وجہ سے الٹا کر دیا جو انھوں نے کمایا۔“ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة أحد : ٤٠٥٠]

وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

”اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے بدر میں تمھاری مدد کی، جب کہ تم نہایت کمزور تھے، پس اللہ سے ڈرو، تاکہ تم شکر کرو۔“

غزوۂ احد کے ساتھ غزوۂ بدر کے ذکر کرنے کا مقصد مسلمانوں کو یہ بتانا ہے کہ اللہ پر توکل اور صبر و تقویٰ کا پھل فتح و کامرانی ہوتی ہے۔ غزوۂ بدر میں یہی ہوا کہ مسلمان ہر طرح سے کمزور تھے، لیکن جب انھوں نے اللہ پر بھروسا کیا اور صبر و ثابت قدمی سے کام لیا تو اللہ نے انھیں کافروں پر غلبہ دے دیا۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ اس بات پر گفتگو کیا کرتے تھے کہ بدر کے مجاہدین کی تعداد اتنی ہی تھی جتنی طالوت کے مجاہدین کی تھی، وہ کہ جنھوں نے طالوت کے ہمراہ دریا پار کیا تھا، اس دریا کو سوائے مومن کے کسی نے عبور نہیں کیا تھا اور یہ لوگ تین سو تیرہ تھے۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب عدة أصحاب بدر : ٣٩٥٨]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، بدر کے دن ہم لوگ سواریوں کی قلت کی وجہ سے ایک اونٹ پر تین تین سوار ہوتے تھے۔ ابولبابہ اور علی رضی اللہ عنہما رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ اونٹ پر باری باری سواری ہوتی تھی، تو جب رسول اللہ ﷺ کے پیدل چلنے کی باری آئی تو ابولبابہ اور علی رضی اللہ عنہما نے عرض کی، آپ تشریف رکھیں ہم آپ کی طرف سے باری باری پیدل چلتے رہیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا: ”تم دونوں مجھ سے زیادہ باہمت نہیں ہو اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ تم دونوں تو اجر لے جاؤ اور میں محروم رہ جاؤں۔“ [مسند أحمد : ۱/ ٤١١، ٤١٨، ح : ٣٩٠٠، ٣٩٦٤۔ مستدرك حاكم : ٣/ ٢٠، ح : ٤٢٩٩]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن ایک مجاہد ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ مشرک اس کے آگے آگے بھاگ رہا تھا۔ اس دوران میں اوپر سے کوڑا پڑنے کی آواز مجاہد کے کان میں پڑی۔ ساتھ ہی ایک گھڑ سوار کی آواز سنائی دی، وہ (اپنے گھوڑے کا نام لے کر) کہہ رہا تھا، اے حیزوم! آگے بڑھ۔ اب مجاہد نے جونہی اپنے سامنے نظر دوڑائی تو وہی مشرک چاروں شانے چیت گرا پڑا تھا۔ مجاہد نے اس کو دیکھا تو اس کی ناک پر کوڑے کا نشان تھا

اور کوڑے کی ضرب سے اس کا چہرہ پھٹ چکا تھا۔ چہرے کا رنگ بدل کر سبز ہو گیا تھا۔ یہ منظر دیکھنے والا انصاری صحابی آیا، اس نے سارا واقعہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ''تو نے سچ کہا ہے، یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی تھی۔'' [مسلم، کتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة : ۱۷٦۳]

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ ﴿۱۲۴﴾ بَلَىٰ ۚ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ ۗ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ ﴿۱۲۷﴾

''جب تو ایمان والوں سے کہہ رہا تھا کیا تمھیں کسی طرح کافی نہ ہوگا کہ تمھارا رب تین ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرے، جو اتارے ہوئے ہوں۔ کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو اور وہ اپنے اسی جوش میں تم پر آ پڑیں تو تمھارا رب پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرے گا، جو خاص نشان والے ہوں گے۔ اور اللہ نے اسے نہیں بنایا مگر تمھارے لیے ایک خوشخبری اور تا کہ تمھارے دل اس کے ساتھ مطمئن ہو جائیں اور مدد نہیں ہے مگر اللہ کے پاس سے، جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ تا کہ وہ ان لوگوں کا ایک حصہ کاٹ دے جنھوں نے کفر کیا، یا انھیں ذلیل کر دے، پس وہ ناکام واپس لوٹ جائیں۔''

مسلمان بدر کی جانب محض قافلۂ قریش پر، جو تقریباً نہتا تھا، چھاپہ مارنے نکلے تھے، مگر معلوم ہوا کہ مکہ سے مشرکین کا ایک لشکر جرار پورے غیظ و غضب اور جوش و خروش کے ساتھ چلا آ رہا ہے۔ یہ سن کر مسلمانوں کی صفوں میں گھبراہٹ، تشویش اور جوش قتال کا ملا جلا ردِ عمل ہوا اور انھوں نے رب تعالیٰ سے دعا کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک ہزار، پھر تین ہزار فرشتے اتارنے کی بشارت دی اور مزید وعدہ کیا کہ اگر تم صبر و تقویٰ پر قائم رہے اور مشرکین اسی حالتِ غیظ و غضب میں آ دھمکے تو فرشتوں کی یہ تعداد پانچ ہزار کر دی جائے گی۔ فرشتوں کے ذریعے امداد کی خبر مسلمانوں کے لیے ایک خوشخبری تھی اور مقصد یہ تھا کہ ان کے دل مطمئن ہوں، ورنہ نصرت و فتح تو اللہ کی طرف سے آتی ہے، اللہ کسی سبب کا محتاج نہیں ہے۔ آگے فرمایا کہ اللہ چاہتا ہے کہ کفار قتل و بند کی سزا بھگتیں، یا شکست کے بعد ذلت و رسوائی اٹھائیں۔

معاذ رحمہ اللہ اپنے باپ رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، سیدنا رفاعہ رضی اللہ عنہ اہل بدر میں سے تھے، کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو کہنے لگے: ''آپ اپنے اندر اہل بدر کو کس مقام میں شمار کرتے ہیں؟'' آپ

نے فرمایا: ''مسلمانوں میں سب سے افضل۔'' اس پر جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے: ''بالکل اسی طرح فرشتوں میں بھی وہی سب سے افضل ہیں جو بدر میں حاضر ہوئے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب شھود الملائکۃ بدرًا : ۳۹۹۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا: ''یہ جبرائیل آن پہنچے، اپنے گھوڑے کا سر تھامے ہوئے، لڑائی کے ہتھیار زیب تن کیے ہوئے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب شھود الملائکۃ بدرًا : ۳۹۹۵]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے احد کے روز دیکھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں سفید کپڑوں میں ملبوس دو آدمی تھے جو زور دار لڑائی لڑ رہے تھے، میں نے اس سے پہلے اور اس کے بعد ان دونوں کو کبھی نہیں دیکھا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ إذ همت طائفتان ...... ﴾ : ۴۰۵۴۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب إکرامه صلی اللہ علیہ وسلم بقتال الملائکۃ معه صلی اللہ علیہ وسلم : ۲۳۰۶/۴۷]

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

''تیرے اختیار میں اس معاملے سے کچھ بھی نہیں، یا وہ ان پر مہربانی فرمائے، یا انھیں عذاب دے، کیوں کہ بلاشبہ وہ ظالم ہیں۔''

یعنی آپ تو ایک انسان ہیں، آپ کا کام اللہ کے حکم کے مطابق انسانوں کو ڈرانا ہے، ان کی بخشش یا عذاب کا معاملہ تو صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رعل، ذکوان، عصیہ اور بنی لحیان قبیلوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دشمن کے خلاف مدد طلب کی اور ایسے مبلغین طلب کیے جو ان کو قرآن مجید اور سنت کی تعلیم دیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر (۷۰) انصاریوں کو، جو اپنے زمانے کے قراء کہلاتے تھے، ان کے ساتھ بھیج دیا۔ یہ لوگ دن کو لکڑیاں چن کر لاتے اور رات کو نماز پڑھتے تھے۔ جب یہ قراء بئر معونہ پر پہنچے تو ان قبائل نے عہد توڑ دیا اور (دھوکا دے کر) انھیں قتل کر دیا۔ جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے مہینا بھر تک صبح کی نماز میں ان کے خلاف قنوت نازلہ کی۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع ...... الخ : ۴۰۹۰۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشھید : ۶۷۷، قبل الحدیث : ۱۹۰۳]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سنا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد سر اٹھاتے تو '' سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ '' کے بعد یہ بد دعا کیا کرتے: « اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَ فُلَانًا وَ فُلَانًا » ''اے اللہ! فلاں، فلاں اور فلاں شخص پر لعنت فرما۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ ﴾ ''تیرے اختیار میں اس معاملے سے کچھ بھی نہیں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لیس لك من الأمر شیء ﴾ : ۴۵۵۹]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں عرب کے بعض قبیلوں کے خلاف اس طرح بددعا فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! فلاں اور فلاں پر لعنت فرما'' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ نازل فرمائی (تو آپ نے بددعا کرنا ترک کر دیا)۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ليس لك من الأمر شيء ...... فانهم ظالمون﴾: ۴۰۶۹]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے لیے دعا یا بددعا کا ارادہ کرتے تو رکوع کے بعد قنوت کرتے۔ راوی نے بعض اوقات یہ بھی کہ آپ '' سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ '' کے بعد فرماتے: « اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ، وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِيْ رَبِيْعَةَ، وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَللّٰهُمَّ! اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ، وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ » ''اے اللہ! ولید ابن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور کمزور مومنوں کو نجات عطا فرما، اے اللہ! خاندان مضر کے لوگوں پر اپنی گرفت اور مضبوط کر دے اور اے اللہ! انھیں اس طرح قحط سالی میں مبتلا کر دے جس طرح یوسف علیہ السلام کے دور میں قحط پڑا تھا۔'' آپ ان کلمات کو بلند آواز سے پڑھتے اور نماز فجر میں بعض اوقات عرب کے مختلف خاندانوں کے نام لے کر اس طرح بھی بددعا کرتے: « اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَ فُلَانًا » ''اے اللہ! فلاں فلاں پر لعنت فرما۔'' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ليس لك من الأمر شيء﴾ : ۴۵۶۰]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک زخمی ہو گیا تھا تو آپ نے فرمایا: ''وہ قوم کس طرح فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا سر زخمی کر دیا۔'' تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ [بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ليس لك من الأمر شيء ...... الخ﴾ تعليقًا، قبل الحديث : ۴۰۶۹۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة أحد : ۱۷۹۱]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہو گیا اور آپ کی پیشانی پر زخم آیا، جس کی وجہ سے خون بہتا ہوا چہرے پر آ گیا تو تب آپ نے فرمایا: ''وہ قوم کس طرح فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کیا، جبکہ وہ انھیں اپنے رب عزوجل کی طرف دعوت دے رہے تھے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ [مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة أحد : ۱۷۹۱]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قنوتِ نازلہ میں کسی کافر کا نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں، کیا خبر اللہ تعالیٰ اسے توبہ کی توفیق بخش دے، ہاں عام کفار پر لعنت درست ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی لوگ کفار پر قنوت میں لعنت کیا کرتے تھے۔

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۳

’’اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

فرمایا آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک اللہ ہے۔ وہ جسے چاہے گا معاف کر دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا، کسی بندے کو، چاہے وہ نبی مرسل ہو یا ولی مکرم، یہ اختیار حاصل نہیں کہ کسی کی قسمت کا فیصلہ کرے اور کسی کو جنت میں بھیج دے اور کسی کو جہنم میں۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : اللہ تعالیٰ معاف کرنے کو بہت پسند کرتا ہے اور اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کا فیصلہ کیا تو ایک کتاب لکھی، وہ کتاب اس کے پاس عرش کے اوپر ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ میری رحمت اور مہربانی میرے غضب سے آگے بڑھ گئی ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ بل هو قرآن مجيد ...... الخ ﴾ : ۷۵۵۳]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے تو میں اس رات میں کیا دعا کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تب تم یہ دعا کرو: « اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ » ’’اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، پس مجھے معاف فرما!‘‘ [ترمذي، أبواب الدعوات، باب في فضل سؤال العافية والمعافاة : ۳۵۱۳]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مت کھاؤ سود کئی گنا، جو دگنے کیے ہوئے ہوں اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔‘‘

چونکہ غزوۂ احد میں وقتی ناکامی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور مال دنیا کے لالچ کے سبب ہوئی تھی، اس لیے اب طمع دنیا کی سب سے بھیانک اور مستقل شکل سود سے منع کیا جا رہا ہے اور اطاعت و فرماں برداری کی تاکید کی جا رہی ہے۔ یہاں سود کے متعلق آیتوں میں تین بار لفظ ’’تقویٰ‘‘ کو دہرایا گیا ہے، گویا سود نہ لینا تقویٰ کی اہم صفت ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۷۸، ۲۷۹] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سود میں سے جو باقی ہے چھوڑ دو، اگر تم مومن ہو۔ پھر اگر تم نے یہ نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لو اور اگر توبہ کر لو تو تمھارے لیے تمھارے اصل مال ہیں، نہ تم ظلم کرو گے اور

نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے (یہ تمام اشیا) برابر برابر، نقد بنقد (فروخت کی جائیں) پھر جو زیادہ لے یا زیادہ دے تو اس نے سودی کاروبار کیا۔ سود لینے والا اور دینے والا (دونوں گناہ میں) برابر ہیں۔“ [مسلم، کتاب المساقاۃ، باب الصرف وبیع الذھب بالورق نقدًا : ۱۵۸۴، قبل الحدیث : ۱۵۸۸]

سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سونے کو سونے کے بدلے صرف برابر برابر (وزن کے ساتھ) ہی فروخت کرو۔“ [مسلم، کتاب المساقاۃ، باب بیع القلادۃ فیھا خرز و ذھب : ۱۵۹۱]

اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَةً : اس سے بعض لوگوں نے سود مرکب کو حرام اور سود مفرد کو حلال ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ یہاں اس زمانے کے سود خوروں کی سنگ دلی بیان ہو رہی ہے جو آج بھی موجود ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں بہت سے لوگ دوسروں کو سودی قرضے دیا کرتے تھے، جب قرضے کی میعاد ختم ہو جاتی تو مقروض سے کہتے قرض ادا کرو ورنہ سود میں اضافہ کرو۔ قرض ادا نہ کر سکنے کی صورت میں میعاد کی توسیع کر دی جاتی اور سود کی مقدار میں اضافہ کر دیا جاتا، اس طرح کچھ عرصہ کے بعد سود کی مقدار اصل زر سے بھی کئی گنا زیادہ ہو جاتی۔ سودی کاروبار کی اس بھیانک صورت حال کی طرف قرآن نے ”اضعافاً مضاعفة“ کے الفاظ سے اشارہ فرمایا ہے۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ مرکب سود حرام ہے اور مفرد جائز ہے۔ اسلام میں ہر قسم کا سود حرام ہے۔

وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِيۡۤ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۳۱﴾

”اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔“

سود خوروں کو اس آگ سے ڈرایا جا رہا ہے جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ سود خوری کبھی آدمی کو کفر تک لے جاتی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَ ظَلَمُوۡا لَمۡ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغۡفِرَ لَهُمۡ وَ لَا لِيَهۡدِيَهُمۡ طَرِيۡقًا ۙ۝ اِلَّا طَرِيۡقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرًا ﴾ [النساء : ۱۶۸، ۱۶۹] ”بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ کبھی ایسا نہیں کہ انھیں بخشے اور نہ یہ کہ انھیں کسی راستے کی ہدایت دے۔ سوائے جہنم کی راہ کے، جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ، اور یہ ہمیشہ سے اللہ پر بہت آسان ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَ الۡمُنٰفِقٰتِ وَ الۡكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ هِيَ حَسۡبُهُمۡ ۚ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّقِيۡمٌ ﴾ [التوبة : ۶۸] ”اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، وہی ان کو کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اسے جہنم سے نکال لو، تو (تمام اہل ایمان جہنم سے) نکل آئیں گے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٦٠]

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

''اور اللہ اور رسول کا حکم مانو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر موقوف ہے اور اللہ کی رحمت کا مظہر جنت ہے۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ جو شخص اللہ و رسول کی اطاعت کرے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو اللہ و رسول کی نافرمانی کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [النساء : ١٣، ١٤] ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے وہ اسے آگ میں داخل کرے گا، ہمیشہ اس میں رہنے والا ہے اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے، میں جس کو چاہوں گا تیرے ذریعے اپنی رحمت سے نوازوں گا۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ٢٨٤٦]

وَ سَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

''اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دوڑو اپنے رب کی جانب سے بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے، ڈرنے والوں کے لیے تیاری کی گئی ہے۔''

یعنی دنیا کے مال و دولت کے پیچھے لگ کر آخرت تباہ کرنے کے بجائے اللہ و رسول کی اطاعت کا اور اللہ کی مغفرت اور اس کی جنت کا راستہ اختیار کرو، جو متقین کے لیے اللہ نے تیار کی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ﴾ [الحديد : ٢١] ''اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھو جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی کی طرح ہے۔''

اہل ایمان کو ان اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرنی چاہیے جو اللہ کی مغفرت کا سبب بنتے ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نیک اعمال سرانجام دینے میں جلدی کرلو، ایسے فتنوں کے آنے سے پہلے پہلے جو سیاہ رات کے مختلف ٹکڑوں کی طرح (یکے بعد دیگرے) رونما ہوں گے، (تب عالم یہ ہوگا کہ) صبح کو آدمی مومن ہوگا تو شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر اور وہ اپنے دین کو دنیا کے معمولی سامان کے عوض بیچ دے گا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الحث علی المبادرة بالأعمال قبل تظاهر الفتن : ۱۱۸]

سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے مدینہ میں عصر کی نماز پڑھی۔ آپ نے سلام پھیرا اور تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی بیویوں میں سے کسی کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے۔ لوگ آپ کی اس تیزی سے گھبرا گئے۔ (تھوڑی دیر بعد) آپ واپس تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ لوگ آپ کے جلدی جانے پر تعجب کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: ''مجھے یاد آیا تھا کہ ہمارے پاس (گھر میں سونے یا چاندی کے) ڈلے کا کچھ حصہ ہے، مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی کہ یہ مجھے (اللہ کی یاد سے) روک دے (اور کسی اور طرف مشغول کر دے)، اس لیے میں نے (جلدی جلدی جا کر) اس کو تقسیم کرنے کا حکم دے دیا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب من صلی بالناس فذکر حاجة فتخطاهم : ۸۵۱]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد والے دن ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، یہ بتلایے! اگر میں کافروں کے ہاتھوں مارا جاؤں تو میں کہاں جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: ''جنت میں۔'' یہ سن کر اس نے اپنے ہاتھ میں موجود کھجوریں پھینک دیں، پھر (بڑی بے جگری سے) لڑا، حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة أحد : ۴۰۴۶۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ۱۸۹۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد والے دن رسول اللہ ﷺ نے ایک تلوار پکڑی اور فرمایا: ''یہ تلوار مجھ سے کون لے گا؟'' صحابہ کرام نے اپنے ہاتھ آپ کی طرف دراز کیے۔ ان میں سے ہر ایک کی زبان پر تھا کہ ''میں لوں گا۔'' آپ نے فرمایا: ''کون ہے جو اسے اس کے حق کے ساتھ لے؟'' (یہ سن کر) سب لوگ پیچھے ہٹ گئے اور انھوں نے توقف کیا تو ابو دجانہ رضی اللہ عنہ بے دریغ آگے بڑھے اور انھوں نے کہا، میں اسے اس کے حق کے ساتھ لوں گا۔ پس انھوں نے آپ سے تلوار لے لی اور اس سے مشرکوں کی کھوپڑیاں پھاڑیں۔ [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبی دجانة، سماك بن خرشة رضی اللہ عنه : ۲۴۷۰]

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۳۴

''جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

﴿ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ ﴾ : یعنی صرف خوش حالی ہی میں نہیں، تنگ دستی کے زمانہ میں بھی خرچ کرتے ہیں، مطلب یہ کہ ہر حال اور ہر موقع پر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً ﴾ [البقرة : ۲۷٤] ”وہ لوگ جو اپنے مال رات اور دن، چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سات قسم کے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ اس روز انھیں اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہو گا...... (ان میں سے) ایک وہ آدمی کہ اس نے صدقہ اس قدر چھپا کر کیا کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی بے خبر رہا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔“ [بخاری، كتاب الزكاة، باب الصدقة باليمين : ۱٤۲۳۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة : ۱۰۳۱]

﴿ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ ﴾ : یعنی جب انھیں غصہ آتا ہے تو اسے پی جاتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ [الشورٰی : ٤۳] ”اور بلاشبہ جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں سے ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴾ [الشورٰی : ۳٦، ۳۷] ”پس تمھیں جو بھی چیز دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا معمولی سامان ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو بڑے گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب بھی غصے ہوتے ہیں وہ معاف کر دیتے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بہادر وہ نہیں جو پچھاڑ دے، بلکہ بہادر تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔“ [بخاری، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب : ٦۱۱٤۔ مسلم، كتاب البر و الصلة، باب فضل من يملك نفسه عند الغضب : ۲٦۰۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ مجھے وصیت کیجیے۔ آپ نے فرمایا: ”غصہ نہ کیا کرو۔“ اس نے بار بار وصیت کے لیے کہا تو آپ نے (ہر بار) یہی فرمایا: ”غصہ نہ کیا کرو۔“ [بخاری، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب : ٦۱۱٦]

سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص غصہ پی جائے جبکہ وہ اس پر عمل درآمد کی قدرت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن بر سر مخلوق بلائیں گے اور اسے اختیار دیں گے کہ جنت کی حور عین میں سے جسے چاہیں منتخب کر لے۔“ [أبو داؤد، كتاب الأدب، باب من كظم غيظا : ٤۷۷۷]

﴿ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ﴾ : یعنی لوگوں کی ضرر رسانی اور ان کی نازیبا حرکات پر نہ ان سے لڑتے ہیں، نہ جھگڑتے ہیں اور نہ انتقام لیتے ہیں، بلکہ حلم و بردباری سے کام لیتے ہوئے عفو و درگزر کرتے ہیں۔ عفو و درگزر کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ

نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ [النور : ۲۲] ''معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں بخشے۔'' اور فرمایا: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۹۹] ''درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین باتوں (کی حقیقت) پر میں قسم کھاتا ہوں: ① صدقہ کرنے سے بندے کا مال کم نہیں ہوتا۔ ② معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں اضافہ فرما دیتا ہے اور ③ جو بندہ سوال کر کے سوال کرنے کا دروازہ کھول لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر فقیری کا دروازہ کھول دیتا ہے۔'' جبکہ مسلم کے الفاظ یہ ہیں: ''جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اور انکسار سے کام لے، اللہ تعالیٰ اسے اعلیٰ مقام عطا فرماتا ہے۔'' [ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء مثل الدنیا مثل أربعة نفر : ۲۳۲۵۔ مسند أحمد : ۲۳۱/۴، ح : ۱۸۰۵۴۔ مسلم، کتاب البر و الصلة، باب استحباب العفو والتواضع : ۲۵۸۸]

وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۟ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

''اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟ اور انھوں نے جو کیا اس پر اصرار نہیں کرتے، جب کہ وہ جانتے ہوں۔''

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ : یعنی جب ان سے بہ تقاضائے بشریت کسی غلطی یا گناہ کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو فوراً توبہ و استغفار کا اہتمام کرتے ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک بندے نے ایک گناہ کیا، پھر عرض کی، اے میرے رب! مجھ سے گناہ سرزد ہو گیا ہے مجھے بخش دے۔ اس کے رب نے فرمایا، ''کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ کو معاف کرتا ہے اور اس پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے؟ میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا۔ اس نے پھر (وہی) گناہ کا کام کیا، یا ایک اور گناہ کیا اور عرض کی، میرے رب! میں نے ایک گناہ کیا ہے تو اسے معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کیا میرے بندے کو یہ علم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ کو معاف کرتا ہے اور اس کی وجہ سے گرفت بھی کرتا ہے؟ میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا۔ اس نے پھر (وہی) گناہ کا کام کیا، یا ایک اور گناہ کیا اور عرض کی، یا رب! میں نے ایک گناہ کیا ہے تو میرا گناہ معاف فرما دے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرے بندے کو یہ معلوم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کی وجہ سے گرفت بھی کرتا ہے، میں نے اپنے بندے کو معاف فرما دیا، پس اب وہ جو

چاہے عمل کرے۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب و إن تکررت الذنوب والتوبة : ۲۷۵۸۔ بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالٰی: ﴿ یریدون أن یبدلوا کلم الله ﴾ ۷۵۰۷]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ (لہٰذا) تم مجھ سے معافی مانگو، میں تمھیں معاف کر دوں گا۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ : اصرار کے معنی ہیں اڑ جانا، بے پروائی سے گناہ کرتے جانا اور ان پر ندامت کا اظہار کر کے توبہ نہ کرنا۔ ورنہ اگر کسی شخص سے سچے دل سے توبہ کرنے کے بعد گناہ سرزد ہو بھی جاتا ہے تو اسے اصرار نہیں کہتے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴾ [الفرقان : ۷۱] ''اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء : ۱۱۰] ''اور جو بھی کوئی برا کام کرے، یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے بخشش مانگے وہ اللہ کو بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان پائے گا۔''

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم رحم کرو تو تم پر بھی رحم کیا جائے گا، تم معاف کرو تو تمھیں بھی معاف کیا جائے گا۔ ان لوگوں کے لیے تباہی و بربادی ہے جو بات کو سنتے تو ہیں مگر سمجھتے نہیں اور ان گناہ پر اصرار کرنے والوں کے لیے بھی ہلاکت ہے جو جانتے بوجھتے بھی اپنے گناہوں پر اصرار کرتے ہیں۔'' [مسند أحمد : ۱۶۵/۲، ح : ۶۵۴۹۔ السنن الکبرٰی للبیهقی : ۴۴۹/۵، ح : ۷۲۳۶]

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

''یہ لوگ ہیں جن کی جزا ان کے رب کی طرف سے بڑی بخشش اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں اور (یہ) عمل کرنے والوں کا اچھا اجر ہے۔''

یعنی جن لوگوں میں یہ صفات پائی جائیں وہ مغفرت اور جنت کے مستحق ہیں، ان کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور عمل کرنے والوں کا بدلہ تو اچھا ہی ہوتا ہے۔ بغیر نیک عمل کے کچھ نہیں ملتا، جزائے خیر کے لیے نیک عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱۷] ''پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوْا

الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱۹] ''لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، مہمانی اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

''بلاشبہ تم سے پہلے بہت سے طریقے گزر چکے، سو زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟''

واقعہ غزوۂ احد کے درمیان اس آیت کو لانے کا مقصد مسلمانوں کو تسلی دینا ہے اور انھیں یہ بتانا ہے کہ تم سے پہلے بھی بہت سی قومیں آئیں اور ان کا امتحان ہوا اور مسلمانوں کو کافروں سے جنگ کرنا پڑی۔ وہ صبر و ثابت قدمی سے حالات کا مقابلہ کرتے رہے اور بالآخر نصرت و فتح یابی مسلمانوں کے حصہ میں آئی اور اللہ کے دشمنوں کو منہ کی کھانی پڑی اور اگر اس میں شبہ ہو تو دنیا میں گھوم کر دیکھ لو، تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ اور رسول کی تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴾ [ص : ۱۴] ''نہیں ہے (ان میں سے) کوئی مگر اس نے رسولوں کو جھٹلایا، تو میرا عذاب واقع ہو گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ [الزخرف : ۲۵] ''تو ہم نے ان سے بدلہ لیا، سو دیکھ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ۴۰] ''تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ میں پکڑ لیا، پھر ان میں سے کوئی وہ تھا جس پر ہم نے پتھراؤ والی ہوا بھیجی اور ان میں سے کوئی وہ تھا جسے چیخ نے پکڑ لیا اور ان میں سے کوئی وہ تھا جسے ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے کوئی وہ تھا جسے ہم نے غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴾ [محمد : ۱۰] ''تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور ان کافروں کے لیے بھی اسی جیسی (سزائیں) ہیں۔''

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾

''یہ لوگوں کے لیے ایک وضاحت ہے اور بچنے والوں کے لیے سراسر ہدایت اور نصیحت ہے۔''

یہ قرآن تمام لوگوں کے لیے ایک واضح بیان ہے، نہ اس میں کوئی پیچیدگی ہے اور نہ کوئی الجھن۔ یہ تمام لوگوں کو ایک واضح راستہ بتاتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [النور : ۴۶] ''بلاشبہ یقیناً ہم نے کھول کر بیان کرنے والی آیات نازل کر دی ہیں اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ

لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ [الحديد : ۹] ”وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات اتارتا ہے، تاکہ تمھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے اور بلاشبہ اللہ تم پر یقیناً بے حد نرمی کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

”اور نہ کمزور بنو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب ہو، اگر تم مومن ہو۔“

ایک اور انداز میں مسلمانوں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ میدان احد میں تمھیں جو زخم لگے اور تمھارے جو آدمی شہید ہو گئے اس سے تمھارے پاؤں میں لغزش نہیں آنی چاہیے اور تمھیں سست اور کاہل نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ انجام کار غلبہ تمھیں نصیب ہوگا۔ لہٰذا ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنے دل مضبوط رکھو، اللہ پر بھروسا رکھو اور دشمنوں کی پروا نہ کرو۔

ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۵] ”پس نہ کمزور بنو اور نہ صلح کی طرف بلاؤ اور تم ہی سب سے اونچے ہو اور اللہ تمھارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تم سے تمھارے اعمال کم نہ کرے گا۔“

رسول اللہ ﷺ اکثر لوگوں کے غلبے سے پناہ مانگا کرتے تھے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ)) ”اے اللہ! میں فکر اور غم سے، عاجزی اور سستی سے، بزدلی اور بخل سے اور قرض چڑھ جانے اور لوگوں کے غلبے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“ [بخاری، کتاب الدعوات، باب الاستعاذة من البخل والجبن : ۶۳۶۹]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عنقریب تم پر ہر طرف سے قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے والے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔“ ہم نے کہا، یا رسول اللہ! کیا ہماری یہ حالت قلتِ تعداد کی وجہ سے ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ”تم تعداد میں بہت زیادہ ہوگے، لیکن تمھاری حیثیت سمندر میں جھاگ کی سی ہوگی، تمھارے دشمن کے دلوں سے تمھارا رعب نکل جائے گا اور تمھارے دلوں میں وہن پیدا ہو جائے گا۔“ ہم نے عرض کی، وہن کیا ہے؟ فرمایا: ”زندگی سے محبت اور (جہاد کی) موت سے نفرت۔“ [مسند أحمد : ۵/ ۲۷۸، ح : ۲۲۴۵۹۔ أبو داوٗد، کتاب الملاحم، باب تداعی الأمم علی الإسلام : ۴۲۹۷]

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۱۴۰﴾

”اگر تمھیں کوئی زخم پہنچے تو یقیناً ان لوگوں کو بھی اس جیسا زخم پہنچا ہے اور یہ تو دن ہیں، ہم انھیں لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں، اور تاکہ اللہ ان لوگوں کو جان لے جو ایمان لائے اور تم میں سے بعض کو شہید بنائے اور اللہ

ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔“

ایک اور انداز سے مسلمانوں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر غزوۂ احد میں تمھارے کچھ لوگ زخمی اور شہید ہوئے ہیں تو کیا ہوا؟ تمھارے مخالف بھی تو غزوۂ بدر میں اور احد کی ابتدا میں اسی طرح کے زخم کھا چکے ہیں اور اللہ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ فتح و شکست کے ایام کو ادلتا بدلتا رہتا ہے، کبھی غالب کو مغلوب اور کبھی مغلوب کو غالب کر دیتا ہے۔ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے اور وہاں کی کامیابی اصل کامیابی ہے اور وہ مومنوں کے ساتھ خاص ہے اور ایسا اس لیے بھی ہوتا ہے کہ مومنوں اور منافقوں میں تمیز ہو سکے اور کچھ لوگوں کو شہادت کا مقام مل سکے۔

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ : سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس (احد کے) دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دندان مبارک ٹوٹ گئے، آپ کا چہرۂ انور زخمی ہو گیا اور آپ کے سر مبارک پر جو خود تھی وہ ٹوٹ گئی۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب ما أصاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ٤٠٧٥]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سات انصاری اور دو قریشی صحابہ کے ہمراہ الگ تھلگ رہ گئے۔ جب حملہ آور آپ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا: ”کون ہے جو انھیں ہم سے دفع کرے، اس کے لیے جنت ہے۔“ یا یہ فرمایا: ”وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا۔“ اس کے بعد ایک انصاری صحابی آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد پھر مشرکین آپ کے بالکل قریب آ گئے اور پھر یہی ہوا۔ تو اس طرح باری باری ساتوں انصاری صحابہ شہید ہو گئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے باقی ساتھیوں سے فرمایا: ”ہم نے اپنے ساتھیوں سے انصاف نہیں کیا۔“ (باقی رہ جانے والے دو صحابہ طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما تھے)[مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة أحد : ١٧٨٩]

سیدنا قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ دیکھا کہ وہ شل تھا، اس کے ساتھ احد کے دن انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا تھا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ إذ همت طائفتان منکم ﴾ : ٤٠٦٣، ٣٧٢٤]

وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ : میدانِ احد میں مومنوں کو شہادت نصیب ہوئی، جو اللہ کے ہاں بہت بڑا شرف ہے۔ چند صحابہ کی میدانِ احد میں شہادت کے واقعات ملاحظہ فرمائیں۔ سیدنا وحشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن طعیمہ بن عدی کو قتل کر دیا تھا۔ اب میرے آقا جبیر بن مطعم نے مجھ سے کہا، اگر میرے چچا طعیمہ کے بدلے تم حمزہ کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔ پھر وہ وقت آیا کہ مکہ کے لوگ عینین کی جنگ کے لیے نکلے، عینین اس پہاڑی کا نام ہے جو احد پہاڑ کے سامنے واقع ہے اور ان دونوں کے درمیان وادی حائل ہے۔ بہر حال! میں بھی لڑائی کے ارادے سے مکہ کے لوگوں کے ہمراہ ہو لیا۔ جب احد میں پہنچے اور لڑائی شروع ہوئی تو میں ایک چٹان کے نیچے حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں بیٹھ گیا۔

جنگ کے دوران میں آخر کار ایک موقع ایسا آیا کہ وہ مجھ سے قریب ہو گئے۔ میں نے اپنا نیزہ ان کی طرف پھینکا۔ نیزہ ان کی ناف کے نیچے لگا اور پار ہو گیا۔ اس سے وہ شہید ہو گئے اور میرا عہد پورا ہو گیا۔[بخاري، كتاب المغازي، باب قتل حمزة بن عبد المطلب رضي الله عنه : ٤٠٧٢]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے احد کے روز ان سے کہا، تم اللہ سے دعا کرو میں آمین کہوں گا اور پھر میں دعا کروں گا اور تم آمین کہنا۔ چنانچہ یہ دونوں باقی مجاہدین سے ذرا الگ ہو گئے۔ پہلے سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی اور کہنے لگے، اے میرے رب! جب دشمن سے معرکہ آرائی ہو تو میری رزم آرائی کسی ایسے شخص سے ہو جو لڑائی میں زبردست ماہر ہو اور غضب میں شدید ہو، میں اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے، پھر مجھے اس پر غلبہ عطا فرما دے کہ میں اسے قتل کر ڈالوں اور اس کی لڑائی کا سامان لے لوں۔ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے آمین کہا۔ اب عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے دعا کی، اے میرے اللہ! میرا سامنا بھی کسی ایسے ہی دشمن سے ہو جو لڑائی میں سخت غصے والا اور جنگ لڑنے میں شدید ہو۔ میں اس سے محض تیری خاطر لڑائی کروں، وہ مجھے قتل کر دے، پھر میری ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ میں جب کل کو آپ سے ملاقات کروں تو آپ مجھ سے پوچھیں، یہ تیری ناک اور کان کیوں کاٹ ڈالے گئے؟ میں جواب دوں، اللہ! تیری خاطر۔ پھر تو مجھ سے کہے، (اے عبداللہ!) تو نے سچ کہا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے اس دعا پر آمین کہا۔ سعد رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو یہ واقعہ سناتے ہوئے بتاتے ہیں، بیٹا! عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی، معرکے کے دن میں نے آخر پر یہ منظر دیکھا کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی ناک اور کان دھاگے میں پروئے ہوئے لٹک رہے تھے۔[مستدرك حاكم : ٧٦/٢، ٧٧، ح : ٢٤٠٩۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٣٠٧/٦، ٣٠٨]

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ لڑتے ہوئے ابوسفیان کے پاس جا پہنچے۔ وہ اسے قتل کرنے ہی والے تھے کہ شداد بن اسود نے حنظلہ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کر کے انھیں شہید کر دیا۔ ان کی شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: ''تمھارے ساتھی حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں، اس کی بیوی سے (اس کی وجہ) پوچھو۔'' بیوی سے پوچھا گیا تو اس نے بتلایا کہ جب حنظلہ نے معرکہ آرائی کا سنا تو اس پر غسل واجب تھا، لیکن وہ اللہ کے راستے میں اسی اس حالت میں نکل کھڑا ہوا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسی وجہ سے فرشتوں نے حنظلہ کو غسل دیا۔''[مستدرك حاكم : ٢٠٤/٣، ٢٠٥، ح : ٤٩١٧۔ السنن الكبرى للبيهقي : ١٥/٤، ح : ٦٨١٤۔ ابن حبان : ٧٠٢٥]

ابراہیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ ان کے پاس کھانا لایا گیا تو وہ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو یاد کرتے ہوئے کہنے لگے، وہ احد میں شہید کر دیے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ انھیں ایک چادر میں کفن دیا گیا، وہ چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ اگر اس سے ان کا سر چھپایا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے

اور اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔[بخاری، کتاب الجنائز، باب إذا لم یوجد إلا ثوب واحد : ۱۲۷۵]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میرے والد احد کی جنگ میں شہید کر دیے گئے تو میں ان کے چہرے سے بار بار کپڑا ہٹا کر دیدار کرتا اور روتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مجھے ایسا کرنے سے روکتے مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بالکل منع نہیں کیا۔ آخر میری پھوپھی فاطمہ بھی رونے لگیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: ''تم لوگ روؤ یا چپ رہو، جب تک تم لوگ میت کو نہیں اٹھاتے فرشتے تو برابر اس پر اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت بعد الموت : ۱۲۴۴]

وَ لِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾

''اور تاکہ اللہ ان لوگوں کو خالص کر دے جو ایمان لائے اور کافروں کو مٹا دے۔''

آپس کے ٹکراؤ کا مقصد یہ بھی ہے کہ اللہ مومنوں کو ان کے گناہوں سے پاک کر دے اور کافروں کو ہلاک کر دے۔ وہ اس طرح کہ جب وہ غالب آئیں گے تو کبر و غرور میں طاغوتی طاقت بن کر ابھریں گے، مسلمانوں سے ٹکرائیں گے اور پھر پاش پاش ہو جائیں گے۔ چنانچہ ان میں سے اکثر کافروں کا انجام، جنھوں نے معرکہ احد میں حصہ لیا، بعد میں ایسا ہی ہوا، وہ مارے گئے، یا ذلیل و خوار ہو کر در در کی ٹھوکریں کھاتے رہے۔ مومنوں نے ان کا تعاقب کیا اور فضل و نعمت کی دولت سے مالا مال ہو کر لوٹے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴾ [آل عمران : ۱۷۴] ''تو وہ اللہ کی طرف سے عظیم نعمت اور فضل کے ساتھ لوٹے، انھیں کوئی برائی نہیں پہنچی اور انھوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔''

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

''یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو نہیں جانا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تاکہ وہ صبر کرنے والوں کو جان لے۔''

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے کہا کہ تم یہ گمان نہ کرو کہ بغیر جہاد کیے ہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے، اس لیے غزوۂ احد میں جو کچھ ہوا اسے ہونا ہی تھا، تاکہ اللہ تعالیٰ عملی طور پر جان لے کہ کون اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اس راہ کی کٹھنائیوں پر صبر کرتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو کئی جگہ دہرایا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۱۴] ''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک تم پر ان لوگوں جیسی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، انھیں تنگدستی اور تکلیف پہنچی اور وہ

سخت ہلائے گئے، یہاں تک کہ رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، کہہ اٹھے اللہ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۱] "اور ہم ضرور ہی تمھیں آزمائیں گے، یہاں تک کہ تم میں سے جہاد کرنے والوں کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔" اور فرمایا: ﴿ الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْۤا اَنْ يَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ۱، ۲] "الٓمّٓ۔ کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ اسی پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔"

وَ لَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۪ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝۱۴۳ ع ۱۴ ۱۴ ۵

"اور بے شک تم تو موت کی تمنا کیا کرتے تھے، اس سے پہلے کہ اسے ملو، تو بلاشبہ تم نے اسے اس حال میں دیکھ لیا کہ تم (آنکھوں سے) دیکھ رہے تھے۔"

یہ اشارہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف ہے جو غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکنے کی وجہ سے ایک احساس محرومی رکھتے تھے کہ میدانِ کارزار گرم ہو تو وہ بھی کافروں کی سرکوبی کر کے جہاد کی فضیلت حاصل کریں۔ انھی صحابہ نے غزوۂ احد میں جوشِ جہاد سے کام لیتے ہوئے مدینہ سے باہر نکلنے کا مشورہ دیا تھا، لیکن جب مسلمانوں کی فتح کافروں کے اچانک حملے سے وقتی شکست میں تبدیل ہوگئی تو یہ پرجوش مجاہدین بھی سراسیمگی کا شکار ہو گئے اور بعض نے راہ فرار اختیار کی اور بہت تھوڑے لوگ ہی ثابت قدم رہے۔ اسی لیے حدیث میں آتا ہے، سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا نہ کیا کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا مانگتے رہا کرو۔ ہاں! البتہ اگر دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو پھر صبر کا مظاہرہ کرو اور خوب جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔" [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب لا تمنوا لقاء العدو : ۳۰۲۵۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب كراهة تمني لقاء العدو : ۱۷۴۲]

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝۱۴۴

"اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔"

غزوۂ احد میں وقتی شکست کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کافروں نے یہ افواہ اڑا دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیے گئے ہیں، مسلمانوں میں جب یہ خبر پھیلی تو اس سے بعض مسلمانوں کے حوصلے پست

ہوئے اور وہ لڑائی سے پیچھے ہٹ گئے، جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ کے سانحۂ وفات کے وقت جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شدتِ جذبات میں وفاتِ نبوی کا انکار کر رہے تھے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہایت حکمت سے کام لیتے ہوئے منبر رسول کے پہلو میں کھڑے ہو کر انھی آیات کی تلاوت کی، جس سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی متاثر ہوئے اور انھیں ایسا محسوس ہوا کہ گویا یہ آیات ابھی ابھی اتری ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے جو ''السنح'' میں تھے، گھوڑے پر تشریف لائے، وہ گھوڑے سے اتر کر مسجد میں آ گئے، لوگوں سے انھوں نے کوئی بات نہ کی، بلکہ سیدھے میرے ہاں چلے آئے اور رسول اللہ ﷺ کا قصد کیا۔ اس وقت آپ ﷺ کو دھاری دار حبری کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرۂ مبارک سے کپڑا ہٹایا اور وہ آپ پر جھک گئے، آپ کو بوسہ دیا اور روتے ہوئے کہنے لگے، میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ کی قسم! اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا، جو موت آپ کے لیے لکھ دی گئی تھی وہ آپ پر وارد ہو چکی ہے۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت : ۱۲۴۱، ۱۲۴۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جب تشریف لائے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے، چنانچہ انھوں نے فرمایا، عمر بیٹھ جاؤ۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کیا تو لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر آپ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ انھوں نے فرمایا، اما بعد! جو شخص (اللہ کے پیغمبر) محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو (وہ جان لے کہ) بے شک محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ کی ذات گرامی زندہ ہے، جسے کبھی فنا نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۴۴] سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! معلوم یہ ہوتا تھا کہ لوگ جانتے ہی نہ تھے کہ یہ آیت بھی نازل ہوئی ہے جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تلاوت فرمائی۔ لوگوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کو حاصل کیا اور جس جس نے بھی اس آیت کو سنا تو بے ساختہ اس کی تلاوت شروع کر دی۔ سیدنا سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جب اس آیت کی تلاوت سنی تو میں کھڑے کا کھڑا رہ گیا، میرے پاؤں مجھے اٹھا نہیں رہے تھے، یہاں تک کہ میں گر گیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته : ۴۴۵۴]

وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَ سَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

''اور کسی جان کے لیے کبھی ممکن نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے، لکھے ہوئے کے مطابق جس کا وقت مقرر ہے، اور جو

شخص دنیا کا بدلہ چاہے ہم اسے اس میں سے دیں گے اور جو آخرت کا بدلہ چاہے اسے اس میں سے دیں گے اور ہم شکر کرنے والوں کو جلد جزا دیں گے۔“

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا : میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے والے مسلمانوں کی ہمت افزائی کی جا رہی ہے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے، موت اسی وقت آئے گی، نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۱۱] ”اور اللہ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اس کا وقت آ گیا اور اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴾ [النحل : ٦١] ”پھر جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔“

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا : اللہ نے فرمایا کہ جو نیک اعمال کے ذریعے دنیاوی فوائد و مصالح کے حصول کی نیت کرتا ہے تو ہم اسے اس کی نیت کے مطابق دیتے ہیں، لیکن آخرت میں اسے اس کا کوئی اجر نہیں ملے گا اور جو آخرت میں اجر و ثواب کی نیت کرتا ہے تو ہم اسے اس کی نیت کے مطابق دیتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴾ [الشورٰی : ۲۰] ”جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اسے ہم اس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۸، ۱۹] ”جو شخص اس جلدی والی (دنیا) کا ارادہ رکھتا ہو ہم اس کو اس میں جلدی دے دیں گے جو چاہیں گے، جس کے لیے چاہیں گے، پھر ہم نے اس کے لیے جہنم بنا رکھی ہے، اس میں داخل ہوگا، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا۔ اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی، جو اس کے لائق کوشش ہے، جبکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قدر کی ہوئی ہے۔“

اجر و ثواب کا انحصار انسان کی نیت پر ہے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہو گی۔“ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی ...... الخ : ۱۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله صلی اللہ علیہ وسلم : إنما الأعمال بالنية : ۱۹۰۷]

سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص صدق دل سے اللہ سے شہادت

طلب کرے تو اللہ اس کو شہداء کے مرتبے پر پہنچا دیتا ہے، اگرچہ وہ اپنے بستر ہی پر کیوں نہ فوت ہو۔" [مسلم، کتاب الإمارة، باب استحباب طلب الشهادة : ۱۹۰۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص صدق دل سے شہادت طلب کرے تو اسے رتبۂ شہادت مل جائے گا، اگرچہ وہ شہید نہ ہوا ہو۔" [مسلم، کتاب الإمارة، باب استحباب طلب الشهادة : ۱۹۰۸]

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ مَا ضَعُفُوْا وَ مَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

"اور کتنے ہی نبی ہیں جن کے ہمراہ بہت سے رب والوں نے جنگ کی، تو نہ انھوں نے اس مصیبت کی وجہ سے ہمت ہاری جو انھیں اللہ کی راہ میں پہنچی اور نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انھوں نے عاجزی دکھائی اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

میدان احد میں مسلمانوں سے جو تقصیر و غلطی ہوئی اور ماضی میں اللہ والے مجاہدین کا جہاد میں اپنے رسولوں کے ساتھ جیسا معاملہ رہا، دونوں کا تقابل کر کے مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تمھیں ان اللہ والے مجاہدین کی زندگی سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ میدانِ جنگ میں انھیں زخم لگے یا ان کے افراد شہید ہوئے، تو انھوں نے دشمنوں کے سامنے کمزوری اور شکست خوردگی کا مظاہرہ نہیں کیا، بلکہ ثابت قدمی کا ثبوت دیا۔ سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ کعبہ کے سائے میں چادر لپیٹے تشریف فرما تھے، ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور ہمارے لیے دعا کیجیے اور مدد کی درخواست کیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدل گیا، آپ نے فرمایا: "تم سے پہلے ایسے لوگ بھی ہو گزرے ہیں کہ ان میں سے کسی کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا، پھر اس کو اس میں گاڑ دیا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور اسے اس کے سر کے وسط میں رکھ کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا اور مصیبت کا یہ پہاڑ بھی اس کو توحید سے برگشتہ نہ کر سکتا، ایسا بھی ہوتا کہ لوہے کے کنگھے ان کے گوشت میں دھنسا کر ان کی ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیرے جاتے، مگر اہل توحید پھر بھی دین نہ چھوڑتے۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور پورا کرے گا، حتیٰ کہ یہ وقت بھی آئے گا کہ کوئی سوار صنعاء سے لے کر حضر موت تک سفر کرے گا تو اسے سوائے اللہ کے کسی کا ڈر نہیں ہو گا، یا اسے اپنی بھیڑوں پر بھیڑیے کا خطرہ ہو گا، لیکن تمھارا حال یہ ہے کہ تم جلدی کر رہے ہو۔" [بخاري، کتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام : ۳۶۱۲]

وَ مَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِيْۤ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع ۱۵/۶

"اور ان کی بات اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام

میں ہماری زیادتی کو بھی اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور کافر لوگوں پر ہماری مدد فرما۔ تو اللہ نے انھیں دنیا کا بدلہ عطا فرمایا اور آخرت کا اچھا بدلہ بھی اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

اللہ والے مجاہدین کی عملی خوبیاں بیان کرنے کے بعد ان کے قول کی خوبی بیان کی جا رہی ہے کہ وہ لوگ اللہ کے حضور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے تھے، توبہ و استغفار کرتے تھے اور اپنے رب سے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہمیں ثابت قدم رکھ اور دشمن پر غلبہ دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان نیک بندوں کو ان کی توحید، اللہ پر توکل کامل اور گناہوں سے معافی مانگنے کی وجہ سے دنیا میں بھی کامیابی دی اور آخرت میں اپنے فضل و کرم سے انھیں جنت دے گا۔

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا ...... الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ : بنی اسرائیل کے بادشاہ طالوت اور ان کے ساتھیوں نے کافر بادشاہ جالوت کے مقابلہ میں اسی قسم کی دعا کی تھی، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۵۰] ”اور جب وہ جالوت اور اس کے لشکروں کے سامنے ہوئے تو کہنے لگے اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور ان کافر لوگوں کے خلاف ہماری مدد فرما۔“ اور فرمایا: ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۥ وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وَارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۸۶] ”اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں، اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی بھاری بوجھ نہ ڈال، جیسے تو نے اسے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب! اور ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جس (کے اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے، سو کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔“

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ ہونے کی تمنا نہ کیا کرو، اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کیا کرو اور اگر مڈبھیڑ ہو ہی جائے تو ثابت قدم رہا کرو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔“ [بخاری، کتاب الجہاد، باب لا تمنوا لقاء العدو : ۳۰۲۵۔ مسلم، کتاب الجہاد، باب كراهة تمنی لقاء العدو : ۱۷٤۲]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان لوگوں کا کہنا مانو گے جنھوں نے کفر کیا تو وہ تمھیں تمھاری ایڑیوں پر پھیر دیں گے، پھر تم خسارہ اٹھانے والے ہو کر پلٹو گے۔“

غزوۂ احد میں پہنچنے والی تکلیف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض کفار یا منافقین مسلمانوں کو یہ مشورہ دے رہے تھے کہ

تم اپنے آبائی دین کی طرف پلٹ آؤ۔ ایسے میں مسلمانوں کو کہا گیا کہ کافروں کی اطاعت ہلاکت کا باعث ہے، لہٰذا کفر سے بچو اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

’’بلکہ اللہ ہی تمھارا مالک ہے اور وہ سب مدد کرنے والوں سے بہتر ہے۔‘‘

مولیٰ کا معنی مالک، مددگار، دوست وغیرہ ہے، یعنی تم کفار کی اطاعت تو اس لیے کرو گے کہ وہ تمھاری کچھ مدد کریں، مگر یہ سراسر جہالت ہے۔ تمھارا مالک، حامی و ناصر تو اللہ تعالیٰ ہے، اس پر بھروسا رکھو گے تو دنیا کی کوئی طاقت تمھارا بال بیکا نہیں کر سکتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآىِٕكُمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ٝ وَّ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا﴾ [النساء : ٤٥] ’’اور اللہ تمھارے دشمنوں کو زیادہ جاننے والا ہے اور اللہ کافی دوست ہے اور اللہ کافی مددگار ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ [آل عمران : ١٦٠] ’’اگر اللہ تمھاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تمھارا ساتھ چھوڑ دے تو وہ کون ہے جو اس کے بعد تمھاری مدد کرے گا اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔‘‘

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾

’’ہم عنقریب ان لوگوں کے دلوں میں جنھوں نے کفر کیا، رعب ڈال دیں گے، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ اس کو شریک بنایا جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور وہ ظالموں کا برا ٹھکانا ہے۔‘‘

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھو گے اور اسی سے مدد مانگو گے تو اللہ تعالیٰ کفار کے دلوں میں تمھارا خوف ڈال دے گا، اس طرح تمھیں ان پر غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ چنانچہ اللہ کا وعدہ سچا ہوا اور کافر احد میں غالب ہونے کے باوجود چپکے سے میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

رسول اللہ ﷺ کا رعب مستقل طور پر دشمن کے دل میں ڈال دیا گیا تھا، سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئی تھیں: ① مہینے بھر کی مسافت سے دشمن پر رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ ② میرے لیے ساری زمین مسجد اور پاک بنا دی گئی ہے، جس آدمی کو جہاں نماز کا وقت پا لے وہ وہیں نماز پڑھ لے۔ ③ میرے لیے مال غنیمت کو حلال قرار دے دیا گیا ہے۔ ④ مجھ سے پہلے ہر نبی کو بطور خاص صرف ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف

مبعوث کیا گیا ہے اور⑤ مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔'' [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب قول النبی ﷺ : جعلت لی الأرض مسجدًا و طهورًا : ۴۳۸۔ مسلم ، کتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلوۃ : ۵۲۱]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے ساتھ آپ کی امت یعنی مسلمانوں کا رعب بھی مشرکوں پر ڈال دیا گیا ہے اور اس کی وجہ ان کا شرک ہے۔ گویا شرک کرنے والوں کا دل دوسروں کی ہیبت سے ڈرتا اور لرزتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسلمانوں کی بڑی تعداد مشرکانہ عقائد و اعمال میں گرفتار ہوئی، تقریباً ہر شہر اور محلّہ میں پختہ قبریں اور غیر اللہ کے آستانے بن گئے اور غیر اللہ سے استغاثہ اور مدد مانگنا شروع ہو گئے، تو اس شرک کی وجہ سے شرک کرنے والے مسلمانوں کا رعب جاتا رہا۔ ہاں توحید والوں کا رعب آج بھی کفار پر طاری ہے اور وہ قیامت تک کفار سے جہاد جاری رکھیں گے اور ان کا رعب کفار کے دلوں میں کفار کے مشرکانہ عقائد و اعمال کی وجہ سے رہے گا۔

وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَ عَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۵۲

''اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دیا، جب تم انھیں اس کے حکم سے کاٹ رہے تھے، یہاں تک کہ جب تم نے ہمت ہار دی اور تم نے حکم کے بارے میں آپس میں جھگڑا کیا اور تم نے نافرمانی کی، اس کے بعد کہ اس نے تمھیں وہ چیز دکھا دی جسے تم پسند کرتے تھے۔ تم میں سے کچھ وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور تم میں سے کچھ وہ تھے جو آخرت چاہتے تھے، پھر اس نے تمھیں ان سے پھیر دیا، تاکہ تمھیں آزمائے اور بلاشبہ یقیناً اس نے تمھیں معاف کر دیا اور اللہ مومنوں پر بڑے فضل والا ہے۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ واقعہ احد کے موقع پر بھی اللہ کا وعدہ سچا تھا کہ وہ اپنے مومن بندوں کی مدد کرتا ہے اور کافروں پر انھیں غلبہ دیتا ہے۔ چنانچہ اس نے تمھیں تمھارے دشمنوں پر غلبہ دیا تھا اور اگر تم اطاعت و فرماں برداری پر قائم رہتے اور رسول کے حکم کی اتباع کرتے، تو اللہ کی نصرت آخر تک تمھارے لیے باقی رہتی، لیکن جب تم میں سے کچھ لوگوں نے روگردانی کی اور اپنی جگہ کو چھوڑ دیا تو بطور عقاب اللہ کی نصرت تم سے چھن گئی اور پانسا پلٹ گیا۔

حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَ عَصَيْتُمْ : اس تنازع اور عصیان سے مراد پچاس تیر اندازوں کا وہ اختلاف ہے جو فتح و غلبہ دیکھ کر ان کے اندر واقع ہوا اور جس کی وجہ سے کافروں کو پلٹ کر دوبارہ حملہ آور ہونے کا موقع ملا۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس (احد کے) دن مشرکوں سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی تو رسول اللہ ﷺ

نے تیر اندازوں کے ایک گروہ کو درے پر مقرر فرما کر عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کر دیا اور فرمایا: ''تم اسی جگہ ڈٹے رہنا، اگر تم یہ دیکھو کہ ہمیں فتح ہو گئی تو بھی اس جگہ سے نہ ہلنا اور اگر یہ دیکھو کہ دشمن ہم پر غالب آ گیا ہے تو پھر بھی اپنی جگہ چھوڑ کر ہماری مدد نہ کرنا۔'' ہمارا مقابلہ ہوا تو دشمن بھاگ اٹھا، حتیٰ کہ ہم نے دیکھا کہ ان کی عورتیں بھی اپنی پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے ہوئے پہاڑوں کی طرف بھاگ رہی تھیں، جس کی وجہ سے ان کی پازیبیں نظر آ رہی تھیں، تو اس صورت حال کو دیکھ کر درے پر مقرر لوگوں نے کہنا شروع کر دیا، غنیمت! غنیمت! عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا، مگر ساتھیوں نے انکار کر دیا۔ جب انھوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی فتح کو شکست سے بدل دیا اور ستر (۷۰) مسلمان شہید ہو گئے۔ ابو سفیان نے مسلمانوں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا، کیا ان لوگوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے کوئی جواب نہ دو۔'' پھر اس نے پوچھا، کیا لوگوں میں ابن قحافہ موجود ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے کوئی جواب نہ دو۔'' اس نے کہا، کیا لوگوں میں ابن خطاب موجود ہیں؟ جب مسلمانوں کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو کہنے لگا، گویا یہ سب لوگ قتل ہو گئے ہیں، اگر زندہ ہوتے تو میری بات کا جواب ضرور دیتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے اور کہنے لگے، اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹ کہہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان سب کو تیرے لیے باقی رکھا ہے، تاکہ تجھے غم و حزن لاحق ہو۔ اس کے بعد ابو سفیان نے نعرہ بلند کیا، ہبل بلند ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے جواب دو۔'' صحابہ نے عرض کی، ہم کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: ''تم یہ کہو کہ اللہ ہی اعلیٰ اور اجل ہے۔'' ابو سفیان نے کہا، ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمھارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے جواب دو۔'' صحابہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! کیا جواب دیں؟ فرمایا: ''یہ کہو کہ اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمھارا کوئی مولیٰ نہیں۔'' ابو سفیان نے کہا، یہ دن جنگ بدر کے دن کا جواب ہے اور لڑائی کنویں کے ڈول کی طرح ہوتی ہے، تم دیکھو گے کہ تمھارے کچھ لوگوں کا مثلہ کر دیا گیا ہے، مگر اس کا میں نے حکم نہیں دیا تھا اور نہ یہ بات مجھے بری لگتی ہے۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ أحد : ۴۰۴۳۔ أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب فی الکمناء : ۲۶۶۲]

ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ : یعنی غلبہ عطا کرنے کے بعد پھر تمھیں شکست دے کر ان کافروں سے پھیر دیا، تاکہ تمھیں آزمائے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، جب احد کا دن ہوا اور مشرکین شکست کھا کر بھاگے تو ابلیس لعین چلایا، اے اللہ کے بندو! پیچھے کی خبر لو، (اس سے ایمان والے یہ سمجھے کہ کافروں نے پیچھے سے حملہ کر دیا ہے، لہٰذا) آگے والے پیچھے کی طرف مڑے اور اپنے ہی آدمیوں سے لڑنے لگے (اور آپس میں ایسے گتھم گتھا ہوئے کہ ایک دوسرے کو شناخت کرنا مشکل ہو گیا۔ اسی عالم میں انھوں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کے باپ یمان رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا) حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسلمان ان کے باپ پر حملہ کر رہے ہیں تو انھوں نے کہا، اے اللہ کے بندو! میرے باپ، میرے باپ، میرے والدِ گرامی۔ لیکن کسی

نے کچھ نہ سنا اور یمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا، حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ تمھیں معاف کرے۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ إذ همت طائفتن منكم أن تفشلا ﴾ : ۴۰۶۵]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے، جس کا انھیں شدید غم تھا، انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلے ہی غزوے میں شریک نہ ہو سکا، اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (کسی جنگ میں) شرکت کا موقع عطا فرمایا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کس طرح لڑتا ہوں۔ پھر انھیں غزوۂ احد میں شرکت کا موقع مل گیا، تو جب انھوں نے یہ دیکھا کہ مسلمانوں کی جماعت میں افراتفری پیدا ہو گئی ہے تو کہنے لگے، اے اللہ! ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے، میں اس کی معذرت کرتا ہوں اور مشرکوں نے جو کچھ کیا ہے، میں اس سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر وہ اپنی تلوار پکڑ کر دشمنوں کی طرف بڑھے۔ اس اثنا میں ان کی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہنے لگے، سعد کہاں جا رہے ہو؟ اللہ کی قسم! مجھے تو احد پہاڑ کے پیچھے سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ پھر آپ دشمن کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور جامِ شہادت نوش فرما گئے، حتیٰ کہ ان کی میت پہچانی نہیں جا رہی تھی۔ ان کی بہن نے انھیں ایک تل کے نشان سے یا انگلیوں کے پوروں سے پہچانا، ان کے جسم پر تیروں، تلواروں، نیزوں اور بھالوں کے اسی (۸۰) سے زائد زخم تھے۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة أحد : ۴۰۴۸۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ۱۹۰۳]

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا مَاۤ اَصَابَكُمْ١ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۱۵۳

''جب تم دور چلے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر نہیں دیکھتے تھے اور رسول تمھاری پچھلی جماعت میں تمھیں بلا رہا تھا تو اس نے بدلے میں تمھیں غم کے ساتھ اور غم دیا، تاکہ تم نہ اس پر غمزدہ ہو جو تمھارے ہاتھ سے نکل گیا اور نہ اس پر جو تمھیں مصیبت پہنچی اور اللہ اس کی پوری خبر رکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو۔''

کفار کے یک بارگی اچانک حملے سے مسلمانوں میں جو بھگدڑ مچی اور مسلمانوں کی اکثریت نے جو راہ فرار اختیار کی۔ یہ اس کا نقشہ بیان کیا جا رہا ہے کہ بعض مدینہ کی طرف بھاگے اور بعض پہاڑوں کی طرف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بلانے لگے کہ اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ، اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ۔ آگے فرمایا کہ راہ فرار اختیار کرنے کی وجہ سے انھیں مال غنیمت فوت ہو جانے کا غم، شکست کا غم، بہتوں کے زخمی ہونے کا غم، بہتوں کے قتل ہونے کا غم اور پھر یہ غم اٹھانا پڑا کہ شیطان نے یہ بات پھیلا دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو گئے ہیں اور یہ سب اس لیے ہوا کہ انھیں مصیبتوں پر صبر کرنے کی عادت پڑے اور ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ جائے کہ فتح و نصرت اور حصول مال غنیمت سب اللہ کی

جانب سے ہوتا ہے۔ ان حالات و واقعات کے متعلق چند احادیث ملاحظہ ہوں۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیدل دستہ پر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ یہ لوگ (میدان چھوڑ کر) بھاگے۔ یہی وہ وقت تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے کھڑے ان کو آواز دے رہے تھے۔[بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ إذ تصعدون ولا تلون على أحد ...... الخ ﴾ : ٤٠٦٧]

قیس بن ابو حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو دیکھا کہ وہ شل ہو چکا تھا، کیونکہ اپنے اس ہاتھ کے ساتھ انھوں نے احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا تھا۔[بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ إذ همت طائفتن منكم أن تفشلا والله وليهما ﴾ : ٤٠٦٣]

ابو عثمان نہدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان ایام میں سے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کیا تھا، احد کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کے سوا اور کوئی بھی نہ تھا۔[بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب ذکر طلحة بن عبید الله : ٣٧٢٢، ٣٧٢٣۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن أبی وقاص : ٢٤١٤]

سعید بن مسیب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن اپنے ترکش میں سے میرے لیے تیر نکالے اور فرمایا: ''تیر پھینکو! تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ إذ همت طائفتن منكم أن تفشلا والله وليهما ﴾ : ٤٠٥٥]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور بائیں دو آدمیوں کو دیکھا جنھوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے اور وہ آپ کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے سخت لڑائی لڑ رہے تھے۔ میں نے ان کو اس سے پہلے یا بعد میں کبھی نہیں دیکھا، وہ جبریل اور میکائیل علیہما السلام تھے۔[بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ إذ همت طائفتن منكم أن تفشلا والله وليهما ﴾: ٤٠٥٤۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب إکرامه ﷺ بقتال الملائکة معه ﷺ : ٢٣٠٦]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ احد کے دن پہنچنے والے زخم کے بارے میں پوچھا گیا (جس کے جواب میں) انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر زخم آیا تھا، آپ کا دانت مبارک شہید ہو گیا تھا اور خود سر مبارک میں پیوست ہو گیا تھا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا خون دھو رہی تھیں، جب انھوں نے دیکھا کہ پانی کے ساتھ خون بہنے میں اضافہ ہو گیا ہے تو انھوں نے چٹائی کے ایک ٹکڑے کو جلا کر اس کی راکھ کو زخم پر رکھ دیا، چنانچہ اس سے خون بہنا رک گیا۔[بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب لبس البیضة : ٢٩١١۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة أحد : ١٧٩٠]

فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا مَاۤ اَصَابَكُمْ : یعنی راہِ فرار اختیار کرنے کی وجہ سے انھیں

مال غنیمت فوت ہو جانے کا غم، شکست کا غم، بہتوں کے زخمی و قتل ہونے کا غم اور پھر سب سے بڑا غم یہ کہ شیطان نے یہ بات پھیلا دی کہ محمد ﷺ قتل ہو گئے ہیں اور یہ سب اس لیے ہوا کہ انھیں مصیبتوں پر صبر کرنے کی عادت پڑے اور ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ جائے کہ فتح و نصرت اور حصول مالِ غنیمت سب اللہ کی جانب سے ہے، ان کی قدرت و طاقت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَ طَآىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَ لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَ لِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

’’پھر اس غم کے بعد اس نے تم پر ایک امن نازل فرمایا، جو ایک اونگھ تھی، جو تم میں سے کچھ لوگوں پر چھا رہی تھی اور کچھ لوگ وہ تھے جنھیں ان کی جانوں نے فکر میں ڈال رکھا تھا، وہ اللہ کے بارے میں ناحق جاہلیت کا گمان کر رہے تھے، کہتے تھے کیا اس معاملے میں ہمارا بھی کوئی اختیار ہے؟ کہہ دے بے شک معاملہ سب کا سب اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ اپنے دلوں میں وہ بات چھپاتے تھے جو تیرے لیے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ کہتے تھے اگر اس معاملے میں ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے، کہہ دے اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی جن لوگوں پر قتل ہونا لکھا جا چکا تھا اپنے لیٹنے کی جگہوں کی طرف ضرور نکل آتے اور تاکہ اللہ اسے آزمالے جو تمھارے سینوں میں ہے اور تاکہ اسے خالص کر دے جو تمھارے دلوں میں ہے اور اللہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآىِٕفَةً مِّنْكُمْ : ان پے در پے صدموں کے بعد اللہ تعالیٰ نے میدانِ جنگ میں موجود مسلمانوں پر اپنا خاص فضل فرمایا کہ ان پر اونگھ طاری کر دی جس سے انھیں امن و اطمینان حاصل ہو گیا۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم پر اونگھ طاری ہو گئی، جبکہ ہم احد کے دن اپنی صفوں میں کھڑے تھے، عالم یہ تھا کہ میری تلوار میرے ہاتھ سے گر جاتی تھی، میں اسے اٹھا لیتا تھا اور وہ پھر گر جاتی تھی اور میں پھر اسے اٹھا لیتا تھا۔ [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ أمنة نعاسا ﴾ : ٤٥٦٢]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اونگھ کی وجہ سے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے دو یا تین مرتبہ تلوار گر پڑی۔ [مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة النساء مع الرجال : ١٨١١]

سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے احد کے دن اپنا سر بلند کیا اور میں لوگوں کو دیکھنے لگا (تو کیا دیکھتا ہوں کہ) ہر شخص اونگھ کی وجہ سے اپنے سر کو ڈھال کے نیچے جھکائے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا ﴾ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة آل عمران : ۳۰۰۷]

وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ : اس سے مراد منافقین ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں ان کو تو اپنی جانوں ہی کی فکر تھی۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دوسرا گروہ منافقین کا تھا، انھیں اپنی جانوں کے علاوہ اور کوئی دوسری فکر نہ تھی، وہ قوم میں سب سے زیادہ بزدل، سب سے زیادہ مرعوب اور حق کی حمایت سے سب سے زیادہ گریز کرنے والے تھے۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة آل عمران : ۳۰۰۸]

يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ : یعنی وہ یہ گمان کر رہے تھے کہ دین اسلام اور اس کے حاملین بس اب تباہ و برباد ہو گئے۔ اب مسلمانوں کی کبھی مدد نہیں ہو گی اور نہ ہی یہ دعوتِ حق پروان چڑھے گی وغیرہ وغیرہ، ارشاد فرمایا: ﴿ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا ﴾ [الفتح : ۱۲] ”بلکہ تم نے گمان کیا کہ رسول اور ایمان والے کبھی اپنے گھر والوں کی طرف واپس نہیں آئیں گے۔“

يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا : منافقین نے اپنے سوئے ظن کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم لوگوں کی تو بات چلتی نہیں، اگر ہماری بات مانی جاتی تو آج یہ حال نہ ہوتا۔ یہ عبد اللہ بن اُبی کی طرف اشارہ ہے۔ غزوۂ احد کے لیے مدینہ سے نکلنے سے پہلے اس نے یہی مشورہ دیا تھا کہ شہر کے اندر رہ کر ہی دفاع کیا جائے، اس لیے جب اسے خبر ملی کہ خزرج کے بہت سے لوگ قتل ہو گئے، تو اس نے مسلمانوں میں بدظنی پھیلانے کے لیے کہا کہ ہماری بات تو چلتی نہیں، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بات مانی ہوتی تو اتنے لوگ قتل نہ ہوتے۔

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ : یعنی موت کہیں پیچھا نہیں چھوڑتی، وہ مقررہ جگہ اور مقررہ وقت پر آ کر رہتی ہے، اس لیے اگر تم سب اس بات پر اتفاق کر لیتے کہ تم اور وہ تمام لوگ جو قتل ہو گئے اپنے گھروں سے نہ نکلو گے، تو لوح محفوظ میں جنھیں قتل ہو جانا لکھا تھا، وہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر اپنی قتل گاہوں تک ضرور پہنچ جاتے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الجمعة : ۸] ”کہہ دے بلاشبہ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو، سو یقیناً وہ تم سے ملنے والی ہے، پھر تم ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾ [النساء : ۷۸] ”تم

جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمھیں پالے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔‘‘

وَ لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ : یعنی جنگ احد میں جو کچھ ہوا اور جن حالات سے مسلمان دو چار ہوئے اس سے کئی اور حکمتوں کے ساتھ یہ بھی مقصود تھا کہ تمھارے دلوں کی حالت ظاہر ہو جائے اور تمھارے دل وساوس سے پاک ہو جائیں یا یہ کہ منافقین کے دلوں کا نفاق باہر نکل آئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، احد کی لڑائی بگڑنے سے سارا بھانڈا پھوٹ گیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۧ ﴿۱۵۵﴾

ع ۱۶

’’بے شک وہ لوگ جو تم میں سے اس دن پیٹھ پھیر گئے جب دو جماعتیں بھڑیں، شیطان نے انھیں ان بعض اعمال ہی کی وجہ سے پھسلایا جو انھوں نے کیے تھے اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے انھیں معاف کر دیا، بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے۔‘‘

یعنی احد میں مسلمانوں سے جو لغزش اور کوتاہی ہوئی اس کی وجہ ان کی پچھلی بعض کمزوریاں تھیں، جن کی وجہ سے شیطان اس روز بھی انھیں پھسلانے میں کامیاب ہو گیا۔ جن میں سے بعض کا ایک گناہ یہ بھی تھا کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی اطاعت میں کوتاہی ہو گئی تھی۔

مقصد یہ کہ بعض مخلص مسلمان جو اس دن بھاگ کھڑے ہوئے، وہ اس وجہ سے نہیں بھاگے تھے کہ وہ اسلام سے پھر گئے تھے یا منافق تھے، بلکہ شامت نفس اور پچھلی بعض کمزوریاں کی وجہ سے شیطان کو انھیں بہکانے کا موقع ملا، اس لیے رسول اللہ ﷺ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے: « وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا » ’’اور ہم اپنے نفس کے شر اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔‘‘

یہ بھی معلوم ہوا کہ نفس کا شر ہو یا اعمال کی شامت، ان کے ساتھ شیطان کا گمراہ کرنا بھی شامل ہوتا ہے۔ اس کے بعد اللہ نے ان مسلمانوں کی معافی کا اعلان کر دیا۔ یعنی جو دل میں واقعی اخلاص رکھتے تھے ان کی توبہ اور معذرت کے سبب اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا، اب نہ ان پر کوئی گناہ ہے اور نہ کوئی طعن کا حق ہے۔ اس لیے کہ ان کا فرار نفاق کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ یہ ایک عارضی غلطی تھی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے کفر کیا اور اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جب

انھوں نے زمین میں سفر کیا، یا وہ لڑنے والے تھے، اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے، تاکہ اللہ اسے ان کے دلوں میں حسرت بنا دے اور اللہ زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو کفار کے اس فاسد عقیدے کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، جو ان کی بات سے معلوم ہوتا ہے، جو انھوں نے اپنے ان بھائیوں کے بارے میں کہی تھی جو سفروں اور جنگوں میں فوت ہو گئے تھے کہ اگر وہ ان سفروں اور جنگوں کو اختیار نہ کرتے تو اس صورت حال سے دوچار نہ ہوتے۔ یہ عقیدہ بزدلی کی بنیاد ہے، اس کے برعکس جب یہ عقیدہ ہو کہ موت و حیات اللہ کے ہاتھ میں ہے تو اس سے انسان کے اندر عزم و حوصلہ اور اللہ کی راہ میں لڑنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا﴾ [آل عمران : ١٤٥] ”اور کسی جان کے لیے کبھی ممکن نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے، لکھے ہوئے کے مطابق جس کا وقت مقرر ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”طاقت ور مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے اور (ویسے) ہر ایک میں خیر ہے۔ جو چیز تمھیں نفع دے اس کی خواہش کرو اور اللہ سے مدد طلب کرو اور عاجز اور درماندہ ہو کر نہ بیٹھ جاؤ اور اگر تمھیں کوئی مصیبت پہنچ جائے تو یہ نہ کہا کرو کہ اگر میں ایسا اور ایسا کرتا (تو یہ مصیبت مجھے نہ پہنچتی) بلکہ یہ کہا کرو (یہ سب کچھ) اللہ کی تقدیر سے تھا اور اس نے جو چاہا کیا۔ اس لیے کہ ”اگر“ کہنا شیطانی عمل (کے لیے راستہ) کھول دیتا ہے۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب الإیمان بالقدر : ٢٦٦٤]

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

”اور بلاشبہ یقیناً اگر تم اللہ کے راستے میں قتل کر دیے جاؤ، یا فوت ہو جاؤ تو یقیناً اللہ کی طرف سے تھوڑی سی بخشش اور رحمت اس سے کہیں بہتر ہے جو لوگ جمع کرتے ہیں۔“

موت تو ہر صورت آنی ہے، لیکن اگر موت ایسی آئے کہ جس کے بعد انسان اللہ کی مغفرت و رحمت کا مستحق قرار پائے تو یہ دنیا کے اموال و اسباب سے بہت بہتر ہے کہ جس کے جمع کرنے میں انسان عمر کھپا دیتا ہے۔ اس لیے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اس میں رغبت اور شوق ہونا چاہیے کہ یہی نفاق کی موت سے بچنے کا صحیح طریقہ ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص (اس حالت میں) مر جائے کہ اس نے نہ کبھی (اللہ کے راستہ میں) جہاد کیا ہو اور نہ کبھی اس کے دل میں جہاد کرنے کا خیال آیا ہو تو اس کی موت نفاق کے ایک شعبے پر ہوگی۔“ [مسلم، کتاب الإمارة، باب ذم من مات ولم یغز : ١٩١٠]

وَ لَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

''اور بلاشبہ اگر تم مر جاؤ، یا قتل کیے جاؤ تو یقیناً تم اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہد کی مثال اس قیام کرنے والے اور روزہ رکھنے والے کی سی ہے جو نہ تو نماز سے غافل ہوتا ہے اور نہ روزہ چھوڑتا ہے، حتیٰ کہ وہ اجر اور غنیمت لے کر واپس اپنے گھر پلٹ آئے، یا اس کی موت آ جائے اور وہ جنت میں داخل ہو جائے۔'' [ابن حبان : ٤٦٢٢]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میری پھوپھی ربیع رضی اللہ عنہا کا بیٹا (حارثہ رضی اللہ عنہ) غزوۂ بدر کے دن جاسوسی کے لیے نکلا، قتال کے لیے نہیں نکلا تھا، انھیں تیر لگ گیا اور وہ شہید ہو گئے۔ اب ان کی ماں یعنی میری پھوپھی نبی اکرم ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں، اے اللہ کے رسول! اگر میرا بیٹا حارثہ جنت میں ہے تو میں صبر کرتی ہوں اور ثواب کا ارادہ کرتی ہوں، ورنہ آپ دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: ''اے ام حارثہ! بات یہ ہے کہ جنتیں بے شمار ہیں اور حارثہ سب سے اعلیٰ جنت الفردوس میں ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد والسير ، باب من أتاه سهم غرب فقتله : ٢٨٠٩]

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۪ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

''پس اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہی کی وجہ سے تو ان کے لیے نرم ہو گیا ہے اور اگر تو بدخلق، سخت دل ہوتا تو یقیناً وہ تیرے گرد سے منتشر ہو جاتے، سو ان سے درگزر کر اور ان کے لیے بخشش کی دعا کر اور کام میں ان سے مشورہ کر، پھر جب تو پختہ ارادہ کر لے تو اللہ پر بھروسا کر، بے شک اللہ بھروسا کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ : احد کے دن مسلمانوں نے سنگین غلطی کی اور میدان چھوڑ کر فرار اختیار کیا، پھر جب رسول اللہ ﷺ کی دعوت سے دوبارہ جمع ہوئے تو آپ نے ان کو کسی قسم کی سرزنش نہیں کی، بلکہ حسن اخلاق سے پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ کا یہ حسن خلق اور طبیعت کی نرمی اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و احسان اور رحمت کا نتیجہ ہے، ورنہ مسلمانوں کا جمع ہونا ممکن نہیں تھا۔

معلوم ہوا کہ دعوت دین کے لیے نرمی اور حسن اخلاق نہایت ضروری چیزیں ہیں، بدخلقی، درشتی اور سخت دلی سے لوگ کبھی قریب نہیں آ سکتے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾ [القلم : ٤] ''اور بلاشبہ یقیناً تو ایک بڑے خلق پر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ

رَّحِيمٌ ﴾ [التوبة : ١٢٨] ''بلاشبہ یقیناً تمھارے پاس تمھی سے ایک رسول آیا ہے، اس پر بہت شاق ہے کہ تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چند ہم عمر نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے بیس راتیں آپ کے پاس قیام کیا۔ پھر آپ کو یہ گمان ہوا کہ جیسے ہم اپنے گھر والوں سے ملنے کا شوق رکھتے ہیں، چنانچہ آپ نے ہم سے ہمارے گھر والوں کے بارے میں معلومات لیں۔ ہم نے آپ کو سب کچھ بتا دیا اور چونکہ آپ بڑے نرم مزاج اور رحم دل تھے، اس لیے آپ نے فرمایا: ''تم اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ، پھر انھیں بھی تعلیم دو اور میرے احکامات ان تک پہنچاؤ اور تم نماز اسی طرح پڑھنا جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی شخص اذان کہے، پھر تم میں جو بڑا ہو وہ امامت کرائے۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم : ٦٠٠٨ ـ مسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة : ٦٧٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کرنا شروع کیا تو لوگ اس کی طرف لپکے، تاکہ اسے ماریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی کا بہا دو، بے شک تمھیں آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجا گیا ہے، نہ کہ تنگی پیدا کرنے والے بنا کر۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم يسروا ولا تعسروا : ٦١٢٨]

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، میں صبح کی نماز کے لیے تاخیر سے جاتا ہوں، کیونکہ 'فلاں' امام ہمیں بڑی لمبی نماز پڑھاتا ہے۔ تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ و نصیحت میں کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا جتنا اس دن دیکھا۔ آپ نے فرمایا: ''لوگو! بے شک تم میں کچھ ایسے ہیں جو نفرت دلاتے ہیں، لہٰذا ہم میں سے جو شخص نماز پڑھائے وہ اختصار کرے (ہلکی پھلکی نماز پڑھائے) کیونکہ نمازیوں میں عمر رسیدہ بھی ہوتے ہیں، مریض بھی ہوتے ہیں اور ایسے بھی ہوتے ہیں جنھیں اپنے کام کاج کے لیے جلدی جانا ہوتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب ما يجوز من الغضب والشدة لأمر الله تعالى : ٦١١٠ ـ مسلم، كتاب الصلوة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلوة : ٤٦٦]

معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے کہا، '' يَرْحَمُكَ اللّٰهُ '' اس پر لوگ مجھے گھور گھور کر دیکھنے لگے، میں نے کہا، میری ماں مجھے گم پائے! تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ مجھے اس طرح دیکھتے ہو! چنانچہ انھوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے شروع کر دیے۔ میں نے جب دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرا رہے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں نے آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد آپ سے بہتر تعلیم دینے والا کبھی نہیں دیکھا، اللہ کی قسم!

آپ نے نہ مجھے ڈانٹا، نہ مجھے مارا اور نہ مجھے برا بھلا کہا، بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک یہ نماز ایسی عبادت ہے کہ اس میں لوگوں کی (آپس کی) بات چیت درست نہیں ہے، اس میں تو بس تسبیح و تکبیر اور قراءت قرآن ہی ہے۔“ [مسلم، كتاب المساجد، باب تحريم الكلام في الصلوة : ٥٣٧]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ مال تقسیم کیا، انصار میں سے ایک (منافق) شخص نے کہا، اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) نے اس تقسیم میں اللہ کی رضا کو مد نظر نہیں رکھا۔ میں نے یہ بات سنی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر آپ کو خبر دی، آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے، ان کو تو اس سے زیادہ تکلیف پہنچائی گئی تھی مگر پھر بھی انھوں نے صبر کیا۔“ [بخاري، كتاب الأدب، من أخبر صاحبه ما يقال فيه : ٦٠٥٩]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا، آپ ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے، اس کا حاشیہ بہت سخت تھا۔ راستے میں آپ کو ایک دیہاتی ملا، اس نے آپ کی چادر پکڑ کر بہت زور سے کھینچا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے چادر پھٹ گئی اور آپ کے کندھوں پر چادر کے حاشیہ کا نشان پڑ گیا۔ پھر اس نے کہا، اے محمد! جو مال اللہ کا آپ کے پاس ہے، اس میں سے کچھ مجھے بھی دینے کا حکم دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا، آپ مسکرائے اور اس کو کچھ مال دینے کا حکم صادر فرما دیا۔ [بخاري، كتاب الأدب، باب التبسم والضحك : ٦٠٨٨۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب إعطاء المؤلفة ومن يخاف على إيمانه إن لم يعط ...... الخ : ١٠٥٧]

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ حنین کے بعد واپس ہوئے تو کیفیت یہ تھی کہ میں اور میرے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ آپ کے ساتھ چل رہے تھے کہ چند دیہاتی لوگوں نے آپ کو گھیر لیا، یہاں تک کہ آپ کو ایک ببول کے درخت کی طرف جانے پر مجبور کر دیا۔ اس درخت میں آپ کی چادر الجھ گئی، آپ ٹھہر گئے اور فرمایا: ”مجھے میری چادر دے دو، اگر میرے پاس اس جنگل کے درختوں کے برابر بھی اونٹ ہوں تو میں وہ سب تم لوگوں میں تقسیم کر دوں گا، تب بھی تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے، نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔“ [بخاري، كتاب الجهاد، باب الشجاعة في الحرب والجبن : ٢٨٢١]

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر آپ بدخلق، سخت زبان، سخت دل ہوتے اور اپنے صحابہ کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرتے تو ایک ایک کر کے سب آپ سے الگ ہو جاتے اور دعوت کا کام رک جاتا، لیکن اللہ نے آپ کو نرم خو، نرم زبان، خوش مزاج اور رحم دل بنایا ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت جو قرآن میں ہے: ﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴾ [الفتح : ٨] تو (رسول اللہ ﷺ سے متعلق) تورات میں ہے: ”اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور

ان پڑھوں (عربوں) کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکل رکھا، آپ نہ بدخو ہیں، نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے، اور (وہ ایسے نبی ہیں کہ) وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے، بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیں گے، اللہ تعالیٰ ان کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک کہ وہ کج قوم (عرب قوم) کو سیدھا نہ کر لیں، یعنی جب تک وہ ان سے ''لا الٰہ الا اللہ'' کا قرار نہ کرا لیں۔ پس اس کلمۂ توحید کے ذریعے وہ اندھی آنکھوں کو، بہرے کانوں کو اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ إنا أرسلناك شاهدًا و مبشرًا و نذيرًا ﴾ : ٤٨٣٨]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی اچھے کام کو حقیر مت سمجھو، اگرچہ تمھارا اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء : ٢٦٢٦]

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ : فرمایا کہ ان سے آپ کے حق میں جو کوتاہی ہوئی ہے اس درگزر کیجیے، جیسا کہ اللہ نے انھیں معاف کر دیا ہے اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کیجیے، ارشاد فرمایا: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴾ [الأعراف : ١٩٩] ''درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ [النور : ٢٢] ''معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں بخشے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ﴾ [آل عمران : ١٣٤] ''اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اپنے قرض کی ادائیگی کا تقاضا کرنے لگا اور اس نے (تقاضے میں) سختی سے کام لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے سرزنش کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو، اس لیے کہ حق والے کو کہنے کا حق ہے۔'' [بخاري، كتاب الوكالة، باب الوكالة في قضاء الديون : ٢٣٠٦]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، آپ نے کبھی مجھ سے اُف بھی نہیں کہا، نہ آپ نے کبھی یہ کہا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور نہ کبھی یہ پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟ [بخاري، كتاب الأدب، باب حسن الخلق والسخاء وما يكره من البخل : ٦٠٣٨۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب حسن خلقه صلی اللہ علیہ وسلم : ٢٣٠٩]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کسی بھی تکلیف پر، جو آپ کو پہنچائی گئی ہو، کبھی بدلہ نہیں لیا۔ [بخاري، كتاب الحدود، باب كم التعزير والأدب ؟ : ٦٨٥٣۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب مباعدته صلی اللہ علیہ وسلم للآثام ...... الخ: ٢٣٢٧]

وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ : یعنی جب کوئی معاملہ درپیش ہو تو مسلمانوں سے مشورہ کر لیا کریں۔ اس آیت سے مشاورت کی اہمیت، افادیت اور اس کی ضرورت و مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ اپنی زندگی میں صحابہ سے بہت سے معاملات میں مشورہ کیا کرتے تھے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو جب ابوسفیان کے آنے کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے مشورہ کیا۔ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے باری باری بات کی تو آپ نے ان سے اعراض کیا، تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا، شاید آپ ہم سے پوچھنا چاہتے ہیں؟ اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم گھوڑوں کو سمندر میں ڈال دیں تو ہم ضرور ڈال دیں اور اگر آپ حکم دیں کہ ہم گھوڑوں کو برک الغماد (مدینہ سے بہت دور ایک جگہ کا نام) تک لے جائیں تو ہم ضرور لے جائیں۔
[مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب غزوة بدر : ۱۷۷۹]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے والا نہیں دیکھا۔ [ترمذی، کتاب الجهاد، باب ما جاء فی المشورة، قبل الحدیث : ۱۷۱۵ ـ مسند أحمد : ۳۲۸/۴، ح : ۱۸۹۵۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ (واقعۂ افک کے موقع پر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مسلمانو! مجھے ان لوگوں کے بارے میں مشورہ دو جنھوں نے میرے اہل پر افترا پردازی کی ہے، اللہ کی قسم! میں اپنے اہل کے بارے میں کوئی بری بات نہیں جانتا، پھر انھوں نے الزام تراشی بھی کس پر کی ہے؟ اللہ کی قسم! میں تو اسے بہتر ہی خیال کرتا ہوں۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشة ...... الخ﴾ : ۴۷۵۷ ـ مسلم، کتاب التوبة، باب فی حدیث الإفك و قبول توبة القاذف : ۲۷۷۰]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس سے مشورہ طلب کیا جائے اسے امین سمجھا جاتا ہے۔‘‘ [أبو داؤد، کتاب الأدب، باب فی المشورة : ۵۱۲۸ ـ ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء أن المستشار مؤتمن : ۲۸۲۲]

موجودہ جمہوریت اور اسلامی شوریٰ دو الگ الگ چیزیں ہیں، بلکہ جمہوریت ایک مستقل دین ہے۔ جمہوریت میں ہر اہل اور نا اہل کا ووٹ برابر ہے، پھر اس میں عوام کی اکثریت فیصلہ کن ہے۔ گویا فیصلوں میں انھی کو اللہ و رسول کا مقام حاصل ہے، خواہ وہ سود کو حلال کر دیں یا زنا اور قوم لوط کے عمل کو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی کوئی شرط نہیں، اگر کہیں ہے بھی تو صرف دھوکا دینے کے لیے ہے۔ اس میں فیصلہ اکثریت کا ہوتا ہے اور صدر اس فیصلہ کا پابند ہے، خواہ اسے غلط سمجھتا ہو یا صحیح۔ ان کے ہاں مشورہ کا معنی اکثریت ہے، جبکہ اسلام میں امیر مشورہ لینے کا پابند ہے، مگر صرف ان امور میں جو قرآن و سنت میں مذکور نہ ہوں، بلکہ تدبیری یا انتظامی قسم کے ہوں۔ امیر مشورہ ان لوگوں سے لے گا جو اس معاملے میں رائے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ مشورہ کے بعد آخری فیصلہ امیر کا ہو گا۔ اگر وہ مناسب سمجھے تو اکثریت کے فیصلے

پر عمل کرے اور اگر کم لوگوں میں زیادہ اہلیت والے لوگ ہونے کی وجہ سے ان کی رائے کو بہتر سمجھے تو اس پر فیصلہ کرے، کیونکہ فیصلوں کے نتائج کا آخری ذمہ دار امیر ہوگا اکثریت نہیں، اور وہ بھی اللہ پر توکل کرتے ہوئے فیصلے پر عمل کرے گا نہ کہ مشورہ دینے والوں کی یا اپنی عقل و فہم پر۔

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ : یعنی مشاورت کے بعد جس چیز پر آپ کی رائے پختہ ہو جائے، تو پھر اللہ پر توکل کر کے اسے کر گزریے۔ اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ مشاورت کے بعد آخری فیصلہ امیر ہی کا ہوگا، نہ کہ ارباب مشاورت یا ان کی اکثریت کا، جیسا کہ جمہوریت میں ہے۔ دوسری یہ کہ سارا اعتماد و توکل اللہ کی ذات پر ہو نہ کہ مشورہ دینے والوں کی عقل و فہم پر۔ توکل بڑی اچھی صفت ہے، ارشاد فرمایا: ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ [إبراهيم : ١١] ''اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔'' اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ [الطلاق : ٣] ''اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(میری امت کے) لوگوں میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔'' پھر فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کرواتے ہیں، نہ بدشگونی لیتے ہیں اور نہ داغ لگواتے ہیں، بلکہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔'' [بخاري، كتاب الطب، باب من اكتوى ...... الخ : ٥٧٠٥۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب : ٢١٨]

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

''اگر اللہ تمھاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تمھارا ساتھ چھوڑ دے تو وہ کون ہے جو اس کے بعد تمھاری مدد کرے گا اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اللہ تمھاری مدد کرنا چاہے جیسا کہ میدانِ بدر میں کی، تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور اگر اپنی مدد کھینچ لے جیسا کہ میدانِ احد میں کیا تو کوئی تمھاری مدد کو نہیں آ سکتا، اس لیے کہ تمام امور اللہ کے اختیار میں ہیں۔ اس کی مدد فرماں برداروں کو حاصل ہوتی ہے جبکہ گناہ زوالِ نعمت اور مغلوبیت کا سبب ہوتا ہے، اس لیے مومنوں کو صرف اللہ پر بھروسا کرنا چاہیے۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ : اللہ کی مدد کے لیے صحیح ایمان اور تقویٰ کا ہونا بڑا ضروری ہے، ارشاد فرمایا: ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [الروم : ٤٧] ''اور مومنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہی تھا۔'' اور فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ [محمد : ٧] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ

تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جما دے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [الحج : ٤٠] ’’اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔‘‘

وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ : مدد تو درحقیقت اللہ کی مدد ہے، اگر وہ مدد نہ کرے تو پھر کسی کی مدد کارآمد نہیں ہوتی، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴾ [آل عمران : ١٢٦] ’’اور مدد نہیں ہے مگر اللہ کے پاس سے، جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴾ [التوبة : ١١٦] ’’اور تمھارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مدد گار۔‘‘

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

’’اور کسی نبی کے لیے کبھی ممکن نہیں کہ وہ خیانت کرے، اور جو خیانت کرے گا قیامت کے دن لے کر آئے گا جو اس نے خیانت کی، پھر ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ تو کیا وہ شخص جو اللہ کی رضا کے پیچھے چلا اس شخص جیسا ہے جو اللہ کی طرف سے کوئی ناراضی لے کر لوٹا اور جس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک مختلف طبقے ہیں اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔‘‘

جنگ احد میں جو لوگ مورچہ چھوڑ کر مالِ غنیمت سمیٹنے دوڑ پڑے تھے، ان کا خیال تھا کہ اگر ہم نہ پہنچے تو سارا مال غنیمت دوسرے لوگ سمیٹ کر لے جائیں گے۔ اس پر تنبیہ کی جا رہی ہے کہ آخر تم نے یہ تصور کیسے کر لیا کہ اس مال میں سے تمھارا حصہ تمھیں نہیں دیا جائے گا۔ کیا تمھیں نبی کی امانت پر اطمینان نہیں؟ یاد رکھو کہ ایک پیغمبر سے کسی قسم کی خیانت کا صدور ممکن ہی نہیں ہے۔

معلوم ہوا غلول (خیانت) کے معنی تقسیم میں ناانصافی کے بھی ہیں اور یہ بھی غلول ہے کہ تقسیم سے پہلے مالِ غنیمت میں سے کوئی چیز بلا اجازت اٹھا لی جائے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ : خیانت نبوت کے منافی ہے۔ اگر نبی ہی خائن ہو تو پھر اس کی نبوت پر یقین کیونکر کیا جا سکتا ہے؟ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ایک سرخ چادر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جو بدر کے دن گم ہو گئی تھی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ شاید اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لیا ہو، انھوں نے جب یہ بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾

’’اور کسی نبی کے لیے کبھی ممکن نہیں کہ وہ خیانت کرے، اور جو خیانت کرے گا قیامت کے دن لے کر آئے گا جو اس نے خیانت کی۔‘‘ [أبو داوٗد، کتاب الحروف والقراءات، بابٌ : ۳۹۷۱۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة آل عمران : ۳۰۰۹]

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ : خیانت بہت بڑا گناہ ہے، احادیث میں اس کی سخت مذمت آئی ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب تم میں سے کوئی خیانت کرتا ہے تو وہ ایسی حالت میں خیانت نہیں کرتا کہ وہ مومن ہو، لہٰذا اس سے بچو، اس سے بچو۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أنه لا یدخل الجنة إلا المؤمنون : ۱۰۳/۵۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے، اللہ نے ہمیں فتح عطا فرمائی اور ہمیں مال غنیمت میں سونا اور چاندی نہیں ملا تھا، بلکہ مال غنیمت میں ہمیں کچھ سامان، کھانا اور کپڑے ملے۔ پھر ہم وادی کی طرف چلے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا غلام بھی تھا، جو آپ کو قبیلہ جذام کے بنوضبیب خاندان کے ایک شخص نے دیا تھا اور اس کا نام رفاعہ بن زید تھا۔ جب ہم وادی میں اترے تو وہ غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پالان کھولنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اسی اثنا میں اس کو ایک تیر لگا اور اس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! اس کو شہادت مبارک ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہرگز نہیں، قسم اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! وہ چادر جو اس نے خیبر کے دن تقسیم سے پہلے مال غنیمت میں سے چرائی تھی وہ اس پر آگ بن کر بھڑک رہی ہے۔‘‘ (یہ سن کر) لوگ بہت گھبرائے۔ ایک شخص ایک یا دو تسمے لے کر آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! یہ مجھے خیبر کے دن ملے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یہ آگ کا ایک تسمہ یا آگ کے دو تسمے ہیں (یعنی اگر یہ شخص جمع نہ کراتا تو یہ آگ کے تسمے ہوتے، جن سے وہ جلایا جاتا)۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب غلظ تحریم الغلول : ۱۱۵]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن کچھ صحابہ تشریف لائے اور انھوں نے کہا کہ فلاں شہید ہے، فلاں شہید ہے، حتیٰ کہ ایک شخص کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ بھی شہید ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہرگز نہیں! کیونکہ میں نے اسے اس چادر یا عبا کی وجہ سے جہنم میں دیکھا ہے جس کی اس نے خیانت کی تھی۔‘‘ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ابن خطاب! جاؤ اور لوگوں میں یہ اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے۔‘‘ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے باہر نکل کر یہ اعلان کر دیا، لوگو! خبردار! جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب غلظ تحریم الغلول و أنه لا یدخل الجنة إلا المؤمنون : ۱۱۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور آپ نے خیانت کا ذکر فرمایا اور اسے بہت بڑا گناہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: ’’میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے

دن آئے اور اس کی گردن پر اونٹ بلبلا رہا ہو اور وہ عرض کرے کہ اے اللہ کے رسول! میری مدد کیجیے اور میں کہوں کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تجھ تک ساری بات پہلے ہی پہنچا دی تھی، اور میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر بکری ممیا رہی ہو اور وہ عرض کرے، اے اللہ کے رسول! میری مدد کیجیے اور میں کہوں کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تجھ تک ساری بات پہلے سے پہنچا دی تھی اور میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن ایسے نہ پاؤں کہ وہ آئے اور اس کی گردن پر گھوڑا ہنہنا رہا ہو اور وہ عرض کرے، اے اللہ کے رسول! میری مدد کیجیے اور میں کہوں کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تجھے سب کچھ پہنچا دیا تھا اور میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر کپڑے حرکت کر رہے ہوں اور وہ عرض کرے، اے اللہ کے رسول! میری مدد کیجیے اور میں کہوں کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تجھ تک تمام بات پہنچا دی تھی، اور میں تم میں سے کسی کو اس حالت میں بھی نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر سونا چاندی ہو اور وہ عرض کرے، اے اللہ کے رسول! میری مدد فرمائیں اور میں کہوں کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تجھ تک ساری بات پہنچا دی تھی۔" [بخاري، كتاب الجهاد، باب الغلول : ۳۰۷۳۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب غلظ تحريم الغلول : ۱۸۳۱]

سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم تم میں سے کسی شخص کو کسی کام پر مقرر کریں، پھر وہ ہم سے سوئی یا اس سے بھی چھوٹی یا بڑی کوئی چیز چھپا لے تو یہ خیانت ہوگی اور قیامت کے دن وہ اسے لے کر آئے گا۔" [مسلم، كتاب الإمارة، باب تحريم هدايا العمال : ۱۸۳۲]

سیدنا ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک ہاتھ زمین (پر ناجائز قبضہ) بہت بڑی خیانت ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ دو آدمی زمین یا گھر کے اعتبار سے پڑوسی ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک اپنے ساتھی کے حصے میں سے ایک ہاتھ زمین پر قبضہ کر لیتا ہے، تو اس ایک ہاتھ زمین کے عوض اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق پہنائے گا۔" [مسند أحمد : ۱٤۰/٤، ح : ۱۷۲٦۰]

سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندان اُزد کے ایک شخص کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل بنا کر بھیجا۔ جب وہ واپس آیا تو کہنے لگا کہ یہ مال تو تمھارے لیے ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور آپ نے فرمایا: "اس عامل کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم اسے بھیجتے ہیں اور جب وہ واپس آتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ تمھارے لیے ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ وہ اپنے باپ اور ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا رہا، پھر دیکھتا کہ اسے ہدیہ ملتا ہے کہ نہیں؟ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! جو شخص بھی کسی چیز کی خیانت کرے گا وہ چیز قیامت کے دن اس کی گردن پر ہوگی۔ اگر اونٹ ہوگا تو بلبلا رہا ہوگا، گائے ہوگی تو وہ چلا رہی ہوگی اور

اگر بکری ہوگی تو وہ ممیا رہی ہوگی۔“ [مسند أحمد ، ٥/٤٢٣، ح : ٢٣٦٦١۔ بخاری ، کتاب الهبة وفضلها ، باب من لم يقبل الهدية لعلة؟ : ٢٥٩٧۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب تحريم هدايا العمال : ١٨٣٢]

سیدنا عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کو ہم نے عامل بنایا اور اس کو اس کی تنخواہ دے دی، تو پھر اس کے بعد وہ جو کچھ لے گا وہ خیانت ہوگی۔“ [أبو داؤد، كتاب الخراج، باب في أرزاق العمال : ٢٩٤٣]

سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص ہمارا عامل ہو تو وہ شادی کر لے، اگر اس کے پاس خادم نہ ہو تو خادم لے لے اور اگر اس کے پاس مکان نہ ہو تو مکان حاصل کر لے۔“ (راویٔ حدیث مستورد) کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ان کے علاوہ کوئی چیز لی تو وہ خائن ہے یا چور۔“ [أبو داؤد، كتاب الخراج ، باب أرزاق العمال : ٢٩٤٥]

اگلی آیات میں خائن کی خیانت اور اس کا انجام بیان ہونے کے بعد کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ دوسروں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ نہیں ملے گا، اس لیے ایک عام حکم لا کر اس بات کی تاکید کر دی گئی کہ جو شخص اپنے اعمال کے ذریعے اللہ کی رضا کا طالب ہوگا چاہے جو بھی عمل ہو، اس آدمی کی مانند نہیں ہو سکتا جو گناہوں کا ارتکاب کر رہا ہے اور اپنے رب کی ناراضی مول لے رہا ہے۔ پھر بات یہیں نہیں ختم ہو جاتی، بلکہ اللہ کے پاس نیکوں کو ان کے اعمال صالحہ کے درجات کے مطابق درجات ملیں گے، اور بدوں کے بھی جہنم میں طبقات ہوں گے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

”بلاشبہ یقیناً اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا جب اس نے ان میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان پر اس کی آیات پڑھتا اور انھیں پاک کرتا اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔“

یعنی اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انھی میں سے ایک پیغمبر بھیجا، یعنی انھی کی جنس میں سے، تاکہ وہ آپ ﷺ سے مخاطب ہو سکیں، آپ ﷺ سے بوقت ضرورت سوال کر سکیں، آپ ﷺ کی ہم نشینی اختیار کر سکیں اور آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں۔ آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر آئے ہیں وہ سب کے سب بشر ہی تھے۔ قرآن نے ان کی بشریت کو خوب کھول کر بیان کیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴾ [الكهف : ١١٠] ”کہہ دے میں تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، پس جو شخص

اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔" اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ [الفرقان : ۲۰] "اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر بلاشبہ وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔"

جبیر بن حیہ کی روایت میں ہے کہ جنگ نہاوند کے دن مشرکین و کفار کے بادشاہ بنذاذقان کے سامنے جب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کا موقف پیش کرنے آئے تو اس نے مغیرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے اہل عرب! تم سب سے زیادہ غریب و نادار تھے، لوگوں میں سب سے زیادہ بدبختی و بدنصیبی تمھارے مقدر میں تھی، لوگوں میں تم سب سے زیادہ تندخو و بداخلاق اور سخت مزاج تھے، تم خانہ بدوش تھے، جس کی وجہ سے تم خیر و فلاح کے کاموں سے دور تھے۔ میں اپنے اردگرد موجود کمانڈوز کو حکم دیتا تو وہ نیزوں کے ساتھ تمھارے جسموں کو چھلنی کر دیتے اور پھر سرزمین نہاوند تمھاری لاشوں کی بدبو و تعفن کی وجہ سے گندگی کا ڈھیر بن جاتی، لیکن میں اپنے کمانڈوز کو یہ حکم نہیں دیتا، اگر تم خود چلے جاؤ تو ہم تمھارا راستہ صاف کر دیتے ہیں اور تمھیں کچھ نہیں کہتے اور ہاں اگر تمھیں ہماری پیش کش قبول نہیں تو پھر ہم تمھیں (بہت جلد) وہ جگہ دکھا دیں گے جہاں تمھاری لاشیں تڑپیں گی (اور کوئی تمھارا پرسان حال نہیں ہوگا)۔ شاہ نہاوند کا یہ بیان سن کر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہاں اللہ کی قسم! تو نے ہمارے حالات و صفات بیان کرنے میں کوئی کمی و کوتاہی نہیں کی، وہ بالکل ایسے ہی ہیں، یقیناً ہم خانہ بدوش تھے، ہم سب سے زیادہ بدحالی، بھوک و فاقہ کشی میں مبتلا تھے، بدبخت و بدنصیب لوگوں میں ہم سرفہرست تھے، ہر بھلائی اور فلاح کے کاموں سے دور تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے (ہم پر احسان عظیم کیا) اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم میں مبعوث کیا۔ انھوں نے ہم سے دنیا میں اللہ کی مدد و نصرت اور آخرت میں اس کی جنت کا وعدہ کیا، تو جب سے اللہ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم میں مبعوث کیا ہے اس وقت سے لے کر اب تک ہم ہمیشہ ہی مشکلات سے نکلنے کے راستوں اور اپنے رب کی مدد و نصرت کا نظارہ کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم تمھارے پاس بادشاہت اور عیش و عشرت دیکھتے ہیں اور اب ہم (پہلے والی) بدحالی و پریشان حالی کی طرف کبھی نہیں لوٹیں گے، یہاں تک کہ اب ہم تمھاری حکومت پر غلبہ اور تمھارے مال و متاع پر قبضہ کر لیں، یا پھر سرزمین نہاوند پر جام شہادت نوش کر لیں۔ [ابن حبان : ۴۷۵۶۔ بخاری، کتاب الجزیة والموادعة، باب الجزیة والموادعة مع أهل الذمة والحرب : ۳۱۵۹]

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾

"اور کیا جب تمھیں ایک مصیبت پہنچی کہ یقیناً اس سے دگنی تم پہنچا چکے تھے تو تم نے کہا یہ کیسے ہوا؟ کہہ دے یہ تمھاری اپنی طرف سے ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔"

یعنی احد کے میدان میں جب مسلمان قتل اور زخمی ہوئے تو ان کی زبان سے حیرت و استعجاب کے طور پر نکلا کہ ایسا کیسے ہوا، جبکہ ہم مسلمان ہیں اور اللہ کی راہ میں اس کے نبی کے ساتھ جہاد کر رہے ہیں؟ تو اللہ نے اپنے رسول سے کہا کہ آپ انھیں جواب دیجیے کہ یہ تمھارے اعمال ہی کا نتیجہ ہے۔ تم نے اس درے کو چھوڑ کر اپنے نبی کی مخالفت کی تو یہ دن دیکھنا پڑا۔ اس لیے کہ اللہ کا وعدہ تو اطاعت اور ثابت قدمی کے ساتھ مشروط تھا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، بدر کے دن مسلمانوں نے ستر کافروں کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنا لیا تھا۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر ...... الخ : ۱۷٦۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن ستر مسلمان شہید ہوئے۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب من قتل من المسلمين يوم أحد : ٤٠٧٨]

وَ مَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾

”اور جو مصیبت تمھیں اس دن پہنچی جب دو جماعتیں بھڑیں تو وہ اللہ کے حکم سے تھی اور تاکہ وہ ایمان والوں کو جان لے۔“

یعنی تم جو دشمن کے سامنے سے بھاگ اٹھے اور اس نے تم میں سے ایک جماعت کو شہید کر دیا اور کچھ لوگوں کو زخمی کر دیا تو یہ سب کچھ اللہ کی قضا و قدر اور اس کی حکمت کے مطابق تھا۔ اس کی طرف اشارہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں پہلے ہی کر دیا گیا تھا۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے خواب دیکھا کہ میں نے تلوار کو ہلایا تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا۔ اس کی تعبیر اس نقصان کی صورت میں ظاہر ہوئی جو مسلمانوں کو احد میں اٹھانا پڑا۔ میں نے دوبارہ اس تلوار کو ہلایا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ شاندار بن گئی، اس کی تعبیر اس طرح سامنے آئی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو (وقتی شکست کے بعد) فتح سے نوازا اور منتشر مسلمان نئے سرے سے (لڑائی کے لیے) ایک جگہ جمع ہو گئے اور میں نے خواب میں ایک گائے بھی دیکھی (جو ذبح ہو رہی تھی)۔ اللہ کے سارے کاموں ہی میں خیر و برکت ہوتی ہے۔ گائے سے مراد وہ مسلمان تھے جو احد کی جنگ میں شہید ہو گئے۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب من قتل من المسلمين يوم أحد : ٤٠٨١]

وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَ قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَىِٕذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾

”اور تاکہ وہ ان لوگوں کو جان لے جنھوں نے منافقت کی اور جن سے کہا گیا آؤ اللہ کے راستے میں لڑو، یا مدافعت کرو تو انھوں نے کہا اگر ہم کوئی لڑائی معلوم کرتے تو ضرور تمھارے ساتھ چلتے۔ وہ اس دن اپنے ایمان (کے قریب ہونے) کی

بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے، اپنے مونہوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو وہ چھپاتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ معرکۂ احد میں جب مومنوں اور کفار کی مڈبھیڑ ہوئی اور تمھیں مصیبت لاحق ہوئی تو وہ اللہ کی تقدیر کا نتیجہ تھا، تاکہ صادق الایمان مسلمانوں کی حقیقت کھل کر سامنے آ جائے اور ان منافقین کا بھی پتا چل جائے جو اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کے ساتھ اپنی دوستی کا دم بھرتے تھے، حالانکہ ان کے دل کفر سے اور اللہ اور اس کے رسول کی عداوت سے بھرے ہوئے تھے اور جب ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کے راستے میں جہاد کرو، یا کم از کم بظاہر ہی سہی مسلمانوں کی تعداد ہی بڑھاؤ تو انھوں نے کہا کہ اگر ہم جانتے کہ واقعی ہی یہ جنگ ہے اور شہر سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیے، تو ہم تمھارا ساتھ دیتے۔ فرمایا کہ منافقین اس دن ایمان کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنی زبان سے تو ایمان کا اظہار کرتے ہیں، لیکن ان کے دل کفر سے بھرے ہوئے ہیں۔ منافقین کی ایسی باتیں دوسری جگہ یوں موجود ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْۤا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [التوبة : ۸۱، ۸۲] "وہ لوگ جو پیچھے چھوڑ دیے گئے وہ اللہ کے رسول کے پیچھے اپنے بیٹھ رہنے پر خوش ہو گئے اور انھوں نے ناپسند کیا کہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور انھوں نے کہا گرمی میں مت نکلو۔ کہہ دے جہنم کی آگ کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش! وہ سمجھتے ہوتے۔ پس وہ بہت کم ہنسیں اور بہت زیادہ روئیں، اس کے بدلے جو وہ کمائی کرتے رہے ہیں۔"

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَ قَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۶۸

"جنھوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور خود بیٹھے رہے، اگر وہ ہمارا کہنا مانتے تو قتل نہ کیے جاتے۔ کہہ دے پھر اپنے آپ سے موت کو ہٹا دینا، اگر تم سچے ہو۔"

جو مسلمان غزوۂ احد میں شہید ہوئے ان کے بارے میں منافقین نے اس قسم کا اظہار کیا، تاکہ لوگوں کو جہاد میں شمولیت سے متنفر کیا جا سکے۔ قرآن نے ان کے اس شبہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر واقعی گھروں میں بیٹھے رہنا تمھیں موت سے بچا سکتا ہے تو ذرا اپنے اوپر واقع ہونے والی موت کو ٹال کر دکھاؤ۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ۱۶، ۱۷] "کہہ دے تمھیں

بھاگنا ہرگز نفع نہیں دے گا اگر تم مرنے یا قتل ہونے سے بھاگو اور اس وقت تمھیں فائدہ نہیں دیا جائے گا مگر بہت کم۔ کہہ دے وہ کون ہے جو تمھیں اللہ سے بچائے گا، اگر وہ تم سے کسی برائی کا ارادہ کرے، یا تم پر کسی مہربانی کا ارادہ کرے اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔''

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ﴿۱۶۹﴾

''اور تو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے، ہرگز مردہ گمان نہ کر، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔''

اس آیت میں منافقین کے اس شبے کی دوسرے طریقے سے تردید کی ہے، وہ کہا کرتے تھے کہ جہاد میں شامل ہونا خواہ مخواہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، تو فرمایا کہ نہیں بلکہ اس سے دائمی زندگی حاصل ہوتی ہے، شہداء کو اللہ کے ہاں بلند درجے ملتے ہیں اور پروردگار کے ہاں انھیں ہر قسم کی نعمتیں اور لذتیں حاصل ہیں۔ یہ زندگی حقیقی زندگی ہے مگر دنیا والی زندگی نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو ہماری نگاہ سے اوجھل ہے، جسے برزخ کہتے ہیں اور جسے ہم سمجھ نہیں سکتے۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ [آل عمران : ۱٦۹] کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''ان (شہداء) کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہوتی ہیں اور ان کے لیے عرش الٰہی کے ساتھ قندیلیں معلق ہوتی ہیں اور یہ جنت سے جہاں سے چاہتی ہیں کھاتی پیتی ہیں، پھر عرش کے نیچے لٹکی ہوئی انھی قندیلوں میں آ کر رہتی ہیں۔ ایک بار ان کے پروردگار نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا، تم کیا چاہتے ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ اب ہم اور کیا چاہیں گے کہ ہم جنت میں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے پیتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ یہ تین بار فرمائے گا، پھر جب وہ یہ دیکھیں گے کہ جب تک کوئی سوال نہ کریں گے انھیں چھوڑا نہیں جائے گا تو وہ عرض کریں گے، یا رب! ہم یہ چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دے، تاکہ تیرے رستے میں ہم ایک بار پھر شہید ہو جائیں۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ ان کی کوئی ضرورت و حاجت باقی نہیں رہی تو انھیں چھوڑ دیا۔'' [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب أن أرواح الشہداء فی الجنۃ : ۱۸۸۷]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تمھارے بھائی احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز رنگ کے پرندوں کے قالبوں میں ڈال دیا جو جنت کی نہروں پر آتی ہیں، جنت کے پھلوں کو کھاتی اور عرش کے سائے میں سونے کی قندیلوں کے پاس ٹھہر جاتی ہیں۔ جب انھوں نے اپنے پاکیزہ کھانے اور پینے کو دیکھا اور اپنے حسن انجام کو ملاحظہ کیا تو کہنے لگے کہ اے کاش! ہمارے بھائیوں کو بھی یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ

تعالیٰ نے ہمارے ساتھ کیا اچھا سلوک فرمایا ہے، تاکہ وہ جہاد سے غافل ہو کر جنگ سے منہ نہ موڑ لیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمھارا یہ پیغام میں پہنچا دیتا ہوں۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما دیں: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾ ''اور تو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے، ہرگز مردہ گمان نہ کر، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔'' [مسند أحمد : ۱/ ۲۶۵، ۲۶۶، ح : ۲۳۹۲]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: ''کیا بات ہے، تم کچھ افسردہ نظر آتے ہو؟'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے والد (غزوۂ احد میں) شہید ہو گئے ہیں اور انھوں نے اپنے پیچھے قرض اور اولاد کو چھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''عبداللہ! میں تمھیں ایک بات بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی سے کلام فرمایا تو پس پردہ ہی فرمایا، مگر تمھارے باپ سے اللہ تعالیٰ نے روبرو کلام کیا اور فرمایا، اے میرے بندے! تم جو چاہو مانگو میں تمھیں دوں گا، تو تمھارے باپ نے کہا، اے اللہ! میں یہ سوال کرتا ہوں کہ ایک بار پھر مجھے دنیا میں لوٹا دے، تاکہ میں تیرے رستے میں دوبارہ شہید ہو جاؤں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا، میں پہلے سے یہ بات کہہ چکا ہوں کہ یہاں آنے والوں کو دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹایا جائے گا۔ تب عبداللہ نے عرض کی، اے اللہ! تب میرے پیچھے رہ جانے والوں کو میرا پیغام پہنچا دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت نازل کی: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ﴾ ''اور تو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے، ہرگز مردہ گمان نہ کر۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة آل عمران : ۳۰۱۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں پہنچ جانے کے بعد کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جو دنیا میں واپس آنا اور دنیا کی کسی چیز کو حاصل کرنا چاہے، سوائے شہید کے، وہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹ جائے اور دس بار (یعنی دسیوں بار) اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے، کیونکہ وہ شہادت کی قدر و قیمت اور اس کی خوبیاں دیکھ چکا ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب تمنى المجاهد أن يرجع إلى الدنيا : ۲۸۱۷۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الشهادة فی سبیل الله : ۱۸۷۷]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب من قتل فی سبیل الله كفرت خطاياه إلا الدين : ۱۸۸۵]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ احد کے روز میرے والد کی میت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائی گئی، کافروں نے ان کے جسم کا مثلہ کر دیا تھا، میں اپنے والد کے چہرے سے بار بار پردہ ہٹاتا تھا تو لوگوں نے مجھے اس سے منع کر دیا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے رونے کی آواز سنی، پتا چلا کہ وہ عمرو (مقتول کے باپ) کی بیٹی

یا بہن تھی۔ آپ نے اس سے ارشاد فرمایا: ''کیوں روتی ہو؟'' یا آپ نے یہ فرمایا: ''نہ رو! عبداللہ پر تو فرشتے اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب ظل الملائكة على الشهيد : ۲۸۱٦۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عبد الله بن عمرو بن حرام، والد جابر رضی الله عنهما : ۲٤۷۱]

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ۧ

''اس پر بہت خوش ہیں جو انھیں اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے اور ان کے بارے میں بھی بہت خوش ہوتے ہیں جو ان کے ساتھ ان کے پیچھے سے نہیں ملے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ اللہ کی طرف سے عظیم نعمت اور فضل پر بہت خوش ہوتے ہیں اور (اس بات پر) کہ بے شک اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

یعنی اپنے جن مسلمان بھائیوں کو جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول چھوڑ آئے ہیں ان کا تصور کر کے خوش ہوتے ہیں کہ ان کو بھی ہماری طرح پرلطف اور بے خوف و خطر زندگی حاصل ہو گی۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اصحابِ بیر معونہ، یعنی ان ستر صحابہ کے بارے میں روایت ہے جنھیں ایک ہی دن شہید کر دیا گیا تھا اور جن کے قاتلوں کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت میں ایک ماہ تک بددعا بھی کی تھی اور لعنت بھی فرمائی تھی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن مجید میں یہ الفاظ بھی نازل ہوئے تھے جو بعد میں منسوخ ہو گئے تھے: « بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا » ''ہماری طرف سے ہماری قوم تک یہ بات پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے اس طرح ملاقات کی ہے کہ وہ ہم سے خوش ہے اور اس نے ہمیں بھی خوش کر دیا ہے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الرجيع ورعل و ذكوان : ٤٠٩٠۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات : ٦٧٧]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو شخص آئے اور مجھے ایک درخت پر چڑھا لے گئے، پھر وہ مجھے ایک خوبصورت اور بہترین گھر میں لے گئے جس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے نہیں دیکھا، ان دونوں آدمیوں نے مجھے بتایا کہ یہ گھر شہداء کا ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين فی سبيل الله : ۲۷۹۱]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے معرکۂ نہاوند میں ایرانی لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا، ہمیں ہمارے نبی اور ہمارے رب کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم اس وقت تک تم سے لڑتے رہیں جب تک تم اللہ کی عبادت نہ کرنے لگو، یا جزیہ دینا نہ قبول کر لو اور ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمارے رب کی طرف سے ہمیں یہ بھی خبر دی ہے

کہ ہم میں سے جو کوئی جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہوئے شہید کر دیا گیا، وہ بہشت بریں کی ایسی نعمتوں میں پہنچ جائے گا جو اس نے کبھی نہیں دیکھیں اور جو کوئی زندہ بچ گیا وہ تمھاری گردنوں کا مالک بنے گا۔ [بخاری، کتاب الجزیة والموادعة، باب الجزیة والموادعة مع أهل الذمة و الحرب : ۳۱۵۹]

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۚ﴿۱۷۲﴾

”وہ جنھوں نے اللہ اور رسول کا حکم مانا، اس کے بعد کہ انھیں زخم پہنچا، ان میں سے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے نیکی کی اور متقی بنے بہت بڑا اجر ہے۔“

جب مشرکین جنگ احد سے واپس ہوئے تو راستے میں انھیں خیال آیا کہ ہم نے تو ایک نہایت سنہرا موقع ضائع کر دیا۔ مسلمان شکست خوردگی کی وجہ سے بے حوصلہ اور خوف زدہ تھے اور ہمیں اس سے فائدہ اٹھا کر مدینہ پر بھرپور حملہ کر دینا چاہیے تھا، تاکہ اسلام کا یہ پودا اپنی سرزمین مدینہ ہی سے نیست و نابود ہو جائے۔ ادھر مدینہ پہنچ کر نبی کریم ﷺ کو بھی اندیشہ ہوا کہ شاید وہ پلٹ آئیں، لہٰذا آپ نے صحابہ کو لڑنے کے لیے آمادہ کیا، آپ کے کہنے پر صحابہ تیار ہو گئے۔ مسلمانوں کا یہ قافلہ جب مدینہ سے ۸ میل کے فاصلے پر واقع ”حمراء الاسد“ پر پہنچا تو مشرکین کو خوف محسوس ہوا، چنانچہ ان کا ارادہ بدل گیا اور وہ مدینہ پر حملہ آور ہونے کی بجائے مکہ واپس چلے گئے۔ آیت میں مسلمانوں کے اسی جذبۂ اطاعت کی تعریف کی گئی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عروہ سے کہا کہ اے بھانجے! تیرا باپ (اور نانا) زبیر اور ابوبکر رضی اللہ عنہما بھی ان لوگوں میں سے تھے جن کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ۱۷۲] ہوا یہ کہ نبی ﷺ کو جب احد کے دن تکلیف پہنچی اور مشرکین واپس چلے گئے تو آپ کو خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ دوبارہ واپس نہ آ جائیں تو آپ نے فرمایا: ”کون ہے جو ان کے تعاقب میں جائے؟“ تو آپ کے اس ارشاد پر ستر صحابہ نے لبیک کہا، ان میں ابوبکر اور زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ الذین استجابوا للہ والرسول ﴾ : ۴۰۷۷۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل طلحة و زبیر رضی اللہ عنہما : ۲۴۱۸]

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾

”وہ لوگ کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ بے شک لوگوں نے تمھارے لیے (فوج) جمع کر لی ہے، سو ان سے ڈرو، تو اس

(بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ تو وہ اللہ کی طرف سے عظیم نعمت اور فضل کے ساتھ لوٹے، انھیں کوئی برائی نہیں پہنچی اور انھوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔''

''حمراء الاسد'' کے موقع پر ابوسفیان نے بعض لوگوں کی خدمات حاصل کیں اور ان کے ذریعے مسلمانوں میں یہ افواہ پھیلائی کہ مشرکین مکہ لڑائی کے لیے بھرپور تیاری کر رہے ہیں، تاکہ یہ سن کر مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جائیں۔ بعض روایات کی رو سے یہ کام شیطان نے اپنے چیلے چانٹوں کے ذریعے سے لیا، لیکن مسلمان اس قسم کی افواہیں سن کر خوفزدہ ہونے کی بجائے، مزید عزم و ولولہ سے سرشار ہو گئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ابتلا و مصیبت کے وقت اہل ایمان کا شیوہ اللہ پر اعتماد و توکل ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَ يُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾ [الزمر : ٣٦] ''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے اور وہ تجھے ان سے ڈراتے ہیں جو اس کے سوا ہیں اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ [الزمر : ٣٨] ''کہہ تو کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسا کرنے والے بھروسا کرتے ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ کا کلمہ ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب انھیں آگ میں ڈالا گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کہا جب لوگوں نے کہا: ﴿ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ [آل عمران : ١٧٣] ''بے شک لوگوں نے تمھارے لیے (فوج) جمع کر لی ہے، سو ان سے ڈرو، تو اس (بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ الذين قال لهم الناس إن الناس قد جمعوا …… الخ ﴾ : ٤٥٦٣]

اگلی آیت سے کلمہ ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ کس طرح ابراہیم علیہ السلام، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر قسم کی برائی سے محفوظ رہ کر اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس پلٹے اور انھوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی۔ اس لیے ہر مصیبت کے وقت اس وظیفہ کو معنی کا خیال کرتے ہوئے کثرت سے پڑھنا چاہیے۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

''یہ تو شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، تو تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔''

وہ شخص جو یہ افواہیں پھیلا رہا تھا وہ شیطان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اپنے منافق دوستوں سے ڈرا رہا ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا ڈر دل میں نہ لائیں۔ حقیقی شیطان بھی اپنے انسانی دوست شیطانوں کے دلوں میں مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے کے نت نئے طریقے ڈالتا رہتا ہے۔ آج کل اخبار، ریڈیو، ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ جھوٹ پھیلانے اور خوفزدہ کرنے کے لیے شیطان کے آلات ہیں، مومنوں کو ان کی خبروں سے ڈرنے کی بجائے اللہ پر بھروسا کرنا چاہیے اور " اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ " کے تحت ان کا علاج بھی کرنا چاہیے۔

وَ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

"اور وہ لوگ تجھے غمزدہ نہ کریں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں، بے شک وہ اللہ کو ہرگز کچھ نقصان نہیں پہنچائیں گے، اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کے لیے کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔"

کافر اور منافق مختلف طریقوں سے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے رہتے تھے جس سے آپ طبعی طور پر رنجیدہ خاطر بھی ہو جاتے، خصوصاً غزوۂ احد کے واقعہ کو منافقین نے بہت ہوا دی اور مسلمانوں کو اللہ کی نصرت سے مایوس کرنے کی کوشش کی۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ اس قسم کی مخالفتوں سے کفار اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، بلکہ اس قسم کا رویہ اختیار کر کے خود آخرت کے حصے سے محروم ہو رہے ہیں، بلکہ اپنی ہی آخرت برباد کر رہے ہیں۔

__وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا__ : اللہ تعالیٰ کا دین کامل ہو کر رہے گا، خواہ کافر اس کو نقصان پہنچانے کی کتنی ہی کوشش کریں، ارشاد فرمایا: ﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [الصف : ۸] "وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کے ساتھ بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافر لوگ ناپسند کریں۔"

__يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ__ : یعنی اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ آخرت میں انھیں کچھ نہ ملے، جو کچھ ملنا ہے دنیا میں مل جائے، آخرت میں ان کے لیے عذاب عظیم ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ۸۵] "اور تجھے ان کے اموال اور ان کی اولاد بھلے معلوم نہ ہوں، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا میں سزا دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔" اور فرمایا: ﴿ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ

قَلِيْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴾ [آل عمران : ۱۹۶، ۱۹۷] ''تجھے ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے جنھوں نے کفر کیا۔ تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا بچھونا ہے۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کو ایمان کے بدلے خریدا، وہ ہرگز اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچائیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

یعنی ایمان کی بجائے کفر اختیار کر کے خود اپنا برا کر رہے ہیں، اس کے نتیجہ میں دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓىِٕكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ لَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَ الْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَاۤ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴾ [البقرة : ۱۷۴، ۱۷۵] ''بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب میں سے اتارا ہے اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھا رہے اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن بات کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے اور عذاب کو بخشش کے بدلے خریدا، سو وہ آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں۔''

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾

''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کریں کہ بے شک جو مہلت ہم انھیں دے رہے ہیں وہ ان کی جانوں کے لیے بہتر ہے، ہم تو انھیں صرف اس لیے مہلت دے رہے ہیں کہ وہ گناہ میں بڑھ جائیں اور ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

فرمایا ہم جو کافروں کی عمریں لمبی کرتے جا رہے ہیں اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ رہے ہیں تو یہ ان کے لیے بہتر نہیں ہے، بلکہ اس سے تو ان کے گناہوں میں اضافہ ہو رہا ہے اور قیامت کے دن ان کے لیے بڑا دردناک عذاب ہوگا۔ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے اور بھی کئی مقامات پر بیان کیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۵۵، ۵۶] ''کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال اور بیٹوں میں سے جن چیزوں کے ساتھ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ ہم انھیں بھلائیاں دینے میں جلدی کر رہے ہیں، بلکہ وہ

نہیں سمجھتے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ [القلم : ٤٤] ''پس چھوڑ مجھے اور اس کو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے، ہم ضرور انھیں آہستہ آہستہ (ہلاکت کی طرف) اس طرح سے لے جائیں گے کہ وہ نہیں جانیں گے۔''

مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۷۹﴾

''اللہ کبھی ایسا نہیں کہ ایمان والوں کو اس حال پر چھوڑ دے جس پر تم ہو، یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ تمھیں غیب پر مطلع کرے اور لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے، پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لے آؤ اور متقی بنو تو تمھارے لیے بہت بڑا اجر ہے۔''

غزوۂ احد کے بعد منافقین تقریباً ظاہر ہو گئے اور اپنے دل کی باتیں اگلنے لگے اور لوگ تین گروہوں (کافر، مومن اور منافق) میں بٹ گئے اور مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ ان کے گھروں میں اور ان کے ساتھ بھی ان کے دشمن موجود ہیں۔ اس لیے احتیاط کرنے لگے اور اپنے آستین کے سانپوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار رہنے لگے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اسی حکمت کو بیان فرمایا کہ مومن و منافق کی تمیز کیے بغیر مسلمانوں کو چھوڑا نہیں جا سکتا تھا۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ : احد میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو آزمایا جس سے ان کے ایمان، صبر و ثبات اور جذبۂ اطاعت کا اظہار ہوا اور منافقین نے اپنے اوپر جو نفاق کا پردہ ڈال رکھا تھا وہ اتر گیا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَصَابَكُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ یَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِیْمَانِ ۚ یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یَكْتُمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٦٦، ١٦٧] ''اور جو مصیبت تمھیں اس دن پہنچی جب دو جماعتیں بھڑیں تو وہ اللہ کے حکم سے تھی اور تا کہ وہ ایمان والوں کو جان لے۔ اور تا کہ وہ ان لوگوں کو جان لے جنھوں نے منافقت کی اور جن سے کہا گیا آؤ اللہ کے راستے میں لڑو، یا مدافعت کرو تو انھوں نے کہا اگر ہم کوئی لڑائی معلوم کرتے تو ضرور تمھارے ساتھ چلتے۔ وہ اس دن اپنے ایمان (کے قریب ہونے) کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے، اپنے مونہوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو وہ چھپاتے ہیں۔''

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ : یعنی اگر اللہ تعالیٰ اس طرح ابتلا و آزمائش کے ذریعے سے لوگوں کے حالات اور ان کے ظاہر و باطن کو نمایاں نہ کرے تو تمھارے پاس کوئی غیب کا علم تو ہے نہیں کہ جس سے تم پر یہ چیزیں منکشف ہو جائیں اور تم جان سکو کہ کون منافق ہے اور کون مومن خالص؟ ارشاد فرمایا: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا﴾ [الجن : ۲۶، ۲۷] ’’(وہ) غیب کو جاننے والا ہے، پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر کوئی رسول، جسے وہ پسند کر لے تو بے شک وہ اس کے آگے اور اس کے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے۔‘‘

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ : یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے، جس کو چاہتا ہے غیب کی جتنی بات چاہتا ہے اس کی اطلاع دے دیتا ہے، جو نہیں چاہتا نہیں بتاتا۔ اب منافقین میں سے بعض کا بتا دیا بعض کا نہیں بتایا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ [التوبة : ۱۰۱] ’’اور ان لوگوں میں سے جو تمھارے ارد گرد بدویوں میں سے ہیں، کچھ منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ میں سے بھی جو نفاق پر اڑ گئے ہیں، تو انھیں نہیں جانتا ہم ہی انھیں جانتے ہیں۔‘‘

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے چنے ہوئے رسولوں کو غیب کی کچھ باتوں کی اطلاع دیتا ہے، جن کی ان کی نبوت کی دلیل کے طور پر ضرورت ہوتی ہے، مگر وہ اس سے عالم الغیب نہیں بنتے، عالم الغیب ایک اللہ ہی کی ذات ہے۔

﴿وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ : یعنی مسلمانوں کا یہ کام نہیں کہ رسول سے اپنی مرضی کی غیب کی باتیں بتانے کا مطالبہ کریں، ان کا کام اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا ہے، اگر وہ ایمان لا کر تقویٰ اختیار کریں گے تو ان کے لیے اجر عظیم ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝ حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا ۝ وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۝ وَّ كَاْسًا دِهَاقًا ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا كِذّٰبًا ۝ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا﴾ [النبا: ۳۱ تا ۳۶] ’’یقیناً پرہیز گاروں کے لیے ایک بڑی کامیابی ہے۔ باغات اور انگور۔ اور ابھری چھاتیوں والی ہم عمر لڑکیاں۔ اور چھلکتے ہوئے پیالے۔ وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ (ایک دوسرے کو) جھٹلانا۔ تیرے رب کی طرف سے بدلے میں ایسا عطیہ ہے جو کافی ہو گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ﴾ [الدخان : ۵۱ تا ۵۵] ’’بے شک متقی لوگ امن والی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ وہ باریک ریشم اور گاڑھے ریشم کا لباس پہنیں گے، اس حال میں کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اسی طرح ہو گا اور ہم ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیں گے، جو بڑی آنکھوں والی ہیں۔ وہ اس میں ہر پھل بے خوف ہو کر منگوا رہے ہوں گے۔‘‘

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ ع ۱۸

''اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی میراث ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پورا باخبر ہے۔''

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جان کی قربانی دینے کی خوب ترغیب دلائی ہے اور یہاں مال کی قربانی پر زور دیا ہے اور بخیلوں کے لیے شدید وعید کا ذکر کیا ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ مال جمع کرنا ان کے لیے نفع بخش ہے، بلکہ یہ تو قیامت کے دن عذابِ الیم کا سبب بنے گا اور طوق بنا کر ان کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۸] ''سنو! تم وہ لوگ ہو کہ تم بلائے جاتے ہو، تاکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، تو تم میں سے کچھ وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ ہی بے پروا ہے اور تم ہی محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمھاری جگہ تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن کئی اندھیرے ہو گا اور بخیلی سے بچو، کیونکہ اس نے تم سے پہلوں کو برباد کر دیا، اس نے ابھار کر انھیں اس بات پر آمادہ کر دیا کہ انھوں نے اپنے خون بہا دیے اور اپنے آپ پر حرام چیزیں حلال کر لیں۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۸]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَ عَذَابِ الْقَبْرِ » ''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں بزدلی سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں بخل سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاؤں اور تیری پناہ مانگتا ہوں دنیا کے فتنے سے اور قبر کے عذاب سے۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب الاستعاذة من أرذل العمر ومن فتنة الدنيا : ۶۳۷۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی میں بدترین خصلت سخت گھبراہٹ میں ڈال

دینے والی حد سے بڑھی ہوئی کنجوسی اور سخت بزدلی ہے۔'' [أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب في الجرأة والجبن : ۲۵۱۱]

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اس کے مال کو ایک گنجے سانپ کی شکل دے دی جائے گی، جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے اور اس کا قیامت کے دن اسے طوق پہنا دیا جائے گا، وہ اسے اس کے دونوں کناروں سے پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔'' پھر آپ نے اس موقع پر اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ ''اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولا یحسبن الذین یبخلون ...... الخ ﴾ : ٤٥٦٥]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو اس کے مال کو گنجے سانپ کی شکل دے دی جائے گی اور وہ اس کا پیچھا کرے گا، یہ اس سے بھاگے گا مگر وہ اس کا پیچھا کرے گا اور کہے گا میں تیرا خزانہ ہوں۔'' پھر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی مصداق قرآن مجید کی اس آیت کو پڑھا: ﴿ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ ''عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا۔'' [مسند أحمد : ۱/ ۳۷۷، ح : ۳۵۷٦۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة آل عمران : ۳۰۱۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی، باب قوله تعالى : ﴿ سيطوقون ما بخلوا به ﴾ : ۱۱۰۸٤]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مال دار اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا تو قیامت کے دن اس کا مال ایک گنجا سانپ بن جائے گا، پھر وہ منہ کھولے ہوئے جہاں کہیں وہ شخص جائے گا اس کا پیچھا کرے گا اور وہ شخص اس سے بھاگے گا۔ اس سے کہا جائے گا یہ تیرا مال ہے جس کے معاملے میں تو بخل کرتا تھا، جب وہ دیکھے گا کہ اس سے چھٹکارا نہیں ملتا تو وہ اپنا ہاتھ اس کے منہ میں داخل کر دے گا، چنانچہ وہ سانپ اونٹ کی طرح اس کے ہاتھ کو چبا ڈالے گا۔'' [مسلم، کتاب الزکوٰة، باب إثم مانع الزکاة : ۹۸۸]

وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : یعنی جب آسمانوں کا، زمین کا اور تمام مال و دولت کا حقیقی وارث اللہ تعالیٰ ہے، تو جس مال کے بظاہر تم وارث بنائے گئے ہو اس میں بخل کیوں کرتے ہو؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴾ [مریم : ٤٠] ''بے شک ہم، ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے اور ان کے بھی جو اس پر ہیں اور وہ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ [الحدید : ۱۰] ’’اور تمھیں کیا ہے تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، جب کہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔‘‘

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۱۸۱ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۱۸۲

’’بلاشبہ یقیناً اللہ نے ان لوگوں کی بات سن لی جنھوں نے کہا بے شک اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں، ہم ضرور لکھیں گے جو انھوں نے کہا اور ان کا نبیوں کو کسی حق کے بغیر قتل کرنا بھی اور ہم کہیں گے جلنے کا عذاب چکھو۔ یہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اس لیے کہ بے شک اللہ بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں۔‘‘

جب سورۂ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی : ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ﴾ تو یہود نے کہا کہ اے محمد ! تیرا رب فقیر ہو گیا ہے، اسی لیے اپنے بندوں سے قرض مانگتا ہے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یہود نے جو بات اللہ کے بارے میں کہی، اس سے بڑھ کر اللہ کے خلاف سرکشی کی مثال کوئی اور نہیں ہو سکتی، اسی لیے وعید شدید کے طور پر اللہ نے فرمایا کہ ان کی یہ بات ہم ان کے خلاف درج کر رہے ہیں، اور وہ تو اس سے پہلے قتل انبیاء جیسے جرم کا ارتکاب بھی کر چکے ہیں۔ ہم انھیں چھوڑیں گے نہیں، قیامت کے دن ہم انھیں کہیں گے کہ اب جہنم کا عذاب چکھو۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ یہ تمھارے کیے کا تمھیں پھل مل رہا ہے، اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ : ارشاد فرمایا : ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۫ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۸۷] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد پے در پے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو واضح نشانیاں دیں اور اسے پاک روح کے ساتھ قوت بخشی۔ پھر کیا جب کبھی کوئی رسول تمھارے پاس وہ چیز لے کر آیا جسے تمھارے دل نہ چاہتے تھے، تم نے تکبر کیا تو ایک گروہ کو جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے۔‘‘

اَلَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾

”جنھوں نے کہا بے شک اللہ نے ہمیں تاکیدی حکم دیا ہے کہ ہم کسی رسول کی بات کا یقین نہ کریں، یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی لائے جسے آگ کھا جائے، کہہ دے بے شک مجھ سے پہلے کئی رسول تمھارے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے اور وہ چیز لے کر بھی جو تم نے کہی ہے، پھر تم نے انھیں کیوں قتل کیا، اگر تم سچے تھے۔ پھر اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو بے شک کئی رسول تجھ سے پہلے جھٹلائے گئے، جو واضح دلیلیں اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔“

اس آیت میں یہودیوں کے ایک دوسرے جھوٹے دعویٰ اور اللہ کی طرف سے اس کی تکذیب کا بیان ہے۔ یہودیوں نے کہا کہ اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اسی کو رسول مانیں اور اسی کی تصدیق کریں کہ جس کی دعا سے آسمان سے ایک آگ اترے جو تمام جمع شدہ صدقات کو چاہے وہ حیوان ہو یا غیر حیوان، جلا ڈالے اور اے محمد! تمھارے ذریعے اس طرح کا معجزہ نہیں ہو سکا، اس لیے ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے، تو اللہ نے کہا کہ اے میرے نبی! آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تمھارے پاس تو مجھ سے پہلے بہت سے انبیاء کھلی نشانیاں لے کر آئے اور وہ معجزہ بھی لے کر آئے جس کا مطالبہ تم مجھ سے کر رہے ہو، پھر اگر تم سچے تھے تو انھیں کیوں قتل کر دیا؟

یہود کے تمسخر اور اعتراضات کا جواب دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ اس قسم کے شبہات پیدا کر کے اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو یہ غم کی بات نہیں، کیونکہ آپ سے پہلے بہت سے انبیاء کے ساتھ وہ یہ سلوک کر چکے ہیں، حالانکہ انھوں نے کھلی نشانیاں پیش کیں اور اللہ کی آیات پڑھ پڑھ کر انھیں سناتے رہے۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ : گزشتہ انبیاء کے زمانہ میں جب کوئی نبی قربانی پیش کرتا تھا تو ایک آگ آتی تھی اور اسے جلا ڈالتی تھی۔ آگ کا اس طریقہ پر آنا اور جلا ڈالنا قبولیت کی علامت ہوتی تھی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نبیوں میں سے ایک نبی نے جہاد کیا اور اس نے اپنی قوم سے کہا کہ میرے ساتھ وہ شخص نہ جائے جس نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو اور وہ اس کے پاس جانا چاہتا ہو اور ابھی گیا نہ ہو، نہ وہ شخص میرے ساتھ جائے جس نے مکان بنائے ہوں لیکن ابھی ان کی چھتیں نہ ڈالی ہوں اور نہ وہ شخص میرے ساتھ جائے جس نے بکریاں یا اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے جننے کا منتظر ہو۔ الغرض! اس نبی نے جہاد کیا، وہ نماز عصر کے وقت یا وقت عصر کے قریب ایک بستی کے پاس پہنچے۔ نبی نے سورج سے کہا تو بھی مامور ہے میں بھی مامور ہوں۔ (پھر اس طرح دعا کی) اے اللہ! سورج کو ہم پر روک دے۔ سورج روک دیا گیا، یہاں تک کہ اللہ نے اس نبی کو فتح عطا فرمائی۔ پھر نبی نے مال غنیمت جمع کیا اور آگ آئی تا کہ اسے جلا ڈالے،

لیکن اس نے نہیں جلایا۔ نبی نے کہا، تم میں خیانت واقع ہوئی ہے، لہٰذا ہر قبیلے کا ایک آدمی مجھ سے بیعت کرے۔ اب ایک شخص کا ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چپک گیا۔ نبی نے فرمایا، خیانت تم لوگوں میں واقع ہوئی ہے، لہٰذا تمھارا قبیلہ مجھ سے بیعت کرے۔ (الغرض جب بیعت ہوئی) دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چپک گئے۔ نبی نے کہا، تم نے خیانت کی ہے۔ پھر وہ لوگ گائے کے سر کے برابر سونے کا ایک سر لے کر آئے اور اسے (مال غنیمت میں) رکھ دیا، پھر آگ آئی تو اس نے اسے جلا ڈالا۔'' [بخاری، کتاب فرض الخمس ، باب قول النبی ﷺ : أحلت لکم الغنائم : ۳۱۲۴]

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے اور تمھیں تمھارے اجر قیامت کے دن ہی پورے دیے جائیں گے، پھر جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔''

بخیلوں کا حال اور ان کا کفر بیان کرنے کے بعد یہاں بتایا کہ دنیا کے جس مال و متاع کے جمع کرنے کے لیے انسان بخل کرتا ہے یہ سب فانی اور نہ باقی رہنے والی چیز ہے اور آخرت کی زندگی ہی باقی اور ابدی ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ آخرت کی فکر کرے اور اس میں کامیابی کے لیے کوشاں رہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ : اللہ تعالیٰ اس مقام پر ایک ایسی خبر دے رہا ہے جو تمام مخلوقات کے لیے ہے اور وہ یہ کہ ہر جان دار نے ایک نہ ایک دن موت کے ذائقے کو چکھنا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۚ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴾ [الرحمٰن : ۲۶، ۲۷] ''ہر ایک جو اس (زمین) پر ہے، فنا ہونے والا ہے۔ اور تیرے رب کا چہرہ باقی رہے گا، جو بڑی شان اور عزت والا ہے۔''

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ : کامیابی درحقیقت جنت میں داخل ہونا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴾ [البروج : ۱۱] ''بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ [الأحزاب : ۷۱] ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔''

وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ : یہ دنیا کی تحقیر و تصغیر ہے کہ یہ گھٹیا اور فانی ہے اور قلیل اور زوال پذیر ہو جانے والی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۶۴] ''اور دنیا کی یہ زندگی نہیں ہے مگر ایک دل لگی اور کھیل، اور بے شک آخری

گھر، یقیناً وہی اصل زندگی ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾ [فاطر : ۵ تا ۷] ”اے لوگو! یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے تو کہیں دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دھوکے باز تمھیں اللہ کے بارے میں دھوکا نہ دے جائے۔ بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے تو اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے گروہ والوں کو صرف اس لیے بلاتا ہے کہ وہ بھڑکتی آگ والوں سے ہو جائیں۔ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کیے ان کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا اور دنیا میں موجود ہر چیز سے بہتر ہے، اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة آل عمران : ۳۰۱۳۔ مستدرك حاكم : ۲۹۹/۲، ح : ۳۱۷۰]

سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں اس طرح ہے جیسے کوئی اپنی انگلی کو سمندر میں ڈبوئے تو وہ دیکھے کہ اس کی انگلی کے ساتھ سمندر کے پانی میں کس قدر کمی آئی ہے۔“ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها ، باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيامة : ۲۸۵۸]

لَتُبْلَوُنَّ فِيْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۸۶

”یقیناً تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔“

یہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں سے ہے کہ آئندہ بھی جان و مال میں تمھاری آزمائش ہوگی اور تمھیں ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنا ہوں گی، جیسے اموال کا تلف ہو جانا، بیمار پڑ جانا وغیرہ۔ اہل کتاب اور مشرکین کی زبانوں سے تمھیں انتہائی دل آزار اور جگر خراش طعن و تشنیع، بے ہودہ گفتگو اور جھوٹے الزامات بھی سننا پڑیں گے، جیسا کہ منافقین نے ہر طرح سے ستایا، کعب بن اشرف یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی ہجو کی۔ مگر ان سب کا علاج یہ ہے کہ تم صبر یعنی ثابت قدمی اور استقلال سے کام لو اور اللہ کا تقویٰ اپنے دلوں میں رکھو، اگر صبر و تقویٰ سے ان آزمائشوں کا مقابلہ کرو

گے تو یہ نہایت ہمت، حوصلہ اور اولو العزمی کا کام ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام ہمیشہ صبر اور تقویٰ سے کام لیتے رہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ : یعنی مومن کی اپنے مال، جان، اولاد یا اہل میں ضرور آزمائش ہوگی، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٥٥ تا ١٥٧] ”اور یقیناً ہم تمھیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔“

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ ...... عَزْمِ الْاُمُوْرِ : یہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرمایا تھا جب مومن مدینہ میں آئے اور ابھی تک واقعہ بدر پیش نہیں آیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں مشرکوں اور اہل کتاب کی طرف سے پہنچنے والی ایذا کے بارے میں تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تم اہل کتاب سے بہت سی تکلیف دہ باتوں کو سنو گے، تم پر آوازے کسے جائیں گے، تمھارا مذاق اڑایا جائے گا، تمھیں طعنے دیے جائیں گے اور تم کو برا بھلا کہا جائے گا۔ لہٰذا تمھیں ان سب باتوں کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ تمسخر کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا: ﴿ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [البقرة : ٢١٢] ”ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، دنیا کی زندگی خوشنما بنا دی گئی ہے اور وہ ان لوگوں سے مذاق کرتے ہیں جو ایمان لے آئے، حالانکہ جو لوگ ڈر گئے وہ قیامت کے دن ان سے اوپر ہوں گے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔“ طعن و تشنیع کے سلسلہ میں فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴾ [الأنعام : ٥٣] ”اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کی بعض کے ساتھ آزمائش کی ہے، تاکہ وہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہمارے درمیان میں سے احسان فرمایا ہے؟ کیا اللہ شکر کرنے والوں کو زیادہ جاننے والا نہیں؟“

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گدھے پر سوار ہوئے، جس پر اس وقت شہر فدک کی بنی ہوئی موٹی چادر تھی اور آپ نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا۔ آپ کا مقصد بنو حارث بن خزرج میں جا کر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنا تھا اور یہ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ کا گزر ایک ایسی مجلس کے پاس سے ہوا جس میں عبداللہ بن ابی

ابن سلول بھی بیٹھا تھا، اس نے ابھی اپنے اسلام کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس مجلس میں مسلمان، بت پرست، مشرک اور یہودی ہر قسم کے لوگ موجود تھے، اس مجلس میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ جب جانور کے چلنے کی وجہ سے کچھ گرد و غبار مجلس والوں پر پڑا تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک کو اپنی چادر سے چھپاتے ہوئے کہا کہ ہم پر گرد نہ اڑاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سلام کہا اور آپ کچھ دیر کے لیے وہاں رک گئے، پھر سواری سے نیچے اتر آئے اور حاضرین مجلس کو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دینے لگے اور قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا۔ عبداللہ بن ابی کہنے لگا، اے شخص! جو کلام آپ نے پڑھ کر سنایا ہے، اس سے عمدہ کوئی کلام نہیں ہو سکتا، اگرچہ یہ کلام بہت اچھا ہے، مگر پھر بھی ہماری مجلسوں میں آ کر ہمیں ایذا نہ دیا کرو، بلکہ اپنے گھر واپس جاؤ اور جو شخص تمھارے پاس آئے تو اسے پڑھ کر سناؤ۔ یہ سن کر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ ہماری مجلسوں میں یہ پیغام لے کر ضرور تشریف لائیں، ہم آپ کی تشریف آوری کو بہت پسند کرتے ہیں۔ اس سے مسلمانوں، مشرکوں اور یہودیوں میں گالی گلوچ شروع ہو گئی، حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہو جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں ٹھنڈا کرتے رہے، حتیٰ کہ وہ سب خاموش ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانور پر سوار ہوئے اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: ”سعد! کیا تم نے سنا نہیں کہ ابوحباب نے کیا کہا ہے؟“ آپ کا اشارہ عبداللہ بن ابی کی طرف تھا اور فرمایا: ”اس نے فلاں فلاں بات کہی ہے۔“ سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ اسے معاف کر دیں اور درگزر فرمائیں، اس ذات کی قسم، جس نے آپ پر کتاب کو نازل فرمایا ہے! اس شہر والوں نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ وہ اسے تاج پہنائیں اور اپنا سربراہ بنا لیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس حق کے ذریعے جو آپ کو اس نے عطا کیا ہے، اس باطل کو روک دیا، تو یہ غصے سے تلملا اٹھا اور آپ نے جو مشاہدہ فرمایا ہے، یہ اسی غصے کا اظہار ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا، تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشرکوں اور اہل کتاب کو معاف فرما دیا کرتے تھے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی ایذا پر صبر کر لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا ﴾ [آل عمران : ١٨٦] ”اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے۔“ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ﴾ [البقرۃ : ١٠٩] ”بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق خوب واضح ہو چکا۔ سو تم معاف کرو اور درگزر کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو ہمیشہ معاف فرما دیا کرتے تھے، حتیٰ کہ

اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں جہاد کا حکم نازل فرما دیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر لڑی اور اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے سرداران قریش کو میدان بدر میں واصل جہنم کر دیا تو عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے مشرک اور بت پرست ساتھیوں نے کہا یہ امر تو اب غالب آ گیا ہے، لہٰذا انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کر کے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر دیا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولتسمعن من الذين ...... الخ ﴾ : ٤٥٦٦۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب في دعاء النبي ﷺ وصبره على أذى المنافقين : ١٧٩٨]

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ ٞ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

’’اور جب اللہ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا جنھیں کتاب دی گئی کہ تم ہر صورت اسے لوگوں کے لیے صاف صاف بیان کرو گے اور اسے نہیں چھپاؤ گے تو انھوں نے اسے اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت لے لی۔ سو برا ہے جو وہ خرید رہے ہیں۔‘‘

اس میں اہل کتاب کو زجر و توبیخ کی جا رہی ہے کہ ان سے اللہ نے یہ عہد لیا تھا کہ کتاب الٰہی (تورات اور انجیل) میں جو باتیں درج ہیں اور آخری نبی کی جو صفات ہیں، انھیں لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور انھیں چھپائیں گے نہیں، لیکن ان لوگوں نے دنیا کے تھوڑے سے مفاد کے لیے اللہ کے اس عہد کو پسِ پشت ڈال دیا۔ قیامت والے دن ایسے لوگوں کو جہنم کی آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ ٞ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ : اہل کتاب کے اس عہد و میثاق کو توڑ کر حق کو چھپانے اور اس کے ذریعے دنیا کمانے کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَ اِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾ وَ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَ لَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۠ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؗ وَّ اِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ٤٠ تا ٤٢] ’’اے بنی اسرائیل! میری نعمت یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور تم میرا عہد پورا کرو، میں تمھارا عہد پورا کروں گا اور صرف مجھی سے پس ڈرو۔ اور اس پر ایمان لاؤ جو میں نے اتارا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمھارے پاس ہے اور تم سب سے پہلے اس سے کفر کرنے والے نہ بنو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت مت لو اور صرف مجھی سے پس ڈرو۔ اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور نہ حق کو چھپاؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔‘‘

مروان نے اپنے دربان سے کہا کہ اے رافع! ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ اور ان سے یہ دریافت کرو کہ اگر ہر شخص

کو اس وجہ سے عذاب دیا جائے گا کہ وہ اپنے کام پر خوش ہوتا ہے اور جو اس نے نہیں کیا وہ چاہتا ہے کہ اس پر اس کی تعریف کی جائے، تو پھر کیا ہم سب کو عذاب دیا جائے گا؟ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس آیت سے تمھارا (مسلمانوں کا) کیا تعلق (یہ تو اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی تھی)؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلایا اور ان سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اسے آپ سے چھپایا اور اس کے بجائے کچھ اور بتا دیا اور پھر بھی اس بات کے خواہش مند رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے جواب میں جو کچھ انھوں نے بتایا ہے اس پر ان کی تعریف کی جائے اور ادھر اصل حقیقت کو چھپا کر بھی بڑے خوش تھے۔ پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان آیات کی تلاوت کی: ﴿ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا ﴾ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لا تحسبن الذين يفرحوا بما أتوا ﴾ : ٤٥٦٨۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين وأحكامهم : ٢٧٧٨]

اس آیت میں ضمناً عام مسلمان علماء کو بھی یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ حق بات کو جانتے بوجھتے چھپانے کے جرم کا ارتکاب نہ کریں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس سے علم کے بارے میں پوچھا گیا اور اس نے اسے چھپایا تو اسے قیامت کے دن جہنم کی آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔'' [ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء في كتمان العلم : ٢٦٤٩۔ ابن ماجه، المقدمة، باب من سئل عن علم فكتمه : ٢٦٦۔ مستدرك حاكم : ١/ ٢٠٢، ح : ٣٤٩ عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنهما]

فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ : دنیا کا فائدہ حاصل کرنے کے لیے عہد توڑنے کی برائی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ١٧٤] ''بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب میں سے اتارا ہے اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھا رہے اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن بات کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ
بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝١٨٨ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝١٨٩ ع ١٩/١٠

''ان لوگوں کو ہرگز خیال نہ کر جو ان (کاموں) پر خوش ہوتے ہیں جو انھوں نے کیے اور پسند کرتے ہیں کہ ان کی تعریف

ان (کاموں) پر کی جائے جو انھوں نے نہیں کیے، پس تو انھیں عذاب سے بچ نکلنے میں کامیاب ہرگز خیال نہ کر اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اس آیت میں ایسے لوگوں کے لیے سخت وعید ہے جو صرف اپنے کارناموں پر خوش نہیں ہوتے، بلکہ چاہتے ہیں کہ ان کے کھاتے میں وہ کارنامے بھی درج یا ظاہر کیے جائیں جو انھوں نے نہیں کیے ہوتے۔ یہ بیماری جیسے عہد رسالت کے بعض لوگوں میں تھی اسی طرح آج بھی جاہ پسند قسم کے لوگوں اور پروپیگنڈے کے ذریعے سے بننے والے لیڈروں میں عام ہے۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے لیے تشریف لے جاتے تو بعض منافقین آپ کے ساتھ نہ جاتے اور آپ کے جانے کے بعد (اپنے گھروں میں) بیٹھے رہنے سے وہ بہت خوش ہوا کرتے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لاتے تو عذر اور بہانے پیش کرتے اور (ان عذر اور بہانوں پر) قسم کھاتے اور چاہتے کہ اس کام پر ان کی تعریف کی جائے جو انھوں نے نہیں کیا، چنانچہ اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [بخاري، كتاب التفسير، باب : ﴿ ولا تحسبن الذين يفرحوا بما أتوا ﴾ : ٤٥٦٧ـ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين وأحكامهم : ٢٧٧٧]

مگر یہ حکم اہل کتاب اور سب مسلمانوں کے لیے ہے کہ جو بھی خوشامد پسند ہوگا اور اس قسم کا ذہن رکھے گا، اس کے لیے وہ وعید ہے جو اس آیت میں مذکور ہے۔

مروان نے اپنے دربان سے کہا کہ اے رافع! ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ اور ان سے یہ دریافت کرو کہ اگر ہر شخص کو اس وجہ سے عذاب دیا جائے گا کہ وہ اپنے کام پر خوش ہوتا ہے اور جو اس نے نہیں کیا وہ چاہتا ہے کہ اس پر اس کی تعریف کی جائے، تو پھر کیا ہم سب کو عذاب دیا جائے گا؟ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس آیت سے تمھارا (مسلمانوں کا) کیا تعلق (یہ تو اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی تھی)؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلایا اور ان سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اسے آپ سے چھپایا اور اس کے بجائے کچھ اور بتا دیا اور پھر بھی اس بات کے خواہش مند رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے جواب میں جو کچھ انھوں نے بتایا ہے اس پر ان کی تعریف کی جائے اور ادھر اصل حقیقت کو چھپا کر بھی بڑے خوش تھے۔ پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان آیات کی تلاوت کی: ﴿ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا ﴾ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ لا تحسبن الذين يفرحوا بما أتوا ﴾ : ٤٥٦٨ـ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين وأحكامهم : ٢٧٧٨]

اِنَّ فِيۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۰﴾

’’بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔‘‘

یعنی جو لوگ زمین و آسمان کی تخلیق اور کائنات کے دیگر اسرار و رموز پر غور کرتے ہیں، انھیں کائنات کے خالق اور اس کے اصل فرماں روا کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اتنی طویل و عریض کائنات کا یہ لگا بندھا نظام، جس میں ذرا خلل واقع نہیں ہوتا، یقیناً اس کے پیچھے ایک ذات ہے جو اسے چلا رہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ نظام فلکی اور اس کی تفصیلات، چاند، سورج، ستاروں کی تعداد، ان کے درمیانی فاصلے، ان کے باہمی تعلقات و تاثرات، ان کی گردشوں کی پیمائش، گرہن کے اسباب و اوقات، ان کے طلوع و غروب اور نور و حرارت وغیرہ کے قاعدے و ضابطے، اس قسم کی تفصیلات سے علم ہیئت کی کتابوں کے دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ رہی زمین تو اس کی شکل وصورت، اس کی پیمائش، اس کے پہاڑ اور سمندر، اس کی معدنیات، اس کی کشش، اس کی ہواؤں اور موسموں کے تغیرات وغیرہ کے لیے تو کوئی ایک پورا فن بھی کافی نہ ہوا، بلکہ جغرافیہ، فزیکل جغرافی، جیالوجی، فزیالوجی، میٹرالوجی، آرکیالوجی، اللہ جانے؟ کتنے فنون پر فنون نکلتے چلے آ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی کاریگری کے اندازے اور تخمینے ختم ہونے میں نہیں آ رہے۔

لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الۡاَلۡبَابِ : یعنی جو عقل مند ہیں وہ اشیا کا ان کے حقائق کے ساتھ ادراک کر لیتے ہیں اور وہ ان گونگوں اور بہروں کی طرح نہیں ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے اور جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ يَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهَا وَهُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُوۡنَ ۝ وَمَا يُؤۡمِنُ اَكۡثَرُهُمۡ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمۡ مُّشۡرِكُوۡنَ ﴾ [یوسف : ۱۰۵، ۱۰۶] ’’اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے گزرتے ہیں اور وہ ان سے بے دھیان ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، مگر اس حال میں کہ وہ شریک بنانے والے ہوتے ہیں۔‘‘

اولو الباب: لیکن اب ’’ اُو لُوا الۡاَ لۡبَابُ ‘‘ کی بجائے غیر مسلم قومیں ان چیزوں پر غور میں مصروف ہیں اور چونکہ ان کا ہدف حصولِ دنیا ہے، اس لیے دنیا کے بے شمار فائدے حاصل کر رہے ہیں، بلکہ انھی فنون کے ذریعے انھوں نے مسلمانوں کو مغلوب کر رکھا ہے۔ ہدف کی غلطی کی وجہ سے انھیں ذات باری کی وحدانیت کو سمجھنے کی توفیق بھی نہیں ہوئی۔ کاش! مسلمان ان میں پوری طرح حصہ لیتے تو یہ سارے علوم دین کی سر بلندی اور توحید کی دعوت کا زبردست ذریعہ بنتے اور دنیا پر غلبے کے کام آتے۔

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

”وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔“

یعنی وہ اولوالالباب اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور کبھی اس کی یاد سے غافل نہیں ہوتے اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کر کے اس یقین تک پہنچ جاتے ہیں کہ ان سب کا کوئی خالق ضرور ہے۔ پھر بڑے خشوع و خضوع اور تعظیم کے ساتھ پکار اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے انھیں بے کار پیدا نہیں کیا، تو تمام عیوب سے پاک ہے، تو ہمیں عذابِ نار سے بچا۔

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ : جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھ لو۔“ [بخاری، کتاب التقصیر، باب إذا لم يطق قاعدًا صلى على جنب : ۱۱۱۷]

وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ : یعنی زمین و آسمان کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ نے جو حکمت رکھی ہے وہ اس پر غور و فکر کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ ﴾ [الأحقاف : ۳] ”ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہے حق اور مقررہ میعاد ہی کے ساتھ پیدا کیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ۱۶] ”اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، کھیلتے ہوئے نہیں بنایا۔“

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا : اس میں مادہ پرستوں اور دہریوں کا رد ہے، جو کائنات کو محض اتفاق کا نتیجہ سمجھتے ہیں، یعنی اولوالالباب جب غور و فکر کرتے ہیں تو ان پر یہ حقیقت کھلتی ہے کہ کائنات کا یہ سارا نظام اللہ تعالیٰ نے یونہی بے مقصد پیدا نہیں کیا، بلکہ اس کے پیچھے یہ مقصد کارفرما ہے کہ اگر انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرے تو اجر و ثواب پائے اور اگر نافرمانی کرے تو آخرت میں عذاب بھگتے، اس لیے وہ آگ سے محفوظ رہنے کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس بسر کی تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ کچھ دیر باتیں کیں اور پھر آپ استراحت فرمانے لگے۔ جب رات کا آخری تہائی حصہ ہوا تو آپ اٹھ بیٹھے، آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور آپ یہ آیت تلاوت فرمانے لگے: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾ پھر آپ کھڑے ہوئے، وضو فرمایا، مسواک کی اور گیارہ رکعات ادا فرمائیں۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی تو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں، پھر گھر سے تشریف لے آئے اور لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ إن في خلق السمٰوٰت ...... الخ ﴾ : ٤٥٦٩۔ مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی ﷺ ودعائه باللیل : ٧٦٣]

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾

”اے ہمارے رب! بلاشبہ تو جسے آگ میں ڈالے سو یقیناً تو نے اسے رسوا کر دیا اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔“

یہاں اہانت سے مراد روزِ محشر سب کے سامنے تذلیل واہانت ہے۔ جس دن ظالموں کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ اصحابِ عقل و دانش اس دن کی ذلت و رسوائی سے پناہ مانگتے ہیں۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾

”اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک آواز دینے والے کو سنا، جو ایمان کے لیے آواز دے رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب! پس ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ فوت کر۔“

دعا کا یہ انداز اللہ تعالیٰ کے لیے کمالِ خشوع و خضوع اور قبولیت دعا کے لیے بہت زیادہ رغبت کے اظہار کے لیے ہے اور منادی سے مراد نبی کریم ﷺ کی ذات ہے اور لفظ منادی کا استعمال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پکار پکار کر پوری تندہی اور جانفشانی کے ساتھ اسلام کی دعوت لوگوں کے سامنے پیش کر دی۔

رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

”اے ہمارے رب! اور ہمیں عطا فرما جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، بے شک تو وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔“

اے اللہ! رسولوں کی زبانی تو نے جو وعدہ کیا تھا کہ جو تجھ پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لائے گا انھیں تو اچھا بدلہ دے گا اور قیامت کے دن اپنے نبی کو اور مومنوں کو رسوا نہیں کرے گا، تو آج میری دعا قبول فرما لے اور قیامت کے دن مجھے رسوا نہ کرنا۔ پس کلمہ ﴿ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴾ سے مقصد عاجزی، خشوع اور بندگی کا اظہار ہے نہ کہ اس کا مطالبہ، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی تو محال ہے، پھر مومن اس کا تصور کیسے کر سکتے ہیں؟

دعا اور اس کی قبولیت کا یہ وعدہ ایمان اور عمل صالح پر ہے، دعا میں اس کا وسیلہ بھی پیش کر سکتے ہیں، جیسا کہ غار میں پھنس جانے والے تین آدمیوں نے کیا تھا۔ البتہ دعا کی قبولیت کے لیے کسی نیک ہستی کو وسیلہ بنانا کہ یا اللہ! فلاں کے طفیل میری یہ مشکل حل فرما دے، قرآن و حدیث میں مذکور دعاؤں کے خلاف ہے، ہاں کسی زندہ آدمی سے دعا کروا سکتا ہے، یہ سنت سے ثابت ہے۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

”تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی کہ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت، تمھارا بعض بعض سے ہے۔ تو وہ لوگ جنھوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور انھیں میرے راستے میں ایذا دی گئی اور وہ لڑے اور قتل کیے گئے، یقیناً میں ان سے ان کی برائیاں ضرور دور کروں گا اور ہر صورت انھیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، اللہ کے ہاں سے بدلے کے لیے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا بدلہ ہے۔“

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ : اس آیت کریمہ میں اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ ان مومنوں کی دعا اللہ نے قبول کر لی اور انھیں بشارت دی کہ میں اپنے کسی نیک بندے کا عمل ضائع نہیں کرتا، چاہے مرد ہو یا عورت۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں ہجرت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کو عورتوں کا کچھ بھی ذکر کرتے نہیں سنتی۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ﴾ ”بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت، تمھارا بعض بعض سے ہے۔“ [مستدرك حاكم : ۳۰۰/۲، ح : ۳۱۷۴۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة النساء : ۳۰۲۳۔ مسند الحمیدی : ۱۴۴/۱، ح : ۳۰۱]

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ : یعنی جنھوں نے دین کی خاطر اپنی خوشی سے ہجرت کی، اپنے وطن اور مال و منال کو خیر باد کہہ کر مدینہ منورہ پہنچ گئے اور وہ لوگ جن پر کفار نے ظلم و ستم ڈھائے، انھیں سخت اذیتیں دے کر گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیا، کسی طرح چین سے نہ بیٹھنے دیا اور محض اس لیے تکالیف کا نشانہ بنایا کہ انھوں

نے دین اسلام کی راہ اختیار کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ ﴾ [الممتحنة : ١] ''وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴾ [البروج : ٨] ''اور انھوں نے ان سے اس کے سوا کسی چیز کا بدلہ نہیں لیا کہ وہ اس اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جو سب پر غالب ہے، ہر تعریف کے لائق ہے۔''

وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ : سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی فضیلت بیان کی تو ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ فرمائیں کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جاؤں، تو کیا اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرما دے گا؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! اگر تو صبر کرتے ہوئے، حصول ثواب کی نیت سے پیش قدمی کرتے ہوئے اور پشت نہ پھیرتے ہوئے قتل کر دیا جائے (تو یہ اجر تیرے لیے ہے)۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''تم نے کیا بات کہی تھی؟'' اس نے اپنی بات دہرائی تو آپ نے فرمایا: ''ہاں، اللہ تعالیٰ قرض کے سوا تمھارے باقی سب گناہوں کو معاف فرما دے گا، مجھ سے یہ بات جبریل نے (ابھی) کہی ہے۔'' [مسلم ، كتاب الإمارة، باب من قتل في سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدين : ١٨٨٥]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا، وہ فقرا مہاجرین ہوں گے، جو فقر و فاقہ کے باوجود نافرمانیوں سے بچتے رہے۔ جب ان کو حکم دیا جاتا تو وہ سنتے اور اطاعت کرتے تھے۔ اگر ان میں سے کسی کو امیر کے ساتھ کوئی حاجت یا ضرورت ہوتی تو اس کی حاجت پوری نہ ہوتی، حتیٰ کہ اسے اس حال میں موت آ جاتی۔ بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کو بلائے گا، وہ اپنی تمام تر رنگینیوں کے ساتھ آئے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، میرے وہ بندے کہاں ہیں جنھوں نے میرے راستے میں قتال کیا، میرے راستے میں ان کو تکالیف پہنچیں اور انھوں نے جہاد کیا۔ جاؤ! تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ صورت حال دیکھ کر فرشتے دربار الٰہی میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہم دن رات تیری تسبیح کرتے رہے اور تیری پاکی بیان کرتے رہے، تو یہ کون لوگ ہیں جن کو نے ہمارے اوپر ترجیح دے دی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ وہ لوگ ہیں جو میرے راستے میں لڑے اور تکلیفیں برداشت کیں۔ پس فرشتے جنت کے ہر دروازے سے ان کے پاس حاضر ہوں گے اور کہیں گے: ﴿ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [الرعد : ٢٤] ''سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔'' [مستدرك حاكم : ٢/ ٧١، ٧٢، ح : ٢٣٩٣]

عامر بن سعد رحمہ اللہ اپنے باپ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے، صف کے قریب پہنچ کر اس نے کہا، اے اللہ! تو مجھے وہ افضل چیز عطا فرما جو تو اپنے نیکو کار بندوں کو ع

کرتا ہے۔ پس جب نبی اکرم ﷺ نے نماز مکمل کی تو فرمایا: ''ابھی ابھی کون بات کر رہا تھا؟'' اس آدمی نے کہا، میں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: ''تب تیرے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی جائیں گی اور تو اللہ کے راستہ میں شہید ہو گا۔''

[مستدرك حاكم : ٧٤/٢، ح : ٢٤٠٢۔ ابن حبان : ٤٦٤٠۔ ابن خزيمة : ٢٣١/١، ح : ٤٥٣]

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۱۹۶

''تجھے ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے جنھوں نے کفر کیا۔''

فرمایا کہ کافر اللہ کی یاد سے غافل ہو کر دنیا کے گوشے گوشے میں تجارتی سفروں میں جاتے ہیں، تاکہ خوب دولت اکٹھی کریں۔ اللہ نے کہا کہ اس سے آپ کو اور مسلمانوں کو دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے، یہ تو عارضی فائدہ ہے جو آخرت کے اجر و ثواب کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٥٥، ٥٦] ''کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال اور بیٹوں میں سے جن چیزوں کے ساتھ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ ہم انھیں بھلائیاں دینے میں جلدی کر رہے ہیں، بلکہ وہ نہیں سمجھتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ [طٰہٰ : ١٣١] ''اور اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف ہرگز نہ اٹھا جو ہم نے ان کے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کی زینت کے طور پر برتنے کے لیے دی ہیں، تاکہ ہم انھیں اس میں آزمائیں اور تیرے رب کا دیا ہوا سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نیکی کے معاملہ میں مومن کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا، اس کو اس نیکی کا بدلہ دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں بھی اور کافر جو نیکیاں اللہ کے لیے کرتا ہے اس کا بدلہ اسے دنیا ہی میں پورا پورا دے دیا جاتا ہے، پھر جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کی کوئی نیکی باقی نہیں ہو گی کہ جس کا بدلہ اسے دیا جائے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة : ٢٨٠٨]

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ۱۹۷

''تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا بچھونا ہے۔''

یعنی یہ دنیا کے وسائل، آسائشیں اور سہولتیں بظاہر کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، درحقیقت متاعِ قلیل ہیں، کیونکہ بالآخر انھیں فنا ہونا ہے اور ان کے بھی فنا ہونے سے پہلے وہ حضرات خود فنا ہو جائیں گے جو ان کے حصول کی کوششوں میں اللہ کو بھی فراموش کیے رکھتے ہیں۔ یہ آیت اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾ [یونس :

[۶۹، ۷۰] ''کہہ دے بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر ہم انھیں بہت سخت عذاب چکھائیں گے، اس کی وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔''
اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴾ [القصص : ٦١] ''تو کیا وہ شخص جسے ہم نے وعدہ دیا اچھا وعدہ، پس وہ اسے ملنے والا ہے، اس شخص کی طرح ہے جسے ہم نے سامان دیا، دنیا کی زندگی کا سامان، پھر قیامت کے دن وہ حاضر کیے جانے والوں سے ہے۔''

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾

الثلثة

''لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں، اللہ کے پاس سے مہمانی کے طور پر اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے بہتر ہے۔''

مقصد یہ ہے کہ کفار کے شہروں میں تجارتی کاروبار، ان کی خوشحالی اور مال و دولت کی فراوانی دیکھ کر مسلمانوں کے دلوں میں کسی قسم کا حزن و ملال نہیں آنا چاہیے اور نہ ان کو نا امیدی کا شکار ہونا چاہیے۔ گو دنیا میں ان کے پاس دولت کے انبار اور رزق کی فراوانی نہ رہی ہو گی، مگر وہ اللہ کے مہمان ہوں گے، جو تمام کائنات کا خالق و مالک ہے اور وہاں ان نیک لوگوں کو جو اجر و صلہ ملے گا وہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ہو گا جو دنیا میں کافروں کو عارضی طور پر ملتا ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ بان کی ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، آپ اور چٹائی کے درمیان بستر نہیں تھا۔ بان نے آپ کے پہلو پر نشان ڈال دیے تھے۔ آپ چمڑے کے ایک تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے جس میں چھال بھری ہوئی تھی ...... سو میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ آپ کی امت کو فراخی عطا فرمائے۔ بے شک روم اور فارس والوں کو فراخی دی گئی ہے اور انھیں دنیا دی گئی ہے، حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے، آپ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے (لیکن اب) آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، سو فرمایا: ''اے ابن خطاب! کیا تو بھی ان چیزوں میں رغبت رکھتا ہے؟ بے شک یہ تو وہ لوگ ہیں کہ ان کی بھلائی انھیں اسی دنیا کی زندگی میں جلدی دے دی گئی ہے۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب موعظۃ الرجل ...... الخ : ۵۱۹۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے (ان کا تذکرہ) سنا اور نہ کسی آدمی کے دل میں ان کا خیال گزرا اور وہ ایسی چیزیں ہیں کہ ان کے سامنے وہ چیزیں جن کی تمھیں خبر دی گئی ہے چنداں حیثیت

نہیں رکھتیں۔'' بعدازاں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدة : ١٧] ''پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿فلا تعلم نفس ما أخفي لهم من قرة أعين ﴾ : ٤٧٧٩، ٤٧٨٠]

معلوم ہوا کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے اور وہ مسلمانوں کے لیے ہے، کافر اس دن جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے۔

وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

''اور بلاشبہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ یقیناً ایسے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر بھی جو تمھاری طرف نازل کیا گیا اور جو ان کی طرف نازل کیا گیا، اللہ کے لیے عاجزی کرنے والے ہیں، وہ اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں لیتے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور جو اس نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے، اس پر بھی صحیح صحیح ایمان رکھتے ہیں اور سابقہ آسمانی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے خشوع و خضوع، اطاعت و بندگی اور عجز و انکسار کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو بشارتیں ہیں اور آپ کے اوصافِ حمیدہ، آپ کی بعثت اور آپ کی امت کی صفات کا جو ذکر ہے اسے چھپاتے نہیں۔ یہ صفات یہود میں بہت کم تھیں، علمائے یہود میں سے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جیسے ان صفات کے حامل چند لوگ تھے اور ان کی تعداد دس سے زیادہ نہ تھی۔ البتہ عیسائیوں میں سے بہت سے لوگوں نے ایمان قبول کیا، جن میں اصحمہ نجاشی بادشاہ حبشہ بھی شامل تھے۔

وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ ...... ثَمَنًا قَلِيْلًا : یہ اہل کتاب کے بہترین اور منتخب لوگ ہیں، خواہ یہ یہودی ہوں یا عیسائی، اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَ هُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ مَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١١٣ تا ١١٥] ''وہ سب برابر نہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے والی ہے،

جورات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ صالحین سے ہیں۔ اور وہ جو نیکی بھی کریں اس میں ان کی بے قدری ہرگز نہیں کی جائے گی اور اللہ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے۔'' یہ صفات یہودیوں کے بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ علمائے یہود میں سے سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جیسے ان صفات کے حامل چند لوگ ہی تھے اور ان کی تعداد دس سے زیادہ نہ تھی۔ البتہ عیسائیوں میں بہت سے لوگ تھے جنھوں نے حق کو قبول کر کے راہِ ہدایت کو اختیار کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَاۗءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [المائدة : ۸۲ تا ۸۵] ''یقیناً تو ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں، سب لوگوں سے زیادہ سخت عداوت رکھنے والے یہود کو اور ان لوگوں کو پائے گا جنھوں نے شریک بنائے ہیں اور یقیناً تو ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں، ان میں سے دوستی میں سب سے قریب ان کو پائے گا جنھوں نے کہا بے شک ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لیے کہ بے شک ان میں علماء اور راہب ہیں اور اس لیے کہ بے شک وہ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا ہے تو دیکھتا ہے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی ہوتی ہیں، اس وجہ سے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔ اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ (پر) اور اس چیز پر ایمان نہ لائیں جو حق میں سے ہمارے پاس آئی ہے اور یہ طمع نہ رکھیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ داخل کرے گا۔ تو اللہ نے اس کے بدلے میں جو انھوں نے کہا، انھیں ایسے باغات دیے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی نیکی کرنے والوں کی جزا ہے۔''

اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ : سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ان کی وفات کی خبر دی اور فرمایا: ''تمھارے ایک بھائی (اصحمہ) کا انتقال ہو گیا ہے، لہٰذا اٹھو اور اس کی نماز جنازہ ادا کرو۔'' [بخاری، كتاب مناقب الأنصار، باب موت النجاشي : ۳۸۷۷۔ مسلم، كتاب الجنائز، باب في التكبير على الجنازة : ۹۵۳]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین قسم کے آدمیوں کو دوگنا اجر و ثواب عطا کیا جاتا ہے، ایک وہ جو اہل کتاب میں سے تھا، وہ اپنے نبی کے ساتھ بھی ایمان لایا اور پھر

پر بھی ایمان لایا۔'' [بخاری، کتاب الجھاد و السیر، باب فضل من أسلم من أھل الکتابین : ۳۰۱۱۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ : ۱۵٤]

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱصْبِرُوا۟ وَصَابِرُوا۟ وَرَابِطُوا۟ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٢٠٠﴾ ع ۲۰

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو اور مقابلے میں جمے رہو اور مورچوں میں ڈٹے رہو اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تین باتوں کی نصیحت کی ہے جو ہر طرح کی سعادت اور نیک بختی کا ذریعہ ہیں، پہلی نصیحت صبر کی ہے کہ بندۂ مومن گناہوں سے اجتناب کرے، مصائب پر صبر کرے اور ان اوامر کے بجا لانے اور نواہی سے اجتناب کرے جن کا اللہ نے حکم دیا اور صبر کی اس صفت پر مداومت اختیار کرے۔ دوسری صفت یہ ہے کہ اللہ کے دین اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے مورچہ بند رہے اور تیسری صفت یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ سے ڈرتا رہے۔ آخر میں فرمایا کہ کامیابی اور فلاحِ دارین کا یہی ذریعہ ہے۔

<u>يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱصْبِرُوا۟ وَصَابِرُوا۟ وَرَابِطُوا۟</u> : دشمنوں سے مقابلہ کے لیے جہاد کے مورچوں پر ڈٹے رہنا رباط کہلاتا ہے۔

غزوۂ احد میں بعض مسلمانوں نے اس مورچے کو چھوڑ دیا جہاں رسول اللہ ﷺ نے ان کو متعین کیا تھا، چونکہ ان کی اس نافرمانی کی وجہ سے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آخر میں پھر اسی بات پر زور دیا کہ مورچوں پر جمے رہا کرو، آئندہ کبھی مورچوں کو نہ چھوڑنا۔ وہیں رہ کر دشمن کے حملے کو روکو۔ میدانِ جنگ اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرو۔ بہت سی احادیث میں اس کی ترغیب اور اس پر بہت زیادہ ثواب ملنے کا بھی ذکر ہے۔ سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں ایک دن (سرحدوں پر) پہرا دینا دنیا اور جو کچھ دنیا میں موجود ہے اس سب سے بہتر ہے۔'' [بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب فضل رباط یوم فی سبیل اللہ وقول اللہ عزوجل : ﴿ یأیھا الذین آمنوا اصبروا ...... الخ ﴾ : ۲۸۹۲]

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں ایک دن اور ایک رات پہرا دینا ایک مہینے کے صیام و قیام سے بہتر ہے اور اگر اس حالت میں مجاہد فوت ہو گیا تو اس کا وہ عمل جاری رہے گا جو عمل وہ کیا کرتا تھا اور اس کے مطابق اس کا رزق بھی جاری رہے گا، نیز وہ آزمائش سے بھی محفوظ رہے گا۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الرباط فی سبیل اللہ : ۱۹۱۳]

سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر میت کے عمل کو ختم کر دیا جاتا ہے، سوائے اس کے جو اللہ کے راستے میں پہرا دیتے ہوئے فوت ہوا ہو، اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنے سے

بھی محفوظ رہتا ہے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب فی فضل الرباط : ۲۵۰۰۔ ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل من مات مرابطًا : ۱۶۲۱]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''دو آنکھیں ایسی ہیں کہ جن کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر سے رو پڑی اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں رات کو پہرا دیتے ہوئے بیدار رہی۔'' [ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل الحرس فی سبیل اللہ : ۱۶۳۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دینار و درہم کا بندہ اور کپڑے کا بندہ تباہ و برباد ہو گیا کہ اگر اسے دیا جائے تو وہ خوش ہو جائے اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائے، ایسا شخص تباہ و برباد ہو، پھر تباہ و برباد ہو اور اگر اسے کانٹا چبھے تو نکالا نہ جائے اور اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام اللہ کے راستے میں پکڑے ہوئے ہو، اس کے سر کے بال بکھرے ہوں اور پاؤں غبار آلود ہوں، اگر اسے پہرے داروں میں رکھا جائے تو وہ پہرے داروں میں رہے اور اگر اسے لشکر کے پچھلے حصے میں رکھا جائے تو وہ پچھلے لوگوں میں رہ جائے اور اگر وہ اجازت طلب کرے تو اسے اجازت نہ دی جائے اور اگر وہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد و السیر ، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل اللہ : ۲۸۸۷]

''مرابطہ'' کے معنی ہیں عبادت میں ہمیشگی کرنا اور ثابت قدمی سے جم جانا۔ احادیث میں تکلیف کے اوقات میں پوری طرح وضو کرنے، مسجد کی طرف چل کر آنے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کے بھی بیان کیے گئے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں وہ عمل نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ تمھاری خطاؤں کو معاف فرما دے اور تمھارے درجات بلند کر دے؟'' صحابہ نے کہا، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ہے ایسے اوقات میں اچھی طرح وضو کرنا جب یہ دشوار ہو (مثلاً سخت سردی میں)، مسجدوں کی طرف زیادہ آنا جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنا، پس یہی رباط ہے، یہی رباط ہے۔'' [مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل إسباغ الوضوء علی المکارہ : ۲۵۱]

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ : یعنی اپنے تمام امور و معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہو، سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو جہاں کہیں بھی ہو اور گناہ کے بعد نیکی کرتے رہو، کیونکہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن خلق سے پیش آؤ۔'' [ترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء فی معاشرة الناس : ۱۹۸۷]

سورة النسآء مدنية

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

یہ مدنی سورت ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء ایسے زمانے میں نازل ہوئیں جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔ (یعنی ام المومنین کی حیثیت سے) [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تألیف القرآن : ۴۹۹۳]
اس پر علما کا اتفاق ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا شادی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رخصت ہو کر مدینہ میں گئی تھیں

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيۡبًا ①

’’اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تمام بنی نوع انسان کو، چاہے وہ مومن ہوں یا کافر، یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور دنیا میں رحم کے ذریعے جو رشتہ داریاں قائم ہیں، ان کا خیال رکھیں اور ان اسباب کو بیان کیا ہے جو دونوں کے وجوب ولزوم کا تقاضا کرتے ہیں۔

اللہ سے اس لیے ڈرتے رہنا ہے کہ وہی انسان کا رب ہے، اسی نے اسے پیدا کیا ہے، وہی اسے روزی دیتا ہے، اور اس پر اس کے بے شمار احسانات ہیں۔ اسی نے انسان کو آدم سے پیدا کیا اور آدم ہی کی بائیں پسلی سے اس کی بیوی حوا کو پیدا کیا، تاکہ انسان کی بیوی اس کے مناسب حال ہو، اس کی قربت سے اسے سکون و راحت ملے اور اللہ کی نعمت اس پر تمام ہو۔ اللہ سے اس لیے ڈرتے رہنا ہے کہ آدمی اللہ کا نام لے کر ہی اپنی کوئی حاجت کسی کے سامنے رکھتا ہے۔ وہ

جانتا ہے کہ مسئول کے دل میں اللہ کی کبریائی اور عظمت کا جو تصور ہے، اس کے پیش نظر اس کی مانگ پوری کرے گا۔ اللہ کی اس عظمت و کبریائی کا تقاضا ہے کہ آدمی اس کی عبادت کرے اور اس سے ڈرتا رہے۔

آیت کے آخر میں اللہ نے فرمایا کہ اللہ تمھارے احوال و اعمال سے واقف ہے، اس سے ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں ہے، اس لیے آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی اس طرح گزارے کہ اس کے دل و دماغ میں یہ بات ثبت ہو کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور میرے تمام اعمال اس کی نگاہ میں ہیں۔

يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ : یعنی پوری نوع انسانی آدم علیہ السلام کی نسل سے ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(روزِ محشر) لوگ آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے آدم! آپ انسانوں کے باپ ہیں اور آپ کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ لقد أرسلنا نوحا إلى قومه ﴾ : ٣٣٤٠]

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب خاندان مضر کے لوگ حاضر ہوئے، (وہ افلاس و فقر کی وجہ سے) چیتھڑے پہنے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں یہ آیت پڑھی: ﴿ يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ پھر یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿ يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ﴾ [الحشر : ١٨] ''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے۔'' پھر آپ نے صدقے کی ترغیب دی تو لوگ اپنے درہم و دینار، کپڑے، گندم اور کھجور کے صاع (بھر بھر کے) اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے لگے۔ [مسلم، كتاب الزكوة، باب الحث على الصدقة : ١٠١٧]

وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ﴾ [الأعراف : ١٨٩] ''وہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا، تاکہ وہ اس کی طرف (جا کر) سکون حاصل کرے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر کا ہوتا ہے، سو اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ بیٹھو گے اور اگر اس سے فائدہ اٹھانا چاہو تو اسی طرح فائدہ اٹھاؤ گے کہ اس میں برابر ٹیڑھا پن ہو گا۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم و ذريته : ٣٣٣١، ٥١٨٤]

قرآن کی آیت سے معلوم ہوا کہ حوا علیہا السلام آدم سے پیدا ہوئیں اور حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ پسلی سے پیدا ہوئیں، اس

کی کیفیت رسول اللہ ﷺ نے بیان نہیں کی۔ بعض لوگ اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ عورت میں کچھ ٹیڑھا پن رہتا ہی ہے، اس لیے اسے پسلی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مگر قرآن کے صریح الفاظ کہ آدم سے اس کی بیوی کو پیدا کیا، ان کے ساتھ حدیث ملائیں تو اس کا پسلی سے پیدا ہونا ثابت ہوتا ہے، ہاں اس کی کجی بھی اپنی جگہ درست ہے۔

وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً : یعنی آدم و حوا علیہما السلام سے بہت سے مرد و عورت پیدا فرمائے اور انھیں مختلف اصناف و صفات اور مختلف رنگ اور بولیاں عطا فرما کر اطراف و اکناف عالم میں پھیلا دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا١ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ﴾ [الحجرات : ۱۳] ”اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک نر اور ایک مادہ سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں قومیں اور قبیلے بنا دیا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک تم میں سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔“

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ : اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر عموماً انسان ایک دوسرے سے رحم و کرم کی درخواست کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے اور اس کی بہت بڑی شان ہے، لہٰذا اس کا واسطہ بھی بہت باعظمت ہے۔ تمام انسانوں کو اس کے واسطے کی قدر کرنی چاہیے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص تم سے اللہ کے واسطے سے پناہ چاہے اسے پناہ دے دو اور جو اللہ کے واسطے سے کچھ مانگے اسے دے دو۔“ [أبو داؤد، كتاب الزكوة، باب عطية من سأل بالله عزوجل : ۱۶۷۲]

وَ الْاَرْحَامَ : فرمایا اور رشتوں کے قطع کرنے سے بھی ڈرو، کیونکہ رشتے کا قطع کرنا بہت بڑا گناہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ۝۲۲ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ ﴾ [محمد : ۲۲، ۲۳] ”پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم حاکم بن جاؤ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل ہی قطع کر دو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی۔ پس انھیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں۔“

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”رشتے ناتے توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔“ [بخاری، كتاب الأدب، باب إثم القاطع : ۵۹۸۴۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم : ۲۵۵۶]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ نے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا، جب اللہ تعالیٰ تخلیق سے فارغ ہوا تو رشتے نے کہا، (اے اللہ!) قطع رحمی سے تیری پناہ طلب کرنے کا یہی موقع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہاں، کیا تو اس بات سے راضی نہیں ہے کہ میں اسے ملاؤں جو تجھے ملائے اور اسے توڑ دوں جو تجھے توڑے۔ رشتہ نے کہا، ہاں، اے میرے رب! (میں راضی ہوں)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو بس یہ تیرے لیے ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ﴾ [محمد : ۲۲] ”پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم حاکم بن جاؤ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل

ہی قطع کر دو۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب من وصل وصله الله : ۵۹۸۷۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم : ۲۵۵۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رحم (یعنی رشتہ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی) رحمٰن سے نکلا ہے، اللہ تعالیٰ نے رشتہ سے فرمایا تھا، جو تجھے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا اور جو تجھے قطع کرے گا میں اسے قطع کروں گا۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب من وصل وصله الله : ۵۹۸۸۔ مسلم، کتاب البر و الصلة ، باب صلة الرحم : ۲۵۵۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص یہ چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی موت میں تاخیر ہو تو اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم : ۵۹۸۵۔ مسلم ، کتاب البر و الصلة، باب صلة الرحم : ۲۵۵۷]

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب فضل صلة الرحم : ۵۹۸۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں، میں ان سے رشتہ ملاتا ہوں اور وہ مجھ سے رشتہ توڑتے ہیں، میں ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ بردباری سے پیش آتا ہوں جبکہ وہ میرے ساتھ جہالت کا سلوک کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم ایسا کر رہے ہو جیسا کہ تم نے بیان کیا ہے تو گویا تم ان کے منہ پر گرم راکھ رکھ رہے ہو اور جب تک تم اس حال پر قائم رہو گے ان کے مقابلہ میں تمھارے ساتھ اللہ کی طرف سے ہمیشہ ایک مددگار رہے گا۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب صلة الرحم : ۲۵۵۸]

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (قریش سے) صلح تھی، اس زمانہ میں میری ماں اس حالت میں (میرے پاس) آئی کہ اسے اسلام میں کوئی رغبت نہ تھی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' [بخاری، کتاب الأدب، باب صلة المرأة أمها ولها زوج : ۵۹۷۹]

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا : یعنی بے شک وہ تمھیں دیکھ رہا ہے اور تمھارا کوئی عمل اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا، سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جبریل میں فرمایا: ''اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۵۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان والإسلام ...... الخ : ۸]

وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝۲

’’اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور گندی چیز کو اچھی چیز کے عوض بدل کر نہ لو اور نہ ان کے اموال اپنے مالوں سے ملا کر کھاؤ، یقیناً یہ ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔‘‘

وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ : اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یتیم جب بالغ ہو جائیں تو بطور امانت رکھا ہوا ان کا سارا اور پورا پورا مال انھیں دے دیا جائے اس میں ذرا بھی کمی نہ کی جائے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ﴾ [النساء : ٥٨] ’’بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأنفال : ٢٧] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو، جبکہ تم جانتے ہو۔‘‘

وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ : یعنی یہ نہ کرو کہ یتیم کے مال سے اچھی (طیب) چیز لے کر اس کی جگہ ردی چیز (خبیث) رکھ دو۔ طیب اور خبیث حلال اور حرام کے معنی میں بھی آتے ہیں۔ بعض نے یہ معنی کیا ہے کہ اپنا حلال مال چھوڑ کر دوسرے کا حرام مال مت کھاؤ۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ ایسے کیا کرتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا : یعنی ان کے اموال کو ناجائز طور پر کھانے کے لیے اپنے مالوں کے ساتھ مت ملاؤ، ایسا کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴾ [النساء : ١٠] ’’بے شک جو لوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سات مہلک امور سے اجتناب کرو: ① اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ ② جادو ٹونا کرنا۔ ③ بلا جرم کسی کو قتل کرنا۔ ④ سود کھانا۔ ⑤ یتیم کا مال ہڑپ کر جانا۔ ⑥ میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا۔ ⑦ اور پاک دامن مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔‘‘ [بخاري، كتاب الحدود، باب رمي المحصنات : ٦٨٥٧۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها : ٨٩]

وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ ۝۳

’’اور اگر تم ڈرو کہ یتیموں کے حق میں انصاف نہیں کرو گے تو (اور) عورتوں میں سے جو تمھیں پسند ہوں ان سے نکاح

کرلو، دو دو سے اور تین تین سے اور چار چار سے، پھر اگر تم ڈرو کہ عدل نہیں کرو گے تو ایک بیوی سے، یا جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ ہوں (یعنی لونڈیاں)۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ تم انصاف سے نہ ہٹو۔‘‘

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى : یعنی اے یتیم بچیوں کے اولیاء! اگر تمھیں ڈر ہو کہ ان یتیم بچیوں کے ساتھ نکاح کر کے ان کے ساتھ انصاف کا معاملہ نہ کر سکو گے، مہر کم دو گے یا ان کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کر سکو گے تو ان کے علاوہ دوسری غیر رشتہ دار لڑکیوں سے شادی کر لو، دنیا میں لڑکیوں کی کمی نہیں ہے، اور پھر ایک نہیں چار بیویاں بیک وقت رکھ سکتے ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص کے ہاں یتیم لڑکی تھی، اس شخص نے اس سے نکاح کر لیا، لڑکی کا ایک کھجور کا درخت تھا اور اسی درخت کی وجہ سے وہ اس کو اپنے پاس روکے ہوئے تھا، جبکہ اس لڑکی کو اس کی طرف سے کچھ نہیں ملتا تھا، تو یہ آیت اس کے بارے میں نازل ہوئی: ﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى ﴾ (راویٔ حدیث ہشام بن یوسف کہتے ہیں) میرا خیال ہے کہ راوی نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ لڑکی اس کھجور میں اور اس کے مال میں اس کی شریک تھی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و إن خفتم ألا تقسطوا فی الیتمٰی ﴾ : ٤٥٧٣]

عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آیت: ﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى ﴾ اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا، بھانجے! یہ اس یتیم بچی کے متعلق ہے جو اپنے ولی کے ہاں پرورش پاتی ہو اور اس کے مال میں شریک ہو (ترکے کی رو سے اس کا حصہ ہو) اب اس کا ولی اس کے مال و جمال کو پسند کرتا ہے اور اس سے نکاح کا خواہاں ہے، اس کے مہر میں انصاف کیے بغیر کہ اسے اتنا مہر دے جتنا کہ دوسرا کوئی شخص دیتا ہے۔ چنانچہ اس آیت کے ذریعہ سے لوگوں کو روک دیا گیا کہ ان سے نکاح کریں، سوائے اس صورت کے کہ وہ ان سے انصاف کریں اور ان کو دستور کے مطابق پورا مہر ادا کریں، نیز انھیں حکم دیا گیا ہے کہ (ایسی صورت میں) وہ ان کے سوا دوسری عورتوں سے، جو انھیں پسند ہوں، نکاح کر لیں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و إن خفتم ألا تقسطوا فی الیتمٰی ﴾ : ٤٥٧٤۔ مسلم، کتاب التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة : ٣٠١٨]

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ : یعنی ان یتیم لڑکیوں کے سوا جن عورتوں سے چاہو شادی کر لو اور اگر تم میں سے کوئی چاہے تو وہ ایک وقت میں دو عورتوں سے اور اگر چاہے تو تین سے، یا اگر چاہے تو چار عورتوں سے نکاح کر لے، چار سے زیادہ نہیں۔ چار سے زیادہ عورتیں نکاح میں ہونے کی صورت میں مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جونسی چار عورتیں پسند کرے، انہیں نکاح میں رکھ لے۔ اس میں یہ شرط نہیں کہ جن سے پہلے نکاح ہوا ہو، انہیں رکھا جائے، یا بعد والیوں کو رکھا جائے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ : یعنی اگر تعدد ازواج کی صورت میں تمھیں اندیشہ ہو کہ

تم ان میں انصاف نہیں کرسکو گے تو اسے ایک عورت پر یا پھر لونڈیوں اور باندیوں پر اکتفا کرنا چاہیے، ارشاد فرمایا:
﴿ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء : ۱۲۹] ”اور تم ہرگز نہ کرسکو گے کہ عورتوں کے درمیان برابری کرو، خواہ تم حرص بھی کرو، پس مت جھک جاؤ (ایک کی طرف) مکمل جھک جانا کہ اس (دوسری) کو لٹکائی ہوئی کی طرح چھوڑ دو اور اگر تم اصلاح کرو اور ڈرتے رہو تو بے شک اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

تعدد ازواج کے بعض منکرین نے قرآن کی آیت: ﴿ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ﴾ سے استدلال کرنے کی کوشش کی ہے کہ اللہ نے خود نفی کر دی ہے کہ کوئی آدمی عدل و انصاف نہیں کرسکتا، لیکن انھوں نے اس آیت کا اس کے بعد کا حصہ قصداً چھوڑ دیا، اللہ نے فرمایا: ﴿ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ﴾ ”پس مت جھک جاؤ (ایک کی طرف) مکمل جھک جانا کہ اس (دوسری) کو لٹکائی ہوئی کی طرح چھوڑ دو۔“

معلوم ہوا کہ اگر کسی ایک کی طرف پوری طرح جھکاؤ نہ ہو تو جائز ہے، زیادہ بیویاں ہمارے نبی اور اصحاب کی سنت ہے۔ بیویوں کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے، ہر بیوی کی باری مقرر کی جائے اور سفر میں جائے تو قرعہ اندازی کرے، جس کے نام قرعہ نکلے اس کو ساتھ لے جائے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے مابین قرعہ اندازی فرماتے، جس کا قرعہ نکلتا اس کو اپنے ساتھ لے جاتے اور آپ ہر بیوی کی باری ایک دن اور ایک رات مقرر فرمایا کرتے۔ [بخاری، کتاب الهبة، باب هبة المرأة لغير زوجها : ۲۵۹۳]

<u>ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا</u> : یعنی اگر کسی کو خوف ہے کہ وہ اتنا عدل بھی نہیں کرسکتا جتنا واجب ہے، یعنی رات گزارنے اور نان و نفقہ میں برابری کرنا، کیونکہ دلی محبت اور میلان میں تو برابری ممکن ہی نہیں، تو ایک بیوی رکھے یا لونڈیاں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ تم انصاف سے نہ ہٹو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت : ﴿ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴾ اس کا معنی یہ بیان کیا ہے: ”اس طرح تم ظلم نہیں کرو گے۔“ [ابن حبان : ۴۰۲۹]

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ۝۴

”اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دو، پھر اگر وہ اس میں سے کوئی چیز تمھارے لیے چھوڑنے پر دل سے خوش ہو جائیں تو اسے کھالو، اس حال میں کہ مزے دار، خوشگوار ہے۔“

زمانۂ جاہلیت میں لوگ عورتوں کا مہر خود لے لیتے تھے اور انھیں کچھ بھی نہیں دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اسی فعل شنیع کی تردید کی اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ شادی کے وقت عورتوں کا مہر ضرور متعین کریں اور ان کا حق ان کو ضرور

دیں۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اگر بیوی خوش دلی کے ساتھ مہر کا کچھ حصہ شوہر کو دے دے، تو اس کے لیے اس کا استعمال جائز ہو گا، لیکن اگر شوہر کی بداخلاقی یا برے برتاؤ کے ڈر سے ایسا کرتی ہے اور شوہر اسے قبول کر لیتا ہے تو یہ قرآنی تعلیم کی خلاف ورزی ہو گی۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾ [النساء : ۲۰] ”اور اگر تم کسی بیوی کی جگہ اور بیوی بدل کر لانے کا ارادہ کرو اور تم ان میں سے کسی کو ایک خزانہ دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو، کیا تم اسے بہتان لگا کر اور صریح گناہ کر کے لو گے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا: ”اسے کچھ دو۔“ تو انھوں نے کہا، میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: ”تیری حطمی زرع کہاں ہے؟“ [أبو داوٗد، کتاب النکاح، باب فی الرجل یدخل بامرأته قبل أن ینقدها : ۲۱۲۵]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے فرمایا: ”نکاح کر، خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی دے کر۔“ [بخاری، کتاب النکاح، باب المهر بالعروض : ۵۱۵۰]

ابوسلمہ بن عبد الرحمن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا حق مہر کیا تھا؟ انھوں نے فرمایا کہ بارہ اوقیہ اور ایک نش۔ پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، جانتے ہو نش کتنا ہوتا ہے؟ ابوسلمہ نے کہا، نہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، نصف اوقیہ اور یہ سارا (یعنی ساڑھے بارہ اوقیہ) پانچ سو درہم بنتا ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا حق مہر تھا۔ [مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق : ۱۴۲۶]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر میدانِ عرفات میں صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”تم عورتوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہنا، کیونکہ تم نے انھیں اللہ کی امان کے ساتھ لیا ہے اور انھیں اللہ کے کلمہ کے ذریعے اپنے لیے حلال کیا ہے اور تمھارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمھارے بستروں پر (یعنی تمھارے گھروں میں) کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جنھیں تم ناپسند کرو...... اور ان کا تم پر حق یہ ہے کہ تم انھیں معروف طریقے کے مطابق کھانا اور لباس مہیا کرو۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۲۱۸]

وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَ ابْتَلُوا الْیَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا ؕ

وَ مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَ مَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝

''اور بے سمجھوں کو اپنے مال نہ دو، جو اللہ نے تمھارے قائم رہنے کا ذریعہ بنائے ہیں اور انھیں ان میں سے کھانے کے لیے دو اور انھیں پہننے کے لیے دو اور ان سے اچھی بات کہو۔ اور یتیموں کو آزماتے رہو، یہاں تک کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم ان سے کچھ سمجھداری معلوم کرو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو اور فضول خرچی کرتے ہوئے اور اس سے جلدی کرتے ہوئے انھیں مت کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔ اور جو غنی ہو تو وہ بہت بچے اور جو محتاج ہو تو وہ جانے پہچانے طریقے سے کھا لے، پھر جب ان کے مال ان کے سپرد کرو تو ان پر گواہ بنا لو اور اللہ پورا حساب لینے والا کافی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ بے عقلوں کو اپنے مال میں تصرف کرنے دیا جائے، کیونکہ مال لوگوں کے لیے سبب معیشت ہے، بے عقلوں پر مال میں تصرف کرنے کی پابندی اسی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ پابندی کئی اسباب سے لگتی ہے، کبھی کم سنی کی وجہ سے، کبھی جنون کی وجہ سے، کبھی کم عقلی اور بے دینی کی وجہ سے اور کبھی افلاس کے سبب۔ یہ پابندی ایسے شخص پر بھی لاگو ہوگی جس پر بہت زیادہ قرض چڑھ گیا ہو، تاکہ اس کا مال بیچ کر اس کے قرض داروں کا قرض ادا کیا جا سکے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ : سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین آدمی ایسے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول نہیں فرماتے، ایک وہ آدمی جس کی بیوی برے اخلاق والی (یعنی بے حیا) ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے، دوسرا وہ شخص جس نے کسی کو قرض دیا اور اس پر کسی کو گواہ نہ بنایا (یعنی اگر فتنہ و فساد کا خطرہ ہو تو گواہ بنانا ضروری ہے) اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی بے وقوف و بے سمجھ آدمی کو اس کا مال دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ ﴾ [النساء : ۵] ''اور بے سمجھ کو اپنا مال نہ دو۔''

[السنن الكبرىٰ للبيهقي : ١٠/١٤٦، ح : ٢٠٥١٧ ـ مستدرك الحاكم : ٢/٣٠٢، ح : ٣١٨١]

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ : بلوغت کی ایک نشانی احتلام ہے، یعنی وہ ایسا خواب دیکھنے لگے جس سے اس ٹپکنے والے پانی کا انزال ہو جائے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (بلوغت کے سلسلے میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یہ یاد رکھا ہے کہ احتلام کے بعد یتیمی نہیں اور دن سے لے کر رات تک خاموشی نہیں۔ [أبو داوٗد، كتاب الوصايا، باب ما جاء متى ينقطع اليتم : ٢٨٧٣]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین شخص مرفوع القلم ہیں: ① بچہ جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو

جائے۔ ② سویا ہوا یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے اور ③ مجنون یہاں تک کہ وہ تندرست ہو جائے۔‘‘ [مستدرك حاكم : ٥٩/٢، ح : ٢٣٥٠۔ ابن حبان : ٣٥٥/١، ح : ١٤٢]

بعض کے نزدیک بلوغت کی ایک نشانی عمر کا پندرہ سال ہو جانا ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جنگ کرنے کے لیے خوب جانچا پرکھا (مگر) میری عمر اس وقت چودہ سال تھی تو آپ نے مجھے اجازت نہ دی، پھر جب خندق کے لیے میرا جائزہ لیا گیا تو اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی، چنانچہ آپ نے مجھے اجازت عطا فرما دی۔ نافع رحمہ اللہ نے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کو جب یہ حدیث پہنچائی تو انھوں نے کہا کہ بچے اور بڑے میں یہی فرق ہے۔[بخاري، كتاب الشهادات، باب بلوغ الصبيان وشهادتهم : ٢٦٦٤۔ مسلم، كتاب الإمارة ، باب بيان سن البلوغ : ١٨٦٨]

اسی طرح بلوغت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ زیر ناف بال اگ آئیں، سیدنا عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قریظہ کے دن ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو جس کے (زیر ناف) بال اگے تھے، اسے قتل کر دیا گیا اور جس کے بال نہیں اگے تھے، اس کو قتل نہیں کیا گیا تھا، میں ان میں سے تھا جن کے بال ابھی نہیں اگے تھے، لہٰذا مجھے چھوڑ دیا گیا۔[مسند أحمد : ٣١٠/٤، ح : ١٨٨٠١۔ أبو داؤد، كتاب الحدود، باب في الغلام يصيب الحد : ٤٤٠٤۔ ترمذی، كتاب السير ، باب ما جاء في النزول على الحكم : ١٥٨٤]

وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ : جانا پہچانا طریقہ یہی ہے کہ اس کے اموال کی نگرانی کی اجرت جو معروف ہے لے لے، دوسرا یہ کہ کم از کم جس سے اس کی ضرورت پوری ہو سکے لے لے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت : ﴿ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ یتیم کے مال کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ اگر ولی نادار اور حاجت مند ہو تو وہ مناسب طور پر بقدر خدمت (یتیم کے مال میں سے) کچھ لے لے (بشرطیکہ نیت میں فساد نہ ہو)۔[بخاري، كتاب التفسير ، باب ﴿ ومن كان فقيرًا فليأكل بالمعروف ...... الخ ﴾ : ٤٥٧٥]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی کہ میرے پاس مال نہیں ہے، ہاں البتہ میرے پاس ایک یتیم (کا مال) ہے؟ آپ نے فرمایا: ’’تم اپنے (زیر پرورش) یتیم کے مال سے کھا سکتے ہو، بشرطیکہ اسراف و تبذیر نہ ہو اور نہ تم مال کو جمع کرو اور نہ اس کے مال کے بجائے اپنے مال کو بچاؤ۔‘‘ حسین (راوی) کو شک ہے کہ یا آپ نے یہ فرمایا: ’’اپنا مال (بچا کر) رکھتے ہوئے اس کا مال خرچ مت کرو۔‘‘[مسند أحمد : ٢١٥/٢، ٢١٦، ح : ٧٠٣٩]

فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ : یتیم کے متولی یا وصی کو حکم ہے کہ گواہوں کے رو برو مال

واپس کرے، تاکہ کل کو اس پر کوئی الزام نہ آئے۔ اس آیت میں اللہ نے گواہیوں کی تعداد مقرر نہیں کی، البتہ دوسرے مواقع پر اللہ تعالیٰ نے گواہوں کی تعداد دو مقرر کی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَإِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ﴾ [البقرۃ : ۲۸۲] ''اور اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کو گواہ بنا لو، پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جنھیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو (اس لیے) کہ دونوں سے ایک بھول جائے تو ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ﴾ [الطلاق : ۲] ''پھر جب وہ اپنی میعاد کو پہنچنے لگیں تو انھیں اچھے طریقے سے روک لو، یا اچھے طریقے سے ان سے جدا ہو جاؤ اور اپنوں میں سے دو صاحب عدل آدمی گواہ بنا لو اور شہادت اللہ کے لیے قائم کرو۔''

وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا : یعنی اگر تم نے یتیم کے مال سے کچھ رکھ لیا اور گواہ وغیرہ تمھاری خیانت کو نہ پکڑ سکے تو یہ نہ سمجھ لینا کہ تم عذاب الٰہی سے بچ جاؤ گے۔ تمھاری ہر خیانت اس کے علم میں ہوگی اور وہ تم سے اس کا مؤاخذہ کرے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۴۷] ''اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔''

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابو ذر! میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور ہو، سو میں تمھارے لیے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، تم دو آدمیوں پر بھی ہرگز امیر نہ بننا اور نہ یتیم کے مال کا والی بننا۔'' [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب کراھۃ الإمارۃ بغیر ضرورۃ : ۱۸۲۶]

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۭ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝۷ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۸

''مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے بھی اس میں سے ایک حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، اس میں سے جو اس (مال) سے تھوڑا ہو یا بہت، اس حال میں کہ مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔ اور جب تقسیم کے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انھیں اس میں سے کچھ دو اور ان سے اچھی بات کہو۔''

یتیموں کے مال کا حکم بیان کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے میراث کے احکام اور ورثا کے درمیان اس کی تقسیم کی

کیفیت بیان کرنا شروع کی ہے۔ آیت میں عورتوں کا نام مستقل طور پر لینے سے مقصود زمانۂ جاہلیت کی اس قبیح رسم کی تردید ہے کہ وہ لوگ عورتوں اور بچوں کو وراثت میں سے حصہ نہیں دیتے تھے اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کے حصوں میں فرق ہے۔

وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا : فرمایا کہ جب میراث کی تقسیم کے وقت ایسے رشتہ دار آ جائیں جو وارث نہیں ہیں اور یتیم اور محتاج ہیں تو مال تقسیم کرنے سے پہلے بطور صدقہ اور ان کا دل رکھنے کے لیے انھیں کچھ مال دے دینا چاہیے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۲٦] ''اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور مت بے جا خرچ کر، بے جا خرچ کرنا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ﴾ [النساء : ۳٦] ''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور قرابت والے کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت والے ہمسائے اور اجنبی ہمسائے اور پہلو کے ساتھی اور مسافر (کے ساتھ) اور (ان کے ساتھ بھی) جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یقیناً اللہ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو اکڑنے والا، شیخی مارنے والا ہو۔''

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ حکم ''فرائض'' یعنی وارثوں کے حصے مقرر ہونے سے پہلے تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو اس کا حق دے دیا ہے، اس لیے اب بخشش نہیں ہے۔ اب صدقہ و خیرات میت کی وصیت ہی سے ہو سکتا ہے، لیکن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آیت: ﴿ وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ ﴾ محکم ہے، منسوخ نہیں اور وارثوں کو حکم ہے کہ تقسیم ترکہ کے وقت رشتہ داروں سے صلہ رحمی کریں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و إذا حضر القسمة أولوا القربٰی ...... ﴾ : ٤٥٧٦]

وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۪ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ⑨

''اور لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اپنے پیچھے اگر کمزور اولاد چھوڑتے تو ان کے متعلق ڈرتے، پس لازم ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور سیدھی بات کہیں۔''

یہ حکم میت کی وصیت سن کر نافذ کرنے والوں کو ہے اور ان لوگوں کو بھی جو یتیموں کے سرپرست اور وصی مقرر ہوں۔ ان سب کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے ہوئے میت کی اولاد اور یتیموں کے مفاد کا اسی طرح خیال رکھیں

جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد ان کی چھوٹی اور بے بس اولاد کے مفاد کا خیال رکھا جائے۔ لہٰذا انھیں یتیموں سے بہتر سلوک کرنا چاہیے اور ان کی عمدہ سے عمدہ تعلیم و تربیت کرنی چاہیے۔

عامر بن سعد رحمہ اللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو انھوں نے عرض کی کہ میں کافی تکلیف میں ہوں اور بہت مال دار ہوں، جبکہ میری ایک ہی بیٹی ہے تو کیا میں اپنے مال کا دو تہائی حصہ صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' انھوں نے عرض کی، کیا میں اس کا نصف صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' انھوں نے عرض کی، ایک تہائی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! ایک تہائی صدقہ کر سکتے ہو اور ایک تہائی بھی بہت زیادہ ہے، کیونکہ تم اپنے وارثوں کو دولت مند چھوڑ جاؤ تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم انھیں فقیر چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب حجة الوداع : ٤٤٠٩ـ مسلم، كتاب الوصية ، باب الوصية بالثلث : ١٦٢٨]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه : ١٣ـ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على من خصال الإيمان أن تحب لأخيه المسلم ما تحب لنفسه : ٤٥]

إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ؑ ﴿۱۰﴾

ع ۱۲

''بے شک جو لوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔''

اس آیت میں یتیموں کے مال کی حفاظت کی مزید تاکید کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وارث یا ولی یا حاکم کوئی بھی اگر یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتا ہے تو وہ گویا اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے اور قیامت کے دن اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات تباہ کن چیزوں سے اجتناب کرو۔'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، اس نفس کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاکدامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔'' [بخاري، كتاب الحدود، باب رمي المحصنٰت : ٦٨٥٧ـ مسلم ، كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها : ٨٩]

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَ لِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ

مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾

’’اللہ تمھیں تمھاری اولاد کے بارے میں تاکیدی حکم دیتا ہے، مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر حصہ ہے، پھر اگر وہ دو سے زیادہ عورتیں (ہی) ہوں، تو ان کے لیے اس کا دو تہائی ہے جو اس نے چھوڑا اور اگر ایک عورت ہو تو اس کے لیے نصف ہے۔ اور اس کے ماں باپ کے لیے، ان میں سے ہر ایک کے لیے اس کا چھٹا حصہ ہے، جو اس نے چھوڑا، اگر اس کی کوئی اولاد ہو۔ پھر اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث ماں باپ ہی ہوں تو اس کی ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے، پھر اگر اس کے (ایک سے زیادہ) بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے، اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائے، یا قرض (کے بعد)۔ تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے ان میں سے کون فائدہ پہنچانے میں تم سے زیادہ قریب ہے، یہ اللہ کی طرف سے مقرر شدہ حصے ہیں، بے شک اللہ ہمیشہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

اس آیت میں سب سے پہلے اولاد کے حصوں کا ذکر کیا گیا اور اس میں یہ کلیہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر لڑکے کا حصہ لڑکی سے دگنا ہوگا، یہ اس لیے کہ اسلام نے معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ مرد پر ڈالا اور عورت کو اس سے سبکدوش کر دیا ہے اور جب مرد کمانے کے قابل نہیں رہتا مثلاً باپ، دادا وغیرہ تو اس کا حصہ عورت یعنی ماں، دادی وغیرہ کے برابر ہوتا ہے۔ اگر اولاد میں صرف لڑکیاں ہوں، پھر اگر ایک لڑکی ہو تو اسے آدھا ترکہ ملے گا اور باپ کو چھٹا حصہ اور ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور لڑکیاں اگر دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو انھیں کل مال کا دو تہائی ملے گا اور باپ کو دوسرا چھٹا حصہ عاصب ہونے کی حیثیت سے ملے گا۔ اگر ورثہ میں صرف باپ اور ماں ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ ملے گا اور باقی مال باپ کو ملے گا اور اگر باپ اور ماں کے ساتھ شوہر یا بیوی ہو، تو شوہر آدھا مال لے گا اور بیوی کو چوتھائی اور ماں کو باقی مال کا تیسرا حصہ ملے گا۔ باپ اور ماں کی تیسری حالت یہ ہے کہ ان دونوں کے ساتھ بھائی بھی ہوں، چاہے سگے، یا باپ کی طرف سے، یا ماں کی طرف سے، تو بھائیوں کو باپ کی موجودگی میں کچھ بھی نہیں ملے گا، لیکن ایسی حالت میں ماں کو تہائی مال کے بجائے چھٹا حصہ ملے گا۔ تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ قرض کی ادائیگی وصیت کی تنفیذ پر مقدم ہے۔ آیت میں وصیت کو اس لیے مقدم رکھا گیا ہے، تاکہ لوگ اس کی تنفیذ میں سستی نہ کریں اور یہ آیت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ قرض کی ادائیگی اور وصیت کی تنفیذ کے بعد ہی وراثت کی تقسیم ہوگی۔ آگے فرمایا کہ میراث کے یہ حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر کیے ہیں

اور وہی حکمتوں کو زیادہ بہتر جانتا ہے، تم نہیں جانتے کہ ورثا میں سے کون تمھارے لیے زیادہ نفع بخش ہے۔ اگر وراثت کی تقسیم تمھارے اوپر چھوڑ دی جاتی تو تم بغیر حکمت جانے اس کی تقسیم کرتے، جو تمھارے لیے اور ورثا کے لیے کسی طرح بھی مناسب نہ ہوتا۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیدل چلتے ہوئے بنوسلمہ میں آ کر میری عیادت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت تشریف لائے میں بے ہوش تھا۔ آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور مجھ پر پانی کے چھینٹے مارے، جس سے میں ہوش میں آ گیا، تو میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے مال کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ﴾ ”اللہ تمھیں تمھاری اولاد کے بارے میں تاکیدی حکم دیتا ہے، مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر حصہ ہے۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ يوصيكم الله في أولادكم ﴾ : ٤٥٧٧۔ مسلم، كتاب الفرائض، باب ميراث الكلالة : ١٦١٦/٦]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی اپنی دو بیٹیاں، جو سعد رضی اللہ عنہ ہی سے تھیں، لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی، اے اللہ کے رسول! یہ سعد بن ربیع کی دو لڑکیاں ہیں، ان کا باپ آپ کی معیت میں احد کے میدان میں شہید ہو گیا ہے اور ان کے چچا نے ان کے مال کو لے لیا ہے اور ان کے لیے کچھ نہیں چھوڑا اور جب ان کے پاس مال نہیں ہو گا تو ان سے نکاح کون کرے گا؟ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے سن کر فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرمائے گا۔“ تو راوی کا بیان ہے کہ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیتِ میراث کو نازل فرما دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں لڑکیوں کے چچا کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دے دو اور جو بچ جائے وہ تمھارے لیے ہے۔ [مسند أحمد : ٣٥٢/٣، ح : ١٤٨١٠۔ أبو داؤد، كتاب الفرائض، باب ما جاء في ميراث الصلب : ٢٨٩١۔ ترمذي، كتاب الفرائض، باب ما جاء في ميراث البنات : ٢٠٩٢]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مال اولاد کے لیے تھا اور وصیت والدین کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس میں سے جس کو چاہا منسوخ کر دیا اور لڑکے کے حصے کو دو لڑکیوں کے حصے کے برابر قرار دے دیا اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا اور تیسرا حصہ مقرر کیا، بیوی کے لیے آٹھواں اور چوتھا حصہ اور شوہر کے لیے نصف اور چوتھا حصہ۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ ولكم نصف ما ترك أزواجكم ﴾ : ٤٥٧٨]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس مسئلہ میں وہی فیصلہ کروں گا جو فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، بیٹی کو نصف ملے گا، پوتی کو چھٹا حصہ، تاکہ دو تہائی پورا ہو جائے اور باقی بہن کو ملے گا۔ [بخاري، كتاب الفرائض، باب ميراث ابنة ابن مع ابنة : ٦٧٣٦]

وَ لَكُمۡ نِصۡفُ مَا تَرَكَ اَزۡوَاجُكُمۡ اِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنۡ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ
الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِيۡنَ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكۡتُمۡ
اِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّكُمۡ وَلَدٌ ۚ فَاِنۡ كَانَ لَكُمۡ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ
وَصِيَّةٍ تُوۡصُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ؕ وَاِنۡ كَانَ رَجُلٌ يُّوۡرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امۡرَاَةٌ وَّلَهٗۤ
اَخٌ اَوۡ اُخۡتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنۡ كَانُوۡۤا اَكۡثَرَ مِنۡ ذٰلِكَ فَهُمۡ
شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصٰى بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ۙ غَيۡرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ
وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَلِيۡمٌ ؕ ﴿۱۲﴾

’’اور تمھارے لیے اس کا نصف ہے جو تمھاری بیویاں چھوڑ جائیں، اگر ان کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو تمھارے لیے اس میں سے چوتھا حصہ ہے، جو انھوں نے چھوڑا، اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائیں، یا قرض (کے بعد)۔ اور ان کے لیے اس میں سے چوتھا حصہ ہے جو تم چھوڑ جاؤ، اگر تمھاری کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر تمھاری کوئی اولاد ہو تو ان کے لیے اس میں سے آٹھواں حصہ ہے جو تم نے چھوڑا، اس وصیت کے بعد جو تم کر جاؤ، یا قرض (کے بعد)۔ اور اگر کوئی مرد، جس کا ورثہ لیا جا رہا ہے، ایسا ہے جس کا نہ ماں باپ ہو نہ اولاد، یا ایسی عورت ہے اور اس کا ایک بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے، پھر اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں حصے دار ہیں، اس وصیت کے بعد جو کی جائے، یا قرض (کے بعد)، اس طرح کہ کسی کا نقصان نہ کیا گیا ہو۔ اللہ کی طرف سے تاکیدی حکم ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، نہایت بردبار ہے۔‘‘

اللہ نے شوہروں کو خطاب کر کے فرمایا کہ اگر تمھاری بیویاں مال چھوڑ کر مریں اور ان کی کوئی اولاد نہ ہو تو تمھیں آدھا مال ملے گا اور اگر ان کی کوئی اولاد ہوگی تو تمھیں چوتھا حصہ ملے گا لیکن وراثت کی یہ تقسیم قرض کی ادائیگی اور وصیت کی تنفیذ کے بعد ہی ہوگی۔ اور اگر تمھاری کوئی اولاد نہ ہو تو تمھارے ترکہ کا تمھاری بیویوں کو چوتھا حصہ ملے گا اور اگر تمھاری کوئی اولاد ہوگی، تو انھیں تمھارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا اور یہ ترکہ انھیں قرض کی ادائیگی اور وصیت کی تنفیذ کے بعد ہی ملے گا۔ اگر کوئی ایسا مرد یا عورت مر جائے، جس کا نہ باپ ہو نہ دادا اور نہ کوئی لڑکا، نہ پوتا نہ پڑپوتا، نہ کوئی لڑکی، نہ پوتی نہ پڑپوتی، اور ماں کی طرف سے اس کا کوئی بھائی یا بہن ہو، تو دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی مال میں شریک ہوں گے اور یہ ترکہ انھیں قرض کی ادائیگی اور وصیت کی تنفیذ کے بعد ہی ملے گا۔ قرآن کی اصطلاح میں ’’کلالہ‘‘ اس آدمی کو کہتے ہیں جس کی نہ کوئی اولاد ہو اور نہ باپ موجود ہو۔ یعنی لفظ

’’کلالہ‘‘ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میت کی شاخیں (یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا اور پڑپوتی وغیرہ) اور اس کے مذکر اصول (یعنی باپ، دادا اور پڑدادا وغیرہ) ماں کی اولاد جو پہلے شوہر سے ہو، اس کو ساقط کر دیتے ہیں۔

اسود بن یزید کہتے ہیں، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہمارے پاس یمن میں معلم اور امیر بن کر تشریف لائے تو ہم نے ان سے اس شخص کے (ورثہ کے) متعلق دریافت کیا جس نے مرتے وقت ایک بیٹی اور ایک بہن چھوڑی ہے، تو انھوں نے بیٹی کو نصف دیا اور بہن کو بھی نصف دیا۔ [بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث البنات : ٦٧٣٤]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ماں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی (یا نانی) کا چھٹا حصہ مقرر فرمایا۔ [أبو داوٗد، کتاب الفرائض، باب فی الجدة : ٢٨٩٥]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’حصہ داروں کے حصے ادا کرو، پھر جو کچھ بچے وہ قریب ترین مرد رشتہ دار کا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الولد من أبیه و أمه : ٦٧٣٢۔ مسلم، کتاب الفرائض، باب الحقوا الفرائض بأهلها : ١٦١٥]

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا اور نہ مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الفرائض، باب لا یرث المسلم الکافر : ٦٧٦٤]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں بیمار ہو گیا اور موت کے قریب پہنچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے پاس بہت مال ہے اور میرا کوئی وارث بھی نہیں، سوائے ایک بیٹی کے، تو کیا میں اپنا پورا مال (اللہ کے نام پر) دے دوں؟ فرمایا: ’’نہیں۔‘‘ میں نے عرض کی، نصف دے دوں؟ فرمایا: ’’نہیں۔‘‘ میں نے کہا، تہائی دے دوں؟ فرمایا: ’’تہائی دے دو، لیکن یہ بھی بہت ہے۔ اگر تم اپنی اولاد کو مال دار چھوڑ جاؤ تو یہ بہتر ہے، بہ نسبت اس کے کہ تم انھیں محتاج چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے پھریں۔ بے شک جو مال بھی تم اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرو گے اس پر تمھیں اجر دیا جائے گا، حتیٰ کہ اس نوالے پر بھی تمھیں اجر دیا جائے گا، جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے۔‘‘ [بخاری، کتاب الوصایا، باب أن یترك ورثته أغنیاء : ٢٧٤٢۔ مسلم، کتاب الوصية، باب الوصية بالثلث : ١٦٢٨]

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے، لہٰذا اب کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔‘‘ [أبو داوٗد، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الوصية للوارث : ٢٨٧٠۔ ابن ماجه، کتاب الوصایا، باب لا وصية لوارث : ٢٧١٣]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کسی مسلمان کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ اپنی کسی چیز کے متعلق وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو مگر وہ دو راتیں بھی اس حالت میں گزار دے کہ اس کے پاس وصیت تحریری

شکل میں موجود نہ ہو۔'' سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے تو میں نے ایک رات بھی ایسی نہیں گزاری کہ میری وصیت میرے پاس نہ ہو۔[بخاري، كتاب الوصايا، باب الوصايا : ۲۷۳۸۔ مسلم، كتاب الوصية، باب وصية الرجل مكتوبة عنده : ۱۶۲۷/۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کی جان اس کے قرضے سے لٹکی رہتی ہے، جب تک کہ وہ اس کی طرف ادا نہ کر دیا جائے۔''[ترمذي، كتاب الجنائز ، باب ما جاء أن نفس المؤمن معلقة : ۱۰۷۸۔ مسند أحمد : ۴۴۰/۲، ح : ۹۶۹۲]

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾

''یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے وہ اسے آگ میں داخل کرے گا، ہمیشہ اس میں رہنے والا ہے اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

یعنی یہ وہ حصے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے وارثوں کے لیے ان کی میت سے قرابت اور ان کی ضروریات و حاجات کے مطابق مقرر فرما دیے ہیں، تو یہ احکام اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، لہٰذا ان سے تجاوز نہ کرو اور جو شخص وراثت کی تقسیم اور دیگر امور میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہاں نہ انھیں موت لاحق ہوگی اور نہ وہاں سے نکالے جائیں گے اور جو اللہ کی ان حدود سے تجاوز کرے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص ستر سال تک نیک لوگوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے، لیکن آخر میں جب وہ وصیت کرتا ہے تو وصیت میں ظلم سے کام لیتا ہے، چنانچہ اس کے اس برے کام پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے یہ جہنم رسید ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص ستر سال تک برے لوگوں جیسے عمل کرتا ہے لیکن آخر میں اپنی وصیت میں عدل سے کام لیتا ہے تو اس کے اس نیک عمل پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے اور یہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔'' یہ حدیث بیان کرنے کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ اگر تم چاہو تو یہ فرمان باری تعالیٰ پڑھ لو: ﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَ مَنْ يَّعْصِ

اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [مسند أحمد : ۲/۲۷۸، ح : ۷۷۶۰]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک مرد یا عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے کام کرتے رہتے ہیں اور جب انھیں موت آتی ہے تو یہ وصیت میں کمی بیشی کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے لیے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔“ راوی کا بیان ہے کہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان آیات کی تلاوت فرمانے لگے: ﴿ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ﴾ یہاں تک کہ آپ ﴿ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [النساء : ۱۲، ۱۳] تک پہنچ گئے۔ [أبو داؤد، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی کراھیة الإضرار فی الوصیة : ۲۸۶۷۔ ترمذی، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الضرار فی الوصیة : ۲۱۱۷]

وَ الّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۝۱۵

”اور تمھاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کریں، ان پر اپنے میں سے چار مرد گواہ طلب کرو، پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو انھیں گھروں میں بند رکھو، یہاں تک کہ انھیں موت اٹھا لے جائے، یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ بنا دے۔“

گزشتہ آیات میں عورتوں کے ساتھ احسان، ان کے مہر ادا کرنے اور مردوں کے ساتھ ان کو وراثت میں شریک قرار دے کر ان کے حقوق کی حفاظت کا بیان تھا۔ اب یہاں سے عورتوں کی تادیب اور ان پر سختی کا بیان ہے، تاکہ عورت اپنے آپ کو بالکل ہی آزاد نہ سمجھے۔

اس آیت میں زنا کار عورتوں کی سزا بیان کی کہ زنا شہادت سے ثابت ہو جائے تو انھیں تاعمر گھر میں محبوس رکھا جائے، یہاں تک کہ وہ مر جائیں، یا اللہ ان کے بارے میں کوئی دوسرا حکم نازل فرما دے۔ اسلام میں زنا کار عورتوں کے لیے یہ پہلی سزا ہے جو بعد میں حد زنا نازل ہونے سے منسوخ ہو گئی۔ سورۂ نور میں جو سو کوڑوں کی سزا نازل ہوئی ہے یہاں ” سَبِيْلًا “ سے اسی طرف اشارہ ہے۔

فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ : اثبات زنا کے لیے چار مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے، گویا جس طرح زنا کی سزا سخت مقرر کی گئی ہے، اسی طرح اس کے اثبات کے لیے گواہوں کی بھی کڑی شرط عائد کر دی گئی ہے یعنی چار مسلمان مرد عینی گواہ، اس کے بغیر شرعی سزا کا اثبات ممکن نہیں ہوگا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [النور : ۴]

”اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ لائیں تو انھیں اسی (۸۰) کوڑے مارو اور ان کی کوئی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہی نافرمان لوگ ہیں۔“

اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَهُنَّ سَبِیْلًا : سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو وہ آپ پر اثر انداز ہوتی تھی، آپ اس سے تکلیف محسوس کرتے اور آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جایا کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دن آپ پر وحی نازل فرمائی اور جب کیفیت وحی ختم ہوگئی تو آپ نے فرمایا: ''مجھ سے (احکام دین) سیکھ لو، اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے سبیل پیدا فرما دی ہے، اگر شادی شدہ مرد، شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کرے تو (اس کی سزا) سو کوڑے اور پتھروں کے ساتھ رجم کرنا ہے اور کنوارا بدکاری کرے تو (اس کی سزا) سو کوڑے ہیں، پھر ایک سال کے لیے جلاوطنی ہے۔'' [مسند أحمد : ٥/ ٣١٨، ح : ٢٢٧٨١، مسلم : ١٤٩٠]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ سے احکام سیکھ لو، مجھ سے احکام سیکھ لو، مجھ سے احکام سیکھ لو، اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے سبیل پیدا فرما دی ہے، (وہ یہ کہ) کنوارا کنواری کے ساتھ بدکاری کرے تو اس کے لیے سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ بدکاری کرے تو ان (میں سے ہر ایک) کے لیے سو کوڑے اور رجم کی سزا ہے۔'' [مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنی : ١٦٩٠]

وَ الَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾

''اور وہ دونوں جو تم میں سے اس کا ارتکاب کریں سو ان دونوں کو ایذا دو، پھر اگر دونوں توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو ان سے خیال ہٹا لو، بے شک اللہ ہمیشہ سے بے حد توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

اس آیت میں زانی مرد اور زنا کار عورت کے متعلق یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کو اذیت دی جائے اور ذلیل کیا جائے حتیٰ کہ تائب ہو جائیں، یہ سزا پہلی سزا کے ساتھ ہی ہے۔ بعد میں یہ دونوں سزائیں منسوخ ہو گئیں۔

وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا : بعض نے اس سے اغلام بازی مراد لی یعنی عمل لواطت، دو مردوں کا آپس میں بدفعلی کرنا اور بعض نے اس سے باکرہ مرد و عورت مراد لیے ہیں، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنھیں تم قوم لوط کا سا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔'' [أبو داؤد، کتاب الحدود، باب فیمن عمل عمل قوم لوط : ٤٤٦٢۔ ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی حد اللوطی : ١٤٥٦۔ ابن ماجه، کتاب الحدود، باب من عمل عمل قوم لوط : ٢٥٦١]

فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کی باندی بدکاری کرے اور اس کا زنا واضح ہو جائے تو وہ اسے حد لگا دے اور پھر اسے عار نہ دلائے۔'' [بخاری، کتاب البیوع، باب بیع المدبر : ٢٢٣٤۔ مسلم، کتاب الحدود، باب رجم الیهود ...... الخ : ١٧٠٣]

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ
يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى
إِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَ لَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ
اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾

’’توبہ (جس کا قبول کرنا) اللہ کے ذمے (ہے) صرف ان لوگوں کی ہے جو جہالت سے برائی کرتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ پھر مہربان ہو جاتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور توبہ ان لوگوں کی نہیں جو برے کام کیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جاتی ہے تو وہ کہتا ہے بے شک میں نے اب توبہ کر لی اور نہ ان کی ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہوتے ہیں، یہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔‘‘

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ بندہ کی توبہ کب قبول ہوتی ہے اور کب رد کر دی جاتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو کوئی نادانی اور بے وقوفی میں کسی گناہ کا ارتکاب کر لے اور پھر جلد ہی اس پر نادم ہو اور اللہ کے حضور توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ ضرور قبول کرتا ہے، لیکن جو آدمی گناہ پر گناہ کرتا رہتا ہے اور اپنے گناہوں پر کبھی نادم نہیں ہوتا، اور جب اس کی آنکھوں کو موت نظر آنے لگتی ہے اور زندگی سے مایوس ہو جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے اللہ! میں توبہ کرتا ہوں، تو ایسی توبہ کی اللہ کے نزدیک کوئی قیمت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب فرعون نے اپنی آنکھوں سے موت کو دیکھ لیا اور کہا کہ میں اس اللہ پر ایمان لایا جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور اعلان کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے اسے جواب دیا کہ اب تک تو تم نافرمانی کرتے رہے ہو اور زمین میں فساد پھیلاتے رہے ہو اور اب جب موت نے آ دبوچا ہے تو ایمان کا اعلان کرتے ہو، اب تمھاری توبہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۫ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۵] ’’اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟ اور انھوں نے جو کیا اس پر اصرار نہیں کرتے، جب کہ وہ جانتے ہوں۔‘‘

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ : یعنی ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ

يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ۸۴، ۸۵] ''پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔'' اور فرمایا:

﴿ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ﴾ [الأنعام : ۱۵۸] ''جس دن تیرے رب کی کوئی نشانی آئے گی کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ کو اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک کہ موت کے وقت روح حلق تک نہ پہنچ جائے۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۱۳۲، ح : ۶۱۶۵۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب أن الله يقبل توبة العبد ما لم يغرغر : ۳۵۳۷]

وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا : سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔'' یا آپ نے فرمایا: ''اپنے بندے کو معاف فرما دیتا ہے جب تک حجاب واقع نہ ہو۔'' عرض کی گئی کہ وقوع حجاب سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ جب جان نکلے تو وہ مشرک ہو۔'' [مسند أحمد : ۵/ ۱۷۴، ح : ۲۱۵۷۸۔ ابن حبان : ۶۲۷۔ مستدرك حاكم : ۴/ ۲۵۷، ح : ۷۶۶۰]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝۱۹

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھارے لیے حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور نہ انھیں اس لیے روک رکھو کہ تم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو، مگر اس صورت میں کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کا ارتکاب کریں اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو، پھر اگر تم انھیں ناپسند کرو تو ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا : اسلام سے قبل عورت پر ایک ظلم یہ بھی ہوتا تھا کہ شوہر کے مر جانے پر اس کے گھر کے لوگ اس کے مال کی طرح اس کی عورت کے بھی وارث بن بیٹھتے تھے اور خود اپنی مرضی سے، اس کی رضا مندی کے بغیر اس سے نکاح کر لیتے یا اپنے بھائی، بھتیجے وغیرہ سے اس کا نکاح کر دیتے، حتیٰ کہ سوتیلا بیٹا تک بھی

اپنے مرنے والے باپ کی عورت سے نکاح کر لیتا، یا اگر چاہتے تو اسے کسی بھی جگہ نکاح کرنے کی اجازت نہ دیتے اور وہ ساری عمر یوں ہی گزارنے پر مجبور ہوتی۔ اسلام نے ظلم کے ان تمام طریقوں سے منع فرما دیا، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تو اس کے وارث اس کی بیوی کے زیادہ حق دار ہوتے تھے، اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اس سے خود نکاح کر لیتا تھا اور اگر وہ چاہتے تو کسی دوسرے سے نکاح کر دیا کرتے تھے اور اگر وہ چاہتے تو کسی سے بھی نکاح نہ کرتے۔ الغرض وہ اس کے اس کے گھر والوں سے زیادہ حق دار بن جاتے تھے، چنانچہ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ﴾ ”اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! تمھارے لیے حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لا يحل لكم أن ترثوا النساء كرها ...... الخ ﴾ : ۴۵۷۹]

وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ : عورت پر ایک ظلم یہ بھی کیا جاتا تھا کہ اگر خاوند کو وہ پسند نہ ہوتی اور وہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تو از خود اس کو طلاق نہ دیتا، بلکہ اسے خوب تنگ کرتا، تاکہ وہ مجبور ہو کر حق مہر یا جو کچھ اسے خاوند نے اب تک دیا ہے، از خود واپس کر کے اس سے خلاصی حاصل کرنے کو ترجیح دے۔ اسلام نے اس حرکت کو بھی ظلم قرار دے کر منع کیا ہے، لیکن اگر وہ زنا کی مرتکب ہو تو تم اس سے وہ مہر واپس لے سکتے ہو جو تم نے اسے دیا ہو، تم اس پر سختی کر سکتے ہو، حتیٰ کہ وہ اسے تمھارے لیے چھوڑ دے۔ اس صورت میں تم اس سے علیحدگی بھی کر سکتے ہو، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ﴾ [البقرۃ : ۲۲۹] ”اور تمھارے لیے حلال نہیں کہ اس میں سے جو تم نے انھیں دیا ہے کچھ بھی لو، مگر یہ کہ وہ دونوں ڈریں کہ وہ اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھیں گے۔“

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ : یہ بیوی کے ساتھ حسن معاشرت کا وہ حکم ہے جس کی قرآن نے بڑی تاکید کی ہے اور احادیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بڑی وضاحت اور تاکید کی ہے، سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، کیونکہ تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ حاصل کیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ تعالیٰ کے کلام کے ساتھ (اپنے لیے) حلال کیا ہے۔ تمھارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمھارے بستر پر (یعنی گھر میں) کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں، جس کو تم ناپسند کرتے ہو، اگر وہ ایسا کریں تو تم انھیں مارو۔ لیکن اس طرح مارو کہ چوٹ نہ آئے۔ ان کا تم پر یہ حق ہے کہ انھیں معروف کے مطابق کھانا کھلاؤ اور کپڑے پہناؤ۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۲۱۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عورت پسلی کی طرح (ٹیڑھی) ہے، اگر تم اسے سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے اور اگر تم اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہو تو اس سے اسی حالت میں فائدہ حاصل کر لو کہ اس

میں کجی ہو۔“ [مسلم ، کتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء : ١٤٧٠]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومنوں میں ایمان کے لحاظ سے سب سے زیادہ کامل وہ شخص ہے جو اخلاق میں ان میں سے سب سے زیادہ اچھا ہے اور تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ بہتر ہیں۔“ [ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها : ١١٦٢]

سیدنا عمرو بن احوص جشمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کا خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ نے پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور وعظ وتذکیر فرمائی، اس کے بعد فرمایا: ”سنو! عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو، اس لیے کہ وہ تمھارے پاس قیدی ہیں، تم ان سے اس (ہم بستری اور اپنی عصمت اور تمھارے مال کی حفاظت وغیرہ) کے علاوہ اور کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔ (اور جب وہ اپنا یہ فرض ادا کر رہی ہوں تو پھر ان کے ساتھ بدسلوکی کا کیا جواز ہے؟) ہاں اگر وہ کسی بڑی کوتاہی اور بدزبانی (یا کھلی بے حیائی) کا ارتکاب کریں (تو پھر تمھیں انھیں سزا دینے کا حق ہے) پس اگر وہ ایسا کریں تو انھیں بستروں سے علیحدہ چھوڑ دو اور انھیں مارو، لیکن اذیت ناک مار نہ مارو۔ پھر اگر وہ تمھاری فرماں برداری اختیار کر لیں تو ان کے لیے کوئی اور راستہ مت ڈھونڈو۔ یاد رکھو، جس طرح تمھارا حق تمھاری بیویوں پر ہے (اسی طرح) تمھاری بیویوں کا حق تم پر ہے، پس تمھارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمھارے بستر پر (یعنی گھر میں) ایسے لوگوں کو نہ آنے دیں جنھیں تم ناپسند کرتے ہو اور ایسے لوگوں کو گھر کے اندر آنے کی اجازت نہ دیں جنھیں تم اچھا نہیں سمجھتے۔ سنو! اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ ان کی پوشاک اور خوراک میں اچھا سلوک کرو (یعنی طاقت کے مطابق مہیا کرو)۔“ [ترمذی، أبواب الرضاع، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها : ١١٦٣]

فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰٓ أَن تَكْرَهُوا۟ شَيْـًٔا وَيَجْعَلَ ٱللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا : یہ بھی ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہنے کی بات کی تکمیل ہے، یعنی اگر کسی اخلاقی کمزوری یا بدصورت ہونے کی وجہ سے تمھیں ان سے نفرت ہو جائے اور ان کو طلاق دینا چاہو تو بھی فوراً طلاق نہ دو، بلکہ بہتر طریقے سے ان کو اپنے پاس رکھو۔ ہوسکتا ہے کہ ناپسندیدگی کے باوجود تمھارا انھیں اپنے پاس رکھنا اور صبر کا مظاہرہ کرنا دنیا و آخرت میں خیر کثیر کا سبب بن جائے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَعَسَىٰٓ أَن تَكْرَهُوا۟ شَيْـًٔا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰٓ أَن تُحِبُّوا۟ شَيْـًٔا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرة : ٢١٦] ”اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمھارے لیے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی مومن اپنی مومنہ بیوی سے بغض نہ رکھے، ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی ایک بات ناراضی کا سبب ہو تو دوسری بات خوشی کا باعث بن جائے۔“ [مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء : ١٤٦٧]

وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾

''اور اگر تم کسی بیوی کی جگہ اور بیوی بدل کر لانے کا ارادہ کرو اور تم ان میں سے کسی کو ایک خزانہ دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو، کیا تم اسے بہتان لگا کر اور صریح گناہ کر کے لو گے۔ اور تم اسے کیسے لو گے جب کہ تم ایک دوسرے سے صحبت کر چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو صرف اس لیے طلاق دینا چاہتا ہے کہ کسی دوسری عورت سے شادی کرے، تو اس کے لیے یہ کسی طرح بھی حلال نہیں ہے کہ اس نے جو مہر دیا ہے، اس میں سے کچھ واپس لینے کے لیے ایسے حالات پیدا کرے کہ بیوی مجبور ہو کر طلاق لینے کے لیے مہر کا کچھ پیسہ واپس کر دے۔ اللہ نے اسے کھلا ظلم اور بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ مزید تاکید کے طور پر اللہ نے فرمایا کہ مہر واپس لینے کو تم کیسے حلال سمجھتے ہو، حالانکہ تم نے اس کے ساتھ ہم بستری کی ہے اور وہ عقد نکاح کے ذریعے تمھاری زوجیت میں آئی ہے۔

ابو العجفاء سلمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ لوگو! عورتوں کے بہت زیادہ حق مہر نہ باندھا کرو، لوگو! عورتوں کے بہت زیادہ مہر نہ باندھا کرو، اگر یہ بات دنیا میں عزت یا اللہ تعالیٰ کے ہاں تقویٰ کا سبب ہوتی تو اس کے زیادہ حق دار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں میں سے کسی ایک بیوی کا مہر بارہ اوقیے چاندی سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا اور نہ آپ کی بیٹیوں میں سے کسی کا حق مہر بارہ اوقیے چاندی سے زیادہ مقرر کیا گیا تھا۔ بعض اوقات ایک شخص اپنی بیوی کے مہر کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کو اس سے عداوت بھی ہو جاتی ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں نے تو تیری ایک ایک سہولت کی خاطر بہت مشقت اٹھائی۔

[مسند أحمد : ۱/ ۴۰، ۴۱، ح : ۲۸۷۔ أبو داوٗد، کتاب النکاح، باب الصداق : ۲۱۰۶۔ ترمذی، کتاب النکاح، [باب منه] : ۱۱۱۴]

۔ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ : اس سے معلوم ہوا کہ جماع کے بعد دیا ہوا مہر واپس نہیں ہو سکتا، چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دو لعان کرنے والوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم دونوں کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے، تم میں سے ایک جھوٹا ہے، اب تمھیں تمھاری بیوی پر کوئی اختیار نہیں۔'' اس شخص نے کہا، میرا مال؟ (یعنی وہ مال جو اس نے بطور مہر دیا تھا) آپ نے فرمایا: ''تمھارے لیے کوئی مال نہیں، اگر تم اس کی بابت سچ کہہ رہے ہو تو مال اس کا معاوضہ ہے جو تم نے اس کی شرمگاہ کو حلال کیا اور اگر تم نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو پھر وہ

مال عورت کی نسبت تم سے بہت دور ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے، تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے کے لیے تیار ہے؟'' آپ ﷺ نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی۔[بخاری، کتاب الطلاق، باب قول الإمام للمتلاعنين إن أحدكما كاذب فهل منكما تائب ؟ : ٥٣١٢۔ مسلم، کتاب اللعان : ١٤٩٣/٥]

وَاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا : ''پختہ عہد'' سے مراد عقدۂ نکاح ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا: ''عورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیونکہ تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ لیا ہے اور اللہ کے کلمے کے ساتھ ان کی شرم گاہوں کو حلال کیا ہے۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ : ١٢١٨]

وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾

''اور ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمھارے باپ نکاح کر چکے ہوں، مگر جو پہلے گزر چکا، بے شک یہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی اور سخت غصے کی بات ہے اور برا راستہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے باپ کی عزت، تعظیم اور احترام کی وجہ سے یہ حرام قرار دیا ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرے اور جس کسی نے زمانۂ جاہلیت میں ایسا کیا اور اسلام لانے کے بعد فوراً اس سے باز آ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا۔ باپ کی منکوحہ سے شادی بدترین خصلت ہے۔ اس لیے کہ یہ ماں سے شادی کرنے کی مانند ہے اور یہ حرکت اللہ اور اس کے مروت والے بندوں کے نزدیک بہت ہی مبغوض اور بہت ہی برا چلن ہے، اس لیے کہ یہ باپ کی عزت سے کھلواڑ ہے۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ اپنے ماموں سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں ایک شخص کی طرف بھیجا، جس نے اپنے باپ کی وفات کے بعد اس کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا کہ اسے قتل کر دو اور اس کے مال کو چھین لو۔[مسند أحمد: ٢٩٠/٤، ح : ١٨٥٨٣۔ أبو داؤد، کتاب الحدود ، باب فی الرجل يزنی بحريمه : ٤٤٥٧۔ ترمذی، کتاب الأحکام، باب فيمن تزوج امرأة أبيه : ١٣٦٢]

اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ﴾ [الأنعام : ١٥١] ''اور بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴾ [بنی إسرائيل : ٣٢] ''اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔''

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ

الّٰتِيْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىِٕكُمْ وَ رَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ١٘ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ١٘ وَ حَلَآىِٕلُ اَبْنَآىِٕكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ١ۙ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ١ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًاۙ۝۲۳

’’حرام کی گئیں تم پر تمھاری مائیں اور تمھاری بیٹیاں اور تمھاری بہنیں اور تمھاری پھوپھیاں اور تمھاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمھاری وہ مائیں جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا ہو اور تمھاری دودھ شریک بہنیں اور تمھاری بیویوں کی مائیں اور تمھاری پالی ہوئی لڑکیاں، جو تمھاری گود میں تمھاری ان عورتوں سے ہیں جن سے تم صحبت کر چکے ہو، پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور تمھارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمھاری پشتوں سے ہیں اور یہ کہ تم دو بہنوں کو جمع کرو، مگر جو گزر چکا۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نسبی، رضاعی اور سسرالی محرمات کو بیان کیا ہے۔ سب سے پہلے نسبی محرمات کو بیان کیا جو یہ ہیں، مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ عورت اور اس کی پھوپھی، اور عورت اور اس کی خالہ کے ساتھ ایک وقت میں نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ اس کے بعد رضاعی محرمات کا ذکر ہے، آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ نسب کے ذریعے محرمات کی تمام صورتیں رضاعت کے ذریعے بھی ثابت ہیں اور اس کی تائید صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ اس کے بعد سسرالی محرمات کا ذکر آیا ہے جو یہ ہیں، بیویوں کی مائیں (بیویوں سے صرف عقد کرنے ہی سے ان کی مائیں حرام ہو جاتی ہیں) اور بیویوں کے پہلے شوہر کی لڑکیاں، جن بیویوں کے ساتھ ان کے شوہر ہم بستری کر چکے ہوں (اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو جماع سے پہلے ہی طلاق دے دے، یا وہ منکوحہ عورت مر جائے، تو اس کے پہلے شوہر کی بیٹی سے شادی کرنا جائز ہے) بیٹوں کی بیویاں (رضاعی بیٹوں کی بیویوں کا بھی یہی حکم ہے) اور دو بہنوں کو بذریعہ نکاح اکٹھا کرنا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے زمانۂ جاہلیت میں دو بہنوں کو بذریعہ نکاح اپنے پاس جمع کیا تھا اور اب اس سے باز آ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا۔ اللہ بڑا معاف کرنے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔

۱ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ : یعنی نسبی ماں اور بہن اسی طرح رضاعی ماں اور رضاعی بہن بھی حرام ہے۔ یہاں دو رشتوں کا ذکر ہے، مگر حدیث کی رو سے وہ ساتوں رشتے جو نسب سے حرام ہیں دودھ سے بھی حرام ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب النکاح، باب ﴿ أمهتكم التي أرضعنكم ﴾ : ۵۰۹۹۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة : ۱۴۴۴]

قرآن مجید نے دودھ پینے کو حرمت کا سبب قرار دیا ہے، یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ کم از کم کتنی مرتبہ دودھ پیا ہو، مگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قرآن مجید میں پہلے دس متعین رضعات (دودھ پینا) کے بارے میں حکم نازل ہوا تھا، جو حرام قرار دیتے تھے، پھر ان میں سے پانچ رضعات کو منسوخ کر دیا گیا۔ جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو انھیں قرآن مجید میں پڑھا جاتا تھا۔ [مسلم، کتاب الرضاع، باب التحریم بخمس رضعات : ۱۴۵۲]

یاد رہے کہ یہ دودھ پلانا اسی وقت معتبر ہوگا جب دودھ پلانے کی مدت یعنی دو سال کے اندر ہو۔

وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ : یعنی بیوی کی دوسرے خاوند سے جو لڑکی ہو وہ بھی حرام ہے، بشرطیکہ اپنی بیوی (یعنی اس لڑکی کی ماں) سے جماع کر لیا ہو۔ اگر قبل از جماع طلاق دے دے تو عورت کی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ میری بہن، ابو سفیان کی بیٹی عزہ سے نکاح کر لیں، آپ نے فرمایا: ''کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو؟'' انھوں نے عرض کی، جی ہاں، مگر میں (پہلے بھی) اکیلی نہیں (بلکہ آپ کی اور بیویاں بھی تو ہیں) دراصل میں اس بات کو پسند کرتی ہوں کہ خیر و بھلائی میں میرے ساتھ جو شریک ہو وہ میری بہن ہو۔ آپ نے فرمایا: ''مگر یہ میرے لیے حلال نہیں ہے۔'' انھوں نے کہا کہ یہ میں نے اس لیے کہا تھا کہ ہم نے سنا تھا کہ آپ ابو سلمہ کی بیٹی (دُرہ) سے نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ام سلمہ کی بیٹی (درہ) سے؟'' عرض کی، جی ہاں! فرمایا: ''اگر وہ میری زیر پرورش ربیبہ نہ ہوتی تو پھر بھی میرے لیے حلال نہ تھی، کیونکہ یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھے اور ابو سلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا، لہٰذا اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو میرے نکاح کے لیے پیش نہ کیا کرو۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب ﴿و أمهتكم التي أرضعنكم﴾ : ۵۱۰۱۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب تحریم الربيبة و أخت المرأة : ۱۴۴۹]

وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ : یعنی دو بہنوں کو صلبی ہوں یا رضاعی ایک وقت میں نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، قرآن میں صرف دو بہنوں کو جمع کرنا منع ہے۔ مگر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھوپھی اور بھتیجی، اور خالہ اور بھانجی کو (ایک نکاح میں) جمع نہ کیا جائے۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب لا تنكح المرأة على عمتها : ۵۱۰۹۔ مسلم، کتاب النکاح، باب تحريم الجمع بين المرأة وعمتها : ۱۴۰۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی پر نکاح کیا جائے، یا پھوپھی سے اس کی بھتیجی پر نکاح کیا جائے، یا کسی عورت سے اس کی خالہ پر نکاح کیا جائے، یا خالہ سے اس کی بھانجی پر نکاح کیا جائے (یعنی) نہ بڑی پر چھوٹی سے نکاح کیا جائے، نہ چھوٹی پر بڑی سے نکاح کیا جائے۔ [ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء لا تنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها : ۱۱۲۶۔ أبو داوٗد، کتاب النکاح، باب ما يكره أن يجمع بينهن من النساء : ۲۰۶۵]

سیدنا فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو میری دو بیویاں تھیں اور وہ آپس میں بہنیں تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا: ''ان میں سے کسی ایک کو، جس کو تم چاہو، طلاق دے دو۔'' [مسند أحمد : ۲۳۲/۴، ح : ۱۸۰۶۳۔ ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی الرجل یسلم وعندہ أختان : ۱۱۲۹]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کے علاوہ سنت بھی شریعت کا مستقل ماخذ ہے۔ قرآن میں صرف دو بہنوں کو جمع کرنا منع آیا ہے، حدیث میں پھوپھی، بھتیجی یا خالہ، بھانجی کو جمع کرنا بھی منع وارد ہوا ہے، یہ بھی ماننا پڑے گا۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾

’’اور خاوند والی عورتیں (بھی حرام کی گئی ہیں) مگر وہ (لونڈیاں) جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ ہوں، یہ تم پر اللہ کا لکھا ہوا ہے اور تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں جو ان کے سوا ہیں کہ اپنے مالوں کے بدلے طلب کرو، اس حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہو، نہ کہ بدکاری کرنے والے۔ پھر وہ جن سے تم ان عورتوں میں سے فائدہ اٹھاؤ، پس انھیں ان کے مہر دو، جو مقرر شدہ ہوں اور تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جس پر تم مقرر کر لینے کے بعد آپس میں راضی ہو جاؤ، بے شک اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

جو عورتیں شادی شدہ ہوں، ان سے اس وقت تک شادی حرام ہے، جب تک کہ ان کے پہلے شوہر انھیں طلاق نہ دے دیں، یا وہ فوت نہ ہو جائیں اور وہ عورتیں طلاق یا وفات کی عدت نہ گزار لیں، چاہے وہ عورتیں آزاد ہوں یا غلام اور چاہے مسلمان ہوں یا کتابیہ، تاکہ دو مردوں کا نطفہ مل کر بچے کا نسب ضائع نہ ہو جائے۔ لیکن اگر شادی شدہ عورتیں جہاد فی سبیل اللہ میں جنگی قیدی یعنی لونڈیاں بن کر مسلمانوں کے پاس آ جائیں، تو اگرچہ ان کے شوہر زندہ ہوں، لیکن چونکہ اب ان کا تعلق شوہر اور خاندان سے ختم ہو گیا ہے اور وہ لونڈیاں بن گئی ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر رحم کرتے ہوئے ان کے مسلمان مالکوں کو ایک ماہواری گزر جانے کے بعد ان کے ساتھ ہم بستری کرنے کی اجازت دی ہے۔

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ : یعنی وہ لونڈیاں جو میدانِ جنگ میں قید کر لی جائیں اور اسلامی ضابطہ کے تحت کسی مسلمان کی ملکیت میں آ جائیں تو اب وہ مسلمان اس لونڈی سے صحبت کر سکتا ہے، یا آزاد کر کے اس سے نکاح کر سکتا ہے، باوجود اس کے کہ اس کا کافر شوہر دار الحرب میں موجود ہو۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن اوطاس کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا۔ ان کا مقابلہ دشمن سے ہوا تو انھوں نے ان سے مقابلہ کیا اور فتح پائی۔ بہت سے قیدی ان کے ہاتھ آئے۔ (تقسیم کے بعد جو لونڈیاں حصہ میں آئیں) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان قیدی عورتوں سے صحبت کرنے کو گناہ سمجھا، اس لیے کہ ان کے مشرک شوہر موجود تھے، چنانچہ اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ﴾ [النساء : ۲٤] یعنی عدت کے بعد وہ تمھارے لیے حلال کر دی گئی ہیں۔ [مسلم، کتاب الرضاع، باب جواز وطء المسبية بعد الاستبراء ...... الخ : ۱٤٥٦]

اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ : یعنی جن عورتوں سے شادی کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، ان کے علاوہ عورتوں سے ایک مسلمان مرد عقدِ زواج کی قیود کو ملحوظ رکھتے ہوئے بیک وقت ایک سے چار تک شادیاں کر سکتا ہے، مگر چار شرطوں کے ساتھ، پہلی یہ کہ طلب کرو یعنی دونوں طرف سے ایجاب و قبول ہو۔ دوسری یہ کہ مال یعنی مہر دینا قبول کرو، تیسری یہ کہ ان عورتوں کو قید (دائمی قبضہ) میں لانا غرض ہو صرف اپنی خواہش پوری کرنے کی غرض نہ ہو (جیسے زنا میں ہوتا ہے)، یعنی وہ عورت اس مرد کی ہمیشہ کیلیے ہو جائے، چھوڑے بغیر نہ چھوٹے یعنی کسی مہینے یا برس (مدت) کا ذکر نہ آئے۔ چوتھی یہ کہ خفیہ یاری نہ ہو یعنی لوگ نکاح کے شاہد ہوں۔ یہی چار شرطیں اس آیت سے سمجھ میں آ رہی ہیں۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ : یعنی جس طرح تم ان سے فائدہ حاصل کرتے ہو، اسی طرح ان کے مقرر کردہ مہر بھی ادا کرو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ ﴾ [النساء : ۲۱] ”اور تم اسے کیسے لو گے جب کہ تم ایک دوسرے سے صحبت کر چکے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ﴾ [النساء : ٤] ”اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا ﴾ [البقرة : ۲۲۹] ”اور تمھارے لیے حلال نہیں کہ اس میں سے جو تم نے انھیں دیا ہے کچھ بھی لو۔“

”فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ“ کے الفاظ سے شیعہ حضرات نکاح متعہ کا اثبات کرتے ہیں، حالانکہ اس سے مراد نکاح کے بعد صحبت و مباشرت کا استمتاع ہے۔ البتہ متعہ ابتدائے اسلام میں جائز رہا ہے، لیکن اس کا جواز اس آیت کی بنیاد پر نہیں تھا، بلکہ اس رواج کی بنیاد پر تھا جو اسلام سے قبل چلا آ رہا تھا۔ پھر نبی ﷺ نے نہایت واضح الفاظ میں اسے قیامت تک کے لیے حرام کر دیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن نکاحِ متعہ اور پالتو گدھوں کے گوشت سے منع کر دیا تھا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خيبر : ٤٢١٦۔ مسلم، كتاب الصيد والذبائح، باب تحريم أكل لحم الحمر الإنسية : ١٤٠٧]

سیدنا سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ نے اس موقع پر فرمایا: ”لوگو! میں نے تمھیں عورتوں سے متعہ کی اجازت دی تھی، مگر اب اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت کے دن تک کے لیے حرام قرار دے دیا ہے، سو اب جن کے پاس متعہ والی عورتیں ہوں وہ انھیں چھوڑ دیں اور جو مال تم نے انھیں دیا ہے وہ ان سے واپس نہ لو۔“ [مسلم، كتاب النكاح، باب نكاح المتعة وبيان أنه أبيح ...... الخ : ١٤٠٦/٢١]

وَ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ
اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ
فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ
ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَ اَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع ۱

''اور تم میں سے جو مالی لحاظ سے طاقت نہ رکھے کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرے تو ان میں سے جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ ہوں، تمھاری مومن لونڈیوں سے (نکاح کرلے) اور اللہ تمھارے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے، تمھارا بعض بعض سے ہے۔ تو ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرلو اور انھیں ان کے مہر اچھے طریقے سے دو، جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ چھپے یار بنانے والی، پھر جب وہ نکاح میں لائی جاچکیں تو اگر کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔ یہ اس کے لیے ہے جو تم میں سے گناہ میں پڑنے سے ڈرے اور یہ کہ تم صبر کرو تمھارے لیے بہتر ہے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

جو لوگ غربت اور محتاجی کی وجہ سے آزاد مسلمان عورتوں سے شادی نہیں کر سکتے اور انھیں ڈر ہو کہ کہیں زنا کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں، انھیں اللہ تعالیٰ نے مسلمان لونڈی سے شادی کرنے کی اجازت دی ہے۔ لونڈی کا ولی اس کا مالک ہوتا ہے۔ لونڈی کا بھی مہر مقرر ہو، نیز شرعی نکاح کی دیگر تمام شروط ملحوظ ہوں اور اعلانیہ یا چھپا کر اس سے زنا کرنا مقصود نہ ہو۔ چونکہ ایمان دوسرے تمام امتیازات کو مٹا دیتا ہے، اس لیے اگرچہ وہ لونڈی ہے لیکن کوئی حرج نہیں کہ اس کے مالک کی اجازت سے مہر مقرر کر کے اس سے شرعی شادی کی جائے، بشرطیکہ اعلانیہ یا چھپا کر اس کے ساتھ زنا کرنے کی نیت نہ ہو۔ اگر لونڈیاں زنا کرلیں تو ان پر آزاد غیر شادی شدہ عورت سے نصف حد لگے گی، یعنی پچاس کوڑے مارے جائیں گے اور چونکہ رجم کو آدھا نہیں کیا جا سکتا، اس لیے لونڈیوں سے رجم ساقط ہو جائے گا۔

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ : یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مالک اپنی لونڈی کا ولی ہے۔ لہٰذا اس کی اجازت کے بغیر اس کی لونڈی سے نکاح نہ کیا جائے۔ اسی طرح وہ اپنے غلام کا بھی ولی ہے، لہٰذا اس کے غلام کو چاہیے کہ وہ بھی اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہ کرے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے، وہ بدکار ہے۔'' [أبو داوٗد، کتاب النکاح ، باب فی نکاح العبد بغیر إذن موالیہ : ۲۰۷۸۔ ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی نکاح العبد بغیر إذن سیدہ : ۱۱۱۱]

اگر مالک کوئی عورت ہے تو وہ ولی نہیں بن سکتی، اس صورت میں اس لونڈی کا ولی وہ مرد ہوگا جو اس عورت کا ولی ہے جو اس کی مالک ہے، کیونکہ عورت کا نکاح عورت نہیں کر سکتی، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: ”عورت، عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ کوئی عورت اپنا نکاح خود کرے، کیونکہ جو عورت اپنا نکاح خود کرے وہ عورت بدکار ہے۔“ [ابن ماجه، كتاب النكاح، باب لا نكاح إلا بولي : ۱۸۸۲]

﴿ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ﴾ : آزاد غیر شادی شدہ عورتوں کی سزا سو کوڑے ہے، لہٰذا لونڈی اگر بدکاری کر بیٹھے تو اس کی سزا پچاس کوڑے ہوگی، ارشاد فرمایا: ﴿ اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ﴾ [النور : ۲] ”جو زنا کرنے والی عورت ہے اور جو زنا کرنے والا مرد ہے، سو دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لونڈی نے زنا کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے کوڑے لگاؤں، میں نے اسے دیکھا تو وہ حالت نفاس میں تھی، میں ڈر گیا کہ کہیں میں اسے کوڑے لگا کر قتل نہ کر دوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تو نے اچھا کیا (کہ اسے ابھی کوڑے نہیں لگائے)۔“ [مسلم، كتاب الحدود، باب تأخير الحد عن النفساء : ۱۷۰۵/۳۴۔ مسند أحمد : ۱۵۶/۱، ح : ۱۳۴۴]

سیدنا عبد اللہ بن عیاش مخزومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اور قریش کے چند نوجوانوں کو حکم دیا تو ہم نے (حکم کی تعمیل کرتے ہوئے) سرکاری لونڈیوں میں سے کچھ لونڈیوں کو زنا کرنے کی وجہ سے پچاس پچاس کوڑے لگائے۔ [موطأ إمام مالك، كتاب الحدود، باب جامع ما جاء في حد الزنا : ۱۶]

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾

”اللہ چاہتا ہے کہ تمھارے لیے کھول کر بیان کرے اور تمھیں ان لوگوں کے طریقوں کی ہدایت دے جو تم سے پہلے تھے اور تم پر مہربانی فرمائے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے احکام اس لیے بیان فرما رہا ہے کہ تم کو حلال و حرام کا پتا چل جائے اور پہلے لوگوں کے عمدہ طریق کی ہدایت ہو جائے۔ ”پہلے لوگوں“ سے مراد انبیاء اور ان کی امتوں کے نیک لوگ ہیں۔

﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ ﴾ : اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے احکام کو تمھارے لیے وضاحت کے ساتھ بیان کر دے، تاکہ تمھیں ان کو سمجھنے میں کوئی الجھن نہ ہو، ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ [الحديد : ۱۷] ”بلاشبہ ہم نے تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، تاکہ تم سمجھو۔“ اور فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۰۳] ”اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۛ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ يُبَشِّرَ

الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ﴾ [الكهف : ۱، ۲] ’’سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہ رکھی۔ بالکل سیدھی، تاکہ وہ اس کی جانب سے آنے والے سخت عذاب سے ڈرائے اور ان مومنوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، خوش خبری دے کہ بے شک ان کے لیے اچھا اجر ہے۔‘‘

وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾

’’اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی فرمائے اور جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم (سیدھے راستے سے) ہٹ جاؤ، بہت بڑا ہٹ جانا۔‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مسلمان فسق و فساد کے بجائے پاکیزگی اپنائیں، لیکن خواہشاتِ نفس کی اتباع کرنے والے زنا کار، یہود و نصاریٰ اور دین کی راہ سے ہٹ جانے والے چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی انھی کی طرح دنیاوی لذتوں اور خواہشات میں ڈوب جائیں۔ لہٰذا تم شہوت پرستوں (یہود، نصاریٰ، مجوسی اور کمیونسٹ) کے کہنے میں نہ آؤ، جو حرام رشتوں سے بھی نکاح جائز سمجھتے ہیں، بلکہ بعض تو سرے سے نکاح کا طریقہ ہی ختم کر چکے ہیں اور بغیر نکاح کے کئی کئی سال تک ازدواجی تعلقات قائم کیے رکھتے ہیں حتیٰ کہ کچھ ممالک تو قوم لوط کے عمل کو قانوناً جائز کر چکے ہیں۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾

’’اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (بوجھ) ہلکا کرے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ کو انسان کی کمزوری کا خوب علم ہے، اس لیے احکامِ شریعت میں اس کی سہولت کا خیال رکھا گیا ہے اور دین میں سختی نہیں برتی گئی۔

يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ : یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے لیے آسانیاں پیدا کرنا چاہتا ہے، تم پر سختیاں نہیں کرنا چاہتا۔ لونڈی سے نکاح کی اجازت دینا یہ اللہ کی طرف سے ایک آسانی ہے۔ اس نے دین کو سخت نہیں بنایا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ [الحج : ۷۸] ’’اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ﴾ [المزمل : ۲۰] ’’اس نے جان لیا کہ تم ہرگز اس کی طاقت نہیں رکھو گے، سو اس نے تم پر مہربانی فرمائی تو قرآن میں سے جو میسر ہو پڑھو۔ اس نے جان لیا کہ یقیناً تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ دوسرے زمین میں سفر کریں گے، اللہ کا فضل تلاش کریں گے اور دوسرے اللہ کی راہ میں لڑیں گے، پس اس میں سے جو میسر ہو پڑھو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ

الْعُسْرَ﴾ [البقرة : ۱۸۵] ''اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔'' اور فرمایا: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة : ۲۸٦] ''اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک دین آسان ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب الدین یسر : ۳۹]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمانوں میں سے سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے، جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق پوچھا جو حرام نہیں تھی، لیکن اس کے سوال کرنے کی وجہ سے وہ حرام کر دی گئی۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یکرہ من کثرة السؤال ...... الخ : ۷۲۸۹]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ؕ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝۲۹ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۳۰

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تمھاری آپس کی رضا مندی سے تجارت کی کوئی صورت ہو اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر ہمیشہ سے بے حد مہربان ہے۔ اور جو زیادتی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں جھونکیں گے اور یہ اللہ پر ہمیشہ سے بہت آسان ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے ایمان والو! تم لوگ ایک دوسرے کا مال چوری، دھوکا دہی، جوا، سود اور دیگر حرام طریقوں سے نہ کھایا کرو۔ ہاں، جو مال تمھیں آپس کی رضامندی سے تجارت کے ذریعے ملے وہ حلال ہے اور اے مسلمانو! تم لوگ نہ خودکشی کرو اور نہ ایک دوسرے کو قتل کرو، کیونکہ جو کوئی کسی مسلمان کو جان بوجھ کر ناحق قتل کر دے گا اللہ اسے جہنم میں ڈال دے گا اور اللہ کے لیے ایسا کرنا بہت آسان ہے۔

لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ : کمائی کے جتنے ناجائز طریقے ہیں سب ''بِالْبَاطِلِ'' میں آ جاتے ہیں، حتیٰ کہ ''حیلہ سازی'' کے ساتھ کسی کا مال کھانا بھی حرام ہے اور اپنے مال کو غلط طریقے سے خرچ کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، البتہ ان دونوں کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں، جس نے اس کام کو چھوڑ دیا جس میں گناہ کا شبہ ہے تو وہ اس کام کو زیادہ چھوڑنے والا ہو گا جس کا حرام ہونا واضح ہے اور جس نے اس کام میں جرأت کی جس میں گناہ کا شبہ ہے تو قریب ہے کہ وہ اس کام میں جا پڑے جس کا حرام ہونا واضح ہے۔ گناہ اللہ کی چراگاہ ہیں، جو شخص چراگاہ کے اردگرد (ریوڑ) چراتا ہے ممکن ہے کہ وہ چراگاہ میں بھی جا پڑے۔'' [بخاری، کتاب البیوع، باب الحلال بین والحرام بین و بینهما مشتبهات : ۲۰۵۱]

کتے، بلی، شراب، مردار، سور اور دیگر حرام چیزوں کی خرید و فروخت اور ان کی قیمت کھانا بھی حرام ہے، ابو زبیر کہتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے کتے اور بلی کی قیمت لینے کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر زجر و توبیخ فرمائی ہے۔[مسلم، كتاب المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب : ١٥٦٩]

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ کی مزدوری اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا ہے۔[بخاری، كتاب البيوع، باب ثمن الكلب : ٢٢٣٧۔ مسلم، كتاب المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب : ١٥٦٧]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سور اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔“ آپ سے دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول! مردار کی چربی کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں، ہم اسے کشتیوں پر لگاتے ہیں، چمڑوں پر اس سے تیل کا کام لیتے ہیں اور لوگ اس سے چراغ بھی جلاتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں! وہ بھی حرام ہے۔“[بخاری، كتاب البيوع، باب بيع الميتة والأصنام : ٢٢٣٦۔ مسلم، كتاب المساقاة، باب تحريم بيع الخمر و الميتة والخنزير والأصنام : ١٥٨١]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تین آدمی وہ ہیں، جن سے اللہ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک ہی فرمائے گا، بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔“ آپ نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا، یہ لوگ نامراد ہو گئے اور نقصان میں رہے، اے اللہ کے رسول! وہ لوگ ہیں کون؟ فرمایا: ”کپڑا لٹکانے والا، احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچنے والا۔“[مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار : ١٠٦]

اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ : یعنی وہ تجارت اور لین دین مثلاً صنعت و حرفت وغیرہ کہ جس میں حقیقی باہمی رضا مندی ہو، اس کے ذریعے کماؤ اور کھاؤ۔ آپس کی رضا مندی میں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شرع کے خلاف نہ ہو، کیونکہ وہ حقیقی رضا مندی ہوتی ہی نہیں، مجبوری کی رضا مندی ہوتی ہے، مثلاً رشوت اور سود میں بظاہر رضا مندی ہے مگر حقیقی نہیں، کیونکہ ایک فریق دوسرے کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسی طرح جوئے اور لاٹری کا معاملہ ہے، چونکہ دونوں فریق نفع کی موہوم امید کے فریب میں آ کر یہ کام کر رہے ہیں، اس لیے اس فریب کو حقیقی رضا مندی نہیں کہا جا سکتا۔ رضا مندی میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ جب تک بیچنے والا اور خریدنے والا اس مجلس بیع سے الگ نہ ہوں، اس وقت تک دونوں کو ایک دوسرے کی بیع رد کرنے کا حق ہے۔ خیارِ مجلس آپس کی رضا مندی کی تکمیل ہی کے لیے ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خرید و فروخت کرنے والوں میں سے ہر ایک کو (بیع فسخ کرنے کا) اس وقت تک اختیار ہے، جب تک کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں، سوائے اس تجارت

کے جس میں یہ اختیار باقی رکھا جائے۔" [بخاری، کتاب البیوع، باب البیعان بالخیار ما لم یتفرقا : ۲۱۱۱۔ مسلم، کتاب البیوع، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین : ۱۵۳۱]

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیچنے والے اور خریدنے والے کو تجارت کے کالعدم کرنے کا اختیار اس وقت تک ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں، اگر وہ دونوں سچ بولیں اور (اپنی اپنی چیز کی اچھائی و برائی) صحیح صحیح بیان کر دیں تو ان کی خرید وفروخت میں برکت دی جائے گی اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور عیب چھپائیں تو ان کی خرید وفروخت میں سے برکت سلب کر دی جائے گی۔" [بخاری، کتاب البیوع، باب البیعان بالخیار ما لم یتفرقا : ۲۱۱۰۔ مسلم، کتاب البیوع، باب الصدق فی البیع والبیان : ۱۵۳۲]

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا : اس کے تین معانی ہو سکتے ہیں اور تینوں مراد ہیں، پہلا یہ کہ شریعت کی مخالفت کرتے ہوئے حقیقی باہمی رضا مندی کے بغیر اگر لین دین کرو گے تو اس کا نتیجہ آپس میں قتل و غارت ہوگا، لہٰذا یہ کام مت کرو۔ دوسرا یہ کہ ایک دوسرے کو قتل مت کرو، کیونکہ یہ حقیقت میں اپنے آپ کو ہی قتل کرنا ہے۔ تیسرا یہ کہ خود کشی مت کرو۔ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ذات سلاسل کے سال بھیجا تو میں ایک ایسی رات میں جنبی ہو گیا جو شدید سرد تھی اور مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو مر جاؤں گا، لہٰذا میں نے تیمم کر کے اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا، چنانچہ آپ نے فرمایا: "عمرو! تم نے اپنے ساتھیوں کو حالت جنابت ہی میں نماز پڑھا دی؟" میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے شدید سرد رات میں احتلام ہوا تھا، سو خدشہ تھا کہ اگر میں نے غسل کیا تو مر جاؤں گا اور اس موقع پر مجھے یہ ارشاد باری تعالیٰ یاد آیا: ﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴾ "اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر ہمیشہ سے بے حد مہربان ہے" تو میں نے تیمم کر کے نماز پڑھا دی۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے اور آپ نے مزید کچھ نہ فرمایا۔ [مسند أحمد : ۲۰۳/۴، ۲۰۴، ح : ۱۷۸۲۹۔ أبو داوٗد، کتاب الطهارة ، باب إذا خاف الجنب البرد أيتيمم؟: ۳۳٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے چھری کے ساتھ اپنے آپ کو قتل کیا تو جہنم میں چھری اس کے ہاتھ میں ہوگی اور وہ اس کے ساتھ اپنے پیٹ کو پھاڑے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو زہر سے قتل کیا تو جہنم میں اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا، جسے وہ تھوڑا تھوڑا کر کے پیے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں رہے گا اور جس نے پہاڑ سے گرا کر اپنے آپ کو قتل کر لیا تو وہ جہنم کی آگ میں گرتا رہے گا اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔" [مسلم، کتاب الإيمان ، باب بيان غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه : ۱۰۹۔ بخاری، کتاب الطب ، باب شرب السم والدواء به : ۵۷۷۸]

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

''اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تمھیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تم سے تمھاری چھوٹی برائیاں دور کر دیں گے اور تمھیں باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے۔''

کبیرہ گناہ وہ ہیں جن کے متعلق قرآن یا حدیث میں صاف طور پر دوزخ کی وعید آئی ہو، یا اللہ تعالیٰ کے غصے کا اظہار ہوتا ہو، یا شریعت میں اس پر حد مقرر کی گئی ہو اور ''سیئات'' وہ گناہ ہیں جن سے صرف منع کیا گیا ہو اور ان پر وعید کا ذکر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا مومنوں سے وعدہ ہے کہ جو شخص کبیرہ گناہوں سے بچے گا اللہ اس کے صغیرہ گناہوں کو معاف کر دے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴾ [الشوریٰ : ۳۷] ''اور وہ لوگ جو بڑے گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب بھی غصے ہوتے ہیں وہ معاف کر دیتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ﴾ [النجم : ۳۲] ''وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر صغیرہ گناہ، یقیناً تیرا رب وسیع بخشش والا ہے۔'' قرآن مجید میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے بڑے گناہوں کا ذکر کیا ہے، فرمایا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳] ''بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴾ [الحج : ۳۰، ۳۱] ''یہ اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لیے اس کے رب کے ہاں بہتر ہے اور تمھارے لیے مویشی حلال کر دیے گئے ہیں، سوائے ان کے جو تمھیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ پس بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو۔ اس حال میں کہ اللہ کے لیے ایک طرف ہونے والے ہو، اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہیں اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النحل : ۱۱۶، ۱۱۷] ''اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔ بہت تھوڑا فائدہ ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ

ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۝ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ [الأنعام : ۱۵۱، ۱۵۲] ’’کہہ دے آؤ میں پڑھوں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، (اس نے تاکیدی حکم دیا ہے) کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ خوب احسان کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم ہی تمھیں رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی اور بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے مگر حق کے ساتھ۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم سمجھو۔ اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی پختگی کو پہنچ جائے اور ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ ہم کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق اور جب بات کرو تو انصاف کرو خواہ رشتہ دار ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا۝ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا۝ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا۝ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْــُٔوْلًا۝ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ [بنی إسرائيل : ۳۱تا۳۵] ’’اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انھیں رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی۔ بے شک ان کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔ اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔ اور اس جان کو قتل مت کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو شخص قتل کر دیا جائے، اس حال میں کہ مظلوم ہو تو یقیناً ہم نے اس کے ولی کے لیے پورا غلبہ رکھا ہے۔ پس وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے، یقیناً وہ مدد دیا ہوا ہوگا۔ اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کا سوال ہوگا۔ اور ماپ کو پورا کرو، جب ماپو اور سیدھی ترازو کے ساتھ وزن کرو۔ یہ بہترین ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت زیادہ اچھا ہے۔‘‘ ☚

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ’’جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور خوب پاکی حاصل کی، پھر جمعہ کے لیے چلا اور (مسجد میں) دو آدمیوں کے درمیان نہ گھسا اور جتنی اس کی قسمت میں نماز تھی اس نے پڑھی، پھر جب امام باہر آیا اور خطبہ شروع کیا تو وہ خاموش ہوگیا، تو اس کے اس جمعہ سے لے کر آئندہ جمعہ تک کے

تمام گناہ بخش دیے جائیں گے۔'' [بخاری، کتاب الجمعة ، باب لا يفرق بين اثنين يوم الجمعة : ۹۱۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچوں نمازیں اور جمعہ (آئندہ) جمعہ تک اور رمضان (آئندہ) رمضان تک کفارہ بن جاتے ہیں ان گناہوں کا جو ان کے درمیانی عرصہ میں سرزد ہوتے ہیں، بشرطیکہ وہ شخص کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔'' [مسلم، کتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة ...... الخ : ۲۳۳/۱۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان سات قسم کے گناہوں سے بچو جو ہلاک کر دینے والے ہیں۔'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کون سے ہیں؟ فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، اس نفس کو ناحق قتل کرنا جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے پیٹھ پھیرنا اور پاک باز بھولی بھالی معصوم عورتوں پر تہمت لگانا۔'' [بخاری، کتاب الحدود، باب رمي المحصنات : ۶۸۵۷۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها : ۸۹]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبیرہ گناہوں کا ذکر کیا، یا آپ سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، کسی انسان کو ناحق قتل کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا'' اور آپ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں یہ نہ بتاؤں کہ تمام کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟'' پھر فرمایا: ''وہ گناہ جھوٹی بات یا جھوٹی گواہی ہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب ، باب عقوق الوالدين من الكبائر : ۵۹۷۷۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها : ۸۸]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے عظیم گناہ کون سا ہے؟ فرمایا: ''یہ کہ تو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔'' میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ''پھر یہ کہ تم اپنے بچے کو اس ڈر سے قتل کرو کہ بعد ازاں وہ تمھارے ساتھ کھائے گا۔'' میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ''یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرو۔'' اور کہا کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تصدیق کے لیے نازل ہوئی ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ ﴾ [الفرقان : ۶۸ تا ۷۰] ''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿ والذين لا يدعون مع الله إلها آخر ...... الخ ﴾ : ۴۷۶۱۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون الشرك أقبح الذنوب : ۸۶]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کبیرہ گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ شرک کرنا،

ماں باپ کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔“ [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب الیمین الغموس : ٦٦٧٥]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ یہ (بھی) ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔“ صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آدمی اپنے والدین پر لعنت کس طرح بھیج سکتا ہے؟ فرمایا: ”وہ اس طرح کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ (دوسرا) اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔“ [بخاری، کتاب الأدب، باب لا یسب الرجل والدیه : ٥٩٧٣]

وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَ سْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾

”اور اس چیز کی تمنا نہ کرو جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے، جو انھوں نے محنت سے کمایا اور عورتوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے، جو انھوں نے محنت سے کمایا اور اللہ سے اس کے فضل میں سے حصہ مانگو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے جو جسمانی قوت و طاقت اپنی حکمت و ارادہ کے مطابق عطا کی ہے اور جس کی بنیاد پر وہ جہاد بھی کرتے ہیں اور دیگر بیرونی کاموں میں حصہ لیتے ہیں۔ یہ ان کے لیے اللہ کا خاص عطیہ ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے عورتوں کو مردانہ صلاحیتوں کے کام کرنے کی آرزو نہیں کرنی چاہیے، البتہ اللہ کی اطاعت اور نیکی کے کاموں میں خوب حصہ لینا چاہیے اور اس میدان میں وہ جو کچھ کمائیں گی، مردوں کی طرح، ان کا پورا پورا صلہ انھیں ملے گا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرنا چاہیے، کیونکہ مرد اور عورت کے درمیان استعداد و صلاحیت اور قوت کار کا جو فرق ہے، وہ تو قدرت کا ایک اٹل فیصلہ ہے، جو محض آرزو سے تبدیل نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس کے فضل سے کسب و محنت میں رہ جانے والی کمی کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ نہ کہو، کاش یہ درجہ یا مال مجھے مل جائے، یہ تقدیر پر راضی نہ ہونے کی دلیل ہے اور اگر زوال نعمت کی سوچ رکھے تو یہ حسد ہے، جس کی احادیث میں بہت مذمت بیان ہوئی ہے، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو اور نہ قطع تعلق کرو، بلکہ اللہ کے بندو! سب بھائی بھائی بن جاؤ [بخاری، کتاب الأدب، باب الهجرة ......الخ : ٦٠٧٦، مسلم، کتاب البر و الصلة: ٢٥٥٩]

یعنی اللہ کے ہاں تقرب نیک اعمال سے ہے، مرد کو محض مرد ہونے کی وجہ سے عورت پر عمل میں فضیلت نہیں ہے اور عورت محض عورت ہونے کی وجہ سے نیک عمل کے ثواب سے محروم نہیں ہے، لہٰذا تم بجائے حسد کے اللہ تعالیٰ کا فضل طلب کرو۔ البتہ رشک کرنے میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رشک کرنا جائز نہیں، سوائے دو آدمیوں پر، ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تو وہ رات اور دن کی گھڑیوں میں اس کے ساتھ کھڑا نماز پڑھتا رہتا ہے اور ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تو وہ رات اور دن کی گھڑیوں میں اسے خرچ کرتا رہتا ہے۔'' [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب اغتباط صاحب القرآن : ۵۰۲۵۔ مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین ، باب فضل من یقوم بالقرآن و یعلمه : ۸۱۵]

وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ وَ الَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾ ع ۵

''اور ہم نے اس (ترکے) میں جو والدین اور زیادہ قرابت والے چھوڑ جائیں، ہر ایک کے وارث مقرر کر دیے ہیں اور جن لوگوں کو تمھارے عہد و پیمان نے باندھ رکھا ہے انھیں ان کا حصہ دو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر حاضر ہے۔''

اس آیت کریمہ کے پہلے حصے میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ مرد ہو یا عورت ہر ایک کے ورثا اور رشتہ دار ہوتے ہیں، جو اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث بنتے ہیں۔ آیت کے دوسرے حصے: ﴿ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ تم نے جو حلف یا معاہدہ کسی کے ساتھ طے کیا ہے تو اس کا حصہ اسے دو۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب مہاجرین مدینہ آئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ قائم کر دیا تھا۔ انصاری کا وارث اس کے رشتہ داروں کے بجائے مہاجر ہوتا تھا۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ ﴾ تو وہ (وراثت جو مہاجرین اور انصار کے درمیان قائم کر دی گئی تھی) منسوخ ہو گئی۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ﴾ ''اور جن لوگوں کو تمھارے عہد و پیمان نے باندھ رکھا ہے انھیں ان کا حصہ دو'' سے مراد یہ ہے کہ نصرت، اعانت اور نصیحت کی صورت میں انھیں ان کا حصہ دو، کیونکہ میراث سے ان کا حصہ ختم ہو گیا ہے۔ ہاں، البتہ ان کے لیے وصیت کی جا سکتی ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولکل جعلنا موالی مما ترك الوالدٰن ﴾ : ۴۵۸۰]

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَ الّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ

فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَإِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

''مرد عورتوں پر نگران ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی اور اس وجہ سے کہ انھوں نے اپنے مالوں سے خرچ کیا۔ پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں، غیر حاضری میں حفاظت کرنے والی ہیں، اس لیے کہ اللہ نے (انھیں) محفوظ رکھا اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی سے تم ڈرتے ہو، سو انھیں نصیحت کرو اور بستروں میں ان سے الگ ہو جاؤ اور انھیں مارو، پھر اگر وہ تمھاری فرماں برداری کریں تو ان پر (زیادتی کا) کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت بلند، بہت بڑا ہے۔''

شریعت نے خانگی شیرازہ بندی کے لیے مرد کو گھر کا قوام (نگران) قرار دیا ہے اور عورت کو اس کے ماتحت رکھا ہے۔ قرآن نے اس کے دو سبب بیان کیے ہیں، ایک تو یہ کہ مرد کو طبعی طور پر یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ منتظم بنے اور دوسرے یہ کہ گھر کے سارے اخراجات بیوی کے نفقہ سمیت مرد کے ذمے ہیں۔ اس بنا پر گھر کا نگران بننے کا حق مرد کو ہے، عورت کو نہیں۔ اس کے بعد اللہ نے یہ بتایا کہ اگر بیوی نافرمانی کرے اور شوہر کے ساتھ بدسلوکی کرے، تو شوہر اسے اپنے حقوق یاد دلائے، اللہ کی ناراضی اور اس کے عذاب سے ڈرائے اور طلاق کی طرف بھی اشارہ کرے، اگر اچھی ہوگی تو یہی نصیحت کافی ہوگی، ورنہ اس سے بات کرنا اور ہم بستری بند کر دے اور صبر کرے، یہاں تک کہ وہ نافرمانی سے باز آجائے۔ اگر یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہو تو اس کی پٹائی کرے لیکن یہ پٹائی ایسی نہ ہو جس سے جسم کا کوئی حصہ ٹوٹ جائے، یا کوئی عضو بدشکل ہو جائے۔ اگر وہ اصلاح کر لے تو پھر راستہ تلاش نہ کرو، یعنی مار پیٹ نہ کرو، تنگ نہ کرو، یا طلاق نہ دو۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ : مرد فی نفسہ عورت سے افضل ہے اور اسے اس پر فضل و شرف حاصل ہے، لہٰذا یہی مناسب تھا کہ مرد عورت پر حاکم ہوتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾ [البقرة : ۲۲۸] ''اور مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔''

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جنھوں نے اپنا حاکم عورت کو بنا لیا۔'' [بخاري، كتاب الفتن، باب : ۷۰۹۹]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مرد اپنے اہل خانہ پر نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد پر نگران ہے، سو اس سے ان کے متعلق باز پرس ہوگی۔'' [بخاري، كتاب النكاح، باب ﴿ قوا أنفسكم ...... الخ ﴾ : ۵۱۸۸ ـ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل : ۱۸۲۹]

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ : یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ نے خاوندوں کو عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت کا حکم دے کر ان کے حقوق محفوظ کر دیے ہیں، اس کے بدلے میں وہ خاوند کی غیر حاضری میں ان کے مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرتی ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ بہترین بیوی کون سی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ کہ جب آدمی اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، اسے حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اور اپنے نفس اور مال میں کوئی ایسا تصرف نہ کرے جو اسے ناپسند ہو۔'' [نسائی، کتاب النکاح، باب أی النساء خیر؟ : ۳۲۳۳۔ مستدرک حاکم : ۱۶۱/۲، ح : ۲۶۸۲۔ السلسلة الصحیحة : ۱۸۳۸]

وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ : عورت پر مرد کا بہت بڑا حق ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔'' [ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة : ۱۱۵۹۔ أبو داؤد، کتاب النکاح، باب فی حق الزوج علی المرأة : ۲۱۴۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها : ۵۱۹۳]

ایسی مار سے منع کیا گیا ہے جس سے سخت چوٹ آئے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، اس لیے کہ تم نے ان کو اللہ کی امان سے حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلمہ کے ساتھ ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے، ان پر تمھارا یہ حق ہے کہ وہ تمھارے بستروں پر (یعنی گھروں میں) کسی ایسے آدمی کو نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کو مارو، مگر یوں کہ انھیں سخت چوٹ نہ لگے۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۲۱۸]

سیدنا عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خبردار! عورتوں کے متعلق نیکی کی وصیت قبول کرو، وہ تمھارے پاس صرف تمھارے لیے مخصوص ہیں۔ اس کے علاوہ تم ان کے کچھ بھی مالک نہیں، سوائے اس صورت کے کہ اگر وہ کھلی بے حیائی کریں تو ان کو بستروں سے علیحدہ کر دو اور ان کو اس طرح مارو کہ سخت چوٹ نہ آئے۔'' [ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها : ۱۱۶۳]

عورت نافرمانی کا رویہ اختیار کرے تو خاوند کو حالات کے مطابق تین چیزوں کا اختیار ہے، نصیحت کرنا ان کے بستر الگ کر دینا اور انھیں مارنا، سیدنا حکیم بن معاویہ قرشی رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''(بیوی کے) چہرے پر نہ مارو، اسے برا بھلا نہ کہو اور اسے چھوڑو نہیں مگر صرف گھر میں۔'' [أبو داؤد، کتاب النکاح، باب في حق المرأة علی زوجها : ۲۱٤۲]

سیدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی بھی اپنی بیوی کو اس طرح نہ مارے جس طرح غلام کو مارتے ہیں، پھر دن کے آخر میں اس سے جماع کرے۔'' [بخاري، کتاب النکاح، باب ما یکره من ضرب النساء : ٥٢٠٤]

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَاۤ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

''اور اگر ان دونوں کے درمیان مخالفت سے ڈرو تو ایک منصف مرد کے گھر والوں سے اور ایک منصف عورت کے گھر والوں سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔''

یعنی اگر شوہر اور بیوی کے درمیان اختلاف کی خلیج حائل ہو جائے، ناچاقی اس قدر بڑھ جائے کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں تو ایسی صورت میں بیوی اور خاوند دونوں کے رشتہ دار اپنی طرف سے ایک ایک ''حکم'' یعنی فیصلہ کرنے والا بھیجیں اور وہ دونوں شوہر اور بیوی سے مل کر قضیہ کو سمجھیں، اختلاف کے اسباب کو جاننے کی کوشش کریں اور ان کے درمیان مصالحت کی کوشش کریں۔ اگر صلح کی تمام مخلصانہ کوششیں ناکام ہو جائیں تو شوہر اور بیوی کی منظوری لینے کے بعد دونوں میں جدائی کر دیں۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿۳۶﴾

''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور قرابت والے کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت والے ہمسائے اور اجنبی ہمسائے اور پہلو کے ساتھی اور مسافر (کے ساتھ) اور (ان کے ساتھ بھی) جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یقیناً اللہ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو اکڑنے والا، شیخی مارنے والا ہو۔''

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا : اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کی جائے، کیونکہ وہی خالق ہے، رازق ہے، منعم ہے اور تمام اوقات و حالات میں اپنی مخلوق پر فضل و کرم فرمانے والا ہے۔ لہٰذا وہی

اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے بندے صرف اسی کی وحدانیت کا اقرار کریں اور مخلوق میں سے کسی کو بھی اس کا شریک نہ بنائیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ﴾ [بنی إسرائیل : ۲۳] ''اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ٤٨] ''بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔'' اور فرمایا: ﴿ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [الزمر : ٦٥] ''بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔''

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟'' انھوں نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ (پھر آپ نے دریافت فرمایا) کیا تم جانتے ہو کہ جب بندے ایسا کریں تو پھر بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟'' انھوں نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''یہ کہ وہ انھیں عذاب نہ دے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ أمته إلی توحید الله تبارك وتعالی : ۷۳۷۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة : ۳۰]

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا : والدین سے حسن سلوک کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لیے دنیا میں آنے کا ذریعہ بنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر جہاں اپنی عبادت کا حکم فرمایا ہے وہاں ساتھ ہی والدین سے حسن سلوک کا بھی حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ [الأنعام : ١٥١] ''کہہ دے آؤ میں پڑھوں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، (اس نے تاکیدی حکم دیا ہے) کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ خوب احسان کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴾ [لقمان : ١٤] ''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

وَ بِذِي الْقُرْبٰى : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ ﴾ [بنی إسرائیل : ٢٦] ''اور رشتہ دار کو اس کا حق دے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴾ [النساء : ٨] ''اور جب تقسیم کے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انھیں اس میں سے کچھ دو اور ان سے اچھی

بات کہو۔‘‘

سیدنا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مسکین پر صدقہ صرف صدقہ ہے، جبکہ رشتہ دار پر صدقہ، صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔‘‘ [ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی الصدقة علی ذی القرابة : ٦٥٨۔ نسائی، کتاب الزکاۃ ، باب الصدقة علی الأقارب : ٢٥٨٣]

وَالْيَتٰمٰى : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ١۪ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ١ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ﴾ [النساء : ٢] ’’اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور گندی چیز کو اچھی چیز کے عوض بدل کر نہ لو اور نہ ان کے اموال اپنے مالوں سے ملا کر کھاؤ، یقیناً یہ ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ١ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ١ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا١ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ١ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ١ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ١ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴾ [النساء : ٦] ’’اور یتیموں کو آزماتے رہو، یہاں تک کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم ان سے کچھ سمجھداری معلوم کرو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو اور فضول خرچی کرتے ہوئے اور اس سے جلدی کرتے ہوئے انھیں مت کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔ اور جو غنی ہو تو وہ بہت بچے اور جو محتاج ہو تو وہ جانے پہچانے طریقے سے کھالے، پھر جب ان کے مال ان کے سپرد کرو تو ان پر گواہ بنا لو اور اللہ پورا حساب لینے والا کافی ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ﴾ [بنی إسرائيل : ٣٤] ’’اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔‘‘

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔‘‘ آپ نے اپنی دو انگلیوں یعنی انگشت شہادت اور درمیان کی انگلی کو ملا کر بتایا۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب فضل من یعول یتیمًا : ٦٠٠٥۔ مسلم، کتاب الزھد، باب فضل الإحسان إلی الأرملة والمسکین والیتیم : ٢٩٨٣]

وَالْمَسٰكِيْنِ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ﴾ [البقرة : ٢١٥] ’’کہہ دے تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو سو وہ ماں باپ اور زیادہ قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ﴾ [بنی إسرائيل : ٢٦] ’’اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو۔‘‘

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یہ مال بڑا سرسبز و شیریں ہے، تو اس مسلمان

کا مال کتنا اچھا ہے جس میں سے وہ مسکین، یتیم اور مسافر کو عطا کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقة علی الیتامٰی : ۱۴۶۵۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب التحذیر من الاغترار بزینة الدنیا وما یبسط منها : ۱۰۵۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے ہاں چکر کاٹتا رہتا ہے اور ایک یا دو لقمے اور ایک کھجور یا دو کھجوریں لے کر واپس چلا جاتا ہے، بلکہ مسکین تو وہ ہے جو اتنا مال نہیں پاتا جو اسے مستغنی کر دے اور اور نہ کسی کو اس کا حال معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اسے صدقہ دے اور نہ وہ کھڑے ہو کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول الله تعالٰی: ﴿ لا یسئلون الناس إلحافا ﴾ : ۱۴۷۹۔ مسلم ، کتاب الزکوۃ، باب المسکین الذی لا یجد غنًی : ۱۰۳۹]

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ : ''قرابت والے ہمسائے'' سے مراد رشتہ دار ہمسایہ ہے اور ''اجنبی ہمسائے'' سے مراد غیر رشتہ دار ہمسایہ ہے۔ ہمسائیگی کے حقوق کی نگہداشت میں متعدد احادیث وارد ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو (اسے چاہیے کہ) اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب الوصاة بالنساء : ۵۱۸۵۔ مسلم، کتاب الإیمان ، باب الحث علی إکرام الجار : ۴۷]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جبریل مجھے ہمیشہ پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ وہ پڑوسی کو وارث بھی قرار دے دیں گے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب الوصاة بالجار : ۶۰۱۵۔ مسلم، کتاب البر والصلة ، باب الوصیة بالجار والإحسان إلیه : ۲۶۲۵]

سیدنا ابو شریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا۔'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کون شخص؟ فرمایا: ''وہ شخص جس کی ایذا رسانی سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب إثم من لا یأمن جاره بوائقهٗ : ۶۰۱۶]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دوستوں میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے دوست کے لیے بہتر ہو اور پڑوسیوں میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے بہتر ہو۔'' [مسند أحمد : ۱۶۷/۲، ۱۶۸، ح : ۶۵۷۴۔ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی حق الجوار : ۱۹۴۴]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابو ذر! جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شوربا زیادہ کر لیا کرو اور یوں اپنے پڑوسیوں کا بھی خیال رکھا کرو۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب الوصیة بالجار: ۲۶۲۵/۱۴۲]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ تو کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔'' میں نے عرض کی، پھر کون سا؟

فرمایا: ''تو اپنے بچے کو اس خدشے سے قتل کر دے کہ وہ تمھارے ساتھ کھائے گا۔'' میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ''یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرو۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿ والذين لا يدعون مع الله إلها آخر ﴾ : ٤٧٦١۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان كون الشرك أقبح الذنوب : ٨٦]

وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ : پہلو کے ساتھی سے ہم نشین دوست، سفر کا ساتھی، بیوی، علم سیکھنے کے لیے آنے والے یا کاروباری سلسلے میں پاس آ بیٹھنے والے سب مراد ہیں۔

وَابْنِ السَّبِيْلِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ﴾ [بنی إسرائيل : ٢٦] ''اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ﴾ [الأنفال : ٤١] ''اور جان لو کہ بے شک تم جو کچھ بھی غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة : ٦٠] ''صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور ان پر مقرر عاملوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنیں چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافر میں (خرچ کرنے کے لیے ہیں)۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کے پاس فاضل سواری ہو اسے چاہیے کہ وہ فاضل سواری اسے دے دے جو سواری سے محروم ہے اور جس کے پاس کھانا ہو اسے چاہیے کہ وہ فاضل کھانا اسے دے دے جسے کھانا میسر نہیں ہے۔'' [مسلم، کتاب اللقطة، باب استحباب المؤاساة بفضول المال : ١٧٢٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین آدمی ایسے ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ نظر (رحمت) کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا، بلکہ ان کو دردناک عذاب دیا جائے گا...... (ان میں سے) ایک وہ شخص جس کے پاس راستہ میں فاضل پانی ہو پھر بھی وہ مسافر کو پانی نہ دے۔'' [بخاری، کتاب المساقاة، باب إثم من منع ابن السبيل من الماء : ٢٣٥٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، وہ سفر کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی وصیت کیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''میں تمھیں اللہ سے ڈرنے اور ہر بلند مقام پر چڑھتے ہوئے تکبیر کہنے کی وصیت کرتا ہوں۔'' [مستدرك حاكم : ١/ ٤٤٥، ٤٤٦، ح : ١٦٣٣]

﴿ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ﴾ : سے مراد غلام لونڈیاں ہیں، کیونکہ وہ ملکیت میں ہونے کی وجہ سے بالکل ہی بے بس ہیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں اپنی امت کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: ''نماز، نماز اور اپنے غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔'' [أبو داؤد، كتاب الأدب ، باب في حق المملوك : ٥١٥٦۔ ابن ماجه، كتاب الوصايا ، باب و هل أوصى رسول الله ﷺ : ٢٦٩٨]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میرے اور ایک شخص کے درمیان (جو غلام تھا) کچھ سخت کلامی ہوئی، اس کی ماں عجمی تھی، میں نے اسے برا بھلا کہا اور اس کو اس کی ماں کی بنیاد پر عار دلائی، تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا: ''کیا تم نے اسے برا بھلا کہا ہے؟'' میں نے عرض کی، ہاں! آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے اس کو اس کی ماں کی بنیاد پر عار دلائی ہے؟'' میں نے کہا، ہاں! آپ نے فرمایا: ''تم ایسے آدمی ہو کہ تم میں (ابھی تک) جاہلیت موجود ہے۔'' میں نے کہا، اتنی عمر ہو جانے کے بعد کیا اب بھی (مجھ میں جاہلیت موجود ہے)؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! وہ (یعنی تمھارے غلام) تمھارے بھائی ہیں۔ اللہ نے ان کو تمھارے ماتحت کر دیا ہے تو اللہ جس شخص کے ماتحت اس کے کسی بھائی کو کر دے تو اسے چاہیے کہ جو وہ خود کھائے وہی غلام کو کھلائے، جو خود پہنے وہی اسے پہنائے اور اسے ایسے کام کی تکلیف نہ دے جو اسے مغلوب کر دے۔ اگر کبھی (ناچار) اسے ایسے کام کی تکلیف دے ڈالے جو اسے مغلوب کر دے تو پھر اس کام میں اس کی مدد بھی کرے۔'' [بخاری، كتاب الأدب ، باب ما ينهى من السباب واللعن : ٦٠٥٠]

آج کل اگرچہ کفار نے زنا پھیلانے اور دوسرے مذموم مقاصد کے لیے غلامی کو ختم کر دیا ہے، مگر اس آیت پر عمل کرنے کے لیے اپنے ماتحت سے ، جو اگرچہ غلام نہیں ہیں، حسن سلوک والا معاملہ کرنا چاہیے، مثلاً گھر، دکان، کارخانوں کے ملازم اور نوکر چاکر وغیرہ، سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے اپنے خزانچی سے دریافت کیا، کیا غلاموں کو کھانا دے دیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، تو فرمایا، جاؤ اور انھیں کھانا دو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''آدمی کے لیے بس یہی گناہ کافی ہے کہ وہ اپنے غلام کا کھانا روک لے۔'' [مسلم، كتاب الزكاة ، باب فضل النفقة على العيال والمملوك : ٩٩٦]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا لے کر آئے تو اگر وہ اسے اپنے ساتھ نہ بٹھا سکے تو اسے کم از کم ایک یا دو لقمے ضرور کھلا دے، کیونکہ اس نے کھانا تیار کرتے وقت گرمی برداشت کی ہے۔'' [بخاری، كتاب الأطعمة ، باب الأكل مع الخادم : ٥٤٦٠۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب إطعام المملوك مما يأكل : ١٦٦٣]

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴾ : یعنی جو اپنے بارے میں بڑائی اور برتری کے احساس میں مبتلا ہو اور لوگوں کو حقیر سمجھنے والا اور ان پر تکبر، فخر اور غرور کرنے والا ہو اور اپنے آپ کو ان سے بہتر سمجھنے والا ہو، ایسا شخص خود کو

اگرچہ بہت بڑا سمجھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر اور لوگوں کی نگاہوں میں انتہائی قابلِ نفرت ہوتا ہے۔ سیدنا جابر ابن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی وصیت فرمائیے، تو آپ نے (چند اہم امور کا تذکرہ کرنے کے بعد) فرمایا: ''تہ بند کو نیچے نہ لٹکاؤ، کیونکہ تہ بند کا (ٹخنوں سے) نیچے لٹکانا تکبر کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔'' [مسند أحمد : ٥/ ٦٤، ح : ٢٠٦٦٣۔ السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الزینة : ٩٦٩١، ٩٦٩٩]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو۔'' ایک شخص نے کہا، آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے)؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو حق کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانه : ٩١]

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝۳۷

''وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اور اسے چھپاتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو اپنے مال کے بارے میں بخل سے کام لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی پڑوسیوں، اجنبی ہمسایوں، رفقائے پہلو، مسافروں اور غلاموں پر خرچ نہیں کرتے اور نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حق کو خود ادا نہیں کرتے، بلکہ دوسروں کو بھی بخل سے کام لینے کا حکم دیتے ہیں اور اللہ نے انھیں جو نعمت مال دی ہے اسے چھپاتے ہیں، ان پر نعمت کا اثر ظاہر ہی نہیں ہوتا۔

<u>الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ</u> : سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حرص و بخل سے بچو، کیونکہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ حرص و بخل نے انھیں قطع رحمی پر آمادہ کیا تو انھوں نے قطع رحمی شروع کر دی اور اس نے ان کو گناہوں پر ابھارا تو وہ گناہوں کا ارتکاب کرنے لگے۔'' [مسند أحمد : ٢/ ١٩٥، ح : ٦٨٤٩۔ أبو داوٗد، کتاب الزکاة، باب فی الشح : ١٦٩٨]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر روز جب بندے صبح کرتے ہیں تو اس وقت دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو (خرچ کرنے کے عوض) اور مال دے اور دوسرا کہتا ہے، اے اللہ! بخل کرنے والے کا مال تلف کر دے۔'' [بخاری، کتاب الزکوة، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿فأما من أعطی و اتقی ...... الخ﴾ : ١٤٤٢۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب فی المنفق والممسك : ١٠١٠]

﴿ وَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ : سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو نعمت سے نوازے تو وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ بندے پر اپنی نعمت کے آثار بھی دیکھے۔'' [أبو داوٗد، کتاب اللباس، باب فی الخلقان وفی غسل الثوب : ٤٠٦٣۔ المعجم الکبیر للطبرانی : ١٨/ ١٣٥]

وَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ مَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾

''اور وہ لوگ جو اپنے اموال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر، اور وہ شخص کہ شیطان اس کا ساتھی ہو تو وہ برا ساتھی ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں منافقین کا حال بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگوں کو دکھلاوے کے لیے مال خرچ کرتے ہیں، ان کا ساتھی شیطان ہوتا ہے، جو انھیں کفر پر اکساتا ہے۔ اس لیے وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اللہ کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ صرف اس لیے خرچ کرتے ہیں کہ لوگ ان کی مذمت نہ بیان کریں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ٢٦٤] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقے احسان رکھنے اور تکلیف پہنچانے سے برباد مت کرو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر اس پر ایک زوردار بارش برسے، پس اسے ایک سخت چٹان کی صورت چھوڑ جائے۔ وہ اس میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں پائیں گے جو انھوں نے کمایا اور اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افراد کا ذکر کیا جن کا قیامت کے دن سب سے پہلے فیصلہ ہوگا، وہ عالم، غازی اور سخی ہوں گے، جنھوں نے محض ریاکاری کے لیے اپنے اعمال سرانجام دیے ہوں گے۔ تو وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال سے نوازا تھا وہ کہے گا، میں نے ہر اس جگہ اپنا مال خرچ کیا جہاں خرچ کرنا تجھے پسند تھا، لیکن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو جھوٹ کہتا ہے، کیونکہ تیرا ارادہ تو یہ تھا کہ لوگ کہیں کہ فلاں سخی ہے اور وہ کہہ دیا گیا۔'' [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب من قاتل للریاء والسمعۃ استحق النار : ١٩٠٥]

وَ مَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾

''اور ان پر کیا آفت آ جاتی اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لے آتے اور اس میں سے خرچ کرتے جو انھیں اللہ نے دیا ہے اور اللہ ہمیشہ سے انھیں خوب جاننے والا ہے۔''

اس میں بھی منافقین کے رویہ کی نکیر کی گئی ہے اور انھیں ایک طرح کی ڈانٹ پلائی گئی ہے کہ اگر وہ لوگ اللہ اور رسول پر ایمان لے آتے اور اللہ کی مرضی کے لیے اپنا مال خرچ کرتے تو ان کا کیا نقصان ہوتا، آفت تو خرچ نہ کرنے سے آتی ہے، خرچ نہ کرنا مصیبت کو دعوت دیتا ہے، معاش کی تنگی بھی اسی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ [آل عمران : ۱۸۰] ''اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی میراث ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پورا باخبر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾ [الحدید : ۲۳، ۲۴] ''تاکہ تم نہ اس پر غم کرو جو تمھارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس پر پھول جاؤ جو وہ تمھیں عطا فرمائے اور اللہ کسی تکبر کرنے والے، بہت فخر کرنے والے سے محبت نہیں رکھتا۔ وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو منہ موڑ جائے تو یقیناً اللہ ہی ہے جو بڑا بے پروا ہے، بہت تعریفوں والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ۙ۝ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴾ [واللیل : ۸ تا ۱۰] ''اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا۔ تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔''

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَ يُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۴۰

''بے شک اللہ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔''

بخل اور ریاکاری کی مذمت کے بعد ایمان واطاعت اور صدقہ وخیرات کی ترغیب دلائی تو موقع ومناسبت کا تقاضا تھا کہ خیر وشر کی جزا وسزا کا بھی ذکر ہو۔ اسی لیے اس آیتِ کریمہ میں اللہ نے بندوں کو خبر دی ہے کہ وہ قیامت کے دن حساب کے وقت کسی پر ایک ذرہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرے گا، بلکہ ایک ایک نیکی کو کئی کئی گنا بڑھائے گا اور ایسے لوگوں کو

اپنے پاس سے بھی اجر عظیم دے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ : سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت سے متعلق طویل حدیث میں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا، جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان پاؤ، اسے جہنم سے نکال لاؤ۔'' [بخاري، كتاب التوحيد ، باب قول الله تعالى : ﴿ وجوه يومئذ ناضرة ...... الخ ﴾ : ۷۴۳۹]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل حدیث میں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے) فرمائیں گے، تم جاؤ اور جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی خیر (یعنی ایمان) کو پاؤ اسے بھی جہنم سے نکال لاؤ، چنانچہ وہ بہت سی مخلوق کو نکال لائیں گے۔'' یہ حدیث بیان کرنے کے بعد ابوسعید رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم مجھے اس حدیث کے بارے میں سچا نہ جانو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ ''بے شک اللہ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية : ۱۸۳]

وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا : ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۶۰] ''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہوں گی اور جو برائی لے کر آئے گا سو اسے جزا نہیں دی جائے گی، مگر اسی کی مثل اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴾ [سبا : ۳۷] ''اور نہ تمھارے مال ایسے ہیں اور نہ تمھاری اولاد جو تمھیں ہمارے ہاں قرب میں نزدیک کر دیں، مگر جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے دوگنا بدلہ ہے، اس کے عوض جو انھوں نے عمل کیا اور وہ بالا خانوں میں بے خوف ہوں گے۔''

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾

''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ لائیں گے۔''

اس آیت میں گزشتہ آیت کے مضمون کی مناسبت سے قیامت کی ہولناکیوں اور اس دن کی پریشانیوں کا ذکر ہوا کہ اہل کفر اور اہل شر و فساد کا اس دن کیسا حال ہوگا، جب ہر امت میں سے اس کے رسول کو بلایا جائے گا جو گواہی دے گا کہ میں نے پیغام پہنچا دیا تھا، لیکن انھوں نے کفر و سرکشی کا ارتکاب کیا، تاکہ اس شہادت کے مطابق ان کا حساب ہو اور پھر ان سب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کی حیثیت سے بلایا جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن میں ذکر کردہ قصص الانبیاء کی روشنی میں گواہی دیں گے کہ انھوں نے تیرا پیغام پہنچا دیا تھا اور جو امانت ان کے سپرد کی گئی تھی اسے بے کم و کاست ادا کر دیا تھا۔

قرآن مجید میں گواہوں کا ذکر اللہ نے کئی جگہ کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [الزمر : ٦٩] ”اور زمین اپنے رب کے نور کے ساتھ روشن ہو جائے گی اور لکھا ہوا (سامنے) رکھا جائے گا اور نبی اور گواہ لائے جائیں گے اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴾ [النحل : ٨٤] ”اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے، پھر ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، نہ اجازت دی جائے گی اور نہ ان سے معافی کی درخواست لی جائے گی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [النحل : ٨٩] ”اور جس دن ہم ہر امت میں ان پر انھی میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل کی، اس حال میں کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے اور فرماں برداروں کے لیے ہدایت اور رحمت اور خوش خبری ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔“ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا میں پڑھ کر سناؤں، حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ کسی دوسرے سے بھی قرآن سنوں۔“ چنانچہ میں نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کر دی اور جب میں اس آیت پر پہنچا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴾ ”پھر کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ لائیں گے“ تو آپ نے فرمایا: ”اب بس کرو۔“ میں نے دیکھا تو آپ کی آنکھیں اشک بار تھیں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ فکیف إذا جئنا...... الخ ﴾ : ٤٥٨٢]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا، وہ کہیں گے اے میرے رب! میں تیری خدمت میں بار بار حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے، ہاں! پھر ان کی امت سے کہا جائے گا، کیا انھوں نے تمھیں تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے، ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ (نوح سے) فرمائے گا، تمھارا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت میری گواہ ہے۔ پھر اس امت کے لوگ گواہی دیں گے کہ بے شک انھوں نے تبلیغ کی تھی، پھر تم پر تمھارا رسول گواہ ہو گا، یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی: ﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ [البقرة : ١٤٣] ”اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے ہو جاؤ اور رسول تم پر شہادت دینے والا ہو۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی: ﴿ و كذلك جعلنكم أمة وسطا...... الخ ﴾ : ٤٤٨٧]

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَ لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾

”اس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی، چاہیں گے کاش! ان پر زمین برابر کر دی جائے اور وہ اللہ سے کوئی بات نہیں چھپائیں گے۔“

یہاں قیامت کی ہولناکی کی ایک مثال بیان کی گئی ہے کہ اس دن اہل کفر اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرنے والے تمنا کریں گے کہ کاش انھیں مٹی بنا کر زمین میں ملا دیا جاتا، تاکہ حساب نہ دینا پڑتا اور جہنم میں نہ ڈالے جاتے اور اس دن ان کا حال یہ ہوگا کہ وہ اللہ سے کوئی بات نہ چھپا پائیں گے۔ ان کا انگ انگ بولے گا اور ان کے خلاف گواہی دے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نماز کے قریب نہ جاؤ، اس حال میں کہ تم نشے میں ہو، یہاں تک کہ تم جانو جو کچھ کہتے ہو اور نہ اس حال میں کہ جنبی ہو، مگر راستہ عبور کرنے والے، یہاں تک کہ غسل کر لو۔ اور اگر تم بیمار ہو، یا سفر پر، یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، پھر کوئی پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو، پس اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر ملو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔“

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے۔“ [مسلم، کتاب الأشربة، باب بیان أن کل مسکر خمر و أن کل خمر حرام : ۲۰۰۳]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے منبر پر خطبہ میں فرمایا، (اے لوگو!) جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو اس وقت یہ پانچ چیزوں انگور، کھجور، گندم، جو اور شہد سے تیار کی جاتی تھی، (یاد رکھو کہ) شراب ہر وہ چیز ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے۔ [بخاری، کتاب الأشربة، باب ما جاء فی أن الخمر ما خامر العقل من الشراب : ۵۵۸۸۔ مسلم، کتاب التفسیر، باب فی نزول تحریم الخمر : ۳۰۳۲]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شراب پر دس وجوہ سے لعنت ہے، شراب

بذات خود ملعون ہے، اس کا پینے والا، پلانے والا، بیچنے والا، خریدنے والا، نچوڑنے والا، جس کے لیے نچوڑی جائے، اٹھانے والا، جس کی طرف اٹھا کر لے جائی جائے اور اس کی قیمت کھانے والا، (یہ سب کے سب ملعون ہیں)۔" [مسند أحمد : ۲۵/۲، ح : ۴۷۸۶۔ أبو داؤد، کتاب الأشربة ، باب العصیر للخمر : ۳۶۷۴]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص دنیا میں شراب پیے اور پھر اس سے توبہ نہ کرے تو وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔" [بخاری، کتاب الأشربة، باب قول اللہ تعالی : ﴿ إنما الخمر والمیسر ...... الخ ﴾ : ۵۵۷۵۔ مسلم، کتاب الأشربة ، باب بیان أن کل مسکر خمر ...... الخ : ۲۰۰۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے کھانا پکایا، پھر ہمیں بلایا اور ہمیں شراب پلائی، شراب نے ہمیں مدہوش کر دیا، اتنے میں نماز کا وقت آ گیا، انھوں نے مجھے امام بنا دیا، میں نے پڑھا: "قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ، وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ" (کہہ دیجیے اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو اور ہم اس کی عبادت کرتے ہیں جس کی تم عبادت کرتے ہو) تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی : ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ﴾ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة النساء : ۳۰۲۶]

حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے اونگھنے لگے تو اسے چاہیے کہ نماز چھوڑ کر سو جائے اور نماز اس وقت پڑھے جب اسے یہ معلوم ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حالت نیند میں نماز ادا کرتے ہوئے وہ مغفرت کی دعا کرنے کے بجائے، اپنے آپ کو گالیاں دینے لگے۔" [بخاری، کتاب الوضوء ، باب الوضوء من النوم ومن لم یر من النعسة : ۲۱۲]

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا : یعنی جنبی یا حائضہ کے لیے مسجد سے گزرنا جائز ہے ٹھہرنا جائز نہیں، کیونکہ بہت سے صحابہ کے گھروں کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے، ان کے لیے غسل کر کے گزرنا مشکل تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، مگر آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دریچے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دریچے بند کروا دیے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابو بکر کے دریچے کے سوا مسجد میں کھلنے والے ہر دریچے کو بند کر دو۔" [بخاری، کتاب الصلوة، باب الخوخة الممر فی المسجد : ۴۶۷]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا: "مجھے مسجد سے چٹائی پکڑا دو۔" میں نے عرض کی، میں حالت حیض میں ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا: "حیض تیرے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔" [مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها : ۲۹۸]

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ ...... صَعِيْدًا طَيِّبًا : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر (غزوۂ بنی مصطلق) پر تھے، جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش پہنچے تو میرا ہار جو میں نے اسماء سے عاریتاً لیا تھا، ٹوٹ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تلاش کے لیے وہیں پڑاؤ فرما لیا۔ تب صحابہ کے پاس پانی تھا اور نہ وہ پانی کے مقام پر تھے، لوگوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر ان سے کہا، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے کیا کیا؟ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو اور دیگر لوگوں کو ایسے مقام پر ٹھہرا دیا جہاں پانی میسر نہیں ہے اور نہ ان کے پاس پانی ہے۔ (یہ سن کر) ابوبکر رضی اللہ عنہ (میرے) پاس آئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر رکھ کر سو رہے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ پر خفگی کا اظہار کیا اور جو کچھ اللہ نے چاہا انھوں نے کہا۔ انھوں نے اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کچوکے لگائے۔ مجھے حرکت سے صرف اس چیز نے باز رکھا کہ رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ الغرض جب رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت بیدار ہوئے اور پانی کہیں نہیں تھا، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرما دی۔ چنانچہ سب لوگوں نے تیمم کیا (اور نماز ادا کی)۔ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا، اے آل ابی بکر! یہ پہلی برکت نہیں جو تمھاری بدولت ہمیں حاصل ہوئی ہے (بلکہ تمھاری بدولت ہم پہلے بھی کئی آسانیوں سے فیض یاب ہو چکے ہیں)۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، پھر ہم نے اس اونٹ کو جس پر میں سوار تھی، اٹھایا تو اس کے نیچے سے وہ ہار بھی مل گیا۔ [بخاری، کتاب التیمم، باب قول اللہ تعالی: ﴿ فلم تجدوا مآء ...... الخ ﴾: ۳۳٤۔ مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم : ۳٦۷]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا، ایک شخص الگ تھلگ بیٹھا ہے اور اس نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا نہیں کی، آپ نے فرمایا: ”اے فلاں! تو نے لوگوں کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟“ اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں حالت جنابت میں ہوں اور یہاں پانی میسر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ”مٹی استعمال کر لو، تمھارے لیے یہی کافی ہے۔“ [بخاری، کتاب التیمم، بابٌ : ۳٤۸۔ مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ : ٦۸۲]

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہمیں تین باتوں کے باعث لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے: ① ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح ہیں۔ ② ہمارے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے اور ③ جب ہمیں پانی نہ ملے تو مٹی ہی کو ہمارے لیے پاکی کے حصول کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔“ [مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ : ۵۲۲]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یقیناً پاک مٹی مسلمان کے لیے طہارت کا ذریعہ ہے، خواہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے اور جب پانی پا لے تو اسے اپنے جسم پر استعمال کرے، یہ اس کے لیے بہتر ہے۔“ [ترمذی، کتاب الطھارۃ، باب ما جاء فی التیمم للجنب إذا لم یجد الماء : ۱۲٤۔ أبو داوٗد، کتاب الطھارۃ، باب الجنب یتیمم : ۳۳۲]

فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِكُمۡ وَ اَيۡدِيۡكُمۡ : عبد الرحمن بن ابزیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر ان سے عرض کی کہ کیا کروں، حالت جنابت میں ہوں، لیکن پانی میسر نہیں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نماز نہ پڑھو، اس پر سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے عرض کی، امیر المومنین! یاد نہیں کہ جب میں اور آپ ایک سریہ میں تھے، تب ہمیں حالت جنابت لاحق ہو گئی تھی اور ہمارے پاس پانی نہیں تھا تو آپ نے نماز نہیں پڑھی تھی اور میں نے زمین میں اچھی طرح لوٹ پوٹ ہو کر نماز پڑھ لی تھی اور واپس آ کر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''تمھیں اتنا ہی کافی تھا۔'' چنانچہ آپ نے اپنے دست مبارک کو زمین پر مارا تھا اور پھر اس میں پھونک مار کر اس کے ساتھ اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کو مل لیا تھا۔ [بخاری، کتاب التیمم ، باب المتیمم هل ینفخ فیهما ؟ : ۳۳۸۔ مسند أحمد : ۴/ ۲۶۵، ح : ۱۸۳۶۲]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں: ① ایک مہینے کی مسافت سے دشمن پر رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ ② میرے لیے ساری زمین کو مسجد اور ذریعۂ طہارت قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا میری امت کے آدمی پر جہاں نماز کا وقت آئے، وہ اسی جگہ نماز ادا کر لے، اس کے پاس مسجد بھی ہے اور طہارت کا سامان بھی۔ ③ میرے لیے غنیمتوں کو حلال قرار دیا گیا ہے، جنھیں مجھ سے پہلے کسی کے لیے بھی حلال قرار نہیں دیا گیا تھا۔ ④ مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔ ⑤ اور ہر نبی کو اپنی قوم ہی کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا، تاہم مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔'' [بخاری، کتاب التیمم، باب : ۳۳۵۔ مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب المساجد و مواضع الصلاة : ۵۲۱]

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ يَشۡتَرُوۡنَ الضَّلٰلَةَ وَ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَضِلُّوا السَّبِيۡلَ ﴿۴۴﴾ وَ اللّٰهُ اَعۡلَمُ بِاَعۡدَآئِكُمۡ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ٝ وَّ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيۡرًا ﴿۴۵﴾

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا، وہ گمراہی کو خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم راستے سے بھٹک جاؤ۔ اور اللہ تمھارے دشمنوں کو زیادہ جاننے والا ہے اور اللہ کافی دوست ہے اور اللہ کافی مددگار ہے۔''

اللہ تعالیٰ یہودیوں کے بارے میں بتا رہا ہے کہ یہ ظالم ہدایت کے بجائے گمراہی کو خریدتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر جو نازل فرمایا ہے اسی سے اعراض کرتے ہیں اور سابقہ انبیاء کی طرف سے ان کے پاس سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے بارے میں جو علم ہے، اسے چھپاتے ہیں، تاکہ دنیا کے سامان میں سے تھوڑا سا حاصل کر سکیں اور چاہتے ہیں کہ مومنو! کاش! تم بھی اس چیز کے ساتھ کفر کرو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے اور تم بھی اس ہدایت اور علم نافع کو ترک

کردو جس سے تم کو نوازا گیا ہے۔ اللہ مسلمانوں کو ان دشمنوں سے بچنے کی تلقین فرماتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ : اللہ تعالیٰ نے اسی سورت میں ان کی گمراہی اور ایمان والوں کو گمراہ کرنے کے لیے ان کی ایک چال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴾ [النساء : ۵۱] ''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا، وہ بتوں اور باطل معبود پر ایمان لاتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ان سے زیادہ سیدھے راستے پر ہیں جو ایمان لائے ہیں۔'' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان کی ظاہر اور پوشیدہ مختلف سازشوں کا ذکر کیا ہے، جن کے ذریعے سے وہ مسلمانوں کو بہکا کر اسلام سے برگشتہ کرنا چاہتے تھے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۱۱] ''اور انھوں نے کہا جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے مگر جو یہودی ہوں گے یا نصاریٰ۔ یہ ان کی آرزوئیں ہی ہیں، کہہ دے لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۷۲] ''اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا تم دن کے شروع میں اس چیز پر ایمان لاؤ جو ان لوگوں پر نازل کی گئی ہے جو ایمان لائے ہیں اور اس کے آخر میں انکار کر دو، تاکہ وہ واپس لوٹ آئیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۰۰] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان میں سے کچھ لوگوں کا کہنا مانو گے، جنھیں کتاب دی گئی ہے، تو وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں گے۔''

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَ اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ ۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

''وہ لوگ جو یہودی بن گئے، ان میں سے کچھ لوگ بات کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا (ہم نے سنا اور نہیں مانا) اور اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ (سن اس حال میں کہ تجھے نہ سنایا جائے) اور رَاعِنَا (ہماری رعایت کر) (یہ الفاظ) اپنی زبانوں کو پیچ دیتے ہوئے اور دین میں طعن کرتے ہوئے (کہتے ہیں) اور اگر بے شک وہ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا (ہم نے سنا اور مانا) اور اِسْمَعْ وَ انْظُرْنَا (سن اور ہماری طرف دیکھ) کہتے تو یقیناً ان کے لیے بہتر اور زیادہ درست ہوتا

اور لیکن اللہ نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کی، پس وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم۔“

جو یہود رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آیا کرتے تھے ان کی تین طرح کی حرکتوں کا ان آیات میں ذکر ہوا ہے، ایک یہ کہ جب وہ کوئی حکم الٰہی سنتے تو بلند آواز سے ”سَمِعْنَا“ کہتے مگر آہستہ آواز سے یا دل میں ”عَصَيْنَا“ (یعنی ہم نہیں مانیں گے) کہہ دیتے، یا ”اَطَعْنَا“ کا لفظ زبان کو مروڑ کر یوں ادا کرتے کہ وہ ”اَطَعْنَا“ کی بجائے ”عَصَيْنَا“ ہی سمجھ میں آتا۔ دوسری حرکت یہ کہ جب کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آتی اور کچھ پوچھنا درکار ہوتا تو ”اِسْمَعْ“ کہتے اور ساتھ ہی ”غَيْرَ مُسْمَعٍ“ بھی دل میں کہہ دیتے (یعنی تم سن ہی نہ سکو یا بہرے ہو جاؤ) اور تیسری حرکت یہ تھی کہ کبھی ”اِسْمَعْ“ کی بجائے ”رَاعِنَا“ کہتے اور زبان کو مروڑ کر اس لفظ کو ”رَاعِيْنَا“ بنا دیتے، یعنی ہمارے چرواہے! پھر آپس میں یہ بھی کہا کرتے کہ اگر یہ فی الواقع نبی ہوتا تو اسے ہماری ان باتوں پر اطلاع ہو جانا یقینی تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی ایسی شرارتوں اور خباثتوں سے مطلع کر دیا اور ساتھ ہی یہ بتا دیا کہ جو لوگ اپنی ضلالت میں اس درجہ پختہ ہو چکے اور ہٹ دھرم بن چکے ہیں ان سے ایمان لانے کی توقع عبث ہے۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ : اس قسم کے یہودیوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ بھی کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۷۵] ”تو کیا تم طمع رکھتے ہو کہ وہ تمھارے لیے ایمان لے آئیں گے، حالانکہ یقیناً ان میں سے کچھ لوگ ہمیشہ ایسے چلے آئے ہیں جو اللہ کا کلام سنتے ہیں، پھر اسے بدل ڈالتے ہیں، اس کے بعد کہ اسے سمجھ چکے ہوتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔“

وَرَاعِنَا لَيًّاۢ بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ : یعنی گفتگو کے وقت زبان کو مروڑ کر نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا ﴾ [البقرۃ : ۱۰۴] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ”رَاعِنَا“ (ہماری رعایت کر) مت کہو اور ”اُنْظُرْنَا“ (ہماری طرف دیکھ) کہو۔“

وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ : اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو آدابِ رسول کی تعلیم دی ہے اور ایسا نہ کرنے پر لعنت اور عذاب الٰہی کی وعید سنائی اور مومنوں پر تو آداب رسول کو فرض کر دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ۱۰۴] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ”رَاعِنَا“ (ہماری رعایت کر) مت کہو اور ”اُنْظُرْنَا“ (ہماری طرف دیکھ) کہو اور سنو۔ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ

وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

''اے لوگو جنھیں کتاب دی گئی ہے! اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمھارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں، پھر انھیں ان کی پیٹھوں پر پھیر دیں، یا ان پر لعنت کریں، جس طرح ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم ہمیشہ (پورا) کیا ہوا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں یہودِ مدینہ کو ان کے پاس جو علم تھا، اس کا حوالہ دے کر کہا گیا ہے کہ تم لوگ اس قرآن پر ایمان لے آؤ جو تمھاری کتاب کی تصدیق کرتا ہے، قبل اس کے کہ تمھیں ہمارا عذاب آ گھیرے اور ہم تمھاری آنکھ، ناک اور منہ کو غائب کر کے تمھارے چہروں کو بگاڑ دیں، اور انھیں تمھاری پیٹھ کی طرف کر دیں، یا ان پر لعنت بھیج کر چہروں کو مکمل طور پر بدل دیں، جیسا کہ ہم نے ہفتہ کے دن والوں کے ساتھ کیا تھا۔ اس وعید کا تعلق یا تو قیامت کے دن سے ہے یا دنیا میں چہروں کو مسخ کر دینا مراد ہے اور ''اصحاب سبت'' جیسی لعنت سے مراد یہ ہے کہ جس طرح ان کو بندر و خنزیر بنا دیا تھا، تو اس بات سے ڈرو کہ کہیں تمھیں بھی ویسا ہی نہ بنا دیا جائے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت سے پہلے (انسانوں کی) صورتیں بدلیں گی، وہ زمین میں دھنسیں گے اور ان پر پتھر برسیں گے۔'' [ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الخسوف : ٤٠٥٩]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت کے آخر میں (یعنی قیامت کے نزدیک) زمین میں دھنسنے، صورتیں بگڑ جانے اور پتھر برسنے کے واقعات ہوں گے۔'' [ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الخسوف : ٤٠٦٠]

كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ : ہفتہ والوں سے مراد بنی اسرائیل کی ایک جماعت ہے جن کو ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار سے منع کر دیا گیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَ قُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴾ [النساء : ١٥٤] ''اور ہم نے ان پر پہاڑ کو ان کا پختہ عہد لینے کے ساتھ اٹھا کھڑا کیا اور ہم نے ان سے کہا دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور ہم نے ان سے کہا کہ ہفتے کے دن میں زیادتی مت کرو اور ہم نے ان سے ایک مضبوط عہد لیا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴾ [الأعراف : ١٦٦] ''پھر جب وہ اس بات میں حد سے بڑھ گئے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہہ دیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴾ [المائدة : ٦٠] ''کہہ دے کیا میں تمھیں اللہ کے نزدیک جزا کے اعتبار سے اس سے زیادہ برے لوگ بتاؤں، وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور جن پر غصے ہوا اور جن میں سے بندر اور خنزیر بنا دیے اور جنھوں نے طاغوت کی عبادت کی۔ یہ لوگ

درجے میں زیادہ برے اور سیدھے راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔‘‘

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا : یعنی اللہ تعالیٰ جس کام کا فیصلہ کر لیتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے اور جب اللہ کا عذاب آ جائے گا تو اس وقت ایمان لانا ان کے لیے مفید نہ ہوگا اور وہ خائب و خاسر ہو کر رہ جائیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ٨٤، ٨٥] ’’پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴾ [الم تنزیل : ٢٩] ’’کہہ دے فیصلے کے دن ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا نہ ان کا ایمان لانا نفع دے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔‘‘

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝

’’بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔‘‘

یہود کو وعید اور ڈانٹ سنانے کے بعد اب اس آیت میں اشارہ فرمایا کہ یہ وعید ایمان نہ لانے اور کفر و شرک کی وجہ سے ہے، ورنہ دوسرے گناہ تو قابل معافی ہیں۔ جسے اللہ چاہے گا معاف فرما دے گا اور جسے چاہے گا سزا دے کر چھوڑ دے گا۔ مگر شرک کی معافی نہیں، کیونکہ مشرک پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے۔

یہود و نصاریٰ کی طرح نام نہاد مسلمان جو شرک میں گرفتار ہیں، مصیبت کے وقت غیر اللہ کو پکارتے، اٹھتے بیٹھتے ان کے نام کا وظیفہ کرتے ہیں، ان کے نام کا روزہ رکھتے، ان کی قبروں کو پوجتے، ان کے نام پر جانور ذبح کرتے اور ان کی منتیں مانگتے ہیں، وہ بھی مشرکوں کے حکم میں آتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ : شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور اس کی برائی بے حد وحساب ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴾ [الحج : ٣١] ’’اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ [لقمان : ١٣] ’’بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔‘‘ اور

فرمایا: ﴿ وَلَوۡ أَشۡرَكُواْ لَحَبِطَ عَنۡهُم مَّا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ﴾ [الأنعام : ۸۸] ''اور اگر یہ لوگ شریک بناتے تو یقیناً ان سے ضائع ہو جاتا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَئِنۡ أَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ﴾ [الزمر : ٦٥] ''بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہوا فوت ہو جائے وہ دوزخ میں داخل ہو گا۔'' [بخاری، کتاب الجنائز ، باب ومن کان آخر کلامه لا إله إلا الله : ۱۲۳۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی من مات لا یشرك بالله شیئًا : ۹۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سب سے کم عذاب والے جہنمی سے کہے گا کہ اگر زمین کی تمام چیزیں تیرے پاس ہوتیں تو کیا تو اس عذاب سے نجات پانے کے لیے ان سب کو دے دیتا؟ وہ عرض کرے گا، ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے تجھ سے اس کی نسبت کہیں زیادہ آسان چیز کا سوال کیا تھا اور تو اس وقت صلب آدم میں تھا کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا، لیکن تو نے شرک ہی کا ارتکاب کیا۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم وذریته : ۳۳۳٤۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین ، باب طلب الکافر الفداء : ۲۸۰۵]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ تم اللہ کا شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تمھیں پیدا کیا ہے۔'' [بخاری، کتاب الحدود، باب إثم الزناة : ٦٨١١۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الشرك أقبح الذنوب : ۸٦]

وَيَغۡفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ : سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! تو جب تک میری بندگی کرتا رہے گا اور مجھ سے امید قائم رکھے گا تو میں بھی تجھے معاف کرتا رہوں گا، خواہ تیرے جو بھی گناہ ہوں، اے میرے بندے! اگر تو زمین بھر گناہ لے کر میرے پاس آ جائے اور ان میں شرک نہ ہو تو میں تیرے پاس اتنی ہی بخشش لے کر آؤں گا۔'' [مسند أحمد : ۱۵٤/۵، ح : ۲۱٤۲٦۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الذکر والدعاء : ۲٦۸۷]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ''جو شخص ''لا الٰہ الا اللہ'' کہے اور اسی پر فوت ہو جائے، وہ جنت میں داخل ہو گا۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: ''خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو۔'' میں نے عرض کی، خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: ''خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔'' یہ جملہ آپ نے تین بار ارشاد فرمایا، پھر چوتھی بار ساتھ یہ بھی فرمایا: ''خواہ ابوذر کی ناک خاک آلودہ ہو جائے، وہ جنت میں ضرور

جائے گا۔'' سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس سے نکلے تو وہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے جا رہے تھے اور ساتھ ساتھ کہتے جا رہے تھے، خواہ ابوذر کی ناک ہی کیوں نہ خاک آلودہ ہو، بعد میں بھی ابوذر رضی اللہ عنہ جب اس حدیث کو بیان کرتے تو یہ ضرور کہتے، خواہ ابوذر کی ناک ہی کیوں نہ خاک آلودہ ہو۔ [مسند أحمد : ١٦٦/٥، ح : ٢١٥٢٢۔ بخاري، كتاب اللباس، باب الثياب البيض : ٥٨٢٧۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على من مات لا يشرك بالله شيئًا دخل الجنة : ١٥٤/٩٤]

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۴۹

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاک کہتے ہیں، بلکہ اللہ پاک کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

اس آیت کریمہ میں یہود و نصاریٰ کی مذمت کی گئی ہے، جو ہمیشہ اپنی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں، وہ اپنے آپ کو مقدس و معصوم سمجھتے اور اللہ کے بیٹے اور محبوب ہونے کا دعویٰ کرتے، ان کی تردید فرمائی کہ کسی کو پاک باز انسان قرار دینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے، پہلے اسے ایمان و عمل صالح کی توفیق دیتا ہے، پھر اس کے نتیجے میں اس کا تزکیہ کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے کی تعریف سے بھی خصوصاً جب سامنے ہو یا مبالغہ کے ساتھ ہو، منع فرمایا، جیسا کہ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا گیا تو ایک آدمی نے اس کی تعریف کی۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔'' (ایسا آپ نے تین مرتبہ فرمایا، پھر کہا) ''اگر کسی کے لیے اپنے بھائی کی تعریف کرنا ضروری ہی ہو تو یوں کہے، میں اسے ایسا سمجھتا ہوں، اگر واقعی ان میں وہ خوبیاں پاتا ہو، اس کا حساب کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب ما يكره من التمادح : ٦٠٦١۔ مسلم، كتاب الزهد، باب النهي عن المدح ...... الخ : ٣٠٠٠]

منہ پر تعریف کرنے والوں کا مقصد عام طور پر اپنے ممدوح کی مبالغہ آمیز ناجائز تعریف اور خوشامد وغیرہ کر کے ان سے ناجائز طور پر مالی فائدہ حاصل کرنا یا ان کی نظر میں بلند مقام حاصل کرنا ہوتا ہے، یہ عمل اخلاقی طور پر غلط ہے۔ سیدنا مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تعریف کرنے والوں کے چہروں پر خاک ڈالیں۔ [مسلم، كتاب الزهد، باب النهي عن المدح ...... الخ : ٣٠٠٢]

چہروں پر خاک ڈالنے کا مطلب بالکل واضح ہے کہ تعریف کرنے والے شخص کے منہ پر مٹی ڈال دی جائے۔ جس طرح کہ راوی حدیث، صحابیٔ رسول سیدنا مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حاکم وقت کی ان کے منہ پر تعریف کرنے والے شخص کے چہرے پر مٹی پھینکی تھی، پھر ان کے پوچھنے پر فرمایا تھا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشامد کرنے والوں کے منہ پر اسی طرح مٹی پھینکنے کا حکم دیا ہے۔ [مسلم، كتاب الزهد، باب النهي عن المدح ...... الخ : ٣٠٠٢]

یہ بات یاد رہے کہ اس ممنوع تعریف سے مراد وہ تعریف ہے جو مبنی بر خوشامد اور مبالغہ آمیز ہو، نیز ایسی تعریف جس

سے ممدوح شخص کے عُجب، خود پسندی اور ریا کاری میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو۔ ہاں اگر کوئی شخص واقعی قابل تعریف ہو اور اپنی تعریف سن کر اس شخص کے کسی قسم کے فتنے وغیرہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو اور نہ تعریف کرنے والے کا مقصد ہی ناجائز فوائد حاصل کرنا ہو، تو ایسی تعریف کرنا جائز ہے، جس طرح کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض صحابہ کی تعریف ان کی موجودگی میں فرمائی۔ واللہ اعلم !

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ كَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾

”دیکھ وہ اللہ پر کس طرح جھوٹ باندھتے ہیں اور صریح گناہ گار ہونے کے لیے یہی کافی ہے۔“

یہاں حیرت و استعجاب کے طور پر کہا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے بارے میں جھوٹی باتیں بیان کرنے میں کتنے جری ہیں اور اس سے بڑا اور کھلا گناہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور کے کام آگ کی طرف لے جاتے ہیں۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب قبح الکذب......الخ : ۲۶۰۷/۱۰۵۔ بخاری، کتاب الأدب، باب قول اللہ تعالی : ﴿ یأیھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ ...... الخ ﴾ : ۶۰۹۴]

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ؕ

”کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا، وہ بتوں اور باطل معبود پر ایمان لاتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ان سے زیادہ سیدھے راستے پر ہیں جو ایمان لائے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کرے پھر تو کوئی اس کی مدد کرنے والا ہرگز نہ پائے گا۔“

یہودیوں کی رسول اللہ ﷺ سے مخالفت ہوئی تو انھوں نے مشرکین مکہ سے رابطہ قائم کر لیا اور ان سے کہنے لگے کہ تمھارا دین مسلمانوں کے دین سے بہتر ہے۔ یہ سب کچھ اس حسد کی وجہ سے تھا کہ نبوت اور رسالت ہمارے سوا دوسروں کو کیوں مل گئی؟ نیز یہ بات اس لیے بھی کہی کہ مشرکین مکہ ان کا ساتھ دیں۔ چنانچہ بظاہر ان کی سازش کامیاب رہی اور مکہ اور اطراف و جوانب کے کفار مسلمانوں کے خلاف جمع ہو کر ٹوٹ پڑے اور مسلمانوں اور شہر مدینہ کو اتنا بڑا خطرہ لاحق ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو کافروں سے بچاؤ کے لیے مدینہ منورہ کے ارد گرد خندق کھودنا پڑی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی حفاظت فرمائی اور ان کے دشمنوں کو ناکام و نامراد واپس لوٹا دیا۔

یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ : سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ”جبت“ سے مراد جادو اور ”طاغوت“ سے

مراد شیطان ہے۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و إن كنتم مرضى أو على سفرٍ ﴾، قبل الحديث :٤٥٨٣، معلقًا]

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾

’’یا ان کے پاس سلطنت کا کچھ حصہ ہے؟ تو اس وقت تو وہ لوگوں کو کھجور کی گٹھلی کے نقطے کے برابر نہ دیں گے۔‘‘

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے بخل کا حال بیان کیا ہے کہ اگر ان کے پاس حکومت ہوتی تو شدتِ بخل کی وجہ سے وہ کھجور کی گٹھلی کے شگاف کے برابر بھی کوئی چیز کسی کو نہ دیتے۔ یہ آیت کریمہ اس آیتِ کریمہ کی طرح ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّيْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ﴾ [بنی إسرائيل : ١٠٠] ’’کہہ دے اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو اس وقت تم خرچ ہو جانے کے ڈر سے ضرور روک لیتے۔‘‘

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَ كَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾

’’یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، تو ہم نے تو آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور ہم نے انھیں بہت بڑی سلطنت عطا فرمائی۔ پھر ان میں سے کوئی وہ ہے جو اس پر ایمان لے آیا اور کوئی وہ ہے جو اس سے منہ موڑ گیا اور جلانے کے لیے جہنم ہی کافی ہے۔‘‘

مطلب یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں مدتِ دراز تک نبوت اور بادشاہی رہی ہے اور سیدنا داؤد علیہ السلام، سیدنا سلیمان علیہ السلام اور دوسرے اولوالعزم پیغمبر ہو گزرے ہیں، اب بنو اسماعیل میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرما دیا گیا ہے، تو یہ کیوں حسد کر رہے ہیں؟

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ : یعنی اہل کتاب میں سب ہی برے نہیں، بعض وہ ہیں جو اس کتاب پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور بعض ایمان سے رکے ہوئے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَ هُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١١٣، ١١٤] ’’وہ سب برابر نہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے والی ہے، جو رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ صالحین سے ہیں۔‘‘

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾

”بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہم انھیں عنقریب ایک سخت آگ میں جھونکیں گے، جب بھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی ہم انھیں ان کے علاوہ اور کھالیں بدل دیں گے، تاکہ وہ عذاب چکھیں، بے شک اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ہم انھیں عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں ہمیشہ، ان کے لیے ان میں نہایت پاک صاف بیویاں ہوں گی اور ہم انھیں بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے۔“

کافر جہنمیوں کو آگ میں اس طرح عذاب دیا جائے گا کہ جب بھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی تو اللہ ان کی کھالوں کو بدل دے گا۔ اگلی آیت میں نیک بخت لوگوں کے انجام کا ذکر ہے کہ جو لوگ محمد ﷺ، قرآن کریم اور جملہ آسمانی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لے آئیں گے اور عمل صالح کریں گے تو اللہ انھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں انھیں پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور وہ گھنی چھاؤں کے نیچے آرام کریں گے۔

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا : اہل جہنم کے عذاب کی سختی بیان کرنا مقصود ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اتنی دیر آگ میں ان کے چمڑے ایک ایک لمحے میں کتنی بار جل کر دوبارہ تبدیل ہوں گے۔ البتہ یہ تو صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جہنمیوں کا جسم بہت بڑھا دیا جائے گا، جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کافر کے کان کی لو اور کندھے کے درمیان سات سو سال کا فاصلہ ہوگا۔“ [مسند أحمد : ۲۶/۲، ح : ۴۷۹۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کافر کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی جلد کی موٹائی تین دن کا فاصلہ ہوگا۔“ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء : ۲۸۵۱]

اور اس طرح ان کو دائمی عذاب ہوتا رہے گا۔

﴿ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴾ : نہروں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ﴾ [محمد : ۱۵] ''اس جنت کا حال جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں کئی نہریں ایسے پانی کی ہیں جو بگڑنے والا نہیں اور کئی نہریں دودھ کی ہیں، جس کا ذائقہ نہیں بدلا اور کئی نہریں شراب کی ہیں، جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور کئی نہریں خوب صاف کیے ہوئے شہد کی ہیں۔''

﴿ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴾ [الرحمٰن : ۷۰ تا ۷۴] ''ان میں کئی خوب سیرت، خوبصورت عورتیں ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتیں، جو خیموں میں روکی ہوئی ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ ان سے پہلے نہ کسی انسان نے انھیں ہاتھ لگایا ہے اور نہ کسی جن نے۔''

﴿ وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴾ : سے مراد نہایت درجہ کی راحت ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۝ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۝ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴾ [الواقعة : ۲۷ تا ۳۰] ''اور دائیں ہاتھ والے، کیا (ہی اچھے) ہیں دائیں ہاتھ والے۔ (وہ) ایسی بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے ہوئے ہیں۔ اور ایسے کیلوں میں جو تہ بہ تہ لگے ہوئے ہیں۔ اور ایسے سائے میں جو خوب پھیلا ہوا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴾ [یٰس : ۵۶] ''وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک درخت ایسا ہوگا کہ سوار یقیناً اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا، پھر بھی وہ اس کو طے نہ کر پائے گا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة وأنها مخلوقة : ۳۲۵۱۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب أن فی الجنة شجرة ...... الخ : ۲۸۲۶]

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝۵۸ ﴾

''بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو، یقیناً اللہ تمھیں یہ بہت ہی اچھی نصیحت کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

یہود کی عادت بد تھی کہ امانت میں خیانت کرتے اور فیصلہ کرتے وقت رشوت لے کر غلط فیصلہ کرتے، تو مسلمانوں کو

ان باتوں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں امانت سے مراد گو ہر قسم کی امانت ہے، اس کا تعلق مذہب سے ہو یا دنیاوی معاملات سے، لیکن یہود کتمانِ حق کر کے امانت علمی میں خیانت کے مرتکب تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تاکید کی ہے کہ وہ امانتوں کی سختی سے حفاظت کریں اور ان کی ادائیگی میں ذرا بھی کوتاہی نہ کریں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف کی تعریف فرمائی اور کہا کہ یہ بڑی اچھی چیز ہے جس کے برتنے کی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تلقین کر رہا ہے۔ چاہے وہ حکام ہوں یا رعایا۔ اس لیے کہ پرامن اور شریفانہ زندگی کا دارومدار اسی پر ہے کہ مسلم معاشرے میں انصاف کا چلن اور عدل کا دور دورہ ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ﴾ [البقرۃ : ۲۸۳] ''پھر اگر تم میں سے کوئی کسی پر اعتبار کرے تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے وہ اپنی امانت ادا کرے اور اللہ سے ڈرے، جو اس کا رب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۸] ''اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں ''

امانت میں خیانت کرنا مسلمان کی شان نہیں، یہ تو منافق کی علامت ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب امانتدار بنایا جائے تو خیانت کرے، (ایسا آدمی منافق ہی ہوگا) اگرچہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور دعویٰ کرے کہ وہ مسلمان ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۱۰۷، ۱۱۰/۵۹]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ چار باتیں جس شخص میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان میں سے ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک صفت ہوگی: ① جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے۔ ② جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ ③ جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے۔ ④ اور جب لڑائی کرے تو گالی بکے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۴۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان خصال المنافق : ۵۸]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''امانت لوگوں کے دلوں کے اندر نازل کی گئی، پھر لوگوں نے اسے قرآن سے سیکھا، پھر سنت سے سیکھا۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کے اٹھ جانے سے متعلق ارشاد فرمایا: ''آدمی ایک دفعہ سوئے گا تو امانت اس کے دل سے نکال لی جائے گی۔ تب محض ایک دھبے کے مانند اس کا نشان رہ جائے گا۔ وہ شخص پھر ایک دفعہ سوئے گا تو باقی امانت بھی نکال لی جائے گی اور آبلے جیسا ایک نشان باقی رہ جائے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے تم کوئی انگارا اپنے پاؤں پر لڑھکاؤ اور وہ جل کر پھول جائے اور تمھیں ابھرا ہوا نظر آئے،

حالانکہ اس میں کچھ بھی نہ ہو۔ (ایسے زمانے میں) لوگ خرید و فروخت کریں گے، لیکن امانت ادا کرنے والا کوئی نہیں ہو گا، لوگ (تعجب سے) کہیں گے، فلاں قبیلہ میں فلاں شخص امانت دار ہے اور کیسا عقلمند، کیسا ظریف اور کتنا قوی و صابر ہے، حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب رفع الأمانة : ٦٤٩٧۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب رفع الأمانة : ١٤٣]

وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا وَ اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴾ [النساء : ١٣٥] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے، اللہ کے لیے شہادت دینے والے بن جاؤ، خواہ تمھاری ذاتوں یا والدین اور زیادہ قرابت والوں کے خلاف ہو، اگر کوئی غنی ہے یا فقیر تو اللہ ان دونوں پر زیادہ حق رکھنے والا ہے۔ پس اس میں خواہش کی پیروی نہ کرو کہ عدل کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو، یا پہلو بچاؤ تو بے شک اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے پوری طرح باخبر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المائدة : ٨] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النحل : ٩٠] ''بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾ [الحجرات : ٩] ''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک انصاف کرنے والے جو اپنے فیصلہ میں، اپنے اہل و عیال میں اور رعایا میں انصاف کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں

گے، جو رحمٰن عزوجل کے دائیں طرف ہوں گے اور (واضح رہے کہ) رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہی ہیں۔‘‘ [مسلم، كتاب الإمارة ، باب فضيلة الأمير العادل : ١٨٢٧]

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یقیناً اللہ تعالیٰ قاضی اور حاکم کے ساتھ ہوتا ہے، جب تک وہ ظلم نہ کرے اور جب وہ ظلم کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔‘‘ [ابن ماجه، كتاب الأحكام ، باب التغليظ في الحيف والرشوة : ٢٣١٢]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۫﴿۵۹﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔‘‘

اس آیت میں اللہ نے رعایا کو اپنی، اپنے رسول اور حکام و امرا کی اطاعت کا حکم دیا ہے، الا یہ کہ حکام اللہ کی نافرمانی کا حکم دیں، تو ان کی بات نہیں مانی جائے گی۔ اس لیے کہ جہاں خالق کی نافرمانی ہو رہی ہو، وہاں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ آگے فرمایا کہ کسی بھی مسئلہ میں ان کے درمیان اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ قرآن و سنت کے مطابق ہونا چاہیے۔ اللہ اور آخرت پر ایمان کا یہی تقاضا ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی یہی عمل بہتر ہے۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آیت ﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ عبد اللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، اس وقت کہ جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کے ساتھ بھیجا تھا۔ [بخاري، كتاب التفسير ، باب ﴿أطيعوا الله و أطيعوا الرسول﴾ : ٤٥٨٤۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية : ١٨٣٤]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا اور ایک انصاری شخص کو اس کا قائد مقرر فرمایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ ان کی اطاعت کریں، پھر امیر کسی وجہ سے لوگوں سے ناراض ہو گیا، تو اس نے کہا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا؟ لوگوں نے کہا، کیوں نہیں، اس نے کہا، تو پھر میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ تم لکڑیاں جمع کرو، انھیں آگ لگا دو اور پھر ان میں کود پڑو۔ لوگوں نے لکڑیاں جمع کیں، انھیں آگ لگائی اور جب اس میں کودنے لگے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت آگ سے بچنے ہی کے لیے تو کی تھی، کیا پھر ہم (خود ہی) اس میں داخل ہو جائیں؟ وہ اسی شش و پنج میں تھے کہ آگ ٹھنڈی ہو گئی

اور امیر کا غصہ بھی جاتا رہا۔ پھر انھوں نے (واپس آ کر) رسول اللہ ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم آگ میں داخل ہو جاتے تو پھر اس سے کبھی نہ نکلتے، (یاد رکھو!) اطاعت صرف نیکی ہی کے امور میں ہے۔'' [بخاری، كتاب الأحكام ، باب السمع والطاعة للإمام ما لم تكن معصية : ۷۱۴۵۔ مسلم، كتاب الإمارة ، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية ...... الخ : ۱۸۴۰]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر کام میں، خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند، سمع و طاعت بجا لائے، بشرطیکہ اسے کسی معصیت کے کام کا حکم نہ دیا گیا ہو اور اگر اسے معصیت کے کام کا حکم دیا گیا ہو تو پھر اس میں سمع و طاعت نہیں ہے۔'' [بخاری، كتاب الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام : ۷۱۴۴۔ مسلم، كتاب الإمارة ، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية ...... الخ : ۱۸۳۹]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی کہ ہم خوشی و ناخوشی، تنگی و آسانی اور یہاں تک کہ اپنے اوپر ترجیح دیے جانے کی صورت میں بھی سمع و طاعت بجا لائیں گے اور کسی حق والے سے حکومت کے لینے کے ضمن میں جھگڑا نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سوائے اس کے کہ تم کھلم کھلا کفر دیکھو، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے پاس کوئی دلیل موجود ہو۔'' [بخاری، كتاب الفتن، باب قول النبي ﷺ : سترون أمورًا تنكرونها : ۷۰۵۵۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية ...... الخ : ۱۷۰۹/۴۲، قبل الحديث : ۱۸۴۱]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سنو اور اطاعت بجا لاؤ، خواہ تمھارا امیر کوئی ایسا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کہ جس کا سر منقے کے مشابہ ہو۔'' [بخاری، كتاب الأحكام ، باب السمع والطاعة للإمام ما لم تكن معصية : ۷۱۴۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی تو تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی تو تحقیق اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی تو یقیناً اس نے میری نافرمانی کی۔'' [بخاری، كتاب الأحكام، باب قول الله تعالى: ﴿ أطيعوا الله و أطيعوا الرسول ﴾ : ۷۱۳۷۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية ...... الخ ۱۸۳۵]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو امیر کی کوئی بات ناگوار گزرے تو اسے صبر کرنا چاہیے، کیونکہ جو شخص بالشت بھر بھی امیر (کی اطاعت) سے باہر ہو گیا اور اسی حالت پر فوت ہوا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔'' [مسلم، كتاب الإمارة ، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن : ۱۸۴۹۔ بخاری، كتاب الفتن ، باب قول النبي ﷺ : سترون بعدي أمورًا تنكرونها : ۷۰۵۴]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد عنقریب تم دیکھو گے (کہ

دوسروں کو تم پر) ترجیح دی جائے گی اور تم ایسی باتیں دیکھو گے جن کو تم برا سمجھو گے۔" صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "ان کا حق ان کو دو اور اپنا حق اللہ سے مانگو۔" [بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ : سترون بعدی أمورًا تنکرونها : ۷۰۵۲۔ مسلم، کتاب الإمارة ، باب وجوب الوفاء ببيعة الخليفة : ۱۸۴۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "امام (رعایا کے لیے) ڈھال ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے جنگ کی جاتی ہے اور اس کے ذریعہ سے (دشمن، انتشار، بدنظمی اور بداعمالی وغیرہ سے) بچا جاتا ہے، تو اگر وہ اللہ عزوجل کے تقویٰ کا حکم دے گا اور عدل کرے گا تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور اگر وہ اس کے علاوہ کسی اور کام کا حکم دے گا تو اس کا وبال خود اسی پر ہو گا۔" [بخاری، کتاب الجهاد، باب يقاتل من وراء الإمام : ۲۹۵۷۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب الإمام جنة : ۱۸۴۱]

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمھارے بہترین امیر وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں اور تم ان کے حق میں دعائیں کرتے ہو اور وہ تمھارے لیے دعائیں کرتے ہیں اور تمھارے بدترین امیر وہ ہیں جن سے تم دشمنی رکھتے ہو اور وہ تم سے دشمنی رکھتے ہیں اور تم ان پر لعنت کرتے ہو اور وہ تم پر لعنت کرتے ہیں۔" (راوی نے کہا) ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم ایسے حکمرانوں کو تلوار کے ذریعہ سے ہٹا نہ دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، جب تک کہ وہ تم میں اقامتِ صلاۃ کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں۔ نہیں، جب تک وہ تم میں اقامتِ صلاۃ کے فریضے پر کاربند رہیں۔ خبردار! جس شخص پر کوئی امیر بنایا گیا، اس نے امیر کو دیکھا کہ وہ کسی حد تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ اس کی نافرمانی کرنے کو کراہت سے دیکھے، لیکن اپنا ہاتھ اس کی اطاعت سے نہ کھینچے۔" [مسلم، کتاب الإمارة، باب خيار الأئمة و شرارهم : ۶۵، ۱۸۵۵/۶۶]

ام حصین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرماتے ہوئے سنا: "اگرچہ تم پر کوئی غلام ہی کیوں نہ امیر مقرر کر دیا گیا ہو، جو کتاب اللہ کے ساتھ تمھاری قیادت کرتا ہو تو تم اس کی بات سنو اور اطاعت بھی کرو۔" ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: "خواہ وہ ہاتھ پاؤں کٹا ہوا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔" [مسلم، کتاب الإمارة ، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصية ...... الخ : ۱۸۳۸]

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ : مقصود قرآن وسنت ہے۔ آیت کے اس حصہ میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں ان کے درمیان اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق ہونا چاہیے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کی طرح رسول اللہ ﷺ کی حدیث بھی اسلامی قانون کا مستقل ماخذ ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ یا تابعین یا ائمہ میں اگر کسی مسئلہ پر نزاع ہو تو کسی کا قول بھی حجت نہیں، بلکہ وہاں صرف قرآن وحدیث ہی پر عمل ہو گا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾

’’کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو گمان کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لے آئے ہیں جو تیری طرف نازل کیا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا۔ چاہتے یہ ہیں کہ آپس کے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جائیں، حالانکہ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا انکار کریں۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ انھیں گمراہ کر دے، بہت دور گمراہ کرنا۔‘‘

اوپر کی تمام آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے، اب یہاں فرمایا کہ منافق ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرتے ہیں اور کبھی آپ ﷺ کے فیصلے اور حکم پر راضی نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی مشرک سردار یا یہودی یا نصرانی عدالت یا کسی کاہن سے فیصلہ کروایا جائے، حالانکہ اسلام ان سب کے انکار کا حکم دیتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر عمل نہ کرنے والی ہر عدالت کو طاغوت قرار دیتا ہے۔

افسوس کہ اس وقت اکثر مسلمان ملکوں کی عدالتوں میں قرآن و سنت کا نظام عدل نافذ ہی نہیں، بلکہ کفار کے بنائے ہوئے قانون نافذ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک قرآن و سنت کا کوئی متبع حکمران کفار کے اس نظام کو بزور بازو نکال باہر نہیں کرتا، اس وقت تک عدالتوں میں قرآن و سنت کا نفاذ مشکل ہے۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾

’’اور جب ان سے کہا جائے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ تو تو منافقوں کو دیکھے گا کہ تجھ سے منہ موڑ لیتے ہیں، صاف منہ موڑنا۔‘‘

منافقوں کا حال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ [النور : ۴۸] ’’اور جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اچانک ان میں سے کچھ لوگ منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔‘‘ اس کے برخلاف مومنوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [النور : ۵۱] ’’ایمان والوں کی بات، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور

یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' اور مشرکین کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ﴾ [لقمان : ۲۱] ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔''

فَكَيْفَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖۗ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّاۤ اِحْسَانًا وَّ تَوْفِيْقًا ۶۲ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ عِظْهُمْ وَ قُلْ لَّهُمْ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيْغًا ۶۳

''پھر کیسے گزرتی ہے اس وقت جب انھیں کوئی مصیبت اس کی وجہ سے پہنچتی ہے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا، پھر تیرے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہم نے تو بھلائی اور آپس میں ملانے کے سوا کچھ نہیں چاہا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، سو تو ان سے دھیان ہٹا لے اور انھیں نصیحت کر اور ان سے ایسی بات کہہ جو ان کے دلوں میں بہت اثر کرنے والی ہو۔''

یعنی جب اپنے کرتوتوں کے سبب عتابِ الٰہی کا شکار ہو کر مصیبتوں میں پھنستے ہیں تو پھر آ کر کہتے ہیں کہ کسی دوسری جگہ جانے سے مقصد یہ نہیں تھا کہ وہاں سے ہم فیصلہ کروائیں گے، یا آپ سے زیادہ ہمیں وہاں سے انصاف ملے گا، بلکہ مقصد صلح اور ملاپ کرانا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگرچہ ہم ان کے دلوں کے تمام بھیدوں سے واقف ہیں (جس پر ہم انھیں جزا دیں گے) لیکن اے پیغمبر! آپ ان کے ظاہر کو سامنے رکھتے ہوئے درگزر ہی فرمایے اور وعظ و نصیحت اور قول بلیغ کے ذریعے سے ان کی اصلاح کی کوشش جاری رکھیے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ دشمنوں کی سازش کو عفو و درگزر، وعظ و نصیحت اور قول بلیغ کے ذریعے سے بھی ناکام بنانے کی سعی کی جانی چاہیے۔ یاد رہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب منافق مغلوب تھے، اسلام اور اس کے احکام اور عدالتیں غالب تھیں اور منافق دوسرے لوگوں سے فیصلہ کرانے پر پشیمان ہو کر عذر پیش کرتے تھے۔

ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖۗ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّاۤ اِحْسَانًا وَّ تَوْفِيْقًا : یعنی آپ کے پاس آ کر معذرت کرتے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر ہم اوروں کے پاس جو گئے اور ان سے جو فیصلے کرائے تو اس سے ہمارا مقصود بھلائی اور موافقت تھا، یہ نہیں کہ ہم ان کے فیصلے کو صحیح سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴾ [المائدۃ : ۵۲] ''پس تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن کے دلوں میں ایک بیماری ہے کہ وہ دوڑ کر ان میں جاتے ہیں، کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ ہمیں کوئی چکر آ پہنچے، تو

قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے، یا اپنے پاس سے کوئی اور معاملہ تو وہ اس پر جو انھوں نے اپنے دلوں میں چھپایا تھا، پشیمان ہو جائیں۔“

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۶۴﴾

”اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی فرماں برداری کی جائے اور اگر واقعی یہ لوگ، جب انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، تیرے پاس آتے، پھر اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول ان کے لیے بخشش مانگتا تو اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان پاتے۔“

گزشتہ آیتوں میں منافقین کا ایک بڑا جرم بیان کرنے کے بعد کہ رسول اللہ ﷺ کے بجائے کاہنوں کے پاس فیصلہ کے لیے گئے، یہاں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کی مزید تاکید فرمائی۔ معلوم ہوا کہ رسول کی اطاعت فرض ہے اور اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے۔ آگے اللہ نے نافرمانوں اور گناہ گاروں کی رہنمائی فرمائی ہے کہ جب ان سے کوئی غلطی یا نافرمانی ہو جائے تو انھیں چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے پاس اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور آپ سے بھی درخواست کریں کہ آپ ان کی معافی کے لیے دعا کریں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کو قبول فرما لے گا، ان پر رحم فرمائے گا اور انھیں معاف فرما دے گا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ﴾ [النساء : ۸۰] ”جو رسول کی فرماں برداری کرے تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔“ [بخاري، كتاب الأحكام، باب قول الله تعالى : ﴿ أطيعوا الله و أطيعوا الرسول ﴾ : ۷۱۳۷۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية ...... الخ : ۱۸۳۵]

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۶۵﴾

”پس نہیں! تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تجھے اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو فیصلہ کرے اور تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر کہا ہے کہ کوئی آدمی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا، جب تک اپنے تمام امور میں رسول اللہ ﷺ کو فیصل نہیں مان لیتا۔ اس لیے کہ آپ کا فیصلہ وہ ربانی فیصلہ ہے جس کے برحق ہونے کا دل میں اعتقاد رکھنا ضروری ہے اور عمل کے ذریعے سے بھی اس پر ایمان رکھنے کا ثبوت فراہم کرنا بھی ضروری ہے۔ اسی لیے اللہ نے اس کے بعد فرمایا، یہ ضروری ہے کہ لوگوں کا ظاہر و باطن اسے تسلیم کر لے اور اس کی حقانیت کے بارے میں دل کے کسی گوشے میں شبہ تک باقی نہ رہے۔ گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر مومن ہونے کی تین شرطیں بیان کی ہیں، پہلی یہ کہ کسی بھی جھگڑے کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کے پاس نہ لے جایا جائے، دوسری یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر دل میں کسی قسم کی تنگی محسوس نہ کی جائے اور تیسری یہ کہ صاف اعلان کر کے اس فیصلے کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کیا جائے۔

یہ آیت منکرین حدیث کے علاوہ ان لوگوں کے لیے بھی لمحہ فکریہ ہے جن کے امام یا پیر کے خلاف کوئی آیت یا حدیث آ جائے تو وہ صرف دل میں ہی تنگی محسوس نہیں کرتے، بلکہ ماننے سے بھی صاف انکار کر دیتے ہیں کہ کیا ہمارے امام کو اس آیت و حدیث کا علم نہ تھا؟ یا پھر اس کی تاویل کرنے، اسے ضعیف بنانے یا اسے منسوخ قرار دینے کے لیے اپنی ساری قوت صرف کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آیت کے صریح الفاظ کے مطابق نبی ﷺ کے فیصلہ کے خلاف دل میں ذرہ بھر تنگی یا ناپسندیدگی محسوس کی جائے تو یہ ایمان کے منافی ہے۔ مومنوں کی شان بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [النور : ۵۱] ”ایمان والوں کی بات، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ [الأحزاب : ۳٦] ”اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔“

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری شخص کا رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں مقام حرہ کی ایک نالی کے پانی کے بارے میں سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے جھگڑا ہو گیا، جس سے وہ کھجور کے درختوں کو پانی دیتے تھے۔ انصاری نے کہا، پانی کو چھوڑ دو، بہتا رہنے دو (روکو نہیں)۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ پھر دونوں نے مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے زبیر سے فرمایا: ”اے زبیر! تم (اپنی کھیتی کو) پانی دے لیا کرو، پھر پانی اپنے پڑوسی کی

طرف بہا دیا کرو۔'' یہ سن کر وہ انصاری ناراض ہو گیا اور کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے یہ فیصلہ اس لیے فرمایا ہے کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: ''زبیر! اپنی کھیتی کو پانی دو، پھر پانی روک لو، یہاں تک کہ پانی منڈیروں تک آ جائے تو پھر اپنے پڑوسی کے لیے پانی چھوڑنا۔'' اس طرح انصاری کے نبی ﷺ کو ناراض کرنے کے بعد آپ نے اپنے صریح حکم کے مطابق سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو اختیار دیا کہ وہ اپنا حق پورا پورا وصول کر لیں، حالانکہ اس سے پہلے آپ نے جو صورت پیش فرمائی تھی، اس میں دونوں کے لیے سہولت تھی۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ آیت کریمہ: ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾ اسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔ [مسلم، کتاب الفضائل ، باب وجوب اتباعه ﷺ : ۲۳۵۷۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ فلا و ربك لا يؤمنون ...... الخ ﴾ : ۴۵۸۵]

زبیر بن عربی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کے استلام کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا، میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ نے اس کا استلام کیا اور اسے بوسہ دیا۔ اس آدمی نے کہا، آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں ازدحام میں پھنس جاؤں (تو کیا پھر بھی میں استلام کروں؟) اور آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر لوگ مجھ پر غالب آ جائیں (تو کیا پھر بھی مجھے استلام کرنا ہوگا؟) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، یہ جو تم کہہ رہے ہو کہ ''آپ کا کیا خیال ہے'' اسے یمن میں چھوڑ آؤ، میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ نے اس کا استلام کیا اور اسے بوسہ دیا۔ [بخاری، کتاب الحج، باب تقبيل الحجر : ۱۶۱۱]

سالم بن عبد اللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تمھاری خواتین تم سے مساجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو تم انھیں مساجد میں جانے سے منع نہ کیا کرو۔'' یہ حدیث سن کر سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے بلال بن عبد اللہ کہنے لگے، اللہ کی قسم! ہم تو انھیں ضرور منع کریں گے۔ تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں شدید برا بھلا کہا، اتنا برا بھلا کہ میں نے آج تک انھیں کسی کو اتنا برا بھلا کہتے ہوئے نہیں دیکھا اور انھوں نے فرمایا، میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو، اللہ کی قسم! ہم انھیں ضرور منع کریں گے۔ [مسلم، کتاب الصلوة، باب خروج النساء إلى المساجد ...... الخ : ۴۴۲/۱۳۵]

عبد اللہ بن بریدہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک شخص (رشتہ دار) کو دیکھا کہ وہ پتھر یا کنکریاں اٹھا اٹھا کر پھینک رہا ہے تو انھوں نے کہا، ایسا مت کرو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے، یا انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اسے ناپسند فرماتے تھے اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اس سے نہ شکار کیا جا سکتا ہے اور نہ اس سے دشمن کا خون بہایا جا سکتا ہے، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ یہ کسی کا دانت توڑ دیں اور کسی کی آنکھ پھوڑ دیں۔'' اس کے

بعد سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اسی آدمی کو پھر دیکھا کہ وہ اسی طرح کنکریاں یا پتھر اٹھا اٹھا کر پھینک رہا ہے تو وہ کہنے لگے، میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں کہ آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے، یا اسے ناپسند کیا ہے اور تم پھر بھی اسی طرح کنکریاں پھینک رہے ہو! میں تم سے اتنا عرصہ بات نہیں کروں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا، میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب الخذف والبندقة : ۵۴۷۹۔ مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب إباحة ما یستعان به علی الاصطیاد والعدو و کراهة الخذف : ۱۹۵۴]

وَ لَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾

’’اور اگر ہم واقعی ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو، یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو وہ ایسا نہ کرتے مگر ان میں سے تھوڑے اور اگر وہ واقعی اس پر عمل کرتے جو انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو یہ ان کے لیے بہتر اور زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا۔‘‘

اس آیت کا تعلق بھی منافقین سے ہے اور اس میں ان کو اخلاص اور ترکِ نفاق کی ترغیب دی گئی ہے، یعنی چاہیے تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے میں جان و مال کی بالکل پروا نہ کی جائے۔ مگر یہ ایسے ہیں کہ اگر کہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنی جانیں ہلاک کر ڈالنے، یا اپنے گھر چھوڑ دینے کا حکم دے دیتا تو یہ اس کو کب بجا لانے والے تھے۔ جو حکم ہم نے انھیں دیے ہیں وہ نہایت آسان اور ان کی خیر خواہی کے لیے ہیں۔ نصیحت مانیں اور ان احکام پر چلیں تو نفاق جاتا رہے گا، ایمان کامل نصیب ہوگا، اس امر کو غنیمت سمجھیں۔

وَّ اِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّ لَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾

’’اور اس وقت ہم یقیناً انھیں اپنے پاس سے بہت بڑا اجر دیتے۔ اور یقیناً ہم انھیں سیدھے راستے پر چلاتے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ منافقین رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے تو ہم انھیں جنت جیسی نعمت دیتے اور دنیا میں دینِ اسلام پر ثبات عطا کرتے۔

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓىِٕكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾

’’اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔‘‘

یعنی جس نے وہ عمل کیا جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا اور اسے ترک کر دیا جس سے اللہ اور اس کے رسول

نے منع فرمایا تو اللہ تعالیٰ اسے عزت کے گھر میں بسائے گا اور انبیائے کرام کا ساتھ عطا فرمائے گا اور ان کے بعد رتبے والوں، یعنی صدیقین، پھر شہداء، پھر عام مومنوں، یعنی صالحین کا بھی ساتھ عطا فرمائے گا اور صالحین وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا ظاہر و باطن درست ہو اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرماتے ہوئے سنا: ''جب بھی کوئی نبی بیمار ہوتا ہے تو اسے دنیا و آخرت میں سے ایک کے انتخاب کا اختیار دے دیا جاتا ہے۔'' چنانچہ مرض الموت میں جب آپ کی طبیعت انتہائی ناساز تھی تو میں نے آپ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا: ﴿ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴾ [النساء : ٦٩] چنانچہ مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کو بھی اس وقت دنیا و آخرت میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دے دیا گیا ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب: ﴿ فأولئك مع الذين أنعم الله ﴾ : ٤٥٨٦۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة ، باب فی فضائل عائشة أم المؤمنين : ٢٤٤٤/٨٦]

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دنیا و آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا شوق حد سے زیادہ تھا۔ جیسا کہ ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات بسر کیا کرتا تھا اور آپ کے لیے وضو کا پانی اور دیگر ضروریات کا اہتمام کر دیا کرتا تھا، ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کچھ مانگ لو۔'' میں نے عرض کی، (اے اللہ کے رسول!) میری درخواست یہی ہے کہ مجھے جنت میں آپ کی رفاقت نصیب ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: ''کوئی اور سوال؟'' میں نے عرض کی کہ دوبارہ بھی یہی التماس ہے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر کثرت سجود کے ساتھ اپنے معاملہ میں میری مدد کرو۔'' [مسلم، کتاب الصلوٰة، باب فضل السجود والحث عليه : ٤٨٩]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت میں اخلاص اور اطاعت کی یہ برکت ہے کہ اگر عمل میں کچھ کمی بھی ہوئی تب بھی اخلاص و اطاعت کی وجہ سے اتنے اونچے لوگوں کا ساتھ مل جائے گا۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو کچھ لوگوں سے محبت رکھتا ہے مگر ابھی تک (اعمال میں) ان سے نہیں مل سکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب علامة الحب فی الله عزوجل : ٦١٦٩]

حقیقت یہ ہے کہ اطاعت اور محبت لازم و ملزوم ہیں، وہ محبت جس میں اطاعت نہ ہو جھوٹی ہے اور وہ اطاعت جس کی بنیاد محبت نہ ہو دکھلاوا ہے۔ ہاں محبت و اخلاص کے ساتھ عمل و اطاعت میں کچھ کمی ہو گی تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے پورا کر دے گا۔ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین سے زیادہ اچھا ساتھی کوئی نہیں اور اللہ کے فضل سے بڑی نعمت کوئی نہیں اور وہ لوگوں کے دلوں کے حالات خوب جانتا ہے کہ کسے کس کے ساتھ رکھنا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے، ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بھی محبت ہے، لہٰذا مجھے یہی

امید ہے کہ ان کے ساتھ محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کے ساتھ ہی اٹھائے گا، گو کہ میں ان جیسے عمل نہیں کر سکا۔

[بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عمر بن الخطاب : ۳۶۸۸۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب المرء مع من أحب : ۲۶۳۹/۱۶۳]

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝۷۰ ع

’’یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کافی ہے سب کچھ جاننے والا۔‘‘

اس آیتِ کریمہ میں اللہ نے فرمایا ہے کہ جنت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت اللہ کے فضل و کرم سے ملے گی، عبادت کی وجہ سے نہیں، عبادتیں تو ایک بہانہ ہوں گی۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اللہ سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝۷۱

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے بچاؤ کا سامان پکڑو، پھر دستوں کی صورت میں نکلو، یا اکٹھے ہو کر نکلو۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا جو سب سے مشکل اطاعت ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے دشمن کے مقابلے کی تیاری رکھیں اور یہ حکم اس بات کو مستلزم ہے کہ دشمن کے مقابلے کے لیے اسلحہ بھی تیار رکھا جائے اور ہر طرح کا ساز و سامان بھی، اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو تیار بھی کیا جائے۔

وَ اِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ۝۷۲ وَ لَىِٕنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝۷۳

’’اور بے شک تم میں سے یقیناً کوئی ایسا بھی ہے جو ہر صورت دیر لگا دے گا، پھر اگر تمھیں کوئی مصیبت آ پہنچی تو کہے گا بے شک اللہ نے مجھ پر انعام فرمایا، جب کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔ اور اگر بے شک تمھیں اللہ کی طرف سے کوئی فضل حاصل ہو گیا تو یقیناً وہ ضرور کہے گا، جیسے تمھارے درمیان اور اس کے درمیان کوئی دوستی نہ تھی، اے کاش کہ میں ان کے ساتھ ہوتا تو بہت بڑی کامیابی حاصل کرتا۔‘‘

یہ خطاب منافقوں کے لیے ہے اور جنگ کے دوران میں ان کے کردار کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو دیدہ و دانستہ اور حیلوں بہانوں سے جہاد پر نکلنے میں دیر کرتے ہیں اور پیچھے رہ جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر اگر اس سفر جہاد میں مسلمانوں کو کچھ تکلیف پہنچے تو بڑے خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے کہ میں پیچھے رہ گیا، ورنہ مجھے بھی وہی دکھ اٹھانا پڑتا جو دوسرے مسلمانوں نے اٹھایا ہے، اور اگر مسلمانوں کو فتح و خوشی نصیب ہو اور

غنیمت کا مال ہاتھ لگے تو حسرت سے کہتے ہیں کہ اگر ہم بھی ان میں شامل ہوتے تو ہمارا بھی کام بن جاتا اور یہ جملہ وہ اس انداز سے ادا کرتے ہیں جیسے پہلے ان کا اور مسلمانوں کا کوئی تعلق تھا ہی نہیں اور ان دونوں صورتوں میں انھیں محض دنیوی تکلیف اور دنیوی مفادات ہی کا احساس ہوتا ہے۔ اخروی زندگی یا رضائے الٰہی سے انھیں کبھی غرض نہیں ہوتی اور یہی ان کے منافق ہونے اور اللہ اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے کی دلیل ہے۔

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَ مَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

’’پس لازم ہے کہ اللہ کے راستے میں وہ لوگ لڑیں جو دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے بیچتے ہیں اور جو شخص اللہ کے راستے میں لڑے، پھر قتل کر دیا جائے، یا غالب آجائے تو ہم جلد ہی اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔‘‘

دشمن سے چوکنا رہنے اور جہاد کی تیاری کرنے کے بعد، اب مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دلائی جا رہی ہے کہ جو لوگ دنیا دے کر آخرت خریدنا چاہتے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو چاہے شہید ہو جائیں یا غلبہ حاصل کر کے گھر کو لوٹیں، دونوں ہی حالتوں میں اللہ انھیں اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ : سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا، کوئی آدمی مال غنیمت کے لیے لڑتا ہے، کوئی شہرت اور ناموری کے لیے لڑتا ہے اور کوئی اپنی بہادری دکھانے کے لیے لڑتا ہے، تو ان میں سے کون ہے جو اللہ کے راستے میں لڑنے والا متصور ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، بس وہی اللہ کے راستہ میں لڑتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الجهاد، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا : ۲۸۱۰۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا : ۱۹۰۴]

وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ میں سے ایک شخص کا گزر ایک گھاٹی سے ہوا، جہاں ٹھنڈے پانی کا ایک چشمہ بہتا تھا، اس نے سوچا کیوں نہ میں لوگوں سے الگ تھلگ یہاں ٹھہر جاؤں اور اللہ کی عبادت کروں؟ پھر سوچا لیکن میں یہ کام اس وقت تک نہیں کروں گا، جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لے لوں۔ سو اس نے سارا ماجرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایسا نہ کرنا، بے شک تم میں سے کسی کا جہاد فی سبیل اللہ میں کھڑے ہونا گھر کی ستر سال کی نمازوں سے بہتر ہے۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں بخش دے اور جنت میں داخل کرے۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو، جو آدمی اونٹنی کے دودھ دوہنے کے درمیانی وقفہ جتنا بھی اللہ کے راستہ میں لڑا، اس پر جنت واجب ہو گئی۔‘‘ [ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء في الغدو والرواح في سبيل الله : ۱۶۵۰۔ مستدرك حاكم : ۶۸/۲، ح : ۲۳۸۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی ہے کہ جو شخص میرے راستہ میں نکلے، اس حال میں کہ اسے میرے راستہ میں جہاد کرنے، مجھ پر ایمان لانے اور میرے رسولوں کی تصدیق کرنے کے علاوہ کسی اور چیز نے نہ نکالا ہو وہ شخص میری حفاظت میں ہے یا تو میں اس شخص کو جنت میں داخل کروں گا، یا میں اسے اس کے گھر میں واپس لوٹا دوں گا ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں کسی لشکر سے پیچھے نہ رہتا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے، لیکن میں اتنی گنجائش نہیں پاتا کہ میں ہر ایک کو سواری دے سکوں اور نہ وہ مسلمان اتنی وسعت کے مالک ہیں (کہ خود سواری کا انتظام کر سکیں) اور مسلمانوں پر یہ چیز دشوار گزرتی ہے کہ (میں تو میدان جنگ میں جاؤں) اور وہ میرے پیچھے (گھروں میں) رہ جائیں اور اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! میری تو خواہش یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں، پھر (زندہ کیا جاؤں اور) جہاد کروں اور شہید کر دیا جاؤں، پھر (زندہ کیا جاؤں اور) قتال کروں اور قتل کر دیا جاؤں۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل الله : ۱۸۷۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا، یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ کون اس کے راستے میں جہاد کرتا ہے، یہ مجاہد اس شخص کی مانند ہے جو (دن کو) روزہ رکھے اور (رات کو) نماز پڑھتا رہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه وماله : ۲۷۸۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کیا ہے، ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدین فی سبیل الله : ۲۷۹۰۔ مسلم، کتاب الإمارة ، باب بیان ما أعده الله تعالى للمجاهد : ۱۸۸٤]

سیدنا ابو عبس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس بندے کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہو جائیں تو پھر ایسا نہیں ہو سکتا کہ اسے آگ بھی چھوئے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب من اغبرت قدماه فی سبیل الله : ۲۸۱۱]

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جان لو کہ جنت تلواروں کے سایوں تلے ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب الجنة تحت بارقة السیوف : ۲۸۱۸]

وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ

وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾

''اور تمھیں کیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنا۔''

اس کا تعلق بھی ترغیب جہاد سے ہے، یعنی دو وجوہ کی بنا پر تمھارا کفار سے لڑنا ضروری ہے۔ اول اعلائے کلمۃ اللہ یعنی اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے، دوم ان مظلوم مسلمانوں کو نجات دلانے کے لیے جو کفار کے چنگل میں بے بس پڑے ہیں۔

مکہ معظمہ میں بہت سے لوگ ایسے رہ گئے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت نہ کر سکے تھے اور ان کے اقارب جو ایمان نہیں لائے تھے ان پر تشدد کرنے لگے تھے، تاکہ اسلام سے پھیر کر ان کو کافر بنا لیں۔ پس ﴿ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ﴾ سے مکہ مراد ہے اور مشرک ہونے کی وجہ سے یا مظلوم مسلمانوں کو ستانے کی وجہ سے اس کے باشندوں کو ظالم کہا، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اور میری والدہ ''مُسْتَضْعَفِيْنَ'' یعنی کمزور اور بے بس لوگوں میں سے تھے۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وما لکم لا تقاتلون فی سبیل الله ﴾ ...... الخ : ٤٥٨٧]

مدینہ میں رسول اللہ ﷺ ان ''مُسْتَضْعَفِيْنَ'' کے حق میں نام لے کر دعا فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز ادا فرماتے ہوئے جب '' سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ '' کہا تو سجدہ کرنے سے پہلے یہ دعا کی: ((اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ ، وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، وَعَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ، وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَللّٰهُمَّ! اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ، وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ)) ''اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور کمزور مومنوں کو نجات عطا فرما، اے اللہ! خاندان مضر کے لوگوں پر اپنی گرفت کو اور مضبوط کر دے اور اے اللہ! انھیں اس طرح قحط سالی میں مبتلا کر دے جس طرح یوسف علیہ السلام کے دور میں قحط پڑا تھا۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب یهوی بالتکبیر حین یسجد : ٨٠٤، ٤٥٩٨]

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی مسلمان کی دنیا کی تنگیوں میں سے کوئی تنگی دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کی آخرت کی تنگیوں میں سے کوئی تنگی دور فرما دے گا۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن : ٢٦٩٩]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم

کرتا ہے، نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے اور نہ اسے حقیر جانتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم :
۲٤٤٢۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۸۰]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’باہمی محبت و مودت، لطف و کرم اور رحم و ہمدردی میں مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ جب اس کے کسی عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورا بدن بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور نیند اچاٹ ہو جاتی ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم : ۲۵۸٦۔ بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم : ٦۰۱۱]

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ﴿۷۶﴾

’’وہ لوگ جو ایمان لائے وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وہ باطل معبود کے راستے میں لڑتے ہیں۔ پس تم شیطان کے دوستوں سے لڑو، بے شک شیطان کی چال ہمیشہ نہایت کمزور رہی ہے۔‘‘

جہاد کی فرضیت اور ترغیب کے بعد اس آیت میں بتایا کہ جہاد کی ظاہری صورت کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ جہاد اپنے مقصد کے اعتبار سے جہاد ہے۔ مومن اللہ کے لیے لڑتا ہے، محض طلب دنیا یا ہوس ملک گیری کی خاطر نہیں، جبکہ کافر کا مقصد یہی دنیا اور اس کے مفادات ہوتے ہیں۔ آگے مومنوں کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ طاغوتی مقاصد کے لیے حیلے اور مکر کمزور ہوتے ہیں۔ ان کے ظاہری اسباب کی فراوانی اور کثرتِ تعداد سے مت ڈرو، تمھاری ایمانی قوت اور عزمِ جہاد کے مقابلے میں شیطان کے یہ حیلے نہیں ٹھہر سکتے۔

اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا : ارشاد فرمایا: ﴿ذٰلِكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَیْدِ الْكٰفِرِیْنَ﴾ [الأنفال : ۱۸] ’’بات یہ ہے! اور یہ کہ یقیناً اللہ کافروں کی خفیہ تدبیر کو کمزور کرنے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَ مَا كَیْدُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ﴾ [المؤمن : ۲۵] ’’اور نہیں کافروں کی چال مگر سراسر ناکام۔‘‘ اور فرمایا: ﴿اَمْ یُرِیْدُوْنَ كَیْدًا ؕ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِیْدُوْنَ﴾ [الطور : ٤۲] ’’یا وہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ تو جن لوگوں نے کفر کیا وہی چال میں آنے والے ہیں۔‘‘

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ قِیْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَیْدِیَكُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً ۚ وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿۷۷﴾

’’کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو، پھر جب ان

پر لڑنا لکھا گیا اچانک ان میں سے کچھ لوگ، لوگوں سے ڈرنے لگے، جیسے اللہ سے ڈرنا ہو، یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور انھوں نے کہا اے ہمارے رب! تو نے ہم پر لڑنا کیوں لکھ دیا، تو نے ہمیں ایک قریب وقت تک مہلت کیوں نہ دی۔ کہہ دے دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

مکہ میں مسلمان چونکہ تعداد اور وسائل کے اعتبار سے لڑنے کے قابل نہیں تھے، اس لیے مسلمانوں کی خواہش کے باوجود انھیں قتال سے روکے رکھا گیا اور دو باتوں کی تاکید کی جاتی رہی، ایک یہ کہ کافروں کے ظالمانہ رویے کو صبر اور حوصلے سے برداشت کریں اور عفو و درگزر سے کام لیں، دوسرے یہ کہ نماز، زکوٰۃ اور دیگر عبادات پر عمل کا اہتمام کریں، تاکہ اللہ تعالیٰ سے ربط و تعلق مضبوط بنیادوں پر استوار ہو جائے۔ لیکن ہجرت کے بعد جب مدینہ میں مسلمانوں کی طاقت مجتمع ہوئی تو پھر انھیں قتال کی اجازت دے دی گئی اور جب اجازت دے دی گئی تو بعض لوگوں نے کمزوری اور پست ہمتی کا مظاہرہ کیا۔ اس آیت میں انھیں مکی دور کی ان کی آرزو یاد دلا کر کہا جا رہا ہے کہ اب یہ مسلمان حکم جہاد سن کر خوف زدہ کیوں ہو رہے ہیں، جب کہ یہ حکم جہاد خود ان کی اپنی خواہش کے مطابق ہے۔

<u>اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ ...... خَشْيَةً</u> : سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، اے اللہ کے رسول! جب ہم مشرک تھے تو عزت کے ساتھ رہ رہے تھے اور اب جب کہ ایمان لے آئے ہیں تو ہم ذلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے عفو و درگزر کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا تم ان لوگوں سے ابھی جنگ نہ کرو۔'' پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مدینہ پہنچا کر جہاد کا حکم دیا تب کچھ لوگ جہاد سے رک گئے، چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ﴾ [السنن الكبرى للنسائي، كتاب التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ ألم تر إلى الذين ...... الخ ﴾ : ۱۱۱۲۔ السنن الكبرى للبيهقي : ۱۱/۹، ح : ۱۷۷٤۱۔ مستدرك حاكم : ۳۰۷/۲، ح : ۳۲۰۰]

<u>وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ ...... فَتِيْلًا</u> : اللہ تعالیٰ نے حالات کے سازگار ہونے پر سب سے پہلے مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی اجازت دی، ارشاد فرمایا: ﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴾ [الحج : ۳۹] ''ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اجازت دے دی گئی ہے، اس لیے کہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً پوری طرح قادر ہے۔'' جہاد فی سبیل اللہ کو فرض کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا: ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ

لَكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۱۶] ''تم پر لڑنا لکھ دیا گیا ہے، حالانکہ وہ تمھیں ناپسند ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمھارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' منافقین کی بزدلی کا نقشہ کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴾ [محمد : ۲۰] ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی گئی؟ پھر جب کوئی محکم سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر کیا جاتا ہے تو تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن کے دلوں میں بیماری ہے، وہ تیری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے اس شخص کا دیکھنا ہوتا ہے جس پر موت کی غشی ڈالی گئی ہو۔ پس ان کے لیے بہتر ہے۔''

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ : لڑائی سے ہچکچانے والوں، کمزور ایمان والوں اور منافقین کا حوصلہ بلند فرمایا ہے، پہلی بات تو یہ کہ دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کرکے جہاد کی ترغیب دی ہے۔ دوسری یہ کہ دنیا جتنی بھی ہو فانی اور انتہائی قلیل ہے اور فانی اور باقی رہنے والی شے کا مقابلہ ہی کیا؟

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری اور دنیا کی مثال ایک مسافر کی ہے، جو ایک درخت کے سائے میں آرام کرتا ہے اور پھر اس درخت کو چھوڑ کر روانہ ہو جاتا ہے۔'' [ترمذی، کتاب الزهد، باب [حدیث «ما الدنيا إلا كراكب استظل»] : ۲۳۷۷]

سیدنا مستورد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا آخرت کے مقابلے میں اتنی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے پھر دیکھے کہ کتنا (پانی) لے کر لوٹی ہے؟ (سمندر سے مراد آخرت کی زندگی اور انگلی کے ساتھ جو پانی آیا ہے اس سے مراد دنیا کی زندگی ہے)۔'' [ترمذی، کتاب الزهد، باب منه حدیث : ما الدنيا فی الآخرة ...... الخ : ۲۳۲۳]

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۷۸ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۷۹

''تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمھیں پا لے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔ اور اگر انھیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے

ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انھیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے۔ کہہ دے سب اللہ کی طرف سے ہے، پھر ان لوگوں کو کیا ہے کہ قریب نہیں ہیں کہ کوئی بات سمجھیں۔ جو کوئی بھلائی تجھے پہنچے سو اللہ کی طرف سے ہے اور جو کوئی برائی تجھے پہنچے سو تیرے نفس کی طرف سے ہے اور ہم نے تجھے لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کافی گواہ ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ موت جس کے ڈر سے تم جہاد سے کترا رہے ہو جب اس کا وقت آ جائے گا تو وہ کہیں بھی تمھیں آ دبوچے گی۔ اس کے بعد اللہ نے منافقین کی ایک اور صفت بیان کی کہ جب ان کے مال و اولاد میں برکت ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور ہمیں اچھا جان کر ہی یہ سب کچھ دیا گیا ہے اور اگر قحط سالی اور مال و اولاد میں کمی ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ اے محمد! یہ سب تمھاری وجہ سے ہوا ہے، تم جب سے مدینہ میں آئے ہو یہ دن دیکھنا پڑ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ ان کے زعمِ باطل کی تردید کرتے ہوئے آپ کہیے کہ اے منافقو! نعمت کا تعلق اللہ سے ہے اور قحط سالی وغیرہ کا تعلق تمھارے اعمالِ بد سے ہے لیکن بات دراصل یہ ہے کہ تم جہالت و عناد میں مبتلا ہو، تمھیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ : یعنی ایک دن تم یقینی طور پر موت سے دوچار ہو گے کہ موت سے تم میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴾ [الرحمٰن : ۲۶] ''ہر ایک جو اس (زمین) پر ہے، فنا ہونے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ [آل عمران : ۱۸۵] ''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے۔''

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ : یعنی جب ان منافقوں کو کوئی گزند پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ ہمیں اس لیے پہنچا ہے کہ ہم نے آپ کی اقتدا کی ہے، یعنی نحوست کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ﴾ [الأعراف : ۱۳۱] ''تو جب ان پر خوش حالی آتی تو کہتے یہ تو ہمارے ہی لیے ہے اور اگر انھیں کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور اس کے ساتھ والوں کے ساتھ نحوست پکڑتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ﴾ [الحج : ۱۱] ''اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے۔''

اگلی آیت میں بھلائی اور برائی کا ایک قانون بیان فرما دیا ہے کہ بھلائی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے، اس کا بھیجنے والا بھی گو اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے، مگر اس کا سبب تمھارے گناہ ہوتے ہیں۔ اس لیے سلف صالحین کا

عام طور پر یہ دستور تھا کہ جب کوئی اجتہادی رائے پیش کرتے تو کہتے اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اسی کی توفیق سے ہے اور اگر غلط ہے تو ہماری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾

’’جو رسول کی فرماں برداری کرے تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اطاعتِ رسول کی اہمیت بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کر کے اللہ کا فرماں بردار نہیں بن سکتا۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ آپ کی اطاعت سے روگردانی کرتے ہیں انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے۔ آپ کی ذمہ داری تو صرف ہمارا پیغام ان تک پہنچا دینا تھا، وہ آپ نے کر دیا، اب جو شخص آپ کی اطاعت کرے گا وہ نیک بخت ہوگا اور جہنم سے نجات پائے گا اور جو روگردانی کرے گا وہ دنیا و آخرت میں خسارا پائے گا۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ : چونکہ نبی کریم ﷺ اللہ کے رسول اور مبلغ ہیں، اس لیے ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے شریعت کے احکام سب ایسے ہیں جن کو آپ ﷺ کی توضیح کے بغیر سمجھنا ممکن نہیں، لہٰذا قرآن کو سمجھنے کے لیے کوئی شخص سنت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ [النور : ٥٤] ’’کہہ دے اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو، پھر اگر تم پھر جاؤ تو اس کے ذمے صرف وہ ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور تمھارے ذمے وہ جو تم پر بوجھ ڈالا گیا اور اگر اس کا حکم مانو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کے ذمے تو صاف پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ [النور : ٥٦] ’’اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کا حکم مانو، تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔‘‘ [بخاری، كتاب الأحكام، باب قول الله تعالى: ﴿أطيعوا الله وأطيعوا الرسول﴾ : ٧١٣٧۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية ...... الخ : ١٨٣٥]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو اس نے اپنی درستی کا سامان کر لیا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو یقیناً وہ شر میں منہمک ہو گیا۔‘‘ [مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلوٰة والخطبة : ٨٧٠]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ فرشتے آئے اور آپ اس وقت سو رہے تھے، ان میں سے بعض فرشتوں نے کہا، یہ سو رہے ہیں اور بعض نے کہا، (نہیں صرف) آنکھ سو رہی ہے، دل جاگ رہا ہے۔ پھر ان فرشتوں نے کہا کہ تمھارے اس دوست کی ایک مثال ہے، تو تم وہ مثال بیان کرو۔ ان میں سے بعض فرشتوں نے کہا، یہ سو رہے ہیں اور بعض فرشتوں نے کہا، (نہیں ان کی صرف) آنکھ سوتی ہے، دل جاگتا رہتا ہے۔ پھر ان فرشتوں نے کہا، ان کی مثال ایسی ہے جیسی مثال اس شخص کی ہے جس نے مکان بنایا اور اس میں کھانے کا اہتمام کیا، پھر ایک بلانے والے کو بھیجا، سو جس نے بلانے والے کا کہنا مان لیا تو وہ اس مکان میں داخل ہو گیا اور کھانے سے کھا لیا، مگر جس نے بلانے والے کا کہنا نہ مانا تو وہ نہ مکان میں داخل ہوا اور نہ اس نے کھانے میں سے کچھ کھایا۔ پھر انھوں نے کہا، ان کے لیے اس کی تشریح کرو، تاکہ وہ بھی سمجھ لیں۔ ان میں سے بعض نے کہا، وہ سو رہے ہیں اور بعض نے کہا، آنکھ سو رہی ہے، دل جاگ رہا ہے۔ پھر انھوں نے کہا وہ مکان تو جنت ہے اور بلانے والے محمد ﷺ ہیں۔ چنانچہ جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے یقیناً اللہ کی نافرمانی کی، محمد ﷺ تو لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ : ۷۲۸۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری ساری امت جنت میں داخل ہو گی، سوائے اس کے جس نے (داخل ہونے سے) انکار کر دیا۔'' صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! ایسا کون ہے جو انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے یقیناً انکار کر دیا۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة ، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ : ۷۲۸۰]

وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا : یعنی جو آپ کی نافرمانی کرے گا وہ ناکام و نامراد ہو گا اور آپ سے اس کے بارے میں کوئی باز پرس نہیں ہو گی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ۝ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝ اِنَّ اِلَيْنَاۤ اِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴾ [الغاشية : ۲۱ تا ۲۶] ''پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔ مگر جس نے منہ موڑا اور انکار کیا۔ تو اسے اللہ عذاب دے گا، سب سے بڑا عذاب۔ یقیناً ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے۔ پھر بے شک ہمارے ہی ذمے ان کا حساب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ [النحل : ۸۲] ''پھر اگر وہ پھر جائیں تو تیرے ذمے تو صرف واضح پیغام پہنچا دینا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ﴾ [الشورىٰ : ۴۸] ''پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگران بنا کر نہیں بھیجا، تیرے ذمے پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔''

وَ يَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَ اللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾

''اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی، پھر جب تیرے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو اس کے خلاف مشورے کرتا ہے جو وہ کہہ رہا تھا اور اللہ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں۔ پس ان سے منہ موڑ لے اور اللہ پر بھروسا کر اور اللہ کافی وکیل ہے۔''

یہاں منافقین کی ایک اور مذموم خصلت بیان فرماتے ہوئے ان کو سرزنش کی ہے اور آپ ﷺ کو ان کی حرکاتِ شنیعہ سے چشم پوشی اور اللہ تعالیٰ پر توکل کا حکم فرمایا ہے، فرمایا یہ منافقین آپ ﷺ کی مجلس میں جو باتیں ظاہر کرتے ہیں راتوں کو ان کے برعکس باتیں کرتے اور سازشوں کے جال بنتے ہیں۔ آپ ﷺ ان سے اعراض کریں اور اللہ پر توکل کریں، ان کی باتیں اور سازشیں آپ ﷺ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گی، کیونکہ آپ کا وکیل اور کارساز اللہ تعالیٰ ہے۔

کافروں نے ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کے خلاف سازشیں کیں، لیکن ان کی سازشیں سب ناکام ہوگئیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴾ [إبراهيم : ٤٦، ٤٧] ''اور بے شک انھوں نے تدبیر کی، اپنی تدبیر اور اللہ ہی کے پاس ان کی تدبیر ہے اور ان کی تدبیر ہرگز ایسی نہ تھی کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ پس تو ہرگز گمان نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے۔ یقیناً اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے۔''

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾

''تو کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے، اور اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔''

منافقین ہی کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اگر وہ لوگ قرآن کریم کو غور سے سنتے، اس کے معانی و مضامین پر تدبر کرتے تو انھیں معرفتِ تام حاصل ہو جاتی کہ رسول اللہ ﷺ برحق ہیں اور جو دین لے کر آئے ہیں وہ بھی برحق ہے اور اس نفاق سے نجات مل جاتی جس نے ان کے دلوں کو فاسد اور ان کے افکار کو کفر سے آلودہ کر رکھا ہے۔ آگے فرمایا کہ اگر یہ غیر اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں اختلاف و اضطراب اور تعارض ہوتا، اس لیے منافقین کو اپنا نفاق چھوڑ کر اس قرآن پر ایمان لے آنا چاہیے۔ لہٰذا یہاں آپ کے صدق نبوت پر قرآن کو بطور دلیل پیش کیا اور قرآن آپ کی صدق نبوت کی تین وجوہ سے دلیل بنتا ہے، اول اپنی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے، دوم امور غیب کی خبروں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اور سوم اختلاف و تناقض سے پاک اور مبرا ہونے کی بنا پر۔ یہاں اس تیسری چیز کو بیان فرمایا ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴾ [محمد : ٢٤] ''تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے، یا کچھ دلوں پر ان کے قفل پڑے ہوئے ہیں؟''

﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾ : قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، اس جیسا کلام دنیا والے نہیں بنا سکتے، خواہ کتنی ہی کوشش کریں، پھر اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف ہوتا۔ اب چونکہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، اس لیے اختلافِ کثیر تو دور، سرے سے اختلاف ہے ہی نہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ [بنی إسرائيل : ۸۸] ''کہہ دے اگر سب انسان اور جن جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہیں لائیں گے، اگرچہ ان کا بعض بعض کا مددگار ہو۔''

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ مجلس میرے لیے اتنی گراں مایہ تھی کہ سرخ اونٹوں کی دولت بھی اس کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ میں اور میرا بھائی جس وقت آئے تو اس وقت کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر جمع تھے۔ ہم نے اس بات کو ناپسند کیا کہ ان کے درمیان گھس کر بیٹھیں۔ لہٰذا ہم ان سے ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ انھوں نے قرآن مجید کی ایک آیت کے بارے میں گفتگو شروع کی، یہاں تک کہ ایک دوسرے سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ان کی آوازیں بلند ہوتی گئیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے آئے اور ناراضی کے باعث ان کا چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خاموش کراتے ہوئے فرمایا: ''لوگو! ٹھہر جاؤ، سابقہ امتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوگئیں کہ انھوں نے اپنے انبیاء سے اختلاف کر ڈالا اور اپنی کتابوں کے بعض حصوں کو بعض سے متعارض سمجھنا شروع کر دیا۔ (سو سنو!) قرآن اس لیے نازل نہیں ہوا کہ اس کے بعض حصے بعض کی تکذیب کریں، بلکہ قرآن کے بعض حصے تو بعض کی تصدیق کرتے ہیں۔ تمھیں اس کتاب سے جو کچھ معلوم ہو، اس کے مطابق عمل کرو اور جو معلوم نہ کر سکو، اسے جاننے والے کی طرف لوٹا دو۔'' [مسند أحمد : ۱۸۱/۲، ح : ۶۷۱۱]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن دوپہر کے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ دو آدمی ایک آیت کے بارے میں اختلاف کرنے لگے، حتیٰ کہ ان کی آوازیں بلند ہوگئیں، اس پر آپ نے فرمایا: ''تم سے پہلی امتیں اپنی کتاب میں اختلاف کرنے ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئی تھیں۔'' [مسند أحمد : ۱۹۲/۲، ح : ۶۸۱۲۔ مسلم، کتاب العلم، باب النهي عن اتباع متشابه القرآن : ۲۶۶۶]

وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾

''اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور

اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔"

اس میں بھی منافقین ہی کا ذکر ہے کہ انھیں جب جہادی دستوں کے بارے میں غلبہ یا شکست کی کوئی خبر ملتی ہے تو لوگوں میں اسے بغیر تحقیق کیے فوراً پھیلانا شروع کر دیتے ہیں، جس سے مسلم معاشرے کو کئی طرح کے نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں۔ اس لیے کہ عام طور پر بغیر تحقیق شدہ خبروں میں بہت سی جھوٹی باتیں ملی ہوتی ہیں۔ اگر وہ خبریں مسلمانوں کے غلبے کے بارے میں ہوتیں اور مبالغہ سے کام لیا گیا ہوتا اور سچی نہ نکلتیں تو بہتوں کو رسول اللہ ﷺ کی صداقت میں شبہ ہونے لگتا۔ اس لیے کہ منافقین ان خبروں کی نسبت آپ ہی کی طرف کر کے بیان کرتے تھے اور اگر وہ خبریں مسلمانوں کی شکست کے بارے میں ہوتیں تو بہت سے کمزور ایمان کے مسلمان فتنہ میں پڑ جاتے۔ ان خبروں کا ایک نقصان یہ بھی ہوتا تھا کہ مسلمانوں کی جنگی تیاریوں کی خبر بڑی تیزی کے ساتھ کافروں کو ہو جاتی تھی اور اگر خبر خوف و ہراس والی ہوتی تو کمزور مسلمان خائف ہو جاتے تھے۔ انھی خرابیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خبروں کی تشہیر سے منع فرمایا۔ آگے فرمایا کہ اگر یہ لوگ ان خبروں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ اور اصحابِ بصیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے کا انتظار کر لیتے تو انھیں حقیقت حال معلوم ہو جاتی اور یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کس خبر کو مشہور کرنا چاہیے اور کسے چھپانا چاہیے؟ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اگر نبی کریم ﷺ کی بعثت اور قرآن کے نزول کے ذریعے اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا، تو اے مسلمانو! سوائے چند دیدہ ور صحابہ کرام کے تم سبھی شیطان کے پیروکار بن جاتے اور ان جھوٹی خبروں کی تصدیق کرنے لگتے۔

<u>وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ</u> : ربطِ مضمون کے لحاظ سے اگرچہ اس آیت کی وہی تشریح مناسب معلوم ہوتی ہے جو اوپر کر دی گئی ہے، تاہم اس کا حکم عام ہے اور ہر موقع پر افواہوں کے بارے میں یہی رویہ اختیار کرنا چاہیے، چنانچہ حدیث میں اس آیت کا شان نزول بالکل الگ بیان کیا گیا ہے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب انھیں یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے تو وہ اپنے گھر سے مسجد آ گئے اور دیکھا کہ مسجد میں بھی لوگ یہی گفتگو کر رہے ہیں، ان سے برداشت نہ ہو سکا، حتیٰ کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: "نہیں۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا، اللہ اکبر! پھر انھوں نے باقی ساری حدیث بیان کی۔ [بخاري، كتاب النكاح، باب موعظة الرجل ابنته لحال زوجها : ۵۱۹۱]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، کیا آپ نے طلاق دے دی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نہیں۔" تب میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے

اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ﴾ ''اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس امر کی تحقیق کر لی تھی۔ [مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الإیلاء واعتزال النساء : ۱۴۷۹]

گویا اس آیت میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ اگر امن یا خوف کی خبر وہ بلا تحقیق پھیلانے کی بجائے اللہ کے رسول اور مسلمانوں کے امرا کو پہنچاتے تو سب سے پہلے وہ غور وخوض اور تحقیق کر کے معلوم کرتے کہ خبر صحیح بھی ہے یا غلط، کیونکہ بلا تحقیق آگے بات کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ قرار دیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کر دے۔'' [مسلم، المقدمۃ، باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع : ۵]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص میری طرف سے کوئی ایسی بات بیان کرتا ہے جسے وہ جھوٹی سمجھتا ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔'' [مسلم، المقدمۃ ، باب وجوب الروایۃ عن الثقات وترک الکذابین......الخ : ۱]

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ﴾ [الحجرات : ٦] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہو جاؤ۔''

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ۝۸۴

''پس اللہ کے راستے میں جنگ کر، تجھے تیری ذات کے سوا کسی کی تکلیف نہیں دی جاتی اور ایمان والوں کو رغبت دلا، اللہ قریب ہے کہ ان لوگوں کی لڑائی روک دے جنھوں نے کفر کیا اور اللہ بہت سخت لڑائی والا اور بہت سخت سزا دینے والا ہے۔''

اس آیت میں فرمایا کہ آپ منافقین کے ساتھ ہونے یا نہ ہونے کی پروا نہ کریں، آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ خود بھی جہاد کے لیے نکلیں اور دوسرے مومنوں کو بھی ترغیب دیں۔ جس کا اثر یہ ہوگا کہ دشمن آپ کی حرکات وسکنات دیکھ کر خود ہی لڑائی کے ارادہ سے رک جائیں گے اور اگر ایسا نہ ہوا اور انھوں نے حملہ کی ٹھان لی تو اللہ ان سے نمٹنے پر قادر ہے اور انھیں خوب سزا دے گا۔ بہرحال آپ کو جہاد کے لیے ہر وقت کمربستہ رہنا چاہیے۔

﴿فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ﴾ : ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جو شخص مشرکوں پر حملہ کرتا ہے تو کیا وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا، نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مبعوث کیا اور ان سے فرمایا: ﴿فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ﴾ اور (آپ جس آیت کا حوالہ دے رہے ہیں تو) اس کا تعلق اللہ کے راستہ میں خرچ (کرنے اور نہ کرنے) سے ہے۔ [مسند أحمد : ۲۸۱/٤، ح : ۱۸۵۰٦]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں، یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ یہ کام کریں گے تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیے، مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب ﴿فإن تابوا و أقاموا الصلوة و اتوا الزكوة فخلوا سبيلهم﴾ : ۲۵]

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں نے نافع رحمہ اللہ کو لکھا، کیا لڑائی سے پہلے کافروں کو دین کی دعوت دینا ضروری ہے؟ انھوں نے جواب میں لکھا، یہ حکم شروع اسلام میں تھا (جب کافروں کو دین کی دعوت نہیں پہنچی تھی) بعد ازاں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر شب خون مارا اور تب وہ غافل تھے اور ان کے جانور پانی پی رہے تھے، چنانچہ آپ نے مقابلہ کرنے والوں کو قتل کیا اور بچ جانے والوں کو قیدی بنایا اور اسی دن جویریہ بنت حارث کو پکڑا۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب جواز الإغارة على الكفار : ۱۷۳۰]

﴿وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ میدان بدر کی طرف چلے، یہاں تک کہ مشرکین سے پہلے وہاں پہنچ گئے، پھر مشرک بھی آ گئے۔ آپ نے فرمایا: ''جب تک میں آگے نہ بڑھوں تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کی طرف آگے نہ بڑھے۔'' جب مشرکین نزدیک آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس جنت کی طرف لپکو جس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے۔'' (آپ کی یہ بات سن کر) عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے کہا، بہت خوب، بہت خوب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم بہت خوب، بہت خوب کیوں کہہ رہے ہو؟'' انھوں نے کہا اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ مجھے توقع ہے کہ میں بھی اس جنت والوں میں سے ہوں گا۔ آپ نے فرمایا: ''تم اس جنت والوں میں سے ہو۔'' اس کے بعد وہ اپنے توشہ دان سے کچھ کھجوریں نکال کر کھانے لگے، پھر کچھ سوچ کر بولے، اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا کہ اپنی یہ کھجوریں کھا لوں تو یہ زندگی لمبی ہو جائے گی، چنانچہ ان کے پاس جو کھجوریں تھیں انھوں نے وہ پھینک دیں، پھر مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ۱۹۰۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان

لائے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کر دے، خواہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرے، یا اس زمین میں بیٹھ رہے جس میں وہ پیدا ہوا تھا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ دے دیں؟ آپ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھا ہے، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو، کیونکہ وہ جنت کا سب سے افضل اور سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔'' [بخاري، كتاب التوحيد، باب ﴿ و كان عرشه على المآء ﴾ : ۷۴۲۳]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابو سعید! جو شخص اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نبی ہونے پر راضی ہو جائے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔'' ابو سعید رضی اللہ عنہ نے اس بات سے تعجب کیا اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! اس بات کو دوبارہ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے یہی بات دوبارہ دہرائی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک اور چیز ہے جس کی بنا پر بندۂ مومن کو جنت میں سو درجوں تک رفعتوں سے ہمکنار کیا جاتا ہے، وہ کہ جن میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔'' ابو سعید نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان ما أعده الله تعالى للمجاهد في الجنة : ۱۸۸۴]

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا : آیت میں وعدہ کیا جا رہا ہے کہ عنقریب کفار کا زور ٹوٹ جائے گا اور مسلمانوں کو غلبہ نصیب ہوگا، نیز یہ کہ وہ دنیا و آخرت میں انھیں سزا دینے پر قادر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ ؕ وَ لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ﴾ [محمد : ۴] ''(بات) یہی ہے۔ اور اگر اللہ چاہے تو ضرور ان سے انتقام لے لے اور لیکن تاکہ تم میں سے بعض کو بعض کے ساتھ آزمائے۔'' کافروں کی پے در پے شکستوں اور ایمان والوں کی مسلسل فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَ لِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝ وَ لَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴾ [الفتح : ۲۰ تا ۲۳] ''اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا جنھیں تم حاصل کرو گے، پھر اس نے تمھیں یہ جلدی عطا کر دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تاکہ یہ ایمان والوں کے لیے ایک نشانی بنے اور (تاکہ) وہ تمھیں سیدھے راستے پر چلائے۔ اور کئی اور (غنیمتوں کا بھی)، جن پر تم قادر نہیں ہوئے۔ یقیناً اللہ نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اللہ

ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور اگر وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تم سے لڑتے تو یقیناً پیٹھ پھیر جاتے، پھر وہ نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ اللہ کے اس طریقے کے مطابق جو پہلے سے گزر چکا ہے اور تو اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔“

مومنوں کی فتوحات اور کافروں کی شکستوں کی پیش گوئی مندرجہ ذیل حدیث میں بھی ہے اور یہ حدیث گویا اس آیت کی تفسیر ہے، سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں دو شخص آئے، ایک تنگیٔ معیشت کی شکایت کر رہا تھا اور دوسرا راہزنی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے عدی! کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے؟“ میں نے عرض کی، نہیں، تاہم اس کے متعلق سنا ہے۔ فرمایا: ”اگر تمھاری عمر زیادہ ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک عورت حیرہ سے چل کر کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے علاوہ کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔“ میں نے اپنے دل میں کہا، قبیلۂ طے کے ڈاکو، جنھوں نے شہروں میں آگ لگا رکھی ہے، کہاں چلے جائیں گے؟ پھر (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا: ”اور (اے عدی!) اگر تمھاری عمر لمبی ہوئی تو تم ضرور کسریٰ کے خزانوں کو فتح کرو گے۔“ میں نے کہا، کسریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں! کسریٰ بن ہرمز، اور (اے عدی!) اگر تمھاری عمر لمبی ہوئی تو ضرور ایسے شخص کو دیکھو گے جو مٹھی بھر کر سونا یا چاندی لے کر ایسے آدمی کی تلاش میں نکلے گا جو اسے قبول کر لے، لیکن ایسا کوئی آدمی نہیں ملے گا جو اسے قبول کر لے۔“ ...... سیدنا عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (دو باتیں تو میں دیکھ چکا) میں نے حیرہ سے چل کر کعبہ کا طواف کرنے والی عورت کو دیکھا، اسے سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہیں تھا اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کیے۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ : ۳۵۹۵]

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

”جو کوئی سفارش کرے گا، اچھی سفارش، اس کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہوگا اور جو کوئی سفارش کرے گا، بری سفارش، اس کے لیے اس میں سے ایک بوجھ ہوگا اور اللہ ہمیشہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔“

مسلمانوں کو کافروں کے خلاف جہاد کی ترغیب دلانا، یہ اللہ کے نزدیک مسلمانوں کے حق میں خیر خواہی اور شفاعت حسنہ ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں اچھی اور بری شفاعت کا بیان آیا ہے۔ اچھی شفاعت کی تعریف کی گئی ہے اور اللہ کے وعدے کا ذکر ہے کہ شفاعت کرنے والے کو بھی اللہ اچھا بدلہ دے گا اور بری شفاعت، یعنی حاکمِ وقت کے پاس جا کر لوگوں کی شکایتیں کرنے والے کو اس بدکرداری کا برا بدلہ ضرور ملے گا۔

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اپنے بھائی کے لیے سفارش کرے، پھر

اسے اس سفارش کرنے کے سلسلہ میں کوئی ہدیہ دیا جائے اور وہ اسے قبول کر لے تو وہ سود کے دروازوں میں سے بڑے دروازے پر پہنچ گیا۔‘‘ [أبو داؤد، كتاب البيوع، باب في الهدية لقضاء الحاجة : ٣٥٤١]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی ضرورت مند آتا، تو آپ شرکائے مجلس کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے: ’’(اس کے لیے) سفارش کرو، تمھیں (بھی) اجر دیا جائے گا اور اللہ اپنے نبی ﷺ کی زبان پر جو پسند فرماتا ہے فیصلہ فرما دیتا ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب الزكوة، باب التحريض على الص… ١٤٣٢۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب الشفاعة فيما ليس بحرام : ٢٦٢٧]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بریرہ رضی اللہ عنہا اور اس کے خاوند مغیث رضی اللہ عنہ کے قصے میں منقول ہے کہ نبی ﷺ نے بر… سے فرمایا: ’’اگر تو اس (اپنے خاوند) سے رجوع کر لے (تو اچھا ہے)۔‘‘ اس نے کہا، کیا آپ مجھے (رجوع کر… حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’نہیں، میں تو صرف سفارش کرتا ہوں۔‘‘ اس نے کہا، مجھے اس کی کوئی ضر… نہیں۔ [بخاري، كتاب الطلاق، باب شفاعة النبي ﷺ في زوج بريرة : ٥٢٨٣]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مخزومی عورت کے سلسلہ میں، جس نے چوری کی تھی، قریش کو بہت فکر ہوئی، انھوں نے کہا، کون اس معاملہ میں رسول اللہ ﷺ سے بات کر سکتا ہے اور کون اس معاملہ میں آپ سے سفار… جرأت کر سکتا ہے سوائے اسامہ کے؟ وہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں۔ الغرض اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سفارش کی، اس پر آپ نے فرمایا: ’’کیا تم اللہ کی حدوں میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو۔‘‘ [بخاري، كتاب الح… باب كراهية الشفاعة في الحد …… الخ : ٦٧٨٨۔ مسلم، كتاب الحدود، باب قطع السارق الشريف : ١٦٨٨]

وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبً…

’’اور جب تمھیں سلامتی کی کوئی دعا دی جائے تو تم اس سے اچھی سلامتی کی دعا دو، یا جواب میں وہی کہہ دو۔ بے شک… ہمیشہ سے ہر چیز کا پورا حساب کرنے والا ہے۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جب کوئی شخص سلام کرے تو اس کو سلام کا جواب ضرور دیا جائے اور وہ… سلام کرنے والے کے سلام سے بہتر ہو، یا کم از کم اس جیسا ہو، دونوں طرح جائز ہے۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ… کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، السلام علیکم! آپ نے اس کے سلام کا… دیا اور وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: ’’اس کے لیے دس نیکیاں ہیں۔‘‘ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا، السلام علیکم… اللہ۔ آپ نے اس کے سلام کا بھی جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: ’’اس کے لیے بیس نیکیاں ہیں۔‘‘ پھ… اور شخص آیا اور اس نے یوں کہا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے اس کے سلام کا بھی جواب دیا، وہ بیٹھ گیا تو…

رمایا: ”اس کے لیے تیس نیکیاں ہیں۔“ [مسند أحمد : ۴۳۹/۴، ۴۴۰، ح : ۱۹۹۷۰۔ أبو داؤد، کتاب الأدب، کیف السلام : ۵۱۹۵۔ ترمذی، کتاب الاستیذان ، باب ما ذکر فی فضل السلام : ۲۶۸۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں، سلام کا ب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کو (الحمد للہ کہنے پر) جواب ۔“ [بخاری، کتاب الجنائز ، باب الأمر باتباع الجنائز : ۱۲۴۰۔ مسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم سلام : ۲۱۶۲]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم عرض کی، اے اللہ کے رسول ! ہماری یہ مجالس بہت ضروری ہیں، کیونکہ یہیں ہم آپس میں بات چیت کرتے ہیں۔ ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تم بیٹھے بغیر نہیں رہ سکتے تو راستے کا حق ادا کرو۔“ صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! تے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”آنکھیں نیچی رکھنا، (لوگوں کو) اذیت دینے سے باز رہنا، سلام کا جواب دینا، ی بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا۔“ [بخاری، کتاب الاستئذان، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿ یأیھا الذین امنوا لا خلوا بیوتًا ﴾ : ۶۲۲۹۔ مسلم، کتاب السلام، باب من حق الجلوس علی الطریق رد السلام : ۲۱۲۱، قبل الحدیث : ۲۱]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب یہودیوں میں سے کوئی تمھیں سلام کہتا ہے تو وہ باایں الفاظ کہتا ہے ” اَلسَّامُ عَلَیْکَ “ (تجھ پر موت وارد ہو) چنانچہ تم جواب میں یہ کہہ دیا کرو ” وَعَلَیْکَ “ جھی پر موت وارد ہو)۔“ [بخاری، کتاب الاستئذان، باب کیف الرد علی أھل الذمۃ بالسلام : ۶۲۵۷۔ مسلم، کتاب سلام، باب النھی عن ابتداء أھل الکتاب بالسلام : ۲۱۶۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہودیوں اور نصرانیوں کو پہلے سلام نہ کہو اور جب ستے میں ان میں سے کسی سے ملو تو ان کو تنگ رستے کی طرف مجبور کر دو۔“ [مسلم ، کتاب السلام، باب النھی عن ابتداء ل الکتاب بالسلام : ۲۱۶۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”چھوٹا بڑے کو سلام کہے، چلنے یا گزرنے والا بیٹھنے وں کو سلام کہے، تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو کہیں اور سوار پیدل چلنے والے کو سلام کہے۔“ [بخاری، کتاب الاستئذان، ب یسلم الصغیر علی الکبیر : ۶۲۳۴۔ مسلم ، کتاب السلام، باب یسلم الراکب علی الماشی : ۲۱۶۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ! تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان نہ لے آؤ اور اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب ک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو، کیا میں تمھیں ایک ایسا کام نہ بتاؤں کہ جب اسے کرنے لگو گے تو آپس

میں محبت بھی کرنے لگ جاؤ گے؟ (اور وہ عمل یہ ہے کہ) آپس میں ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کہا کرو۔'' [أبو داؤد، کتاب الأدب ، باب إفشاء السلام : ۵۱۹۳]

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجۡمَعَنَّكُمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ ؕ وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيۡثًا ۝

''اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہر صورت تمھیں قیامت کے دن کی طرف (لے جا کر) جمع کرے گا، جس میں کوئی شک نہیں اور اللہ سے زیادہ بات میں کون سچا ہے۔''

اس آیت میں اللہ نے خبر دی ہے کہ تمام مخلوقات کا معبود صرف اللہ ہے، اس کے بعد اللہ نے قسم کھا کر کہا ہے کہ قیامت کے دن وہ تمام بنی نوعِ انسان کو ضرور جمع کرے گا اور ان سب کا پورا پورا محاسبہ کیا جائے گا۔ نیز یہ سچی بات ہے کہ اسلام دشمن عناصر جتنی بھی کوششیں کر سکتے ہیں کر دیکھیں، نہ وہ اسلام کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ اللہ کے قانون کو بدل سکتے ہیں۔

تمام قسم کے لوگ یعنی منافقین بھی، مشرکین بھی اور مسلمان بھی سب اللہ کے حضور اکٹھے کر لیے جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنۡ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيۡعٌ لَّدَيۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ ﴾ [یٰسٓ : ۳۲] ''اور نہیں ہیں وہ سب مگر اکٹھے ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلۡ اِنَّ الۡاَوَّلِيۡنَ وَالۡاٰخِرِيۡنَ ۝ لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ ۙ اِلٰى مِيۡقَاتِ يَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴾ [الواقعۃ : ۴۹، ۵۰] ''کہہ دے بے شک تمام پہلے اور پچھلے۔ ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر یقیناً اکٹھے کیے جانے والے ہیں۔''

فَمَا لَكُمۡ فِى الۡمُنٰفِقِيۡنَ فِئَتَيۡنِ وَاللّٰهُ اَرۡكَسَهُمۡ بِمَا كَسَبُوۡا ؕ اَتُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَهۡدُوۡا مَنۡ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ سَبِيۡلًا ۝

''پھر تمھیں کیا ہوا کہ منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو گئے، حالانکہ اللہ نے انھیں اس کی وجہ سے الٹا کر دیا جو انھوں نے کمایا، کیا تم چاہتے ہو کہ اس شخص کو راستے پر لے آؤ جسے اللہ نے گمراہ کر دیا اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر تو اس کے لیے کبھی کوئی راستہ نہ پائے گا۔''

ان منافقین سے مراد وہ ہیں جو احد کی جنگ میں مدینہ سے کچھ دور جا کر واپس آ گئے تھے کہ ہماری بات نہیں مانی گئی۔ ان منافقین کے بارے میں مسلمانوں کے دو گروہ بن گئے، ایک گروہ کا کہنا تھا کہ ہمیں ان منافقین سے بھی لڑنا چاہیے، جبکہ دوسرا گروہ اسے مصلحت کے خلاف سمجھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان منافقوں نے میدانِ جہاد سے واپس جا کر اپنی منافقت کا ثبوت مہیا کر دیا ہے، یعنی جس کفر و ضلالت سے نکلے تھے، اسی میں لوٹ گئے ہیں، اب تم یہ چاہو کہ ہمیں ان سے لڑائی نہیں کرنی چاہیے، شاید کہ وہ راہِ راست پر آ جائیں تو یہ بات تمھارے بس میں نہیں، اس لیے کہ جس

گمراہ کر دے یعنی مسلسل کفر و عناد کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دے انھیں کوئی راہ یاب نہیں کر سکتا۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ : یعنی منافقین کے بارے میں مومنوں کی دو رائے نہیں ہونی چاہییں، سب کو اتفاق ان سے عداوت رکھنی چاہیے، منافقین کی حمایت ایمان والوں کی شان نہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [المجادلة : ۲۲] ”تو ان لوگوں کو جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [التوبة : ۲۳] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ﴾ [الممتحنة : ۱] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے۔“

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ احد کے لیے نکلے تھے تو اس وقت آپ کے ساتھ نکلنے والوں میں سے کچھ لوگ واپس آ گئے تھے۔ چنانچہ ان کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ کا کہنا تھا کہ ہمیں ان کو قتل کر دینا چاہیے، جبکہ دوسرے گروہ کی رائے یہ تھی کہ نہیں، انھیں قتل نہیں کرنا چاہیے۔ لہٰذا اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ ﴾ ”پھر تمھیں کیا ہوا کہ منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو گئے۔“ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ شہر طیبہ ہے، یہ میل کچیل کو اسی طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ چاندی سے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ فما لكم في المنافقين فئتين ﴾ : ۴۵۸۹۔ مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين : ۲۷۷۶]

وَدُّوۡا لَوۡ تَكۡفُرُوۡنَ كَمَا كَفَرُوۡا فَتَكُوۡنُوۡنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوۡا مِنۡهُمۡ اَوۡلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَخُذُوۡهُمۡ وَاقۡتُلُوۡهُمۡ حَيۡثُ وَجَدْتُّمُوۡهُمۡ‌ وَلَا تَتَّخِذُوۡا مِنۡهُمۡ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا ۙ‏ ﴿۸۹﴾

''وہ چاہتے ہیں کاش کہ تم کفر کرو جیسے انھوں نے کفر کیا، پھر تم برابر ہو جاؤ، تو ان میں سے کسی طرح کے دوست نہ بناؤ، یہاں تک کہ وہ اللہ کے راستے میں ہجرت کریں، پھر اگر وہ منہ پھیریں تو انھیں پکڑو اور انھیں قتل کرو جہاں انھیں پاؤ اور نہ ان سے کوئی دوست بناؤ اور نہ کوئی مددگار۔''

منافقوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو مدینہ کے اردگرد پھیلے ہوئے قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ لوگ مسلمانوں سے خیر خواہی اور محبت کا اظہار ضرور کرتے تھے مگر عملی طور پر اپنے ہم وطن کافروں کا ساتھ دیتے تھے، یا دینے پر مجبور تھے۔ ان کے لیے معیار یہ مقرر کیا گیا کہ اگر وہ ہجرت کر کے تمھارے پاس مدینہ آ جائیں اور تمھیں ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو اس صورت میں تم انھیں سچا بھی سمجھو اور ہمدرد بھی، لیکن اگر وہ منافقین ہجرت کرنے سے انکار کریں تو اگرچہ وہ اسلام کا اظہار کریں، پھر بھی ان سے کافروں جیسا سلوک کرو، کیونکہ دارالکفر چلے جانے کے بعد ان کا کفر کھل کر سامنے آ گیا۔ اس لیے انھیں گرفتار کرو اور حِل و حرم جہاں پاؤ انھیں قتل کر دو اور انھیں اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ۔

اِلَّا الَّذِيۡنَ يَصِلُوۡنَ اِلٰى قَوۡمٍۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ مِّيۡثَاقٌ اَوۡ جَآءُوۡكُمۡ حَصِرَتۡ صُدُوۡرُهُمۡ اَنۡ يُّقَاتِلُوۡكُمۡ اَوۡ يُقَاتِلُوۡا قَوۡمَهُمۡ‌ ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمۡ عَلَيۡكُمۡ فَلَقٰتَلُوۡكُمۡ‌ ۚ فَاِنِ اعۡتَزَلُوۡكُمۡ فَلَمۡ يُقَاتِلُوۡكُمۡ وَاَلۡقَوۡا اِلَيۡكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمۡ عَلَيۡهِمۡ سَبِيۡلًا‏ ﴿۹۰﴾

''مگر وہ لوگ جو ان لوگوں سے جا ملتے ہیں کہ تمھارے درمیان اور ان کے درمیان عہد و پیمان ہے، یا وہ تمھارے پاس اس حال میں آئیں کہ ان کے دل اس سے تنگ ہوں کہ وہ تم سے لڑیں، یا اپنی قوم سے لڑیں اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور انھیں تم پر مسلط کر دیتا، پھر یقیناً وہ تم سے لڑتے۔ تو اگر وہ تم سے الگ رہیں اور تم سے نہ لڑیں اور تمھاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ نے تمھارے لیے ان پر زیادتی کا کوئی راستہ نہیں رکھا۔''

منافقین کے سلسلے میں جو اوپر حکم بیان ہوا اس سے دو قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مستثنیٰ کر دیا ہے اور کہا ہے کہ نہ انھیں قید کریں اور نہ ان سے قتال کریں۔ ایک تو وہ منافقین جو کسی ایسی قوم کے پاس جا کر پناہ لے لیں جن کے ساتھ مسلمانوں کا صلح اور امن کا معاہدہ ہو، کیونکہ وہ انھی کے حکم میں ہو جائیں گے، ورنہ جنگ چھڑ جائے گی اور

نقضِ میثاق ہو جائے گا، اور دوسرے وہ لوگ جو اپنی صلح جوئی کی وجہ سے نہ مسلمانوں سے جنگ کرنا چاہتے ہیں اور نہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر اپنی قوم سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ : یعنی جو ایسے لوگوں سے جا ملیں جن کا تم سے صلح یا ذمہ کا عہد ہو تو ان سے معاملہ بھی انھی کی طرح کرو، سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما صلح حدیبیہ کے قصے میں بیان کرتے ہیں کہ جس نے چاہا وہ قریش کے ساتھ صلح و عہد میں داخل ہو گیا اور جس نے چاہا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ صلح اور عہد میں داخل ہو گیا۔ [مسند أحمد : ٤/ ٣٢٥، ح : ١٨٩٣٤]

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَ يَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ
اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَ يُلْقُوْۤا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَ يَكُفُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ
وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَ اُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝۹۱ ع ۱۲ ۹

”عنقریب تم کچھ اور لوگ پاؤ گے جو چاہتے ہیں کہ تم سے امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں، وہ جب بھی فتنے کی طرف لوٹائے جاتے ہیں اس میں الٹا دیے جاتے ہیں، تو اگر وہ نہ تم سے الگ رہیں اور نہ صلح کا پیغام بھیجیں اور نہ اپنے ہاتھ روکیں تو انھیں پکڑو اور انھیں قتل کرو جہاں انھیں پاؤ اور یہی لوگ ہیں جن کے خلاف ہم نے تمھارے لیے واضح دلیل بنا دی ہے۔“

اس آیتِ کریمہ میں ایک تیسری قسم کے لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو بہت ہی بدترین قسم کے منافق ہیں۔ جو ڈھنڈورا تو اپنی امن پسندی کا پیٹیں، لیکن جب داؤ لگ جائے تو اسلام دشمنی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ ان کی امن پسندی کی تین ہی صورتیں ممکن ہیں، ایک یہ کہ مسلمانوں سے صلح کر لیں، دوسرے یہ کہ لشکر کفار میں شامل نہ ہوں اور تیسرے یہ کہ اگر انھیں مجبوراً شامل ہونا ہی پڑے تو پھر اپنے ہاتھ روکے رکھیں، یعنی عملاً لڑائی میں شامل نہ ہوں اور اگر یہ تینوں باتیں نہ پائی جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی نیتوں میں فتور ہے اور وہ امن پسندی کی آڑ میں دھوکا دے کر مسلمانوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ایسے منافقوں کا علاج یہ ہے کہ جب بھی موقع ملے سب سے پہلے انھیں قتل کر کے ختم کرو، دوسرے کافروں سے جنگ بعد میں کرو۔

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ
مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ
مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ

مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهۡلِهٖۤ وَ تَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ ۚ فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ شَهۡرَيۡنِ مُتَتَابِعَيۡنِ ۫ تَوۡبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۹۲﴾

"اور کسی مومن کا کبھی یہ کام نہیں کہ کسی مومن کو قتل کرے مگر غلطی سے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو ایک مومن گردن آزاد کرنا اور دیت دینا ہے، جو اس کے گھر والوں کے حوالے کی گئی ہو، مگر یہ کہ وہ صدقہ (کرتے ہوئے معاف) کر دیں۔ پھر اگر وہ اس قوم میں سے ہو جو تمھاری دشمن ہے اور وہ مومن ہو تو ایک مومن گردن آزاد کرنا ہے، اور اگر اس قوم میں سے ہو کہ تمھارے درمیان اور ان کے درمیان کوئی عہد و پیمان ہو تو اس کے گھر والوں کے حوالے کی گئی دیت ادا کرنا اور ایک مومن گردن آزاد کرنا ہے، پھر جو نہ پائے تو پے در پے دو ماہ کے روزے رکھنا ہے۔ یہ بطور توبہ اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ ہمیشہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔"

کفار کے ساتھ جنگ کی اجازت نازل ہوئی تو یہ عین ممکن تھا کہ کسی شخص کو کافر حربی (جس سے جنگ ہو رہی ہو) سمجھ کر مسلمان قتل کر دیں اور بعد میں معلوم ہو کہ وہ مسلمان تھا۔ اس لیے اس آیت میں قتل خطا کے احکام بیان ہوئے ہیں، قتل خطا کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً تیر یا پتھر مارا تو شکار کو تھا لیکن وہ کسی مسلمان کو لگ گیا اور وہ مر گیا، دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی چیز ماری تو عمداً ہی تھی مگر مارنے والے کو ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ وہ اس ہلکی سی ضرب سے مر ہی جائے گا، تیسری یہ کہ لڑائی وغیرہ یا کسی ہنگامے میں کسی مسلمان کو غلطی سے کافر سمجھ کر مار ڈالے، جیسا کہ غزوۂ احد میں مسلمانوں نے بدحواسی کے عالم میں سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کے والد کو کافر سمجھ کر شہید کر ڈالا تھا اور چوتھی صورت جو آج کل بہت عام ہے کہ کوئی ٹریفک کے حادثہ میں کسی گاڑی کے نیچے آ کر، یا اس کی ضرب سے مارا جائے۔ قتل خطا کے احکام اور اس کے کفارہ کی صورتیں یہ ہیں کہ اگر مقتول کے وارث مسلمان ہیں تو ایک غلام مومن (خواہ مرد ہو یا عورت) آزاد کرنا ہو گا اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا بھی ادا کرنا ہو گا۔ خون بہا یا دیت سو اونٹ یا ان کی قیمت کے برابر رقم ہے، جو قاتل کے وارث مقتول کے وارثوں کو ادا کریں گے اور اگر قاتل کو (آزاد کرنے کے لیے) غلام میسر نہ آئے تو وہ متواتر دو ماہ کے روزے بھی رکھے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مقتول مومن ہو مگر دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہو تو اس کا کفارہ صرف ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہے اور اگر میسر نہ آئے تو دو ماہ کے متواتر روزے ہیں اور اس کی دیت نہیں ہو گی۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اگر مومن مقتول کا تعلق کسی معاہد قوم سے ہو تو اس کے وہی احکام ہیں جو پہلی صورت کے ہیں۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا : یعنی کسی مومن کا یہ کام نہیں کہ کسی مومن کو قصداً قتل کر دے، مومن کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے تم پر ایک دوسرے کے خون، مال اور آبرو (ناحق) اسی طرح حرام کر دی ہیں، جس طرح اس دن (یوم النحر) کی حرمت تمھارے

اس مہینا (ذوالحجہ) اور اس شہر (مکہ) میں ہے۔'' [بخاري، كتاب الحج، باب الخطبة أيام منى : ١٧٤٢۔ مسلم، كتاب القسامة ، باب تغليظ تحريم الدماء : ١٦٧٩]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی بندہ جب زنا کرتا ہے تو اس حالت میں وہ مومن نہیں ہوتا، کوئی بندہ جب چوری کرتا ہے تو اس حالت میں وہ مومن نہیں ہوتا اور کوئی بندہ جب شراب پیتا ہے تو اس حالت میں وہ مومن نہیں ہوتا اور نہ کوئی شخص (ناحق) قتل کرتا ہے، اس حال میں کہ وہ مومن ہو۔'' [بخاري، كتاب الحدود، باب إثم الزناة : ٦٨٠٩]

اِلَّا خَطَـًٔا : یعنی کسی حالت میں مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر غلطی سے مارا جائے تو قاتل پر کفارہ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی مسلمان آدمی کا خون، جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، تین میں سے کسی ایک صورت کے سوا حلال نہیں ہے: ① جان کے بدلے جان۔ ② شادی شدہ بدکار اور ③ اسلام کو چھوڑنے والا (مرتد)، جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا۔'' [بخاري، كتاب الديات، باب قول الله تعالى: ﴿ إن النفس بالنفس والعين بالعين ﴾ : ٦٨٧٨۔ مسلم، كتاب القسامة والمحاربين، باب ما يباح به دم المسلم : ١٦٧٦]

ابوظبیان بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حرقہ قبیلے کی طرف بھیجا، ہم نے صبح سویرے ان پر حملہ کیا، ان کو شکست دی اور ایسا ہوا کہ میرا اور ایک انصاری آدمی کا حرقہ کے ایک شخص سے سامنا ہو گیا۔ جب ہم نے اس کو گھیر لیا تو وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے لگا۔ یہ سنتے ہی انصاری نے تو اپنا ہاتھ کھینچ لیا، لیکن میں نے برچھا مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ پھر جب ہم اس جنگ سے واپس پلٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معاملے کی خبر ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسامہ! تو نے یہ کیا کیا کہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے کے بعد اس کو مار ڈالا؟'' میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! اس نے تو اپنے بچاؤ کے لیے یہ کہا تھا۔ لیکن آپ بار بار وہی فرماتے رہے، حتیٰ کہ میں نے یہ آرزو کی کہ کاش! میں اس دن سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب بعث النبي صلی اللہ علیہ وسلم أسامة بن زيد ...... الخ : ٤٢٦٩۔ مسلم ، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر ...... الخ : ٩٦]

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ : یعنی جب اس طرح کوئی مسلمان غلطی سے مارا جائے تو اس کے دو حکم ہیں، ایک کفارہ اور دوسرے دیت (خون بہا)۔ کفارہ تو یہ ہے کہ مسلمان غلام (مرد ہو یا عورت) آزاد کرے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کرے۔

معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری ایک لونڈی تھی، جو احد اور جوانیہ (ایک مقام کا نام ہے) کی طرف بکریاں چرایا کرتی تھی۔ ایک دن میں جو وہاں آ نکلا تو دیکھا کہ بھیڑیا ایک بکری کو لے گیا ہے۔ آخر میں بھی آدمی ہوں، مجھے غصہ آ گیا، جیسے دوسروں کو غصہ آتا ہے، سو میں نے اس کو ایک طمانچہ جڑ دیا، پھر جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو

رسول اللہ ﷺ نے میرا یہ فعل بہت برا قرار دیا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ! کیا میں اس لونڈی کو آزاد نہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ''اس کو میرے پاس لے آ۔'' چنانچہ میں آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا: ''اللہ کہاں ہے؟'' اس نے کہا، آسمان پر۔ آپ نے فرمایا: ''میں کون ہوں؟'' اس نے کہا، آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تب آپ نے فرمایا: ''تو اس کو آزاد کر دے، یہ مومنہ ہے۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ : ٥٣٧]

فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خاندان ہزیل کی دو عورتیں لڑ پڑیں تو ایک نے دوسری کو پتھر مار کر اسے اور اس کے پیٹ کے بچے کو قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ جھگڑا پیش ہوا، چنانچہ آپ نے فیصلہ فرمایا کہ پیٹ کے بچے کا خون بہا ایک غلام یا لونڈی دینا ہوگی اور عورت کے خون بہا کو قاتل عورت کے والد (عورت کے باپ کی طرف سے رشتہ دار یعنی عصبہ) کے ذمہ واجب قرار دیا۔'' [بخاری، کتاب الدیات، باب جنین المرأۃ : ٦٩١٠۔ مسلم، کتاب القسامۃ والمحاربین ، باب دیۃ الجنین : ١٦٨١/٣٥]

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

''اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے اور اللہ اس پر غصے ہو گیا اور اس نے اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔''

قتل خطا کا حکم بیان کرنے کے بعد اب اس آیت میں قتل عمد کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ کوئی شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دیتا ہے تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہوگی اور قیامت کے دن اللہ نے اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اتنی سخت سزائیں یکجا ذکر کرنے سے اس گناہ کی شدت کا اندازہ ہوتا ہے اور بظاہر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مومن کو قصداً قتل کرنے والا ابدی جہنمی ہے اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں، مگر سورۃ الفرقان آیت (٦٨) میں قاتل عمد کی توبہ قبول ہونے کا ذکر ہے، کیونکہ شرک باللہ سے بڑا کوئی گناہ نہیں، وہ توبہ سے معاف ہو سکتا ہے تو یہ بھی معاف ہو سکتا ہے۔ اسی طرح بنی اسرائیل کا مسلمان جس نے سو آدمی قتل کیے تھے، اس کا واقعہ بھی قتل عمد کی توبہ کے قبول ہو سکنے کی دلیل ہے۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا : قتل عمد اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ نے متعدد آیات میں اسے شرک باللہ کے ساتھ بیان کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ﴾ [الفرقان : ٦٨] ''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا

اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٥١] ''کہہ دے آؤ میں پڑھوں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، (اس نے تاکیدی حکم دیا ہے) کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ خوب احسان کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم ہی تمھیں رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی اور بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے مگر حق کے ساتھ۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم سمجھو۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا۔'' [بخاري، كتاب الديات، باب قول الله تعالى : ﴿ ومن أحياها ﴾ : ٦٨٧١]

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب دو مسلمان تلوار لے کر ایک دوسرے سے لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔'' سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! قاتل (کا جانا تو سمجھ میں آتا ہے) لیکن مقتول کا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ بھی تو اپنے ساتھی کو قتل کرنے پر حریص تھا۔'' [بخاري، كتاب الديات، باب قول الله تعالى : ﴿ ومن أحياها ﴾ : ٦٨٧٥۔ مسلم، كتاب الفتن، باب إذا تواجه المسلمان بسيفيهما : ٢٨٨٨]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن لوگوں میں سب سے پہلے خونوں ہی کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔'' [بخاري، كتاب الديات، باب قول الله تعالى : ﴿ ومن يقتل مؤمنًا متعمدًا فجزاؤه جهنم ﴾ : ٦٨٦٤۔ مسلم، كتاب القسامة ، باب المجازاة بالدماء في الآخرة : ١٦٧٨]

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی بھی گناہ (جو آدمی کرتا ہے) ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے، سوائے اس شخص کے جو مشرک مرا اور وہ مومن جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا۔'' اور اسی حدیث میں ہے، سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن آدمی اس وقت تک نیکی کے کاموں میں چست و مستعد رہتا ہے جب تک وہ کسی کو ناحق قتل نہ کرے اور جب وہ کسی کو ناحق قتل کرتا ہے تو وہ (نیکی کے کاموں میں) سست اور بے زار ہو جاتا ہے۔'' [أبو داؤد، كتاب الفتن والملاحم ، باب في تعظيم قتل المؤمن : ٤٢٧٠]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین آدمیوں پر اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ غضب ناک ہوگا، حرم میں الحاد و بے دینی پھیلانے والا، اسلام لانے کے بعد جاہلیت کے طریقوں کو پسند کرنے والا اور کسی شخص کے خون کو ناحق بہانے کا طالب۔'' [بخاري، كتاب الديات ، باب من طلب دم امرئ بغير حق : ٦٨٨٢]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم اللہ کے راستے میں سفر کرو تو خوب تحقیق کر لو اور جو تمھیں سلام پیش کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔ تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو تو اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں، اس سے پہلے تم بھی ایسے ہی تھے تو اللہ نے تم پر احسان فرمایا۔ پس خوب تحقیق کر لو، بے شک اللہ ہمیشہ اس سے جو تم کرتے ہو، پورا با خبر ہے۔''

ابتدائے اسلام میں ''السلام علیکم'' کا لفظ مسلمانوں کے لیے شعار اور فریقین کے مسلمان ہونے کی علامت سمجھا جاتا تھا، کیونکہ اس دور میں عرب کے نومسلموں اور کافروں کے درمیان لباس، زبان یا کسی دوسری چیز میں کوئی نمایاں امتیاز نہ تھا، جس کی بنا پر ایک مسلمان ظاہری طور پر دوسرے مسلمان کو پہچان سکتا۔ تو کافروں سے لڑائی کے دوران میں یہ مسئلہ بھی آ جاتا کہ جس قوم پر مسلمان حملہ آور ہوتے ان میں سے کوئی شخص ''السلام علیکم'' یا ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے لگتا۔ جس سے مسلمانوں کو مغالطہ ہوتا کہ وہ حقیقتاً مسلمان نہیں، بلکہ محض اپنی جان بچانے کے لیے یہ کلمہ زبان سے ادا کر رہا ہے تو وہ اپنے اسی گمان کی بنیاد پر اسے قتل کر دیتے اور اس کا مال لوٹ لیتے۔ چونکہ ایسا گمان شرعی طور پر غلط تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے واقعہ کی پوری طرح چھان بین کا حکم دیا۔ تحقیق کے بغیر چھوڑ دینے میں اگر یہ امکان ہے کہ ایک کافر جھوٹ بول کر اپنی جان بچا لے تو قتل کرنے میں اس بات کا امکان ہے کہ ایک بے گناہ مومن تمھارے ہاتھ سے مارا جائے اور ہمارا ایک کافر کو چھوڑ دینے میں غلطی کرنا اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ تم ایک مومن کو قتل کرنے میں غلطی کرو۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی بکریوں کے پاس تھا کہ چند مسلمان اس کے پاس پہنچے، اس نے کہا، السلام علیکم۔ (مسلمانوں نے اس کے مومن ہونے کا یقین نہ کیا) اسے پکڑا اور اسے قتل کر دیا اور اس کی بکریوں کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ''اور جو تمھیں سلام پیش کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔ تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو۔'' [مسلم، كتاب التفسير، باب في تفسير آيات متفرقة : ٣٠٢٥ ۔ بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ ولا تقولوا لمن ألقى إليكم السلم ﴾ : ٤٥٩١]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو سُلیم کا ایک شخص صحابہ کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا، جو اپنی بکریاں چرا رہا تھا، اس نے انھیں سلام کہا، تو انھوں نے سمجھا کہ اس نے ہم سے بچنے کے لیے سلام کہا ہے، لہٰذا اسے قتل

کر دیا اور اس کی بکریاں لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے، تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ [ترمذی، کتاب
تفسیر القرآن ، باب ومن سورة النساء : ۳۰۳۰۔ مسند أحمد : ۲۲۹/۱، ح : ۲۰۲۸ ، مسلم :۳۰۲۵]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقداد سے فرمایا تھا (جب انھوں نے ایک سر
میں ایک شخص کو کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا تھا) : ''یہ شخص اپنی قوم کفار میں رہتے ہوئے اپنے ایمان کو مخفی رکھے ہو
تھا، مگر جب اس نے اپنے ایمان کو ظاہر کیا تو تو نے اسے قتل کر دیا، حالانکہ تو بھی اس سے پہلے مکہ میں اپنے ایمان
چھپائے ہوئے تھا۔'' [بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالی : ﴿ ومن قتل مؤمنًا متعمدًا فجزاؤہ جهنم ﴾ : ٦٨٦٦

فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ : یعنی اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں جو بالکل جائز طریقہ سے تمھیں ملنے والی ہیں، لہٰ
تم بس جائز غنیمتوں کے طلب گار رہو اور کسی کے مال پر ناجائز طریقے سے قبضہ کرنے کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ تو ا
نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور بہت سی غنیمتیں مومنوں کو عطا فرما دیں، ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ
يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَ
وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ [الفتح : ۱۹،۱۸] ''بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا، جب وہ اس درخت
نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل کر دی اور انھیں
بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی ۔ اور بہت سی غنیمتیں، جنھیں وہ حاصل کریں گے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب
کمال حکمت والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُ
وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُ
شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴾ [الفتح : ۲۱،۲۰] ''اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا جنھیں تم حاصل کرو گے، پھر اس
تمھیں یہ جلدی عطا کر دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تاکہ یہ ایمان والوں کے لیے ایک نشانی بنے اور (تا
وہ تمھیں سیدھے راستے پر چلائے۔ اور کئی اور (غنیمتوں کا بھی)، جن پر تم قادر نہیں ہوئے۔ یقیناً اللہ نے ان کا احاط
رکھا ہے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا تھا: ''اگر تمھاری عمر لمبی ہوئی تو (تمھا
زندگی ہی میں) کسریٰ کے خزانے فتح کیے جائیں گے۔'' سیدنا عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (پھر وہ خزانے فتح ہوئے او
میں ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا تھا۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب علام
النبوة : ۳۵۹۵]

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ ال
بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْ

دَرَجَةً ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾

”ایمان والوں میں سے بیٹھ رہنے والے، جو کسی تکلیف والے نہیں اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے اور ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اپنی طرف سے بہت سے درجوں کی اور بخشش اور رحمت کی۔ اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

جہاد کے فرض عین ہونے کی صورت میں تو کسی شخص کو بلا عذر گھر میں بیٹھے رہنے کی اجازت نہیں اور ایسی صورت میں جہاد میں شامل نہ ہونا صریح نفاق ہے۔ مگر جب نفیر عام (سب کے نکلنے) کا حکم عام نہ ہو اور امام کی طرف سے یہ اعلان کیا جائے کہ جو شخص جہاد کے لیے نکل سکتا ہو نکلے اور جو اپنے کام کی وجہ سے نہیں نکل سکتا اسے اپنے گھر میں بیٹھے رہنے کی اجازت ہے تو یہ جائز ہے، آیت میں اسی صورت حال کے پیش نظر فضیلت کا ذکر ہے کہ امام کی اجازت کے باوجود جو لوگ گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور جو اپنی خوشی سے جہاد میں شریک ہوتے ہیں یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ : سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (یعنی آیت کا یہ حصہ): ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اسے یہ آیت لکھوائی۔ اتنے میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے، انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اگر مجھ میں استطاعت ہوتی تو میں ضرور جہاد کرتا، اور وہ نابینا تھے، چنانچہ اسی وقت اللہ نے اپنے رسول پر وحی نازل کی۔ تب آپ کی ران مبارک میری ران پر تھی، وہ مجھ پر اتنی بھاری ہوگئی کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میری ران ٹوٹ ہی نہ جائے۔ آخر یہ کیفیت ختم ہوئی اور اللہ نے یہ الفاظ نازل کیے: ﴿غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ﴾ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لا یستوی القعدون من المؤمنین ﴾ : ۴۵۹۲، ۴۵۹۳۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب سقوط فرض الجهاد عن المعذورین : ۱۸۹۸]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مروان بن حکم کو مسجد میں دیکھا تو میں ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ انھوں نے بیان کیا کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انھیں خبر دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آیت کے یہ الفاظ لکھوائے: « لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ » ”مسلمانوں میں بیٹھ رہنے والے، اللہ کے راستے میں لڑنے والوں کے برابر نہیں ہو سکتے“ اور آپ جس وقت لکھوا رہے تھے، اس وقت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے

اورعرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! اگر مجھ میں جہاد کرنے کی استطاعت ہوتی تو میں بھی ضرور جہاد کرتا۔ انھوں نے یہ اس لیے عرض کی تھی کہ وہ نابینا تھے۔ چنانچہ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول شروع فرما دیا۔ اس وقت آپ کی ران مبارک میری ران پر تھی، مجھے اس قدر بوجھ محسوس ہوا کہ میں ڈرنے لگا کہ کہیں میری ران ٹوٹ نہ جائے۔ جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی (تو معلوم ہوا کہ) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ الفاظ بھی نازل فرما دیے ہیں: ﴿ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ ﴾ ''کوئی عذر نہ رکھنے والے۔'' [بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب قول اللہ تعالی: ﴿ لا یستوی القعدون من المؤمنین ﴾ : ۲۸۳۲]

معلوم ہوا کہ جس شخص کی نیت جہاد کی ہو مگر اسے کوئی تکلیف ہو اور وہ کسی عذر کی بنا پر جہاد میں شریک نہ ہو سکے تو اسے مجاہدین کے برابر ثواب ملتا ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ میں رہنے کے باوجود کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ تم نے جس قدر بھی سفر کیا اور جتنی وادیاں بھی طے کیں وہ تمھارے ساتھ تھے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ تو مدینہ میں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''(ہاں) اگرچہ وہ مدینہ میں ہیں لیکن انھیں کسی عذر نے جہاد میں شرکت سے روکا ہے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب : ۴۴۲۳۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض أو ...... الخ : ۱۹۱۱]

فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً : ارشاد فرمایا: ﴿ لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٨٨﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ [التوبۃ : ۸۸، ۸۹] ''لیکن رسول نے اور ان لوگوں نے جو اس کے ہمراہ ایمان لائے، اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کہا گیا، اے اللہ کے رسول! لوگوں میں افضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''(وہ) مومن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرے۔'' [بخاری، کتاب الجہاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه وماله فی سبیل الله : ۲۷۸۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال، اور یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ کون اس کے راستہ میں جہاد کرتا ہے، ایسی ہے جیسی روزے دار اور نماز قائم کرنے والے کی اور اللہ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والے کے لیے اس چیز کی ذمہ داری لے لی ہے کہ اگر اسے موت دے گا تو جنت میں داخل کرے گا، یا پھر اسے صحیح سالم اجر اور مال غنیمت کے ساتھ لوٹائے گا۔'' [بخاری، کتاب الجہاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه و ماله فی سبیل الله : ۲۷۸۷]

سیدنا ابوعبس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسا نہیں ہوسکتا کہ کسی بندے کے قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہوں اور پھر اسے آگ بھی چھوئے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب من اغبرت قدماه فی سبیل الله : ۲۸۱۱]

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى : یعنی جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو جو فضیلت حاصل ہوگی، جہاد میں حصہ نہ لینے والے اس سے محروم رہیں گے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے دونوں کے ساتھ ہی بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ عام حالات میں جہاد کے لیے نکلنا فرض عین نہیں فرض کفایہ ہے، یعنی اگر بقدر ضرورت آدمی جہاد میں حصہ لے لیں تو اس علاقے کے دوسرے لوگوں کی طرف سے بھی یہ فرض ادا شدہ سمجھا جائے گا، لیکن اگر بقدر ضرورت نہ نکلیں تو تمام گناہ گار ہوں گے۔

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے، خواہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرے یا اپنی زمین پر جہاں وہ پیدا ہوا تھا، بیٹھا رہے۔'' لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سنا دیں؟ آپ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی آسمان اور زمین کے درمیان۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدین فی سبیل الله : ۲۷۹۰۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب بیان ما أعده الله للمجاهد : ۱۸۸٤]

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۙ﴿۹۷﴾

''بے شک وہ لوگ جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، کہتے ہیں تم کس کام میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم اس سرزمین میں نہایت کمزور تھے۔ وہ کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔''

یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مکہ اور اس کے قرب و جوار میں مسلمان تو ہو چکے تھے لیکن انھوں نے اپنے آبائی علاقے اور خاندان چھوڑ کر ہجرت کرنے سے گریز کیا، جب کہ مسلمانوں کی قوت کو ایک جگہ مجتمع کرنے کے لیے ہجرت کا نہایت تاکیدی حکم مسلمانوں کو دیا جا چکا تھا، اس لیے جن لوگوں نے ہجرت کے حکم پر عمل نہیں کیا، ان کو یہاں ظالم قرار دیا گیا ہے اور ان کا ٹھکانا جہنم بتلایا گیا ہے۔ فرشتے ایسے لوگوں کی روح قبض کرتے وقت

پوچھیں گے کہ تم لوگوں نے یہاں سے ہجرت کیوں نہیں کی؟ تو وہ لوگ یہ عذر پیش کریں گے کہ ہم کمزور تھے۔ فرشتے کہیں گے کہ کیا اللہ کی زمین میں تم لوگوں کے لیے کشادگی نہیں تھی، جہاں تم ہجرت کر کے چلے جاتے اور اللہ کی عبادت آزادی کے ساتھ کرتے؟

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، مسلمانوں میں سے بعض لوگ مشرکین کے ساتھ رہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے پر مشرکین کی جماعت کی کثرت کا سبب بنے ہوئے تھے۔ تو جب تیر آتا تھا تو ان کو بھی لگ جاتا تھا اور وہ اس سے زخمی بھی ہوتے تھے، تلوار وغیرہ کی ضرب انھیں پہنچتی تو وہ قتل ہو جاتے تھے۔ تو ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ﴾ ''بے شک وہ لوگ جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ إن الذين توفهم الملائكة ظالمي أنفسهم ﴾ : ۴۵۹۶]

قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ١ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ : یعنی فرشتے ڈانٹ ڈپٹ کے انداز میں ان سے پوچھتے ہیں کہ تم مسلمان تھے یا کافر یا دارالکفر میں پڑے کیا کرتے رہے، مدینہ کی طرف ہجرت کیوں نہیں کی؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگ مسلمان ہونے کے باوجود بلا عذر ترک ہجرت کی بنا پر ظالم کی موت مرے ہیں۔

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًاۙ ۝۹۸ فَاُولٰٓىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ١ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝۹۹

''مگر وہ نہایت کمزور مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ کوئی راستہ پاتے ہیں۔ تو یہ لوگ، اللہ قریب ہے کہ انھیں معاف کر دے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے۔''

اس آیت میں ان لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جو واقعی بے بس اور معذور تھے اور ہجرت کرنے کی کوئی راہ انھیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ مستضعفین یا کمزور سے مراد وہ لوگ ہیں جو فی الحقیقت معذور ہوں، جیسے بیمار، بچے، بوڑھے، عورتیں اور کافروں کی قید میں پڑے ہوئے مسلمان۔ وسائل محدود ہونے سے یہ مراد ہے کہ ان کے پاس نہ تو کوئی سواری کا بندوبست ہو اور نہ وہ پیدل سفر کی مشقت اٹھانے کے قابل ہوں۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا گروہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اور میری والدہ '' مُسْتَضْعَفِيْنَ '' یعنی کمزور اور بے بس لوگوں میں سے تھے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وما لكم لا تقاتلون في سبيل الله ﴾ …… الخ : ۴۵۸۷]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا فرماتے ہوئے (آخری رکعت میں) جب '' سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ '' کہا تو سجدہ کرنے سے پہلے یہ دعا کی: ((اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ ، وَسَلَمَةَ

ابْنَ هِشَامٍ، وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ، وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، اَللّٰهُمَّ! اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضـ
وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ ›› ’’اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور کمـ
مومنوں کو نجات عطا فرما، اے اللہ! خاندان مضر کے لوگوں پر اپنی گرفت کو اور مضبوط کر دے اور اے اللہ! انھیں اس طـ
قحط سالی میں مبتلا کر دے جس طرح سیدنا یوسف علیہ السلام کے دور میں قحط پڑا تھا۔‘‘ [بخاری، کتاب الأذان، باب يهوى بالتـ
حين يسجد : ٨٠٤، ٤٥٩٨]

وَ مَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّ سَعَةً ؕ وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْـ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰـ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ؑ﴿۱۰۰﴾

’’اور وہ شخص جو اللہ کے راستے میں ہجرت کرے، وہ زمین میں پناہ کی بہت سی جگہ اور بڑی وسعت پائے گا اور جو اپـ
گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے، پھر اسے موت پالے تو بے شک اس کا اجر اللہ
ثابت ہو گیا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

اس آیتِ کریمہ میں ہجرت کی ترغیب دلائی گئی ہے اور یہ بیان ہوا ہے کہ مومن جب اپنے گھر سے اپنے دیـ
حفاظت کی خاطر ہجرت کی نیت سے نکل پڑتا ہے تو اللہ کی سرزمین میں اسے سر چھپانے کی جگہ مل ہی جاتی ہے اور رز
بھی ملتی ہے اور یہ کہ ہجرت کرتے ہوئے منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے اگر اس کی موت آ جاتی ہے تو اس کے لیے ہجـ
کا اجر و ثواب لکھ دیا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یقیناً تمام اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے اور
شخص کے لیے صرف وہی ہے جو وہ نیت کرے، جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اللہ
اس کے رسول ہی کے لیے ہے اور جس کی نیت دنیا کے حصول یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہو تو اس کی ہجـ
اسی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔‘‘ [بخاری، کتاب الإيمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنية والحسـ
٥٤۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله إنما الأعمال بالنيات : ١٩٠٧]

سیدنا سبرہ بن الفاکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ نے فر
’’شیطان انسان کے اسلام کے راستہ میں آ کر بیٹھ جاتا ہے اور یوں ورغلاتا ہے کہ تم اپنے اور اپنے آباؤ اجداد کے دیـ
کیوں چھوڑ رہے ہو؟ مگر انسان اس کی ایک نہیں سنتا اور اسلام قبول کر لیتا ہے۔ پھر شیطان اس کی ہجرت کے راستہ
آ بیٹھتا ہے اور یوں ورغلاتا ہے کہ تم اپنے گھر، وطن اور زمین و آسمان کو کیوں چھوڑے جا رہے ہو؟ انسان یہاں بھی اـ

ٹھوکر مار دیتا ہے۔ بالآخر جہاد کے راستے پر آ بیٹھتا ہے اور یوں ورغلاتا ہے کہ تم جہاد پر جا رہے ہو، یہ تو جان و مال کا تلف ہے، تم قتل کر دیے جاؤ گے، تمھاری بیوی سے کوئی دوسرا نکاح کرے گا، تمھارا مال لوٹ لیا جائے گا۔ مجاہد یہاں بھی شیطان کو ٹھوکر مار دیتا ہے اور میدان جہاد کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اتنا (عظیم الشان) کردار پیش کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ضرور جنت میں داخل فرما دیتا ہے، خواہ وہ شہید ہو، یا پانی میں ڈوب جائے، یا آگ میں جل جائے، یا اسے درندے کھا جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔'' [نسائی، کتاب الجهاد، باب لمن أسلم وهاجر و جاهد : ۳۱۳۶۔ مسند أحمد : ۴۸۳/۳، ح : ۱۵۹٦٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے ہاں کن لوگوں کو شہید شمار کرتے ہو؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جائے، وہ شہید ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تب تو میری امت میں شہداء کم ہوں گے۔'' انھوں نے پوچھا، تو پھر یا رسول اللہ! کون کون لوگ شہید ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''جو اللہ کے راستہ میں قتل کر دیا جائے وہ بھی شہید ہے، جو اللہ کے راستہ میں (طبعی موت) مر جائے وہ بھی شہید ہے، جو طاعون کی بیماری کی وجہ سے مر جائے وہ بھی شہید ہے، جو پیٹ کی بیماری سے مر جائے وہ بھی شہید ہے اور جو ڈوب کر مر جائے وہ بھی شہید ہے۔'' [مسلم، کتاب الإمارة ، باب بیان الشهداء : ۱۹۱۵]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے، وہ آپ کو کھانا پیش کرتیں، ام حرام رضی اللہ عنہا سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے، انھوں نے آپ کو کھانا کھلایا اور بعد ازاں آپ کے سر سے جوئیں دیکھنے لگیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ سو گئے، جب بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے، ام حرام رضی اللہ عنہا نے پوچھا، یا رسول اللہ! آپ کس بات پر مسکرائے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''میرے سامنے میری امت کے کچھ لوگ پیش کیے گئے کہ وہ اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے کے لیے دریا کے بیچ میں سوار اس طرح جا رہے ہیں جیسے تختوں پر بیٹھے بادشاہ ہیں، یا تختوں پر بیٹھے بادشاہوں کی طرح ہیں۔'' میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آپ نے دعا فرما دی اور بعد ازاں آپ سو گئے۔ اب پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے پوچھا، آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے، جو جہاد کے لیے اس طرح جا رہے تھے۔'' اور آپ نے پہلے والی تفصیل بیان کی۔ میں نے کہا، یا رسول اللہ! دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔ فرمایا: ''تو پہلے گروہ والوں میں سے ہے۔'' پھر ام حرام رضی اللہ عنہا نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں بحری سفر کیا اور جب سمندر سے باہر آئیں تو جانور سے گر کر شہید ہو گئیں۔ [بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء : ۲۷۸۸، ۲۷۸۹]

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ

اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿١٠١﴾

’’اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز کچھ کم کر لو، اگر ڈرو کہ تمھیں وہ لوگ فتنے میں ڈال دیں گ
جنھوں نے کفر کیا۔ بے شک کافر لوگ ہمیشہ سے تمھارے کھلے دشمن ہیں۔‘‘

اس آیت کے نزول کے وقت جو اکثر و بیشتر صورت حال تھی یہ خوف کی شرط اسی کے مطابق ہے، کیونکہ اسلا
کے آغاز میں ہجرت کے بعد مسلمانوں کو اپنے اکثر سفروں میں خطرات درپیش رہتے تھے، بلکہ ان کے سفر ہوتے ہی عا
جنگوں یا خصوصی مہموں کے لیے تھے اور تمام قبائل عرب نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ برپا کر رکھی تھی۔ او
قاعدہ یہ ہے کہ منطوق جب باعتبار غالب آئے تو اس کا مفہوم معتبر نہیں ہوتا۔ لہٰذا آیت کریمہ کا یہ مطلب نہیں کہ اگر سف
میں کافروں کی طرف سے ایذا کا خوف نہ ہو تو نماز قصر نہ کی جائے، بلکہ سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے کہ ہر طرح ک
سفر میں نماز قصر کی جا سکتی ہے۔ نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ سفر فی سبیل اللہ ہی ہو، بلکہ ہر سفر میں قصر کی جا سکتی ہے۔

یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: ﴿وَ اِذَا ضَرَبْتُ
فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُ
عَدُوًّا مُّبِيْنًا﴾ ’’اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز کچھ کم کر لو، اگر ڈرو کہ تمھیں وہ لوگ فتنے میں ڈال
دیں گے جنھوں نے کفر کیا۔ بے شک کافر لوگ ہمیشہ سے تمھارے کھلے دشمن ہیں‘‘ اور اب تو لوگ امن میں ہو گئے (یعن
کیا اب قصر ضروری ہے)؟ تو انھوں نے کہا، جس چیز سے تمھیں تعجب ہوا مجھے بھی اس سے تعجب ہوا تھا۔ میں نے اس ک
متعلق رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا تھا: ’’یہ ایک احسان و صدقہ ہے جو اللہ نے تم پر کیا ہے، لہٰذا اس ک
احسان قبول کرو (یعنی بغیر خوف کے بھی سفر میں قصر کرو)۔‘‘ [مسلم، کتاب صلٰوة المسافرین، باب صلاة المسافرین: ٦٨٦

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ (ابتدا میں) حضر اور سفر دونوں حالتوں میں نماز دو دو رکعت فرض کی گئی تھی، پھر سف
کی نماز تو اتنی ہی برقرار رکھی گئی، تاہم حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔ [مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب صلو
المسافرین: ٦٨٥۔ بخاری، کتاب التقصیر، باب یقصر إذا خرج من موضعه: ١٠٩٠]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ میں ظہر کی نماز چار رکعت اور ذوالحلیف
میں عصر کی نماز دو رکعت پڑھی۔ [بخاری، کتاب التقصیر، باب یقصر إذا خرج من موضعه: ١٠٨٩۔ مسلم، کتاب
صلاة المسافرین، باب صلوة المسافرین: ٦٩٠]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ کو (سفر میں منزل مقصو

...ف) جلدی پہنچنا ہوتا تو آپ پہلے مغرب کی تکبیر کہلواتے اور اس کی تین رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیتے، پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے، یہاں تک کہ عشاء کی اقامت ہو جاتی تو آپ عشاء کی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے۔[بخاری، کتاب التقصیر، باب تصلي المغرب ثلاثًا في السفر : ۱۰۹۲]

سیدنا حارث بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منیٰ میں دو رکعتیں پڑھائیں، حالانکہ آپ حالت امن میں تھے۔[بخاری، کتاب التقصیر، باب الصلوة بمنى : ۱۰۸۳۔ مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب قصر الصلوة بمنى : ٦٩٦]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے نبی کی زبان سے حضر میں چار، سفر میں دو اور خوف میں ایک رکعت نماز فرض کی ہے۔[مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب صلوة المسافرين : ٦٨٧]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقام) ذوقرد میں نماز خوف پڑھائی، یوں کہ ایک صف آپ کے پیچھے کھڑی ہوئی اور ایک صف دشمن کے مقابلہ پر کھڑی رہی۔ آپ کے پیچھے کھڑے ہونے والوں نے آپ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی، پھر یہ لوگ دشمن کے مقابلے میں چلے گئے اور دوسرے لوگ ان کی جگہ آ گئے اور انھوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رکعت پڑھی، پھر آپ نے سلام پھیرا۔[مستدرك حاكم : ۱/۳۳۵، ح : ۱۲٤٦، ۱۲٤٧]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے تو آپ نماز کی دو دو رکعتیں ادا فرماتے رہے، حتیٰ کہ ہم مدینہ واپس آ گئے۔ میں نے دریافت کیا، آپ لوگوں نے مکہ میں کتنی دیر قیام کیا تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے دس دن قیام کیا تھا۔[بخاری، کتاب التقصیر، باب ما جاء في التقصير : ۱۰۸۱]

وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ وَ لْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾

’’اور جب تو ان میں موجود ہو، پس ان کے لیے نماز کھڑی کرے تو لازم ہے کہ ان میں سے ایک جماعت تیرے ساتھ کھڑی ہو اور وہ اپنے ہتھیار پکڑے رکھیں، پھر جب وہ سجدہ کر چکیں تو تمھارے پیچھے ہو جائیں اور دوسری جماعت آئے

جنھوں نے نماز نہیں پڑھی، پس تیرے ساتھ نماز پڑھیں اور وہ اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار پکڑے رکھیں۔ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا چاہتے ہیں کاش کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامانوں سے غفلت کرو تو وہ تم پر ایک ہی بار حملہ کر دیں۔ اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تمھیں بارش کی وجہ سے کچھ تکلیف ہو، یا تم بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو اور اپنے بچاؤ کا سامان پکڑے رکھو۔ بے شک اللہ نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اس آیت میں صلوٰۃ الخوف کی اجازت بلکہ حکم دیا جا رہا ہے۔ صلوٰۃ الخوف کے معنی ہیں خوف کی نماز۔ یہ اس وقت مشروع ہے جب مسلمان اور کافروں کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل جنگ کے لیے تیار کھڑی ہوں، یا جنگ ہو رہی ہو اور ایک لمحے کی بھی غفلت مسلمانوں کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہو۔ ایسے حالات میں اگر نماز کا وقت ہو جائے تو صلوٰۃ الخوف پڑھنے کا حکم ہے، جس کی مختلف صورتیں درج ذیل احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ضجنان اور عسفان کے درمیان پڑاؤ فرمایا ہوا تھا، مشرکین نے باہم کہا، ان مسلمانوں کی ایک ایسی نماز ہے جو ان کو ان کے باپوں اور بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے اور وہ نمازِ عصر ہے، لہٰذا تم اپنے اسباب جمع کرو اور ان پر یک بارگی حملہ کر دو۔ چنانچہ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ اپنے ساتھیوں کو دو حصوں میں تقسیم کر لو، ایک حصے کو آپ نماز پڑھائیں اور (اس اثنا میں) ایک حصہ دشمن کے مقابلے کے لیے ان کے پیچھے کھڑا رہے اور وہ اپنی ڈھالیں اور اپنے ہتھیار پہنے رکھے، پھر دوسرا حصہ آئے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور یہ لوگ جو نماز پڑھ رہے تھے اپنی ڈھالیں اور اپنے ہتھیار پہن لیں۔ اس طرح ہر گروہ کی ایک ایک رکعت ہو جائے گی اور رسول اللہ ﷺ کی دو رکعتیں۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ النساء : ۳۰۳۵]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر نجد کی طرف جنگ کی، ہم دشمن کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے۔ ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے کھڑی ہو گئی اور ایک جماعت دشمن کے مقابلہ پر رہی۔ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ نے ان کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کیے (یعنی ایک رکعت پڑھی) پھر یہ لوگ ان لوگوں کی جگہ چلے گئے جنھوں نے نماز نہیں پڑھی تھی اور وہ لوگ (نماز کے لیے) آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کیے، پھر آپ نے سلام پھیرا، پھر ان میں سے ہر ایک نے اپنے لیے رکوع کیا اور دو سجدے کیے (یعنی ایک ایک رکعت اور پڑھی)۔ [بخاری، کتاب صلاۃ الخوف، باب صلاۃ الخوف : ۹۴۲]

سیدنا سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (نماز خوف میں) امام قبلہ رو کھڑا ہو گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ نماز میں شریک ہو گی، اس عرصہ میں مسلمانوں کی دوسری جماعت دشمن کے مقابلہ پر کھڑی ہو گی، انھی کی

طرف منہ کیے ہوئے۔ امام اپنے ساتھ والی جماعت کو پہلے ایک رکعت نماز پڑھائے گا (ایک رکعت پڑھنے کے بعد پھر) یہ جماعت کھڑی ہو جائے گی، اور یہ اپنے لیے اپنی جگہ ایک رکوع اور دو سجدے کرے گی (یعنی دوسری رکعت یہ خود پڑھے گی) پھر یہ اس جگہ جائے گی جہاں دوسری جماعت پہلے سے موجود تھی اور دوسری جماعت (اس جگہ نماز کے لیے) آ جائے گی اور امام اس جماعت کو بھی ایک رکعت پڑھائے گا۔ اس طرح امام کی دو رکعتیں پوری ہو جائیں گی اور دوسری جماعت ایک رکوع اور دو سجدے خود کرے گی۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة ذات الرقاع : ۴۱۳۱۔ مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب صلٰوة الخوف : ۸۴۱]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کے لیے اذان دی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو دو رکعتیں پڑھائیں، پھر یہ جماعت پیچھے ہٹ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری جماعت کو بھی دو رکعتیں پڑھائیں۔ یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں ہوئیں اور باقی سب لوگوں کی دو دو رکعتیں۔ [مسلم، کتاب الصلوة، باب صلوة الخوف : ۸۴۳/۳۱۲]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز خوف پڑھی، آپ نے ہم کو دو صفوں میں کھڑا کیا۔ ایک صف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھی، (اور دوسری اس کے پیچھے) دشمن ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا، ہم سب نے اللہ اکبر کہا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا تو سب نے رکوع کیا، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو ہم سب نے بھی سر اٹھایا۔ پھر آپ سجدے کے لیے جھکے اور جو صف آپ کے قریب تھی وہ بھی جھکی اور پچھلی صف دشمن کے مقابل کھڑی رہی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کر لیے تو جو صف آپ کے قریب تھی وہ کھڑی ہو گئی اور پچھلی صف سجدہ کے لیے جھک گئی پھر وہ لوگ سجدہ کر کے کھڑے ہو گئے، پھر پچھلی صف آگے آ گئی اور اگلی صف پیچھے چلی گئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا اور ہم سب نے رکوع کیا، پھر آپ نے سر اٹھایا، ہم سب نے بھی سر اٹھایا، پھر آپ جھکے اور جو صف آپ کے قریب تھی وہ بھی سجدے کے لیے جھکی، یعنی اس نے سجدہ کیا جو پہلے پیچھے تھی، دوسری صف دشمن کے مقابل کھڑی رہی۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اگلی صف نے سجدے کر لیے تو پچھلی صف سجدے کے لیے جھک گئی، انھوں نے سجدے کیے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو ہم سب نے سلام پھیرا۔ [مسلم ، کتاب صلاة المسافرین، باب صلٰوة الخوف : ۸۴۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر کے لیے کھڑے ہوئے اور ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو گئی اور دوسری جماعت دشمن کے مقابل کھڑی رہی، ان کی پیٹھ قبلہ کی طرف تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا تو جو لوگ آپ کے ساتھ تھے اور جو دشمن کے مقابل تھے سب نے اللہ اکبر کہا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا تو جو صف آپ کے قریب تھی اس نے بھی رکوع کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو جو صف آپ کے قریب تھی اس نے

بھی سجدہ کیا۔ باقی لوگ دشمن کے مقابلے میں کھڑے رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور جو جماعت آپ کے ساتھ تھی وہ دشمن کی طرف چلی گئی اور ان کے مقابل صف آرا ہو گئی اور جو صف اب تک ان کے مقابلہ پر تھی وہ نماز کے لیے آ گئی۔ انھوں نے رکوع کیا اور سجدے کیے اور رسول اللہ ﷺ اسی طرح کھڑے رہے۔ پھر وہ لوگ کھڑے ہو گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے رکوع کیا اور جو لوگ آپ کے ساتھ تھے انھوں نے رکوع کیا، اور آپ کے ساتھ سجدے بھی کیے۔ پھر جو جماعت دشمن کے مقابل تھی وہ آئی اور اس نے رکوع کیا اور سجدے کیے اور رسول اللہ ﷺ اور جو آپ کے تابع تھے، بیٹھے رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا، تو سب نے سلام پھیرا اس طرح رسول اللہ ﷺ کی دو رکعتیں ہوئیں اور دونوں جماعتوں کی بھی دو دو رکعتیں ہوئیں۔ [أبو داؤد، کتاب صلاة السفر، باب من قال یکبرون جمیعًا : ۱۲۴۰۔ نسائی، کتاب صلوة الخوف : ۱۵۴۴]

یہ تمام صورتیں اس وقت ہیں جب جماعت ممکن ہو، اگر ممکن نہ ہو تو اکیلا پڑھ لے، پیادہ ہو یا سوار یا اشارے سے جس طرح ہو سکے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ﴾ [البقرۃ : ۲۳۹] ”پھر اگر تم ڈرو تو پیدل پڑھ لو یا سوار۔“

اگر جنگ جاری ہو اور اشارے سے بھی نہ پڑھ سکے تو بعد میں قضا کر کے پڑھ لے۔ جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تستر قلعے کی فتح کے وقت موجود تھا، جب فجر روشن ہو رہی تھی اور لڑائی شدید بھڑک اٹھی تھی تو نماز پڑھ ہی نہیں سکے، چنانچہ دن بلند ہونے کے بعد ہم نے وہ نماز سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھی، اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے دنیا و مافیہا مل جائے تب بھی اتنی خوشی نہ ہو جتنی اس نماز سے ہوئی۔ [بخاری، کتاب صلوة الخوف، باب الصلوة عند مناهضة الحصون ولقاء العدو، قبل الحدیث : ۹۴۵]

وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً : سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے قیامت تک مجھے تلوار دے کر بھیجا ہے، حتیٰ کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت ہونے لگے اور میرا رزق نیزے کے سائے تلے رکھا گیا ہے اور ذلت و رسوائی اس کا مقدر بنا دی گئی ہے جو میرے طریقہ کی مخالفت کرے اور جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا وہ انھی میں سے ہو جائے گا۔“ [مسند أحمد : ۵۰/۲، ح : ۵۱۱۳۔ ابن أبی شیبة : ۳۱۳/۵]

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ایک جنگ میں دشمن کے سامنے تھے۔ آپ نے کچھ دیر انتظار کیا، جب سورج ڈھل گیا تو آپ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: ”لوگو! دشمن سے ملنے کی خواہش نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا کرو، تاہم جب تمھارا سامنا دشمن سے ہو جائے تو صبر و ثبات سے ڈٹے رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔“ [بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب کان النبی ﷺ إذا

م يقاتل أول النهار : ۲۹۶۶ـ مسلم، كتاب الجهاد والسير ، باب كراهية تمني لقاء العدو : ۱۷٤۲]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سب سے پہلا آدمی ہوں جس نے اللہ کے رستے میں تیر چلایا۔

بخاری، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ ، باب مناقب سعد بن أبي وقاص رضى الله عنه : ۳۷۲۸]

سیدنا ابو اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن جب ہم صفیں بنا چکے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مشرک تمھارے قریب پہنچیں (یعنی تمھارے نشانے کی زد میں آ جائیں) تو انھیں تیر مارو اور اپنے تیر محفوظ رکھو۔'' [بخاری، كتاب المغازی، باب : ۳۹۸٤]

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾

''پھر جب تم نماز پوری کر لو تو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے یاد کرو، پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز قائم کرو۔ بے شک نماز ایمان والوں پر ہمیشہ سے ایسا فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ نماز خوف کے بعد کثرت سے اس کا ذکر کیا جائے۔ گو ذکر الٰہی دیگر تمام نمازوں کے بعد بھی مشروع اور مرغوب ہے، لیکن نماز خوف کے بعد اس کی زیادہ تاکید ہے، کیونکہ اس نماز کے ارکان میں تخفیف کر دی گئی ہے اور اس میں آنے جانے کی بھی رخصت ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی کئی سہولتیں ہیں جو دیگر نمازوں میں نہیں ہیں۔

فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ : یعنی جب امن حاصل ہو جائے، خوف جاتا رہے اور طمانیت حاصل ہو جائے تو پوری نماز پڑھو اور اسے اس طرح پڑھو جس طرح تمھیں اس کی حدود، خشوع، رکوع، سجود اور دیگر ارکان کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۳۹] ''پھر اگر تم ڈرو تو پیدل پڑھ لو یا سوار، پھر جب امن میں ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو جیسے اس نے تمھیں سکھایا ہے، جو تم نہیں جانتے تھے۔''

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا : سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے، انھوں نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر جبریل علیہ السلام نے فرمایا: ''مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔''

[بخاری، كتاب مواقيت الصلوة، باب مواقيت الصلاة و فضلها : ۵۲۱]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے اوقات کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: ''دو دن ہمارے ساتھ نماز پڑھو۔'' پھر جب سورج ڈھلا تو آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، انھوں نے اذان دی، پھر

آپ نے ان کو اقامت کا حکم دیا، تو انھوں نے ظہر کی اقامت کہی، پھر آپ نے ان کو اقامت کا حکم دیا تو انھوں نے عصر کی اقامت کہی، اس وقت سورج بلند، سفید اور شفاف تھا۔ پھر آپ نے مغرب کی اقامت کا حکم دیا، انھوں نے جب سورج غائب ہو گیا تو اقامت کہی، پھر آپ نے انھیں اقامت کا حکم دیا تو انھوں نے عشاء کی اقامت کہی جب شفق غائب ہو گئی، پھر آپ نے انھیں اذان کا حکم دیا (انھوں نے اندھیرے میں اذان دی) اور فجر کی اقامت کہی جب صبح طلوع ہو گئی۔ پھر جب دوسرا دن ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ ظہر کو ٹھنڈا کریں، انھوں نے ٹھنڈا اور خوب ٹھنڈا کیا اور عصر میں پہلے دن کے مقابلے میں تاخیر کی اور ایسے وقت پڑھی کہ سورج بلند، صاف و شفاف تھا۔ اس میں زردی نہیں آئی تھی اور مغرب کی نماز شفق غائب ہونے سے پہلے پڑھی اور عشاء کی نماز تہائی رات گزرنے کے بعد پڑھی اور صبح کی نماز پڑھی اور اسے خوب روشن کیا، پھر آپ نے فرمایا: ''نماز کے اوقات پوچھنے والا کہاں ہے؟'' اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں (موجود ہوں)۔ آپ نے فرمایا: ''(نماز کے) جو اوقات تم نے دیکھے ان کے درمیان تمھاری نماز کے اوقات ہیں۔''

[مسلم، کتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس : ٦١٣]

وَ لَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾

''اور اس قوم کا پیچھا کرنے میں ہمت نہ ہارو، اگر تم تکلیف اٹھاتے ہو تو یقیناً وہ بھی تکلیف اٹھاتے ہیں، جیسے تم تکلیف اٹھاتے ہو اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ امید نہیں رکھتے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

یعنی اپنے دشمن کا پیچھا کرنے میں کمزوری اور سستی نہ دکھلاؤ، اس لیے کہ اگر تمھیں تکلیف پہنچتی ہے تو انھیں بھی تکلیف پہنچتی ہے، یہ تکلیف تمھارے ساتھ خاص نہیں ہے۔ مومنوں کو جنگ میں صبر کا زیادہ مظاہرہ کرنا چاہیے، اس لیے کہ وہ اللہ کی قربت اور اس کی جنت کی امید رکھتے ہیں، جس کی کافر امید نہیں رکھتے۔

اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ : یعنی اگر تم زخمی یا قتل ہوتے ہو تو وہ بھی تو اسی طرح زخمی اور قتل ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ﴾ [آل عمران : ١٤٠] ''اگر تمھیں کوئی زخم پہنچے تو یقیناً ان لوگوں کو بھی اس جیسا زخم پہنچا ہے۔''

وَ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٣٩] ''اور نہ کمزور بنو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب ہو، اگر تم مومن ہو۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ١٧٢] ''وہ جنھوں نے اللہ اور رسول کا حکم مانا، اس کے بعد کہ انھیں زخم پہنچا، ان میں سے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے نیکی کی اور متقی بنے بہت بڑا اجر ہے۔''

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾ وَّ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۶﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿۱۰۷﴾

’’بے شک ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، تاکہ تو لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ نے تجھے دکھایا ہے اور تو خیانت کرنے والوں کی خاطر جھگڑنے والا نہ بن۔ اور اللہ سے بخشش مانگ، یقیناً اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ اور ان لوگوں کی طرف سے جھگڑا نہ کر جو اپنی جانوں سے خیانت کرتے ہیں، یقیناً اللہ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو ہمیشہ بہت خائن، سخت گناہ گار ہو۔‘‘

ان آیات میں منافقین کی ریشہ دوانیوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔ یہ لوگ مقدمات میں مجرم کی حمایت کرتے تھے۔ اس کو بری کرانے کے لیے بحث و مباحثہ کرتے تھے، راتوں کو ایسی باتوں کا مشورہ کرتے تھے جو باتیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں، خود جرم کرتے تھے اور اس جرم کی تہمت کسی اور پر لگا کر اپنے آپ کو بری ٹھہراتے تھے اور غلط وکالت کر کے رسول اللہ ﷺ سے غلط فیصلہ کرانے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کی ان تمام کاوشوں اور سازشوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر رسول اللہ ﷺ اور تمام مومنوں کو ہوشیار کر دیا اور مقدمات کے فیصلہ کے سلسلہ میں راہنمائی فرمائی۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی حفاظت فرماتا ہے اور اگر کبھی حق کے پوشیدہ رہ جانے اور اس سے ادھر ادھر ہو جانے کا مرحلہ آ جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ اسے متنبہ فرما دیتا اور اس کی اصلاح فرما دیتا ہے۔ ﴿وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا﴾ اس آیت میں ایسے مسلمانوں کو جنھوں نے محض خاندان اور قبیلہ کی عصبیت کی بنا پر مجرم کی حمایت کی تھی اور تمام لوگوں کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ انصاف کے معاملہ میں کسی قسم کا تعصب برداشت نہیں کیا جائے گا۔ اگر ایک فریق دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہے اور وہ حق پر ہے تو اسی کی حمایت کی جائے گی، مسلمانوں کی نہیں کی جائے گی۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ : سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجرے کے دروازے پر جھگڑنے والوں کی آواز سنی تو آپ حجرے سے باہر تشریف لے آئے اور فرمایا: ’’میں بھی ایک بشر ہوں، اس لیے جب میرے پاس کوئی جھگڑا لے کر آتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ تم میں سے ایک شخص اپنی دلیل کو دوسرے کی نسبت زیادہ اچھے طریقے سے پیش کرے اور میں اسے سچا سمجھ کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو جسے میں فیصلہ کر کے کسی مسلمان کا حق دے دوں تو وہ جہنم کی آگ کا ٹکڑا ہے، وہ اسے لے لے یا چھوڑ دے۔‘‘ [بخاري، كتاب المظالم، باب إثم من خاصم في باطل و هو يعلمه : ۲۴۵۸۔ مسلم، كتاب الأقضية، باب بيان أن حكم الحاكم لا يغير الباطن : ۱۷۱۳/۵]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ دو انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دراصل وہ آپ سے اپنی اس میراث کے بارے میں فیصلہ کرانا چاہتے تھے جس (کی حد بندی) کے نشانات مٹ چکے تھے اور دونوں کے پاس کوئی گواہی بھی نہیں تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ تم اپنے جھگڑے میرے پاس لے کر آتے ہو اور میں تو صرف ایک بشر ہوں، ہوسکتا ہے کہ تم میں سے بعض لوگ بعض لوگوں کی نسبت اپنی بات زیادہ چرب زبانی سے پیش کر سکیں، لیکن میں تو اسی کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں جو میں سنتا ہوں، لہٰذا اگر میں نے فیصلہ کرتے ہوئے کسی کو اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ دے دیا تو وہ اسے نہ لے، کیونکہ یہ تو میں اسے جہنم کی آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ وہ اس کی گردن میں آگ کا طوق ہوگا۔'' یہ ارشاد نبوی سن کر دونوں انصاری رونے لگے اور دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میرا حق بھی میرے بھائی کے لیے ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سنو! جب تم نے یہ بات کہی ہے تو جاؤ اور اسے آپس میں تقسیم کرلو، صرف اپنے اپنے حق کی جستجو کرو اور قرعہ ڈال لو، پھر تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی (کے حقوق) سے بری الذمہ ہو جائے۔'' [مسند أحمد : ۶/ ۳۲۰، ح : ۲۶۷۷۳۔ أبو داوٗد، کتاب القضاء ، باب فی قضاء القاضی إذا أخطأ : ۳۵۸۴]

وَ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا : یعنی جو حمایت آپ نے کی اس کی مغفرت طلب کریں۔ مفسرین نے ایک معنی یہ بھی کیا ہے کہ ان گناہ گاروں کے لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات قاضی ایک فریق کی چرب زبانی کی وجہ سے اس کے حق میں فیصلہ دے دے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صحیح نہیں ہو جائے گا۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں ایک انسان ہی ہوں اور میرے پاس لوگ مقدمے لے کر آتے ہیں، ممکن ہے ایک شخص اپنی دلیل و حجت پیش کرنے میں تیز طرار ہو اور میں یقین کرلوں کہ وہی سچا ہے اور اس طرح اس کے حق میں فیصلہ کر دوں (حالانکہ وہ حق پر نہ ہو) پس جس شخص کے لیے بھی میں دوسرے مسلمان کا حق اسے دے دوں تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے، یہ اس کی مرضی ہے کہ اسے لے لے یا چھوڑ دے۔'' [بخاری، کتاب الأحکام، باب من قضی له بحق أخیه فلا یأخذه...... الخ : ۷۱۸۱]

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ : مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ جنھوں نے دوسروں کی خیانت کی ہے، درحقیقت سب سے پہلے انھوں نے اپنی جانوں سے خیانت کی ہے۔ کیونکہ دوسروں سے دغا کرنے والا پہلے اپنے آپ سے دغا کرتا ہے۔

يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾

''وہ لوگوں سے چھپاؤ کرتے ہیں اور اللہ سے چھپاؤ نہیں کرتے، حالانکہ وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ رات کو اس

بات کا مشورہ کرتے ہیں جسے وہ پسند نہیں کرتا اور اللہ ہمیشہ اس کا جو وہ کرتے ہیں، احاطہ کرنے والا ہے۔‘‘

یہ منافقوں کی تردید ہے کہ اپنے برے اعمال کی وجہ سے لوگوں سے تو چھپتے ہیں، تاکہ وہ انھیں برا بھلا نہ کہیں مگر وہ اپنے ان برے اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے آ جاتے ہیں، جبکہ وہ تو ان کی مخفی باتوں سے بھی آگاہ ہے اور وہ ان کے دلوں کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔ اسی لیے اللہ نے اس کے بعد فرمایا کہ یہ لوگ جب سازش کر رہے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس وقت ان کے ساتھ ہوتا ہے۔

يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ : ﴿ وَهُوَ مَعَهُمْ ﴾ کی تشریح میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [المجادلة : ۷] ’’کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ کوئی تین آدمیوں کی کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ کوئی پانچ آدمیوں کی مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم ہوتے ہیں اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی ہوں، پھر وہ انھیں قیامت کے دن بتائے گا جو کچھ انھوں نے کیا۔ یقیناً اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘ منافقین رات کے وقت اسلام کے خلاف جو مشورہ کرتے تھے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَاۗىِٕفَةٌ مِّنْھُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ۭ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴾ [النساء : ۸۱] ’’اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی، پھر جب تیرے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو اس کے خلاف مشورے کرتا ہے جو وہ کہہ رہا تھا اور اللہ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں۔ پس ان سے منہ موڑ لے اور اللہ پر بھروسا کر اور اللہ کافی وکیل ہے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم لوگوں کو (معدنیات کی) کانوں کی طرح پاؤ گے۔ ان میں جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے، وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں، اگر وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں اور اس حکمرانی کے معاملے میں تم ان لوگوں کو سب سے بہتر پاؤ گے، جو اس کو سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہوں اور تم لوگوں میں سب سے بدتر دو رخے شخص کو پاؤ گے جو ان کے ساتھ ایک رخ لے کر جائے اور ان کے پاس دوسرا رخ۔‘‘ [بخاری، کتاب المناقب، باب المناقب : ۳۴۹۳، ۳۴۹۴۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب خيار الناس : ۲۵۲۶]

محمد بن زید بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے ان کے دادا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کی، ہم اپنے حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں تو ان سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان باتوں سے مختلف ہوتی ہیں جو ہم ان کے پاس سے باہر نکل کر

کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، ہم ایسے رویے کو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نفاق شمار کرتے تھے۔ [بخاري، كتاب الأحكام، باب ما يكره من ثناء السلطان : ۷۱۷۸]

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾

''سن لو! تمھی وہ لوگ ہو جنھوں نے ان کی طرف سے دنیا کی زندگی میں جھگڑا کیا، تو ان کی طرف سے اللہ سے قیامت کے دن کون جھگڑے گا، یا کون ان پر وکیل ہوگا؟''

یعنی فرض کرو کہ یہ لوگ اگر اس وجہ سے دنیا میں کامیاب ہو جائیں جو یہ ظاہر کرتے ہیں، یا جسے ان حکام کے سامنے ظاہر کیا جاتا ہے، جو ظاہری حالات کے مطابق فیصلے کرتے ہیں اور وہ اسی بات کے مکلّف ہیں تو کل روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا کریں گے جو ظاہر اور خفیہ تمام معاملات کو جانتا ہے؟ اس دن ان کے دعوے کو سچا ثابت کرنے کے لیے کون ان کی وکالت کرے گا؟ یعنی اس دن کوئی ان کا وکیل بننے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ [البقرة : ۴۸] ''اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۲۳] ''جو بھی کوئی برائی کرے گا اسے اس کی جزا دی جائے گی اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ۱۷] ''اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔''

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾

''اور جو بھی کوئی برا کام کرے، یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے بخشش مانگے وہ اللہ کو بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان پائے گا۔ اور جو شخص کوئی گناہ کمائے تو وہ اسے صرف اپنی جان پر کماتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے جود و کرم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ جو شخص توبہ کرے، خواہ اس نے کوئی بھی گناہ کیا ہو، تو وہ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ

الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴾ [الزمر : ۵۳، ۵۴] ''کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اس کے مطیع ہو جاؤ، اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے، پھر تمھاری مدد نہیں کی جائے گی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴾ [الفرقان : ۶۸ تا ۷۱] ''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فرمان کو سنتا تو اللہ تعالیٰ جس قدر چاہتا مجھے اس سے نفع پہنچا دیتا۔ مجھے یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مسلمان کوئی بھی گناہ کر بیٹھے پھر وضو کرے، دو رکعت نماز پڑھ لے اور اللہ تعالیٰ سے اس گناہ کی معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے۔'' پھر آپ نے یہ دو آیتیں تلاوت فرمائیں: ﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء : ۱۱۰] ''اور جو بھی کوئی برا کام کرے، یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے بخشش مانگے وہ اللہ کو بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان پائے گا۔'' اور یہ آیت: ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ﴾ [آل عمران : ۱۳۵] ''اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔'' [مسند أحمد : ۱/ ۸، ۹، ح : ۴۸]

ع ۱۶ ۱۲ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝۱۱۲

''اور جو بھی کوئی خطا، یا گناہ کمائے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دے تو یقیناً اس نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔''

خود گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد کسی بے قصور آدمی کو اس میں ملوث کرنے کی کوشش کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ کسی بے گناہ شخص پر تہمت لگانے کو بہتان کہا جاتا ہے۔ غلطی سے یا دانستہ ایک گناہ کسی بے قصور کے سر تھوپ دینے کی ایک

مثال حدیث میں مذکور ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کسی عرب قبیلے کے پاس ایک کالی لونڈی تھی، جسے انھوں نے آزاد کر دیا تھا مگر وہ ان کے ساتھ ہی رہا کرتی۔ وہ لونڈی بیان کرتی ہے کہ ایک دفعہ اس قبیلے کی ایک لڑکی نہانے کے لیے نکلی، اس کے پاس لال تسموں والا کمر بند تھا، جسے اس نے اتار کر رکھ دیا۔ ایک چیل نے جو گزر رہی تھی، اسے جو پڑا دیکھا تو گوشت سمجھ کر جھپٹ لے گئی۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے کمر بند کو تلاش کیا مگر وہ نہ ملا۔ آخر انھوں نے مجھ پر تہمت لگا دی۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ ان لوگوں نے میری تلاشی لینا شروع کی، حتیٰ کہ میری شرمگاہ بھی دیکھی۔ اللہ کی قسم! میں ان کے پاس ہی کھڑی تھی کہ وہی چیل گزری، اس نے کمر بند پھینک دیا اور وہ ان کے درمیان گرا۔ میں نے کہا، یہ ہے وہ کمر بند جس کی تم مجھ پر تہمت لگا رہے تھے، حالانکہ میں اس سے بری تھی، اب سنبھالو اسے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اسلام لے آئی، اس کا خیمہ مسجد میں تھا، کبھی کبھی وہ میرے پاس آ کر باتیں کیا کرتی اور جب بھی وہ میرے پاس آتی تو یہ شعر ضرور پڑھتی:

وَ يَوْمَ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِيْبِ رَبِّنَا　　　اَلَا اِنَّهٗ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ اَنْجَانِيْ

''کمر بند کا دن ہمارے پروردگار کے عجائبات میں سے ہے، اسی واقعہ نے تو مجھے کفر کی سرزمین سے نجات بخشی تھی۔'' [بخاری، کتاب الصلوة، باب نوم المرأة في المسجد : ٤٣٩]

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَ مَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾

''اور اگر تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً ان کے ایک گروہ نے ارادہ کر لیا تھا کہ تجھے گمراہ کر دیں، حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کر رہے اور تجھے کچھ نقصان نہیں پہنچا رہے اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور تجھے وہ کچھ سکھایا جو تو نہیں جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر ہمیشہ سے بہت بڑا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت یہ تھی کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل صورت حال سے بذریعہ وحی مطلع فرما دیا، ورنہ اس کے نتائج صرف یہی نہ تھے کہ مجرم بچ جاتا اور ایک بے قصور مجرم قرار پاتا، بلکہ اس کے نتائج بڑے دور رس تھے جو عوام الناس کی نظروں میں مسلمانوں کی ساکھ اور ان کے کردار کو مجروح بنا سکتے تھے۔ ایسے لوگ جو آپ کو بہکا کر اپنے حق میں فیصلہ کرانا چاہتے تھے اپنی ہی عاقبت خراب کر رہے تھے۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا اور اللہ کے ہاں مجرم وہ تھے نہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ : یعنی یہ منافقین آپ کو گمراہ نہیں کر سکتے، بلکہ یہ اپنے آپ کو گمراہی میں ڈال رہے ہیں،

ارشاد فرمایا: ﴿ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [البقرة : ۹] ”اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔“

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ : یعنی ان کے نازل ہونے سے پہلے جانتے نہیں تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ ﴾ [الشوریٰ : ۵۲] ”اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ يُّلْقٰۤى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ﴾ [القصص : ۸٦] ”اور تو امید نہ رکھتا تھا کہ تیری طرف کتاب نازل کی جائے گی مگر تیرے رب کی طرف سے رحمت کی وجہ سے (یہ نازل ہوئی)۔“

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۙ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸٦، ۸۷] ”اور یقیناً اگر ہم چاہیں تو ضرور ہی وہ وحی (واپس) لے جائیں جو ہم نے تیری طرف بھیجی ہے، پھر تو اپنے لیے اس کے متعلق ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہیں پائے گا۔ مگر تیرے رب کی رحمت سے۔ یقیناً اس کا فضل ہمیشہ سے تجھ پر بہت بڑا ہے۔“

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۱۴

”ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں، سوائے اس شخص کے جو کسی صدقے یا نیک کام یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم دے اور جو بھی یہ کام اللہ کی رضا کی طلب کے لیے کرے گا تو ہم جلد ہی اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔“

منافق لوگ جو راتوں کو الگ بیٹھ کر مشورے کرتے ہیں، وہ اکثر اوقات بری باتیں ہی سوچتے ہیں، جو خیر سے خالی ہوتی ہیں، کیونکہ بھلائی کی اور صاف ستھری بات کو چھپانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ البتہ کچھ امور ایسے ہوتے ہیں جو چھپا کر کرنا بہتر ہوتے ہیں، مثلاً کسی کو صدقہ دے تو چھپا کر دے، تاکہ لینے والا شرمندہ نہ ہو، یا صدقہ دینے سے متعلق الگ مشورہ کرنا بھی اچھا کام ہے۔ اسی طرح بھلائی کے کاموں اور بالخصوص لوگوں کے درمیان صلح کرانے سے متعلق اگر خفیہ مشورہ بھی کیا جائے تو یہ بھی ایک نیکی کا کام ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ لوگ ان امور میں سے تو کسی بات کا مشورہ نہیں کرتے، وہ ایسے مشورے کرتے ہیں جن سے شر پیدا ہو اور دوسروں کو نقصان پہنچے اور جو شخص مذکورہ بالا بھلائی کے امور سے متعلق محض اللہ کی رضا کے لیے مشورہ کرے تو یہ بڑے نیکی کے کام ہیں۔

اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ : صدقہ وہ مال ہے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اس کے نام پر دیا جائے، صدقہ دینے

والوں کی اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ تعریف کی ہے اور ان کے اجر و ثواب کا تذکرہ کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الحديد : ۱۸] ”بلاشبہ صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جنھوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا، انھیں کئی گنا دیا جائے گا اور ان کے لیے باعزت اجر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآىِٕمِيْنَ وَالصّٰٓىِٕمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [الأحزاب : ۳۵] ”بے شک مسلم مرد اور مسلم عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان کے لیے اللہ نے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جہنم سے بچو، خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی۔“ [بخاری، كتاب الزكاة، باب اتقوا النار ولو بشق تمرة : ۱۴۱۷۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة : ۱۰۱۶]

اَوْ مَعْرُوْفٍ : معروف ہر نیک کام کو کہتے ہیں اور یہ کام اس امت کی صفات میں سے ایک صفت ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ [آل عمران : ۱۱۰] ”تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة : ۷۱] ”اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا، بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلتَّآىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآىِٕحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [التوبة : ۱۱۲] ”(وہ مومن) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدوں کی

حفاظت کرنے والے ہیں اور ان مومنوں کو خوش خبری دے دے۔“

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسی نیک کام کو حقیر اور معمولی نہ سمجھو، خواہ اپنے بھائی سے کھلے چہرے سے بات کرنا ہی کیوں نہ ہو۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء : ۲۶۲۶]

اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ : ”اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ“ کے الفاظ مسلمانوں کے درمیان ہر قسم کے اختلافات ختم کرنے کو شامل ہیں۔ لوگوں کے درمیان صلح کروانا بھی بہت اجر و ثواب کا باعث ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [الأنفال : ۱] ”سو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر تم مومن ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ [الحجرات : ۹، ۱۰] ”اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ مومن تو بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ۲۲۴] ”اور اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ، (اس سے بچنے کے لیے) کہ تم نیکی کرو اور (گناہ سے) بچو اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرو، اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ”وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرتا ہے، پس وہ اس کام کے لیے کسی اچھی بات کی چغلی کھاتا ہے، یا اسی سلسلہ کی اور کوئی اچھی بات کہتا ہے۔“ [بخاری، کتاب الصلح، باب لیس الکاذب الذی ...... الخ : ۲۶۹۲۔ مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الکذب وبیان ما یباح منه : ۲۶۰۵]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر دو جھگڑنے والوں کی اونچی آوازیں سنیں، ان میں سے ایک دوسرے سے قرضے میں کمی اور کچھ نرمی کا مطالبہ کر رہا تھا اور دوسرا کہہ رہا تھا، اللہ کی قسم! میں یہ نہیں کروں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس باہر تشریف لائے اور پوچھا: ”وہ شخص کہاں ہے جو اللہ کی قسم کھا رہا تھا کہ وہ نیکی نہیں کرے گا؟“ وہ شخص بولا کہ میں ہوں اے اللہ کے رسول! (اور ساتھ ہی اس نے نرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا) اور اسے (ان دونوں

میں سے) اس چیز کا اختیار ہے جسے وہ پسند کرے (یعنی قرض میں کچھ کمی کرا لے یا مہلت لے لے)۔[بخاری، کتاب الصلح ، باب هل يشير الإمام بالصلح؟ : ۲۷۰۵۔ مسلم، کتاب المساقاة ، باب استحباب الوضع من الدين : ۱۵۵۷]

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

”اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔“

یعنی جو شخص یا گروہ رسول اللہ ﷺ کی اس طرح مخالفت کرے کہ آپ کے مقابلے میں آ جائے، ایک طرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہوں دوسری طرف یہ شخص یا گروہ ہو اور حق معلوم ہو جانے کے باوجود مومنوں کے سیدھے اور صاف رستے سے (جو ہر حال میں اتباع رسول ہے) ہٹ جائے تو ہم بھی اسے اسی طرف پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا اور اسی ٹیڑھی راہ پر جانے دیں گے جو اسے جہنم میں لے جا کر ڈال دے گی اور وہ بہت برا راستہ ہے۔

ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور مومنین کا راستہ چھوڑ کر کسی اور راستے کی پیروی، دینِ اسلام سے خروج ہے، جس پر یہاں جہنم کی وعید بیان فرمائی گئی ہے۔ مومنین سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو دین اسلام کے اولین پیروکار اور اس کی تعلیمات کا کامل نمونہ تھے، کیونکہ ان آیات کے نزول کے وقت ان کے سوا مومنین کا کوئی اور گروہ موجود نہیں تھا کہ وہ مراد ہو۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور غیر سبیل المومنین کا اتباع دونوں حقیقت میں ایک ہی چیز کے نام ہیں، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے اور منہج سے انحراف بھی کفر ہے۔

اتباع رسول ﷺ پر زور دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ۳۱] ”کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النور : ۶۳] ”سو لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آ پہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آ پہنچے۔“

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾

”بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور

جو اللہ کے ساتھ شریک بنائے تو یقیناً وہ بھٹک گیا، بہت دور بھٹکنا۔“

پچھلی چند آیات سے منافقوں کا ذکر چلتا آ رہا ہے، جو پیغمبر کے فیصلوں کو ناپسند کرتے اور جدا راستے پر چلتے تھے۔ اس آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشتا، تو معلوم ہوا کہ اگر اسلام کے سوا کسی دوسرے دین (یعنی طریقہ) کو محبوب رکھا جائے تو یہ شرک ہے، کیونکہ اسلام کے سوا جو دین بھی ہے سب شرک ہے، اگرچہ پرستش کا شرک نہ بھی کیا جائے اور شرک ناقابل معافی جرم ہے، جسے اللہ کسی صورت میں بھی معاف نہیں کرے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴾ [الحج : ۳۱] ”اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔“

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”اے معاذ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟“ عرض کی، اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”(اللہ کا بندوں پر حق) یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کریں۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ أمتہ إلی توحید اللہ تعالٰی : ۷۳۷۳]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہوئے مر جائے وہ دوزخ میں داخل ہو گا۔“ [بخاری، کتاب الجنائز، باب ومن کان آخر کلامہ لا إلٰہ إلا اللہ : ۱۲۳۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی من مات لا یشرک باللہ شیئًا : ۹۲]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سب سے کم عذاب والے دوزخی سے فرمائے گا، اگر زمین کی تمام چیزیں تیرے پاس ہوتیں تو کیا تو اس عذاب سے نجات پانے کے لیے (وہ سب کچھ بطور فدیہ) دے دیتا۔ وہ عرض کرے گا، ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے تو تجھ سے اس سے (بہت) زیادہ آسان چیز کا سوال کیا تھا اور تو اس وقت صلب آدم میں تھا کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا (لیکن) تو نے شرک ہی کا ارتکاب کیا۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم وذریتہ : ۳۳۳٤۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب طلب الکافر الفداء : ۲۸۰۵]

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۙ﴿۱۱۷﴾

”وہ اس کے سوا نہیں پکارتے مگر مؤنثوں کو اور نہیں پکارتے مگر سرکش شیطان کو۔“

اس آیت کریمہ میں شرک کی انتہا درجہ کی پلیدگی اور مشرکین کی انتہا درجہ کی حماقت بیان کی گئی ہے کہ وہ ایسے بتوں کی پوجا کرتے ہیں جنھیں انھوں نے عورتوں کے نام دے رکھے ہیں، جیسے لات، منات، عزیٰ وغیرہ، تو یہ دراصل ابلیس کی عبادت کرتے ہیں، کیونکہ شیطان ہی نے انھیں اس کا حکم دیا اور مزین اور خوبصورت کر کے پیش کیا، لہٰذا درحقیقت یہ

ابلیس ہی کی پوجا ہے۔

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا : ''إِنَاثٌ'' یعنی عورتیں، اس سے مراد یا تو وہ بت ہیں جن کے نام مؤنث تھے جیسے لات، منات اور عزیٰ وغیرہ اور یا مراد فرشتے ہیں، کیونکہ مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں سمجھتے اور ان کی عبادت کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ۝ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝ اِنْ هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴾ [النجم : ۱۹ تا ۲۳] ''پھر کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا۔ اور تیسری ایک اور (دیوی) منات کو۔ کیا تمھارے لیے لڑکے ہیں اور اس کے لیے لڑکیاں؟ یہ تو اس وقت ناانصافی کی تقسیم ہے۔ یہ (بت) چند ناموں کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں، جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔ یہ لوگ صرف گمان کے اور ان چیزوں کے پیچھے چل رہے ہیں جو ان کے دل چاہتے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴾ [النجم : ۲۷] ''بے شک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یقیناً وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے ناموں کی طرح رکھتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنَاثًا اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۴۰] ''پھر کیا تمھارے رب نے تمھیں بیٹوں کے ساتھ چن لیا اور خود فرشتوں میں سے بیٹیاں بنا لی ہیں؟ بے شک تم یقیناً ایک بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔''

وَ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا : بتوں، فرشتوں اور دیگر ہستیوں کی عبادت دراصل شیطان کی عبادت ہے، کیونکہ شیطان ہی انسان کو اللہ کا در چھڑوا کر دوسروں کے آستانوں اور چوکھٹوں پر جھکاتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ [یٰس : ۶۰] ''کیا میں نے تمھیں تاکید نہ کی تھی اے اولاد آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴾ [مریم : ۴۴] ''اے میرے باپ! بے شک شیطان کی عبادت نہ کر، بے شک شیطان ہمیشہ سے رحمان کا نافرمان ہے۔''

لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝۱۱۸

''جس پر اللہ نے لعنت کی اور جس نے کہا کہ میں ہر صورت تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ ضرور لوں گا۔''

اس آیت کا تعلق ''شیطان مرید'' سے ہے کہ اللہ نے ابلیس پر لعنت بھیج دی تو اس نے کہا کہ میں تیرے بندوں کی عبادت سے اپنا حصہ ضرور نکالوں گا۔ مقرر شدہ حصہ سے مراد وہ نذر و نیاز بھی ہو سکتی ہے جو مشرکین اپنے بتوں اور قبروں

میں مدفون اشخاص کے نام نکالتے تھے اور جہنمیوں کا وہ کوٹہ بھی ہو سکتا ہے جنھیں شیطان گمراہ کر کے اپنے ساتھ جہنم میں لے جائے گا۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائے گا کہ اے آدم! پس وہ کہیں گے کہ اے اللہ! میں تیری خدمت میں بار بار حاضر ہوں اور سب بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ پھر اللہ فرمائے گا کہ دوزخ کا لشکر نکال (دوزخی لوگوں کو نکال)۔ وہ پوچھیں گے کہ کتنے لوگوں کو نکالوں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے۔ پس اس وقت (مارے خوف کے) بچہ بوڑھا ہو جائے گا: ﴿وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ [الحج: ۲] ''اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔'' صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! وہ (ہزار میں سے) ایک (جنتی) ہم میں سے کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''خوش ہو جاؤ! تم میں سے ایک آدمی کے مقابلے میں یاجوج ماجوج (اور دوسرے کافروں) میں سے ہزار آدمی ہوں گے۔''
[بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، قصة يأجوج ومأجوج: ۳۳۴۸]

وَ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾

''اور یقیناً میں انھیں ضرور گمراہ کروں گا اور یقیناً میں انھیں ضرور آرزوئیں دلاؤں گا اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور چوپاؤں کے کان کاٹیں گے اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت بدلیں گے اور جو کوئی شیطان کو اللہ کے سوا دوست بنائے تو یقیناً اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔''

ابلیس ہی کا قول بیان کیا جا رہا ہے کہ میں انھیں راہ راست سے بھٹکاؤں گا، انھیں لمبی چوڑی تمناؤں کے ذریعے بہکاؤں گا جیسے یہود کا یہ عقیدہ کہ انھیں آگ چھو ہی نہیں سکے گی، ماسوائے ان چند دنوں کے جن میں انھوں نے گائے کی پوجا کی تھی، یا جیسے ہم چونکہ انبیاء کی اولاد ہیں اور اللہ کے چہیتے اور پیارے ہیں، لہٰذا ہمیں آخرت میں عذاب نہیں ہو گا۔ ایسی جھوٹی آرزوئیں اور عقائد شیطان ہی خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے جس سے انسان گناہوں پر دلیر ہو جاتا ہے۔

وَ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ : یہ وہ باطل امیدیں ہیں جو شیطان انسان کے دل میں پیدا کرتا ہے کہ گناہ کرتے رہو اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے۔ مسلمان کے دل میں ایمان ہونا چاہیے، نماز پڑھنے اور دوسرے اعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے، یا ابھی جلدی کیا ہے؟ مرتے وقت توبہ کر لیں گے، یا جن بزرگوں اور پیروں کا تم دم بھرتے ہو ان کا اللہ پر بڑا زور ہے، تم ان کا دامن تھام لینا وہ تمھیں سیدھے جنت میں لے جائیں گے وغیرہ۔ اس قسم کے تمام خیالات اور گمان شیطانی

آرزوؤں میں داخل ہیں۔

﴿ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ ﴾ : یعنی انھیں تیرے حکم کے خلاف حکم دوں گا کہ وہ جانوروں کے کان میں سوراخ کر کے، انھیں حرام قرار دے دیں جنھیں تو نے حلال کیا ہے۔ زمانۂ جاہلیت کا طریقہ یہ تھا کہ جب اونٹنی پانچواں بچہ مذکر دیتی تو اس کا کان چھید کر آزاد چھوڑ دیتے، نہ اس پر سواری کرتے اور نہ کسی پانی یا چراگاہ سے اسے روکتے۔

﴿ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ﴾ : یعنی اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں ان کی شکل وصورت تبدیل کریں گے اور ان کے حلال وحرام ہونے کے احکام بھی بدل دیں گے۔ اس میں رہبانیت (دنیا چھوڑ کر جنگلوں میں جا رہنا) قوم لوط کا عمل، مردوں کا خصی ہو کر ہیجڑا بن جانا، عورتوں کو بانجھ بنانا، برتھ کنٹرول کے نام پر مردوں کی نس بندی اور عورتوں کے آپریشن کر کے بچے پیدا ہونے میں رکاوٹیں ڈالنا، عورتوں کو گھروں سے نکال کر ان کے فطری فرائض سے سبکدوش کر کے مردوں کی صف میں کھڑا کر دینا، عورتوں کو مملکت کا سربراہ بنا دینا، خوبصورتی کے لیے ابروؤں کے بال اکھاڑنا، جلد میں نیل وغیرہ بھر کر نقش ونگار بنانا، دانت باریک کروانا، سر پر مصنوعی بال لگوانا، مردوں کا داڑھی منڈوانا، عورتوں کا لباس کم از کم کر کے انھیں ننگا کرنا، یہ سب شیطانی کام ہیں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا موجب ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گودنے والی اور گدوانے والی، چہرے کے بال صاف کرنے والی، حسن میں اضافے کے لیے دانتوں میں فاصلہ پیدا کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہو...... (ایک عورت کے اعتراض پر) انھوں نے فرمایا کہ میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جس پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہو اور اس کا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بھی ذکر ہو۔ آپ کا اشارہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرف تھا: ﴿ وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ [الحشر : ۷] ''اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وما اتكم الرسول فخذوه ﴾ : ٤٨٨٦ ـ مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة : ٢١٢٥]

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، میری بیٹی کو حصبہ (جلد کی) بیماری تھی، جس سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں اور میں نے اس کی شادی کر دی ہے، کیا میں اس میں مصنوعی بال جوڑ سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی، دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔'' [بخاری، کتاب اللباس، باب الموصولة : ٥٩٤١ ـ مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة : ٢١٢٢]

حمید بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حج کے سال منبر پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا اور آپ نے بالوں کا ایک گچھا اپنے ہاتھ میں پکڑا، جو ایک پہرے دار کے ہاتھ میں تھا، آپ نے فرمایا، اے اہل مدینہ! تمھارے علماء کہاں ہیں؟ (جو تمھیں برائی سے روکتے نہیں) میں نے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کے کام سے منع کرتے ہوئے سنا اور

آپ فرماتے تھے: ''بنو اسرائیل اس وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے ان کاموں کو اختیار کر لیا۔'' [بخاری، كتاب اللباس، باب وصل الشعر : ۵۹۳۲۔ مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة : ۲۱۲۷]

يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ۭ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾

''وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔''

ابلیس کے وعدوں کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابلیس ان سے وعدے کرتا ہے اور انھیں بڑی بڑی تمناؤں کے خواب دکھلاتا ہے، حالانکہ اس کا وعدہ سوائے دھوکا اور گمراہی کے کچھ نہیں ہوتا۔ ابلیس کے ان دوستوں کا ٹھکانا جہنم ہے، جس سے نکل کر وہ کہیں نہیں جا سکیں گے۔ شیطان کے وعدے پر بھروسا کرنا فریب نفس کے سوا کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلے ہی ہوشیار کر دیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٚ وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ [فاطر: ۵، ۶] ''اے لوگو! یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے تو کہیں دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دھوکے باز تمھیں اللہ کے بارے میں دھوکا نہ دے جائے۔ بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے تو اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے گروہ والوں کو صرف اس لیے بلاتا ہے کہ وہ بھڑکتی آگ والوں سے ہو جائیں۔'' اللہ تعالیٰ نے قیامت کے حوالے سے ابلیس کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَ مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَ لُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [إبراهيم : ۲۲] ''اور شیطان کہے گا، جب سارے کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا کہ بے شک اللہ نے تم سے وعدہ کیا، سچا وعدہ اور میں نے تم سے وعدہ کیا تو میں نے تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، سوائے اس کے کہ میں نے تمھیں بلایا تو تم نے میرا کہنا مان لیا، اب مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں تمھاری فریاد کو پہنچنے والا ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو، بے شک میں اس کا انکار کرتا ہوں جو تم نے مجھے اس سے پہلے شریک بنایا۔ یقیناً جو لوگ ظالم ہیں انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربع شکل بنائی اور اس کے درمیان ایک خط کھینچا جو اس سے نکلا ہوا تھا اور (اس کے بعد) اس (مربع شکل) کے درمیانی خط کے اس حصہ میں جو مربع کے اندر تھا، کئی چھوٹے چھوٹے خطوط کھینچے اور فرمایا: ''یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت اس کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ باہر نکلا ہوا (خط) اس کی آرزو ہے اور چھوٹے چھوٹے خطوط مصائب ہیں، پس اگر وہ ایک سے بچ نکلتا ہے تو دوسری میں پھنس جاتا ہے اور دوسری سے نکلتا ہے تو تیسری میں گرفتار ہو جاتا ہے۔'' [بخاری، كتاب الرقاق، باب في الأمل و طوله : ۶۴۱۷]

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَ لَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾

’’یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔‘‘

ارشاد فرمایا: ﴿ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴾ [الشوریٰ : ۴۷] ’’اپنے رب کی دعوت قبول کرو، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے ٹلنے کی اللہ کی طرف سے کوئی صورت نہیں، اس دن نہ تمھارے لیے کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمھارے لیے انکار کی کوئی صورت ہوگی۔‘‘

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾

’’اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، عنقریب ہم انھیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہمیشہ۔ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ بات میں کون سچا ہے۔‘‘

شیطان کی عبادت کرنے والے مشرکین کا انجام بیان کرنے کے بعد رحمٰن کی عبادت کرنے والے اہل توحید کا انجام بیان کیا جا رہا ہے اور مشرکوں کے ساتھ شیطان کے جھوٹے وعدوں کے مقابلہ میں موحدین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عمل صالح کرنے والے مومنوں کے لیے دو نعمتوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے، یعنی وہ ایسے باغات میں رہیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور دوسری یہ کہ ان باغات میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اپنی ان دو نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ؕ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴾ [البینۃ : ۷، ۸] ’’بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔‘‘

وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا : سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا کرتے تھے: ’’بے شک سب سے زیادہ سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور بدترین امور وہ ہیں جن کو دین میں نیا ایجاد کر لیا گیا ہو اور دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔‘‘ [نسائی، کتاب صلاۃ العیدین، باب کیف الخطبۃ : ۱۵۷۹۔ ابن خزیمۃ : ۱۴۳/۳، ح : ۱۷۸۵۔ مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ : ۸۶۷]

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾

''نہ تمھاری آرزوؤں پر (موقوف ہے) اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر، جو بھی کوئی برائی کرے گا اسے اس کی جزا دی جائے گی اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مدد گار۔''

اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ دین ظاہری نمود و نمائش کا نام ہے نہ خواہشوں اور آرزوؤں کا، بلکہ دین تو اس ایمان کا نام ہے جو دلوں میں راسخ ہو جائے اور اعمال اس کی تصدیق کریں۔ جو شخص کسی چیز کا دعویٰ کرے تو اسے اپنے خالی دعوے سے سب کچھ حاصل نہیں ہو جاتا اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کی بات حق ہے تو محض اس کے دعوے سے اس کی بات کو حق اور سچ نہیں مان لیا جائے گا، بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پاس کوئی دلیل ہو۔ اس لیے اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمھیں اور انھیں محض اپنی آرزوؤں کی وجہ سے نجات نہیں مل سکے گی، بلکہ نجات کا انحصار تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی شریعت کی اتباع پر ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی زبانی حکم دیا ہے۔

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ : اہل کتاب طرح طرح کی خوش فہمیوں میں مبتلا تھے، ان کی بعض خوش فہمیوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۸۰] ''اور انھوں نے کہا ہمیں آگ ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنے ہوئے چند دن۔ کہہ دے کیا تم نے اللہ کے پاس کوئی عہد لے رکھا ہے تو اللہ کبھی اپنے عہد کے خلاف نہیں کرے گا، یا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۱۱] ''اور انھوں نے کہا جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے مگر جو یہودی ہوں گے یا نصاریٰ۔ یہ ان کی آرزوئیں ہی ہیں، کہہ دے لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔''

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ : خوش فہمیاں اور خام خیالیاں سزا کو دفع نہیں کر سکتیں، سزا ضرور ملے گی، خواہ دنیا میں ملے یا آخرت میں، یا توبہ وغیرہ سے مغفرت کی کوئی صورت پیدا ہو جائے، الغرض جتنی مصیبتیں انسان کو پہنچتی ہیں وہ دراصل اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ [الشوریٰ : ۲۵] ''اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى

لِلذّٰكِرِيْنَ ﴾ [هود : ١١٤] ”اور دن کے دونوں کناروں میں نماز قائم کر اور رات کی کچھ گھڑیوں میں بھی، بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ یہ یاد کرنے والوں کے لیے یاد دہانی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾ [الشورٰی : ٣٠] ”اور جو بھی تمھیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سی چیزوں سے درگزر کر جاتا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت: ﴿ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ﴾ (جو بھی کوئی برائی کرے گا اسے اس کی جزا دی جائے گی) نازل ہوئی تو مسلمان شدید پریشان ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میانہ روی اور استقامت اختیار کرو، مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ (اس کے گناہوں کا) کفارہ ہوتی ہے، یہاں تک کہ جو ٹھوکر لگتی ہے، یا کانٹا چبھتا ہے (تو وہ بھی گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے)۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض ...... الخ : ٢٥٧٤]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے یہ آیت پڑھی: ﴿ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ﴾ اور اس نے کہا، اگر ہم کو ہر (برے) عمل کی جو ہم نے کیا، سزا ضرور ملے گی تو ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں، مومن کو اس کی مصیبت (کی صورت) میں جو اس کو اس کے جسم میں پہنچے اور جو اس کے لیے تکلیف دہ ہو (بہت سے برے عملوں کی) سزا مل جاتی ہے۔“ [مسند أبی یعلی : ٢٥٣/٨۔ مسند أحمد : ٦٥/٦، ٦٦، ح : ٢٤٤٢٢۔ مستدرك حاكم : ٣٠٨/٢، ح : ٣٢٠٣]

وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾

”اور جو شخص نیک کاموں میں سے (کوئی کام) کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کھجور کی گٹھلی کے نقطے کے برابر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان اور فضل و رحمت کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنے بندوں کے، خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں، نیک اعمال کو شرف قبولیت سے نوازے گا، بشرطیکہ وہ صاحب ایمان ہوں، پھر انھیں جنت میں داخل فرمائے گا اور ان کی نیکیوں میں ذرہ بھر بھی کمی نہیں کرے گا۔

وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا : ”نقیر“ اس چھوٹے سے سوراخ کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کی پشت پر ہوتا ہے، یعنی ان کی حق تلفی نہیں کی جائے گی اور ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا اجر دیا جائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴾ [النجم : ٣٩ تا ٤١] ”اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی

ہے جس کی اس نے کوشش کی۔ اور یہ کہ یقیناً اس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی۔ پھر اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، پورا بدلہ۔''

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿١٢٥﴾

''اور دین کے لحاظ سے اس سے بہتر کون ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لیے تابع کر دیا، جب کہ وہ نیکی کرنے والا ہو اور اس نے ابراہیم کی ملت کی پیروی کی، جو ایک (اللہ کی) طرف ہو جانے والا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو خاص دوست بنا لیا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کامیابی کا ایک معیار اور اس کا ایک نمونہ بیان کیا ہے۔ معیار یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے، محسن بن جائے اور ملت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرے اور نمونہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا۔

وَاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا : ان سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور روز قیامت تک آپ کی پیروی کرنے والے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [آل عمران : ٦٨] ''بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ قریب یقیناً وہی لوگ ہیں جنھوں نے اس کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اور اللہ مومنوں کا دوست ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [النحل : ١٢٣] ''پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کر، جو ایک اللہ کی طرف ہو جانے والا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔''

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا : ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۭ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [النحل : ١٢٠] ''بے شک ابراہیم ایک امت تھا، اللہ کا فرماں بردار، ایک اللہ کی طرف ہو جانے والا اور وہ مشرکوں سے نہ تھا۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبے میں ارشاد فرمایا تھا: ''لوگو! اگر میں نے اہل زمین میں سے کسی کو اپنا خلیل بنانا ہوتا تو ابن ابی قحافہ (یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو اپنا خلیل بنا لیتا، لیکن تمھارے صاحب تو اللہ کے خلیل ہیں۔'' [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي بكر رضی الله عنه : ٦/٢٣٨٣۔ بخاري، كتاب الصلاة، باب الخوخة : ٤٦٦]

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب یمن تشریف لائے تو انھوں نے صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے جب یہ آیت کریمہ تلاوت کی : ﴿ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴾ تو ایک آدمی نے کہا کہ پھر تو ابراہیم علیہ السلام کی ماں کی آنکھوں کے لیے یہ بات باعث ٹھنڈک ہے۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب بعث أبي موسىٰ و معاذ إلى اليمن : ٤٣٤٨]

سیدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی خلیل بنایا ہے جس طرح اس نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب النهى عن بناء المسجد ...... الخ : ۵۳۲]

ع ۱۸ / ۱۵ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ۝۱۲۶

''اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا دوست بنانا ہے۔ لیکن اس بنانے کا مطلب یہ نہیں کہ جس طرح دوست برابر ہوتے ہیں، یا ان کی ملکیت بھی ایک ہی سمجھی جاتی ہے، اسی طرح ابراہیم علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے خلیل تھے، نہیں! بلکہ آسمان و زمین کی ملکیت اب بھی اللہ ہی کے پاس ہے اور ہر شے کا احاطہ بھی اسی کی ذات نے کر رکھا ہے۔ یہ تو اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اپنے ان خاص بندوں کو اپنا خلیل قرار دے کر ان کی عزت افزائی فرمائی۔ دلیل چاہو تو ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کا معاملہ دیکھ لو کہ خلیل ہونے کے باوجود یہ انھیں آگ سے نہ بچا سکے۔

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ۝۱۲۷

''اور وہ تجھ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں، کہہ دے اللہ تمھیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اور جو کچھ تم پر کتاب میں پڑھا جاتا ہے وہ ان یتیم عورتوں کے بارے میں ہے جنھیں تم وہ نہیں دیتے جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے اور رغبت رکھتے ہو کہ ان سے نکاح کر لو اور نہایت کمزور بچوں کے بارے میں ہے اور اس بارے میں ہے کہ یتیموں کے لیے انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھی نیکی کرو سو بے شک اللہ ہمیشہ سے اسے خوب جاننے والا ہے۔''

یتیم لڑکیوں کے بارے میں جو احکام پہلے سنائے جا چکے ہیں وہ اسی سورۂ نساء کی آیت نمبر (۳) میں مذکور ہیں اور اس آیت کا اس آیت سے گہرا تعلق ہے۔ ہوتا یہ تھا کہ یتیم لڑکیوں کے سرپرست ان سے نکاح کرنے کے سلسلہ میں کئی طرح کی بے انصافیوں کا ارتکاب کرتے تھے، جن کی تفصیل اسی سورت کی آیت نمبر (۳) کے تحت بیان کی جا چکی ہے۔ ان بے انصافیوں سے بچنے کی خاطر ایسی یتیم لڑکیوں کے سرپرستوں نے یہ محتاط رویہ اختیار کیا کہ ان سے نکاح کرنا ہی چھوڑ دیا تھا، تاکہ ان سے ان یتیم لڑکیوں کے حق میں کوئی بے انصافی کی بات سرزد نہ ہو جائے، لیکن اس طرح بھی بعض دفعہ نقصان کی صورت پیش آ جاتی تھی اور وہ یہ کہ جس قدر پیار اور بہتر سلوک انھیں سرپرستوں سے نکاح کرنے میں میسر آ سکتا تھا، غیروں کے ساتھ نکاح کرنے سے وہ میسر آ ہی نہیں سکتا تھا اور بعض دفعہ ان کی زندگی تلخ ہو جاتی۔ اس آیت

کے ذریعے اولیاء کو ان کی زیر کفالت یتیم لڑکیوں سے نکاح کی اجازت دے دی گئی، مگر اس شرط کے ساتھ کہ ایک تو ان کے حق مہر میں کمی نہ کرو اور دوسرے جو کچھ تم طے کرو وہ ادا ضرور کر دو اور ان کے جو دوسرے حقوق وراثت وغیرہ ہوں، وہ بھی انھیں ادا کر دو۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت: ﴿ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَ مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ ﴾ کے بارے میں بیان کیا کہ یہ آیت اس آدمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کی پرورش میں یتیم لڑکی ہو اور وہی اس کا والی و وارث بھی ہو اور وہ یتیم لڑکی اس کے مال میں حصہ دار بھی ہو، یہاں تک کہ کھجور کے درخت میں بھی، اب وہ شخص خود اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہے، کیونکہ اسے یہ پسند نہیں کہ کسی دوسرے سے اس کا نکاح کر دے کہ وہ اس کے مال میں حصہ دار بن جائے، جس میں لڑکی حصہ دار تھی، اس وجہ سے اس لڑکی کا کسی دوسرے شخص سے وہ نکاح نہ ہونے دے تو ایسے شخص کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿ و يستفتونك في النساء ﴾ : ٤٦٠٠۔ مسلم، كتاب التفسير، باب في تفسير آيات متفرقة : ٣٠١٨/٩]

وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ ﴾ ''اور خواہش رکھتے ہو کہ ان کے ساتھ نکاح کر لو'' یعنی یتیم لڑکی جو تمھارے زیر پرورش ہو، اگر وہ کم مال اور معمولی حسن و جمال والی ہو تو پھر تم اس سے نکاح نہیں کرنا چاہتے، لہٰذا منع کر دیا گیا کہ اگر وہ محض مال اور جمال ہی کی وجہ سے نکاح کرنا چاہتے ہوں تو پھر نکاح نہ کریں، الا یہ کہ عدل و انصاف سے کام لیں۔ [بخاری، کتاب الشركة، باب شركة اليتيم : ٢٤٩٤۔ مسلم، كتاب التفسير، باب في تفسير آيات متفرقة : ٣٠١٨]

وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾

''اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے کسی قسم کی زیادتی یا بے رخی سے ڈرے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں کسی طرح کی صلح کر لیں اور صلح بہتر ہے، اور تمام طبیعتوں میں حرص (حاضر) رکھی گئی ہے اور اگر تم نیکی کرو اور ڈرتے رہو تو بے شک اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے پورا باخبر ہے۔''

اس آیت کریمہ میں شوہر اور بیوی سے متعلق ایک حکم بیان کیا گیا ہے کہ اگر بیوی اپنے شوہر کی طرف سے بے رخی کا اندازہ لگا رہی ہو، مثال کے طور پر وہ اس کے ساتھ ایک بستر پر سونا چھوڑ دے، یا اس کے اخراجات میں کمی کر دے، یا اس کے ساتھ بیٹھنا اور بات چیت کرنا بند کر دے تو دونوں کے لیے مناسب یہ رہے گا کہ آپس میں بیٹھ کر صلح کر لیں اور

اس بات پر اتفاق کر لیں کہ شوہر اس کا حق ادا کرے، جیسا کہ اسلام کا تقاضا ہے اور اگر ایسا ممکن نظر نہ آئے اور بیوی چاہتی ہو کہ ازدواجی زندگی قائم رہے تو مہر یا اخراجات کا کچھ حصہ چھوڑ دے، یا شوہر کو کچھ مال دے دے، یا اگر اس کے پاس کوئی دوسری بیوی ہے، جسے وہ زیادہ چاہتا ہے تو اپنی باری کے کچھ ایام اس کو دے دے اور شوہر اسے طلاق نہ دے اور اگر یہ دونوں صورتیں ممکن نہ ہوں تو پھر شوہر طلاق دے دے، لیکن صلح میں بھلائی ہے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اپنی چیز کسی کو نہ دینا، اس معاملہ میں بخل سے کام لینا ہر انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اس لیے بیوی کو چاہیے کہ شوہر کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہو جائے۔ اسی طرح شوہر طبعی بخل کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی جانب سے کم پر راضی ہو جائے اور مال کثیر کا مطالبہ کر کے اسے زیرِ بار نہ کرے، تاکہ صلح کو عملی جامہ پہنانا ممکن ہو سکے۔ اس کے بعد اللہ نے شوہروں کو خطاب کر کے فرمایا کہ اگر تم لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو گے اور ان کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کو اچھی طرح جانتا ہے، اس کا تمھیں اچھا بدلہ دے گا۔

وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا : "صُلْحًا" کی تنکیر (کسی طرح کی صلح) سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں بیوی آپس میں کسی طریقے سے بھی صلح کر لیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کسی مرد کے پاس کوئی عورت ہوتی اور اب وہ اس کو مزید نہ رکھنا چاہتا اور طلاق دینے کا ارادہ کرتا تو وہ عورت یہ کہہ دیتی کہ (مجھے طلاق نہ دے، مجھے اپنے نکاح میں رہنے دے) میں اپنی باری کے بارے میں تجھے اجازت دیتی ہوں (کہ تو جس بیوی کے پاس چاہے رہے) چنانچہ اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔
[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وإن امرأة خافت من بعلها نشوزًا أو إعراضًا ﴾ : ٤٦٠١۔ مسلم، کتاب التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة : ٣٠٢١]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو اندیشہ لاحق ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں طلاق دے دیں گے تو انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میری باری کا دن عائشہ کو دے دیں مگر مجھے طلاق نہ دیں۔ تو آپ نے اسی طرح کیا، چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ﴾ "اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے کسی قسم کی زیادتی یا بے رخی سے ڈرے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں کسی طرح کی صلح کر لیں۔" سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ دونوں جس چیز پر صلح کر لیں وہ جائز ہے۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة النساء : ٣٠٤٠]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا عمر رسیدہ ہو گئیں تو انھوں نے اپنا دن عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا دن بھی عائشہ کے پاس گزارتے تھے۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب المرأة تهب يومها من زوجها لضرتها ...... الخ : ٥٢١٢۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب جواز هبتها نوبتها لضرتها : ١٤٦٣]

وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ : یعنی انسان کا بخل اور لالچ تو فطری امر ہے۔ مرد کا ”شح“ یہ ہے کہ عورت سے فائدہ اٹھائے، مگر اس کے پورے حقوق ادا نہ کرے اور عورت کا ”شح“ یہ ہے کہ مہر اور نان ونفقہ پورا وصول کرے مگر حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [التغابن : ١٦] ”اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے جائیں سو وہی کامیاب ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حرص اور ایمان کسی بندے کے دل میں کبھی جمع نہیں ہوتے۔“ [نسائی، کتاب الجهاد، باب فضل من عمل فی سبیل الله علی قدمه : ٣١١٢]

وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا : یعنی اس لالچ کے جذبے کے باوجود اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے احسان اور فیاضی کا سلوک کریں اور اللہ سے ڈرتے رہیں تو اللہ کے ہاں اس کا اجر ضرور پائیں گے، جو ان کے ہر عمل سے پورا باخبر ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [البقرة : ١٩٥] ”اور نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى ﴾ [النحل : ٩٠] ”بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے۔“

وَ لَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَ لَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۲۹

”اور تم ہرگز نہ کر سکو گے کہ عورتوں کے درمیان برابری کرو، خواہ تم حرص بھی کرو، پس مت جھک جاؤ (ایک کی طرف) مکمل جھک جانا کہ اس (دوسری) کو لٹکائی ہوئی کی طرح چھوڑ دو اور اگر تم اصلاح کرو اور ڈرتے رہو تو بے شک اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

اس آیت میں اللہ نے ایک بڑی حقیقت کو بیان کیا ہے کہ لوگو! تم تمام وجوہ سے عورتوں میں برابری نہیں کر سکتے۔ اگر تم ایک رات ایک کے پاس اور دوسری رات دوسری کے پاس گزارنے کی باری کی تقسیم کر بھی دو تو تم محبت، شہوت اور مباشرت کے اعتبار سے فرق کو دور نہیں کر سکتے۔ اسی لیے اللہ نے نصیحت کی ہے کہ اگر کسی ایک بیوی کی طرف تمھارا میلان ہو، تو اس میں تمھیں حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے کہ دوسری کو آسمان و زمین کے درمیان لٹکی ہوئی چھوڑ دو۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ اپنے امور کی اصلاح کر لو گے، باری کی تقسیم میں عدل سے کام لو گے اور ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ : بیویوں کے درمیان محبت میں تفاوت ہو سکتا ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمانوں کو معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ سے کتنی محبت

کرتے ہیں، تو جب ان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کوئی ہدیہ بھیجنا ہوتا تو اس کے بھیجنے میں تاخیر کرتے، یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ عائشہ کے گھر ہوتے تو وہ ہدیہ رسول اللہ ﷺ کو عائشہ کے گھر میں بھیجتے۔[بخاري، كتاب الهبة، باب من أهدى إلى صاحبه وتحرى بعض نسائه دون بعض : ٢٥٨١]

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پوچھا، آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ سے۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة ذات السلاسل : ٤٣٥٨]

ظاہری حقوق میں عورتوں سے مساوی سلوک کیا جائے، دل کے میلان پر گرفت نہیں ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات میں باریوں کی تقسیم کے اعتبار سے پورا پورا انصاف فرمایا کرتے تھے، پھر دعا فرمایا کرتے تھے: ((اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِیْ فِيْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ)) ''اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جو میرے اختیار میں ہے اور اس پر مجھے ملامت نہ کرنا جو تیرے اختیار میں ہے اور میرے اختیار میں نہیں۔'' امام ابو داؤد فرماتے ہیں، یعنی دل کے معاملے میں مجھے ملامت نہ کرنا۔[مسند أحمد : ١٤٤/٦، ح : ٢٥١٦٤۔ أبو داؤد، كتاب النكاح ، باب في القسم بين النساء : ٢١٣٤۔ ترمذی، كتاب النكاح ، باب ما جاء في التسوية بين الضرائر : ١١٤٠]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ نے اپنی بیویوں سے اجازت لی کہ آپ کی تیمارداری میرے گھر میں کی جائے، چنانچہ تمام بیویوں نے آپ کو اجازت دے دی۔[بخاري، كتاب الهبة ، باب هبة الرجل لامرأته والمرأة لزوجها : ٢٥٨٨]

وَ اِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

''اور اگر وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی وسعت سے غنی کر دے گا اور اللہ ہمیشہ سے وسعت والا، کمال حکمت والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ اگر شوہر اور بیوی کے درمیان ہر ممکن کوشش کے باوجود صلح نہ ہو سکے اور دونوں ایک دوسرے سے خوش اسلوبی کے ساتھ الگ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دونوں کو ایک دوسرے سے مستغنی کر دے گا اور اس سے اچھے رشتے کا اہتمام کر دے گا۔ اس سے اسلام کے احکام کی حکمت اور وسعت و رحمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بعض مذاہب میں طلاق کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اب وہ خواہ ایک دوسرے سے کتنے متنفر ہو جائیں، ان کی زندگی کتنی ہی اجیرن بن جائے طلاق نہیں دے سکتے۔ نہیں، ہرگز نہیں! اسلام نے دونوں کے لیے علیحدگی کا راستہ رکھا ہے، جس کے ذریعے وہ امن و سکون کی نئی زندگی شروع کر سکتے ہیں۔

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ

اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾

"اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ان لوگوں کو جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تمھیں بھی تاکیدی حکم دیا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور اگر تم کفر کرو گے تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہمیشہ سے ہر طرح بے پروا، ہر تعریف کا حق دار ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے گزشتہ اہل کتاب کو تقویٰ کی وصیت کی تھی اور اے مومنو! تمھیں بھی وصیت کرتے ہیں کہ اللہ سے ڈرو اور کفر نہ کرو۔ کفر کر کے تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ اس لیے آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملکیت ہے، وہ ہر چیز سے کامل طور پر بے نیاز ہے۔

وَ كَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا : یعنی اپنے بندوں سے بے نیاز ہے اور اپنے تمام فیصلوں اور احکام میں قابل ستائش ہے جیسا کہ اللہ نے بیان فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا، ﴿ اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ [إبراهيم : ٨] "اگر تم اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں، سب کے سب کفر کرو تو بے شک اللہ یقیناً بڑا بے پروا، بے حد تعریف والا ہے۔"

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے، تمھارے پچھلے، تمھارے انسانوں اور تمھارے جنوں (کے دل) سب سے زیادہ متقی آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری سلطنت میں کچھ بھی اضافہ نہیں ہوگا اور اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے، تمھارے پچھلے، تمھارے انسانوں اور تمھارے جنوں (کے دل) سب سے زیادہ بدکار آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری سلطنت میں کچھ بھی کمی نہیں آئے گی اور اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے، تمھارے پچھلے، تمھارے انس اور تمھارے جن ایک ہموار میدان میں کھڑے ہو کر مانگنا شروع کریں اور میں ہر انسان کو اس کی مطلوبہ چیزیں دے دوں تو اس سے جو کچھ میرے پاس ہے اس میں کوئی کمی نہیں آئے گی، مگر اتنی کہ جتنی سوئی کو سمندر کے پانی میں ڈبونے سے آئے گی۔" [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٧٧]

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾

"اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بطور وکیل کافی ہے۔"

یعنی جب تمام خزانے اور تمام اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور وہی ان کا واحد مالک ہے تو پھر کوئی دوسرا کیا کارسازی کرے گا؟

﴿ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَ يَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ۝۱۳۳ ﴾

''اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اے لوگو! اور کچھ دوسروں کو لے آئے اور اللہ ہمیشہ سے اس پر پوری طرح قادر ہے۔''

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم اس کی نافرمانی کرتے ہو تو اس بات کو مت بھولو کہ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تم سب کو فنا کر دے اور تمھاری جگہ اور لوگوں کو یہاں بسا دے، جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴾ [محمد:۳۸] ''اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمھاری جگہ تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔''

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝۱۳۴ ﴾

''جو شخص دنیا کا بدلہ چاہتا ہو تو اللہ ہی کے پاس دنیا اور آخرت کا بدلہ ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

یعنی جس شخص کا مطلوب و مقصود صرف دنیا ہی ہے اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس دنیا و آخرت دونوں کا ثواب موجود ہے۔ لہٰذا جب تم اس سے دونوں کا ثواب طلب کرو گے تو وہ تمھیں دونوں کا ثواب عطا فرما کر بے نیاز کر دے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [هود : ۱۵، ۱۶] ''جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہو ہم انھیں ان کے اعمال کا بدلہ اسی (دنیا) میں پورا دے دیں گے اور اس (دنیا) میں ان سے کمی نہ کی جائے گی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور برباد ہو گیا جو کچھ انھوں نے اس میں کیا اور بے کار ہے جو کچھ وہ کرتے رہے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۚ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ [البقرۃ : ۲۰۰ تا ۲۰۲] ''پھر لوگوں میں سے کوئی تو وہ ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے دے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انھوں نے کمایا اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ كُلًّا نُّمِدُّ هٰۤؤُلَآءِ وَهٰۤؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۸ تا ۲۱] ''جو شخص اس جلدی والی (دنیا) کا ارادہ رکھتا ہو ہم اس کو اس میں جلدی دے دیں گے جو چاہیں گے، جس کے لیے چاہیں گے، پھر ہم نے اس

کے لیے جہنم بنا رکھی ہے، اس میں داخل ہوگا، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا۔ اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی، جو اس کے لائق کوشش ہے، جبکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قدر کی ہوئی ہے۔ ہم ہر ایک کی مدد کرتے ہیں، ان کی اور ان کی بھی، تیرے رب کی بخشش سے اور تیرے رب کی بخشش کبھی بند کی ہوئی نہیں۔ دیکھ ہم نے ان کے بعض کو بعض پر کس طرح فضیلت دی ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے، اللہ کے لیے شہادت دینے والے بن جاؤ، خواہ تمھاری ذاتوں یا والدین اور زیادہ قرابت والوں کے خلاف ہو، اگر کوئی غنی ہے یا فقیر تو اللہ ان دونوں پر زیادہ حق رکھنے والا ہے۔ پس اس میں خواہش کی پیروی نہ کرو کہ عدل کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو، یا پہلو بچاؤ تو بے شک اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے پوری طرح باخبر ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ دنیا میں انصاف پرور بن کر رہیں اور اگر ان کے پاس کوئی گواہی ہے تو اسے اللہ کی رضا کے لیے ادا کریں، چاہے اس کی ضرب خود انھی پر کیوں نہ پڑتی ہو، یا وہ گواہی ان کے والدین اور دیگر قریبی رشتہ داروں کے خلاف کیوں نہ پڑتی ہو اور چاہے جس کے خلاف گواہی دی جا رہی ہو وہ کوئی مال دار آدمی کیوں نہ ہو کہ جس کی خوشنودی کی خاطر عام طور پر لوگ اس کے خلاف گواہی نہیں دیتے، یا کوئی غریب آدمی کیوں نہ ہو، جس پر رحم کھاتے ہوئے لوگ اس کے خلاف گواہی نہیں دیتے۔ اس لیے کہ اللہ بہتر جانتا ہے اور وہ زیادہ ان پر حق رکھنے والا ہے، لہٰذا ذاتی غرض، عصبیت اور آپس کی عداوت کی وجہ سے انصاف کا دامن نہ چھوڑ بیٹھیں، نہ اس میں اپنی زبان کے ذریعے تحریف پیدا کریں اور نہ اسے چھپانے کے لیے اس سے اعراض کریں۔ اس لیے کہ اللہ ان تمام اعمال سے باخبر ہے، ان کا انھیں بدلہ دے کر رہے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ : عدل و انصاف کے ساتھ گواہی دینا بہت ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ﴾ [الطلاق : ۲] ''اور شہادت اللہ کے لیے قائم کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۴۰] ''اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے وہ شہادت چھپالی جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے تھی اور اللہ ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۸۳] ''اور شہادت مت چھپاؤ اور جو اسے چھپائے تو بے شک وہ، اس کا دل گناہ گار ہے اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو

اسے خوب جاننے والا ہے۔‘‘

جھوٹی گواہی دینا بہت بڑا گناہ ہے، سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ فرمایا: ’’کیا میں تمھیں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟‘‘ صحابہ نے کہا، کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ’’اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔‘‘ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، پھر آپ سیدھے بیٹھ گئے اور مزید فرمانے لگے: ’’خبردار! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا، خبردار! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا۔‘‘ پھر آپ مسلسل یہی کہتے رہے، میں نے سوچا آپ خاموش نہیں ہوں گے۔ [بخاری، كتاب الأدب، باب عقوق الوالدين : ۵۹۷۶۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الكبائر : ۸۷]

اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا : یعنی جس کے خلاف تمھاری گواہی پڑ رہی ہے، وہ دولت مند ہے تب، اور اگر غریب ہے تو تب بھی تم اللہ تعالیٰ اور اس کی شریعت سے بڑھ کر اس کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا نہ تم دولت مند کی دولت مندی کی وجہ سے اس کی بے جا حمایت یا مخالفت کرو اور نہ غریب پر ترس کھا کر اس کے بے جا رعایت کرو، بلکہ ہر صورت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق سچی گواہی دو۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ غریب کی غربت تمھیں اس کی بے جا حمایت پر آمادہ کر دے۔ تم اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اس کے بندوں کے، خواہ وہ امیر ہوں یا غریب، خیر خواہ ہو سکتے ہو نہ زیادہ ان پر حق رکھنے والے۔

وَ اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا : ’’ اِنْ تَلْوٗۤا ‘‘ یعنی اگر تم زبان کو پیچ دے کر اس طرح بات بنا کر پیش کرو کہ جس کے خلاف گواہی پڑنی چاہیے وہ بچ جائے، ’’ اَوْ تُعْرِضُوْا ‘‘ یعنی اعراض کرنا کے معنی شہادت کے چھپانے اور ترک کرنے کے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ﴾ [البقرة: ۲۸۳] ’’اور جو اسے چھپائے تو بے شک وہ، اس کا دل گناہ گار ہے۔‘‘

سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کیا میں تمھیں بہتر گواہ کے متعلق نہ بتاؤں؟ (بہتر گواہ) وہ (ہے) جو پوچھنے سے پہلے ہی (سچی) گواہی دے دے۔‘‘ [مسلم، كتاب الأقضية، باب بيان خير الشهود : ۱۷۱۹۔ أبو داؤد، كتاب القضاء، باب في الشهادات : ۳۵۹۶]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی اور اس کتاب پر جو اس نے اس سے پہلے نازل کی اور جو شخص اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس

کے رسولوں اور یوم آخرت (کے ساتھ) کفر کرے تو یقیناً وہ گمراہ ہوا، بہت دور گمراہ ہونا۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو خطاب کیا اور ان کو "ایمان والے" کہہ کر پکارا، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ ایمان تو لا چکے تھے اور اب ایمان لانے کے بعد پھر انھیں ایمان لانے کا جو حکم دیا جا رہا ہے تو اس سے مراد یہی ہے کہ وہ حقیقی معنوں میں ایمان لائیں، ظاہری ایمان پر اکتفا نہ کریں۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ، اس کے فرشتے، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت کا انکار کرے گا وہ راہِ حق سے بھٹک جائے گا اور کھلم کھلا گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ :

ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحديد : ۲۸] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، وہ تمھیں اپنی رحمت سے دوہرا حصہ دے گا اور تمھارے لیے ایسی روشنی کر دے گا جس کے ذریعے تم چلتے رہو گے اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ النَّصٰرٰى وَ الصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرة : ٦٢] "بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی بنے اور نصاریٰ اور صابی، جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔" اور فرمایا: ﴿ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾ [الحجرات : ١٤، ١٥] "بدویوں نے کہا ہم ایمان لے آئے، کہہ دے تم ایمان نہیں لائے اور لیکن یہ کہو کہ ہم مطیع ہو گئے اور ابھی تک ایمان تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو گے تو وہ تمھیں تمھارے اعمال میں کچھ کمی نہیں کرے گا، بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔"

وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا : یعنی اگر ان میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کیا تو گویا تمام چیزوں کا انکار کر دیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر لوگوں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور انھوں نے آپ سے دریافت کیا: "ایمان کیا ہے؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کی ملاقات پر، اس کے رسولوں پر اور دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لاؤ۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الإیمان : ۵۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإیمان ما ھو؟ : ۹]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اس زمانے کا (یعنی اب سے قیامت تک) کوئی یہودی یا نصرانی (یا کوئی بھی غیر مسلم) میرے بارے میں سنے پھر اس چیز پر ایمان نہ لائے جو میں لے کر آیا ہوں تو وہ آگ والوں میں سے ہوگا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ : ۱۵۳]

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا، پھر ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا، پھر وہ کفر میں بڑھ گئے، اللہ کبھی ایسا نہیں کہ انھیں بخش دے اور نہ یہ کہ انھیں کسی راستے کی ہدایت دے۔''

اللہ تعالیٰ اس شخص کے بارے میں فرما رہا ہے جس نے ایمان کو قبول کر لیا اور اسے چھوڑ دیا، پھر اسے قبول کر لیا، پھر چھوڑ کر ضلالت کو قبول کر لیا اور ضلالت و گمراہی میں بڑھتا چلا گیا، حتیٰ کہ مر گیا تو مرنے کے بعد ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں، اللہ اسے معاف نہیں کرے گا۔ جس صورتِ حال میں وہ مبتلا ہوگا اس سے نکلنے کی اس کے لیے کوئی صورت پیدا نہیں فرمائے گا، اسے ہدایت کا کوئی راستہ عطا نہیں کرے گا۔ ایسے ہی شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۳] ''یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، سو وہ نہیں سمجھتے۔'' کافروں کی اس قسم کی ایک سازش کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۷۲] ''اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا تم دن کے شروع میں اس چیز پر ایمان لاؤ جو ان لوگوں پر نازل کی گئی ہے جو ایمان لائے ہیں اور اس کے آخر میں انکار کر دو، تاکہ وہ واپس لوٹ آئیں۔''

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾

''منافقوں کو خوش خبری دے دے کہ بے شک ان کے لیے ایک دردناک عذاب ہے۔ وہ جو کافروں کو مومنوں کے سوا دوست بناتے ہیں، کیا وہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ تو بے شک عزت سب اللہ کے لیے ہے۔''

منافقین کا انجام بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، اس لیے کہ انھوں نے مومنوں کے بجائے کافروں کو اپنا دوست بنا لیا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ کیا کافروں کی دوستی سے ان کا مقصد قوت و غلبہ حاصل کرنا ہے؟ وہ جسے چاہتا ہے عزت اور کامیابی عطا کرتا ہے، کفار اللہ کی مرضی کے بغیر ان کی کیا مدد کر سکتے ہیں؟

الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ : ایمان والوں کا شیوہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو اپنا دلی دوست بنائیں، اگر انھوں نے کافروں کو اپنا دوست بنا رکھا ہے تو پھر ان کا دعوائے ایمان کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [المجادلۃ : ۲۲] ’’تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔‘‘

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۸] ’’حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے اور لیکن منافق نہیں جانتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ﴾ [فاطر : ۱۰] ’’جو شخص عزت چاہتا ہو سو عزت سب اللہ ہی کے لیے ہے۔‘‘

وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۙ﴿۱۴۰﴾

’’اور بلاشبہ اس نے تم پر کتاب میں نازل فرمایا ہے کہ جب تم اللہ کی آیات کو سنو کہ ان کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں۔ بے شک تم بھی اس وقت ان جیسے ہو، بے شک اللہ منافقوں اور کافروں، سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔‘‘

مشرکین مکہ، منافقین اور یہود مدینہ اپنی مجلسوں میں قرآن کریم کا مذاق اڑاتے تھے۔ اس لیے اللہ نے مسلمانوں کو ان کے ساتھ بیٹھنے سے منع فرمایا، نیز فرمایا کہ منع کرنے کے باوجود اگر تم ایسی مجلسوں میں، جہاں آیاتِ الٰہی کا استہزا کیا جاتا ہو، بیٹھو گے اور اس پر نکیر نہیں کرو گے تو پھر تم بھی گناہ میں ان کے برابر ہو گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسی مجلسوں اور اجتماعات میں شریک ہونا، جن میں اللہ و رسول ﷺ کے احکام کا قولاً و عملاً مذاق اڑایا جاتا ہو، جیسے آج کل امراء، فیشن ایبل اور مغرب زدہ حلقوں میں ایسا ہوتا ہے، یہ سخت گناہ ہے، ﴿ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ﴾ کی وعیدِ قرآنی اہل ایمان کے اندر کپکپی طاری کر دینے کے لیے کافی ہے، بشرطیکہ دل کے اندر ایمان ہو۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ٦٨] ”اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات کے بارے میں (فضول) بحث کرتے ہیں تو ان سے کنارہ کر، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ بات میں مشغول ہو جائیں اور اگر کبھی شیطان تجھے ضرور ہی بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھ۔“

اس آیت کا حکم عام ہے اور ہر اس مجلس میں شرکت حرام ہے جہاں قرآن و سنت کا مذاق اڑایا جا رہا ہو۔ وہ کفار و مشرکین کی مجلس ہو یا اہل بدعت اور فاسق و فاجر کی۔ جب برائی کو ہاتھ سے بھی نہ روک سکے نہ زبان سے تو پھر خاموش بیٹھ کر سنتے رہنا تو اضعف الایمان کے بھی منافی ہے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جو شخص برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے اور اگر طاقت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب کون النھی عن المنکر من الإیمان : ٤٩]

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ وَ اِنْ كَانَ
لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ قَالُوْۤا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَ نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ
بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿١٤١﴾ ع ۲۰ / ۱۷

”وہ جو تمھارے بارے میں انتظار کرتے ہیں، پھر اگر تمھارے لیے اللہ کی طرف سے کوئی فتح ہو جائے تو کہتے ہیں کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو کوئی حصہ مل جائے تو کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہیں ہو گئے تھے اور ہم نے تمھیں ایمان والوں سے نہیں بچایا تھا۔ پس اللہ تمھارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا اور اللہ کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راستہ نہیں بنائے گا۔“

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں ہمیں یہ خبر دی ہے کہ وہ ہمیشہ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ مسلمان برے

حالات سے دو چار ہوں، ان کی حکومت زوال پذیر ہو جائے اور کافروں کو ان پر غلبہ حاصل ہو جائے۔ اگر اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو فتح و نصرت ملتی ہے تو فوراً کہنے لگتے ہیں کہ کیا ہم تمھارے ساتھ نہیں تھے؟ تمھاری فتح میں ہمارا بھی دخل ہے، اس لیے مالِ غنیمت میں ہمارا بھی حصہ ہونا چاہیے اور اگر پانسا پلٹ جاتا ہے اور کافروں کا وقتی طور پہ غلبہ ہو جاتا ہے تو وہی منافق کافروں کے پاس جا کر کہتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہیں تھے؟ کیا ہم تمھیں قتل نہیں کر سکتے تھے اور قید و بند سے نہیں گزار سکتے تھے؟ لیکن ہم نے یہ سب کچھ نہیں کیا، بلکہ مسلمانوں کی ہمت پست کرتے رہے، یہاں تک کہ تم ان پر غالب آ گئے، ورنہ تم تو حادثات کا شکار ہو چکے ہوتے۔ آگے اللہ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا، یعنی منافقین اس سے دھوکے میں نہ آ جائیں کہ زبان سے کلمہ شہادت پڑھ لینے کی وجہ سے اگر دنیا میں ان کی جان بچی ہوئی ہے تو قیامت کے دن بھی وہ جان بر ہو جائیں گے۔ قیامت کے دن ان کی یہ ظاہر داری ہرگز ان کے کام نہیں آئے گی اور دنیا میں منافقین کی یہ تمنا کبھی پوری نہیں ہوگی کہ مسلمانوں کا وجود ہی ختم ہو جائے۔

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ﴾ [العنکبوت : ۱۰] ”اور یقیناً اگر تیرے رب کی طرف سے کوئی مدد آ جائے تو یقیناً ضرور کہیں گے ہم تو تمھارے ساتھ تھے۔“

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا : اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں پر کبھی ایسا غلبہ نہیں دے گا کہ انھیں بالکل ختم کر دے، اللہ کا وعدۂ نصرت تو مومنوں کے ساتھ ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۹] ”اور نہ کمزور بنو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب ہو، اگر تم مومن ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴾ [المؤمن : ۵۱] ”بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔“

اگر کوئی کہے، اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راستہ نہیں بنائے گا، مگر اس وقت معاملہ اس کے برعکس ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تاریخ شاہد ہے کہ ان مومنوں پر جن کا یہاں ذکر ہے، کفار کو کبھی غلبہ حاصل نہیں ہوا، اب اگر مومن ہی وہ مومن نہ رہیں اور جہاد چھوڑ بیٹھیں تو اس میں اللہ کے وعدے کا کیا قصور ہے؟

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۫ۙ﴿۱۴۲﴾

”بے شک منافق لوگ اللہ سے دھوکا بازی کر رہے ہیں، حالانکہ وہ انھیں دھوکا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کے لیے

کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔‘‘

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ : اللہ تعالیٰ کو فریب دینے سے مراد یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے سامنے زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں، حالانکہ دل میں کفر چھپائے ہوئے ہیں اور اللہ کا انھیں فریب دینا یہ ہے کہ وہ انھیں ان کی فریب کاریوں کا بدلہ دیتا ہے اور انھیں دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل و خوار کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ؕ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۹، ۱۰] ’’اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔ ان کے دلوں ہی میں ایک بیماری ہے تو اللہ نے انھیں بیماری میں اور بڑھا دیا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔‘‘ قیامت کے دن بھی ان کے اسی طرح کا معاملہ کیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ؕ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ؕ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ [الحدید : ۱۳ تا ۱۵] ’’جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ان لوگوں سے کہیں گے جو ایمان لائے ہمارا انتظار کرو کہ ہم تمھاری روشنی سے کچھ روشنی حاصل کر لیں۔ کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پس کچھ روشنی تلاش کرو، پھر ان کے درمیان ایک دیوار بنا دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہو گا، اس کی اندرونی جانب، اس میں رحمت ہو گی اور اس کی بیرونی جانب، اس کی طرف عذاب ہو گا۔ وہ انھیں آواز دیں گے کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں اور لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور تم انتظار کرتے رہے اور تم نے شک کیا اور (جھوٹی) آرزوؤں نے تمھیں دھوکا دیا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا اور اس دغا باز نے تمھیں اللہ کے بارے میں دھوکا دیا۔ سو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان لوگوں سے جنھوں نے انکار کیا، تمھارا ٹھکانا ہی آگ ہے، وہی تمھاری دوست ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔‘‘

وَاِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى : یعنی جب وہ نماز کے لیے آتے ہیں تو بوجھل جسم کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، جیسے کسی نے انھیں اس کام پر مجبور کیا ہو، اس لیے کہ ان کی نیت نماز کی نہیں ہوتی اور نہ اس پر ان کا ایمان ہوتا ہے اور نہ نمازوں کے ارکان و اعمال پر وہ غور و خوض کرتے ہیں۔ ان کا مقصد تو لوگوں کے لیے دکھلاوا ہوتا ہے، تاکہ انھیں مسلمان سمجھا جائے۔ اس لیے جن نمازوں میں چھپنے کی گنجائش ہوتی اس میں وہ غیر حاضر رہتے، جیسے صبح اور عشاء کی نماز۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’منافقوں پر سب سے بھاری نماز عشاء اور صبح کی نماز

ہے، تاہم اگر انھیں معلوم ہو جائے کہ ان میں کس قدر اجر و ثواب ہے، تو یہ ان میں ضرور شریک ہوں، خواہ گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے ہی آنا پڑے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں نماز کا حکم دوں اور پھر اقامت کہی جائے اور میں کسی دوسرے آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں اپنے ساتھ کچھ ایسے لوگوں کو لے کر جاؤں جن کے پاس ایندھن کے گٹھے ہوں، پھر جو لوگ نماز کے لیے نہ آئے ہوں، ان کے گھروں کو آگ سے جلا دوں۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلاۃ العشاء فی الجماعۃ : ۶۵۷۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاۃ الجماعۃ : ۲۵۲/۶۵۱]

يُرَآءُوْنَ النَّاسَ : سیدنا جندب علقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص لوگوں کو اپنی نیکی سنانا چاہے گا اللہ تعالیٰ بھی (اس کی برائی یا اس کا عذاب) لوگوں کو سنائے گا اور جو شخص دکھانے کے لیے عبادت کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو دکھائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب لوگوں کو دکھائے گا)۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریاء : ۲۹۸۷]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(کسی نیک کام کے نتیجہ میں) جو شخص شہرت کا طالب ہو اللہ تعالیٰ اس کی بد نیتی قیامت کے دن سب کو سنا دے گا اور اسی طرح جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لیے نیک کام کرے اللہ بھی قیامت کے دن اس کو لوگوں کو دکھلا دے گا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعۃ : ۶۴۹۹۔ مسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریاء : ۲۹۸۶]

وَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا : یعنی جلدی جلدی سے، جیسے کوئی بیگار ٹالنا مقصود ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ منافقوں کی نماز ہے، یہ منافقوں کی نماز ہے، یہ منافقوں کی نماز ہے کہ منافق بیٹھ کر سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ جب وہ شیطان کے سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو یہ کھڑے ہو کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے اور ان میں بھی اللہ کا ذکر بہت کم کرتا ہے۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب التکبیر : ۶۲۲۔ ترمذی، کتاب الصلوۃ، باب ما جاء فی تعجیل العصر : ۱۶۰]

معلوم ہوا عصر کی نماز دیر سے پڑھنا بھی نفاق ہے اور دو سجدے جلدی جلدی ادا کرنا جن میں وقفہ نہ ہو ایک ہی سجدہ ہوتے ہیں، ورنہ آپ چار کی بجائے آٹھ ٹھونگوں کا ذکر فرماتے۔

مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ وَ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾

''اس کے درمیان متردد ہیں، نہ ان کی طرف ہیں اور نہ ان کی طرف اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر تو اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہ پائے گا۔''

منافقین کی حالتِ نفاق پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے کہ وہ ایمان و کفر کے درمیان حیران اور مضطرب ہوتے ہیں۔

کافروں کے پاس جاتے ہیں تو ان کے ساتھ اور مومنوں کے پاس آتے ہیں تو ان کے ساتھ دوستی اور تعلق کا اظہار کرتے ہیں۔ ظاہراً و باطناً وہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں نہ کافروں کے ساتھ۔ ظاہر ان کا مسلمانوں کے ساتھ ہے تو باطن کافروں کے ساتھ اور بعض منافق تو کفر و ایمان کے درمیان متحیر اور تذبذب ہی کا شکار رہتے تھے۔

مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ماری ماری پھرتی ہے۔ کبھی اس ریوڑ کی طرف آتی ہے اور کبھی اس ریوڑ کی طرف اور نہیں جانتی کہ ان دونوں میں سے کس کے پیچھے لگے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين : ۲۷۸۴۔ نسائي، كتاب الإيمان، باب مثل المنافق : ۵۰۴۰]

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا : یعنی جو شخص سب کچھ جاننے اور سمجھنے کے باوجود خود گمراہی میں پڑا ہو اور باطل پرستی کی طرف راغب ہو تو اسے راہ راست پر لانے کے لیے کوئی انسانی نصیحت اور کوشش کارگر نہیں ہو سکتی، بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی سزا کے طور پر گمراہی اور باطل پرستی میں پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا جائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ﴾ [الأعراف : ۱۸۶] ''جسے اللہ گمراہ کر دے پھر اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کے لیے اپنے خلاف ایک واضح حجت بنا لو۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ مومنوں کے بجائے کافروں کو دوست بنائیں، ان کی صحبت و رفاقت اختیار کریں، ان کی ہمدردی و خیر خواہی کریں، ان سے محبت کے تعلقات استوار کریں اور مومنوں کے خفیہ حالات ان سے بیان کریں۔ آگے فرمایا کہ اگر تم لوگ ایسا کرو گے تو اپنے خلاف اللہ کے نزدیک ایک واضح حجت قائم کرو گے اور عذاب کے مستحق بنو گے۔

لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ : اللہ نے کافروں کو دوست بنانے کی جگہ جگہ ممانعت کی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ﴾ [آل عمران: ۲۸] ''ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح بچنا اور اللہ

تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ؔۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [المائدۃ : ۵۱] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓىِٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [المجادلۃ : ۲۲] ’’تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِيْلِیْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ ۖۗ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖۗ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴾ [الممتحنۃ : ۱] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔‘‘

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسے ہے جیسے کستوری اٹھانے والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا۔ پس کستوری اٹھانے والا یا تو تجھے (کستوری) عطیہ دے گا، یا تو خود اس سے خرید لے گا، یا یہ کہ (کم از کم) تو اس سے پاکیزہ خوشبو تو پا لے گا اور بھٹی دھونکنے والا یا تو

تیرے کپڑے جلا دے گا، یا پھر تو اس سے بدبو (ضرور) پائے گا۔'' [بخاری، کتاب الذبائح، باب المسك : ٥٥٣٤۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب مجالسة الصالحین : ٢٦٢٨]

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿١٤٥﴾

''بے شک منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔''

جس طرح جنت کے بہت سے درجات ہیں اسی طرح جہنم کے بھی بہت سے درجات ہیں اور منافقین یا ان سے دلی دوستی رکھنے والوں کا ٹھکانا جہنم کا سب سے نچلا درجہ ہوگا، جہاں سب سے زیادہ عذاب ہوگا اور یہ کافروں کے عذاب سے بھی سخت ہوگا، کیونکہ کافر اپنے دین و ایمان کے معاملہ میں کسی کو دھوکا نہیں دیتا، جبکہ منافق، کافروں اور مسلمانوں دونوں کو دھوکے میں رکھ کر ان دونوں سے مفادات حاصل کرتا، یا حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔

جہنم کے بہت سے طبقات ہیں اور جو طبقہ جتنا زیادہ نیچے ہے، اس میں اتنا ہی زیادہ سخت عذاب ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بعض اوقات بندہ ایسی بات کہہ دیتا ہے، جس کا اسے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اس میں کتنا بڑا گناہ ہے اور اس کی وجہ سے وہ دوزخ میں مشرق و مغرب کی دوری سے بھی زیادہ گہرائی میں جا گرتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب حفظ اللسان : ٢٩٨٨/٥٠۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان : ٦٤٧٧]

إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ أَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ أَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۖ وَ سَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٤٦﴾

''مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور اللہ کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین اللہ کے لیے خالص کر لیا تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ مومنوں کو جلد ہی بہت بڑا اجر دے گا۔''

جن منافقین کی اوپر مذمت کی ہے ان کی نجات کے لیے بطور استثنا چار باتیں فرمائیں، ایک یہ کہ اپنے پچھلے رویے پر نادم ہوں، دوسرے یہ کہ آئندہ کے لیے اپنی پوری اصلاح کر لیں، تیسرے یہ کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑیں، چوتھے یہ کہ دین کا جو کام کریں خالص اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے کریں، تو وہ اس اخروی سزا سے بچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سابقہ گناہ معاف کر کے انھیں مومنوں کی جماعت میں شامل کر دے گا اور جو مفادات دنیوی یا اخروی مومنوں کو حاصل ہوں گے وہ انھیں بھی حاصل ہوں گے۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ ۖ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿١٤٧﴾

''اللہ تمھیں عذاب دینے سے کیا کرے گا، اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ۔ اور اللہ ہمیشہ سے قدر کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

مقصد یہ بتانا ہے کہ عذاب کا باعث تمھارا شکر نہ کرنا اور ایمان نہ لانا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے کہ تمھیں عذاب دے، سو اگر تم دل سے ایمان لے آؤ اور قول و فعل سے اللہ کی فرماں برداری کر کے اس کا شکر ادا کرو تو اللہ تعالیٰ قدر دان ہے، اور سب کچھ جانتا بھی ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس حال میں کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، فرمایا: ''جو کوئی اپنے سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، تو اللہ اس پر (دوزخ کی) آگ حرام کر دیتا ہے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قومًا دون قوم : ۱۲۸]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''تو جانتا ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟'' میں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔'' پھر فرمایا: ''تو جانتا ہے کہ جب بندے یہ کام کریں تو ان کا اللہ پر کیا حق ہے؟'' میں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: ''وہ حق یہ ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ دے۔'' [بخاری، کتاب اللباس، باب إرداف الرجل خلف الرجل : ۵۹۶۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنۃ : ۳۰]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے موقع پر کچھ عورتوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ و خیرات کیا کرو، کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ اہل جہنم کی اکثریت عورتوں کی ہے۔'' عورتوں نے کہا، اللہ کے رسول! ایسا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تم لعنت بہت زیادہ بھیجتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔'' [بخاری، کتاب الحیض، باب ترك الحائض الصوم : ۳۰۴۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان نقصان الإیمان بنقص الطاعات : ۷۹]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جہنم میں دیکھا تو اس میں اکثریت عورتوں کی تھی، جو ناشکری کرتی ہیں۔'' پوچھا گیا کہ کیا وہ اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ فرمایا: ''خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان ناشناس ہوتی ہیں، اگر آپ ان میں سے کسی ایک پر لمبا عرصہ احسان کرتے رہیں، پھر وہ آپ سے کوئی (ناپسندیدہ) چیز دیکھ لے تو کہتی ہے، میں نے تو (آج تک) تجھ سے کبھی کوئی خیر دیکھی ہی نہیں۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب کفران العشیر و کفر دون کفر : ۲۹]

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾

”اللہ بری بات کے ساتھ آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں کہ آدمی اپنی زبان سے بری باتیں لوگوں کے سامنے بیان کرتا پھرے، جیسے گالی گلوچ، غیبت، چغل خوری، خواہ مخواہ کسی کو بددعا دینا، بدزبانی اور فسق و فجور کے کلمات زبان پر لاتے رہنا۔ اس سے مستثنیٰ صرف وہ شخص ہے جس پر ظلم ہوا ہو، اسے حق پہنچتا ہے کہ حاکم کے سامنے اپنی مظلومیت بیان کرے، یا ظالم کے لیے بددعا کرے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ : یعنی اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی برائی کو ظاہر کیا جائے، یا اس کا اعلان کیا جائے، یا اس کو شہرت دی جائے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [النور : ١٩] ”بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے کسی مسلمان کے عیب کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب کی پردہ پوشی فرمائے گا۔“ [بخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم : ٢٤٤٢۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ٢٥٨٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری تمام امت کو معاف کر دیا جائے گا، سوائے ان لوگوں کے جو ظاہر کرنے والے ہیں اور ظاہر کرنا یہ ہے کہ آدمی رات کو کوئی (برا) عمل کرے، پھر جب صبح ہو تو اگرچہ اللہ نے اس کی برائی پر پردہ ڈال دیا ہو، لیکن وہ کہے، اے فلاں! میں نے رات کو ایسا ایسا کیا۔ اب اللہ نے تو اس پر پردہ ڈال دیا تھا، لیکن اس نے اپنے (عیب) سے اللہ کا پردہ کھول دیا۔“ [بخاری، کتاب الأدب، باب ستر المؤمن علی نفسه : ٦٠٦٩۔ مسلم، کتاب الزهد، باب النهی عن هتك الإنسان ستر نفسه : ٢٩٩٠]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(روزِ حشر) تم میں سے ایک شخص اپنے رب سے بہت قریب ہو جائے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے ڈھانپ لے گا (یعنی اس پر رحم کرے گا) پھر فرمائے گا، تو نے فلاں فلاں عمل کیا تھا؟ وہ شخص اقرار کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو نے فلاں فلاں عمل (بھی) کیا تھا؟ وہ کہے گا، ہاں! الغرض، وہ اپنے ہر جرم کا اقرار کر لے گا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈال دیا تھا اور آج انھیں معاف کرتا ہوں۔“ [بخاری، کتاب الأدب، باب ستر المؤمن علی نفسه : ٦٠٧٠]

اِلَّا مَنْ ظُلِمَ : یعنی جب کوئی شخص ظلم پر اتر آئے تو مظلوم کو حق حاصل ہے کہ وہ اس کی زیادتی کے خلاف آواز بلند کرے۔ خصوصاً جہاں آواز بلند کرنے سے اس پر ظلم رک سکتا ہے یا اس کا مداوا ہو سکتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴾ [الشوریٰ : ٤١] ''اور بے شک جو شخص اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے لے تو یہ وہ لوگ ہیں جن پر کوئی راستہ نہیں۔''

اسی طرح لوگوں کو اس کے ظلم سے بچانے کے لیے اس کا عیب بیان کرنا بھی جائز ہے۔ رواۃ حدیث کی جرح بھی اسی ضمن میں آتی ہے، کیونکہ ضعیف روایت بیان کرنا امت پر ظلم ہے۔ کوئی شخص باوجود وسعت کے دوسرے کا حق نہ دیتا ہو تو اس کو طعن و ملامت کرنا بھی جائز ہے، جیسا کہ نبی ﷺ سے بیان کیا جاتا ہے: ''غنی آدمی کا حق ادا کرنے میں دیر کرنا یا ٹال مٹول کرنا (اس کے لیے) سزا اور (اس کی) آبرو کو حلال کر دیتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الاستقراض، باب لصاحب الحق مقال، قبل الحديث : ٢٤٠١]

اسی طرح جو پہلے زیادتی کرے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دونوں گالیاں بکنے والے جو کچھ کہتے ہیں اس کا گناہ ان دونوں میں سے ابتدا کرنے والے پر ہے، جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب النهي عن السباب : ٢٥٨٧۔ أبو داؤد، كتاب الأدب، باب المستبان : ٤٨٩٤]

کوئی شخص کسی کے منہ سے کسی کے لیے برا کلمہ نکلوائے تو وہ بھی اس کے تحت جائز ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا، وہ اپنے ہمسائے کی شکایت کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''جاؤ اور صبر کرو۔'' وہ پھر آپ کے پاس دو یا تین بار آیا تو آپ نے فرمایا: ''جا اپنا سامان راستے پر ڈال دے۔'' چنانچہ اس نے اپنا مال و متاع راستے پر ڈال دیا۔ لوگ اس سے پوچھنے لگے (کہ کیا ہوا؟) تو اس نے انھیں اپنے ہمسائے کا سلوک بتایا۔ تو لوگ اسے لعنت ملامت کرنے لگے کہ اللہ اس کے ساتھ ایسے کرے اور ایسے کرے۔ تو وہ ہمسایہ اس کے پاس آیا اور اس سے بولا، اپنے گھر میں واپس چلے جاؤ، (آئندہ) میری طرف سے کوئی ناپسندیدہ سلوک نہیں دیکھو گے۔ [أبو داؤد، كتاب الأدب، باب في حق الجوار : ٥١٥٣]

اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿١٤٩﴾

''اگر تم کوئی نیکی ظاہر کرو، یا اسے چھپاؤ، یا کسی برائی سے درگزر کرو تو بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

جس پر زیادتی ہوئی ہو اس کے لیے جائز قرار دیا گیا کہ وہ اپنا قضیہ حاکم کے سامنے پیش کرے اور اپنا بدلہ لے لے، لیکن اس آیت کریمہ میں اس سے بہتر اور افضل بات کی طرف راہنمائی کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص تمھارے ساتھ برائی کرے اور تم اسے معاف کر دو، تو تمھارے ذہن میں یہ بات رہنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو معاف کرتا ہے،

حالانکہ وہ انتقام لینے پر قادر ہے۔ اس لیے اگر تم بھی قدرت ہونے کے باوجود معاف کر دیتے ہو تو یقین رکھو کہ اللہ ظاہر اور پوشیدہ ہر معاملے کو جانتا ہے، وہ تمھیں کبھی ضائع نہیں کرے گا اور تمھیں اس کا اچھے سے اچھا بدلہ دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ﴾ [الشوریٰ : ۴۰] ''اور کسی برائی کا بدلہ اس کی مثل ایک برائی ہے، پھر جو معاف کر دے اور اصلاح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا، معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ عزت میں اضافہ فرما دیتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے سر بلندی عطا فرما دیتا ہے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع : ۲۵۸۸]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک اللہ تعالیٰ مومن کو قریب کر لے گا، پھر اسے ڈھانپ لے گا (یعنی اس پر رحم کرے گا) اور اسے (مخلوق سے) چھپا لے گا اور فرمائے گا، کیا تو فلاں گناہ کا اقرار کرتا ہے؟ کیا تو فلاں گناہ کا اعتراف کرتا ہے؟ وہ عرض کرے گا، ہاں، اے پروردگار! یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے تمام گناہوں کا اعتراف کرا لے گا اور وہ شخص اپنے دل میں خیال کرے گا کہ اب تو مارا گیا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا تھا اور آج میں تیرے گناہوں کو معاف کیے دیتا ہوں۔ پھر اسے اس کی نیکیوں کی کتاب دے دی جائے گی۔'' [بخاری، کتاب المظالم، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿ ألا لعنة الله على الظالمين ﴾ : ۲۴۴۱]

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾

''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان کوئی راستہ اختیار کریں۔ یہی لوگ حقیقی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

منافقین کے قبیح اعمال و اقوال بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے اللہ تعالیٰ نے ان یہود و نصاریٰ کی سرزنش کی ہے جو اس کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور انھوں نے ایمان لانے میں اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کر دیا ہے۔ پھر بعض انبیاء پر ان کا ایمان ہے اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور یہ محض اپنی خواہش و عادت اور اپنے آبا و اجداد کی تقلید کی وجہ سے ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ ان کے پاس کوئی دلیل ہے۔ یہودیوں پر اللہ لعنت کرے،

ان کا دیگر انبیاء پر تو ایمان تھا مگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد ﷺ پر ایمان نہیں تھا۔ اسی طرح نصرانیوں کا دیگر انبیاء پر تو ایمان تھا مگر خاتم النبیین اور اشرف المرسلین سیدنا محمد ﷺ کے ساتھ کفر کرتے تھے۔ بہر حال مقصود یہ ہے کہ جو کسی بھی نبی کے ساتھ کفر کرے تو گویا کہ اس نے تمام انبیاء کے ساتھ کفر کیا، کیونکہ ہر اس نبی پر ایمان لانا واجب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف مبعوث فرمایا، لہٰذا جو شخص حسد یا عصبیت یا خواہش کی وجہ سے کسی بھی نبی کی نبوت کا انکار کرے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جن انبیاء پر اس کا ایمان ہے وہ بھی شرعی ایمان نہیں ہے، بلکہ وہ کسی غرض، خواہش اور عصبیت پر مبنی ہے۔ جیسا کہ ہمارے زمانے کے مادہ پرستوں نے مسجد کی حد تک نماز، بازاروں میں سود، عدالتوں اور حکومت کے شعبوں میں کفریہ قوانین، سب کچھ ملا کر اس کا نام اسلام رکھا ہے اور بعض نے کہا کہ قرآن کو تو حجت مانیں گے مگر نبی ﷺ کے فرمان کو نہیں مانیں گے، کیوں کہ یہ آپ ﷺ کے بہت بعد میں لکھی گئیں، یہ منکرین حدیث بھی انھیں لوگوں میں شامل ہیں۔

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓىِٕكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ ع ۲۱

”اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور انھوں نے ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہ کی، یہی لوگ ہیں جنھیں وہ عنقریب ان کے اجر دے گا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

اس سے مراد امت محمد ﷺ کے لوگ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہر کتاب اور ہر اس نبی پر ایمان رکھتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں ان کا پورا پورا بدلہ دے گا اور ان سے اگر کوئی تقصیر ہوئی ہوگی تو اسے معاف کر دے گا اور از روئے رحمت ان کی نیکیوں کو کئی گنا بڑھا دے گا۔

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ : انبیائے کرام علیہم السلام کے درمیان تفریق نہ کرنے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس طرح حکم دیتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَاۤ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۳٦] ”کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد کی طرف اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ﴾ [البقرۃ : ۲۸۵] ”رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی جانب سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور سب مومن بھی، ہر

ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔‘‘

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں، جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں اور جنت حق ہے، جہنم حق ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دے گا، خواہ وہ کیسا ہی عمل کرتا ہو۔‘‘ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ يأهل الكتاب لا تغلوا في دينكم ﴾ : ٣٤٣٥۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا : ٢٨]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تین شخص ایسے ہیں جن کے لیے دوگنا ثواب ہے: ① وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو، اپنے نبی پر ایمان لایا ہو اور (پھر) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے۔ ② وہ مملوک غلام، جو اللہ کے حق کو اور اپنے مالک کے حق کو ادا کرتا رہے۔ ③ وہ شخص جس کے پاس اس کی لونڈی ہو، اس نے اسے ادب سکھایا اور اس کی عمدہ تربیت کی اور اسے اچھی و اعلیٰ تعلیم دی، پھر اسے آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا، پس اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب العلم، باب تعليم الرجل أمته و أهله : ٩٧۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ : ١٥٤]

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ وَ اٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾

’’اہل کتاب تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ان پر آسمان سے کوئی کتاب اتارے، سو وہ تو موسیٰ سے اس سے بڑی بات کا مطالبہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے کہا ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھا، تو انھیں بجلی نے ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑ لیا، پھر انھوں نے بچھڑے کو پکڑ لیا، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکی تھیں، تو ہم نے اس سے درگزر کیا اور ہم نے موسیٰ کو واضح غلبہ عطا کیا۔‘‘

یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام پر پوری تورات لکھی ہوئی نازل ہوئی تھی، اسی طرح آسمان سے ہمارے لیے کوئی کتاب اترنی چاہیے، تاکہ ہم تمھارے اوپر ایمان لے آئیں۔ یہ بات انھوں نے ہٹ دھرمی اور کفر کی وجہ سے کہی تھی، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لیے تورات میں بیان کردہ دلائل و براہین کے بعد انھیں کسی دلیل کی ضرورت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان کے اس مطالبہ پر حیرت نہ کریں، انھوں نے تو موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑا سوال کیا تھا کہ ہمیں اللہ کو ان ظاہری آنکھوں سے دکھا دو۔ تو آسمان سے بجلی نے انھیں ان

کے عناد و تکبر کی وجہ سے اپنی گرفت میں لے لیا اور وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے، پھر اللہ نے ان کے حال پر رحم کرتے ہوئے انھیں دوبارہ زندہ کر دیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے بچھڑے کو معبود بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی اور جب موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے واپس آئے اور دوبارہ انھیں توحید کی دعوت دی اور شرک پر ان کی سرزنش کی، تب انھوں نے توبہ کی اور اللہ نے انھیں پھر معاف کر دیا۔

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ : یہاں یہود کی جہالت کے بیان کا مقصد ان کی سرکشی اور طبعی ضد و عناد کو واضح کرنا ہے۔ ان کا مقصد آپ پر ایمان لانا تو تھا نہیں، محض شرارت کے لیے اور لاجواب کرنے کے لیے نت نئے اعتراضات پیش کرتے رہتے۔ ان میں سے ایک ان کی یہ فرمائش بھی تھی کہ موسیٰ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تختیاں ملی تھیں، آپ بھی اللہ کے ہاں سے اسی طرح کتاب لا کر دکھائیں، تاکہ ہم آپ کی تصدیق کریں اور آپ پر ایمان لائیں۔ کفار مکہ نے بھی ایسا ہی سوال کیا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ۹۳] ”اور ہم تیرے چڑھنے کا ہرگز یقین نہ کریں گے، یہاں تک کہ تو ہم پر کوئی کتاب اتار لائے جسے ہم پڑھیں۔ تو کہہ میرا رب پاک ہے، میں تو ایک بشر کے سوا کچھ نہیں جو رسول ہے۔“

فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ : یعنی تمھاری اس فرمائش کے عین مطابق موسیٰ علیہ السلام کتاب لائے تو تم نے اس سے بڑا مطالبہ پیش کر دیا، یعنی یہ کہ ہمیں واضح طور پر سامنے اللہ تعالیٰ کا دیدار کراؤ۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [البقرة : ۵۵، ۵۶] ”اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم ہرگز تیرا یقین نہ کریں گے، یہاں تک کہ ہم اللہ کو کھلم کھلا دیکھ لیں، تو تمھیں بجلی نے پکڑ لیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ پھر ہم نے تمھیں تمھارے مرنے کے بعد زندہ کیا، تاکہ تم شکر کرو۔“

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ : یعنی اگرچہ بلادِ مصر میں موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں وہ کھلی نشانیاں اور زبردست دلائل دیکھ چکے تھے اور یہ مشاہدہ کر چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے دشمن فرعون کو اس کے تمام لشکروں سمیت سمندر میں غرق کر دیا تھا اور انھیں سمندر سے صحیح سلامت پار کر دیا تھا، مگر سمندر پار کرنے کے بعد ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ ان کا جب ایسے لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جو اپنے بتوں کی عبادت کرتے تھے تو یہ کہنے لگے: ﴿ اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ﴾ [الأعراف : ۱۳۸] ”ہمارے لیے کوئی معبود بنا دے، جیسے ان کے کچھ معبود ہیں۔“

وَ رَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَ قُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾

"اور ہم نے ان پر پہاڑ کو ان کا پختہ عہد لینے کے ساتھ اٹھا کھڑا کیا اور ہم نے ان سے کہا دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور ہم نے ان سے کہا کہ ہفتے کے دن میں زیادتی مت کرو اور ہم نے ان سے ایک مضبوط عہد لیا۔"

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ : بنی اسرائیل نے تورات کے احکام کی پابندی کرنے سے انکار کر دیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام جس دین و شریعت کو لائے تھے اس کی حکم عدولی ان سے ظاہر ہو رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سروں پر پہاڑ کو بلند کر دیا اور ان سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو مانو، تو انھوں نے ماننا شروع کر دیا اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے، مگر حالتِ سجدہ میں بھی اوپر کی طرف دیکھ رہے تھے کہ کہیں پہاڑ ان پر گر نہ جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ ﴾ [الأعراف : ۱۷۱] "اور جب ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان کے اوپر اٹھایا، جیسے وہ ایک سائبان ہو اور انھوں نے یقین کر لیا کہ بے شک وہ ان پر گرنے والا ہے۔ جو کچھ ہم نے تمھیں دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑو۔"

وَّ قُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا : دوسری حرکت انھوں نے یہ کی کہ جب انھیں شہر میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کا حکم ہوا تو وہ کولہوں کے بل داخل ہوئے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(یہودی شہر کے) دروازے میں کولہوں کے بل داخل ہوئے تھے۔" [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ و إذ قلنا ادخلوا هذه القرية ﴾ : ۴۴۷۹۔ مسلم، كتاب التفسير، باب في تفسير آيات متفرقة : ۳۰۱۵]

وَ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا : اہل کتاب سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ وہ ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار نہیں کریں گے، لیکن انھوں نے اس عہد کو بھی توڑ دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ يَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۶۳] "اور ان سے اس بستی کے بارے پوچھ جو سمندر کے کنارے پر تھی، جب وہ ہفتے کے دن میں حد سے تجاوز کرتے تھے، جب ان کی مچھلیاں ان کے ہفتے کے دن سر اٹھائے ہوئے ان کے پاس آتیں اور جس دن ان کا ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہ آتی تھیں، اس طرح ہم ان کی آزمائش کرتے تھے، اس کی وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے۔"

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾

’’پھر ان کے اپنے عہد کو توڑ دینے ہی کی وجہ سے (ہم نے ان پر لعنت کی) اور ان کے اللہ کی آیات کا کفر کرنے اور ان کے انبیاء کو کسی حق کے بغیر قتل کرنے اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دل غلاف میں محفوظ ہیں، بلکہ اللہ نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے مہر کر دی تو وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم۔‘‘

یہ ان گناہوں کا ذکر ہے جن کا یہودیوں نے ارتکاب کیا اور انھی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کو واجب قرار دے کر انھیں ہدایت سے محروم کر دیا۔ انھوں نے اس عہد و پیمان کو توڑ دیا جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔ آیات سے مراد دلائل و براہین اور وہ معجزات ہیں جن کا انھوں نے انبیاء کے ہاتھوں مشاہدہ کیا تھا۔ ان کے جرائم کی کثرت اور انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں جرأت اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ انھوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کی ایک بہت بڑی جماعت کو شہید کر دیا تھا اور انھوں نے تکبر میں آ کر کہا کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں، ان میں انبیاء کی باتیں داخل نہیں ہوتیں تو ہمارا کیا قصور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کر دی اور کہا کہ بات بالکل برعکس ہے، اللہ نے تو ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، اس لیے اب حق قبول کرنے کی استعداد تقریباً ختم ہو چکی ہے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ : بنی اسرائیل کی عہد شکنی کا ذکر قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ٦٣، ٦٤] ’’اور جب ہم نے تمھارا پختہ عہد لیا اور تمھارے اوپر پہاڑ کو بلند کیا۔ پکڑو قوت کے ساتھ جو ہم نے تمھیں دیا ہے اور جو اس میں ہے اسے یاد کرو، تاکہ تم بچ جاؤ۔ پھر تم اس کے بعد پھر گئے تو اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ٨٣ تا ٨٥] ’’اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے اور ماں باپ اور قرابت والے اور یتیموں اور مسکینوں سے احسان کرو گے اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، پھر تم پھر گئے مگر تم میں سے تھوڑے اور تم منہ پھیرنے والے تھے۔ اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ تم اپنے خون نہیں بہاؤ

گے اور نہ اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نکالو گے، پھر تم نے اقرار کیا اور تم خود شہادت دیتے ہو۔ پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ اپنے آپ کو قتل کرتے ہو اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو، ان کے خلاف ایک دوسرے کی مدد گناہ اور زیادتی کے ساتھ کرتے ہو، اور اگر وہ قیدی ہو کر تمھارے پاس آئیں تو ان کا فدیہ دیتے ہو، حالانکہ اصل یہ ہے کہ ان کا نکالنا تم پر حرام ہے، پھر کیا تم کتاب کے بعض پر ایمان لاتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ تو اس شخص کی جزا جو تم میں سے یہ کرے اس کے سوا کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور اللہ ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔‘‘

وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴾ [البقرة : ۸۷] ’’پھر کیا جب بھی کوئی رسول تمھارے پاس وہ چیز لے کر آیا جسے تمھارے دل نہ چاہتے تھے، تم نے تکبر کیا تو ایک گروہ کو جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے۔‘‘

وَقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [البقرة : ۸۸] ’’اور انھوں نے کہا ہمارے دل غلاف میں (محفوظ) ہیں، بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی، پس وہ بہت کم ایمان لاتے ہیں۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو سیاہ نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ (جب گناہ بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں تو وہ سیاہ نقطہ) سارے دل پر چھا جاتا ہے۔‘‘ [ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة ويل للمطففين : ۳۳۳۴۔ مستدرك حاكم : ۵۱۷/۲، ح : ۳۹۰۸]

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ : یعنی بعض انبیاء کا انکار خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۰۱] ’’اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک رسول اس کی تصدیق کرنے والا آیا جو ان کے پاس ہے تو ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے، جنھیں کتاب دی گئی تھی، اللہ کی کتاب کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا، جیسے وہ نہیں جانتے۔‘‘

وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾

’’اور ان کے کفر کی وجہ سے اور مریم پر ان کے بہت بڑا بہتان باندھنے کی وجہ سے۔‘‘

﴿ بِكُفْرِهِمْ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھنے کے باوجود ان کی نبوت کا انکار کر کے

صریح کفر کا ارتکاب کیا اور پھر مریم علیہا السلام کی طرف زنا کی نسبت کر کے مزید بہتان باندھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ۝ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴾ [مریم : ۲۸،۲۷] ”پھر وہ اسے اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس لے آئی، انھوں نے کہا اے مریم! یقیناً تو نے تو بہت برا کام کیا ہے۔ اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں کوئی بدکار تھی۔“

وَ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًۢا ۝۱۵۷ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۱۵۸

”اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ بلاشبہ ہم نے ہی مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا، جو اللہ کا رسول تھا، حالانکہ نہ انھوں نے اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی پر چڑھایا اور لیکن ان کے لیے اس (مسیح) کا شبیہ بنا دیا گیا اور بے شک وہ لوگ جنھوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے، یقیناً اس کے متعلق بڑے شک میں ہیں، انھیں اس کے متعلق گمان کی پیروی کے سوا کچھ علم نہیں اور انھوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ انھوں نے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو قتل کر دیا تھا اور یہودی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ”رسول اللہ“ حقارت اور مذاق کے طور پر کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعویٰ کی تردید کی اور کہا کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا اور نہ پھانسی دی، بلکہ وہ شبہ میں ڈال دیے گئے۔ اسی لیے اللہ نے کہا کہ جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا ہے، دراصل وہ شک میں مبتلا ہوئے ہیں۔ ان کے پاس اس بارے میں کوئی صحیح علم نہیں ہے، وہ تو محض ظن و گمان سے ایک بات کہتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی طرف بلا لیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ ﴾ [آل عمران : ۵۵] ”جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ! بے شک میں تجھے قبض کرنے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔“

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا : یہ نص صریح ہے اس بات پر کہ جسم اور روح دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف آسمان پر اٹھا لیا، جہاں وہ زندہ موجود ہیں۔ قیامت سے پہلے وہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے، چالیس سال یہاں زندگی گزاریں گے اور دجال کو قتل کرنے کے بعد طبعی موت فوت ہوں گے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے ناسوتی بدن کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھایا جانا اور ان کی حیات، یہ امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے، جس کی بنیاد

قرآنی تصریحات اور ان تفصیلات پر ہے جو احادیث میں وارد ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام اصحابِ تفسیر اور ائمہ حدیث اس پر متفق ہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنے بدن سمیت زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ لہٰذا حیاتِ مسیح کے انکار سے قرآن و حدیث کا انکار لازم آتا ہے، جو موجب گمراہی ہے۔[التلخیص الحبیر : ۳۱۹]

وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾

”اور اہل کتاب میں کوئی نہیں مگر اس کی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لائے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔“

یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں نزول ہوگا اور وہ دجال کو قتل کر کے اسلام کا بول بالا کریں گے، تو اس وقت جتنے یہودی اور نصرانی ہوں گے وہ انھیں بھی قتل کر ڈالیں گے اور روئے زمین میں مسلمان کے سوا کوئی اور باقی نہیں بچے گا۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام جزیہ موقوف کر دیں گے اور یہود و نصاریٰ میں سے جو اسلام قبول نہیں کرے گا، اسے قتل کر دیں گے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جلد ہی تم میں عیسیٰ علیہ السلام ایک عادل حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں گے، وہ صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ ختم کر دیں گے، نیز تب مال کی اس قدر فراوانی ہو جائے گی کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا، حتیٰ کہ ایک سجدہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہوگا۔“ یہ بیان کرنے کے بعد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾ [النساء : ۱۵۹] ”اور اہل کتاب میں کوئی نہیں مگر اس کی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لائے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔“[بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب نزول عیسی ابن مریم : ۳۴۴۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب نزول عیسی ابن مریم حاکمًا : ۱۵۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابن مریم علیہما السلام ”فج الروحاء“ نامی جگہ سے حج یا عمرے یا دونوں کا اکٹھا ہی تلبیہ پکاریں گے۔“[مسلم، کتاب الحج، باب إهلال النبی صلی اللہ علیہ وسلم و هدیه : ۱۲۵۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے تو وہ خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو مٹا دیں گے، آپ کے لیے نماز کو جمع کیا جائے گا اور (لوگوں کو) مال سے اس قدر نوازا جائے گا کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ آپ خراج کو ختم کر دیں گے، مقام روحاء میں نازل ہوں گے اور وہاں سے حج یا عمرے یا دونوں ہی کا احرام باندھیں گے۔“ اس کے بعد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ حنظلہ کا خیال ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ہر اہل کتاب

عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ایمان لے آئے گا، لیکن یہ معلوم نہیں کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا حصہ ہے، یا یہ بات سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی۔[مسند أحمد : ۲/ ۲۹۰، ح : ۷۹۲۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھارا کیا حال ہوگا جب تم میں مسیح ابن مریم نازل ہوں گے اور تمھارا امام تمھی میں سے ہوگا۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب نزول عیسی ابن مریم علیهما السلام : ۳۴۴۹۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب نزول عیسی ابن مریم حاکمًا بشریعة نبینا محمد ﷺ : ۱۵۵/۲۴۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمام انبیاء بھائی بھائی ہیں، ان کی مائیں مختلف ہیں مگر ان کا دین ایک ہے، میں عیسیٰ علیہ السلام کا اور لوگوں کی نسبت زیادہ قریبی ہوں، کیونکہ میرے اور ان کے مابین اور کوئی نبی نہیں ہے اور وہ نازل ہونے والے ہیں، تم انھیں دیکھو گے تو پہچان لو گے کہ وہ ایک ایسے شخص ہوں گے جن کا قد درمیانہ اور رنگ سرخ سفیدی مائل ہوگا، انھوں نے ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑے پہن رکھے ہوں گے۔ سر سے یوں محسوس ہوگا جیسے پانی کے قطرے گر رہے ہوں، حالانکہ وہ گیلا نہیں ہوگا۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے علاوہ تمام ملتوں کو ہلاک کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں مسیح دجال کو بھی ہلاک کر دے گا۔ پھر زمین اس قدر پر امن ہو جائے گی کہ شیر اونٹوں کے ساتھ، چیتے گائیوں کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ مل کر چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے، مگر سانپ انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال رہیں گے اور پھر فوت ہو جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۴۰۶، ح : ۹۲۹۲۔ أبو داؤد، کتاب الملاحم، باب خروج الدجال : ۴۳۲۴۔ ابن حبان : ۶۸۲۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو جب تک رومی مقام اعماق یا دابق پر حملہ آور نہ ہوں گے، ان کے مقابلے کے لیے مدینہ سے ایک ایسا لشکر نکلے گا جو اس وقت روئے زمین کے بہترین لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ جب وہ ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہوں گے تو رومی کہیں گے، ہمیں چھوڑ دو، تاکہ ہم ان لوگوں سے جنگ کریں جنھوں نے ہمارے آدمیوں کو قیدی بنا لیا ہے، مسلمان جواب دیں گے، نہیں! اللہ کی قسم! ہم تمھیں اپنے بھائیوں سے جنگ نہیں کرنے دیں گے، مگر جب وہ ان سے لڑائی کریں گے تو ان میں سے ایک تہائی پسپائی اختیار کر لیں گے، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی توبہ ہرگز قبول نہیں کرے گا، ایک تہائی شہید ہو جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل شہید ہوں گے اور ایک تہائی فتح یاب ہو جائیں گے اور یہ لوگ آئندہ کبھی فتنے میں مبتلا نہیں ہوں گے اور بعد ازاں یہ لوگ قسطنطنیہ فتح کر لیں گے، پھر وہ اپنی غنیمتوں کو تقسیم کر رہے ہوں گے اور انھوں نے زیتون کے ساتھ اپنی تلواروں کو لٹکا رکھا ہوگا کہ اچانک شیطان ان میں چیخ کر کہے گا کہ مسیح (دجال) تمھارے پیچھے

تمھارے اہل و عیال میں موجود ہیں، تو سب لوگ واپس جا کر دیکھیں گے مگر یہ بات جھوٹی ہوگی، لیکن جب وہ شام آئیں گے تو مسیح (دجال) کا خروج ہوگا۔ مسلمان لڑائی کے لیے صفوں کو درست کر رہے ہوں گے، تب نماز کھڑی ہوگی تو عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور وہ ان کے امام کو امامت کروانے کا کہیں گے۔ جب اللہ کا دشمن (مسیح دجال) آپ کو دیکھے گا تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ اگر آپ اسے چھوڑ دیں تو وہ پگھل پگھل کر خود ہی ہلاک ہو جائے، مگر اللہ تعالیٰ اسے آپ کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور آپ کے نیزے پر اس کا خون دکھائے گا۔"
[مسلم، كتاب الفتن، باب في فتح قسطنطينية و خروج الدجال و نزول عيسى ابن مريم عليهما السلام : ۲۸۹۷]

ان احادیث میں آسمان پر اٹھائے جانے کے علاوہ قیامت کے قریب ان کے نزول کا ذکر ہے، یہ احادیث رسول اللہ ﷺ سے متواتر ہیں۔ ان کے راویوں میں سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا عبد اللہ بن مسعود، سیدنا عثمان بن ابی العاص، سیدنا ابو امامہ، سیدنا نواس بن سمعان، سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص، اور سیدنا ابو سَرِیحَہ حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ ان احادیث میں آپ کے نزول کی صفت اور جگہ کا بیان ہے۔ مسیح علیہ السلام کا اپنے جسم کے ساتھ اٹھایا جانا، وہاں ان کا زندہ موجود ہونا، دوبارہ دنیا میں آ کر کئی سال رہنا اور دجال کو قتل کرنے کے بعد اپنی طبعی موت مرنا امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے اور اس کی بنیاد قرآنی تصریحات اور ان تفصیلات پر ہے جو احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔ لہٰذا حیات مسیح کے انکار سے قرآن و حدیث کا انکار لازم آتا ہے، جو سراسر گمراہی ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہود تم سے ضرور جنگ کریں گے، چنانچہ تم انھیں یقیناً قتل کر دو گے، حتیٰ کہ پتھر بھی کہے گا، اے مسلم! یہ یہودی ہے، آؤ اور اسے قتل کرو۔" [بخاری، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام : ۳۵۹۳۔ مسلم، كتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يمر...... الخ : ۲۹۲۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک مسلمان یہودیوں سے جنگ نہ کر لیں، مسلمان یہودیوں کو قتل کر دیں گے، حتیٰ کہ یہودی پتھروں یا درختوں کے پیچھے چھپتے پھریں گے اور حجر و شجر پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے، آؤ اور اسے قتل کر دو، سوائے غرقد کے درخت کے، وہ ایسا نہیں کہے گا، کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔" [بخاری، كتاب الجهاد و السير، باب قتال اليهود : ۲۹۲۶۔ مسلم، كتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يمر...... الخ : ۲۹۲۲]

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾

"تو جو لوگ یہودی بن گئے، ان کے بڑے ظلم ہی کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں، جو ان کے لیے

حلال کی گئی تھیں اور ان کے اللہ کے راستے سے بہت زیادہ روکنے کی وجہ سے۔ اور ان کے سود لینے کی وجہ سے، حالانکہ یقیناً انھیں اس سے منع کیا گیا تھا اور ان کے لوگوں کے اموال باطل طریقے کے ساتھ کھانے کی وجہ سے اور ہم نے ان میں سے کفر کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہودیوں کے ظلم اور کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے اس نے ان کے لیے بہت سی ایسی پاکیزہ چیزوں کو بھی حرام قرار دے دیا تھا، جسے ان کے لیے پہلے حلال قرار دیا تھا۔ یہ حرمت قدری بھی ہو سکتی ہے، یعنی اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ انھوں نے اپنی کتاب کی تاویل کی اور احکام الٰہی کو بدل کر بہت سی حلال چیزوں کو اپنے اوپر تشدد، سختی اور تنگی کے باعث حرام قرار دے لیا اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس حرمت سے مراد شرعی حرمت ہو اور اس کے معنی یہ ہوں کہ بہت سی چیزیں جو پہلے ان کے لیے حلال تھیں، اللہ نے تورات میں انھیں ان کے لیے حرام قرار دے دیا تھا۔ اس کے علاوہ لوگوں کو اسلام سے روکتے تھے، سود کھاتے تھے اور لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھا جایا کرتے تھے۔ ان جرموں کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَاۤ اَوِ الْحَوَايَاۤ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٤٦] ”اور ان لوگوں پر جو یہودی بن گئے، ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا اور گائیوں اور بکریوں میں سے ہم نے ان پر دونوں کی چربیاں حرام کر دیں، سوائے اس کے جو ان کی پشتیں یا انتڑیاں اٹھائے ہوئے ہوں، یا جو کسی ہڈی کے ساتھ ملی ہو۔ یہ ہم نے انھیں ان کی سرکشی کی جزا دی اور بلاشبہ ہم یقیناً سچے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ﴾ [آل عمران : ٩٣] ”کھانے کی ہر چیز بنی اسرائیل کے لیے حلال تھی مگر جو اسرائیل نے اپنے آپ پر حرام کر لی، اس سے پہلے کہ تورات اتاری جائے۔“

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ الْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ ع ٢٢

”لیکن ان میں سے وہ لوگ جو علم میں پختہ ہیں اور جو مومن ہیں، وہ اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف نازل کیا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا اور جو خاص کر نماز ادا کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہیں، یہ لوگ ہیں جنھیں ہم عنقریب بہت بڑا اجر عطا کریں گے۔“

علم میں پختہ وہ لوگ ہیں جو منزل من اللہ وحی کے متلاشی ہوں اور وہیں سے دلیل اور راہنمائی حاصل کریں۔ لکیر کے فقیر نہ ہوں، نہ تقلید آبا کے پابند ہوں، جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی، جنھوں نے یہودیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت رسول تسلیم کر لیا تھا۔ ان کے لیے اللہ کے ہاں دوہرا اجر ہے۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین شخص ایسے ہیں جن کے لیے دوگنا ثواب ہے: ① وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو، اپنے نبی پر ایمان لایا ہو اور (پھر) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے۔ ② مملوک غلام، جب کہ وہ اللہ کے حق کو اور اپنے مالکوں کے حق کو ادا کرتا رہے۔ ③ اور وہ شخص جس کے پاس اس کی لونڈی ہو، اس نے اسے ادب سکھایا اور عمدہ تربیت کی اور اسے اچھی اور عمدہ تعلیم دی، پھر اسے آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا۔ پس اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمته وأهله : ٩٧]

اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِيْسٰى وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾

''بلاشبہ ہم نے تیری طرف وحی کی، جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد (دوسرے) نبیوں کی طرف وحی کی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔''

یہ ان کے اس اعتراض اور مطالبے کا اصل جواب ہے کہ ''آپ تورات کی طرح آسمان سے اکٹھی کتاب نازل کروائیں۔'' یعنی وحی اور دعوت الی الحق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ دوسرے انبیاء سے مختلف نہیں ہے۔ سیدنا نوح علیہ السلام سے لے کر جتنے انبیاء و رسل بھیجے گئے ہیں سب کو الگ الگ معجزات ملے اور تورات کے علاوہ کسی کو بھی یک بارگی کتاب نہیں دی گئی۔ پھر جب یک بارگی کتاب ان پر نازل نہ ہونے سے ان کی نبوت پر حرف نہیں آتا تو یہ آپ کی نبوت کے لیے کیسے موجب قدح ہو سکتا ہے۔ سیدنا نوح علیہ السلام سے پہلے بھی بہت سے انبیاء آئے تھے مگر اولوالعزم اور صاحب شریعت نبی سب سے پہلے نوح علیہ السلام تھے۔ آگے فرمایا کہ تم زبور کو تو اللہ تعالیٰ کی کتاب تسلیم کرتے ہو، حالانکہ وہ بھی سیدنا داؤد علیہ السلام پر تورات کی مثل تختیوں کی شکل میں نازل نہیں ہوئی تھی، پھر قرآن کے منزل من اللہ ہونے کا کیوں انکار کرتے ہو؟

وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾

''اور بہت سے رسولوں کی طرف جنھیں ہم اس سے پہلے تجھ سے بیان کر چکے ہیں اور بہت سے ایسے رسولوں کی طرف

جنھیں ہم نے تجھ سے بیان نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا، خود کلام کرنا۔“

جن نبیوں اور رسولوں کے اسمائے گرامی اور ان کے واقعات قرآن کریم میں بیان کیے گئے ان کی تعداد ۲۴ یا ۲۵ ہے: ① آدم علیہ السلام ② ادریس علیہ السلام ③ نوح علیہ السلام ④ ہود علیہ السلام ⑤ صالح علیہ السلام ⑥ ابراہیم علیہ السلام ⑦ لوط علیہ السلام ⑧ اسماعیل علیہ السلام ⑨ اسحاق علیہ السلام ⑩ یعقوب علیہ السلام ⑪ یوسف علیہ السلام ⑫ ایوب علیہ السلام ⑬ شعیب علیہ السلام ⑭ موسیٰ علیہ السلام ⑮ ہارون علیہ السلام ⑯ یونس علیہ السلام ⑰ داؤد علیہ السلام ⑱ سلیمان علیہ السلام ⑲ الیاس علیہ السلام ⑳ الیسع علیہ السلام ㉑ زکریا علیہ السلام ㉒ یحییٰ علیہ السلام ㉓ عیسیٰ علیہ السلام ㉔ ذوالکفل علیہ السلام (اکثر مفسرین کے نزدیک) ㉕ ان سب کے سردار سیدنا محمد ﷺ۔ ان کے علاوہ بہت سے انبیائے کرام ہیں جن کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہوا۔

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ﴾ [الأعراف : ۱۴۳] ”اور جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر آیا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا۔“

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ⑯⑤

”ایسے رسول جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہ جائے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے خوشخبری سنانے اور ڈرانے کے لیے اپنی کتابیں نازل فرمائیں، اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور وہ سب کچھ واضح فرما دیا جسے وہ پسند فرماتا اور ناپسند فرماتا ہے، تاکہ کسی کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے کہ اسے تو خبر ہی نہ ہوئی تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى ﴾ [طٰه : ۱۳۴] ”اور اگر ہم واقعی انھیں اس سے پہلے کسی عذاب کے ساتھ ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ ضرور کہتے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے، اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ہوں اور رسوا ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْلَاۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [القصص : ۴۷] ”اور اگر یہ نہ ہوتا کہ انھیں اس کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچے گی جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور ایمان والوں میں سے ہو جاتے۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیور کوئی نہیں، اسی وجہ سے اس نے ظاہری اور خفیہ تمام برائیوں کو حرام قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ مدح کو پسند کرنے والا بھی کوئی نہیں، اسی وجہ سے اس نے اپنی ذات کی خود مدح فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ عذر کو پسند کرنے والا بھی کوئی نہیں،

یہی وجہ ہے کہ اس نے کتاب اتاری اور ڈرانے والے (رسول) بھیجے (تاکہ لوگوں کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہے)۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالى : ﴿ ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن ﴾ : ٤٦٣٤۔ مسلم، کتاب التوبة، باب غيرة الله تعالى وتحريم الفواحش : ٣٥/ ٢٧٦٠]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے عذر کے سلسلے میں حجت تمام کر دی جس کی مدت کو مؤخر کیا، یہاں تک کہ وہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ گیا۔‘‘ [بخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستين سنة فقد أعزر الله إليه : ٦٤١٩]

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ؕ﴿۱۶۶﴾

’’لیکن اللہ شہادت دیتا ہے اس کے متعلق جو اس نے تیری طرف نازل کیا ہے کہ اس نے اسے اپنے علم سے نازل کیا ہے اور فرشتے شہادت دیتے ہیں اور اللہ کافی گواہ ہے۔‘‘

یعنی اگرچہ آپ کی تکذیب اور مخالفت کرنے والے اس بات کے منکر ہیں مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں اور آپ پر اس نے اپنی کتاب کو نازل فرمایا ہے۔ کتاب سے مراد وہ قرآن مجید ہے کہ ﴿ لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٤٢] ’’اس کے پاس باطل نہ اس کے آگے سے آتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، ایک کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔‘‘

اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ : یعنی اپنے اس علم کے مطابق جس کے بارے میں اس نے اپنے بندوں کو مطلع فرمانا چاہا۔ جس میں ماضی اور مستقبل سے متعلق غیب کی باتیں اور اللہ تعالیٰ کی وہ صفات مقدسہ بھی شامل ہیں جنھیں کوئی نبی مرسل اور ملک مقرب اس وقت تک معلوم نہیں کر سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس کو علم سے نہ نواز دے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ﴾ [البقرة : ٢٥٥] ’’اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرتے مگر جتنا وہ چاہے۔‘‘

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۙ﴿۱۶۸﴾

’’بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا یقیناً وہ گمراہ ہوگئے، بہت دور گمراہ ہونا۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ کبھی ایسا نہیں کہ انھیں بخشے اور نہ یہ کہ انھیں کسی راستے کی ہدایت دے۔‘‘

ان لوگوں سے مراد یہودی ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر خود بھی ایمان نہیں لاتے تھے اور لوگوں کو بھی یہ کہہ کر روکا کرتے تھے کہ اس شخص کی کوئی صفت ہماری کتاب میں مذکور نہیں، یا یہ کہ نبوت کا دائرہ ہارون اور داؤد علیہما السلام کی اولاد تک محدود

ہے، یا یہ کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت منسوخ نہیں ہو سکتی۔ ان کی اس قسم کی کوششوں ہی کو قرآن نے ''بہت دور گمراہ ہونا'' فرمایا ہے۔

اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾

''سوائے جہنم کی راہ کے، جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ، اور یہ ہمیشہ سے اللہ پر بہت آسان ہے۔''

یعنی جب کفر کی حالت ہی میں مر جائیں گے اور مرنے سے پہلے توبہ نہیں کریں گے تو سیدھے جہنم میں جائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کو جہنم میں لے جانا اور پھر ہمیشہ وہاں رکھنا اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں ہے۔ لہٰذا اب بھی ان کے لیے موقع ہے کہ کفر و عناد سے باز آ جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اختیار کر لیں۔

اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا : یعنی جو شخص اپنے غلط طرز عمل اور حق پوشی کی وجہ سے گمراہی میں دور جا پڑے، اس کے لیے پھر جہنم ہی کا راستہ آسان ہوتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴾ [واللیل : ۸ تا ۱۰] ''اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا۔ تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ ﴾ [واللیل : ۵ تا ۷] ''پس لیکن وہ جس نے دیا اور (نافرمانی سے) بچا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔ تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔''

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾

''اے لوگو! بلاشبہ تمھارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمھارے رب کی طرف سے آیا ہے، پس تم ایمان لے آؤ، تمھارے لیے بہتر ہوگا اور اگر کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

متعدد وجوہ سے یہود کے شبہ کی تردید اور قرآن کی حقانیت ثابت کرنے کے بعد اب سب لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دی جا رہی ہے جن میں یہود بھی شامل ہیں کہ جب یہ رسول برحق اور قرآن بھی اللہ کی سچی کتاب ہے تو تم کو چاہیے کہ اس دعوت کو قبول کر لو، اس میں تمھارا بھلا ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہتر ہے، ورنہ یاد رکھو کہ آسمان و زمین میں جتنی بھی مخلوق ہے سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور وہ تمھیں تمھارے برے اعمال پر سزا دینے کی بھی پوری قدرت رکھتا ہے۔

قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [المائدة : ١٩] ”اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے، رسولوں کے ایک وقفے کے بعد، تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوشخبری دینے والا آیا اور نہ ڈرانے والا، تو یقیناً تمھارے پاس ایک خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آچکا ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ا۟لَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٥٨] ”کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اسی کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی اُمی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“

وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ [إبراهيم : ٨] ”اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں، سب کے سب کفر کرو تو بے شک اللہ یقیناً بڑا بے پروا، بے حد تعریف والا ہے۔“

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور پچھلے، تمھارے انسان اور تمھارے جن سب ایک ایسے آدمی کی طرح ہو جائیں جو سب سے زیادہ متقی ہو تو اس سے میری بادشاہت میں ذرا سا بھی اضافہ نہیں ہوگا اور اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور تمھارے پچھلے، تمھارے انسان اور تمھارے جن سب ایک ایسے آدمی کی طرح ہو جائیں جو سب سے زیادہ بدکار ہو تو اس سے میری بادشاہت میں ذرا سی بھی کمی نہیں آئے گی۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة ، باب تحریم الظلم : ٢٥٧٧]

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾

”اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ گزرو اور اللہ پر مت کہو مگر حق۔ نہیں ہے مسیح عیسیٰ ابن مریم مگر اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ، جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک روح ہے۔ پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ

اور مت کہو کہ تین ہیں، باز آ جاؤ، تمھارے لیے بہتر ہو گا۔ اللہ تو صرف ایک ہی معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بطور وکیل کافی ہے۔''

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ : اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نصرانیوں کو دین میں غلو کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے کہ ہر دور میں یہ برائی ان کے اندر دوسروں کی بہ نسبت زیادہ پائی گئی۔ انھوں نے دین میں رہبانیت اور عورتوں سے کنارہ کشی کو اختیار کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا مقام دیا، بلکہ اپنے علماء اور راہبوں تک کو اپنا معبود بنا لیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [التوبۃ : ٣١] ''انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میری تعریف میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا جس طرح نصرانیوں نے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا تھا، میں تو صرف اس کا بندہ ہوں، لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی: ﴿ واذکر فی الکتاب مریم إذ انتبذت من أھلھا ﴾ : ٣٤٤٥]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دین میں غلو کرنے سے بچو، اس لیے کہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو نے ہلاک کر دیا۔'' [نسائی، کتاب مناسك الحج، باب التقاط الحصی : ٣٠٥٩]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا، اے محمد! اے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے! اے ہم میں سے بہترین انسان اور ہم میں سے بہترین انسان کے بیٹے! (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! (اپنی گفتگو میں بھی) تقویٰ اختیار کرو، کہیں شیطان تمھارے دل و دماغ پر چھا نہ جائے، میں محمد بن عبد اللہ ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔ اللہ کی قسم! میں اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے اس سے بلند مرتبے پر پہنچاؤ، جس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے سرفراز فرمایا ہے۔'' [مسند أحمد : ٣/١٥٣، ح : ١٢٥٥٨۔ ابن حبان : ٦٢٤٠]

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ١ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ : یعنی وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے اور اس کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں اور اس کا وہ کلمۂ بشارت ہیں جو اس نے مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں اس کلمے کے ذریعے سے پیدا فرمایا جس کے ساتھ اس نے جبریل علیہ السلام کو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا اور جبریل نے اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے اذن سے ان میں روح پھونک دی تھی اور اس طرح عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا ہو گئے تھے۔ اس طرح پیدائش کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کہا جاتا تھا، کیونکہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے کلمہ ''کُنْ'' سے اور اس روح سے پیدا ہوئے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے جبریل کو دے کر بھیجا تھا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ١ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ١ؕ وَ اُمُّهٗ

صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ﴾ [المائدة : ۷۵] ’’نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر ایک رسول، یقیناً اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے اور اس کی ماں صدیقہ ہے، دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [آل عمران : ۵۹] ’’بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے کہ اسے تھوڑی سی مٹی سے بنایا، پھر اسے فرمایا ہو جا، سو وہ ہو جاتا ہے۔‘‘

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں اور جنت حق ہے اور جہنم بھی حق ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرما دے گا، خواہ وہ کیسا ہی عمل کرتا ہو۔‘‘ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء ، باب قوله تعالى : ﴿ يٰأهل الكتاب لا تغلوا في دينكم ﴾ : ۳۴۳۵]

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ ؗ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [المائدة : ۱۹] ’’اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے، رسولوں کے ایک وقفے کے بعد، تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوشخبری دینے والا آیا اور نہ ڈرانے والا، تو یقیناً تمھارے پاس ایک خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آ چکا ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔‘‘

وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ : یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو اللہ کے شریک نہ بناؤ، اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے، یہ آیت کریمہ ایسے ہے جیسے سورۂ مائدہ کی یہ آیت ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَ اِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [المائدة : ۷۳] ’’بلاشبہ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا بے شک اللہ تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ کوئی بھی معبود نہیں مگر ایک معبود، اور اگر وہ اس سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو یقیناً ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا انھیں ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ [المائدة : ۱۱۶] ’’اور جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو؟ وہ کہے گا تو پاک ہے، میرے لیے بنتا ہی نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں، اگر میں نے یہ بات کہی تھی تو یقیناً تو نے اسے جان لیا، تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے، یقیناً تو ہی سب چھپی باتوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا:

﴿ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [المائدۃ : ۷۵، ۷٦] ''نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر ایک رسول، یقیناً اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے اور اس کی ماں صدیقہ ہے، دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ دیکھ ان کے لیے ہم کس طرح کھول کر آیات بیان کرتے ہیں، پھر دیکھ کس طرح پھیرے جاتے ہیں۔ کہہ دے کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمھارے لیے نہ کسی نقصان کی مالک ہے اور نہ نفع کی، اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا : یعنی سب کچھ اسی کی ملکیت اور اسی کی مخلوق ہے، وہ ہر چیز کا کارساز ہے تو مخلوق میں سے کوئی اس کی بیوی یا بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [الأنعام : ۱۰۱] ''وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسے ہوگی، جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [مریم : ۸۸ تا ۹۵] ''اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنا لی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔ کہ انھوں نے رحمان کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ رحمان کے لائق نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔''

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۭ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۝۱۷۲

''مسیح ہرگز اس سے عار نہ رکھے گا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ مقرب فرشتے ہی اور جو بھی اس کی بندگی سے عار رکھے اور تکبر کرے تو عنقریب وہ ان سب کو اپنی طرف اکٹھا کرے گا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نصرانیوں کے باطل عقیدہ کے برعکس عظیم شہادت ہے کہ انھیں اللہ کا بندہ ہونے سے کب انکار ہو سکتا ہے۔ اللہ کے لیے عبودیت تو وہ عزت و شرف ہے جس پر انھیں ناز ہے۔

یہی شہادت اللہ نے مقرب فرشتوں کے لیے بھی دی ہے کہ انھیں بھی اللہ کے لیے اپنی عبودیت پر ناز ہے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جو اللہ کی عبادت سے منہ موڑے گا اور کبر و غرور سے کام لے گا تو اللہ انھیں قیامت کے دن حسبِ وعدہ جمع کرے گا اور ان کے بارے میں اپنا عادلانہ فیصلہ صادر فرمائے گا۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ۬ وَّ لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾

”پھر جو لوگ تو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے سو وہ انھیں ان کے اجر پورے دے گا اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ بھی دے گا اور رہے وہ جنھوں نے عار سمجھا اور تکبر کیا تو وہ انھیں دردناک عذاب دے گا اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔“

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ : یعنی ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کو یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ اللہ انھیں ان کی نیکیوں کا پورا پورا بدلہ دے گا، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بنی آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے، سوائے روزے کے کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔“ [مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام : ۱۱۵۱/۱۶۱]

سیدنا خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اللہ کی راہ پر (جہاد) میں کوئی نفقہ دے تو اس کا اجر سات سو گنا لکھا جائے گا۔“ [ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل النفقة فی سبیل الله : ۱۶۲۵۔ مستدرك حاكم : ۸۷/۲، ح : ۲٤٤۱]

سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لگام ڈلی اونٹنی لایا اور کہا یہ جہاد کے لیے قبول کر لیجیے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس اونٹنی کے بدلے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمھیں سات سو اونٹنیاں عطا فرمائے گا جو سب کی سب لگام والی ہوں گی۔“ [مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الصدقة فی سبیل الله و تضعیفها : ۱۸۹۲]

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ [المؤمن : ٦٠] ”اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔“

﴿وَلَا يَجِدُونَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۖ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ﴾ [فاطر : ٣٦] ”اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ایسے ہی ہر ناشکرے کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَمَن كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا﴾ [فاطر : ٣٩] ”وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں جانشین بنایا، پھر جس نے کفر کیا تو اس کا کفر اسی پر ہے اور کافروں کو ان کا کفر ان کے رب کے ہاں ناراضی کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتا اور کافروں کو ان کا کفر ان کے رب کے ہاں خسارے کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتا۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَاءً وِفَاقًا ﴿٢٦﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾ فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا﴾ [النبا : ٢١ تا ٣٠] ”یقیناً جہنم ہمیشہ سے ایک گھات کی جگہ ہے۔ سرکشوں کے لیے ٹھکانا ہے۔ وہ مدتوں اسی میں رہنے والے ہیں۔ نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔ پورا پورا بدلہ دینے کے لیے۔ بلاشبہ وہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے۔ اور انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، بری طرح جھٹلانا۔ اور ہر چیز، ہم نے اسے لکھ کر محفوظ کر رکھا ہے۔ پس چکھو کہ ہم تمھیں عذاب کے سوا ہرگز کسی چیز میں زیادہ نہیں کریں گے۔“

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴿١٧٤﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿١٧٥﴾

”اے لوگو! بلاشبہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آئی ہے اور ہم نے تمھاری طرف ایک واضح نور نازل کیا ہے۔ پھر جو لوگ تو اللہ پر ایمان لائے اور اسے مضبوطی سے تھام لیا تو عنقریب وہ انھیں اپنی خاص رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور انھیں اپنی طرف سیدھے راستے کی ہدایت دے گا۔“

کافروں کے تمام گروہوں کے عقائد کی تردید کرنے کے بعد اللہ نے تمام بنی نوعِ انسان کو رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور کہا کہ ان کی نبوت کی صداقت پر حجت تمام ہو چکی اور حق کو واضح کرنے والا نور (قرآن کریم) آ چکا۔ اب جو لوگ اللہ پر ایمان لے آئیں گے اور اپنے تمام امور میں اسی پر بھروسا کریں گے تو اللہ ان کے حال پر رحم کرے گا، انھیں جنت میں داخل کرے گا اور ان کے درجات بلند کرے گا اور صراطِ مستقیم کی طرف ان کی راہنمائی کرے گا۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴾: قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی بہت بڑی دلیل ہے، یہی وہ نور ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا اور جس کی روشنی میں چل کر لوگ منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٥٧] ”سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [المائدة : ١٥، ١٦] ”اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے ان میں سے بہت سی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے، جو تم کتاب میں سے چھپایا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔ بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔ جس کے ساتھ اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیچھے چلیں، سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے اور انھیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انھیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِيْۤ اَنْزَلْنَا وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ [التغابن : ٨] ”سو تم اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نبیوں میں سے ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا گیا اور اسی معجزہ کے مثل لوگ اس پر ایمان لائے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف نازل کی ہے (اور یہ سب سے بڑا معجزہ ہے)، لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن پیروکاروں کے لحاظ سے میں ان تمام انبیاء سے بڑھ جاؤں گا۔“ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی و أول ما نزل؟ : ٤٩٨١]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(جان لو!) میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں جسے اگر تم نے مضبوطی سے تھام لیا تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہے کتاب اللہ۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ : ١٢١٨]

طلحہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا رسول اللہ ﷺ نے کوئی وصیت کی تھی؟ انھوں نے کہا، نہیں۔ تو میں نے کہا، یہ کیا کہ لوگوں پر تو وصیت فرض کی گئی اور انھیں حکم دیا گیا کہ وہ وصیت کریں، جبکہ آپ ﷺ نے وصیت نہیں کی؟ انھوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے کتاب اللہ (کو مضبوطی سے تھامنے) کی وصیت کی تھی۔ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب الوصاة بکتاب اللہ عزوجل : ٥٠٢٢]

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ ع ۲۴

’’وہ تجھ سے فتویٰ مانگتے ہیں، کہہ دے اللہ تمھیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے، اگر کوئی آدمی مر جائے، جس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لیے اس کا نصف ہے جو اس نے چھوڑا اور وہ (خود) اس (بہن) کا وارث ہوگا، اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو۔ پھر اگر وہ دو (بہنیں) ہوں تو ان کے لیے اس میں سے دو تہائی ہوگا جو اس نے چھوڑا اور اگر وہ کئی بھائی بہن مرد اور عورتیں ہوں تو مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہوگا۔ اللہ تمھارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘

اس آیتِ کریمہ میں ’’کلالہ‘‘ کی میراث کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ قرآن کی اصطلاح میں کلالہ اس آدمی کو کہتے ہیں جس کی نہ کوئی اولاد ہو اور نہ باپ۔ لفظ ’’کلالہ‘‘ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میت کی شاخیں، یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا اور پڑپوتی وغیرہ اور اس کے مذکر اصول یعنی باپ، دادا اور پڑدادا وغیرہ ماں کی طرف سے جو اخیافی اولاد ہے اسے ساقط کر دیتے ہیں۔

سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت سورۂ براءت ہے اور سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ﴾ ہے۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ یستفتونك قل الله یفتیکم فی الکللة ﴾ : ٤٦٠٥۔ مسلم، کتاب الفرائض، باب آخر آیة أنزلت آیة الکللة : ١٦١٨/١١]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں اس وقت بیمار اور بے ہوش تھا۔ آپ نے وضو فرمایا، پھر مجھ پر پانی کے چھینٹے مارے، یا آپ نے فرمایا کہ اس پر پانی کے چھینٹے مارو تو اس سے میں ہوش میں آ گیا۔ تب میں نے عرض کی کہ میں تو کلالہ ہوں، سو میراث کی تقسیم کیسے عمل میں لائی جائے گی؟ چنانچہ اس موقع پر آیتِ فرض (میراث) نازل ہوئی۔[بخاری، کتاب المرض، باب وضوء العائد للمریض : ٥٦٧٦۔ مسلم، کتاب الفرائض، باب میراث الکللة : ١٦١٦]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری آرزو تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے فراق سے پہلے تین چیزوں کی وضاحت فرما دیں، دادا کی میراث، کلالہ کے بارے میں حکم اور ربا کے مسائل میں سے کچھ مسائل۔[بخاری، کتاب الأشربة، باب ما جاء فی أن الخمر ما خامر العقل : ٥٥٨٨۔ مسلم، کتاب التفسیر، باب فی نزول تحریم الخمر : ٣٠٣٢]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی چیز کے بارے میں اس قدر کثرت سے سوال نہیں کیا جس کثرت سے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلالہ کے بارے میں پوچھا تھا، حتیٰ کہ آپ نے اپنی انگلی میرے سینے پر ماری اور فرمایا: ''تمھارے لیے موسم گرما میں نازل ہونے والی یہ آیت کافی ہے جو سورۂ نساء کے آخر میں ہے۔'' [مسند أحمد : ٤٨/١، ح : ٣٤٣۔ مسلم، كتاب الفرائض ، باب ميراث الكلالة : ١٦١٧]

اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ : اسود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ہمارے ایک مسئلہ میں اسی طرح فیصلہ کیا تھا کہ بیٹی کے لیے نصف اور بہن کے لیے بھی نصف حصہ ہے، پھر سلیمان (راوی) نے یہ بھی کہا کہ انھوں نے ہمارے ایک مسئلے میں اس طرح فیصلہ کیا تھا، اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ یہ فیصلہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کیا تھا۔ [بخاری، كتاب الفرائض، باب ميراث الأخوات مع البنات عصبة : ٦٧٤١]

ہزیل بن شرحبیل بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک بہن کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ بیٹی اور بہن کو نصف نصف حصہ ملے گا، اور ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی کہا کہ جاؤ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھ لو، وہ بھی میری تائید کریں گے۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھا گیا اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی اس بات کا بھی ذکر کر دیا گیا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں یہ جواب دوں تو گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہیں رہوں گا، لہٰذا میں تو اس بارے میں وہ فیصلہ کروں گا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور وہ یہ کہ بیٹی کے لیے نصف حصہ ہے اور پوتی کے لیے چھٹا حصہ، تاکہ دو ثلث مکمل ہو جائیں اور جو باقی بچے گا وہ بہن کے لیے ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے واپس جا کر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ جواب بتایا تو انھوں نے فرمایا کہ جب تک یہ عالم تم میں موجود ہیں مجھ سے نہ پوچھا کرو۔ [بخاری، كتاب الفرائض، باب ميراث ابنة ابن مع ابنة : ٦٧٣٦]

وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اصحاب الفروض کو ان کے حصے دو اور ان مقررہ حصوں کے بعد جو کچھ باقی بچے، وہ قریب ترین مرد رشتہ دار کے لیے ہے۔'' [بخاری، كتاب الفرائض، باب ابني عم أحدهما أخ للأم ...... الخ : ٦٧٤٦۔ مسلم ، كتاب الفرائض ، باب ألحقوا الفرائض بأهلها : ١٦١٥]

Dar ul Andlus
Ph: 042-37230549
Fax: 042-37242639
www.dar-ul-andlus.com

Dar ul Andlus
Ph: 042-37230549
Fax: 042-37242639
www.dar-ul-andlus.com

دارالاندلس
اسلام کی نشرواشاعت کا عالمی مرکز
۴۔لیک روڈ، چوبرجی لاہور
Ph: 7230549 Fax: 7242639 www.dar-ul-andlus.com